

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَقَدْ نَزَّلْنَا الْقُرْآنَ فَذُكِّرْتُمْ
وَلَا تَعْجَبُوا لِقَوْلِ الْكٰفِرِیْنَ
اِنَّهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالرَّسُوْلِیْنَ
اِنَّهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالرَّسُوْلِیْنَ
اِنَّهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالرَّسُوْلِیْنَ

شرح صحیح مسلم

تصنیف
علامہ غلام رسول میٹھی
شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

تألیف

فرید ہیکل
طال (دیوبند)
۳۸ اردو بازار لاہور

وَاللَّيْلُ وَالنَّجْمُ وَالْقَمَرُ وَالشَّمْسُ وَالرَّجُلُ وَالْجَبَلُ وَالْهَيْكَلُ وَالْمَدِينَةُ وَالْمَسْجِدُ وَالْمَذْبَحُ وَالْمِنْبَرُ وَالْمِيزَابُ وَالْمِيزَابُ وَالْمِيزَابُ
اور رسول مکرر جراحاً اور ان کو قبول کرنا اور حق کاموں سے تم کو منع کرنے کو ان سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

(جلد خامس)

اقتضیہ، لقطہ، جہاد، امارہ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فریدی بک سٹال ۳۸- اردو بازار لاہور ۲

marfat.com

Marfat.com



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب : شرح صحیح مسلم (جلد خامس)
 تصنیف : مفتی علامہ غلام رسول سعیدی
 کتابت : دارالکتابت حضرت کیلیا نوالہ، گوجرانوالہ
 تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی
 ایم۔ اے / ایل، ایل، بی، بی، ایڈ / فاضل علوم شرقیہ
 تعداد : ایک ہزار
 ہدیہ : ۱۰ روپے
 مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور
 الطبع اول من : شوال ۱۴۳۱ھ / جنوری ۲۰۱۰ء
 الطبع اول سع : شوال ۱۴۳۲ھ / جنوری ۲۰۱۱ء

تاشیخ

فرید بک سٹال (لاہور)
 ۳۸ اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Email: info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com



www.faridbookstall.com

marfat.com
 Marfat.com

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد خامس

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر
۵۷	اہلیت قضاء کی شرائط	۱۸	۲۸	۱
۵۸	مقدمات کے فیصلوں کی بناء اور معیار شرعی۔	۱۹	۳۰	۲
	فقہاء احناف کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط۔	۲۰	۳۳	۳
۵۹	فقہاء شافعیہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط۔	۲۱	۳۳	۴
۶۱	فقہاء حنابلہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط۔	۲۲	۳۴	۵
۶۲	مجتہد مطلق کی طرف منسوب ہونے والوں کی اقسام۔	۲۳	۳۴	۶
۶۳	عوام اور فقہاء کی تقلید کا فرق	۲۴	۳۵	۷
۶۳	مجتہد عالم کا دلیل کی بناء پر امام سے اختلاف کرنا	۲۵	۳۶	۸
۶۵	ادب کے خلاف نہیں ہے۔	۲۶	۳۷	۹
۶۶	قاضی کے لیے اہلیت اجتہاد کی شرط میں مذاہمہ۔	۲۷	۳۹	۱۰
	ایک قاضی مجتہد کا دوسرے قاضی مجتہد کے راستے پر فیصلہ کرنے کا حجاز۔	۲۷	۳۹	۱۱
۶۷	قاضی کو مقدمہ کی سماعت میں فریقین کے ساتھ عدل اور انصاف کی ہدایت میں امامیہ اور آغاز رشوت کا حکم۔	۲۸	۴۰	۱۲
۶۸	قرآن مجید کی روشنی میں رشوت کا حکم۔	۲۹	۴۱	۱۳
۶۹	امامیہ اور آثار کی روشنی میں رشوت کا حکم۔	۳۰	۴۲	۱۴
۷۰	رشوت کی اقسام	۳۱	۴۳	۱۵
۷۱	قاضی اور دیگر افسروں کے ذریعہ قبول کرنے کی نکتہ	۳۲	۴۴	۱۶
۷۲		۳۳	۴۵	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۸۳	علامہ ابن قدامہ کے دیگر اعتراضات کے جواباً۔	۵۱	باب: ۵۶۲	۳۲
۸۴	ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے میں فقہاء احناف کا مسلک اور دلائل۔	۵۲	۴۲	۲۵
۸۴	ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی احادیث کا ضعف۔	۵۳	۴۳	۳۶
۸۴	ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی احادیث کے راویوں کا انکار ہونا۔	۵۴	۴۳	۳۷
۸۵	ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی حدیث کا صحیح قرآن کے خلاف ہونا۔	۵۵	۴۴	۳۸
۸۵	حدیث مذکورہ اگر ثلاثہ کے موقف کو مستلزم نہیں۔	۵۶	۴۴	۳۹
۸۵	حدیث مذکورہ کا صحیح حمل۔	۵۷	۴۴	۴۰
	باب: ۵۶۳			۴۱
۸۶	حاکم کا فیصلہ حقیقت واقعہ کو تبدیل نہیں کرتا۔	۵۸	۴۵	۴۲
۸۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری حجت کی بنا پر فیصلہ کا حکم دینے کی حکمت۔	۵۹	۴۵	۴۳
۸۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے حقیقی ہونے کی حقیقت سے متاثر ہونا۔	۶۰	۴۵	۴۴
۸۹	نبی کی خصوصیات۔	۶۱	۴۶	۴۵
۹۰	نبی کے چھالیس اقتیارات۔	۶۲	۴۶	۴۶
۹۲	نبی اور غیر نبی کا فرق۔	۶۳	۴۶	۴۷
۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا بیان۔	۶۴	۴۷	۴۸
۹۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور جن و جان۔	۶۵	۴۷	۴۹
۹۸	بشریت کا قرابت سے افضل ہونا۔	۶۶	۴۸	۵۰
۹۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ہونا۔	۶۷	۴۸	۵۱
۱۰۰	قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول المخلوق ہونا۔	۶۸	۴۹	۵۲
۱۰۰	احادیث کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول المخلوق ہونا۔	۶۹	۴۹	۵۳
۱۰۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول المخلوق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف کا موقف۔	۷۰	۴۹	۵۴
۱۰۴		۷۱	۵۰	۵۵

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	نادہند کے مال سے بقدر حق وصول کرنے میں	۸۵	۱۰۸	مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق۔	۷۲
۱۳۰	فقہاء اخاف کا موقف۔			قرآن اور سنت کا روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ	۷۳
۱۳۱	سرکاری خزانہ سے اپنا حق وصول کرنے کی تفسیر۔	۸۶	۱۱۲	عید و مسلم کے علم کی وسعت۔	۷۴
۱۳۲	حضرت ہند کی حدیث کے تراجم۔	۸۷		فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں رسول اللہ	۷۵
	باب: ۵۶۶			صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت۔	
	بکثرت سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کی	۸۸	۱۱۹	تفاد کے ظاہر اور باطن نافذ ہونے میں مذہب	۷۶
۱۳۳	ممانعت۔			اللہ۔	
۱۳۴	قبیلہ ذقال سے ممانعت کی حکمت۔	۸۹	۱۱۹	تفاد کے ظاہر اور باطن نافذ ہونے میں فقہاء	۷۷
۱۳۵	بکثرت سوال کرنے سے ممانعت کی حکمت۔	۹۰		احناف کا موقف۔	
	مسجد میں سوال کرنے اور سائل کو دینے کی	۹۱	۱۲۰	جن صورتوں میں فقہاء اخاف کے نزدیک تفاد	۷۸
۱۳۶	تحقیق۔			ظاہر اور باطن نافذ ہوجاتی ہے۔	
۱۳۹	زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق۔	۹۲	۱۲۰	فقہاء اخاف کے نزدیک تفاد کے ظاہر اور	۷۹
۱۴۰	اسراف اور اتقار کا عمل۔	۹۳		باطن نافذ ہونے کی شرائط۔	
	لزت اور اسائن کے لیے مال خرچ کرنا	۹۴	۱۲۱	تفاد باطنی کے نفاذ میں اللہ تعالیٰ کے دلائل اور	۸۰
۱۴۱	اسراف نہیں ہے۔			فقہاء اخاف کے دلائل کا تجزیہ۔	
۱۴۲	مال باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔	۹۵		باب: ۵۶۵	
	باب: ۵۶۷			حضرت ہند کے متعلق فیصد کرنے کا بیان۔	۸۱
	حاکم صحیح فیصد کرے یا لفظ اس کو اجنباد کرنے	۹۶	۱۲۷	نادہند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر	
۱۳۵	پر اجرتا ہے۔			بقدر حق وصول کرنے میں مذہب اللہ۔	۸۲
۱۳۷	قاصی کا عالم اور مجتہد ہر نماز و روزی ہے۔	۹۷		نادہند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر	
۱۳۷	اجنباد کا تعریف۔	۹۸	۱۲۸	حق وصول کرنے کے عدم حوازمین فقہاء حنبلیہ	۸۳
۱۳۷	اجنباد کا طریقہ۔	۹۹		کے دلائل۔	
۱۳۷	مجتہدین اور مقصدین کے درجات۔	۱۰۰	۱۲۹	نادہند کے مال سے بقدر حق وصول کرنے کے	
۱۳۸	پیش آمدہ مسائل میں اللہ تعالیٰ کا اجنباد۔	۱۰۱		مشکو میں فقہاء حنبلیہ کے دلائل کے جوابات۔	۸۴
	مسائل اجنباد میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک	۱۰۲	۱۲۹	نادہند کے مال سے بقدر حق وصول کرنے کے	
				مشکو میں جہور کے دلائل۔	

صفحہ نمبر	مضمر	صفحہ نمبر	مضمر	صفحہ نمبر
۱۶۲	شہادت کا لغوی معنی۔	۱۱۹	۱۳۹	۱۰۳
۱۶۳	شہادت کا اصطلاحی معنی۔	۱۱۷		
۱۶۳	شہادت کی اقسام۔	۱۱۸	۱۵۱	
۱۶۳	قرآن مجید کی روشنی میں شہادت کا بیان۔	۱۱۹		
۱۶۴	احادیث کی روشنی میں شہادت کا بیان۔	۱۲۰		
۱۶۵	شہادت کا حکم۔	۱۲۱	۱۵۲	۱۰۴
	شہادت کی تعریف، رکن اور سبب وغیرہ کا بیان۔	۱۲۲		۱۰۵
۱۶۶		۱۵۳		
۱۶۷	تحمل شہادت کی شرائط۔	۱۲۳		۱۰۷
۱۶۷	بطحاظ شاہد اور ایسی شہادت کی شرائط۔	۱۲۴	۱۵۳	
۱۶۷	عدالت کی تعریف۔	۱۲۵	۱۵۴	۱۰۷
۱۶۷	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۲۶	۱۵۴	۱۰۸
۱۶۷	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۲۷		
۱۶۷	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۲۸	۱۵۴	۱۰۹
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۲۹	۱۵۵	۱۱۰
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۲۹		۱۱۱
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۳۰	۱۵۶	۱۱۲
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۳۱	۱۵۷	۱۱۳
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۳۲	۱۵۸	
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۳۳		
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۳۴		
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۳۵	۱۵۹	۱۱۴
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۳۶		۱۱۵
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۳۷		
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۳۸	۱۶۰	
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۳۹		
۱۶۹	گناہ کبیرہ اور معذرت کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۴۰		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۲۰۳	حد و تہمت دھڑ سے اعتراف کا جواب	۱۵۳	واقعاتی شہادات اور قرآنی خارجیہ سے زنا کا ثبوت۔	۱۳۷
۲۰۳	حد و اور قصاص میں عورتوں کی گواہی کے عدم اعتبار پر احادیث اور آئینہ	۱۵۴	۱۶۷ میڈیکل رپورٹ کی بنا پر زنا کا ثبوت۔	۱۳۷
۲۰۳	حد و اور قصاص میں عورتوں کی گواہی کے عدم اعتبار پر اجماع۔	۱۵۵	۱۶۹ کیا زانی کے خلاف استغاثہ کرنے والی لڑکی پر حد تقویت لگے گی۔	۱۳۸
۲۰۳	حد و اور قصاص میں عورتوں کو گواہ نہ بنانے کی عقلی وجوہات۔	۱۵۶	۱۷۹ اتفاق کے تعین پر واقعاتی شہادت سے استدلال۔	۱۳۹
۲۰۵	حد و اور قصاص میں عورتوں کو گواہ نہ بنانے کی عقلی وجوہات۔	۱۵۶	۱۸۳ کفار کی شہادت۔	۱۴۰
	باب: ۵۷۱		۱۸۳ اچانک پیش آنے والے واقعات اور اضطراری امور میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کی بھجٹ۔	۱۴۱
۲۰۶	مجتہدین کے اختلاف کا بیان۔	۱۵۷	۱۸۶ عورت کی شہادت کی تحقیق۔	۱۴۲
۲۰۷	حضرت سلیمان کا واقعاتی شہادت سے استدلال	۱۵۸	۱۸۶ عورت کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات۔	۱۴۲
۲۰۷	ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کر سکتا ہے۔	۱۵۹	۱۸۷ مالی معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت مقرر کرنے کی وجوہات۔	۱۴۳
۲۰۷			۱۸۸ وہ امور جن میں عورتوں کی گواہی معتبر ہے عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں۔	۱۴۴
	باب: ۵۷۲		۱۹۰ اثبات زنا میں صرف مردوں کی گواہی پر قرآن مجید سے استدلال۔	۱۴۵
۲۰۸	دو فریقوں کے درمیان حاکم کے صلح کرانے کا استحباب۔	۱۶۰	۱۹۰ "ادبۃ منکم" سے مردوں کی گواہی پر استدلال۔	۱۴۶
۲۰۸	حکم کے فیصلہ کے متعلق فقہاء کی آراء۔	۱۶۱	۱۹۲ اس بات کا جواب کہ لفظ شاہد عورت کے لیے بھی مستعمل ہے۔	۱۴۷
۲۰۸	زمین خریدنے کے بعد اس میں دفعیہ ہٹنے کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام۔	۱۶۲	۱۹۵ "شہانیدہ ازواج" سے اعتراف کا جواب۔	۱۴۸
۲۰۹	کتاب اللقطہ		۱۹۶ "مستکرم" سے مردوں کی گواہی پر استدلال۔	۱۴۹
	باب: ۵۷۳		۱۹۷ اربعہ شہداء سے مردوں کی گواہی پر استدلال۔	۱۵۰
۲۱۱	لقطہ کا لغوی معنی۔	۱۶۳	۱۹۸ اس بات کا جواب کہ لفظ شاہد عورت کے لیے بھی مستعمل ہے۔	۱۵۱
۲۱۷	لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۱۶۴	۲۰۱	
۲۱۷	لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں فقہاء احادیث کا موقف۔	۱۶۵	۲۰۲	
۲۱۷				

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	پرانے جانور کے دودھ دوہنے کے مستحق	۱۸۱	۲۱۸	لفظ کی اقسام اور ان کے احکام۔
۲۳۵	دو متعارض حدیثوں میں تطبیق۔		۲۱۹	لفظ کا اعلان کرنے کے حکومات اور لفظ
	بلا اجازت پر اپنی چیز لینے کے عدم جواز میں امام	۱۸۲	۲۲۰	لفظ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہانہ۔
۲۳۵	احمد کا نظریہ اور ان کے دلائل۔		۲۲۱	آج کل کے فوجدی لفظ کے اعلان کا طریقہ کار۔
	بلا اجازت پر اپنی چیز لینے کے جواز میں جہود	۱۸۳		اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لفظ کے لغت
۲۳۷	فقہاء اسلام کا نظریہ اور فقہاء غلبہ کے دلائل کے جوابات		۲۲۲	میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔
	ضرورت کے لیے پس انداز کرنا توکل کے	۱۸۴		اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لفظ کے لغت
۲۳۸	خلافت نہیں ہے۔		۲۲۳	میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔
۲۳۸	قیاس سے استدلال کی دلیل۔	۱۸۵		اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لفظ کے
	دودھ دینے والے جانور کو دودھ کے عوض	۱۸۶	۲۲۴	مصرف میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔
۲۳۸	فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء۔			اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لفظ کے
	باب: ۵۷۵		۲۲۴	مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ۔
	مہان نوازئی کا بیان۔	۱۸۷	۲۲۴	امام شافعی کے دلائل کے جوابات۔
۲۳۹	مہان کی ضیافت کرنے کے حکم میں مذاہب		۲۲۴	لفظ کو صدمہ کرنے کے وجوب کے بارے
	فقہاء۔	۱۸۸	۲۲۶	میں امامیہ۔
۲۴۰	مہان کی ضیافت اور غاظر و ملاقات کی تفصیل۔			لفظ کو صدمہ کرنے کے وجوب کے بارے میں
۲۴۱	مہان کے زیادہ دیر ٹھہرنے کا حکم۔	۱۸۹	۲۲۷	آپنا صحابہ و تابعین۔
۲۴۲	اگر میزبان ضیافت دکرے تو کیا مہان اس سے		۱۹۰	حضرت ابی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف
	بیتد ضیافت بزد سے سکتا ہے؟	۱۹۱	۲۳۰	کے جوابات کی تفصیل اور نتیجہ۔
۲۴۲	اگر خضر کو اپنا حق حاصل کرنے کا موقع ملے			ادنیٰ بچنے کے مستحق سوال کرنے پر رسول اللہ صلی
۲۴۳	تو وہ عدالت کے بیٹھ ہی اپنا حق لے سکتا ہے۔	۱۹۲	۲۳۱	اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ۔
	باب: ۵۷۶		۲۳۲	حجاج کے لفظ کو اٹھانے میں مذاہب فقہاء
	زائد مال کو مسلمان کی خیر خواہی میں خرچ کرنے	۱۹۳		اور عافیت کی حکمت۔
۲۴۴	کا استحباب۔			باب: ۵۷۷
۲۴۴	گھوڑے پر سوار سنان کی خیریت دینا۔	۱۹۴	۲۳۳	ہاکہ کی اجازت کے بغیر دودھ دوہنے کی
				ممانعت۔

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۵۷۸		سائل کو جیک دینے میں مستحق اور غیر مستحق کا فرق نہیں کرنا چاہیے۔	۲۳۵
۲۵۷	جن کفار کو دعوت اسلام دی جا چکی ہو ان کو دوبارہ دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔	۲۱۱		
	باب: ۵۷۹		سبب کی ہرگز سب کے زاو راہ ملا دینے اور آپس میں غم گساری کرنے کا استحباب۔	۲۳۵
۲۵۸	جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں مذاہب فقہاء۔	۲۱۲	مغزوں سے طعام کو زیادہ کرنا منجوز ہے، اور طعام ابتداءً مسدوم ہرگز اس کا موجود کرنا منجوز نہیں ہے؟	۲۳۵
۲۵۹	جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں فقہاء حنبلیہ کے مذہب کی تفصیل۔	۲۱۳	مجاہدات کے ثبوت کے طریقے۔	۲۳۶
۲۶۰	جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں فقہاء احناف کے مذہب کی تفصیل۔	۲۱۴	مل جل کر کھانے کی برکت۔	۲۳۶
۲۶۱	جہاد میں کفار کی جان اور مال محترم نہیں ہے۔ اگر جہاد میں کافر مسلمانوں کو اپنی وحال بنا لیں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے۔	۲۱۵		۲۳۷
۲۶۲		۲۱۶		۲۳۸
	باب: ۵۷۹		کتاب الجہاد والسیئر	
	کسی شخص کو جہاد کا امیر بنانا اور اس کو آداب جہاد کی تعلیم دینا۔	۲۱۷	جہاد کا لغوی معنی۔	۲۳۸
۲۶۲	سیرت یہ کامعنی۔	۲۱۸	جہاد کا شرعی معنی۔	۲۳۸
۲۶۵	قتال کی کیفیت اور ان کا فردوں کا بیان جن کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔	۲۱۹	فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل۔	۲۳۹
۲۶۶	وقتہ کا لغوی معنی۔	۲۲۰	جہاد کی اقسام میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۲۴۰
۲۶۸	وقتہ کا اصطلاحی معنی۔	۲۲۱	جہاد کی اقسام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۲۴۰
۲۶۹	عقد ذمہ کا رکن۔	۲۲۲	جہاد کی اقسام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۲۴۱
۲۶۹	عقد ذمہ کی شرائط۔	۲۲۳	جہاد کی اقسام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۲۴۱
۲۷۰	عقد ذمہ کے احکام۔	۲۲۴	کن حالتوں میں جہاد فرض میں ہوتا ہے اور کن حالتوں میں فرض کفایہ۔	۲۴۱
۲۷۰	عقد ذمہ کے وجوب کی شرائط۔	۲۲۵	جہاد کے مباح ہونے کی شرائط۔	۲۴۱
۲۷۱	جزیرہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء۔	۲۲۶	جہاد کے وجوب کی شرائط۔	۲۴۱
			کتنی مدت کے بعد مسلمانوں پر جہاد کرنا واجب ہے۔	۲۴۱

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	دفعہ شمار
			ہجرت کی تحقیق۔	۲۲۷
			قیامت تک ہجرت باقی رہنے کے بارے	۲۲۸
۲۹۰	حالت جنگ میں دشمن کو دھوکا دینے اور ہجرت برسنے کا حجاز۔	۲۴۲	عین احادیث۔	۲۲۹
۲۹۱	کن صحابہ توں میں ہجرت برسنے کی اجازت سے	۲۴۳	ہجرت منقطع ہونے کے بارے میں احادیث۔	۲۳۰
	جان مال اور عزت بچانے کے لیے ہجرت برسنے کی اجازت۔	۲۴۴	دارالکفر میں رہنے یا نہ رہنے کے بارے	۲۳۱
۲۹۲	شہر اور ممالک میں ہجرت کا حجاز۔	۲۴۵	عین احادیث۔	۲۳۲
۲۹۳	تقریب اور توبہ میں ہجرت برسنے کا حجاز۔	۲۴۶	گناہوں سے ہجرت کرنے کے بارے میں	۲۳۳
۲۹۴	توبہ کے سلسلہ میں فقہاء کی رائے۔	۲۴۷	احادیث۔	۲۳۴
۲۹۵	خلاصہ بحث۔	۲۴۸	ہجرت کی متعارض احادیث کے جوابات۔	۲۳۵
			فتح مکہ کے بعد ہجرت کے متروک ہونے کی وجہ	۲۳۶
			دارالکفر میں مسلمانوں کی سکونت کا حکم۔	۲۳۷
			ہجرت کی اقسام۔	۲۳۸
			ہجرت الی اللہ کی ترویج۔	۲۳۹
			مال نفیث اور مالی نے	۲۴۰
			مشکرین سے معاہدہ اٹھانے کے لیے مسلمان	۲۴۱
			ان سے اللہ کی طرف سے معاہدہ کیوں نہ کریں۔	۲۴۲
				۲۴۳
				۲۴۴
				۲۴۵
				۲۴۶
				۲۴۷
				۲۴۸
				۲۴۹
				۲۵۰
				۲۵۱
				۲۵۲
				۲۵۳
				۲۵۴
				۲۵۵
				۲۵۶
				۲۵۷
				۲۵۸
				۲۵۹
				۲۶۰
				۲۶۱
				۲۶۲
				۲۶۳
				۲۶۴
				۲۶۵
				۲۶۶
				۲۶۷
				۲۶۸
				۲۶۹
				۲۷۰
				۲۷۱
				۲۷۲
				۲۷۳
				۲۷۴
				۲۷۵
				۲۷۶
				۲۷۷
				۲۷۸
				۲۷۹
				۲۸۰
				۲۸۱
				۲۸۲
				۲۸۳
				۲۸۴
				۲۸۵
				۲۸۶
				۲۸۷
				۲۸۸
				۲۸۹
				۲۹۰
				۲۹۱
				۲۹۲
				۲۹۳
				۲۹۴
				۲۹۵
				۲۹۶
				۲۹۷
				۲۹۸
				۲۹۹
				۳۰۰
				۳۰۱
				۳۰۲
				۳۰۳
				۳۰۴
				۳۰۵
				۳۰۶
				۳۰۷
				۳۰۸
				۳۰۹
				۳۱۰
				۳۱۱
				۳۱۲
				۳۱۳
				۳۱۴
				۳۱۵
				۳۱۶
				۳۱۷
				۳۱۸
				۳۱۹
				۳۲۰
				۳۲۱
				۳۲۲
				۳۲۳
				۳۲۴
				۳۲۵
				۳۲۶
				۳۲۷
				۳۲۸
				۳۲۹
				۳۳۰
				۳۳۱
				۳۳۲
				۳۳۳
				۳۳۴
				۳۳۵
				۳۳۶
				۳۳۷
				۳۳۸
				۳۳۹
				۳۴۰
				۳۴۱
				۳۴۲
				۳۴۳
				۳۴۴
				۳۴۵
				۳۴۶
				۳۴۷
				۳۴۸
				۳۴۹
				۳۵۰
				۳۵۱
				۳۵۲
				۳۵۳
				۳۵۴
				۳۵۵
				۳۵۶
				۳۵۷
				۳۵۸
				۳۵۹
				۳۶۰
				۳۶۱
				۳۶۲
				۳۶۳
				۳۶۴
				۳۶۵
				۳۶۶
				۳۶۷
				۳۶۸
				۳۶۹
				۳۷۰
				۳۷۱
				۳۷۲
				۳۷۳
				۳۷۴
				۳۷۵
				۳۷۶
				۳۷۷
				۳۷۸
				۳۷۹
				۳۸۰
				۳۸۱
				۳۸۲
				۳۸۳
				۳۸۴
				۳۸۵
				۳۸۶
				۳۸۷
				۳۸۸
				۳۸۹
				۳۹۰
				۳۹۱
				۳۹۲
				۳۹۳
				۳۹۴
				۳۹۵
				۳۹۶
				۳۹۷
				۳۹۸
				۳۹۹
				۴۰۰
				۴۰۱
				۴۰۲
				۴۰۳
				۴۰۴
				۴۰۵
				۴۰۶
				۴۰۷
				۴۰۸
				۴۰۹
				۴۱۰
				۴۱۱
				۴۱۲
				۴۱۳
				۴۱۴
				۴۱۵
				۴۱۶
				۴۱۷
				۴۱۸
				۴۱۹
				۴۲۰
				۴۲۱
				۴۲۲
				۴۲۳
				۴۲۴
				۴۲۵
				۴۲۶
				۴۲۷
				۴۲۸
				۴۲۹
				۴۳۰
				۴۳۱
				۴۳۲
				۴۳۳
				۴۳۴
				۴۳۵
				۴۳۶
				۴۳۷
				۴۳۸
				۴۳۹
				۴۴۰
				۴۴۱
				۴۴۲
				۴۴۳
				۴۴۴
				۴۴۵
				۴۴۶
				۴۴۷
				۴۴۸
				۴۴۹
				۴۵۰
				۴۵۱
				۴۵۲
				۴۵۳
				۴۵۴
				۴۵۵
				۴۵۶
				۴۵۷
				۴۵۸
				۴۵۹
				۴۶۰
				۴۶۱
				۴۶۲
				۴۶۳
				۴۶۴
				۴۶۵
				۴۶۶
				۴۶۷
				۴۶۸
				۴۶۹
				۴۷۰
				۴۷۱
				۴۷۲
				۴۷۳
				۴۷۴
				۴۷۵
				۴۷۶
				۴۷۷
				۴۷۸
				۴۷۹
				۴۸۰
				۴۸۱
				۴۸۲
				۴۸۳
				۴۸۴
				۴۸۵
				۴۸۶
				۴۸۷
				۴۸۸
				۴۸۹
				۴۹۰
				۴۹۱
				۴۹۲
				۴۹۳
				۴۹۴
				۴۹۵
				۴۹۶
				۴۹۷
				۴۹۸
				۴۹۹
				۵۰۰
				۵۰۱
				۵۰۲
				۵۰۳
				۵۰۴
				۵۰۵
				۵۰۶
				۵۰۷
				۵۰۸
				۵۰۹
				۵۱۰
				۵۱۱
				۵۱۲
				۵۱۳
				۵۱۴
				۵۱۵
				۵۱۶
				۵۱۷
				۵۱۸
				۵۱۹
				۵۲۰
				۵۲۱
				۵۲۲
				۵۲۳
				۵۲۴
				۵۲۵
				۵۲۶
				۵۲۷
				۵۲۸

نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۳۲۱	ایک جائزہ۔ فدک کو ہر کرنے کے دعویٰ کا میراث کے دعویٰ سے بطلان۔	۳۲۹	۳۹۸	پر علمائے شیعہ کے خلاف۔ وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کی وراثت مرا دینا اسلوب قرآن کے مطابق ہے۔
۳۲۲	کیا زنا زہا اور تنگی اور عسرت کے دو ہیں حضرت فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا بیہ کرنا مستحور تھا؟	۳۳۰	۴۰۱	لفظ وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر ظاہر باقر مجسمی کے اعتراض کا جواب۔
۳۲۳	آخر دور رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد۔	۳۳۱	۴۰۲	اندہاں بیت کی روایات سے انبیاء کی وراثت علمی کا ثبوت۔
۳۲۴	حضرت فاطمہ کا غزوہ تبوک میں کوئی صدقہ نہ دینا، فدک کو ہر کرنے کے خلاف ہے۔	۳۳۲	۴۰۳	اس بات کا جواب کہ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کو وراثت نہ دے کر احکام میراث کی مخالفت کی۔
۳۲۵	اہل سنت کی سن برسوں سے حضرت فاطمہ کو فدک کے بیہ کرنے پر علمائے شیعہ کا استدلال۔	۳۳۳	۴۰۴	نبی کے ترکہ سے وراثت نہ ہونے کی وجہ۔ کیا حضرت ابو بکر نے ذاتی مفاد اور خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے حدیث کا فوڑت بیان کیا؟
۳۲۶	علمائے شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبدالعزیز سے۔	۳۳۴	۴۰۵	کیا حضرت علی نے حدیث انورؓ کی روایت میں حضرت ابو بکر و عمر کو جوڑا، عبدمنن، خاٹن اور گنہگار گمان کیا تھا؟
۳۲۷	فدک کو ہر کیے جانے کے بارے میں روایت کردہ حدیث کی فنی حیثیت۔	۳۳۵	۴۰۶	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو حدیث انورؓ میں مطلع نہیں فرمایا تھا؟
۳۲۸	فدک کے تنازعہ پر حضرت فاطمہ کا حضرت ابو بکر سے ناراض ہونا حضرت ابو بکر کے حق میں کسی غتاب کا موجب نہیں۔	۳۳۶	۴۰۷	حدیث انورؓ روایت کرنے والے صحابہ کو رام کا نقد و تکتہ۔
۳۲۹	کیا عمر بن عبدالعزیز نے آل فاطمہ کو فدک واپس دے دیا تھا؟	۳۳۷	۴۰۸	حدیث انورؓ کا اہل تشیعہ کی اسانید سے ثبوت۔ فدک میں وراثت جاری نہ ہونے پر قرآن مجید سے استدلال۔
۳۳۰	مسئلہ خلافت۔	۳۳۸	۴۰۹	علمائے شیعہ کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہر کر دیا تھا؟ فدک کے دعویٰ میں قرآن مجید کی روکش میں
۳۳۱	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۳۳۹	۴۱۰	
۳۳۲	حضرت ابو بکر کے خلیفہ برحق ہونے پر عقلی دلائل۔	۳۴۰	۴۱۱	
۳۳۳	کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی؟	۳۴۱	۴۱۲	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۳۶۸	بدر کا غسل و قرا۔	۳۶۷	۳۵۷	حضرت ابو بکر کی خلافت پر حضرت علی کا تبصرہ۔
	جنگ بدر کے دن اللہ تعالیٰ کے وعدہ فتح کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت گر یہ دن اسی سے دعا کرنے کی حکمت۔	۳۶۸	۳۵۲	اہل تشیع کی تعانیت میں حضرت علی کے بیعت کرنے کا نقش۔
۳۶۸		۳۶۹	۳۵۵	تقدیم کا جواب۔
۳۶۹	کیا جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا تھا؟ غزوہ بدر میں فرشتوں کے نزول کے متعلق مصنف کی تحقیق۔	۳۷۰	۳۵۸	اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابو بکر میں شجاعت کی کمی تھی۔
۳۷۰		۳۷۱	۳۵۹	اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ اسلام برادرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو امارت سے موزول کر دیا تھا۔
		۳۷۲	۳۶۰	من کنت مولاهم فلحقواہ سے استدلال کا جواب۔
	باب: ۵۹۳			
	تیدیوں کو گرفتار کرنے اور اسانار ہانے کا جواز۔	۳۷۳		
	اسلام قبول کرنے کے بدلے کرنے کے حکم میں مشاہدہ فقہاء۔	۳۷۴		
	طالب اسلام کو گھر پر جانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں، بلکہ عذر کفر ہے۔	۳۷۵		
	باب: ۵۹۴			
	یہودیوں کو سرزمین حجاز سے نکال دینے کا بیان۔	۳۷۶		
	زمینوں کی عہد شکنی کی سزا۔	۳۷۷		
	باب: ۵۹۵			
	عہد شکنی کرنے والوں کو قتل کرنے کا جواز اور اہل قتل کو کسی عادل شخص کے فیصلہ پر قتل سے نکالنے کا جواز۔	۳۷۸		
	جس میں آنے والے شخص کا تعظیم کے بیٹے کھڑکھڑ ہونے کے متعلق غلامیہ فقہاء۔	۳۷۹		
		۳۸۰		
		۳۸۱		
		۳۸۲		
		۳۸۳		
		۳۸۴		
		۳۸۵		
		۳۸۶		
		۳۸۷		
		۳۸۸		
		۳۸۹		
		۳۹۰		
		۳۹۱		
		۳۹۲		
		۳۹۳		
		۳۹۴		
		۳۹۵		
		۳۹۶		
		۳۹۷		
		۳۹۸		
		۳۹۹		
		۴۰۰		
		۴۰۱		
		۴۰۲		
		۴۰۳		
		۴۰۴		
		۴۰۵		
		۴۰۶		
		۴۰۷		
		۴۰۸		
		۴۰۹		
		۴۱۰		
		۴۱۱		
		۴۱۲		
		۴۱۳		
		۴۱۴		
		۴۱۵		
		۴۱۶		
		۴۱۷		
		۴۱۸		
		۴۱۹		
		۴۲۰		
		۴۲۱		
		۴۲۲		
		۴۲۳		
		۴۲۴		
		۴۲۵		
		۴۲۶		
		۴۲۷		
		۴۲۸		
		۴۲۹		
		۴۳۰		
		۴۳۱		
		۴۳۲		
		۴۳۳		
		۴۳۴		
		۴۳۵		
		۴۳۶		
		۴۳۷		
		۴۳۸		
		۴۳۹		
		۴۴۰		
		۴۴۱		
		۴۴۲		
		۴۴۳		
		۴۴۴		
		۴۴۵		
		۴۴۶		
		۴۴۷		
		۴۴۸		
		۴۴۹		
		۴۵۰		
		۴۵۱		
		۴۵۲		
		۴۵۳		
		۴۵۴		
		۴۵۵		
		۴۵۶		
		۴۵۷		
		۴۵۸		
		۴۵۹		
		۴۶۰		
		۴۶۱		
		۴۶۲		
		۴۶۳		
		۴۶۴		
		۴۶۵		
		۴۶۶		
		۴۶۷		
		۴۶۸		
		۴۶۹		
		۴۷۰		
		۴۷۱		
		۴۷۲		
		۴۷۳		
		۴۷۴		
		۴۷۵		
		۴۷۶		
		۴۷۷		
		۴۷۸		
		۴۷۹		
		۴۸۰		
		۴۸۱		
		۴۸۲		
		۴۸۳		
		۴۸۴		
		۴۸۵		
		۴۸۶		
		۴۸۷		
		۴۸۸		
		۴۸۹		
		۴۹۰		
		۴۹۱		
		۴۹۲		
		۴۹۳		
		۴۹۴		
		۴۹۵		
		۴۹۶		
		۴۹۷		
		۴۹۸		
		۴۹۹		
		۵۰۰		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۳۹۸	اسلام کے نظریات۔ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے متعلق مصنف کی تحقیق۔	۳۹۳	۳۸۵	۳۸۵
۳۹۹	باب: ۵۹۹		۳۸۶	۳۸۶
۵۰۰	دعوت اسلام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حق کے نام مکتوب۔	۳۹۴	۳۸۷	۳۸۷
۵۰۳	عہدہ ہر حق کے مسائل اور مباحث۔	۳۹۵	۳۸۸	۳۸۸
	باب: ۴۰۰		۳۸۹	۳۸۹
۵۰۴	دعوت اسلام کے لیے کافر بادشاہوں کے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط۔	۳۹۶	۳۹۰	۳۹۰
۵۰۷	مختلف اقوام کے بادشاہوں کے انقب۔	۳۹۷	۳۹۱	۳۹۱
	باب: ۴۰۱		۳۹۲	۳۹۲
۵۰۷	غزوہ حنین کا بیان۔	۳۹۸	۳۹۳	۳۹۳
۵۱۲	غزوہ حنین کا اجمالی ذکر۔	۳۹۹	۳۹۴	۳۹۴
۵۱۳	کفار اور مشرکین سے ہر قبول کرنے کی تحقیق۔	۴۰۰	۳۹۵	۳۹۵
۵۱۴	کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شکر کہا؟	۴۰۱	۳۹۶	۳۹۶
۵۱۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالمطلب کی طوط اپنی نسبت کیوں کی تھی؟	۴۰۲	۳۹۷	۳۹۷
	باب: ۴۰۲		۳۹۸	۳۹۸
۵۱۵	غزوہ طائف کا بیان۔	۴۰۳	۳۹۹	۳۹۹
۵۱۵	طائف کا حجر اذیاتی محل وقوع اور تاریخ۔	۴۰۴	۴۰۰	۴۰۰
		۴۰۱	۴۰۱
			۴۰۲	۴۰۲
			۴۰۳	۴۰۳
			۴۰۴	۴۰۴
			۴۰۵	۴۰۵
			۴۰۶	۴۰۶
			۴۰۷	۴۰۷
			۴۰۸	۴۰۸
			۴۰۹	۴۰۹
			۴۱۰	۴۱۰
			۴۱۱	۴۱۱
			۴۱۲	۴۱۲
			۴۱۳	۴۱۳
			۴۱۴	۴۱۴
			۴۱۵	۴۱۵
			۴۱۶	۴۱۶
			۴۱۷	۴۱۷
			۴۱۸	۴۱۸
			۴۱۹	۴۱۹
			۴۲۰	۴۲۰
			۴۲۱	۴۲۱
			۴۲۲	۴۲۲
			۴۲۳	۴۲۳
			۴۲۴	۴۲۴
			۴۲۵	۴۲۵
			۴۲۶	۴۲۶
			۴۲۷	۴۲۷
			۴۲۸	۴۲۸
			۴۲۹	۴۲۹
			۴۳۰	۴۳۰
			۴۳۱	۴۳۱
			۴۳۲	۴۳۲
			۴۳۳	۴۳۳
			۴۳۴	۴۳۴
			۴۳۵	۴۳۵
			۴۳۶	۴۳۶
			۴۳۷	۴۳۷
			۴۳۸	۴۳۸
			۴۳۹	۴۳۹
			۴۴۰	۴۴۰
			۴۴۱	۴۴۱
			۴۴۲	۴۴۲
			۴۴۳	۴۴۳
			۴۴۴	۴۴۴
			۴۴۵	۴۴۵
			۴۴۶	۴۴۶
			۴۴۷	۴۴۷
			۴۴۸	۴۴۸
			۴۴۹	۴۴۹
			۴۵۰	۴۵۰
			۴۵۱	۴۵۱
			۴۵۲	۴۵۲
			۴۵۳	۴۵۳
			۴۵۴	۴۵۴
			۴۵۵	۴۵۵
			۴۵۶	۴۵۶
			۴۵۷	۴۵۷
			۴۵۸	۴۵۸
			۴۵۹	۴۵۹
			۴۶۰	۴۶۰
			۴۶۱	۴۶۱
			۴۶۲	۴۶۲
			۴۶۳	۴۶۳
			۴۶۴	۴۶۴
			۴۶۵	۴۶۵
			۴۶۶	۴۶۶
			۴۶۷	۴۶۷
			۴۶۸	۴۶۸
			۴۶۹	۴۶۹
			۴۷۰	۴۷۰
			۴۷۱	۴۷۱
			۴۷۲	۴۷۲
			۴۷۳	۴۷۳
			۴۷۴	۴۷۴
			۴۷۵	۴۷۵
			۴۷۶	۴۷۶
			۴۷۷	۴۷۷
			۴۷۸	۴۷۸
			۴۷۹	۴۷۹
			۴۸۰	۴۸۰
			۴۸۱	۴۸۱
			۴۸۲	۴۸۲
			۴۸۳	۴۸۳
			۴۸۴	۴۸۴
			۴۸۵	۴۸۵
			۴۸۶	۴۸۶
			۴۸۷	۴۸۷
			۴۸۸	۴۸۸
			۴۸۹	۴۸۹
			۴۹۰	۴۹۰
			۴۹۱	۴۹۱
			۴۹۲	۴۹۲
			۴۹۳	۴۹۳
			۴۹۴	۴۹۴
			۴۹۵	۴۹۵
			۴۹۶	۴۹۶
			۴۹۷	۴۹۷
			۴۹۸	۴۹۸
			۴۹۹	۴۹۹
			۵۰۰	۵۰۰

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۵۴۱	یہی احادیث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھنکھنے کے بعد	۴۲۱	باب: ۴۰۳	
۵۴۲	میں قہار اسلام کی عبارات۔	۵۱۸	غزوہ بدر۔	۴۰۵
	باب: ۴۰۲	۵۱۹	بدر کا لغوی معنی، جنم افغانی محل وقوع اور تاریخ۔	۴۰۶
۵۴۷	عہد کو پورا کرنا۔	۵۲۰	سکون کہاں مرنے کا ہے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم۔	۴۰۷
۵۴۶	ضرورت کے وقت جھوٹ بولنے کی تفصیل۔	۴۲۳	باب: ۴۰۴	
۴۲۴	کفار کے ساتھ کیے ہوئے عہد کے پورا	۴۲۴	فتح مکہ کا بیان۔	۴۰۸
۵۴۶	کرنے میں مذاہب فقہاء۔	۵۲۰	مکہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل اور دیگر فوائد۔	۴۰۹
	باب: ۴۰۷	۵۲۵	بزرگ نام بدل دینا۔	۴۱۰
۵۴۷	غزوہ احزاب (جنگ خندق)	۴۲۵	باب: ۴۰۵	
۵۴۸	غزوہ احزاب کا مختصر بیان۔	۴۲۶	صلح حدیبیہ کا بیان۔	۴۱۱
	باب: ۴۰۸	۵۲۷	حدیبیہ کا جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ۔	۴۱۲
۵۵۱	غزوہ اُحد کا بیان۔	۴۲۷	ادب حکم پر مقدم ہے یا حکم ادب پر؟	۴۱۳
۵۵۲	غزوہ اُحد کا مختصر بیان۔	۴۲۸	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھنا اور پڑھنا آپ کے اتنی ہونے کے منافی ہے۔	۴۱۴
	باب: ۴۰۹	۵۲۳	آئی کے معنی کی تحقیق۔	۴۱۵
۵۵۲	جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کریں اس پر غضب الہی کا نازل ہونا۔	۴۲۹	آئی کے معنی سے متعلق امر سنت کی تصریحات۔	۴۱۶
	باب: ۴۱۰	۵۳۵	آئی کے معنی کے متعلق مفسرین کی آراء۔	۴۱۷
۵۵۲	مشکر اور منافقوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکابیت پہنچیں۔	۵۳۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھنکھنے اور پڑھنے پر قرآن مجید سے دلائل۔	۴۱۸
۵۵۳	لفظ صحیح کی تحقیق۔	۴۳۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھنکھنے پر یہ روایت	۴۱۹
۵۵۴	ابو جہز کی کانٹے کا حکم۔	۴۳۱	کے احادیث اور ان کے جملات۔	۴۲۰
۵۶۵		۴۳۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھنکھنے کے ثبوت	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار
	عورت کے ستر کے متعلق مفسرین شافعیہ کا نظریہ۔	۶۱۳	۴۶۶
	عورت کے ستر کے متعلق مفسرین مالکیہ کا نظریہ۔	۶۱۳	۴۶۷
۶۳۵	عورت کے ستر کے متعلق مفسرین حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۱۳	۴۶۸
	عورت کے ستر کے متعلق اہل حدیث۔	۶۱۵	۴۶۹
۶۳۶	عورت کے ستر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۶۱۷	۴۷۰
	عورت کے ستر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۱۷	۴۷۱
۶۳۹	عورت کے ستر کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۶۱۸	۴۷۲
	عورت کے ستر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۶۱۹	۴۷۳
	عورت کے حجاب کی تحقیق۔	۶۱۹	۴۷۴
۶۵۲	عورت کے حجاب کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۶۲۱	۴۷۵
	احکام حجاب نازل ہونے کی تاریخ۔	۶۲۱	۴۷۶
	حجاب کی تحقیق۔	۶۲۲	۴۷۷
۶۵۲	چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق۔	۶۲۳	۴۷۸
	ذات اذیان عیونت سے چہرہ ڈھانپنے پر استدلال۔	۶۲۵	۴۷۹
۶۵۵	برہنہ عورتوں کے حجاب میں تخفیف سے عمری حجاب پر استدلال۔	۶۲۸	۴۸۰
	ازواج مطہرات کے حجاب کی تحقیق۔	۶۳۰	۴۸۱
۶۵۷	ازواج مطہرات کے حجاب سے عام مسلمان خواتین کے حجاب پر استدلال۔	۶۳۲	۴۸۲
	عہد رسالت میں نقاب اور حجاب کا معمول۔	۶۳۵	۴۸۳
۶۵۷	عہد نبوت میں نقاب اور حجاب کا معمول۔	۶۳۲	۴۸۴
۶۶۰	عورتوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت سے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۶۳۷	۴۸۵
۶۶۱	عورتوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت سے متعلق احادیث۔	۶۳۷	۴۸۶
۶۶۳	عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے متعلق قرآن مجید کا حکم۔	۶۳۷	۴۸۷

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۶۸۶	عورت کی سربراہی کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء۔	۵۱۳	عزت کی سربراہی کے گھر سے	۶۹۹
۶۸۸	پر استدلال کا جواب۔	۵۱۴	عزت کے گھر سے	۵۰۰
۶۸۹	جنگ جہل کے واقعے سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب۔	۵۱۵	عزت کے گھر سے	۵۰۱
۶۹۰	ستر اور حجاب کے سلسلہ میں حرف آخر۔	۵۱۶	عزت کے گھر سے	۵۰۲
	باب: ۶۱۸		عزت کے گھر سے	۵۰۳
۶۹۳	جہاد میں شریک ہونے والی عورتوں کو مال غنیمت میں	۵۱۷	عزت کے گھر سے	۵۰۴
۶۹۵	بابتادہ حصہ دینے کی ممانعت اور کچھ علیہ میں کام	۵۱۸	عزت کے گھر سے	۵۰۵
۶۹۶	اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت۔	۵۱۹	عزت کے گھر سے	۵۰۶
۶۹۷	خارجوں کو مردی کہنے کی وجہ۔	۵۲۰	عزت کے گھر سے	۵۰۷
۶۹۸	جہاد میں شریک ہونے والے غلام اور عورت	۵۲۱	عزت کے گھر سے	۵۰۸
۶۹۹	کو مال غنیمت سے حصہ دینے میں مذہب فقہاء	۵۲۲	عزت کے گھر سے	۵۰۹
۷۰۰	کم مقل والے مانع شخص کو مال میں تصرف کرنے	۵۲۳	عزت کے گھر سے	۵۱۰
۷۰۱	سے روکنے کے بارے میں مذہب فقہاء۔	۵۲۴	عزت کے گھر سے	۵۱۱
	باب: ۶۱۹		عزت کے گھر سے	۵۱۲
۷۰۲	کم مقل والے مانع شخص کو مال میں تصرف کرنے	۵۲۵	عزت کے گھر سے	۵۱۳
۷۰۳	سے روکنے کے بارے میں فقہاء اخاف	۵۲۶	عزت کے گھر سے	۵۱۴
	کے نظریات۔			
	باب: ۶۲۰			
۷۰۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی	۵۲۷	عزت کے گھر سے	۵۱۵
۷۰۵	تعداد۔	۵۲۸	عزت کے گھر سے	۵۱۶
۷۰۶	غزوات اور سربراہی کی تحقیق۔	۵۲۹	عزت کے گھر سے	۵۱۷
۷۰۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات	۵۳۰	عزت کے گھر سے	۵۱۸
۷۰۸	کا تاریخ وار بیان۔	۵۳۱	عزت کے گھر سے	۵۱۹

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۲۲۷		غلیفہ مقرر کرنے کے متعلق ذمہ اور تحقیق	۵۵۹
		۷۹۰	مبحث۔	
۷۷۴	مالِ قیمت میں خیانت کرنے پر عذاب کی حد	۵۷۴	شور یا مقرر کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ	۵۶۰
۷۷۵	مالِ قیمت میں خیانت کرنے والے کے دینار کی	۷۹۱	عہ کا مرتف۔	
	اور افروزی احکام۔	۷۹۲	شوری کے عمل کی کیفیت۔	۵۶۱
۷۷۶	ناجا نزل مال کے ذمہ سے بری ہونے کا طریقہ			
	باب: ۲۲۸		باب: ۲۲۳	
		۷۹۲	امارت کو طلب کرنے کی ممانعت۔	۵۶۲
۷۷۷	سرکاری ملازمین کو ہدیہ لینے کی ممانعت۔	۷۹۳	طلب منصب کی تحقیق۔	۵۶۳
	باب: ۲۲۹	۷۹۵	موجودہ طریق انتخاب کا فیصلہ اسلامی ہونا۔	۵۶۴
		۷۹۵	امید دار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے	۵۶۵
۷۸۰	غیر معصیت میں حاکم کی اطاعت کرنے کا	۷۹۵	کے غلط نتائج۔	
	دعویٰ اور معصیت میں تحریم۔	۷۹۶	مرتبہ کے احکام۔	۵۶۶
۷۸۶	غلیفہ کے خلاف خروج (جنگ) کرنے کی تحقیق	۵۷۹	حد قائم کرنے کا اختیار قاضی کو ہے یا سلطان	۵۶۷
	حضرت حسین اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی	۵۸۰	کو؟	
۷۸۸	اللہ عنہم کے خروج کا عمل			
	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے متعلق	۵۸۱	باب: ۲۲۵	
۷۸۹	مصنعت کی تحقیق۔	۷۹۷	طلب امارت کی کراہت۔	۵۶۸
۷۹۱	فاستق کی خلافت اور نقباء کے متعلق ذمہ اور	۵۸۲	منصب قبول کرنے اور قبول نہ کرنے کا حق	۵۶۹
۷۹۲	فاستق کی خلافت کے متعلق نقباء و صحابہ کا نظریہ	۵۸۳		
۷۹۲	فاستق کی خلافت کے متعلق نقباء و شاہیہ کا نظریہ	۵۸۴		
۷۹۳	فاستق کی خلافت کے متعلق نقباء و مکیہ کا نظریہ	۵۸۵		
۷۹۳	فاستق کی خلافت کے متعلق امام الرضیہ کا نظریہ	۵۸۶		
	باب: ۲۳۰		باب: ۲۲۶	
۷۹۹	امام مسلمانوں کی ڈھال ہے۔	۷۹۲	عادل حاکم کی فضیلت اور ظالم حاکم کی مذمت	۵۷۰
۷۹۹	امام کے ڈھال ہونے کی وضاحت۔	۷۹۲	اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ یا دائیں جانب سے	۵۷۱
		۷۹۲	کیا مراد ہے؟	
		۷۹۲	محمد بن ابوبکر کے قتل کی تفصیل۔	۵۷۲
۷۹۹	امام مسلمانوں کی ڈھال ہے۔	۷۹۳	مرتبہ کبیرہ پر جنت حرام ہونے کی ترجیحات۔	۵۷۳
۷۹۹	امام کے ڈھال ہونے کی وضاحت۔	۵۸۸	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	باب: ۴۳۶		باب: ۴۳۱	
	خلاف شرع نمودن میں حکام کا رد کرنا واجب ہے اور جب تک وہ نافرمان پڑھتے رہیں ان کے خلاف جنگ کرنا منوع ہے۔	۴۰۰	جن شخص کی خلافت پر پہلے بیعت کر لی جائے اس کو پورا کرنا واجب ہے۔	۵۸۹
۸۱۳	حکام کے خلاف شرع کاموں پر عوام کی کیا ذمہ داری ہے؟	۴۰۱	سیاست کی تعریف۔	۵۹۰
۸۱۵	ظالم اور فاسق خلفاء کے خلاف خروج نہ کرنے کی دلیل۔	۴۰۲	دو غلیغوں کی بیعت کرنے کا حکم۔	۵۹۱
۸۱۵		۴۰۳	تشریب کا ثبوت۔	۵۹۲
		۴۰۴	حضرت بل کی خلافت سے حضرت معاویہ کے اختلاف کی بحث۔	۵۹۳
	باب: ۴۳۷		باب: ۴۳۲	
۸۱۶	اچھے اور بُرے کاموں کا بیان۔	۴۰۳	حکام کے ظلم پر ممبر کرنے کا حکم۔	۵۹۴
	باب: ۴۳۸		باب: ۴۳۳	
	جنگ کے وقت مجاہدین سے بیعت لینے کا استحباب اور بیعت رضوان کا بیان۔	۴۰۴	قتلہ کے وقت مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم۔	۵۹۵
۸۱۷	عمر بن عبد العزیز بن معاویہ کے تعداد کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق۔	۴۰۵	غیر اور شرک کے اعتبار سے ادوار امت کی تقسیم۔	۵۹۶
۸۲۱	عمر بن عبد العزیز بیعت کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق۔	۴۰۶	یزید کی بیعت کے سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف۔	۵۹۷
۸۲۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبِ دین سے کنوئیں کے پانی کا زیادہ ہو جانا۔	۴۰۷		
۸۲۳	بیعت رضوان دانے درخت کے ٹخنی پر جانے کی نکتہ۔	۴۰۸	باب: ۴۳۴	
۸۲۴	ابن خطیب کے بیعت لینے کا دماغ۔	۴۰۹	مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کرنے والے کا حکم۔	۵۹۸
۸۲۵	باب: ۴۳۹		باب: ۴۳۵	
۸۲۶	رحمت کے بعد پھر اس کو رد کرنے کی امانت۔	۴۱۰	دو غلیغوں سے بیعت کا حکم۔	۵۹۹

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۸۸۳	کی تمنا کیوں جانتے ہے؟	۸۶۶	کیا بیعت قرار مستلزم ہے؟	۴۴۷	
	باب: ۴۳۹	۸۶۷	بیر کے موجودہ نظام کے لیے قابل عمل اصلاحی	۴۴۸	
۸۸۴	اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی فضیلت۔	۴۶۳	تراجم۔		
	اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہنے	۴۶۴	۸۶۷	۴۴۹	مسلمانوں کی فلاح کے لیے حکومت کسی امر مباح کو
۸۸۶	کا وجوہات۔				واجب کر سکتی ہے۔
	باب: ۴۵۰	۸۶۹	۴۵۰	۴۵۰	باہمی تعاون اور دوسروں کا برہر اٹھانے کی ہدایت
۸۸۷	صیغہ یا شام کو راہ نما میں نکلنے کی فضیلت۔	۴۶۵	۸۷۱		سے بیعت پر استدلال۔
	باب: ۴۵۱	۸۷۱	۸۷۱	۴۵۱	قتل خطا کی ادیت سے بیعت کے جواز پر استدلال
۸۸۸	جنت میں مجاہد کے درجات کا بیان۔	۴۶۶	۸۷۲	۴۵۲	ادیت کی مقدار۔
	باب: ۴۵۲	۸۷۲	۸۷۲	۴۵۳	عائد کا صدق۔
	جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے اس کے قرض	۴۶۷	۸۷۳	۴۵۴	عائد پر ادیت مقرر کرنے کی حکمت۔
	کے سوا تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔	۸۷۳	۸۷۵	۴۵۵	بیر کے مستحقین میں حرمت آخر۔
	باب: ۴۵۳				باب: ۴۳۶
	شہادہ کی ادوار جنت میں ہوتی ہیں اور شہداء	۴۶۸	۸۷۹	۴۵۶	قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت کا
۸۹۰	زخمہ ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔	۴۶۹	۸۷۹		مركز ہونا۔
	ادوار شہداء کے سبز پردوں میں مشعل پرنے	۴۶۹			باب: ۴۳۷
۸۹۱	کی تحقیق۔	۸۸۰			گھوڑے کی بری قسمیں کون سی ہیں؟
	سبز پردوں میں ادوار شہداء کے منتقل ہونے	۴۷۰	۸۸۲	۴۵۸	اللہ کی راہ میں نکلنے اور جہاد کی فضیلت۔
۸۹۱	پر تنازع کے اشکال کا جواب۔	۴۷۰		۴۵۹	اللہ تعالیٰ پر جنت عطا کرنے کے وجوہ کا عمل
۸۹۲	روح کی ماہیت میں فقہاء اسلام کے نظریات	۴۷۱	۸۸۳	۴۶۰	جنت کی بشارات میں شہداء کا عام مسلمانوں کے
	حیات شہداء کے عیادت حقیقی ہونے پر لام	۴۷۲	۸۸۳		اختیار۔
۸۹۵	رازی کے دلائل۔			۴۶۱	نیکی یا بدی پر ہونے والوں کا حشر
				۴۶۲	موت کی تمنا کی مسامحت کے باوجود شہادت

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۴۵۹		۸۹۷	۴۷۳
	مجاہدین کی عورتوں کی عزت اور ان میں خیمت کا گناہ۔	۴۸۲	۸۹۸	۴۷۴
۹۰۸			۸۹۹	۴۷۵
	باب: ۴۶۰		۸۹۹	۴۷۶
۹۰۸	مذہبوں سے فرضیت جہاد کا ساتھ ہونا۔	۶۸۳	۹۰۱	۴۷۷
	باب: ۴۶۱		۹۰۱	۴۷۸
۹۰۹	شہید کے لیے جنت کا ثبوت۔	۴۸۴	۹۰۳	۴۷۹
	باب: ۴۶۲		۹۰۳	۴۸۰
۹۱۳	جو شخص دین کی سرخندی کے لیے جہاد کرے اس کا جہادنی سبیل اللہ ہے۔	۴۸۵	۹۰۳	۴۸۱
	باب: ۴۶۳		۹۰۳	۴۸۲
۹۱۵	دکھا مے اور نام و نمود کی خاطر جہاد کرنے والا جہتی ہے۔	۴۸۶	۹۰۴	۴۸۳
۹۱۷	قیامت کے دن کی لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا۔	۴۸۷	۹۰۵	۴۸۴
۹۱۷	کیا قیامت کے دن بھی جھوٹ ہونا ممکن ہے؟	۴۸۸	۹۰۵	۴۸۵
۹۱۷	کیا نیکی کرنے والا اپنی نیکی پر خوشی یا تعریف کی خواہش کر سکتا ہے؟	۴۸۹		۴۸۶
	باب: ۴۶۴			۴۸۷
۹۱۹	حسن فازی کو غنیمت ملی اور جس کو غنیمت نہیں ملی، دونوں کے فرق کا بیان۔	۴۹۰	۹۰۵	۴۸۸
				۴۸۹
				۴۹۰
				۴۹۱
				۴۹۲
				۴۹۳
				۴۹۴
				۴۹۵
				۴۹۶
				۴۹۷
				۴۹۸
				۴۹۹
				۵۰۰
				۵۰۱
				۵۰۲
				۵۰۳
				۵۰۴
				۵۰۵
				۵۰۶
				۵۰۷
				۵۰۸
				۵۰۹
				۵۱۰
				۵۱۱
				۵۱۲
				۵۱۳
				۵۱۴
				۵۱۵
				۵۱۶
				۵۱۷
				۵۱۸
				۵۱۹
				۵۲۰
				۵۲۱
				۵۲۲
				۵۲۳
				۵۲۴
				۵۲۵
				۵۲۶
				۵۲۷
				۵۲۸
				۵۲۹
				۵۳۰
				۵۳۱
				۵۳۲
				۵۳۳
				۵۳۴
				۵۳۵
				۵۳۶
				۵۳۷
				۵۳۸
				۵۳۹
				۵۴۰
				۵۴۱
				۵۴۲
				۵۴۳
				۵۴۴
				۵۴۵
				۵۴۶
				۵۴۷
				۵۴۸
				۵۴۹
				۵۵۰
				۵۵۱
				۵۵۲
				۵۵۳
				۵۵۴
				۵۵۵
				۵۵۶
				۵۵۷
				۵۵۸
				۵۵۹
				۵۶۰
				۵۶۱
				۵۶۲
				۵۶۳
				۵۶۴
				۵۶۵
				۵۶۶
				۵۶۷
				۵۶۸
				۵۶۹
				۵۷۰
				۵۷۱
				۵۷۲
				۵۷۳
				۵۷۴
				۵۷۵
				۵۷۶
				۵۷۷
				۵۷۸
				۵۷۹
				۵۸۰
				۵۸۱
				۵۸۲
				۵۸۳
				۵۸۴
				۵۸۵
				۵۸۶
				۵۸۷
				۵۸۸
				۵۸۹
				۵۹۰
				۵۹۱
				۵۹۲
				۵۹۳
				۵۹۴
				۵۹۵
				۵۹۶
				۵۹۷
				۵۹۸
				۵۹۹
				۶۰۰

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
۹۵۶	کسی کی مخالفت سے نقصان نہیں ہو گا۔	۹۴۷	احکام میں فقہاءِ شافعیہ کا مسلک۔	۷۱۶
۹۵۹	قیامت تک حق پر قائم رہنے والا کونسا گروہ ہے۔	۷۲۲	حقیقی اور حکی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر	
۹۵۹	علمِ نعت کی فضیلت۔	۷۲۳	۹۴۸ احکام میں فقہاءِ مالکیہ کا مسلک۔	
	باب: ۷۷۴		۹۴۹ حقیقی اور حکی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر	۷۱۷
	سفر میں جانوروں کی رعایت کرنا اور اخیرِ شب	۷۲۴	۹۴۹ احکام میں فقہاءِ حنبلیہ کا مسلک۔	
۹۵۹	کو راستے میں اترنے کی ممانعت۔		۹۴۹ حقیقی اور حکی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر	۷۱۸
	باب: ۷۷۵		۹۵۰ احکام میں فقہاءِ احناف کا مسلک اور ائمہ شافعیہ کے	
	سفرِ مذاب کا ٹکڑا ہے اور فراغت کے بعد	۷۲۵	۹۵۰ وراثتی کے جوابات۔	
۹۶۰	جلد گھر لوٹے۔		۷۱۹ مصیبت کے دوران اسبابِ شہادت سے	
	باب: ۷۷۶		۹۵۳ مرنے اور مصیبت کے سبب سے مرنے کا فرق	
	رات کے وقت گھر واپس لوٹنے کی	۷۲۶	۹۵۳ اور مصنف کی بحث و نظر۔	
۹۶۱	کراہت۔	۹۵۵	باب: ۷۷۷	۷۲۰
۹۶۲	سفر سے رات کو گھر واپس آنے کی ممانعت کا عمل۔	۷۲۷	تیر اندازی کی فضیلت	
۹۶۳	اختتامی کلمات۔	۷۲۸	باب: ۷۷۸	
۹۶۵	مآخذ و مراجع۔	۷۲۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یرشاد کہ میری	۷۲۱
			۷۲۹ امتعت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُكَ يَا وَصِيَّيْ زَيْنُ الْعَدْوِيِّ دَسُوْلِيْهِ الْكِرْمِيُّ

افتتاحی کلمات

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم سے اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ عنایت سے کہ ہم اس قابل ہوئے کہ شرح صحیح مسلم کی پانچویں جلد فارین کے سامنے پیش کر سکیں، دوسری جلد سے پانچویں جلد تک پرنسٹن برسہہ کے ایک سال کے وقفہ کے بعد ہر جلد تیار ہو کر آتی رہی تھی البتہ جلد ساڑھیں اس بار تقریباً تین چار ماہ کی تاخیر سے پیش کی جانے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ۲۶ ستمبر ۱۹۹۰ء کو حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن صاحب جمہوری مہتمم صفحہ الاسلام بریڈ فورڈ کی دعوت پر برطانیہ چلا گیا اور تقریباً تین ماہ تک خانہ میں وعظ و تقریر کر کر کے میوں میں مشغول رہا اور درحقیقت طیبین کی زیارت اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد یکم جنوری ۱۹۹۱ء کو واپس کراچی پہنچا۔

برطانیہ میں قیام کے دوران میں نے انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ اور ولز برطانیہ کے تینوں صوبوں میں اکتالیس خطابات کیے جنہیں طور پر لندن، برنگھم، مانچسٹر، لیڈز اور بریڈ فورڈ میں زیادہ تقریریں ہوئیں، حضرت صاحبزادہ حبیب الرحمن جمہوری مہتمم بریڈ فورڈ کے ملازم مولانا محمد عارف سیدی (لندن) مولانا بشیر احمد سیالوی (اولڈہام) صاحبزادہ وکٹا احمد قادری (لیڈز) مولانا گل رحمان (برنگھم) قادری عبدالحمید (برسٹل) حافظ فضل احمد (ڈربی) میرزاہ املا سین (ٹون کینز) مولانا شاہ محمد نشتر (بریڈ فورڈ) مولانا شہزادہ فرشتوی (مانچسٹر) مفتی محمد عبداللہ (بریڈ فورڈ) اور خاص طور پر حافظ محمد طارق (بریڈ فورڈ) اور حافظ عبدالغفور (ریکنڈیلنگ) نے نہایت خلوص اور محبت کے ساتھ میری خدمت کی اور اس دیار فقیر میں مجھے اہمیت کا احساس نہیں ہونے دیا۔ حضرت صاحبزادہ جمہوری صاحب ان کے صاحبزادگان عزیزہ مہمان اچھ اور عزیزہ انور اچھ اور حافظ عبدالغفور صاحب عربین طیبین میں بھی میرے ساتھ آئے، ان اسباب نے یہاں بھی میری بہت خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام دوستوں کو ہمیشہ بخش رکھے، انھیں دنیا اور آخرت میں ہر رنج و الم سے محفوظ رکھے اور بدن دنیا کی ہر نعمت اور سعادت سے بہرہ مند فرمائے (آمین)۔

چند کہ برطانیہ میں دوستوں سے ملاقات اور قیمتی اجتماعات کی شدید مشغولیات تھیں اس کے باوجود بھی میں شرح صحیح مسلم کی تصنیف کے کام میں لگا رہا۔ اس کام کے سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ جمہوری صاحب کے وسیع کتب خانہ سے ہی استفادہ ہوا۔ شرح صحیح مسلم جلد ساڑھیں کے باب نمبر ۴۰ سے لے کر ۸۰ تک کا کام بریڈ فورڈ میں مکمل ہوا۔ برسوں اور بریڈ فورڈ میں تقاریر کے بعد طبعی طور سے اردو سوال و جواب کی کوشش بھی ہوئی البتہ اس بات سے سخت رنج اور افسوس ہوا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت کے دوسے دار ہونے کے باوجود وہاں سے جس بنیاد پرست لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث و روایات اور احکام پر کلم کے صحیح آثار پر بعض متاخرین علماء کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں! بہر حال سب سے بڑا غائب میں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی

کہ وہاں کے اکثر علماء اور خطاواکے پاس شرح صحیح مسلم، مقالات سیدی، تذکرۃ المحدثین، توضیح البیان اور میری دیگر تصانیف تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے کہ اس نے میری کتابوں کو اس قدر مقبولیت عطا فرمائی اور پھر کرم بلاستے کرم یہ کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے اپنے اور اپنے حبیب کے دربار پر حاضر ہونے کی توفیق دی۔ میں ان علماء کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے شرح صحیح مسلم کے متعلق اپنے تاثرات لکھ کر مجھے ارسال فرمائے۔ جن میں سے بعض تاثرات کو اس جلد کے شروع میں شائع کیا جا رہا ہے۔

شرح صحیح مسلم جلد فاس میں جن ابواب کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: کتاب الاقضية، کتاب القسط، کتاب الجہاد اور کتاب اللہاء۔ شرح صحیح مسلم جلد فاس میں جن مسائل اور موضوعات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے وہ یہ ہیں: فتناء اور اجنباء کے مباحث، عوام اور فقہاء کی تقلید کا فرق، رشوت کی تفصیل اور تختہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق، نبی کی خصوصیات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کی بحث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم حبیب کی تحقیق، سرکاری خزانے سے اپنا حق وصول کرنے کا مسئلہ، لذت اور آسائش کے لیے مالی خرچ کرنے کی بحث، گناہ صغیر اور کبیرہ کی بحث، عورت کی شہادت کی تحقیق، آیا عورت کی شہادت نصف ہے یا کامل؟ ہجرت کی تفصیل، دار الکفر میں سکونت، اختیار کرنے کا حکم، حدیث ردّ شمس کی تحقیق، جنگی قیدیوں کے تبادلہ یا ان کو بلا عرض احساناً پھرنے کی تحقیق، ہسٹنڈنک اور علماء شیعہ کے اعتراضات کے جوابات، ہسٹنڈنک، حضرت ابراہیم کی خلافت، پرامتراضات کے جوابات، غزوہ بدر میں فرشتوں کے قاتل کی بحث، قیام تطہیر کی بحث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آئی ہونے کا سنی اور آپ کے کھٹے اور پھینے کی پہلی تحقیق، سیدہ شکرہ کا مسئلہ، عورت کے سحر اور جہاب کی تحقیق، خلافت اسلامیہ اور موجودہ دور کی اسلامی حکومتوں کی تحقیق، جوئے کی تعریف اور لائٹری اور شہادہ کا شرعی حکم، جہد کی تحقیق، عیانت شہداء کی بحث، حکمی شہادہ کی تعداد کا بیان اور دیگر بہت سے مباحث۔

سید محمد اعجاز صاحب مالک فرید پور کے مطالعہ کی محنت اور حوصلہ قابل داد اور لائق ستائش ہے وہ بیک وقت کئی ضخیم کتابوں کی جلدوں کو تسلسل کے ساتھ منظر عام پر لا رہے ہیں اور یقیناً قارئین کرام کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ شرح صحیح مسلم کی پہلی جلد کا دوسرا ایڈیشن قریب الختم ہے دوسری جلد کا دوسرا ایڈیشن چھپ گیا ہے اور تیسری جلد کا دوسرا ایڈیشن قریب چھپنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو دن بدن زیادہ سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائے، اس کے مصنف، ناشر، کاتب، صحیح، معادین اور قارئین کو دین کی رحمتوں سے نوازے۔ دنیا میں علم باطن اور اعمال صالحہ اور آخرت میں اپنے خصوصی رزم و کرم اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریاست، شفاعت اور قرب خاص سے مالا مال فرمائے۔ اللہ اعلمین مجھے اس کتاب کی تصنیف میں راہ حق دکھانے اور زل سے محفوظ رکھے، اس کتاب کو ناقیامت باقی رکھ اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنا دے۔۔۔۔۔ اے بارہا اس کتاب کے طفیل میری میرے والدین کی، میرے اساتذہ اور مشائخ کی میرے تلامذہ اور اصحاب کی میرے معادین و قارئین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما اور دین کی سادرتوں، کلاحتوں اور کامرازیوں کو ہم سب کا متذکرہ دے آمین۔ یارب العالمین بچاہ حبیبی محمد سید المرسلین خاتہ النبیین رحمۃ للعالمین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماہ ملتہ من المحدثین والمفسرین والاشہ المعتمدین والعالما والراغبین اجمعین۔

علم رسول سیدی عظمیٰ

فادرم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ، بلاک ۱۵، فیصل آباد، ایبیا کراچی ۳۵

ٹیلیفون نمبر: ۴۲۲۲۲۳۴ - ۴۳۱۴۵۰۸

یکم شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ، ۱۶ فروری ۱۹۹۱ء

رہنا ہے۔ مدرسے سے وہاں طالبان علم کے لیے مینارۃ نور اور عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے بھی فاضلہ بخش ہے۔ اسلام کی اہلی مدینہ تعلیمات دینی اور زانی دستوں پر پھیلی ہوئی ہیں اور ماضی و حال کی طرح مستقبل کے لیے بھی رہبر درجہ اور ذریعہ نجات و فلاح ہیں۔ اسلام کی تعلیمات ایسی جامع اور کابل ہیں جو ہر دور کے مسائل کا حل پیش کرتی ہیں اور ہر روز پیش آئے ہوئے مسائل پر واقعات و حادثات کا علم شریعی و مجال امت اسلامی اصولوں کی روشنی میں پیش کرتے رہے ہیں اور پیش کرتے رہیں گے۔ لیکن ان احکام کے لیے عمل و اسباب کی تعیین کرنا کچھ مسائل کے لیے تفسیر و تشبیہ اور درجات کی تلاش میں اختلاف کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اختلاف امت کے اسباب پر نظر رکھتے مالا اور فقہاء اسلام کی کاوشوں سے آشنا دار انسان جانتا ہے کہ جب بھی کوئی نئی مشکل پیش آئی جس نے مابعد السلیمن کو مشکلات میں مبتلا کر دیا۔ ایسا عمل جو باہمی المتظر میں غلط نظر آیا اور عمومی بلوئی کی سی صورت اختیار کر لی تو علماء و امت نے ارشاد ربانی ”ما جعل علیکم فی الدین من حرج“۔ ”یرید اللہ بکرم الیسر ولا یرید بکرم العسر“۔ یا شارع اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ”العاصیۃ تمسیرین وما جعلتہم معسرین“۔ یا متمم مکارم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سنت ”ما خیر بین امرین الا اخذ الیسر ہما“ کے اصول سے متاثر ہو کر ان مشکلات کے حل میں فوجد کرتے رہے ہیں۔ اگر ہم سے بچتے ہوئے کسی حد تک اور کس حالت میں سہولت کی اجازت ہے۔ کسی نے زیادہ احتیاط کا پہلو اختیار کیا اور کسی نے شرفاً لیکن حد تک سہولت کی جانب میلان کیا تو جواز عدم حراز، اولی غیر اولی، کراہت و اباحت پر نااہلی صدر احترام فقہاء کرام نے محققانہ طور سے دیے۔ جن نیت و استعداد کے ہوتے ہوئے اختلاف آزاد نہ کوئی عیب ہے۔ ہر جرم بلکہ عیب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر تمام عمل پائے جاتا ہے اور افراد و درجات امت کے اضافہ کے ساتھ بڑھتا ہی رہے گا۔ صحابہ کبار اور ائمہ مجتہدین مقلدین کے اختلافات، اختلافات کو دیکھ کر یہ کہنا بجا ہوگا۔

گل ہانے رنگا رنگ سے ہے رونق حین
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف

کیونکہ اختلاف آزاد میں اعتدال و انصاف کا نواز و ملحد ہیں۔ اسے تو ایسا اختلاف امت کے حق میں رحمت ہے یا یہ ہم اھتدیتہم اھتدیتہم کی سہولت ہے۔ اسلام کے اصولوں کے تابع فی مخصوص مسائل کا مخصوص احکام سے شرعی حکم تلاش کرنے کا نقطہ نظر سے اختلاف مسلمہ مسائل سے انحراف نہیں ان سے موافقت ہے اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ علت و رحمت، جواز و عدم حراز، کراہت و اباحت کے اختلافات کے باوجود متکالیان جن کی باہمی الفت و محبت، احترام و شفقت میں کوئی فرق نہیں آیا، عمل اپنے نزدیک راجع رائے پر کیا مگر دوسری رائے پر عمل کرنے والوں کی تفصیل و تفسیر نہیں کی گئی۔ ہاں اچان پر اصولوں سے روگردانی پائی ”مذاہبت فی الدین“ اور ”تحریر لیب کا اثر دیکھا تو اسے شانے کی پوری کوشش کی۔ فردی مسائل میں اختلافات آزاد فطرت کا تقاضا ہے اہل علم اور صاحب صلاحیت لوگوں کا مابانہ، و یا اندازانہ اختلاف جو اختلاف رائے کے باوجود ایسا اختلاف کو برقرار رکھے عدالت و حد تک طاقت سے بچائے رکھے، باعث رحمت ہے، جن مسائل پر نفس مرید اللہالات نہ ہوں ان میں غور و فکر اور تحقیق کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہونا تفاوت و اذکار کا نتیجہ ہے۔ علامہ سعیدی صاحب کے طرز اختلاف کے بارے میں میری رائے کچھ یوں ہے۔

مولانا نے جن حضرات کی آراء سے اختلاف کیا ہے ان میں بزرگ بھی شامل ہیں اور معاصر و مخالف بھی۔ علاوہ اہلسنت کی علمی و مباحثہ تحقیقی ثقاہت اور دیانت و امانت پر عمل اعتقاد کرنے کے باوجود خود ان اعیان العلم کے مختلف اقوال یا ان

کے قول پر قائم کیے گئے۔ دلائل کے سحرزائے آنے کی وجہ سے دلنے میں اختلاف پیدا ہوا ہے۔ ان بزرگوں کی تعلیم و حکیم کرتے ہوئے
ابن علی علم و فضل کا سراپا گردانتے ہوئے اپنے نقطہ نظر کا اظہار کر دینا کوئی جرم نہیں، خود اہل علم کو اپنے سے پہلے دلوں سے یہ معاملہ
رہا ہے۔

حضرت مولانا مستجدین علامہ سے کسی مسئلہ میں اختلاف طے کی صورت میں اپنی سرچ کا امانتدارانہ اظہار کرتے ہیں۔ بزرگوں
کی تعلیم و ترقی میں فرق نہیں آنے دیتے اور نہ ہی نقلی و ادعا کا مظاہرہ کرتے ہیں گریبا صرف اتنا ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ دلائل
کا مفہوم جرمی سمجھتا ہوں، اس کی وجہ سے میری رائے یہ ہے یا یوں کہنے بزرگوں کے خرمین علم سے خوشتر پیشی کرنے والے کا بچکانہ
مانا ہے۔ بزرگی کا دعویٰ نہیں اور خدا نخواستہ کسی شخص میں رعوت و نقلی کا داعیہ پیدا ہوجانے تو اس کا فیض جاری نہیں رہ
سکتا بلکہ اس کے ہلاک ہونے کا مذشر لاحق ہوجاتا ہے۔

ظ ادعما خزیم تفریق ادب

حضرت مولانا کو جن لوگوں سے اعتقادی و مسلکی اختلاف ہے ان پر بھی گرفت کرتے ہوئے ان کی اصلاح اور ان کے پیرو
کو راہِ خطر سے محفوظ کرنے کا ہند بے اسحکارا ہوتا ہے اس موقع پر افتدال کا دامن پھرتے نہیں دیتے بلکہ تنقید و تذلیل کے فرق
کو پیش نظر کرتے ہیں اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے ہم مسلک مسامرین سے الہاب اختلاف کے وقت آپ کا کیا
انداز ہوگا۔

مولانا صاحب سے ایک مذاکرہ کے بعد میری رائے ہے کہ آپ فیہ جارمانہ تنقید اور علی اوترا من کو خندہ پیشانی سے سنتے
ہی نہیں بلکہ دلیل میں وزن دیکھیں تو اپنے قول سے رجوع کرنے میں عاجزی نہیں سمجھتے۔ جو صاحب تحقیق دوسروں کا مواخذہ کرے اسے
ذمہ اتنے آپ کو اعتبار کے لیے پیش کرنا چاہیے بلکہ اپنے قول کے خطا ہونے کے امکان کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ تنقید
پر دستِ ظفری سے نظر ڈالے اور "المجتہدین یخصل ویصیب" کو پیش نظر رکھے۔ ناقزین کے لیے بھی ضروری ہے کہ
اصلاح و اطلاع علی الخلل کے جذبے کا اظہار کریں۔ دلائل کی روشنی میں علی مواخذہ کریں اور سمانہ تنقید و تحقیر سے اجتناب کریں۔
مسامرانہ چشمک دہینہ مرض ہے مگر حضرت علامہ کا اسلوبِ تحریر بیانِ لغات، بیانِ مشکلات، بیانِ مذہب و احتمالات اور
ترجیحِ راجح اور نئے مسائل پر تبصرے ایسے اسباب ہیں جن سے عام علماء کے علاوہ فادمان حدیث بھی استفادہ کریں گے اور آنے
والے دور کے لیے ترویج و ستاد نیز ہوگی۔ بعض لوگوں کو کم عمری دوسرے کا عظمت کا اعتراف نہیں کرنے دیتی مگر علم کے قدروان اللہ
وسیع النظر افراد اس سے بہت حد تک محفوظ رہتے ہیں اور علمی تحقیقات کو قد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چاہے ان سے کم عمر
یا کم شہرت پانے والے شخص کا نام ہی کیوں نہ ہو۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مضامین کی چوری تو جانتے سمجھتے ہیں مگر اعتراض
سے گریز کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسلم شریعین کی اردو شرحوں میں یہ کتاب یعنی اختلافات کے باوجود ان شاء اللہ قبول عام حاصل
کرنے کی امید اس سے استفادہ کیا جائے گا۔

دعا۔

اے ارحم الراحمین! یہ تیرا من کر رہا ہے جو سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ تیرا بندہ جب تجھ سے کم کی بیعت
مانگنے کے لیے اترتا یا شاہد ہے تو اس میں خالی ہاتھ نہ آئے۔ جسے تو مایا فرماتا ہے۔ اے کریم! میں عنون برکات اللہ میں گنہگار
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے اتمہا کرتا ہوں کہ وہاں کے علم دانے اور اہلِ صالح میں برکت دے، صحت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دسکون کے ساتھ ساتھ مستقبہ نبوی کی خدمت و بقولہ کی ترویج عطا فرما میرے گناہوں کو بخش دے، میرے والدین کو عین آسان و
کرام پر خاص کرم نازل فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت پر رحم فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی محمد و آلہ و صحابہ اجمعین
اللہ و اصحابہ اجمعین

ابوالنجیر حسین الدین شاہ سلطانپوری

علوم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی
۳۰ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ
۱۶ فروری ۱۹۹۱ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صاحبزادہ مولانا محمد حبیب الرحمن محبوبی، مہتمم صُفَّة الاسلام بریڈ فورڈ برطانیہ

میں بنیادی طور پر علوم دینیہ کا ایک طالب علم ہوں اور دس نظامی کی تکمیل اور دودھ حدیث خریف سے بہرہ مند ہونے کے بعد بھی گزشتہ پندرہ سال سے میرا پسندیدہ مشغلہ کتب بینی ہے اور میری دلی چہی کا محور و مرکز تعبیر، حدیث، فقہ اور کتب سیرت کا مطالعہ اور اکابر کے فریق علیہ کی خوشہ چینی ہے۔

پاک و ہند میں گزشتہ ایک صدی میں علوم دینیہ پر بہت زیادہ تحقیقی کام ہوا ہے، ادراک ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ عربی زبان کے بعد اسلامی تشریح اور دینی علمی سرمائے کے اعتبار سے اردو زبان دنیا کی کسی بھی زبان سے کسی بھی طور پر کم تر نہیں ہے۔ بلاشبہ اسلام کے دینی، علمی، تاریخی و ادبی سرمائے کو عربی سے اردو زبان میں منتقل کرنے میں علماء اہلسنت کا contribution بہت نمایاں ہے اور بعض جہتوں سے تو اس حد تک تحقیقی کام ہوا ہے جو بھائے خود ماخوذ کے ماخذ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس سلسلے میں امام اہل سنت مجدد ملت علامہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور صدائے شریعت مولانا امجد علی اور دیگر اکابر اہلسنت کے بارگاہ انوار سے ہماری گمون سپاس افسرانہ ہمیشہ چمکی رہے گی۔

تاہم اس امر کا اعتراف کرنے میں ہمیں تامل نہیں کرنا چاہیے کہ تعبیر و شرح حدیث کے عنوان سے جس قدر علمی و تحقیقی کام ہونا چاہیے تھا، وہ ہمارے ہاں نہیں ہو سکا۔ دلچسپ وجہ کے علاوہ اس کا ایک معقول سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے اکابر کی بیشتر توجہ عصری فقہ کی سرکوبی کی جانب مرکوز رہی۔ اور اگر وہ اپنے عہد کے تقاضوں کا بروقت ادراک کر کے لادنیہ، ادبیرت، انکار ختم نبوت، انکار حدیث اور توہین رسالت ایسے ہیبت منقوں کا قلع قمع نہ کرتے تو فحاکم بدین آج ہمارے عقائد استعد معنی و رنگ و شکل میں محفوظ نہ ہوتے اور نہ جانے کس کس نوع کی بدعتیہ گروہوں کی آلائش سے ہمارے عقائد محفوظ ہو چکے ہوتے لہذا طرح طرح کے دہم ہرنگ زمین میں اس طرح پھنس چکے ہوتے کہ اس سے نکلنے کا راستہ بھی سمجھانی نہ دیتا۔

اللہ اعلم کہ اب وہ سب نفعے اپنی موت آپ مرنے لگے ہیں تاہم اہلسنت کو اب پاکستان میں آئیجی و قانونی طور پر کفر قرار دیا جا چکا ہے اور توہین رسالت پر بھی کتب کے مصنفین کے پیروکار اب خود ہی اس گندگی کو عمل کے صدر صدر مٹاؤں میں لپیٹ کر چھپانے پر مجبور ہیں اور سبحانہ و تعالیٰ ان الباطل ان الباطل کان شاہوقاً " علمی فتنہ جماعتی گروہوں سے دلچسپ ہے، میں خدا اس کے شاہد ہے کہ ایسے چشم بصریت وا ہونی چاہیے۔

کرم باللہ کہ ہم اب ہمارے مقتدر و محقق علماء کو کوئی ایسی فرصت ملی ہے اور امید و آئین ہے کہ انشاء اللہ قلیل عرصے میں تعبیر و حدیث پر واقع تحقیقی کام کا وافر وغیرہ ہمارے علمی دوشے میں شامل ہو جائے گا اور اس سلسلے میں حق الصبر و الصبر و الصبر و الصبر

کا ہم انشاء اللہ علماء کے اس قافلے کے سرخیل و سالار کے طور پر تاریخ میں ہمیشہ ثبت رہے گا اور انہیں بقا و دوام نصیب ہو گا۔
 اب ہم نہایت فزا و بناطالع کے ساتھ ایک طور پر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضرت علامہ نے شرح صحیح مسلم کی تصنیف فرما کر خدمتِ حدیث کا حق ادا کر دیا ہے، اس کتاب کو پڑھ کر ہماری تمام تنائیں پوری ہو گئیں، سارے غاب و مشدہ تعبیر ہو گئے اور اب اس سلسلہ میں کوئی حسرت نہیں رہی۔ اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ صرف احادیث کی شرح ہی نہیں ہے بلکہ حنفی مذاہب پر دلائل کا عظیم فقہی طریقہ بھی ہے اور عصری مسائل پر ایک عظیم اجتہادی شاہکار ہے، اس کتاب میں حضرت مصنف قمر فیضان نے احادیث پر فنی جمعیت کے ساتھ ساتھ قدیم و جدید مسائل اعتقاد و فقہیہ پر ائمہ اربعین دہلی لغزین کے تمام دلائل عقلیہ و نقلیہ کو بیان کیا اور پھر نفا و ادا اجتہادی تعبیر سے روز روشن کی طرح اپنے مرقع کو واضح کر دیا۔ دلائل عقلیہ و نقلیہ کے اس حسین، جامع اور کامل امتزاج کو دہرے دہرے حضرت مصنف قمر فیضان صاحب ہدایہ کے ہم طرز و ہم رکاب نظر آتے ہیں۔ یقیناً واثق ہے کہ اس شرح کی تکمیل کے بعد شاہد ہی کوئی ایسا مسئلہ ہو گا جس پر اس کتاب میں سیر حاصل بحث نہ کر لی گئی ہو۔

شرح صحیح مسلم کی تکمیل کے بعد میں مصنف محترم کی توجیہ ایک اور اہم کام کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں وہ ہے قرآن مجید کا سلیس اور توجیہ اور اس کی جامع تفسیر، ہر چیز کے اس وقت مارکیٹ میں مختلف اور دور تراجم اور تفاسیر موجود ہیں اور وہ بہت حد تک مفید اور شہرل بھی ہیں، تاہم اردو پڑھنے والوں کا ایک خاصا طبقہ ہنرِ حدیث کی محسوس کرتا ہے۔ اردو ادب کے موجودہ اسلوب، ساڈی اور سلاست کے ساتھ دراصل دلائل زبان میں دینی موضوعات پر تحریر کی جو چاشنی شرح صحیح مسلم کی عبارت میں ہے وہ کسی اور کتاب میں نظر نہیں آتی۔ بعض کتابوں میں ناموں اور متروک محاورات اور ترکیبات ہیں اور بعض کتابوں میں حصے زیادہ نقلی اور ہماری ہجرک محاورات ہیں اور بعض مصنفین نے علمی مضامین کو اضافی زبان اور نثری شاعری کے رنگ میں نکھارے اور بعض علماء کی عبارات ادنیٰ الفاظ اور ثقیل علمی اصطلاحات کے بوجھ تلے دبی ہوتی ہیں۔ انہیں علمی اور دینی مضامین کی تقسیم کے لیے زبان کی جس سادگی و روانی اور بے سادگی کی ضرورت ہے۔ اس سے ہماری دینی کتابیں اور ہمارے اردو تراجم اور تفاسیر کا ذخیرہ نئی دامن ہے اس لیے اردو پڑھنے والوں کے ایک بہت بڑے طبقہ کی نگاہ میں حضرت مصنف کی طرف لگی ہوئی ہیں کیونکہ شرح صحیح مسلم کے مطالعہ کے بعد صرف اور صرف آپ ہی کی ذات سے یہ توقع وابستہ ہے کہ اس اسلوب نگارش کے ساتھ آپ قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کی خدمت پر بھی کمر بستہ ہوں۔ اللہ کرے زور قلم اور زورِ یادہ!

ہمارے دینی مدارس کی کثیر تعداد اور ان کی گراں قدر خدمات کے باوجود اب تک ہمیں قلمو لہجہ سے نجات نہیں مل سکی اور کوئی نہیں جانتا کہ آئندہ چند سالوں تک ہماری زبوں حالی کہاں تک پہنچ سکی ہوگی۔ ہمارے دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء کی اکثر تعداد ایسی ہوتی ہے جنہیں جدید دینی مسائل اور ضروریات کا صحیح ادراک نہیں ہوتا، ان کے دل کا سلیقہ بڑھتا ہے۔ اس کا ایک سبب محنت کی کمی اور نصاب کی طوالت ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ علوم و دینیہ کا اکثر سرمایہ عربی زبان میں ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک کسی زبان کی لغت اور گرامر پر مکمل عبور نہ ہو اس زبان کے علمی ذخیرے سے کا حقد استفادہ نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے ایک مدرس علم اور کلمہ نے علم عربیہ کو فارسی میں منتقل کیا کیونکہ اس وقت عام لوگوں کی پہنچ فارسی زبان تک ہی تھی۔ شیخ عبدالمجتبٰی محدث دہلوی نے فارسی میں اثنیۃ اللمعات، شرح سرمد سعادت اور مدارج النبرت لکھیں۔ شیخ فرہانچی دہلوی نے فارسی میں صحیح سنن کی شرح تفسیر القاری لکھی، رشاء دہلی اللہ نے فارسی میں توجیہ قرآن لکھا۔ اب اس دور کا تقاضا یہ ہے کہ ان علوم کو اردو میں منتقل کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر برقیہ فقیر کے علاوہ نے عربی اور فارسی کے علمی ذخائر کو اردو میں منتقل کرنا شروع کر دیا ہے۔

لہذا اب اردو زبان میں بھی کافی علمی ذخیرہ تیار ہو چکا ہے۔ اگر مردہ فارغ التحصیل علماء نے اب بھی ان علوم سے استفادہ نہ کیا تو یہ بڑی بیوقوفی اور افسوس کا مقام ہو گا۔ میں دینی مدارس کے تلمیذین اور اساتذہ کی خدمت میں یہ تجویز پیش کرنے کی جرات کرنا ہوں کہ وہ شرح صحیح مسلم کو ایک اضافی اور اضافی کتاب کی حیثیت سے باقاعدہ اپنے نصاب میں شامل کریں اور دومہ حدیث کی تعلیم کے دوران طلبہ کو اس شرح کے علمی اور فقہی مباحث کا مطالعہ کرائیں اور انہیں یہ ہدایت کی جائے کہ وہ اس کی ایسا ہی مندرجہ حوالہ جات کو اصل کتاب میں تلاش کریں تاکہ ان میں تحقیق و تجسس کی صلاحیت اجاگر ہو اور اس تجویز پر عمل کرنے سے ایک بہت بڑی کمی پوری ہو جائے گی۔

میں انہیں رب ذوالجلال کے حضور اقدس میں بہ مدد عجز و اخلاص یہ التجا کرتا ہوں کہ وہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محض اصحابی اثر علیہ وسلم کے بعض حضرت علامہ سعیدی مدظلہ کا سایہ اہل سنت پر صحت کا طرہ کے ساتھ تادیر قائم رکھے اور اسی شہرت کے ساتھ انہیں قرآن مجید، حدیث شریفہ اور فقہ اسلامی کی بیش از بیش خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اس راہ میں ان کی رکاوٹیں دور فرمائے اور ان کو دافر سہولتیں عطا فرمائے اور ان کے دینی، علمی اور فنی سرمایہ کو صدیوں تک اہلسنت اور عامۃ المسلمین کے لیے سرمایہ اتمار بنا دے اور ان کی تعالیف وین اسلام اور میراث علم و حکمت و نبوت کا ایسا سرچشمہ اور منبع قرار پائیں جن سے علم و حکمت کے سوتے تاقیامت پھوٹتے رہیں اور مجھے اور مجھ کے شاگردوں کو علم اور طلبہ گاران ہدایت کو ان سے مستفیض فرمائے، آمین۔

وما ذلک علی اللہ بعزيز انہ علی کل شیء قدير و انہ یفعل ما یشاء و انہ ہو فعال لما یرید

انہ سمیعہ حبیب الدعوات رہنا تقبل منا انک انت السميع العليم و تب علینا انک انت التواب الرحیم بجا۔

حییبک محمد سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

محمد حبیب الرحمن مجبونی فیض پوری، (ماہوارہ)

اتم صفا اسلام بریڈ فورڈ، برطانیہ

(154, Sunbridge road Bradford, York, & England, U.K.)

۱۵ دسمبر ۱۹۹۰ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مفتی محمد زبیر تقی، ناروے

آج سے تقریباً پندرہ برس قبل اہلسنت کے بے باک ترجمان ماہنامہ منیائے حرم لاہور کے میلا والہی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں حضرت ملازم مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کا ایک مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد حضرت مولانا سعیدی صاحب کی کئی تصنیفات خصوصاً منیائے حرم میں چھپنے والے مضامین پڑھ کر بے ساختہ مولانا کی درازی فکر کے لیے دعا میں لگیں۔ بلاشبہ ناخوشیوں میں نیک بندہ سخن و نواز جاں پر سوز کا مرتب زیبا اور عصر حاضر میں اہلسنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ میلا فیاض نے انہیں بے شمار عربوں سے نوازا ہے۔ علمی دادوں و تقویوں میں غلام سعیدی کی تصنیفات ترویج الہیان، ذکر باجر، مقالات سعیدی، تذکرۃ المحدثین کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ حال ہی میں ماہنامہ منیائے حرم لاہور کے کئی شماروں میں شرح صحیح مسلم کی چار جلدیں چھپ جانے کا جب علم ہوا تو بڑی خوشی ہوئی۔ چند دن قبل ہی ضیاء القرآن پبلیکیشنز سے منگوا لیں۔ بعض مقامات کے مطالعہ کا مرتب ملا۔ الحمد للہ اردو کی مثنوی میں شرح اس وقت منظر عام پر آچکی ہیں ان میں یہ شرح منصف و منقح و مکتمل ہے۔ مسلک اہلسنت کی دلائل کے ساتھ جس طرح حقیقت واضح کی گئی ہے اس کو پڑھ کر ناخوشی منصف کے لیے دل کی آغا گھر لڑکی سے دعا کرتی ہے۔ غلام سعیدی صاحب نے بڑے حسین انداز میں باقاعدہ اردو ترجمہ، احادیث کی مختصر شرح، فقہ حنفی کی مصلحت پر دوئل اور اعتقادی مسائل پر گفتگو کے ساتھ ساتھ جدید دور کے بعض اہم مسائل مثلاً برادریٹ فڈ پرزکرتہ، اعضاء کی پیوند کاری، عطیہ خون و انتقال خون کا ہجاز، ضبط تولد، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، بنگ ٹوٹ کی تحقیق، دنیا کا کونسی ٹوٹ اور دیگر کئی موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

اگرچہ بعض مقامات پر مولانا سعیدی صاحب سے اختلاف ممکن ہے لیکن ان کی اس کاوش پر داد نہ دینا نا انصافی ہوگی۔ یہ جان کر کہ حضرت فاضل مصنف مختلف تکلیف دہ امراض کا شکار ہیں دکھ ہوا، دعا ہے کہ رب لم یزل اپنے محبوب تو سبب و دنی کے تاجدار سب نبیوں کے سر واد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (ندا و ابی و احم) کے تئیں پاک کے تصدیق میں حضرت مصنف کو صحت کا طمہ عطا فرمائے آمین اور اخص فکر و دراز عطا فرمائے تاکہ وہ اپنے قلم مجزوم سے یہ جہاد جاری رکھ سکیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

عبد المذنب

صفتی محمد زبیر تقی، ناروے
 (پاکستان)
 (عالم خلیفہ غوثیہ مسلم سوسائٹی رجسٹرڈ ناروے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا افتخار علی چشتی اور سر طریم ہالیدی

صحیح مسلم سید المحدثین حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی منکر اولاد اور شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ کتب امدیث میں اس کا مقام جہور الی علم کے نزدیک صحیح بخاری کے بعد ہے۔ جبکہ بعض علمائے کرام نے متعدد وجوہ کی بنا پر اس کو بخاری شریف پر بھی ترجیح دی ہے

صحیح مسلم امدیث طیبہ کا ایک صحیح ترین مجموعہ ہے۔ قتل و قتل اور پسند و ناپسند کی عظمت و حکمت قائل و فاعل کے مقام و مرتبہ کی عظمتوں اور فضول کے مطابق ہوتی ہے کلام الملوک حلوک الکلام۔ حدیث مصطفیٰ صلی صابہ التحیت والانشاء کی فہم حقیقی صورت اس کو عطا ہوتی ہے جو مقام مصطفیٰ کی عظمتوں اور تقدس سے باخبر اور اس کا دل حب مصطفیٰ کی سرمدی دولت سے مالا مال اور سرشار ہو۔

اُردو پر صغیر پاک و ہند کی ایک انتہائی علمی زبان ہے۔ مسلم شریف کی عربی زبان میں متعدد و مشروح موجود ہیں مگر ضرورت اس امر کی تھی کہ اس کی ایک جامع شرح اردو میں بھی کی جائے تاکہ عربی سے نااہل اور اُردو دان طبعہ بھی حدیث رسول کے نور سے اپنے دل و دماغ کو منور کر سکے۔

کارکنان قضاہ و قدر نے یہ سعادتِ عظمتی دینا نے اسلام کے متنازک اسکالر اور محقق حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی شیخ الحکیمت و دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے بے روزاقل سے ہی مقرر کر رکھی تھی۔ علمی حلقوں میں تو پہلے ہی حضرت مولف کے لیے تذکرۃ المحدثین، ترمذی، البیان، مقالات سعیدی، مقام ولایت و نبوت، اور تاریخ نجد و حجاز میں بلند پایہ علمی و تحقیقی تصانیف کی بنا پر محبت و عقیدت اور ممنونیت کے جذبات پائے جاتے تھے لیکن شرح مسلم (سنن ترمذی) اپنے مصیب پاک اس مقدس کام کو جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے آجین، علامہ مرحوم کی وہ تصنیف ہے جو عربی دنیا تک ان کے مستفیضین و محبتیں میں روز افزوں اضافے کا سبب بنتی ہے گی۔ اور انہیں وہ ہدایت کی پرتو اور مدلل نفاذ ہی کرتی ہے گی۔

ترتیب اسلامیہ حضرت مولف کی اس دینی و علمی خدمت پر بجا طور پر آپ کی شکر گزار ہے۔ اور خداوند عالم جل و علا کے حضور دست ب دعا ہے کہ حضرت علامہ کو مردار اور محنت و سلامتی عطا فرمائے۔ آمین بجا و حبیب الکریم علیہ افضل الصلوٰت و افضل التسلیمات۔

افتخار علی چشتی، ایلم سے، ایم۔ او۔ ایل

فاضل دارالعلوم مسجدیہ ٹرٹیہ میجر شریف۔

امام جامع مسجد القطرہ پاکستان اسلامک سینٹر اور سر طریم ہالیدی

maffat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت علامہ محبت اللہ نورمی شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ قندھار قندھار زید جمہم

سید محمد شہین حضرت امام مسلم علیہ الرحمۃ کی شہرہ آفاق تصنیف صحیح مسلم، صدیوں سے اہل علم میں متداول اور مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے۔ اس کی متعدد شرح لکھی گئیں۔ زید تبصرہ، شرح صحیح مسلم (اردو) ان شروع میں ایک گراں قدر اضافہ سے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اپنے مواد، تحقیق و تدقیق، فنی مباحث، گراہ فرقوں کے نزدیک مباحثت کی بددلائل تاہید اور رسائل مصریہ پر گفتگو کے اعتبار سے آج تک دنیائے حدیث میں ایسی کوئی کتاب تحریر نہیں کی گئی، تو سبے جا نہ ہوگا۔

اس کتاب کے مصنف ناضح علی ملازم فلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی کا نام علمی و ادبی معلقوں میں محتاج تفاوت نہیں۔ آپ توضیح البیان، ذکر الحج، مقام ولایت و نبوت، تاریخ تہجد و نماز، مقالات سعیدی، اور تذکرۃ الحمدین، ایسی متعدد علمی و تحقیقی تصانیف کے ذریعے اپنا نام منہا چکے ہیں۔ علامہ سعیدی صاحب وہ متبحر اور محقق اسکالر ہیں جو کسی بھی مسئلے پر ظلم اٹاتے ہیں تو اسے اہل علم نشر کیے بغیر نہیں چھوڑتے زید نظر کتاب ان کا بہترین علمی شاہکار ہے۔

شرح صحیح مسلم کی اب تک چلے جلدیں چھپ چکی ہیں۔ پہلی جلد میں ناشر کی خواہش کے مطابق ایک آزاد و اختصار سے کام لینا پڑا۔ جبکہ دوسری، تیسری اور چوتھی جلدیں نہایت مفصل ہیں۔ یہ کتاب کئی خصوصیات کی حامل ہے۔ متن احادیث کا بڑا سلیس امداد اور دلائل، ترجمہ، حدیث پر فنی بحث، قرآن و احادیث، آثار و اقوال، تاہین سے استدلال، آثار اربعہ کے علاوہ دیگر فقہی مذاہب کی توضیح و تشریح کے ہدف فقہ حنفی کی ترجیح پر زبردست دلائل اس انداز سے پیش کیے ہیں کہ فاری کو دل کی گہرائیوں سے یہ یقین ہو جائے کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث کا صحیح ترجمان ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ توضیح ساکب اصل متن اور دنیاوی آواز سے لگتی ہے۔ علامہ سعیدی کی جرات بطور خاص پسند آئی وہ آداب، نزاکت اور مشق و محنت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاشنی ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے نامور علماء بھی جب بطور محدث کسی حدیث پر بحث کرتے ہیں تو زمین ایسی باتیں ان کے قلم سے نکل جاتی ہیں جن سے اکثر تو شاید نظر ظاہر میں رشتہ ہو جائے مگر محض رسالت کا اہتمام اور جمل ہو جائے مگر علامہ موصوف ایسے نازک مقامات پر اس انداز سے گفتگو کرتے ہیں کہ حدیث کی رو سے بھی صحیح کر سکتے آجاتی ہے اور عظیم مصطفیٰ بھی مزید اہاگر جرماتی ہے۔

اس شرح کو دیگر شرح میں جو چہرہ نماز کرتی ہے وہ عصری مسائل پر مہر حاصل گفتگو ہے۔

محمد اللہ تعالیٰ علامہ سعیدی نے نزاکت و وقت کا احسان کرتے ہوئے مسائل عصریہ پر بحث کر کے وقت کی اہم ضرورت کو بردار کیا ہے۔ آپ نے دور حاضر کے جدید مسائل پر جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے ان کے محاسن کے لیے علیحدہ ایک مہر حاصل گفتگو متعلقہ کی ضرورت ہے جو اہل علم کا کام ہے، جن عصری مسائل پر موصوف نے داد تحقیق دی ہے، ان میں سے چند موضوعات کی جھلک ملاحظہ فرمائیں:

یہ لگا کر اور پہاڑ پر ناز اور ہندس جبہ پہلو پر بکھف، پر او بیٹھ کر ڈکڑا، ہاؤس بڈمگ قائلوں کا پرکھنے کے قرضوں اور دیگر بھادی قرضوں کے ڈکڑا پر اثر انداز ہونے کا مسئلہ، پوسٹ مارٹم، ایلیجیک دواؤں سے علاج، علیہ غنم و اختفالی غنم کا ہوازا اعتقاد کی پیروی نہ کراری، فزوکے جواز کا مسئلہ، عورت خنار و موسیقی، ریڈیو، ٹی وی، اور آڈیو ریڈیو کیسٹ ریکارڈ وغیرہ کے استعمال اور جواز کی بحث (شرح مسلم جلد دوم)، اجتہاد و تقلید، دینی فتویٰ، رویت ہلال کا اعلان، امر اہل تشدد کی شرعی حیثیت، تعدد ازدواج، عورت متہ نصیبت تریڈ ٹیسٹ ثبوت ہے ہی معذرت فرمادیں اور ساتھ ہی لکھیں کہ یہ سب توں کا کلمہ دلائل ظاہر کی شرعی حیثیت (شرح مسلم جلد ثالث) مناسی کے خاتمے کے بارے میں اسلامی قانون کی اولیت و فرقیقت، مسود، تخریر و اندوزی، سرٹ، انعامی بانڈ، قار (جواز) دستاویز کی بیع حقوق کی بیع، بجزئی، ہندسی کی بیع، چمکوں کی بیع، امپورٹ لائسنس، روٹ پریم کی بیع، کتابوں پر لائسنسی، علمبر و صلاحیت سے پہلے باغوں کے پھلوں کی بیع، پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع، باغات کے پھلوں کی بیع، زمین کو کرائے پر دینا، مزارعت، کھنوں کی قیمت، فاضل اور نجر کی اجرت، بی کی بیع، گھر کی حفاظت کے لیے کٹا رکھنا، منیات کی بیع، جیلہ کی تحقیق، بیگ نوٹ کی تحقیق، دنیا کا کرنسی نظام، شفاء، وصیت، بعد وفات ایصال ثواب، وقف کا بیان، نذر، ڈاکو اور تہ کے احکام، قصاص، دیت، زنا، لواطت، رجم، قذف، (شرح مسلم جلد رابع) وغیرہ ایسے مستعملی، فکری اور تحقیقی عصری مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

مولانا کی تحقیقات سے سبق مقامات پر اختلاف ممکن ہے۔ مگر تامل اور فکری جبروت کے اس قدر میں اس تحقیقی اور اجتہادی کاوش پر داد دینا بخل اور نا انصافی ہوگی۔

بھادی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف مولانا سے محرم کو رحمت و سلامتی کے ساتھ عمر عزیز سے فرائض اور تحقیق و اجتہاد کے اسلوب کو برقرار رکھتے ہوئے بقیہ جلدوں کی تکمیل اور مزید علمی و فکری کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضیلت پاک کے تصدیق اس شرح کو قبولیت و عام نصیب فرمائے۔

فرید بیگ سہال لاہور نے شرح صحیح مسلم کو جس اعلیٰ ذوق کے ساتھ شائع کیا ہے وہ واقعہ قابل ستائش ہے۔ علامہ سیدی صاحب کی یہ شرح عطا، مدرسین، محققین اور دین سے وابستگی رکھنے والے حضرات کے لیے نعمت مہترقبہ سے کم نہیں ہے۔



لے۔ یہ تبصرہ محب گرامی علامہ صاحب الزما صاحب نوری شیخ احمد بیٹ، دلائل علم صحیح فرید بیگ سہال اور زید جہم نے لکھا ہے۔ جب پہلے ماہنامہ نور المصیب بمبئی پر راجہ سید محمد امین شائع ہوا۔ پھر میں ہی تبصرہ مہذب رفقہ احوال کراچی لاہور میں تاہم جون ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا اور اس کے بعد اس تبصرہ کو ماہنامہ سائنس نے عدم لاہور (اگست، ۱۹۹۰ء) نے شائع کیا، اس کی افادیت اور جامعیت کے پیش نظر اب ہم نے اس کو شرح صحیح مسلم جلد فاس میں شائع کر دیا ہے۔ (فلام رسول سیدی فاضل)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مولانا محمد خان قادری، منہاج القرآن لاہور

محترم و مکرم محقق دوران مازی زمان علامہ غلام رسول سعیدی اہمیت کا اہم
اسلام علیکم - مزاج گرامی

بندہ نے اس سے پہلے ہی آپ کی کتب ذکر بالجہر، مقالات سعیدی، تذکرۃ المحدثین، توضیح البیان سے استفادہ کیا۔ آپ کی تحقیقات
پڑھ کر دل سے دماغیں نکلیں کہ اسے اللہ ایسے شخص کو مزید ترقی عطا فرما۔
ان دنوں شرح صحیح مسلم کی چار جلدیں طبع ہو کر آئی ہیں، ان کا مستند مقامات سے مطالعہ کیا اس کے بعد جی چاہا کہ آپ کی محنت
و عظمت کو تقریری سلام عرض کر دوں۔

میرے نزدیک آپ کا یہ کام برصغیر کی تاریخ میں پہلا کام ہے۔ اتنی محنت، تحقیق کے ساتھ کسی شخص نے بھی مسائل حاضرہ
پر گفتگو نہیں کی۔ آپ نے جس اسن انداز کے ساتھ مختلف مسائل کی بطریق اعتدال بیان فرمایا ہے یہ آپ ہی کا حصہ ہے: ذلک
فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

انشار اللہ کسی وقت تفصیلاً نقطہ نکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ دنیا و آخرت میں اپنی خصوصی رحمتوں
سے نوازے۔ حضور علیہ السلام کی شفقتیں نصیب ہوں اور ہم دین کی مزید خدمت کی توفیق نصیب ہو، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہم

والسلام

محمد خان قادری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمد الشاكرين والصلوة والسلام على خاتم
الطيبين سيد الانبياء والمرسلين اكرم الاولين والاخرين
حامل لواء الحمد يوم الدين اول الشافعين والمشفعين
صاحب المقام المحمود بين المحشورين الذي نطقه وحى
رب العالمين والذي خلقه معيار للحسن في الاولين والاخرين
رحمة للعالمين حبيب رب العالمين سيدنا محمد وعلى آله الطيبين
الطاهرين واصحابه الراشدين المهديين وازواجه الطاهرات
المطهرات امهات المؤمنين واولياء ائمة الواصلين الكاملين
وعلماء ائمة الراسخين من المفسرين والمحدثين والاشمة
المجتهدين اجمعين

کتاب الاقضية

فناء کا لغوی معنی علامہ اسماعیل بن عمار الجعفری لکھتے ہیں: "فناء کا معنی ہے حکم" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وقضی ربك الاقعدا و الا ایسا کہ "ہب کے رب نے یہ حکم دیا کہ تم من اسی کی عبادت کرو" اور یہ لفظ قرآنیت کے معنی میں بھی مستقل ہے۔ قضیت حاجتی "میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا" اور قضی تحریک کے معنی ہیں "مر گیا" اور کرنے اور پہنچانے کے معنی میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وقضینا الیہ ذلک الامر "ہم نے اس تک یہ حکم پہنچا دیا" قضیت ذیخی "میں نے اپنا فرض ادا کر لیا، اس کا معنی بنانا اور مقرر کرنا بھی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ققضهن سبعہ سموات فی یومین" اللہ تعالیٰ نے دو دن میں سات آسمانوں کو بنا دیا "وغیرہ وغیرہ" لے

علامہ سید زبیری نے بھی تقریباً بیانیہ معانی ذکر کیے ہیں لکھتے ہیں فناء کا معنی ہے حکم میں فیصلہ کرنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اولو اولیٰ اجل مسمیٰ لقضیٰ بینہم "اگر وقت مقرر نہ ہوتا تو ان کے درمیان حکم کا فیصلہ کر دیا جاتا" اور معنی امر کرنے کا معنی بھی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے شعرقضیٰ اجلا "مجموعی موت مقرر کر دی" وغیرہ وغیرہ لے
علامہ ابن منظور فرماتے ہیں: ان مجاز نے کہا ہے کہ لغت میں قاضی اس شخص کو کہتے ہیں جو معاملات میں فیصلہ کرنے والا اور حکم نافذ کرنے والا ہو، صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہذا اما قاضی علیہ محمد "یہ وہ ہے جس کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا" زہری نے کہا ہے کہ قضا لغت میں متعدد معانی میں مستقل ہے اور ان سب کا رجوع کسی شے کے منقطع اور پکڑ

۱۔ علامہ اسماعیل بن عمار الجعفری مترقی ۳۹۸ = البصاح ج ۶ ص ۲۲۶، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ سید محمد تقی عینی زبیری مترقی ۱۲۰۵ھ = تاج الکرسی شرح الفکر ص ۱۰۸، مطبوعہ المطبعة الخیر بیروت، ۱۳۰۶ھ

ہوئے کی طرف ہزنا ہے، ہر وہ چیز میں کوئی کم کر دیا جائے، ختم کر دیا جائے، ناقص کر دیا جائے، گلاہر دیا جائے، اس کے لیے تضاد کا فقہ تسلیم ہوتا ہے۔ لہ۔

تضاد کا شرعی معنی | فائدہ مالگویی میں نکاح سے القضاء قول ملزم بصدراعن ولایة جامعہ، جس شخص کو ولایت ملزم حاصل اور اس کا وہ حکم جو کسی پر کسی چیز کو لازم کر دے اس کو تضاد کہتے ہیں۔ لہ

ابن فرحون نے تضاد کی یہ تعریف کی ہے ہوا الاخبار عن حکم شرعی علی سبیل الا لزام۔ کسی حکم شرعی کو لازم اور واجب کرنے کے لیے بیان کرنا یا (تصیرہ الحکام ج ۱ ص ۱۲)

علامہ زین الدین ابن نجیم سختی لکھتے ہیں: نفع القدرین تضاد کی تعریف الزام دہی چیز کو لازم کرنا، کے ساتھ کی گئی ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے مگر کوئی کوئی نہ کرنا اور تضاد کا فیصلہ کرنا تضاد ہے، باطل العنان میں نکاح ہے اور جن میں جن کے ساتھ حکم کو تضاد ہے اور جن کی تفسیر یہ ہے کہ پیش آمدہ واقعہ میں وہ حکم دیا جائے جو کتاب اللہ صلیت متواترہ سنت مشورہ یا اجاز سے ثابت ہو یاں طور کا اس کے نزدیک کتاب یا سنت سے (خواہ خبر واحد ہو) یا قیاس سے اس حکم پر ایسی دلیل قائم ہو گئی ہو جس سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے، اگر اس کے نزدیک دلیل ظنی سے ایک حکم ثابت ہو جائے اور وہ اس کے خلاف فیصلہ کرے تو یہ تضاد باطل ہے۔ اسی طرح مسائل اجتہاد میں اگر اس نے ایسا فیصلہ کیا جو کسی امام کا مذہب نہیں ہے تو وہ تضاد بھی باطل ہے کیونکہ جن آثار اللہ کی آواز سے باہر نہیں ہے، اور اگر اس نے جس صریح کے خلاف اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا تو یہ تضاد بھی باطل ہے کیونکہ جس کے مخالف میں قیاس کرنا باطل اور فاسد ہے اور جس مسئلہ میں نص نہ ہو تو جو فاسد متحد ہے وہ اپنی رائے سے فیصلہ کرے دوسرے کے رائے سے فیصلہ نہ کرے اور اگر وہ کسی فقیر کا مقلد ہو تو امام اعظم کے نزدیک وہ پھر بھی اجتہاد کر سکتا ہے اور صاحبین منع کرتے ہیں اور ایک قول میں اختلاف اس کے برعکس ہے۔ اور مذہب کی مسئلہ اشکال واقع ہو تو اپنی رائے سے کام لے اور بہتر سے کہ فقہائے مشورہ کرے اور اگر ان سے اختلاف ہو تو اپنی رائے میں لے کرے لیکن تضاد میں جلدی نہ کرے۔ اگر فاسخ اجتہاد کا اہل نہیں ہے تو اگر اس کو صاحب کے اقرار یا دہن تو جس قول پر اس کا دل مطمئن ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے ورنہ اس شہر میں ہمارے تضاد (تضاد اخلاف) کے فتنے کی کے مطابق عمل کرے اور اگر اس شہر میں موت ایک فقیر ہو تو اس کے قول پر ہی عمل کر سکتا ہے، اور اگر اس نے جان بھر کر دوسرے امام کے مذہب پر فیصلہ کیا تو یہ تضاد باطل ہے اور اس وقت سے جب فاسخ خود اجتہاد کا اہل نہ ہو اور جب وہ خود اجتہاد کا اہل ہو تو دوسرے امام کے مذہب کے مطابق بھی فیصلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا اجتہاد اس امام کے اجتہاد کے موافق ہو، اور اگر اس نے نیا نیا یہ فیصلہ کیا تو وہ اس کو باطل کر سکتا ہے۔ اور جن روایات میں یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اس کو تضاد صحیح ہے اور صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ لہ

منصب تضاد کی فضیلت اور اہمیت | شمس اللہ شری لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے پر ایمان لانے کے بعد حق کے ساتھ فیصلہ کرنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علیہ بنا یا اور فرمایا: اخی جامع فی الاس حنفی خلیفتہ "ہم زین میں اپنا فیصلہ

لہ۔ مدار جمال الدین محمد بن محکم ابن منظور صری افریقی مترقی ۱۱، ۱۲، لسان العرب ج ۱۵ ص ۱۸۶، مطبوعہ مشرک ادب الحدیث قم ایران ۱۳۰۵
 لہ۔ ط نظام الدین مترقی ۱۱۵، فائدہ مالگویی ج ۳۵ ص ۳۶، مطبوعہ مطبعہ امیر بکری بمبئی ۱۳۱۰
 لہ۔ ملا زین الدین ابن نجیم صری حنفی مترقی ۱۰، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۵-۲۵۴، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر ۱۳۱۰

جانے والے ہیں۔ (ولقبوا ۳۰) اور حضرت مافوق علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔
 "اے داؤد! میں نے تم کو زمین میں خلیفہ بنا دیا" (ص ۱۶۲) اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور رسول کو حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دیا حتیٰ کہ خاتم الانبیاء
 علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ارشاد فرمایا: انا انزلنا التوراة فیما ہدای ونورنا بحکم جہا النبیون۔ "ہم نے تورات اور انجیل نازل کی زمین
 میں ہدایت اور نور کے ساتھ انبیاء و رسل پر" اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا حکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبعہم اھواءھم۔
 "اللہ تعالیٰ نے ہر حکم نازل کیے اس کے مطابق ان میں فیصلہ کیجئے اللہ ان کی عزامشات کے پیروی نہ کیجئے" (الانعام: ۸۸) اور یہ حکم ایسے ہی ہے کہ زمین کے
 ساتھ فیصلہ کرنے کی وجہ سے عدل کا اظہار ہو سکتا ہے اور عدل کے سبب سے آسمان اور زمین قائم ہیں نیز ہر صاحب عقل یہ چاہتا ہے کہ
 ظلم کو دور کیا جائے، ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے اور ہر حق دار کو اس کا حق پہنچایا جائے اور یہی حکم دیا جائے اللہ بڑا مہربان ہے اور اللہ تعالیٰ سے روکا جائے
 اسی شخص کے لیے انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی گئی تھی اور عقائد راشدین و راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اسی حق کی تکمیل میں لگے رہے۔
 امام محمد نے کتاب العقائد کے شروع میں اس امر پر حلی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو سعید اشعری رضی
 اللہ عنہ کی طرف لکھ کر یہ مجاہد و صلوات کے بعد واضح برقیہ نامہ لکھ کر بھیجا اور حضرت ابو سعید نے اس کی مدح و تحسین کی کہ یہ قرآنی تعلیمی سے اس
 میں شیخ کا اہتمام نہیں ہے، نہ شخصیں اور نہ انبیاء کی گمشدگی ہے اور سنت مشتبہ سے ان کو مابعد احکام و دین پر عمل کرنے کا وہ طریقہ جس کی
 اتباع کا ہر حال میں واجب ہے۔ لہ

عہد رسالت میں قضاء و کا نظام | لیکن میں تمام عقائد کے فیصلے خود جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم انجام دیتے تھے،
 آپ نے ہر مسئلہ کے نزاع و اختلاف میں فیصلہ دیا اور ان کے فیصلے کو ہی قضا کا حکم دیتے تھے جیسا کہ
 ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن العاص جاء رسول الله صلى
 الله عليه وسلم خصمان يختصمان
 فقال لهم واقض بينهما يا عمر فقال انت
 اولى بذلك هني يا رسول الله قال وان كان
 قال فاذا قضيت بينهما فمالي قال ان
 انت قضيت بينهما فاصبت القضاء
 فلك عشر حسنات وان انت اجتهدت
 فاختطأت فلك حسنة -^۱

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنا مقدم پیش کیا، آپ
 نے حضرت عمرو سے کہا: اسے مرو! ان کے درمیان فیصلہ کرو، حضرت
 عمرو نے کہا یا رسول اللہ! یہ فیصلہ کرنا تو میرے بجائے آپ کا منصب
 ہے، آپ نے فرمایا ہر چند کہ ایسا ہی ہے، حضرت عمرو نے کہا اگر میں
 ان کے درمیان فیصلہ کروں تو مجھے کیا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اگر
 تم نے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کیا تو تم کو وہی نیکیاں ملیں گی، اور اگر
 تم کو صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کے باوجود غلط لا حق ہو تو تم کو ایک
 نیکی ملے گی۔

یہ امام احمد روایت کرتے ہیں:

۱۔ حسن الاثر محمد بن احمد بن حنبل مؤرخ ۲۸۳ھ، المبیوط ج ۱۲ ص ۶۰-۵۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ
 ۲۔ امام ابن سنی مؤرخ ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

عن عقبہ بن عامر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا غیرانہ قال فان اجتمعت فاصبت القضاء فذلك عشرة اجور وان اجتمعت فافطحت فذلك اجرواحد۔ لہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے یہی اصل روایت دیکھی ہے۔ حدیث کا کئی روایت بیان کی ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ اگر تم نے اجتہاد سے صحیح فیصلہ کر لیا تو اس کو اس امر میں گناہ اور اگر تم نے اجتہاد کے بعد غلطی کر لیا تو اس کو ایک گناہ ہے گا۔

حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عقبہ بن عامر کے ان واقعات کو امام دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ لہ جب اسلام کی سرحدیں پھیل گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولیات بڑھ گئیں تو آپ نے اسلامی ملاقوں میں حیرت مہلک کام کو حاکم مقرر کر کے بھیجا اس وقت خضاع کا عیبرہ مشہور نہیں تھا اور علاقہ کے حاکم کے ہی ذمہ خضاع کے فرائض بھی ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت علی ابن ابیطالب حضرت مساذ بن جبل، حضرت ابو موسیٰ اشعری کو مین میں بھیجا اور حضرت عمار بن حمزہ کو مکران کا قاضی مقرر کیا۔ (المطالب العالیہ ج ۲ ص ۲۳۷) حضرت متقی بن یسار بھی مین میں تھے (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶) حضرت قتاد بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکران کا قاضی مقرر کیا (ادب القاضی لابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۱) حضرت وحید بھی کو مین کے ایک علاقہ کا قاضی مقرر کیا (ادب القاضی ج ۱ ص ۱۳۲) اور حضرت عمار بن الخطاب، حبیبہ بن ابی کبشہ حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاضیوں میں شمار ہوتا تھا (تراویح الادراریہ ج ۱ ص ۲۵۸)۔

علاء الدین تصدوق لکھتے ہیں: آغاز اسلام میں مغلغان خود فیصلے کرتے تھے اور منصب خضاع کی لہر کہ نہیں تقویٰ میں کرتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ منصب دوسروں کے سپرد کیا، آپ نے مدینہ میں حضرت ابو الدرداء کو نصیرہ میں شریح گزارا اور کوفہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر فرمایا۔ حضرت عمر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو فیصلہ کرنے کے بارے میں ایک خط لکھا آپ کا یہ خط بہت مشہور ہے اور احکام خضاع کے سلسلے میں ایک اساسی دستور ہے۔ حضرت عمر لکھتے ہیں:

حمد و صلوة کے بعد واضح ہو کہ فیصلہ کرنا ایک اہم فرض ہے اور یہ وہ سنت ہے جس کی پیروی کرنا واجب ہے، جب تہا ہے پاس کوئی مقدمہ لایا جائے تو اس کا ایسا فیصلہ کرنا ہے جو وہ ہے جس کو نافذ کیا جاسکے، مجلس خضاع میں لوگوں کے درمیان مسامحت رکھو تاکہ ہمیں تباہی سے بچا جائے اور امید نہ رکھے اور غریب تہا سے انصاف سے نائید نہ ہو، ہمدی کے ذمہ ثبوت پیش کرنا ہے اور ہمدی علیہ پر تم ظلم ہے۔ مسلمانوں کے درمیان صلح کرنا مانوس ہے البتہ اس صلح جائز نہیں ہے جو صلح کرمال اور حلال اور حلال کو صلح کر دے، اگر کوئی تم کوئی فیصلہ کرے کہ اللہ آج اس میں خود کے بعد تم پر خون رنجی واضح ہو گیا ہے، تو اس کا کیا برا فیصلہ تمہیں جن کی طرف رجوع کرنے سے رکاوٹ نہ بنے، یہ کہ کوئی تہا ہے اور باطل میں جو رہے، جن کو اختیار کرنا واجب ہے، جس چیز کی نظیر تمہیں قرآن اور سنت میں نہ ملے تو اس کے مثال اور نظائر پر قدم نہ دو اور ان نظائر پر قیاس کر کے اس چیز کا فیصلہ کرو، اگر کوئی کسی غیر موجود چیز کا یا کسی میثاق کی شہادت کا یا کوئی شہادت کا یا کوئی شہادت کا یا کوئی شہادت سے آئے تو اس کا قیاس کے حوالے کر دو، ورنہ اس کے خلاف فیصلہ کر دو، کیونکہ شک اہتمام کو دیکھنے کا اسی سے بہتر ہے کوئی صورت نہیں ہے۔ سب مسلمان آپس میں ایک اور عدل میں ماسوا اس شخص کے جس پر حد جاری ہو چکی ہو یا مہم کی جھڑپ شہادت ثابت

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ مکتب اسلامیہ بیروت، ۱۳۶۸ھ

۲۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۰۳، مطبوعہ مکتب المدینہ بیروت۔

عن بريدة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال القضاة ثلاثة ثلاثة واحد في الجنة واثنان في النار فاما الذي في الجنة فرجل عرف الحق فقتضى به ورجل عرف الحق فجار في الحكم لغيره في النار ورجل قضى للناس على جهل فهو في النار

ما تظاہر ایمنی بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ليا تين على القاضي العدل يوم القيمة ساعة يتمنى ان لم يقض بين اثنين في ترة قط لرواه احمد و استاده حسن و رواه الطبراني في الاوسط

عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما من امير عشرة الا يوق به يوم القيمة مغلولاً لا يفك الا العدل - رواه احمد و رجاله رجال الصحيح

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان قاضياً فقتضى بعامل من اهل النار ومن كان قاضياً عاملاً لم يقض بحق او بعدل سأل تغلب كفافاً فما ارجوا بعد هذا رواه الطبراني في الكبير والوسط واليزار و احمد كلاهما باختصار و رجاله

حضرت بريدة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاضیوں کی تین قسمیں ہیں ایک جنت میں ہوگا اور دوسری جہنم میں ہوں گے۔ جنت میں وہ شخص ہوگا جس کو حق کا علم ہوگا اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے گا اور جس شخص کو حق کا علم ہو اور پھر وہ فیصلہ نہیں دے کرے وہ جہنم میں ہوگا اور جو شخص نیک علم کے لوگوں کے فیصلے کرے وہ بھی جہنم میں ہوگا۔

حضرت ماہر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن تاحی عامل پر یقیناً نیک ایسے گروہی آئے گی جن پر یہ یقینا کرے گا کہ اس نے وہ آدمیوں کے درمیان ایک مجبور کا بھی فیصلہ دیا ہو۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور اس کو امام طبرانی نے بھی 'اوسط' میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دن آدھریوں کا بھی امیر رہا ہوگا اس کے لئے یہی قیامت کے دن طوق ڈال کر لایا جائے گا اور اسے عدل کے سوا کوئی نہیں چھڑا سکے گا، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قاضی ہو اور نیک علم کے فیصلے کرے وہ جہنم میں سے ہے اور جو قاضی عالم ہو اور عدل سے فیصلے کرے وہ یہ سوال کرے گا کہ اس کے ساتھ جو امیر ہو جو عدل کر دیا جائے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ اس حدیث کو سننے کے بعد میں تضا کی خواہش نہیں کرتا۔ امام طبرانی نے اس کو صحیح روایت میں روایت کیا ہے اور امام احمد اور امام بخاری نے اس کا حوالہ سے

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مترقی ۲۵۰، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۷۰، مطبوعہ مطبع مہتابی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۲۔ حافظ ذوالعین علی بن ابی بکر الجعفی مترقی ۸۰۰، سنن الاذہب ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

۳۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۳-۱۶۲

ثقات علیہ

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من حاکم یحکم بین الناس الا جاء یوم القیمة وملك آخذ بقفاہ ثم یرفعہ ما امر الی السماء فان قال القہ القاہ فی مہواتہ اربعین عریقاً علیہ

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی روایت کی ہے۔ ۳۵
امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقضی القاضی الا وهو شبعان ریان۔ ۳۶

روایت کیا ہے اور اس کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا قیامت کے دن ایک زشتے اسی لگائی کہ پوچھ کر لائے گا پھر اس کا سر اس کی طرف بلند کرے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی چھبیک دو تودہ اس کو چالیس سال کی گہرائی تک جنم کے گوشے میں چھبیک دے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قاضی حکم میرا اور میرا ہر صورت اسی وقت فیصلہ کرے۔

سلف صالحین کا منصب قضاہ کو قبول کرنے سے گریز
ان احادیث کی بنا پر اکثر سلف صالحین سے منقول ہے کہ وہ منصب قضاہ کو قبول کرنے سے گہرا تھے اور ہزاروں شقیں اور صعوبتیں برداشت کرتے لیکن قضاہ کا مہرہ قبول نہیں کرتے تھے، امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز عادل قاضی کو (خدا کے حضور) پیش کیا جائے گا جس کو اپنے سخت حساب و کتاب کا سامنا ہوگا۔ وہ یہ تنا کرے گا کہ کاش اس نے فریقین میں کوئی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔ اسے اس حدیث میں عادل قاضی کے خوف حساب کا ذکر ہے اور جب عادل قاضی کا یہ حال ہوگا تو ظالم قاضی کا کیا حشر ہوگا؟

امام نصاب ذکر کرتے ہیں کہ حضرت مسعد بن صوحان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مقام ذی قاریں طرب (پیارا لگ چوٹی) پر کھڑے ہو کر ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا، لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "قیامت کے دن ہر عالم اور قاضی کو قیام پر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پھر فرشتے رہلایا اور ماتحت لوگوں کے ساتھ اس کے طرز عمل کے بارے میں اس کے نام اعمال کا اعلان کریں گے۔ خواہ وہ عالم یا قاضی عادل ہو یا ظالم اور وہ جمع عام میں اس کا اعمال نامہ پڑھ کر سنائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و یوم یقوہم الاشہاد" (سورۃ احقاج) میں دن گواہ گواہی دینے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ اگر وہ عالم یا قاضی عادل تھا تو اس کے عدل و انصاف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے گا اور اگر وہ ظالم تھا تو اس کی مرطاس کی وجہ

۱۔ ماحظہ الدین علی بن ابی بکر البیہقی مشرقی۔ ۸۰ھ، جمع الزوائد، ۴۵ ص ۱۹۳۔ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۱۴۰۲ھ

۲۔ امام ابو عبد اللہ رحمہ اللہ بن زبیر ابن ماجہ مشرقی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ میں ۱۶۸، مطبوعہ مطبعہ مکتبائی پاکستان لاہور، ۱۳۰۴ھ

۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی مشرقی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ۴۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۴۔ سنن دارقطنی ۴۵ ص ۲۰۶

۵۔ امام احمد بن حنبل مشرقی ۲۴۱ھ، مستدرک ۶ ص ۷۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

سے اس قدر لرزے لگا کہ اس کے جسم کے اعضاء بکھر سوسو میل کے فاصلوں پر جا گریں گے

اس مضمون کی حدیث علامہ امین نے امام ابوہریرہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔ لہٰذا اہل عقائد ظہیمی نے بھی اس مضمون کی حدیث امام طبری کے حوالے سے بیان کی ہے۔

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ منصب تضاد سے گریز کرنا چاہیے امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ابوہریرہ کو منصب تضاد منجھانے کی دعوت دی گئی تو وہ شام کی طرف ہجرت گئے۔ اتفاق سے اسی دوری وہاں کے تاقی صاحب ہی سمزول ہوئے تھے، وہاں سے ہجرت کرنا یاد پہنچنے پر بارہویج کراؤنوں نے کہا: "تاقی وہ دیا میں تیرے مالے کا نام ہے جو سکتا ہے وہ تیرے تیرے دیا میں فرق ہو جائے؟" لہٰذا

ابوہریرہ کے اس قول کی تشریح یہ ہے کہ بالعموم دیا میں تیرے مالے کا انجام ہلاکت ہوتا ہے، سلامتی اور نجات تو خداوند قادر مہربان ہی ہے، اس طرح منصب تضاد قبول کرنے والا بھی بالعموم ہلاک ہو جاتا ہے اور خداوند قادر ہی نجات پاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوہریرہ کو ابوہریرہ کا یہ قول پہنچ گیا تھا کیونکہ انہوں نے ہی امام ابوہریرہ سے کہا تھا: "اگر مجھے تیرا دیا ممبر کرنے کے لیے کہا جائے تو کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟"

امام دیکھ لکھتے ہیں: حکم بن ابیہرہ نے منصب تضاد پر ہاتھ رکھنے کے لیے ایک ۳۰ صحت کو حکم نامہ لکھا، ابوہریرہ اور ابوہریرہ نے یہ عرض کی ہے کہ انہوں نے مجھے خط لکھا ہے کہ اگر کیا کہ میں میرا بھی نام ہے ابوہریرہ نے کہا کہ اس دنیا میں میری ساری چیزیں یہ گورہ ہے اگر واقعی انہوں نے مجھے تاقی مقرر کیا ہے تو میں اس گورہ سے پرسوار ہو کر روپوش ہو جاؤں گا۔

علامہ زہری لکھتے ہیں کہ تاقی شریک نے کہا تھا تو انہوں نے کہا کہ اسے، دو کڑیوں (یعنی دو گروہوں) کی مدد سے اس کو دو گروہوں میں اس کی تشریح یہ ہے کہ جب فریقین میں تاقی کے سامنے بیٹھتے ہیں تو ان کی کراچی تاقی کی طرف ہوتی ہے اس کو چاہیے کہ وہ دو گروہوں کی مدد سے اپنی ذات کو اس سوزش و حرارت سے محفوظ رکھے، اگر اس نے گروہوں کی گواہی کی بنا پر فیصلہ کیا تو اس نے اپنی ذات کو بچانے سے بچا اور اگر اس نے اس کے برعکس فیصلہ کیا تو اس نے اپنی ذات کو جلا دیا۔

عبدالرحمان بن غنم اشعری فرماتے ہیں کہ زمین کے حاکم پر توفیق ہے جو اس دن سے نہ ڈرے جب آسمان کا حاکم اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ البتہ (رد بقیاست) ایسا حکم (تاقی) بھی ہو گا جس نے عدل و انصاف اختیار کر کے حق کے مطابق فیصلہ کیا، انسانی خواہشات اور قربتِ دلی کی بہت سی نظر نہیں رکھا اور وہ ۵۰ چاندھوں کی وجہ سے فیصلہ کیا بلکہ اللہ کی کتاب کو پیش نظر رکھا۔ لہٰذا سفیان ثوری کو منصب تضاد کے لیے بلایا گیا تو وہ بیہوشی جاکر چھپ گئے اور وہیں فوت ہو گئے، امام ابوہریرہ وہ ہاتھ کوڑے لگائے گئے اور تین بار قید میں ڈالا گیا لیکن آپ نے منصب تضاد قبول نہیں کیا حتیٰ کہ قید خانہ میں ہی آپ فوت ہو گئے۔

۱۔ علامہ مستحق بن حاتم الدین ہندی برانہری سنی ۱۰۵، ۱۰۶، کنز العمال ۲۷۵ ص ۲۰، مطبوعہ مکتبۃ الرسالہ بیروت، ۱۳۰۵ھ

۲۔ حافظ جمال الدین ابوہریرہ مدنی بیروت ظہیمی سنی ۱۰۴ ص ۱۰۳، نصب الملہ ۲۶ ص ۶۶، مطبوعہ مجلس ملی شہرت ہند، ۱۳۵۰ھ

۳۔ امام ابوہریرہ مدنی بیروت سنی ۱۰۵ ص ۱۰۶، سنن کبریٰ ۱۰۶ ص ۱۰۶، مطبوعہ مکتبۃ الرسالہ بیروت

۴۔ امام دیکھ تاج محمد بن خلف جہان سنی ۳۰۶ ص ۱۰۱، اخبار القضاة ۱۵ ص ۲۳-۲۲، مطبوعہ مکتبۃ الرسالہ بیروت، ۱۹۲۰ھ

۵۔ شمس الدین محمد بن احمد بن حنفیہ سنی ۴۸۳ ص ۱۱۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۱۹ھ

۶۔ امام ابوہریرہ مدنی بیروت سنی ۱۰۵ ص ۱۰۶، سنن کبریٰ ۱۰۶ ص ۱۱۱، مطبوعہ مکتبۃ الرسالہ بیروت

قرآن مجید کی روشنی میں منصب قضاء قبول کرنے کا بیان | اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

يَا دَاوُدَ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ
فَاَحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

(ص: ۲۶۱)

وَان حَكْمَتُ
بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يَحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ

(مائتہ ۳۲۵)

يَا اِيْهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ
بِالْقِسْطِ - (نساء: ۱۳۵)

وَلَا يَجْرِمُكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اِنَّ
لِلّٰهِ لَتَعْدُوْا اَعْدُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى -

(مائتہ ۸۱۵)

وَاقْسُوْا اِنَّ اللّٰهَ يَحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ

(حجرات: ۸۱)

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى

(انعام: ۱۵۲)

وَ اِذَا حُكِمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اِنَّ تَحْكُمُوْا

بِالْعَدْلِ - (نساء: ۵۸)

احادیث کی روشنی میں منصب قضاء قبول کرنے کا بیان |

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود قال قال النبي صلى
الله عليه وسلم احسد الالف اثنتين رجلا اتاه
الله مالا فلنسلطه على هلكته في الحق ورجل
اتاه الله الحكمة فهو يقضي بها ويعلمها به

امام احمد روایت کرتے ہیں:

سے داد فرما ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنا یا ہے تو تم
لوگوں میں حق اور انصاف کے ساتھ فیصلے کرو اور خواہشات کی پیروی
نہ کرو

اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل کے ساتھ
فیصلہ کریں، ایسے ٹھیک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو محبوب
رکھتا ہے۔

اسے ایمان والوں اور انصاف پر اچھی طرح قائم رہنے والے
ہو جاؤ۔

کسی قوم سے عداوت تم کو اس پر برا سمجھتے کہ تم کو عدل
دکرو، تم (میش) عدل کرتے رہو کیونکہ وہ خدا عرفی کے نیاہ
قریب ہے۔

اور انصاف کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں
کو بہت محبوب رکھتا ہے۔

اور جب تم کچھ کہو تو حق بات کہو، خواہ تیار قریشی رشتہ دار
ہو۔

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ
فیصلہ کرو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحت و آدمیوں پر رشک کرنا ہمارے
ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اس کو حق کے
راستوں میں خوب چرنا ہے۔ دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا
وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

ظل الاظلمہ الامام العادل، وشاب نشأ
بعبادة الله، ورجل قلبه معلق في المساجد
ورجلان تما با في الله عز وجل اجتماعا
عليه وتفرقا عليه، ورجل دعت امرأتها
ذات منصب وجمال، فقال اني اخاف
الله ورجل تصدق فاحقا ما حق لا تعلم
بيئته ما تتفق شماله - ۱۰

نہیں ہوگا اس دن ملت ٹھنی اشرکے ملنے میں ہوں گے، انصاف
کرنے والا امام، وہ نوجوان جس کی شہرہ وفاقا اشرک کی عبادت میں ہوئی۔
وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے، وہ وادوسی جو اشرک کی وجہ سے
آپس میں محبت رکھتے ہوں، اشرک کی وجہ سے ملنے ہوں اور اس کی
وجہ سے جہلا ہوتے ہوں، وہ شخص جس کو کسی مسیبن اور با اختیار ملت
نے لگنا ہوگی، دعوت دی اور اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں وہ
شخص جس نے چپکار صدقہ کیا حتیٰ کہ دائیں اشرک کو پتا نہ چلا کہ بائیں
ہاتھ سے کیا خرچ کیا ہے۔

ما نظرت لبي لم يرني في حوائج من يان کرتے ہیں:
عن ابن عباس قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم يوم من امام عادل
افضل من عبادة ستين سنة وحد
يقام في الارض بحقه اذكي فيها من مطر
اربعين يوما - ۱۱
ام سلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصاف کرنے والے امام کا ایک
دن ساتھ سال کی عبادت سے افضل ہے اور زمین پر حد درجہ قائم کرنا
چالیس سال کی بارش سے زیادہ پاکیزگی اور سخاوت کرنے والا
ہے۔

عن عبد الله بن عمر ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال: ان المقسطين
في الدنيا على منابر من نور، عن يمين
الرحمن وكلتا يدي يمين الدين
يعدلون في حكمهم واهلهم وما
وتوا ۱۲
ام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں عدل وانصاف کرنے والے
قیامت کے دن) رحمان کی دائیں جانب نور کے منبر پر بیٹھیں
گے اور اشرک کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو حکم کرتے
وقت انصاف کرتے ہیں، اپنے اہل و عیال اور جو کام ان کے سپرد
ہوں۔ ان میں انصاف سے کام لیتے ہیں (بجانب کسی کی مدد و ماریت نہیں
کرتے)

عن ابن سعياد قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم ان احب الناس الى الله يوم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک

۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ امام ابو سعید محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ۱/۱۱۱، مطبوعہ دار الفکر للطباعة والنشر، الطبعة الاولى ۱۳۸۱ھ
۱۳۔ حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن بروت ذہبی متوفی ۴۷۲ھ، نصب الراية ۲/۲۴۵، مطبوعہ مجلس علمی سورۃ بند، ۱۳۵۰ھ
۱۴۔ امام ابو یوسف بن مسلم بن حماد قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ۲/۱۳۱، مطبوعہ دار الفکر للطباعة والنشر، الطبعة الاولى ۱۳۵۵ھ

سب سے زیادہ مجرب اور سب سے زیادہ اسی کے قریب دوش
ہو گا جو نقصان کرنے والا حکم ہو اور اللہ کے نزدیک سب سے بخیر
اور سب سے دیکھ دہشٹی ہو گا جو عظیم کرنے والا حکم ہو۔

القیمة وادناہم مجلسا امام عادل وایقظ
الناس الی اللہ وایعدہم معہ مجلسا امام
جاش ربیعہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قاضی کے لیے ایک دن کے مالداد فیصلہ کرنے کا اجر اس شخص کے اجر سے زیادہ ہے کہ کتاب
جو اپنے گم رہی ساتھ یا ستر سال ناز پر مختار ہے۔ نیز حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: قاضی کے انصاف کی وجہ سے مسلمانوں کے گروں میں غیر
اور بھلائی پہنچ جاتی ہے کیونکہ عدل و انصاف کی وجہ سے ان پر باران رحمت کا نزول ہوتا ہے جبکہ قاضی کے ظلم کی وجہ سے وہ قحط کا شکار
ہو جاتے ہیں اسی لیے قضا کے مالداد فرماؤ کہ قاضی جملہ مسلمانوں کے ساتھ ہے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مالداد فیصلہ خلق
کی فریادوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے سے روک لیتا ہے۔ اور غیر مالداد فیصلہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تک براہ راست شکایات کا سلسلہ شروع
جاتا ہے۔

منصب تھا قبول کرنے کا حکم امام حسان فرماتے ہیں ہمیں بہت کی ایسی عادت ملی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ منصب قضا
قبول کرنا ایک ناپسندیدہ امر ہے، ایسی صالح اور نیک حضرت نے اس منصب کو قبول کیا
اور کچھ صالح و نیک حضرات ایسے ہی ہیں جنہوں نے اس سے اجتناب کیا کیونکہ اس منصب کو قبول کرنا دین و دنیا میں جلائی کا موجب ہے۔
اور ان میں سے کچھ یہ منصب قبول کر لیں تو یہ امام حسان کا یہ قول اس صورت پر محمول ہے جب کسی شہر میں بہت سے نیک اور صاحب علم
حضرات موجود ہوں اگر ان میں سے کوئی ایک شخص یہ منصب قبول نہ کرے تو وہ گنہگار نہ ہوگا اور اگر کسی شہر میں صرف ایک اہل شخص ہو
جو نیک اور صاحب علم ہو اور پھر بھی وہ اس منصب کو قبول نہ کرے تو وہ گنہگار ہوگا۔

اگر کسی شہر میں بہت سے نیک اور صاحب علم لوگ ہوں اور وہ سب اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کریں اور صاحب وقت
میں بذات خود مقدمات کے فیصلے نہ کرنا ہو تو وہ سب نیک گنہگار ہوں گے، کیونکہ اس صورت میں احکام الہی کی تعمیل نہیں ہوگی اور اگر سب
لوگ اس منصب سے کنارہ کشی کرتے ہوئے ایک جاہل آدمی کو یہ منصب تفویض کر دیں تو وہ سب نیک گنہگار ہوں گے کیونکہ جاہل
شخص احکام الہی کی دجیمان بکچھ دے گا۔ علامہ ابن ہمام نے ہزاروں کے حوالے سے لکھا ہے کہ منصب قضا کو قبول کرنا فرض کفایہ ہے
عہدہ قضا کی مذمت میں وارد احادیث کا محمل علامہ ابو الحسن علی بن عیسیٰ لکھتے ہیں: منصب قضا کو قبول کرنا فرض

کرنے والا واجب ہے اور اگر شہر میں صرف ایک شخص تھا کہ اہل ہوس میں قضا کی شرط پائی جاتی ہوں تو اس پر اس منصب کو قبول کرنا واجب
ہے اور اگر وہ قضا قبول نہ کرے تو اس کو قضا قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

اکثر علماء اور مستفتین نے منصب قضا سے استراذ کو بیان کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے اور منصب قضا سے احوال اللہ فرسک
بہت فضیلت بیان کی ہے حتیٰ کہ بہت سے فقہاء اور صاحبین کے دماغوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جس نے منصب قضا کو قبول کر لیا اس
کا دین غلو میں پڑ گیا اور اس نے اپنے آپ کو بلاکت میں ڈال لیا یہ بات بالکل غلط ہے اور اس سے رجوع اور توبہ کرنا واجب ہے

۵۔ امام ابو یوسف کا صحابہ میں ترمذی متوفی ۲۲۹ھ، جاش ترمذی ص ۲۱۱-۲۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت کتب کراچی

۶۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۲۲۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۵۹، مطبوعہ مکتبۃ فریب رضویہ مکر

لیکن اس منہج منصب کی تخلیق کرنا ضروری ہے، انبیاء علیہم السلام کی سنت کے متعاضد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عظیم تک اہل کا حق پہنچایا جائے، اللہ تعالیٰ کی مدد و کرم قائم کیا جائے اور عدل و انصاف کو جھیلنا جائے اور اس عدل و انصاف کو وہ بھی جس سے زمین و آسمان نام ہیں، تو ان مجید اور احادیث صحیحہ میں تضاد کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے (جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں) اور جن احادیث میں تاضیروں پر وہی تاکید ہے وہ ظالم اور جاہل تاضیروں سے متعلق ہیں اور جس حدیث میں ہے: "جس شخص کو تاضی بنا دیا گیا اس کو نیز جہمی کے ذریعہ کر دیا گیا۔" (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارکنی وغیرہ) بسن علماء نے کہا اس حدیث میں منصب تضاد کو قبول کرنے سے اجتناب اور احتراز کی ہدایت دی گئی ہے اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث منصب تضاد کی عظمت اور فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ جو شخص منصب تضاد کو قبول کرتا ہے وہ اپنے نفس اور اپنی خواہشات سے جہاد کرتا ہے اور جو شخص حق اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ گویا راہ حق میں بغیر چھری کے ذریعہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ جو شخص حق اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرتا ہے تو اہل ہوا اور باطل پرست اس کے دشمن ہو جاتے ہیں یہی گہمی تاضی کا فیصلہ کسی بہت مالدار اور صاحب اثر و شوخ کے خلاف ہوتا ہے اور کبھی اس کا فیصلہ حکومت وقت کے خلاف ہوتا ہے اور ان کے خلاف فیصلہ کرنا اپنی جان، مال اور عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور انکار دین سے کھینٹا ہے، یہیں تاضی حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کر کے راہ حق میں ذریعہ ہو کر شہداء کے ساتھ داخل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابیطالب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت متعلق بن یسار رضی اللہ عنہم کو تاضی مقرر کیا، ہنسنا تضاد سے بچنے کے بارے میں جو احادیث ہیں وہ ظالمانہ فیصلے اور عوازش نفس کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تاضیروں کی تین قسمیں ہیں، دو قسم کے تاضی جہنم میں جائیں گے اور ایک تاضی جنت میں جائے گا۔ جو تاضی حق کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ جنت میں جائے گا، اور جو تاضی عداوت سے انصاف کر کے ظالمانہ فیصلہ کرے گا وہ جہنم میں جائے گا اور جو تاضی جہالت سے فیصلہ کرے گا اور اہل علم سے پوچھنے میں عاجز ہو کر فیصلہ کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ یہ حدیث ظالم اور جاہل تاضی کے متعلق ہے لیکن جو شخص حق اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرنے کی کوشش کرے اور کوشش کے باوجود اس کو فیصلہ میں عداوت لاحق ہو جائے وہ مجرم نہیں ہے بلکہ اس کو بھی اپنی کوشش کرنے کا ایک اجر ملے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد کرے اور صحیح فیصلہ پہنچ جائے تو اس کو دواہر شے ہیں اور اگر وہ غلط فیصلہ پہنچے تو اس کو ایک اجر ناسے، قرآن مجید میں ہے:

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمُونَ فِي الْحَرَّةِ
إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحَكْمِهِمْ
شَاهِدِينَ ۚ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۗ وَكَلَّمَا
إِتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا۔

(انبیاء: ۷۸-۷۹)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ
سُبُلَنَا ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ۔

(العنکبوت: ۶۹)

وہ لوگ جو ہماری رضا و موافقت میں جدوجہد کرتے ہیں، ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھائیں گے اور بنے شک اللہ تعالیٰ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

عہدہ قضاء سے خلف صالحین کے گریز کی توجیہ اور جس شخص نے عہدہ قضاء قبول کر لیا اس نے اپنے آپ کو کثرت

کے لیے پیش کر دیا کیونکہ جو شخص اس میں مبتلا ہو جائے اس کا نجات پانا بہت مشکل ہے اور ابرو تیار نہ کر کے کہا کہ جو حقانی علم ہوا اس کا مثال سمندری تیرنے والے کی طرح ہے اور کونگ ہی تیر کر سمندر کو عبور کر سکتے ہیں، اور بعض ائمہ نے کہا کہ متین کا شاہدہ تھلے سے دیکھ رہا ہے اور ایک جماعت کو جب عہدہ قضاء تفویض کیا گیا تو وہ اپنا شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور منصب قضاء قبول کرنے کی بجائے انہوں نے اذیتیں برداشت کرنے کو اختیار کر لیا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بہت تکلیفوں، مصورتوں اور اذیتوں کو برداشت کیا اور عہدہ قضاء قبول نہیں کیا اور ابرو تیار پانا شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور عہدہ قضاء قبول نہیں کیا۔ ان تمام بزرگیوں کے اقوال کا مٹل ہے کہ جس شخص میں منصف ہو اور جہاد حق سے اپنی ملانے کا اہلار نہ کر سکتا ہو اور جو شخص مستقل مزاجی سے فراموشی قضا کو انجام نہ دے سکتا ہو وہ شخص عہدہ قضاء قبول نہ کرے اس طرح وہ شخص بھی اس عہدہ کو قبول نہ کرے جو عملی وجہ البصیرت پر سمجھتا ہو کہ وہ عہدہ قضاء کا اہل نہیں ہے خواہ لوگ اس کو اس عہدہ کا اہل سمجھتے ہوں۔ لہ

فرضیت قضاء کا بیان ملک العلماء علامہ کاسانی صنفی کہتے ہیں: قاضی کو مقرر کرنا فرض ہے کیونکہ قاضی کو ایک فرض کے قائم کرنے کے لیے مقرر کیا جاتا ہے اور وہ فرضی قضاء ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (ص ۶۶۱) اسے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تو تم لوگوں میں حق اور انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ اور ہمارے ہی حکم عمل اللہ تعالیٰ ملید و سلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاحكم بينهم بما انزل الله (نمائہ: ۴۸) آپ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ (کتاب یعنی قرآن مجید) کے مطابق فیصلے کیجئے اس سبب سے فرضی کو قائم کرنے کے لیے قاضی کو مقرر کرنا فرض ہے نیز اس میں اتفاق ہے کہ سربراہ مملکت کا تقرر کرنا فرضی ہے، کیونکہ اس کی فرضیت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے، کیونکہ احکام نافذ کرنے، ظالم سے مظلوم کا حق دلانے اور عقوبات کا فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے اور ان امور کو سربراہ مملکت ہی قائم کر سکتا ہے اور یہ چیز بجا پڑنے مسلم ہے کہ سربراہ مملکت خود تمام مقدمات کا فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ تمام ملائق کا خود بنفس نفیس انتظام کر سکتا ہے اس لیے ان امور کو قائم کرنے کے لیے اس کے نائب اور قائم مقام کی ضرورت ہے۔ اور وہ قاضی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف شہروں میں قاضیوں کا تقرر فرماتے تھے۔ سو آپ نے حضرت مسابذ بن جہل رضی اللہ عنہ کو اس کا قاضی مقرر فرمایا اور حضرت قتاد بن عبید رضی اللہ عنہ کو کھجور کا قاضی مقرر فرمایا پس قاضیوں کا تقرر کرنا امام کی ضروریات میں سے ہے اس لیے فرضی ہے، امام محمد نے اسی کو فرضی حکم فرمایا ہے کیونکہ اس حکم کے منسوخ ہونے کا احتمال نہیں ہے کہ اس حکم کا جب نقل سے ہے اور حکم عقلی منسوخ ہونے کا احتمال نہیں رکھتا۔ لہ

۱۔ علامہ ملاز الدین ابوالحسن علی بن عمیر طرابلسی صنفی میں الامام ص ۹۰، مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۔ کتب العلماء علامہ ابوبکر بن سورو کاسانی صنفی سنہ ۵۸۰ھ، جلد ۱ صفحہ ۷۵، ۷۶ مطبوعہ ایچ، ایم سنید انڈیا کتب خانہ لاہور، ۱۳۰۰ھ

تقاضیوں کی تین قسمیں ہیں ایک تاقاضی جنہم میں جلتے گا اور دو جنہم میں۔ جو شخص صاحب علم ہو اور وہ اپنے علم کے مطابق فیصلے کرے وہ جنت میں جائے گا اور جو شخص علم کے باوجود علم کے خلاف فیصلے کرے وہ جہنم میں جلتے گا اور جو شخص جاہل ہو اور جہالت سے فیصلے کرے وہ جہنم میں جائے گا۔ البتہ ہمارے نزدیک جاہل کو تفضلہ کا منصب توغزلین کو نانی لغیرہ جائز ہے۔ کیونکہ وہ علم سے قناری حاصل کر کے حق اور انصاف کے مطابق فیصلے کر سکتا ہے۔ لیکن یہ فیصلہ غیر ہے۔ اسی طرح ہمارے نزدیک وہ ظالم اور جابر جو شرع سے متجاوز نہ ہو اس کا تقویٰ نہیں ہوتا ہے اور اس فیصلے نافذ ہو جائیں گے اور ہمارے نزدیک اس کی شان بیع فاسد کی طرح ہے۔

ہمارے نزدیک منصب تفضلہ کے لیے عدالت (یعنی اور پرہیزگاری) بھی شرط نہیں ہے البتہ یہ کمال اور استخفاف کی شرط ہے لہذا ناسن کو منصب تفضلہ کی توغزلین کرنا جائز ہے اور اس کے فیصلے نافذ ہو جائیں گے بشرطیکہ وہ عدل شرع سے متجاوز نہ ہو اور لام شافی کے نزدیک ناسن شخص کو تاقاضی بنا مانا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک ناسن شخص شہادت کا ال نہیں ہے اس لیے وہ تفضلہ کا بھی اہل نہیں ہے اور ہمارے نزدیک ناسن شخص چونکہ شہادت کا ال ہے اس لیے وہ تفضلہ کا بھی اہل ہے لیکن ناسن شخص کو یہ منصب سزا نہیں چاہیے کیونکہ تفضلہ بہت بڑی امانت ہے۔ لوگوں کے اموال، عزتیں اور جاہیں یہ سب تاقاضی کی امانت میں ہوتی ہیں۔ اس لیے ان امانتوں کے حقوق وہی شخص ادا کر سکتا ہے جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں کامل ہو۔ البتہ نانی لغیرہ ناسن کی تفضلہ جائز ہے اس لیے اگر اس کو تاقاضی بنا دیا گیا تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے لیکن یہ فیصلہ غیر ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں مذکور بالا شرائط اہمیت تفضلہ کے جواز کی شرائط ہیں اور فضیلت اور کمال تفضلہ کی شرط یہ ہے کہ تاقاضی جاہل اور ظالم اور انتقام حکام مشرعی کا عالم ہو، اور اس کا علم عدل اجتہاد کو پہنچا ہو، نیز وہ لوگوں کے حق اور معاملات کو جاننے والا ہو، ایک اور پرہیزگار ہو، اس پر کسی حکم کی اہمیت نہ ہو اور وہ کسی حکم کو لاچلے نہ رکھتا ہو کیونکہ لوگوں کے درمیان حق اور انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے کا نام تفضلہ ہے اور جو شخص ان اوصاف کا حامل ہوگا وہ حق اور انصاف کے ساتھ ہی فیصلے کرے گا۔

ہم نے منصب تفضلہ کی شرائط بیان کی ہیں وہ دروغوں میں حکم بنانے کی بھی وہی شرائط ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے: فابحسوا حکمًا من اہلہ وحکمًا من اہلہا" ایک حکم وہی طرف سے ہے جو ایک حکم دوسری طرف سے "سو ان دو حکموں کا حکم تاقاضی کے درجہ میں ہے البتہ یہ سب ذیل صورتوں میں تاقاضی سے مختلف ہے۔

(۱) حدود اور قصاص میں ان کا حکم صحیح نہیں ہے۔

(۲) حکم دین سے پہلے ان کی حاکمیت لازم نہیں ہے البتہ حکم دین کے بعد ان کا فیصلہ لازم ہو جاتا ہے۔

(۳) اگر کسی اجتہاد ہی مسئلہ میں حکم دین اور تاقاضی کے پاس وہ حکم لے جایا جائے تو تاقاضی اپنے اجتہاد سے ان کا حکم نفع کر سکتا ہے بلکہ تاقاضی میں مقدمہ کا فیصلہ کرے وہ فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔

مقدمات کے فیصلوں کی بنا اور معیار شرعی اور حق اور انصاف کا معیار یہ ہے کہ وہ فیصلہ دلائل شرعی کی بنیاد پر ہو۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

مقدمہ کا فیصلہ باوجود دلیل قطعی پر بھی ہر بائیں طور کہ اس کی بناء قرآن مجید کی نص صریح یا حدیث متواتر، حدیث مشہور، یا اجماع پر ہو یا وہ فیصلہ ایسی دلیل سے کیا جائے جو قرآن مجید کا کسی آیت یا حدیث متواتر یا حدیث مشہور، خبر واحد یا قیاس شرعی سے مستفاد ہو، یہ بناؤں ان مقدمات کے لیے ہے جو مسائل اجتہاد سے متعلق ہوں لیکن اگر کوئی ایسا مقدمہ ہے جس کے بارے میں فقہاء کو کوئی قائل متقول نہیں

۱۰۔ حکم اللہ عزوجل اور حکم بن مسعود کاسانی حنفی متولی، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳،

ہے اس کا اگر اس نے کوئی ایسا فیصلہ کیا جو دلیل قطعی کے خلاف ہو تو قرۃ فیصلہ باطل ہوگا۔ اسی طرح اگر اس نے مسائل اجتہاد میں کسی مسئلہ کا ایسا فیصلہ کیا جو مذاہب فقہاء سے خارج ہو تو اس کا یہ فیصلہ مردود ہوگا کیونکہ متن اقاویل فقہاء سے متجاوز نہیں ہے سو یہ فیصلہ حرجاً قایل فقہاء سے خارج ہو باطل ہوگا اسی طرح جس مسئلہ میں قرآن مجید کی نص صریح ہو اور اس کا فیصلہ قرآن مجید کے خلاف ہو یا سنت کے خلاف ہو تو اس کا یہ فیصلہ ناجائز اور باطل ہوگا کیونکہ نص کے مقابلہ میں قیاس اور اجتہاد باطل اور ناجائز ہے خواہ نص قطعی ہو یا غئی جو اہل سنت جن مسائل میں نص نہیں ہے اور نہ ہی ان میں اجماع منقول ہے ان میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔ لہ

چونکہ فقہاء اہل سنت کے نزدیک مستحب ہے کہ ایسے شخص کو قاضی مقرر کیا جائے جو مجتہد ہو اس لیے ہم اجتہاد کی شرائط بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ مسئلہ مکمل طور پر واضح ہو جائے۔

فقہاء اہل سنت کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط

علاء اللہ البرہم حسن مرفینانی صاحب ہدایہ اجتہاد کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بیر کہ وہ شخص حدیث میں ماہر ہو اور اس کو فقہ کی معرفت ہو یا وہ شخص فقہ میں ماہر ہو اور اس کو حدیث کی معرفت ہو تاکہ وہ منصوص مسائل میں قیاس نہ کرے اور ایک قولی پہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ذہین اور طبع ہو اور لہذا قیاس صحیح کر سکتا ہو۔ لوگوں کے عوت اور عادت کو پہچاننا ہو کیونکہ بہت سے احکام عوت پر مبنی ہوتے ہیں مثلاً حمام کو کرکڑے پر دینا قیاساً جائز نہیں ہے لیکن عرفاً جائز ہے یا گندھے ہوئے آنے کو ترمیم لینا قیاساً جائز نہیں ہے اسی طرح کار بگڑے کوئی چیز بنوانا قیاساً جائز نہیں ہے لیکن عرفاً جائز ہے۔ یعنی وہ کتابیہ۔

ان یکون صاحب حدیث لہ معرفۃ بالفقہ او صاحب فقہ لہ معرفۃ بالمحدیث لئلا یشغل بالقیاس فی المنصوص علیہ وقیل ان یکون مع ذلک صاحب قریحة یعرف بہا عادات الناس لان من الاحکام ما ینبتنی علیہا۔ لہ

علاء ابن ہمام لکھتے ہیں کہ اجتہاد میں حدیث اور فقہ دونوں میں مہارت کی ضرورت ہے تاکہ اس کا قیاس نص حدیث کے معانی پر نہ آتا قایل فقہاء کے خلاف ہو، خلاصہ یہ ہے کہ مجتہد وہ شخص ہے جو کتاب اور سنت کی عبادت النفس، اشارۃ النفس، دلائل النفس اور اقتضاء النفس کا عالم ہو اور کتاب اور سنت کے تابع اور مشروع کو جاننے والا ہو اور شرائط قیاس اور مسائل اجماعیہ اور اقوال صحابہ کو جاننے والا ہو تاکہ وہ اقوال صحابہ یا اجماع پر قیاس کو مقدم نہ کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ذہین اور طبع ہو اور لوگوں کے عوت اور عادت کو جانتا ہو، جو شخص ان تمام شرائط کا جامع ہو وہ اجتہاد کرنے کا اہل ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے (پھر اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں) ان مذکورہ الصمد دلائل سے کسی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لیے کو کوشش سے غرض فکر کرنا حتیٰ کہ اس حکم

۱۔ کک الطہارۃ علامہ البرکات مسعودی سامانی حنفی متذکر، ۵۸۷، ذوالحجۃ الثانیۃ ۱۲۰۷ھ، مطبوعہ المجمع، ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ۔
 ۲۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرفینانی حنفی متذکر، ۵۹۳، ج۱، ۱۳۲، مطبوعہ مکتبۃ شکر، علیہ السلام۔
 ۳۔ کیونکہ اس کی تحدید میں ہوسکتی کہ نہانے والا لکن ترمیم کو استعمال کرے گا اسی طرح گندھے ہوئے آنے میں شیت غیر مقرر ہے اور صنعت ممدوم چیز ہے اور قیاس کو تقاضا ہے کہ ممدوم چیز کی بیع نہ کی جائے لیکن ان تمام چیزوں پر مسلمانوں کا تعامل ہے۔

پر ظہر ظن، جو علم شرعی میں وہ کسی کی تقلید نہ کرے۔ لہ

علامہ طرابلسی لکھتے ہیں: مجتہد کے لیے واجب ہے کہ وہ کتاب اور صفت کی تصریحات اور اجماع اللہ قیاس کا جاننے والا ہو، سلف صالحین نے مجتہد کے لیے مرنی اور شرط کا ذکر کیا ہے اور ائمہ اربعین نے اپنے اجتہاد سے جن مسائل فرعیہ کا استخراج کیا ہے ان کو جاننے کے اس میں شرط نہیں لگائی اور بعض علماء نے یہ شرط بھی لگائی اور کہا ہے کہ اجتہاد کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے شافعی اور حنفی اور امام شافعی کے مسائل فرعیہ کا علم ہو کیونکہ جس شخص کو ان مسائل پر پرموہ ہوگا وہ اجتہاد کا اہل ہوگا۔ شافعیوں نے لکھا ہے کہ جس شخص نے امام محمد کی مسرور اور مذہب متقدمین کو حفظ کر لیا وہ اجتہاد کا اہل ہے۔ اور جو شخص اس حد تک پہنچ جائے اس پر مذہب ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے اور اس پر دوسرے شخص کی تقلید کرنا حرام ہے۔ لہ

علامہ زین الدین ابن نجیم نے اجتہاد کی چودہ شرائط بیان کی ہیں:

(۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عقل (۴) فقیر النفس ہونا یعنی طبع اور ذہن ہو اور اس کو استدلال اور استنباط کا ملکہ ہو (۵) لغت عربیہ کا علم ہو (۶) عربی کا علم ہو (۷) نحو کا علم ہو (۸) علم معانی کا علم ہو (۹) علم بیان کا علم ہو (۱۰) وجوہ قیاس کا علم ہو (۱۱) احکام سے متعلق کتاب اللہ کی آیات کا علم ہو (۱۲) احکام سے متعلق احادیث کا متناہ اور سندناہ علم ہو اور کتاب اور سنت کے خارج اور مفرغ کو جانتا ہو (۱۳) اجماع کی معرفت ہو (۱۴) لوگوں کے عین اور عادت کو جانتا ہو۔ لہ

فقہاء نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ مجتہد کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ ان چودہ علوم کا عالم ہو اس سے ان تمام علوم کی معلومات کا زبانی یاد ہونا لازم نہیں ہے، یہ نیز یاد ہے کہ اس کو احکام سے متعلق تمام آیات اور احادیث زبانی یاد ہوں نہ اقرال فقہاء اور آثار صحابہ کا زبانی یاد ہونا ضروری ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس میں یہ اہلیت ہو کہ وہ بوقت ضرورت قرآن مجید سے اور احادیث اور فقہ کے متعلق اہل علم سے پیش آمدہ آیت اور حدیث کو تلاش کر کے حاصل کر سکے اسی طرح حدیث کی سند کی کتاب رجال سے تحقیق کر سکے اور جن علوم کا مجتہد کے لیے ذکر کیا ہے ان علوم میں اس کا متبع ہونا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ اس کو ان علوم میں دسترس ہونی چاہیے تاکہ بوقت اجتہاد ان علوم پر اس کی نظر ہو، مزین یہ ہے کہ ان علوم کی شرط سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ان علوم میں ماہر اور متبحر ہو، اور قرآن مجید، احادیث، آثار اور اقرال فقہاء کا ملاحظہ ہو اور احادیث کی تمام اسانید اس کو زبانی یاد ہوں اور ان کی جرح اور تعدیل بھی حفظ ہوتی ہے کہ مجتہد کا وجود منقاد کی طرح بالکل نایاب اور ناپید ہو جائے اس کے برخلاف فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ مجتہد میں یہ اہلیت ہونی چاہیے کہ وہ ان چودہ علوم کے مہمان کو متعلقہ کتب کے اہباب سے بوقت ضرورت تلاش کر کے حاصل کر سکے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

ولا يشترط حفظه لجميع القرآن ولا
لبعضه عن ظهر القلب بل يكفي ان يعرف
مضان احكامها في ابوابها فيرجعها وقت

مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تمام یا بعض
قرآن کا حافظ ہو، بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ چھٹی آمد
مسائل کی ابواب میں ہیں اور بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر

- ۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی مترونی ۸۹۱ھ، فتح القدر ج ۵ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ فقہیہ رضویہ مکر
۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم طرابلسی حنفی، مبین الاحکام ص ۲۹، مطبوعہ مطبعہ مین مصر، ۱۳۱۰ھ
۳۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی مترونی ۹۰۰ھ، البحر الرائق ص ۲۶۵، مطبوعہ مطبعہ طبع مصر، ۱۳۱۱ھ

الحاجة ولا يشترط التبصر في هذه العلوم.
علامہ بدر الدین علی حنفی لکھتے ہیں:

واما المجتهد الذي ذكره اهل الاصول
فهو ان يكون عالما بالنصوص من الكتاب
والسنة مما يتعلق به الاحكام الشرعية ولا
يشترط ان يكون عالما بجميع ما في
الكتاب والسنة وهذا عزيز والرخصة
ذلك ان يكون بحال يمكنه طلب المحاورة
الواقعة من النصوص التي تتعلق بها الاحكام الشرعية
وذاكره ميرزا خلی لکھتے ہیں:

ولا يشترط ان يكون الفقيه محيطاً بكل القرآن
والسنة ولا ان يحيط بجميع الاخبار الواردة ولا
ان يكون مجتهداً في كل المسائل بل يكفي معرفة
ما يتعلق بموضوع البحث. ۳

فقہاء و شافعیہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط

کے اور اس کے لیے ان علوم میں ماہر اور مستبحر ہونا بھی ضروری نہیں
ہو لیکن مجتہد کی جو تعریف کہ ہے اس کے لحاظ سے مجتہد کو
احکام شریعہ سے متعلق کتاب اور سنت کی تصریحات کا عالم ہونا
چاہیے اور اس کے لیے یہ ضروری شرط نہیں ہے کہ وہ تمام کتاب
اور سنت کا عالم ہو کیونکہ یہ ایک نادر امر ہے اور اس میں رخصت
یہ ہے کہ وہ پیش آمدہ مسئلہ کی احکام شریعہ سے متعلق تصریحات کو
ذکر و سنت سے تلاش کر سکے۔

مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تمام قرآن اور
سنت تمام امامیہ اور آثار مرویہ کا عالم ہو اور نہ یہ ضروری ہے
کہ وہ تمام مسائل میں مجتہد ہو بلکہ یہ کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا
ہے اس سے متعلق احکام کا اسے علم ہو۔

علامہ فردوسی شافعی نے اس مسئلہ کو بہت وضاحت اور تفصیل سے
بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

اہلیت اجتہاد چند امور کو ماننے سے حاصل ہوتی ہے، ان میں سے ایک کتاب اللہ کا علم ہے، اور تمام قرآن مجید کا ماننا شرط نہیں
ہے بلکہ احکام سے متعلق آیات کا ماننا ضروری ہے اور ان آیات کو یاد کرنا ضروری نہیں ہے، بعض اصحاب کا کلام بظاہر اس کے خلاف ہے و کذا
امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا علم ہے اور اس میں بھی جمیع احادیث کو ماننا ضروری نہیں بلکہ احکام سے متعلق احادیث کا ماننا کافی ہے
اصدان میں عام خاص مطلق مقید، محمل، مبین، مانع، منسوخ، خبر متواتر، خبر واحد، مرسل، منقول اور راویوں کے احوال کی جرماً اور تہذیباً معرفت
ہونی چاہیے اور تیسرا امر یہ ہے کہ فقہاء و صحابہ اور محدث کے فقہاء کی معرفت ہونی چاہیے اور یہ جاننا چاہیے کہ کس مسئلہ میں ان کا اتفاق ہے
اور کس میں اختلاف ہے، اور جو عقائد امر قیاس سے ہیں قیاس جلی اور قیاس فاسد کی معرفت ہونی چاہیے اور قیاس صحیح اور قیاس فاسد میں
تیز ہونی چاہیے اور یا نچوال معرفت عرب سے پس سنت عرب اور صحت اور خود تیز کو ماننا چاہیے۔

علامہ فردوسی فرماتے ہیں ہر اسے اصحاب (فقہاء و شافعیہ) نے یہ کہا ہے کہ اہلیت اجتہاد کے لیے ان علوم میں تبحر اور مہارت کی شرط
نہیں ہے بلکہ اجمالی طور پر ان علوم کی معرفت کافی ہے، الامم غزالی نے اس میں تخفیفات کا ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: تمام متفرق اور مستتر

۱۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی مترقی، ۱۰۹۰، البحر الرائق ج ۷ ص ۳۶۳، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر، ۱۳۱۱ھ۔
۲۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد شافعی مترقی، ۱۰۸۵ھ، بنایہ شرح الہدایہ للوزن الثانی ص ۲۹۸، مطبوعہ ملک سرفراز فیصل آباد۔
۳۔ ڈاکٹر و میرزا خلی، العقائد الاسلامیہ اولیٰ و ثانیہ ص ۶۷، ۱۹۸۴ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

احادیث کے متبع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ کافی ہے کہ عہد کے پاس احکام سے متعلق صحیح احادیث صحیحہ کا کوئی مجموعہ ہو جسے سنن ابوداؤد ہے اور یہ کافی ہے کہ اس کو اس باب کے عنوان کی معرفت برادر جمع کسی مسئلہ میں اجتہاد کی ضرورت ہو تو اس حدیث کو مستقلہ باب میں تلاش کرے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ سنن ابوداؤد کی مثال دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں احکام سے متعلق کئی احادیث ہیں نہ کثیر احادیث ہیں اور میں شخص کو علم حدیث میں معمولی درجہ بھی ہو اس کے لیے یہ بالکل غلط بات ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں احکام سے متعلق کئی احادیث ہیں جو سنن ابوداؤد میں نہیں ہیں اور جانتے ترمذی اور سنن نسائی اور دوسری کتب معتبرہ میں جو احکام سے متعلق احادیث ہیں ان کی کثرت اور شہرت کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

راقم المعروف یہ کہتا ہے کہ صحاح ستہ، سنن ابی امام، مک، مسند امام عظیم سنن بکری، بیہقی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور مجمع الزوائد میں احکام سے متعلق تمام احادیث اور آثار موجود ہیں پس اگر مجھ کو کسی مسئلہ میں اجتہاد کے وقت ان کتابوں کے مستقلہ البراہین میں احادیث اور آثار کو تلاش کرنے سے ترس کو تسلی اور اطمینان ہو جائے گا، کیونکہ ان کتب احادیث سے خارج حکم شرعی سے متعلق کوئی حدیث اور اثر نہیں ہے، مسائل کے تتبع اور چھان بین کے دوران مصنف کو اس کا باہر تجربہ ہوا ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: تمام اجماعی مسائل اور تمام اختلافی مسائل کا ماٹرنی مجتہد کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لیے یہ کافی ہے کہ میں مسئلہ میں وہ خبری دے رہا ہے اس میں اس کا قول اجماع کے خلاف نہ ہو، بایں طور کہ اس کو یہ علم ہو کہ اس کا یہ قول بسن متقدمین کے خلاف ہے یا اس کو اس پر ظن غالب ہو کہ یہ مسئلہ معتدین کے سامنے پیش نہیں آیا بلکہ یہ سلسلہ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے، ناسخ اور منسوخ کی معرفت کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ اور میں حدیث کے قول کرنے پر نفع کا اجماع ہو یا جس روای کی عدالت تراڑے ثابت ہو اس کی عدالت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے علاوہ راویوں کی عدالت کے لیے جرح اور تعدیل کے کسی مشورہ امام کی تصریح کافی ہے۔ ان علوم کا متبع ہونا مجتہد مطلق میں شرط ہے جو تمام البراہین شرعیہ میں فتویٰ دیتا ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ عالم کے لیے صرف کسی ایک باب میں منصب اجتہاد ہو۔ ہمارے اصحاب نے اہلیت اجتہاد میں اصول افتہاد کی معرفت کی شرط بھی مانڈی ہے، امام فخرانی فرماتے ہیں کہ مجتہد کے لیے مشکلیں کے طریقہ پر افتہاد کے دلائل کو جانتا ضروری نہیں ہے۔ لہ

فقہاء و جلیلینہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط

علامہ شمس الدین مقدسی منجلی اہلیت اجتہاد کی شرائط پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مجتہد وہ شخص ہے جو کتاب اور سنت کے حقیقت اور مجاز کی معرفت رکھتا ہو اور ام، نبی، زمین، جبل، حکم، متشابہ، عام، خاص، مطلق، متبہ، ناسخ، منسوخ، مستثنیٰ اور مستثنیٰ کا علم رکھتا ہو اور احکام سے متعلق صحیح اور ضعیف اور مترادف اور آماد احادیث کو جانتا ہو اور قیاس اور اس کی شرائط اور استنباط کے طریقہ کو جانتا ہو اور اجاز اور شام اور عراق میں متداول عربیت کو جانتا ہو اور جو شخص اکثر فقہ کو جانتا ہو وہ فتویٰ دینے (یعنی اجتہاد کرنے) کیونکہ مفتی وہی ہوتا ہے جو مجتہد ہو۔ سیدی فخر (اور فقہاء کمال ہے۔ ابو عمر جوزی نے کہا جو شخص فقہ کے اصول اور فروع کو جانتا ہو وہ مجتہد ہے اور وہ کسی شخص کی تقلید نہ کرے۔ لکھ

۱۔ علامہ نجفی بن شرف نووی شریفی ۶۶۶ھ، روح المعانی، ج ۱، ص ۶۶، ۶۷، ۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبد اللہ محمد بن علی شریفی ۶۶۳ھ، کتاب الخراج، ج ۲، ص ۶۵، ۶۶، ۶۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۳۸۸ھ

مجتہد مطلق کی طرف منسوب ہونے والوں کی اقسام

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

جو لوگ کسی امام مجتہد کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں، ایک

علماء ہیں جو حسن مقلد ہوتے ہیں، دوسرے وہ علماء ہیں جو خود بھی مجتہد ہوتے ہیں اگر ان کا اجتہاد امام کے موافق ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ان کا اجتہاد امام کے اجتہاد کے خلاف ہو تو یہ اپنے اجتہاد پر عمل کریں گے، (مثلاً امام عسکری، امام ابو یوسف، امام زفر، امام طحاوی، علامہ ابو بکر جمہا، قاضی خاں، علامہ ابن ہمام، وغیرہم) اور تیسری قسم ان علماء کی ہے جو غیر منصوص مسائل کی منصوص مسائل پر قیاس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن رتبہ اجتہاد پر فائز نہیں ہوتے، اگر کسی علم کے بارے میں امام کی نص ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور کتب سے نہیں آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام کے ذہب کے مطابق یہ حکم اس طرح ہے اور اگر امام کی نص نہ ہو تو اس کے مشابہ حکم سے متحرک ہو کر لے کر لیتے ہیں۔ (علامہ شامی، علامہ طحاوی اسی سید کے فقہار تھے۔ سیدی فرغلا)۔ ۱۰

علامہ یحییٰ بن شرف فراوی شافعی لکھتے ہیں:

جو شخص شافعی یا امام ابوحنیفہ یا امام مالک کے ذہب کی طرف منسوب ہو اس کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) علماء ہیں جو امام شافعی کی تقلید کرتے ہیں۔

(۲) وہ علماء جو جبہ اجتہاد تک پہنچ چکے ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا اور یہ علماء مقلد امام شافعی کی طرف اس لیے منسوب ہیں کہ یہ اپنے اجتہاد اور دلائل کی ترتیب میں امام شافعی کی طریقہ پر عمل کرتے ہیں اور اکثر اوقات ان کا اجتہاد اپنے امام کے اجتہاد کے موافق ہوتا ہے اور اگر بعض اوقات ان کا اجتہاد اپنے امام کے مخالف ہو تو یہ اس کی پڑاؤ نہیں کرتے۔

(۳) متوسطین: یہ وہ لوگ ہیں جو اصول شرع میں درجہ اجتہاد تک تو نہیں پہنچے لیکن تمام ابواب فقہیہ میں اپنے امام کے اصول سے واقف ہوتے ہیں اور غیر منصوص مسائل کی منصوص مسائل پر قیاس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور یہ علماء بھی عوام کی طرح امام کے مقلد ہوتے ہیں اور عوام ہی ان کے اقوال پر عمل کر کے امام ہی کے مقلد ہوتے ہیں اور یہ بھی میت کی تقلید پر مبنی ہے والی قول اور جب تک امام کی نص موجود ہو تو یہ اس طاعت کی وجہ سے غیر منصوص مسائل کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں اور اگر امام نے صرف علم بیان کرنے پر اکتفا کیا ہو تو ہم اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس علم کی علت کو مستنبط کر کے غیر منصوص مسئلہ کو اس علم کی طرف لاحق کرنا جائز ہے یا نہیں اور ایشیاء لاحق یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ ۱۱

عوام اور فقہاء کی تقلید کا فرق

اصول کے لحاظ سے فقہاء میں تشکیک نہیں ہوتا۔ فقہاء کے مقلد ہیں ایک تو عوام ہیں جو امام کے مقلد ہوتے ہیں اور ایک وہ علماء ہیں جو فقہی مسائل اور ان کے دلائل پر بصیرت رکھتے ہیں اور مسائل عصریہ کا حل کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے مقلد صرف تقلید کرتے ہیں اور دوسری قسم کے مقلد امام کی اتباع کرتے ہیں۔ تقلید کے معنی میں دلائل سے نفع نظر کر کے کسی امام کے قول پر عمل کرنا اور اتباع سے یہ مراد ہے کہ کسی امام کے قول کو کتاب و سنت کے موافق پا کر امام دلائل شرعیہ سے ثابت جان کر اس قول کو اختیار کر لینا۔ سو تقلید صرف علم کے لیے ہے جو دلائل شرعیہ سے

۱۰۔ علامہ زین الدین ابن نجیم سنن ترمذی، ۱۰، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۰، مطبوعہ مکتبہ مدینہ، ۱۳۱۱ھ۔

۱۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف فراوی شافعی سنن ترمذی، ۲۶۷، رد المحتار المبین ودرہ المغنیین ج ۱ ص ۱۱۵، ۱۰۲، ۱۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۰۵ھ۔

بے خبر ہوتے ہیں اور اہل علم اور اہل فتویٰ حضرت کے لیے عقیدہ ضمن جائز نہیں ہے۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کہتے ہیں: فقہانے ہمارے اثر سے یہ نقل کیا ہے کہ کسی مفتی کے لیے ہمارے قول پر فتویٰ دینا اسی وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اس کو یہ معلوم ہو کہ ہمارے قول کا مفاد کیا ہے؟ حتیٰ کہ سر امیر میں ہے کہ یہی وجہ ہے کہ علامہ عصام، امام کی مخالفت کرتے تھے اور کثیر مسائل میں امام کے قول کے خلاف فتویٰ دیتے تھے کیونکہ ان پر امام کی دلیل ظاہر نہیں ہوتی بلکہ خلاف سے امام کے قول کے برعکس ثابت ہوا پس وہ اپنے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ لے

علامہ ابن عابدین شامی کہتے ہیں فتاویٰ ظہیرہ میں ہے امام ابوحنیفہ سے یہ مروی ہے کہ کسی مفتی کے لیے اس وقت تک ہمارے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کو ہمارے مآخذ کا علم نہ ہو اور اگر وہ اہل اجتہاد سے نہیں ہے تو اس کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں البتہ وہ اقوال فقہانہ کی حکایت کر سکتے ہیں۔ (الی قولہ) تاہم یہ ہے کہ مفتی اور قاضی کو امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے اور ان کے قول پر فتویٰ کرنا چاہیے اور میں مسئلہ میں ہمارے مشائخ نے امام ابوحنیفہ کے علاوہ کسی اور کے قول کو ترجیح دی ہے وہی اس ترجیح کو اختیار کرنا چاہیے اور میں بلکہ امام ابوحنیفہ کے قول کو بلا ترجیح نقل کرنا بھی ہے وہاں پر عرف، لوگوں کی عادت اور تقال کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے قول میں جس کا قول حق اور تقال کے زیادہ موافق ہو اس پر فتویٰ دینا چاہیے اور اس کے مطابق فتویٰ کرنا چاہیے اور زمانہ کبھی لیے اہل علم سے خالی نہیں ہوگا جو ان اقوال میں سے راجح کو اختیار کر سکیں اور جو ترجیح نہیں دے سکتے انھیں ان عقائد کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو ترجیح دے سکتے ہیں۔ ہم یہاں پر اہل علم کے استفادہ کے لیے علامہ شامی کی اصل عبارت نقل کر رہے ہیں۔

فان قلت قد يحكون اقوالا بلاتوجيہ وقد يختلفون في التصحيح قلت يعمل بهنكل ما عملوا من اعتبار تغير العرف و احوال الناس وما هو الا وفق وما ظهر عليه التعامل وما قوى وجهه، ولا يخلوا الوجود لمن يميز هذا حقيقة لا ظنا وعلى من لم يميز ان يرجع لمن يميز لبراءة ذمتنا۔ لے

اگر تم یہ کہو کہ مشائخ حنفیہ کبھی اقوال اللہ کو ترجیح دیے بغیر نقل کر دیتے ہیں اور کبھی ان کی تصحیح میں اختلاف ہوتا ہے تو میں کہوں گا کہ اس صورت میں وہی عمل کیا جائے جو مل روز خود کرتے ہیں یعنی حق اور لوگوں کے احوال کے تغیر کو دیکھ کر جس قول پر عمل کرنا آسان ہو اس کو ترجیح دی جائے اور اس قول کو ترجیح دی جائے میں پر لوگوں کا تقال ہو اور میں کی دلیل قوی ہو اور زمانہ کبھی ایسے علماء سے خالی نہیں ہوگا جو اس چیز کی حقیقتہً تیسرے کر سکیں اور جو علماء اس کی تیسرے نہیں کر سکتے ان پر بلا دم ہے کہ ان علماء کی طرف رجوع کریں جو اس کی تیسرے کر سکتے ہیں تاکہ وہ وہی فتویٰ ہو جائی۔ (علامہ شامی نے علامہ ابن عسقلی کے فتاویٰ سے یہ عبارت نقل کی ہے۔)

علامہ ابن نجیم اور علامہ ابن عابدین کی ان عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ اہل علم اور اہل فتویٰ حضرت مولم کی طرح اپنے امام کے متعلق حنفی

لے۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۰ھ، البحر الرائق ۲۶۶ ص ۲۶۶، مطبوعہ مطبعہ المدینہ مصر، ۱۳۱۱ھ

لے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، فتاویٰ ابن علی شامی البحر الرائق ۲۶۶ ص ۲۶۶، مطبوعہ مطبعہ المدینہ مصر، ۱۳۱۱ھ

ہیں ہوتے جبکہ امام کے بیان کردہ اقوال پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ وہ دلائل شرعیہ کے مطابق ہوتے ہیں اور جو نقل و دلیل شرعی کے مطابق نہ ہوں اسے نقل کرنا صحیح نہیں ہے اور وہ دلائل شرعیہ کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ بہت سے مسائل میں امام اہل علم کے قول کو چھوڑ کر امامین کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور اس کی تصریح یہ ہے کہ خود اجتہاد کرتے ہیں اور وہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں مسائل شرعیہ کو حل کرتے ہیں جیسے اختلاف خون، پھر صدمہ، ماہم، اعضا، کرم، پیر، نکاح، سی، ضبط، تہیہ، صغریٰ، طریقیہ، تہیہ اور نسیئت، خوب ہے بی ایسے مسائل کو حل کرتے ہیں بلکہ یہ علماء ائمہ کے اقوال کو دلائل شرعیہ کے مطابق پا کر ان کے اتباع کرتے ہیں اس لیے متقدمین بلکہ محدثین میں اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں یہ معنی مسائل میں امام سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

مجتہد عالم کا دلیل کی بنا پر امام سے اختلاف کرنا ادب کے خلاف نہیں ہے | جو عالم مسائل میں اجتہاد | اول ہر وہ معنی مسائل

میں دلائل کی بنا پر امام سے اختلاف بھی کر سکتا ہے۔ یہ امام سے عقیدت اور اس کے ادب کے خلاف نہیں ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے: امام محمد دیکھتے ہیں:

ایک شخص نے اپنی نابالغ باندی کو نکاح کیا تو یہ نکاح بائد اور بائد باندی کا اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر دے تو یہ نکاح ناجائز ہے اور یہ نکاح اس باندی کی اجازت پر موقوف ہوگا کیونکہ نکاح کی وجہ سے وہ باندی کے حکم میں ہوگی۔ سیدی ہوگا وہ باندی نکاح کو مسترد کرے اور بدل کتابت کرادے اور اگر اسے نکاح موقوف ہوگا، اگر اس باندی کو کوئی ولی اقرب نہیں ہے اور موالیٰ نے اس نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح جائز ہو جائے گا اور باندی کو تہیہ، بونع، حاصل ہوگا بیٹھ یعنی کٹا ہونے کے بعد یہ نکاح موالیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا اور آزاد ہونے سے یہ نکاح نافذ نہیں ہوگا۔

فقہ ابن عباس نے اس مسئلہ میں امام محمد سے اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک آزاد ہونے کے بعد یہ نکاح نافذ ہو جائے گا۔ وہ دیکھتے ہیں: لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس نابالغ نکاح کے آزاد ہونے کے بعد اس کا نکاح اس کے سابق موالیٰ کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا بلکہ اس کے آزاد ہونے سے یہ نکاح نافذ ہو جائے گا، کیونکہ فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ جب کوئی غلام اپنے موالیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اور موالیٰ اس غلام کو آزاد کر دے تو وہ نکاح نافذ ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر یہ نکاح موقوف ہو تو قریباً تو موالیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا اور یہ اس لیے غلط ہے کہ آزاد ہونے کے بعد اس غلام پر اس موالیٰ کی ولایت نہیں رہی اور یہ غلام کی اجازت پر موقوف ہوگا اور یہ اس لیے غلط ہے کہ غلام نے تو خود نکاح کیا تھا اب اس کی اجازت پر ترقی ایک دلیل صحیح بات ہے۔ اسی طرح اس نابالغ نکاح کے مسئلہ میں اس کے موالیٰ کا کیا ہوگا نکاح اس کا تہیہ کی اجازت پر اس لیے موقوف تھا کہ وہ ولی اقرب تھا (یعنی لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا حرام تھا) اور فقہائے کرام کی وجہ سے یہ نکاح اس لڑکی کی اجازت پر موقوف تھا اور آزاد ہونے کے بعد یہ مانع نہیں ہوگی (یعنی فقہائے کرام نے) لہذا موالیٰ کی طرف سے نکاح نافذ ہو گیا اور اصل نکاح یہی ہے اور بہت سے وہ لوگ جن کو سہولاً حق ہوتا ہے وہ ان لوگوں کی تقلید کرتے ہیں جن کو اس مسئلہ میں سہولت ہو گیا بیٹھ

۱۔ امام محمد بن حسین شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المعجم الکبیر ص ۹۸، مطبوعہ دارالحدیث النعمانیہ لاہور، ۱۳۶۱ھ

۲۔ علامہ کمال الدین ابن حامد متوفی ۸۷۱ھ، فتح القدر ص ۳۲۰، مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ لاہور، ۱۳۰۰ھ

کتاب التعمیر

علامہ ابن الدین ابن قیم نے علامہ ابن ہمام کی امامت کے خلاف اس مجتہد کی عبادت کو بے ادبی پر عمل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "امام ابن ہمام کی یہ کجف سرد ادب اور فطس ہے کیونکہ امام محمد نے اس مسئلہ کی جانح کبیرہ ہی تصریح کی ہے یہی امام محمد اور ان کے متقدمین کا قول ہے۔ کس طرح منسوب کیا جائے گا۔ جانتا ہوں اس لیے کہ امام محمد نے یہ نکل کر اس کی اجابت پر اس لیے دلالت کیا ہے کہ انہی کے آثار و سونے کے بددرونی کو اس باندی پر ولادہ عتافت حاصل ہو گئی اور ادب وہ اس کا مولیٰ بالحق ہے اور یہ اس وقت ہے کہ جب اس کا کوئی اور اولیٰ اقرب نہ ہو لہذا یہ نکاح نافذ نہیں ہو گا اور مولیٰ کی اجازت پر تزویج ہو گا۔"

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: "علامہ مقدسی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ علامہ ابن ہمام نے جو کجف لکھے وہی تباہی کا تقاضا ہے۔ امام حصری نے جانح کبیرہ کی تصریح میں یہ تصریح کی ہے کہ جو تحقیق تباہی کے مطابق ہو اس کے باوجود یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ فطس اور سرد ادب ہے۔ علاوہ ازیں جو شخص تہذیباً و دیناً تک پہنچا ہو اور یہ کہے کہ قیاس کا تقاضا ہے تو یہ قری تباہی کا تقاضا ہے اور علامہ ابن ہمام پر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ ان کا قیاس متولی کے خلاف ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے وہی مقبول کی اتباع کی ہے۔ لہذا جو شخص فقہ کا گہرا مطالعہ کرے اس پر یہ اعتراض نہیں ہو گا کہ جس کے فقہانے بہت سے مسائل میں ائمہ سے اختلاف کیلئے اور اپنی رائے کو دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے اس لیے ایک مجتہد عالم یا قاضی کسی مسئلہ یا کسی معاملہ میں ائمہ سے اختلاف کرے اور اپنی رائے کو ثقات اور دلائل کے ساتھ پیش کرے تو اس کی رائے قابل قبول ہوگی بشرطیکہ اس کی رائے کتاب و سنت کی تصریحات اجماع اور سبیل مسلمین کے خلاف نہ ہو۔"

فناضی کے لیے اہلیت اجتہاد کی شرطیں مذاہب ائمہ

ڈاکٹر وہب دہرہ لکھتے ہیں: "فقہد ہاکی، فقہد خافیر، فقہد یحییٰ بن عیسیٰ اور ابن قتیبہ وغیرہ کے نزدیک تاجح کے لیے مجتہد ہونا شرط ہے، لہذا جو شخص احکام شرعیہ سے جاہل ہو یا محض تقلد ہو اس کو منصب فقہد سزا جائے کیونکہ ایسا شخص قوی دینے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا۔ پھر جائید اس کو تاجحی بتایا جائے۔ اسے تاجحی فرماتا ہے: "وان احکمہ بینہم بما انزل اللہ۔" "وگرں کے درمیان قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کیجئے۔" یہ نہیں فرمایا کہ دوسری کی تقلید کر کے فیصلہ کریں؛ نیز فرمایا "لتحکم بین الناس بما اراد اللہ" "تا کہ آپ لوگوں کے درمیان اس فہم سے فیصلہ کریں جو آپ کو اللہ نے سوجائی ہے" نیز اسے تاجحی نے فرمایا "فان تنازعتم فی شئی فردوا الی اللہ والرسول" "اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کے احکام کی طوت اور دو" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جہالت سے فیصلہ کرے وہ جہمی ہے (سنن ابن ماجہ، سنن ابوداؤد و ماجہ سنن ترمذی، سنن نسائی، مسند رک وغیرہ) اور اگر غیر مجتہد قاضی کو حاکم بنا یا گیا تو وہ جہالت سے ہی فیصلہ کرے گا، اور اگر دوسرے مجتہد سے فتویٰ لے کر فیصلہ کرے گا تو وہ اس کو شرعاً صمد نہیں ہو گا کہ یہ حکم صحیح ہے یا نہیں، نیز ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قاضی کو عالم اور مجتہد ہونا چاہیے۔ لہذا"

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ قاضی میں اہلیت اجتہاد کی شرط اولیٰ تہ اور استقامت

۱۔ علامہ ابن الدین ابن قیم مفتی متوفی ۷۹۰ھ، المبررات ص ۳۵، ۱۸۸، مطبوعہ مطبعہ ملیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
 ۲۔ عوارض سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ص ۲۵، ۲۵۲، مطبوعہ مطبعہ مشائخہ استنبول، ۱۳۷۰ھ
 ۳۔ ڈاکٹر وہب دہرہ، الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۶۵، ۶۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعة الثانیہ، ۱۴۰۵ھ

کے لیے ہے، جہاز کی شرط نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جہاز کی شرط ہے صاحب مخرج الاطلاق کا اسی طوف میلان سے اور وجہ اطلاق غیر یہ ہے کہ قاضی کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے اور عدل اور عقل کو قائم بنانا جہاز نہیں ہے، اہل علم نے اس میں ذکر کیا ہے کہ عقل کو قاضی بنا کر نہیں ہے اور فصاحت نے ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی صاحب رائے ہے تو اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر وہ صاحب رائے نہیں ہے تو کسی فقیر سے پرچہ کر فیصلہ کر دے۔ ۱۔

علامہ بیگمینی بن شرف نوری شافعی نے کہا ہے کہ قاضی کے لیے اجتہاد شرط ہے لہذا جو شخص احکام شرعیہ اور اس کے دلائل سے ناواقف ہو اور دوسروں کی تقلید کا محتاج ہو اس کو قاضی بنا کر نہیں ہے۔ ۲۔

علامہ شمس الدین عینی نے کہا ہے: قاضی میں اہلیت اجتہاد کی شرط پر اجماع ہے اور فقہانے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ حکم اور منافع کے لیے کسی شخص کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے اس کو صرف اپنی رائے سے فیصلہ کرنا چاہیے۔ ۳۔

ایک قاضی مجتہد کا دوسرے قاضی مجتہد کی رائے پر فیصلہ کرنے کا جواز۔ ایک علامہ صاحب مخرج الاطلاق نے کہا ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو وہ دوسرے

مجتہد کے ذریعہ کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس کا یہ فیصلہ بالاجماع صحیح ہوگا کیونکہ اس فیصلہ پر یہ صادق نہیں کہ اس کا وہ ہوگا یا بلکہ یہ فیصلہ اس پر عمل ہوگا کہ اس کے اجتہاد میں دوسرے مجتہد کا اجتہاد صحیح تھا لہذا اس نے اسے اجتہاد کی رائے کے مطابق فیصلہ کیا لہذا یہ فیصلہ اس کے اپنے اجتہاد سے ہے اس لیے صحیح ہے۔ ۴۔

علامہ ابن ماجہ بن شافعی نے کہا ہے: خلاصہ یہ ہے کہ قاضی کے فیصلہ کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ فیصلہ قاضی کے ذریعہ کے مطابق ہو، خواہ قاضی مجتہد ہو یا مقلد اس لیے اگر اس نے اپنے ذریعہ کے خلاف فیصلہ کیا تو صحیح نہیں ہوگا لیکن بدائع الصنائع میں ہے کہ جب مجتہد قاضی نے ذریعہ غیر فیصلہ کیا تو صحیح ہوگا کیونکہ فیصلہ اس پر عمل ہوگا کہ اس کے اجتہاد میں اس مجتہد کا اجتہاد صحیح تھا تو یہاں اس کا اپنا اجتہاد ہوگا بدائع الصنائع کی عبارت کا ترجمہ ہم نے ہی ذکر کیا ہے۔ (میدی) اور اس کی تائید علامہ قاسم کے رسالے سے ہوتی ہے جنہوں نے اس مسئلہ پر سیر کبیر سے استدلال کیا ہے۔ اور اس سے صاحب البحر الرائق کا بدائع الصنائع کی عبارت پر تعجب و رد ہوا ہے۔ ۵۔

قاضی کو مقدمہ کی سماعت میں فریقین کے ساتھ عدل اور انصاف کی ہدایت میں احادیث اور

آثار

انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے قاضی کو فریقین کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے؟ حسب ذیل احادیث اور آثار

- ۱۔ علامہ بدیع الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنیہ شرح بابہ طبرانی الثامن ص ۲۶۶، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد
- ۲۔ علامہ بیگمینی بن شرف نوری متوفی ۶۹۱ھ،روضۃ الطالبین دلدۃ المستعین ص ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۰۵ھ
- ۳۔ علامہ شمس الدین عینی متوفی ابو عبد اللہ محمد بن مسلم عینی متوفی ۶۳۳ھ، کتاب الفروع ص ۶۲۱، مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۳۸۸ھ
- ۴۔ ملک الطہار علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ص ۵، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۳۰۰ھ
- ۵۔ علامہ سید محمد امین ابن ماجہ بن شافعی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ص ۳۶۶، مطبوعہ مطبوعہ ثنائیہ الاستنبول، ۱۳۲۷ھ

ہی اس کی روایت دی گئی ہے

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ علیؑ رضی اللہ عنہ وسلم کی زید بن ابیہنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمان کا قاضی بنا گیا ہو اس کو مقدمہ کے فریقین کو دیکھنے میں ان کی طرف اشارہ کرنے اور ان کو جتانے میں مدد کرنا چاہیے۔ لے

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان کر لیا: حق یہاں ہے میں لوگوں کے ساتھ سادی سلوک کرو، غریب کے ساتھ بید کی طرح، اور بھیکے کے ساتھ قریب کی طرح سلوک کرو۔ رشتہ لینے اور خواہش نفس پر عمل کرنے سے بچو، غصب کے وقت فیصلہ نہ کرو۔ اور حق اور انصاف کو قائم کرو، خواہ دن کی ایک ساعت میں، بلکہ امام بیہقی شبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی چیز میں منا قشر تھا۔ حضرت ابی نے حضرت عمر پر دعویٰ کیا اور حضرت عمر نے اس کا انکار کیا۔ پھر دونوں نے اپنے درمیان حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا اور دونوں حضرت زید کے گھر گئے۔ جب دونوں ان کے پاس گئے تو حضرت عمر نے حضرت زید سے کہا ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے درمیان ایک جگہ سے کام لیں، حضرت زید نے عرض کیا: میرا اللہ نہیں! یہاں عدد مجلس میں تقریب رکھیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت زید سے کہا تم نے میری روایت کر کے، نا انصافی سے کام لیا! میں اپنے فریق کے ساتھ جھڑی گا، پھر دونوں حضرت زید کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت ابی نے دعویٰ کیا اور حضرت عمر نے انکار کیا، ذکاوت کے مطابق حضرت عمر پر تم ہدم آئی تھی کیونکہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو حکم تم کما تہ ہے لیکن حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابی سے کہا تم میرا اللہ نہیں کہ تم کہنے سے سنا نہ رکھو! میں امیر المؤمنین کے علاوہ کسی شخص کے ساتھ روایت نہیں کرتا یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دھ باہر تم کہا کہ یہ فرمایا: بھلا! اس وقت تک زید بن ثابت، تعداد کے اہل نہیں ہوں گے۔ جب تک ان کے نزدیک ہو اور ایک امام مسلمان برابر نہ ہوں! لے

امام بیہقی تیم بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن ابی عیینہ قاضی شریک کے پاس گئے، انہوں نے ایک شخص کے خلاف مقدمہ کیا تھا، دو جاہر قاضی شریک کے پاس مسند پر بیٹھ گئے، قاضی شریک نے کہا! امیر اور جاہر اپنے فریق کے پاس بیٹھو۔ کیونکہ تمہارا یہاں بیٹھنا اس کو شک میں مبتلا کرے گا، ابن ابی عیینہ ناراض ہو گئے لیکن قاضی شریک نے دوبارہ کہا جاہر! اپنے فریق کے ساتھ بیٹھو! لے

امام بیہقی، شبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہما بائزادہ گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک نعرانی ایک نہ فرود گھس کر رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس زور کو پہچان لیا اور فرمایا یہ تو میری زور ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان مسلمانوں کا قاضی فیصلہ کرے گا اور اس وقت شریک مسلمانوں کے قاضی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریک کی وادالت میں اپنا مقدمہ چینی کیا۔ جب شریک

- ۱۔ امام ابوہریرہ بن مسعود بن علی بیہقی سن ۲۵۰ھ سن کبریٰ ۱۰۵-۱۱۵ھ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ حجاز
- ۲۔ سن کبریٰ ۱۰۵-۱۱۶ھ
- ۳۔ سن کبریٰ ۱۰۵-۱۱۶ھ
- ۴۔ سن کبریٰ ۱۰۵-۱۱۶ھ

نے امیر المؤمنین حضرت علی کو دیکھا تو اپنی منہ سے اسے اور حضرت علی کو اپنے پاس بٹھایا اور شریح اٹھ کر ان کے سامنے نعرانی کے باہر بیٹھ گئے۔ حضرت علی نے فرمایا: اے شریح! اگر میرا ختم (فریقِ حافات) مسلمان برتاؤ میں اس کے ساتھ فریقِ حافات کی جگہ بیٹھا لیکن آپ سے کہہ کر میں نے رسولِ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے: ان پیغمبروں سے مسافر نہ کرو، ذان سے سلام میں پہل کرو، ذان کے بیاموں کی عیادت کرو، ذان کی ناز جنازہ پڑھو، ان کو تنگ راستہ میں چلنے پر مجبور کرو اور جس طرح اضرِ قرانی نے ان کی تختہ کی ہے اس طرح ان کی تختہ کر دو، اب اسے شریح میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرو۔ شریح نے کہا: امیر المؤمنین آپ کا کیا دعویٰ ہے؟ حضرت علی نے فرمایا یہ میری زہ ہے کافی دُلف سے یہ گم ہو چکی تھی، شریح نے کہا میرا خیال ہے کہ یہ زہ اس کے قبضہ سے نہیں نکل سکتی، آپ کے پاس کوئی گلا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا اے شریح تم نے مجھ فیصلہ کیا! اور تب اس نعرانی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انبیاء کے فیصلے ہیں، امیر المؤمنین تاجی کے پاس مقدمہ لے کر جاتے ہیں اور تاجی امیر المؤمنین کے عیادت فیصلہ کر دیتا ہے، حالانکہ خود اسے امیر المؤمنین یہ آپ کی زہ ہے، ————— یہ زہ آپ کے چکھرے اونٹ سے گر پڑی تھی تو میں نے اس کو اٹھا لیا مجرہ نعرانی شریح کے یہ جانبدار اور فیصلہ اور حضرت علی کے اپنے عیادت فیصلہ قبول کرنے سے اس قدر متاثر ہوا کہ کہنے لگا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تک ہے اور اس کے سوا کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، حضرت علی نے فرمایا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو تو میں یہ زہ تم کو مہر کرتا ہوں پھر حضرت علی نے اس کو ایک عمدہ گھوڑے پر سوار کر دیا۔ شریح کہتے ہیں پھر میں نے اس شخص کو مشرکین کے عیادت جہاد کرتے ہوئے دیکھا۔ لے۔

فصلہ کے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ تاجی رشوت نہ لے اس لیے اب رشوت کا معنی اور اس کا حکم شرعی بیان کر رہے ہیں۔

رشوت کا معنی | علامہ زبیر محمد رفیق زبیدی رشوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الرشوة هو ما يعطيه الشخص الحاكم او غيره ليحكم له او يحمله على ما يريد .
 علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: الرشوة الوصلة الى الحاجب بما معناه رشوت اصل میں رشوت سے مال دے کر رشوت اصل میں قبول کی اس سے کہتے ہیں جس کے ذریعہ کوئی سے ہائی نکالا جاتا ہے اور لاشی وہ شخص ہے جو کسی باطل چیز کو حاصل کرنے کے لیے کسی کی مدد کرتا ہے اور تہی رشوت لینے والے کو کہتے ہیں اور لاشی اس شخص کو کہتے ہیں جو لاشی اور تہی کے درمیان رشوت کا معاملہ کرتا ہے، اور جو چیز جن کو حاصل کرنے کے لیے دی جاتی ہے یا ظلم کو دور کرنے کے لیے دی جاتی ہے وہ رشوت نہیں ہے اور اگر تہی میں سے منقول ہے کہ اپنی جان اور مالی نظم سے بچانے کے لیے رشوت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ

۱۔ امام ابو یوسف محمد بن مسلم بن علی بیہقی متوفی ۲۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۶، مطبوعہ نذر السنۃ عمان
 ۲۔ سید محمد رفیق زبیدی معنی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۱۰، مطبوعہ المطبعة الخیرہ مصر، ۱۳۰۶ھ

حتی رضی۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لما اتى ابي العبثۃ اخذ بثنیۃ فمعلق بہ فاعطی دینارین حتی نخلی سبیلہ۔

ہو گیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مسجد کی سرزمین پر پہنچے تو ان سے کچھ سلمان چھینا گیا۔ انہوں نے اس سالانہ کو اپنے پاس رکھا اور دو دینار دے دیے پھر ان کو چھوڑ دیا گیا۔

دوبن بن مہربان بیان کرتے ہیں کہ میں کام میں رضوت میں نے والا گنگہار ہرنا ہے یہ وہ نہیں ہے جو اپنی جان امدال سے ظلم اور ضرر کو دور کرنے کے لیے دی جانے۔ رضوت وہ چیز ہے جس میں دینے والا گنگہار ہرنا ہے اس لیے اس چیز کے لیے رضوت دوسری پر تیار تاحق نہیں ہے۔

عن وهب بن منبه قال ليست الرضوة التي ياتر فيها صاحبها بان يرشوفيد فعن مالك ومده انما الرضوة التي تاتر فيها ان ترشوا لتعطى ما ليس لك۔

رضوت کی اقسام

علامہ تاقی خاں اور جنیدی لکھتے ہیں: جب تاقی رضوت دے کر منصب تھنار کو حاصل کرے تو وہ تاقی نہیں ہوگا اور تاقی اور رضوت لینے والے دونوں پر رضوت حرام ہوگی، رضوت کی چار قسمیں ہیں:-

- ۱۔ پہلی قسم یہی ہے یعنی منصب تھنار کو حاصل کرنے کے لیے رضوت دینا، اس رضوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔
- ۲۔ کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے تاقی کو رضوت دے، یہ رضوت جاہلین سے حرام ہے، خواہ وہ فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہو یا نہ ہو، کیونکہ فیصلہ کرنا تاقی کی ذمہ داری اور فرض ہے، لہذا اس طرح کسی افسر کو اپنا کام کرانے کے لیے رضوت دینا یہ بھی جاہلین سے حرام ہے کیونکہ وہ کام کرنا اس افسر کی ذمہ داری ہے۔ (سعیدی مقرر)۔
- ۳۔ اپنی جان اور مال کو ظلم اور غر سے بچانے کے لیے رضوت دینا یہ لینے والے پر حرام ہے دینے والے پر حرام نہیں ہے، اسی طرح اپنے مال کو حاصل کرنے کے لیے بھی رضوت دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔
- ۴۔ کسی شخص کو اس لیے رضوت دی کہ وہ اس کو بادشاہ یا مامک تک پہنچا دے تو اس رضوت کا لینا جائز ہے اور لینا حرام ہے بلکہ رضوت کی یہ چار اقسام تاقی خاں کے حوالے سے علامہ ابن حاتم، علامہ بدر الدین عینی، علامہ زین الدین ابن نجیم اور علامہ ابن ماجہ شہی

۱۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۲۳۴ مطبوعہ مطبعہ امیر الکرامی لاہور، ۱۳۰۰ھ

۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نثر السنۃ خان۔

۳۔ سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۳۹

۴۔ علامہ حسن بن منصور اور جنیدی زقاقی خان متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ تاقی خاں علی امتش البندی ج ۲ ص ۳۶۳-۳۶۲ مطبوعہ مطبعہ امیر بلاق

۵۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۶ ص ۳۸۵، مطبوعہ مکتبہ فزیلہ رضویہ سکھر

۶۔ علامہ محمود بن احمد متوفی ۸۵۵ھ، ہدایہ شرح ہدایہ لکھنؤ ثالث ص ۲۶۹، مطبوعہ مکتبہ سنز فیصل آباد

۷۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۲-۲۶۱، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

نے بھی بیان کی ہیں۔ علامہ ابوبکر جماس نے بھی رثوت کی یہ چار قسمیں بیان کی ہیں۔ ۱۔

قاضی اور دیگر سرکاری افسروں کے ہدیہ قبول کرنے کی تحقیق

کرناسختب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیک دوسرے کو ہدیہ دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو"۔ لیکن ہدیہ لینے کا یہ جواز اس شخص کے لیے ہے جو مسلمانوں کے اعمال میں سے کسی عمل کے لیے متعین نہ ہو اور جو شخص کسی عمل کے لیے متعین ہو گیا جیسے قاضی اور حاکم وغیرہ ان پر لازم ہے کہ یہ کسی سے ہدیہ قبول نہ کرے بلکہ صرف اس شخص سے جو اس منصب پر مقرر ہونے سے پہلے انھیں ہدیہ نہ دیا ہو، کیونکہ ہدیہ دینے والا کسی کام یا قضاء کو اپنے حق میں کرنے کے لیے ہدیہ دیتا ہے اور یہ بھی رثوت اور سخت کی ایک قسم ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن القتیبة کو مسلمانوں سے صدقات وصول کرنے کے لیے مقرر فرمایا جب وہ صدقات لے کر آیا تو کہنے لگا کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے لوگوں نے ہدیہ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ دیا اور فرمایا: "ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کو ہم کسی جگہ کا عامل بنا کر بھیجتے ہیں اور وہ واپس آکر یہ کہتے ہیں کہ یہ تمہارا مال ہے اللہ یہ ہمیں ہدیہ ملا ہے، یہ لوگ اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گئے پھر یہ دیکھا جاتا کہ ان کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں؟" اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کسی جگہ کا عامل بنایا۔ ان کے پاس کالی مال جمع ہو گیا۔ حضرت عمر نے ان سے پوچھا تمہارے پاس یہ مال کہاں سے آیا انھوں نے کہا گھوڑوں کی نسل بڑھی اور لوگوں نے تحفے دیے۔ حضرت عمر نے فرمایا: "اے اللہ کے دشمن! تم اپنے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گئے پھر ہم دیکھتے کہ تم کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں؟" اور وہ مال بیت المال میں داخل کر لیا، اس حدیث اور اثر سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی منصب کی جہت سے کوئی ہدیہ ملے تو وہ رثوت ہے۔ لہذا جو لوگ قاضی کو منصب قضاء پر فائز ہونے سے پہلے تحفے دیتے تھے ان کے سوا کسی اور شخص سے قاضی کو ہدیہ اور تحفہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ ۲۔

مدعی علیہ پر قسم کا وجوب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کے دعووں کے مطابق ان کا فیصلہ کر دیا جائے تو لوگ دوسرے لوگوں کی جانوں اور اموال پر دعویٰ کر بیٹھیں گے لیکن مدعی علیہ پر یہی قسم (قسم) لازم ہے۔

بَابُ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعِي عَلَيْهِ

۴۳۵۶ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ سَمْرَجٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُبَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَا دَعَى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَأَمْوَالَهُمْ وَلِحُكْمِ الْيَمِينِ عَلَى الْمُدَّعِي عَلَيْهِ -

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن طاہرین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۱-۲۲۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۲۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی ملازی جماس متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ سہیل امینی لاہور، ۱۳۰۰ھ

۳۔ شمس الامامہ محمد بن احمد بن محمد بن عثمان متوفی ۱۲۸۱ھ، شرح صحیح مسلم، المطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعة الثانیة، ۱۳۹۸ھ

۲۳۵۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ تَائِبِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي عَتَا بِسْ أَسْ وَشَوَّانِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِينِ عَلَى الْمُتَدَلِّي عَيْنَهُ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا فیصلہ کیا ہے۔

مدعی علیہ پر قسم کے لزوم میں مدعی اور مدعی علیہ کے درمیان اختلاف ضروری ہے یا نہیں؟ اس حدیث میں احکام

میں سے ایک اہم تاہم بیان کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی انسان کا قول صرف اس کے دعویٰ کی وجہ سے قبول نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے قبول ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یا تو وہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے یا مدعی علیہ اس کے دعویٰ کی تصدیق کر دے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ محض کسی شخص کے دعویٰ کی وجہ سے اس کو اس کا حق نہیں دیا جائے گا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہر قسم دوسری قوموں کی جانوں اور اموال پر اپنے حق کا دعویٰ کر سکتے، اور مدعی علیہ کی جان اور مال کی حفاظت ممکن نہیں رہے گی، اور مدعی کی حفاظت گوارا ہونے کے ذریعہ ممکن ہے، نیز اس حدیث میں اہم شافعی اور جمہور فقہاء اسلام کے اس موقف پر دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے اس پر قسم کھانا لازم ہے عام اہل حق کے اور مدعی کے مابین کوئی اختلاف اور عملی مصلحت ہو یا نہ ہو، اس کے برخلاف اہم مالک، جمہور فقہاء مالکیہ اور فقہاء مدینہ کی یہ رائے ہے کہ ہر مدعی علیہ پر قسم کھانا لازم نہیں ہے اور وہاں غرض اور جہلاً غنا وغیرہ پر جو قسمیں دعوے کر کے ایک دن میں ان پر گواہی نہیں لاد کر دیں گے۔ اس لیے مدعی علیہ پر قسم کے لزوم کے لیے یہ شرط لگانا ہی گئی ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ میں کسی قسم کا کوئی ربط اور اختلاف ہو جس کی وجہ سے دعویٰ کی صحت کا گمان ہو سکے (دوسرے اور باتیں توگ بلا وہ کسی شریف آدمی پر دعویٰ کریں گے کہ اس نے ہماری فلاں چیز دینی ہے دوسری قسم کھائے۔ سبیدی غفرلہ) اختلاف کی تفسیر میں، فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ایک یا دو آدمیوں کی شہادت سے یہ ثابت ہو کہ ان کے درمیان کوئی معاملہ یا قرعہ کا مین دین ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ معاملہ کا صرف شہادتی کافی ہے اور جمہور فقہاء اسلام کی دلیل اس باب کی حدیث ہے جس کی رو سے مطلقاً ہر مدعی علیہ پر قسم لازم ہے خواہ ان کے درمیان کسی قسم کا اختلاف اور ربط ہو یا نہ ہو اور کتاب، سنت اور اجماع میں اختلاف کی اصل پر گواہی دہلی نہیں ہے بلکہ مدعی پر گواہ اور مدعی علیہ پر قسم کے لزوم کی حکمت

مدعی پر گواہ لاد کر کے اس کی ایک گواہی کے ذریعے اس کو خود اس حدیث میں بیان ہے کہ اگر صرف مدعی کے دعویٰ کی بنا پر اس کی تصدیق کر دی جائے تو ہر شخص دوسرے شخص کی جان اور مال پر دعویٰ کرے گا اس لیے ضروری ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ کے صحت پر گواہ پیش کرے، اور مدعی علیہ چونکہ اس دعویٰ کا منکر ہوتا ہے اس لیے اس پر لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر اپنی برادرت کو ثابت کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مدعی کی جانب ضیعت ہوتی ہے کیونکہ وہ اس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے جو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہے اور ظاہر حال کا تقاضا یہ ہے کہ چیز اس کی ہے جس کے قبضہ میں ہے اس لیے مدعی کی جانب ظاہر حال کے خلاف ہونے کی وجہ سے ضیعت ہے اس وجہ سے اس پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعی علیہ کی جانب قری ہوتی ہے کیونکہ ظاہر حال اس کا موید ہے اس وجہ سے

۱۔ علامہ کبیری بن شرف لادای سنہ ۶۶۶ھ، شرح مسلم ۲۷ ص ۲۷، مطبوعہ نوریہ امج المطابع کراچی، الطبعة الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

اس کے لیے قسم کھانا کافی ہے۔

مدعی اور مدعی علیہ کی تعریفات | علامہ بدر الدین مینی لکھتے ہیں کہ مدعی اور مدعی علیہ کی تعریفات میں اختلاف ہے ایک قول

یہ ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جو بغیر عجت اور دلیل کے اپنے دعویٰ کا مستحق نہ ہو سکے دوسرا قول یہ ہے کہ مدعی وہ ہے جو ظاہر حال کے خلاف دعویٰ کرے، تیسرا قول یہ ہے کہ مدعی ایک ایسی پوشیدہ چیز کا ذکر کرنے سے جو ظاہر کے خلاف ہو چوتھا قول یہ ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جو اگر اپنے دعویٰ کو چھوڑ دے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور یہ تعریف احسن ہے کیونکہ یہ جامع اور مانع تعریف ہے، اور مدعی علیہ وہ شخص ہے جو بغیر عجت کے اپنی چیز کا مستحق ہوتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مدعی علیہ وہ ہے جو ظاہر کے ساتھ متعلق ہو اور تیسرا قول یہ ہے کہ مدعی علیہ وہ شخص ہے کہ اگر وہ مقدمہ کو چھوڑنا چاہے تو اس کو نہ چھوڑا جائے بلکہ مقدمہ پر مجبور کیا جائے۔ لہ

علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: مدعی علیہ وہ شخص ہے جس کا دعویٰ اصل کے مطابق ہو اور اصل یہ ہے کہ اس کے خلاف کوئی مقدمہ اور معاملہ نہ ہو، اور مدعی وہ شخص ہے جو اس اصل کو اپنی طرف منتقل کرنے کی سعی کرے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بچہ یا بڑا شخص حریت الاصل (اصل میں آزاد) ہونے کا دعویٰ کرے اور دوسرا شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا ملوک ہے تو اس شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جو حریت الاصل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ اصل میں تمام انسان آزاد ہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ شخص اس کا ملوک اور غلام ہے اس سے کہا جائے گا کہ تم گواہ پیش کرو۔ علامہ ابن حاجب نے یہ ذکر کیا ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جس کا دعویٰ کسی معذوق سے خالی ہو اور مدعی علیہ وہ شخص ہے جس کا قول صرف اور اصل سے مؤید ہو، الغرض یہ تمام تعریفات اس تعریف کی طرف رجوع کرتی ہیں کہ مدعی علیہ وہ شخص ہے جو اصل کا دعویٰ کرے اور مدعی وہ شخص ہے جو اس اصل کو اپنی طرف منتقل کرنے کا دعویٰ کرے لہٰذا جو شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہو اور

جائز اور حق بات پر قسم کھانے کے استحسان پر دلائل

اس کے لیے قسم کھانا مباح ہے اور اس قسم کھانے سے اس پر کوئی گناہ ہوگا نہ کوئی وبال ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھانے کو مشروع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حرام چیز کو مشروع نہیں فرماتا، قرآن مجید میں تین مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق بات پر قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عمر نے حضرت ابی کے سامنے ایک کھجور کے درخت پر قسم کھائی پھر وہ ان کو بہہ کر دیا، اور یہ فرمایا اگر میں نے قسم نہ کھائی تو مجھے یہ خوف ہے کہ لوگ اپنے حقوق پر قسم کھانا چھوڑ دیں گے اور قسم نہ کھانا سنت ہو جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ منبلی لکھتے ہیں: قسم کھانے میں دو فائدے ہیں ایک تو مال ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تمہارا مسلمان بھائی جو ظلم کر کے تمہارا حق مارنا چاہتا ہے تم قسم کھا کر اس کو اس ظلم سے باز رکھتے ہو اور اس کو ناقص مال غیر کھانے سے بچاتے ہو۔ یہ ظلم کی خیر خواہی ہے اور اس کو ظلم سے روکتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ انسان قسم کھا کر اپنا حق لے لے۔

۱۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن متوفی ۸۵۵ھ، حمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۵، ۸۶، مطبوعہ دار لآلہ الطباعۃ المینیہ مصر ۱۳۲۸ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن علی دشتانی، حمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۵، ۸۶، مطبوعہ دار لآلہ الطباعۃ المینیہ بیروت

اگر کوئی شخص تم کو کھانے سے بچے اور اپنا جائز حق چھوٹے دہی علیہ پر محمد زرد سے تو اس میں ظالموں اور غافلوں کی حوصلہ افزائی ہو گی بلکہ ایک طرح ظلم پر مدعا اور ممانعت ہوگی اور پورا جائز نہیں ہے لہذا تقاضا کرنا ہے: لا تغاونا و لا علی الا نحد و العدا و ان۔ (ما بعدہ ۲۰) ”گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے کو مدعا کرو“ لے

مذاہب ائمہ کی روشنی میں وہ مقدمات جن میں منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے | علماء ابن قدامہ وغیرہ کہتے ہیں کہ

حقوق کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کا حق ہے اور دوسرا بندے کا حق ہے اور دونوں حقوق کی دو دو قسمیں ہیں: **بندے کے حق کی پہلی قسم** | جو چیز مال ہو یا اس چیز سے مال مقصود ہو، اہل علم کے نزدیک اس میں قسم کھانا مشروع ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اگر دہی لے اس حق پر دو گراہ پیش کر دے تو اس کا دعوی ثابت ہو جائے گا ورنہ دہی ملے تو قسم کھا کر بری ہو جائے گا۔

بندے کے حق کی دوسری قسم | جس چیز کا مقصد رجبہ وہ نہ تو مال ہو اور نہ اس سے مال مقصود ہو جیسے حد تقوت، نکاح، طلاق، رجعت، منقہ، نسب، استیلاء، ولاد وغیرہ امام احمد کے اس میں دو قول ہیں، ایک

قول یہ ہے کہ اس میں دہی علیت سے قسم لی جائے گی نہ اس پر قسم پیش کی جائے گی، امام احمد کہتے ہیں کہ میں نے متقدمین میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو اموال اور ساز و سامان کے سوا کسی چیز میں قسم لینے کو جائز قرار دیتا ہو، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے (۱۱) ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نکاح اور چیزیں نکاح سے متعلق ہیں حلال رجعت، ایلاء میں رجوع، ولاد اور نسب وغیرہ ان میں قسم طلب نہیں کی جائے گی، کیونکہ ان چیزوں کا بدل نہیں ہے اور قسم اس چیز میں طلب کی جاتی ہے جس کا بدل ہزار اور اس میں دہی علیہ کر اس بات کا اعتبار رجعتا ہے کہ وہ تم کھالے یا دہی کے دعویٰ کو تسلیم کرے۔ اور چونکہ یہ امور دو گراہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتے اس لیے ان میں دہی علیہ پر قسم نہیں پیش کی جاتی، امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ طلاق، تقاضا، اور تقوت میں قسم طلب کی جائے گی، عرقی نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بری سے کہا میں نے تمہارے رجوع کر لیا تھا اور عدت بہرہ کے کہ تیرے رجوع سے پہلے میری عدت پوری ہو چکی تھی تو عدت سے تم لے کر اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور جب چار ماہ کی عدت میں مرد اور عدت کا اختلاف ہو تو قسم کے ساتھ مرد کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ عدت ایلاء سے متعلق ہے۔ سیدی مفسر، اور اس قول کے تقاضے سے بندے کے ہر حق پر قسم طلب کی جائے گی، امام شافعی، امام مسعود اور امام ابو یوسف کا یہی قول ہے، کیونکہ اگر امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر لوگوں کے حقوق ان کے دعویٰ کے مطابق دے دیے جائیں تو ہر قسم دوسری قوم کی جانوں اور اموال پر دعویٰ کرے گی لیکن دہی علیہ سے تم لی جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہر قسم کے دعویٰ کو نشانہ ہے اور یہ فرمان تقاضا کے دعویٰ کو بھی نشانہ ہے کیونکہ آدمی کے حق میں تقاضا کا دعویٰ صحیح ہے لہذا مال کی طرح دہی علیہ سے جان پر قسم لینا بھی جائز ہے۔

اللہ کے حق کی پہلی قسم | بے انتہائی حد کی حلفوں میں ان میں قسم مشروع نہیں ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف رجوع کو قبول کر لیا جائے گا اور اس سے قسم نہیں لی جائے گی اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ اس کا پروردگار رکھنا مستحب ہے اس لیے

لے علماء مفتی الدین ابو محمد عبدالرشید احمد بن قدامہ غنوی ۴۲۰ھ، المفتی ج ۱۰ ص ۲۱۵-۲۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۰۵ھ

اس کو رجوع کی تلقین کی جاتی ہے اور گراہوں کے لیے بھی یہ مستحب ہے کہ وہ متر کر بی جیسا کہ حضرت ماعز کے قہقہہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہزال سے فرمایا تھا اگر تم اس کا پردہ رکھتے تو بہتر تھا۔

اللہ کے حق کی دوسری قسم | امام احمد کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں تاکہ نصاب کا قول بغیر قسم کے معتبر ہے اور لوگوں سے ان کے صدقات پر حلف نہیں لیا جائے گا، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ لوگوں سے ان کے صدقات کے متعلق حلف لیا جائے گا کیونکہ اس دعویٰ کی سماعت کی جاتی ہے اور یہ آدمی کے حق کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ حقوق اللہ ہیں اور عدل کے مشابہ ہیں نیز صدقات کا ادا کرنا عبادت ہے اس لیے اس پر قسم نہیں لی جائے گی جیسا کہ نماز پر قسم نہیں لی جاتی اور اگر کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس پر قسم کا یا ظہار کا کفارہ ہے یا اس پر کسی صدقہ کی نذر ہے تو اس میں بغیر قسم کے اس شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اس معاملہ میں دعویٰ کی سماعت نہیں کی جائے گی اور نہ کسی اور عدل میں دعویٰ کی سماعت کی جائے گی کیونکہ اس معاملہ میں کسی مدعی کا حق نہیں ہے اور نہ کسی شخص کی اس پر ولایت ہے اس لیے اس دعویٰ کی سماعت نہیں ہوگی بلکہ اگر کسی معاملہ میں اللہ کے حق کے ساتھ بندے کا حق بھی متضمن ہو جائے تو پھر اس دعویٰ کی سماعت ہوگی مثلاً کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس نے اس کا مال چھینا ہے تاکہ اس سے وہ اپنا مال برآمد کرے یا اس کو اس مال کا ضامن کرے یا کسی شخص پر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اس کی باندی سے زنا کیا ہے تاکہ اس شخص سے باندی کا ہر وصول کیا جاسکے تو اس دعویٰ کی سماعت کی جائے گی وہ مقدمات جن میں فقہاء احناف کے نزدیک منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے | علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ

کے نزدیک حسب ذیل صورتوں میں منکر سے قسم نہیں لی جائے گی:

- (۱) نکاح: مثلاً ایک شخص پر دعویٰ کرے کہ اس کا اس عورت سے نکاح ہے اور عورت انکار کرے یا اس کے برعکس ہو۔
- (۲) رجعت: مثلاً طلاق کی عدت گزرنے کے بعد مرد پر دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیا تھا اور عورت منکر ہے یا اس کے برعکس ہو۔
- (۳) ایلاہ: (یعنی چار ماہ تک عورت سے عمل ازدواج نہ کرنے کی قسم کھانا، اگر یہ مرد قسم پوری کرے تو چار ماہ بعد عورت باندہ ہو جائے گی) میں رجوع کا دعویٰ کرنا، مثلاً چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد مرد پر دعویٰ کرے کہ اس نے عدت کے اندر عمل ازدواج کر لیا تھا اور عورت منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔
- (۴) غلام ہونے کا دعویٰ: مثلاً کسی مجبور النسب شخص کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا غلام ہے اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔
- (۵) ام ولد ہونے کا دعویٰ: مثلاً کوئی عورت اپنے مولیٰ پر دعویٰ کرے کہ وہ اس کی ام ولد ہے، اس کا کس قسم نہیں ہے۔
- (۶) ولاد: مثلاً کسی مجبور النسب شخص کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا مولیٰ ہے اور اس نے اس کو آزاد کیا تھا اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔ یا یہ صورت ولاد موالات میں ہو۔

(۸)۔ نسب: شاخصی مجہول الغلب کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے یا اس کا مادہ ہے اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۸)۔ حدود: شاخص کوئی شخص دوسرے شخص پر ایسے جرم کا دعویٰ کرے جس پر حدود دہی سے کوئی عدلازم آتی ہو اور وہ شخص منکر ہو۔
(۹)۔ لعان: شہادت اور عورت اپنے شوہر پر یہ دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اس کو ایسی ہیبت لگائی ہے جس سے اس کا واجب ہوتا ہے اور عورت کی ہیبت لگائی ہے، اور شوہر اس کا منکر ہو۔

الم ابو بصیر اور الم عمیرہ کہتے ہیں کہ حدود اور لعان کے سوا ان تمام صورتوں میں منکر سے قسم لی جاتی ہے، مگر وہ صحیحین کی دلیل یہ ہے کہ مدعی ظہر کا قسم کھانے سے انکار کرنا دعویٰ کا اقرار کرنا ہے، اور یہ انکار اس پر ولایت کرنا ہے کہ وہ دعویٰ کا انکار کرتے ہیں مگر ثابت ہے کہ چونکہ وہ جرم ثابت ہوتا ہے اس لیے اس کا اقرار اس پر واجب ہے اس کو ثابت کرنا، لہذا اس کا قسم کھانے سے انکار کرنا دعویٰ کا اقرار یا اس کا بدلہ ہے، لیکن یہ ایسا اقرار ہے جس میں شبہ ہے اور حدود و شہادت سے ساقط ہوجاتی ہیں اور لعان بھی حکماً عدل سے اس لیے حدود اور لعان میں ترک کر کے قسم نہیں لی جاتی ہے اور باقی صورتوں میں منکر سے قسم لی جاتی ہے۔

الم ابو بصیر کی دلیل یہ ہے کہ منکر کا قسم لگانا کرنا "بدل" ہے یعنی وہ مازومت اور منکر سے ترک کر رہا ہے اور اس سے اقرار کر رہا ہے، یہ کہ مدعی کے دعویٰ کو تسلیم کر رہا ہے اور بدل کے ساتھ قسم کا انکار دعویٰ کے ثبوت کے لیے موجب نہیں رہتا اور منکر کے انکار کو "بدل" پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ یہ لایم نہ آئے کہ وہ دعویٰ کے انکار میں کاذب تھا، یعنی قسم کھانے سے انکار کر رہا ہے (کیونکہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کو کذب سے بچانا چاہیے) اور ان امور میں "بدل" جاری نہیں ہوتا (مثلاً ایک مرد ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے عورت اس نکاح کی منکر ہو لیکن وہ قسم نہ کھائے اور کہے کہ میرا نکاح سے سابقہ نکاح نہیں ہوا لیکن میں تم کھانے کی جگہ اپنے آپ کو تہا سے حوالے کر دیتی ہوں تو عورت کا یہ بدل صحیح نہیں ہے، اسی طرح جس شخص پر کسی نے اپنے فہم ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ کہے ہیں اصل میں آزاد ہوں لیکن میں تم کھانے کے بجائے اپنے آپ کی تہا سے غلامی میں دیتا ہوں تو اس کا یہ بدل صحیح نہیں ہے، اس طرح جس شخص پر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے وہ کہے ہیں دراصل غلام شخص کا بیٹا ہوں لیکن یہ دعویٰ مجھے ضرر ہے اس لیے میں اپنا نسب اس کے لیے مباح کرتا ہوں تو یہ بدل صحیح نہیں ہے، اور منکر سے قسم لینے کا فائدہ یہ ہے کہ قسم سے انکار کی بنا پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے اور جب یہاں مدعی کے حق میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تو منکر سے قسم بھی نہیں لی جاتی ہے۔ لہذا قسم سے انکار کرنا مازومت اور خصوصیت کو دفع کرنے کے لیے بدل کرنا ہے اس وجہ سے اگر کوئی شخص مکاتب یا عبدان ہونے کا دعویٰ کرے اور مالک منکر ہو اور بدل کہتے ہوئے قسم نہ کھائے تو وہ شخص مکاتب یا عبدان ہونے کا دعویٰ کرے گا، کیونکہ اس میں ان کی صورتی رعایت ہے اور اگر کوئی شخص کسی پر تہا کا دعویٰ کرے اور مدعی بدل کہتے ہوئے قسم نہ کھائے تو اس پر تہا اور کذا لازم ہوگا، کیونکہ یہ مال کا معاملہ ہے، ایک شخص اپنا مال دوسرے پر مباح کر سکتا ہے لیکن کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نفس دوسرے پر مباح کر دے۔ اس لیے کوئی عورت قطع مازومت کی خاطر بدل کہتے ہوئے کسی غیر شخص پر اپنا نفس مباح نہیں کر سکتی اس وجہ سے الم ابو بصیر نے ان تمام صورتوں میں بدل کا اعتبار نہیں کیا لہذا ان کے نزدیک ان تمام صورتوں میں منکر سے قسم نہیں لی جاتی ہے۔

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فضیل صلی اللہ علیہ وسلم نے سن ۵۹۳ھ، ۲۰۵-۲۰۴ھ میں صومالیہ میں شریعت علیہ السلام

اہم شافی یہ کہتے ہیں کہ مدعی کے حق فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ مدعی پر قسم لوٹانی جائے گی اگر مدعی نے اپنے دعوئی پر قسم کھائی تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا کیونکہ مدعی علیہ کے قسم کھانے سے انکار کرنے میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ اس نے جھوٹی قسم سے احتراز کیا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس نے تمہمت سے بچنے کے لیے سچی قسم کھانے سے بھی انکار کیا بنا کر کوئی دیکھ نہ کہے کہ اس نے جھوٹی قسم کھائی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان نے ایک مقدمہ میں قسم نہیں کھائی تھی۔ اور یا اس وجہ سے انکار کیا کہ اس پر صورت حال مختصر تھی اور اس احتمال کی بنا پر صورت مدعی علیہ کا قسم سے انکار کرنا، مدعی کے صدق کی دلیل نہیں ہے اور مدعی کا قسم کھانے کا تو اس کے دعوئی کا صدق ظاہر ہوجائے گا پھر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مدعی علیہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا اس کے ذیل پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ مخالفت اور تنازعت کو ترک کرنے کے لیے قسم نہیں کھاتا یا اس کا انکار اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے مدعی کے دعوئی کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ قسم کھاتا اور اپنے آپ کو نقصان سے بچاتا نیز منکر پر قسم کھانا واجب ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ قسم کھانا اس لیے اس کے انکار کی وجہ سے مدعی کے صدق کی جانب راجح ہوگئی اور مدعی پر قسم لوٹانے کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی پر صرف گواہ پیش کرنے کو واجب کیا ہے اور مدعی علیہ پر قسم لازم کی ہے اور مدعی پر قسم لوٹانا اس تقسیم کے منافی ہے۔

بَابُ الْقَضَاءِ بِالْيَمِينِ وَالشَّاهِدِ

ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا

۲۳۵۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو نَكْرَانَ بْنُ إِسْحَاقَ شَيْبَةَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُسَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدٌ وَهُوَ أَبُو حَبِيبٍ حَدَّثَنَا ثَنِي سَيْفٌ بْنُ سَلَمَانَ أَخْبَرَنِي قَدِيسُ ابْنُ سَعْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ دِينَارِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بَيْنَ عَيْنٍ وَ شَاهِدٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کیا۔

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے میں گواہ اور مدعی

علاوہ یہی نبی شرف فرمادی رکھتے ہیں: اس باب کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدعی اپنے اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، فقہاء کوفہ، شافعی، حنک، اذہاعی اہل بیت اور ائمہ کے فقہاء مانگتے ہیں کہ ایک گواہ اور قسم کی بنا پر کسی قسم کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور صحابہ کرام، تابعین و ائمہ و کلام اور مجدد فقہاء اسلام کا یہ مسلک ہے کہ احوال اور جن چیزوں سے احوال کا تقدیر کیا جاتا ہے، ان میں ایک گواہ اور قسم کی بنا پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی نظر یہ ہے، عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، فقہاء مدینہ، فقہاء عجاز اور دیگر شہروں کے فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عمارہ بن حزم، حضرت سعد بن حبارہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت معز بن شہر رضی اللہ عنہم سے اس میں بکثرت احادیث مروی ہیں اور ائمہ حدیث نے بیان

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر ہنوفانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ولید امیر بن محمد ۲۰۲ - ۲۰۳ھ، مطبوعہ مکتبہ مشرقیہ - علیہ السلام

کیا ہے کہ اس باب میں صحیح ترین روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں کسی نے جرح نہیں کی اور ائمہ فقہ حدیث کے نزدیک اس حدیث کی صحت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر وغیرہما کی احادیث حسن ہیں۔ ۱۷

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کے جواز میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل | علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ مقربات (مشکوٰۃ حدود اور قصاص) اور بنیات (مشکوٰۃ)

نکاح، عتاق اور ان کے عوارض اور لوازم یعنی ایلاء، طلاق اور ظہار وغیرہ میں تو دو گواہ ضروری ہیں لیکن مالیات میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے بھی مدعا ثابت ہو جاتا ہے۔ ۱۸

علامہ ابن قدامہ منبلی کہتے ہیں: امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکنوا رجلین فرجل وامرأتان (البقرہ ۲۸۲)

اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو طلب کرو، اگر دو مرد (میترا) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اور جس شخص نے اس حکم پر زیادتی کی اس نے نفس قرآن پر زیادتی کی اور نفس میں زیادتی کرنا اس نفس کو منسوخ کرنا ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور منکر پر قسم کھانا واجب ہے، اس حدیث میں قسم کا مدعی علیہ میں حصہ ہے جیسا کہ گواہ پیش کرنے کا مدعی میں حصہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ، امام محمد کے استدلال کے جواب میں کہتے ہیں کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کی بناء پر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کر دیا اور اس سے اس آیت کے حکم کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ حکم اس وقت منسوخ قرار دیا جاتا ہے جب دو گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ناجائز ہو جاتا ہے نیز اس آیت میں دو گواہوں کی شرط شہادت کی ادائیگی کے لیے نہیں ہے بلکہ شہادت کے تحمل یعنی حصول شہادت کے لیے یہ ضروری ہے کہ دو گواہ ہوں۔ اور جو حدیث امام محمد نے پیش کی ہے (مدعی پر گواہ لازم ہیں اور مدعی علیہ پر قسم) وہ حدیث ضعیف ہے ملازم ازین قسم کا مدعی علیہ میں حصہ نہیں ہے کیونکہ قسم لگانا، قسامت اور اختلاف فی البیع کی صورت میں بھی مشروع ہے اور ان صورتوں میں صرف مدعی علیہ پر قسم نہیں ہوتی۔ اور امام محمد کا یہ کہنا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے، اس قول کو متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے جو ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلے کیے ہیں وہ فیصلے صحیح نہ ہوں، اور محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی بناء پر فیصلہ کیا ہے وہ محمد بن حسن شیبانی کے فیصلہ سے افضل ہے جو آپ کا مخالف ہے بلکہ

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کے جواز پر ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی فتنی حیثیت

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواری شافعی متوفی ۶۷۲ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴، مطبوعہ دارالمنہج، کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد العزیز ابن احمد بن قدامہ منبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنہج ج ۱ ص ۹-۱۰، مطبوعہ دارالمنہج، بیروت، ۱۴۰۲ھ

۱۹۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد العزیز ابن احمد بن قدامہ منبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنہج ج ۱ ص ۱۱-۱۲، مطبوعہ دارالمنہج، بیروت، ۱۴۰۲ھ

کی جس روایت سے استدلال کیا ہے حافظ ذہبی نے اس کے دو جواب دیئے ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، امام ترمذی نے مثل کثیر میں لکھا ہے کہ جس نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا عمرو بن دینار نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا، (حافظ ذہبی کہتے ہیں:) اس کی دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن عمرو بن دینار کی روایت کو حضرت ابن عباس سے طاؤس کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، نیز اس حدیث میں دوسرا انقطاع یہ ہے کہ اس کا سند میں تیس بن سعد کی عمرو بن دینار سے روایت ہے، حالانکہ تیس بن سعد کی عمرو بن دینار سے کوئی روایت نہیں ہے جیسا کہ امام طاہری نے اس کی تصریح کی ہے۔ غلظت اس حدیث میں دو انقطاع ہیں۔ ابن النفلان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہر چند کہ امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں از تیس بن سعد از عمرو بن دینار از ابن عباس روایت کیا ہے لیکن اس میں ان دونوں جگہ انقطاع ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ عمرو بن دینار نے حضرت ابن عباس سے اس حدیث کو نہیں سنا، امام طاہری کہتے ہیں کہ تیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے کسی حدیث کو نہیں سنا۔ امام داؤد ظنی نے اس حدیث کو از طاؤس از ابن عباس روایت کیا ہے لیکن اس سند میں ایک راوی عبد اللہ بن محمد بن ربیعہ مترک ہے۔

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض ہم اس حدیث کی سند کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تب بھی یہ مفید حکم نہیں ہے۔ امام غزالی نے کہا ہے کہ جب صحابی یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع فرمایا یا اس چیز کا فیصلہ فرمایا تو یہ حکم کا نام نہ نہیں دینا کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ صحابی نے کسی خاص واقعہ کی حکایت کی، ہو اور اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنس شہد یا جنس مین (رقم) کی بنا پر فیصلہ کیا، ہو، بہ صورت بر تقدیر صحت اس حدیث میں کسی خاص واقعہ کا بیان ہے اور یہ عام قاعدہ نہیں ہے۔ لہ

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں: علامہ کانی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا یہ نظریہ ہے کہ جب مدعی ایک گواہ پیش کرے اور دوسرا گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہر مدعی پر قسم زبانی ہائے گی، اگر اس نے قسم کھالی تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو ہر اس کے حق میں مطلقاً فیصلہ نہیں کیا جائے گا، امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کر دیا، لیکن یہ حدیث غریب ہے اور جو حدیث ہم نے بیان کی ہے (یعنی مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور منکر پر قسم کھانا لازم) یہ حدیث مشہور ہے جس کو تمام امت نے قبول کیا ہے حتیٰ کہ یہ حدیث متوازن کے درجہ میں ہے۔ اس لیے حدیث جو غریب ہے وہ اس حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی جو مشہور ہے کہ متوازن ہے۔ علاوہ ازیں یحییٰ بن مین نے اس کو رد کر دیا ہے۔ اور امام ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یحییٰ بن مین نے اس کو رد کر دیا ہے۔ نیز اس حدیث کو ربیعہ نے اہل بنی النضر سے روایت کیا ہے اور اہل بنی سہل نے اس کا انکار کیا ہے اور جب راوی کسی روایت کا انکار کر دے تو وہ روایت صحیح نہیں رہتی چہ جائیکہ وہ حدیث مشہور کے معارض ہو سکے۔ نیز اس حدیث کے معنی میں یہ احتمال بھی ہے کہ کبھی آپ نے جنس گواہ کی بنا پر فیصلہ کیا اور کبھی آپ نے جنس مین (رقم) کی بنا پر فیصلہ کیا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زید گھوڑے اور خیر ہر سوار ہوا یعنی کبھی گھوڑے پر اور کبھی خیر ہر سوار پر یہی تسلیم کر لیں کہ اس حدیث میں ایک ہی وقت کا فیصلہ مراد ہے تو یہ کب لازم ہے کہ اس حدیث میں قسم سے مدعی کی قسم ملو، ہو، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مدعی علیہ کی قسم مراد ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ایک گواہ کا اقرار نہیں کیا جاتا اور چونکہ اس کا وجود اوسم برابر ہے اس لیے آپ نے مدعی علیہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا، اس صورت میں یہ حدیث اس حدیث مشہور (مدعی پر گواہ لازم)

اور مدعی علیہ پر قسم کھانا ہے) کے معارض بھی نہیں ہوگی بلکہ موافق ہو جائے گی۔ ۱۔
 اشد اکبر یہ وہ حدیث ہے جو شداد درجہ سے منقطع ہے، اور محدثین کی تصریح کے مطابق ضعیف اور مردود ہے اور
 اس کی بناء پر علامہ ابن قدامہ امام محمد بن حسن شیبانی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا الزام عائد کر رہے ہیں، حالانکہ
 امام محمد قرآن مجید کی آیت اور حدیث مشہور کے مطابق عمل کرتے ہیں اور باوجود ضعف اور انقطاع کے اس حدیث کی
 حدیث مشہور کے مطابق تاویل اور توجیہ کرتے ہیں بیساکہ علامہ ابن ہمام نے امام ذہبی سے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ کے دیگر اعتراضات کے جوابات | علامہ ابن قدامہ امام محمد کی دلیل کے خلاف لکھا ہے کہ اگر
 ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا جائے تو واستشهدوا

نشہیدین ” دو گواہوں کو طلب کرو“ کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا ” سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت
 میں گواہی کا عام قاعدہ یہ بیان کیا ہے کہ ہر نزاعی معاملہ میں دو گواہ طلب کیے جائیں، اگر کسی ایک مقدمہ میں بھی صرف ایک گواہ اور مدعی
 کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا تو گواہی کا یہ قاعدہ کلیہ ٹوٹ جائے گا اور اس قاعدہ کا علم منسوخ ہو جائے گا اور وہ حدیث جس میں ایک سے
 زیادہ منقطع راوی ہوں وہ قرآن مجید کے کسی عمومی حکم کو منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ باقی را علامہ ابن قدامہ کا یہ کہنا کہ قرآن
 مجید میں دو گواہوں کی شرط، مکمل شہادت کے لیے ہے گواہی دینے کے لیے نہیں ہے، سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ مکمل شہادت
 کا مقصد گواہی دینا ہوتا ہے اور جب کسی معاملہ پر گواہ بنتے کے لیے دو گواہوں کی شرط ہے تو گواہی دینے کے لیے دو
 گواہوں کی شرط بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ حدیث البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (مدعی پر گواہ اور منکر پر
 قسم ہے) ضعیف ہے بلکہ یہ قول باہمت کے خلاف ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، امام بیہقی نے
 اس کو سنن کبریٰ میں روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ ابن عدی نے اس کو دو سندوں سے روایت
 کیا ہے اور امام واقدی نے اس کو کتاب المغازی میں روایت کیا ہے۔ ۲۔
 یہ حدیث اس قدر اسانید کثیرہ سے مروی ہے کہ اس کو حکماً متواتر قرار دیا گیا ہے اور اس حدیث کے مشہور ہونے میں
 سب کا اتفاق ہے۔

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے میں فقہاء احناف کا مسلک اور دلائل | علامہ ابو بکر جصاص

ایک گواہ اور مدعی کی قسم میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور ابن شبرہ کا یہ نظریہ
 ہے کہ نیز دو گواہوں کے فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے اور مدعی کے ایک گواہ اور اس کی قسم پر کوئی فیصلہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے اور امام
 مالک اور امام شافعی (اسی طرح امام احمد) یہ کہتے ہیں کہ اموال میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح ہے۔ علامہ ابو بکر جصاص
 کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متروقی ۸۶۱ھ، فتح القدر ۷۷۲ھ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ

۲۔ حافظ جمال الدین ابو عبد اللہ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ مجلس علمی حدیث ہند، ۱۳۵ھ

marfat.com

جلد خامس

واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان
لہم یقوناً جلیلین فی جلا دامواتان ممن ترضون
من الشہداء - (البقرہ ۲۸۲، ۵)

اپنے دونوں میں سے دو گواہ بناؤ اور اگر
دوم (دوسرے) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بناؤ ان
گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔

یہ آیت ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کو باطل قرار دیتی ہے، کیونکہ اس آیت کا سیاق یہ ہے کہ زنی پر دو گواہ نہ لے
جائی، بلکہ اگر زنی زنی الگا کر کے تو حکم کے سامنے دو گواہوں کو پیش کر دیا جائے اور حکم پر لازم ہے کہ وہ دو گواہوں کی بنیاد پر
فیصلہ کرے۔ اس آیت میں لہذا صیغہ ہے جو وجوب کا تقاضا کرتا ہے جیسا کہ اشرفی نے مدققت میں فرمایا: فأجلد وھھ
ثمانین جلداً - "ان کو تالی کر ڈے مارو" اور عذنا میں فرمایا: فأجلدوا کل واحد منھما ما تھمتہ جلداً ۸۰
یہ ہے ہر ایک کو سو کر ڈے مارو، "سومیں طرح مدققت میں اسی کوڑوں سے کم مارنا جائز نہیں ہے اور عذنا میں سو کوڑوں سے کم ملنا
جائز نہیں ہے اس طرح نصاب شہادت میں دو گواہ سے کم کو پیش کرنا یا دو سے کم گواہوں پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اس آیت میں اشرفی نے گواہوں کے متعلق دو چیزیں بیان کی ہیں ایک عدو اور ایک صفت۔ عدو میں دو گواہوں کو بیان فرمایا
اور صفت میں فرمایا وہ تہار سے پسندیدہ گواہ ہوں، آزاد اور نیک چال چلن کے گواہ ہوں۔ جس میں طرح فیہ عادل کو گواہ بنا نا جائز
نہیں ہے اس طرح دو سے کم کو گواہ بنا نا بھی جائز نہیں ہے، نیز اگر صرف ایک مرد گواہ میسر ہو تو اس کے ساتھ صرف ایک عورت پر
اکتفا نہیں فرمایا بلکہ دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا تاکہ دعویٰ کی صداقت پر کسی قسم کا شک اور شبہ نہ ہو نہ صرف ایک مرد گواہ
کے ساتھ اگر مدعی کی قسم کو حاکم فیصلہ کر دیا جائے تو یہ فیصلہ مشکوک ہو گا اور جس حکمت کے پیش نظر ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کو
ہایا گیا تھا یہ اس حکمت کے خلاف ہو گیا۔

نیز اس آیت میں اشرفی نے فرمایا ہے ان کو گواہ بناؤ جن کو تم پسند کرتے ہو اور مدعی کی قسم پر گواہ ہونا صادق نہیں آتا اور نہ کوئی
شخص اس کو پسند کرے کہ مدعی اپنی قسم سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرے ان وجوہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ
کرنا اس آیت کے خلاف ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدعی پر گواہ
پیش کرنا ہے اور مدعی علیہ پر قسم ہے۔ ہر چند کہ یہ حدیث خبر واحد کی اقسام سے ہے لیکن چونکہ اس حدیث کو تمام امت نے قبول کر
لیا ہے اس لیے یہ حکم متواتر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دو گواہ کے حقوق معنی ان کے دونوں سے دے دیے جائیں تو ہر شخص دوسرے کی مان اور مال پر
دعویٰ کرے گا یہ حدیث دو طرح سے اس بات کے مخالف ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کیا جائے، اول اس لیے کہ مدعی
کی قسم اس کا دعویٰ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معنی کسی کے دعویٰ کی بنا پر اس کا حق نہیں دیا جائے گا نہ انی اس لیے کہ
مدعی کی قسم اس کا قول ہے اور معنی کسی شخص کو اس کے قول کی بنا پر اس کا حق نہیں دیا جائے گا۔ نیز اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی
ہے۔ حضرت دائل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رضی اللہ عنہ کی ایک زوجین میں نزاع ہوئی حضرت نے کندی پر زین کا دعویٰ کیا، نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا قوم دو گواہ چلن کر دیا اس کی قسم پر فیصلہ ہو گا اس کے سوا اور کوئی صحت نہیں ہے، اس حدیث میں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی کے حق کی ثبوت کے لیے صحت پر فرمایا ہے کہ دو گواہ پیش کرے ورنہ اس کا دعویٰ ثابت نہیں ہو گا
اگر ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر بھی فیصلہ جائز ہوتا تو آپ اس طرح نہ فرماتے۔

جس احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا، علامہ ابو بکر جصاص فرماتے ہیں کہ ان احادیث کو

قبول کرنے سے پانچ ائمہ مانع ہیں:

(۱) ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں۔

(ب) ان احادیث کے راویوں نے ان روایات کا انکار کیا۔

(ج) یہ احادیث قرآن مجید کی نص صریح کے خلاف ہیں۔

(د) سند کے فساد سے صحت نظر کر کے بھی یہ احادیث ائمہ ثلاثہ کو مفید نہیں ہیں۔

(ه) یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احادیث کسی خاص صورت پر محمول ہوں۔

ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی احادیث کا ضعف | عمرو بن دینار نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا، یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ عمرو

بن دینار کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں ہے۔ اسی طرح سہیل نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ کے ساتھ قسم پر فیصلہ کیا، لیکن سہیل کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور وہ اپنی روایات بھول گئے تھے، سلیمان کہتے ہیں کہ میری سہیل سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا، سلیمان نے کہا میں نے ربیعہ سے سنا وہ اس حدیث کو آپ سے روایت کر کے بیان کرتے ہیں سلیمان نے کہا اگر تم نے ربیعہ سے یہ حدیث سنی ہے تو ربیعہ سے روایت کر دو مجھ سے روایت کر دو۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ یہ حدیث روایت کرنے کے بعد بھول گئے یا ان کو دم لاحق ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے ان کو تو دم لاحق ہوا ہو یا وہ ابتداً بھول گئے ہوں اور میں چیز کو انہوں نے نہ سنا ہو اس کو روایت کر دیا ہو، خصوصاً اس صورت میں جبکہ انہوں نے آفریقہ میں اس کا انکار کر دیا، اسی طرح حضرت محمد بن عمرو سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن وہ روایت مرسل ہے۔ عبدالوہاب نے اس کا موصوفاً ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بہر حال ان ائمہ کی وجہ سے اس حدیث کی اسانید مجرد اور ضعیف ہیں اور یہ حدیث لائق استدلال نہیں ہے۔

ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی حدیث کے راویوں کا انکار | امام عبدالرزاق نے ایک گواہ اور قسم کے فیصلے کے بارے میں زہری سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: یہ وہ

چیز ہے جس کو لوگوں نے گھرا لیا ہے دو گواہوں کے ساتھ فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ حماد بن خالد جیاد کہتے ہیں میں نے ابن ابی ذئب سے سوال کیا ایک گواہ اور قسم کے متعلق زہری کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا یہ بدعت ہے سب سے پہلے اس کو معاویہ نے جاری کیا، اور محمد بن حسن نے ابن ابی ذئب سے روایت کیا۔ میں نے زہری سے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ بدعت ہے سب سے پہلے حضرت معاویہ نے اس پر فیصلہ کیا تھا۔ اور زہری اپنے زمانے میں مدینہ کے سب سے بڑے عالم تھے اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو ان سے مخفی نہ ہوتی اور زہری کی تصریح سے یہ معلوم ہو گیا کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر سب سے پہلے حضرت معاویہ نے فیصلہ کیا تھا اور یہ بدعت ہے۔ حضرت معاویہ سے تو یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے مدینہ سے قسم لے بغیر صرف ایک خاتون کی شہادت پر فیصلہ کر دیا تھا، امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ علقمہ ابن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے محمد بن عبداللہ بن زہیر اور ان کے بھائیوں کے حق میں یہ شہادت دی کہ ربیعہ بن ابی امیہ نے اپنے بھائی زہیر بن ابی امیہ کو اپنے گھر میں سے چھتائی دے دیا، انہیں کے علاوہ کسی اور نے اس پر شہادت نہیں دی تھی، حضرت امیر معاویہ نے اس شہادت پر فیصلہ کر دیا، سو اگر حضرت معاویہ کے فیصلہ کو بنا کر ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہو تو ان کے فیصلہ کی بنا پر

پرفیصلہ کی حدیث پر فیصلہ کرنا بھی جائز ہو ناچاہیے حالانکہ یہ قرآن اور سنت کی تصریحات کے باوجود خلاف ہے۔
 لام عبد الرزاق نے ابن جریر سے روایت کیا ہے کہ عطارد یہ کہتے تھے کہ قرآن میں ہے با کونی اور ساط و دو گراہوں سے کہ کسی گواہی پر
 فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ عبد الملک بن مروان نے اپنے دو خلاف میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کیا۔ علاوہ ابو بکر جصاص نے
 اس قسم کے اور آثار بیان کرنے کے بعد کہا ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا حضرت مسعودیہ اور عبد الملک
 بن مروان کی سنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتی تو فقہاء تابعین سے معنی نہ
 ہوتی نیز سہیل نے اس روایت کا انکار کیا اور میر نے کہا کہ یہ حدیث کتاب میں نہیں ہے اور فقہاء تابعین نے تصریح کی کہ یہ مسعودیہ اور
 عبد الملک کی بدعت ہے۔

ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی حدیث کا صریح قرآن کے خلاف ہونا اگر صحیح سے صحیح مدعی ہوتی اور ملت
 مابین نے اس پر اٹھا کر دیا ہوتا اور اس کو بدعت دکھا ہوتا تب بھی یہ روایت قرآن مجید کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود تھی،
 کیونکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم سے بھی قرآن مجید کو مفسوخ کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح حدیث میں اسی کو ردولت سے کہ ماننا جائز نہیں ہے اور حدیث
 میں سو گزوں سے کہ ماننا جائز نہیں ہے اسی طرح نصاب شہادت میں دو گواہ متعین ہیں اور اس سے کہ گواہی پر فیصلہ کرنا جائز نہیں
 ہے اور جب کہ قرآن مجید میں دو گواہوں پر فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا مختلف ذیہ ہے تو قرآن
 حکم قرآن مجید سے مفسوخ قرار دینا چاہیے۔

حدیث مذکور ائمہ شامہ کے موقف کو مستلزم نہیں اگر بالقرینہ بیان کیا جائے کہ گواہ اور قسم کی حدیث صحیح ہے اور اس بات
 سے صرف نظر کر لیا جائے کہ یہ قرآن مجید کے مصادیق ہے تب
 بھی یہ حدیث علم کا موجب نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کرنا واجب ہے، بلکہ اس میں ایک واقعہ کا
 ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا، اور اس حدیث میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ قسم سے اور مدعی علی
 کی قسم ہو تاکہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ مدعی علی سے قسم اس وقت لی جاتی ہے جب مدعی کے پاس کوئی گواہ نہ ہو اور اگر مدعی
 کے پاس ایک گواہ ہو تو جو مدعی علی سے قسم نہیں لی جاتی، پس حدیث میں اس گمان کا رد کر دیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مدعی کے پاس ایک گواہ ہونے کے وجود مدعی علی کی عین پر فیصلہ کیا تھا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ گواہ اور قسم سے مراد میں گواہ اور جنس قسم جو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدعی کے) گواہوں
 پر بھی فیصلہ کیا اور مدعی علی کی قسم پر بھی فیصلہ کیا اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت خزیمہ بن ثابت کے خاص واقعہ کی روایت
 اشارہ ہو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی پر فیصلہ کیا تھا اور ہو سکتا ہے اس وقت منکر نے آپ سے
 قسم کا بھی مطالبہ کیا ہو، اور ان احتمالات صحیحہ کے ہوتے ہوتے یہ کہنا کہ قسم سے مدعی کی قسم مراد ہے صحیح نہیں ہے۔

حدیث مذکور کا صحیح محمل بعض صورتوں میں جب کسی چیز پر صرف ایک گواہ متعین ہو اور دوسرا گواہ شرفاً غیر متعین ہو تو
 ہم بھی کہتے ہیں کہ اس صورت میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح ہے مثلاً ایک شخص
 نے باندی خریدی اور اس کی شہادت میں کوئی عیب نہ دیکھا اور اس عیب پر وہی شخص گواہ ہے اور دوسرا گواہ ماننا جائز نہیں ہے اس مسئلہ
 میں اس کی گواہی اور اس کی قسم ہر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور بیخ صبح کر دی جائے گی پس ہو سکتا ہے کہ اس حدیث

میں اس قسم کی صورت کی طرف اشارہ ہو۔ لہ

بَابُ بَيَانِ أَنَّ مُحْكَمَ الْحَاكِمِ لَا يُغَيَّرُ

الْبَاطِنِ

۴۳۵۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِي بَرٍ عَنْ نَرْيَنْبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ الْحَقُّ بِمُحْتَجِّهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي لَهُ عَلَى نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَحِبِّهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ بِهِ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ -

۴۳۶۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكَيْعُ بْنُ وَكَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ الْحَقُّ بِمُحْتَجِّهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي لَهُ عَلَى نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَحِبِّهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ بِهِ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ -

۴۳۶۱ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ نَرْيَنْبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ الْحَقُّ بِمُحْتَجِّهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي لَهُ عَلَى نَحْوِ مِمَّا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَحِبِّهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ بِهِ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ -

حَاكِمِ كَا فِصْلَةٍ حَقِيقَتِ وَاقْعِيَةٍ كَو تَبْدِيلِ نَهِي كَرْتَا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے پاس مقدمات سے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ دلائل کے ساتھ پیش کرے اور اس سماعت کے اعتبار سے میں بالفرض اس کے حق میں فیصلہ کر دوں سو میں شخص کو یہی اس کے بھائی کا حق دے دوں وہ اس کو نہ لے کیونکہ میں اس کو آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

ام سلمہ نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جبرہ کے دروانہ پر کسی شخص کے جھگڑنے کی آواز سنی، آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا میں صرف ایک بشر ہوں اور میرے پاس کوئی شخص مقدمہ لگاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے دعویٰ کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح پیش کرے اور میں اس کو سچا گمان کر دوں پھر بالفرض میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ پس جس شخص کے لیے میں دوسرے مسلمان کے حق میں فیصلہ کر دوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے وہ اس کو اٹھائے یا چھوڑ دے۔

فَأَقْبَضَ لَهَا فَمَنْ قَضَيْتَ لَهَا بِحَقِّ مُسْلِمٍ
فَأَقْبَضَتْهَا مِنْ طَعْنَةٍ مِنَ النَّارِ فَكَيْفَ حَمَلَهَا
أَوْ يَدْرُهَا

۲۳۶۲- وَحَدَّثَنَا عَنْهُ وَالتَّقَادُ
حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا
أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ وَحَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ ابْنِ
لُحَيْمٍ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَحْمَدَ
مَعْمَرٍ بِإِسْنَادٍ يَفِيضُ إِلَى الْأَسْتَاذِ
تَعْرِفُ حَدِيثُ يُونُسَ وَفِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ
قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِجَنَّةٍ تَخْصِيهِ بِبَابٍ أَمْرًا سَمِيًّا.

امام مسلم نے مداد اسندوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے (جگو کے) دروازہ پر کسی شخص کے چھبڑنے کی آواز سنی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری حجت کی بناء پر فیصلہ کا حکم دینے کی حکمت

علماء یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا: میں صرف بشر ہوں، اس میں حالت بشریہ پر تشبیہ کرنا ہے اور اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ بشر کو فریب کا علم نہیں ہوتا، اور وہ باطنی امور کو نہیں جانتے البتہ جس چیز پر اللہ تعالیٰ العین مطلع کر دے، اس کا انہیں علم ہو جاتا ہے، اور اس بات پر تشبیہ کرنا بھی کہ جو احکام امت کے لیے مباح ہیں وہ آپ کے لیے بھی جائز ہیں اور یہ کہ آپ لوگوں کے درمیان باقی ظاہر کے فیصلہ کرتے ہیں اور حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے، اس لیے آپ کو لوگوں اور تم کی بنا پر فیصلہ کرتے ہیں جب کہ یہ ممکن ہے کہ واقعہ میں حقیقت ظاہر کے خلاف ہو لیکن آپ کو ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا مکلف کیا گیا ہے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: جب تک لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کریں مجھے ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب اس حکم کا نفاذ کریں گے تو وہ اپنی جانوں اور اپنے اولاد کو ہر طرف سے محفوظ کریں گے البتہ جس چیز کا ان کی جان اور مال پر خون ہو گا اس کو وصول کیا جائے گا اور ان کا صاحب اللہ کے ہوتے ہے، اور اللہ تعالیٰ جانتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فریقین کے باطنی معاملہ پر مطلع فرمادیتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی شہادت اور قسم کے بغیر اپنے ذاتی یقین کی بنا پر فیصلہ فرماتے لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ کی امت کو آپ کے اقوال اور آپ کے افعال کی اتباع کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے باطنی امور کی نوا قیامت میں آپ کو بھی ایک حکم کے ماتحت کر دیا تاکہ امت پر آپ اتباع آسان ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے احکام ظاہر کے مطابق جاری کیے۔ تاکہ آپ کی امت بھی آپ کی طرح ظاہر کے مطابق فیصلہ کر سکے اور آپ کی اقتداء کر سکے اور لوگ باطن کی طرف متوجہ ہوتے بغیر غرضی کے ساتھ احکام ظاہر پر عمل کر سکیں اور آپ کی اطاعت کر سکیں۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ اس حدیث سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کے مطابق حکم کر دیتے ہیں اور وہ باطن کے خلاف ہوتا ہے حالانکہ امور بین کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام میں خطا دینا ہرگز نہیں رکھا جاتا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اور امور بین کے قاعدہ میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ امور بین کی مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے جو حکم دیں اس میں خطا دینا ہرگز نہیں رہتے، اگرچہ علماء اس کے قائل ہیں کہ آپ سے

اجتہاد میں غلط ہوتی ہے اور بعض علماء غلط اجتہادی کے قائل نہیں ہیں اور جو قائل ہیں ان کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ اس غلطی پر قائم نہیں رہتے بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح فیصلہ پر مطلع فرمادیتا ہے۔ اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ بغیر اپنے اجتہاد کے من شہادت یا قسم کی بنا پر جو فیصلہ کریں اور اس ظاہر شہادت کی وجہ بالفرض باطن کے خلاف فیصلہ کر دیں اس فیصلہ کو غلط اور غلط نہیں کہا جائے گا بلکہ آپ کو جس بنیاد پر فیصلہ کرنے کا مکلف کیا گیا ہے وہ شہادت یا قسم ہے اور اس لحاظ سے یہ فیصلہ صحیح ہے اور اگر گواہوں نے جھوٹی گواہی دی تو یہ ان کا گناہ ہے، فیصلے میں کوئی قصور نہیں ہے لہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۶۱ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: انما انا بشر میں صرف ایک بشر ہوں، یعنی میں عرانی صفات نہیں رکھتا کہ خود بخود کسی مقدمہ کی حقیقت باطنی اور غیبی کو جان لوں۔ علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ای لا اعلم الغیب و بواطن الامور كما هو مقتضى الحالة البشرية۔
میں غیب اور باطنی امور کو نہیں جانتا جیسا کہ حالت بشریہ کا تقاضا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما انا بشر میں صرف ایک بشر ہوں، اس مناسبت سے ہم یہاں انبیاء علیہم السلام کے انسان اور بشر ہونے کی حیثیت پر تفصیل سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام جنس بشر اور فرعون انسان سے پیدا ہوئے ہیں لیکن کیا انبیاء علیہم السلام کی حقیقت صرف انسان اور بشر ہے یہ بات تفصیل طلب ہے۔

کہا جاتا ہے کہ انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے، حیوان ہونے میں باقی حیوانات بھی انسان کے شریک ہیں اور ناطق (مدرک الکلیات والجزئیات) ہونے کی وجہ سے وہ باقی حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے اور نطق وہ فصل میز ہے جس کی وجہ سے انسان اور باقی حیوانات میں امتیاز اور فرق ہوتا ہے، انبیاء علیہم السلام کی حقیقت میں اس سے ایک زائد چیز ہے اور وہ ہے وحی کی استعداد اور صلاحیت، اسی صلاحیت کی وجہ سے نبی اور غیر نبی میں امتیاز ہوتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام میں یہ چیز مشترک ہے کہ وہ سب نبی حال وحی تھے اور جس طرح نطق کی وجہ سے انسان کا حیوانات سے امتیاز ہوتا ہے، اسی طرح استعداد وحی کی وجہ سے نبی کا غیر نبی سے امتیاز ہوتا ہے اور جس طرح انسان کی حقیقت میں نطق داخل ہے اور وہ اس کے لیے فصل میز ہے اسی طرح نبی کی حقیقت میں استعداد وحی داخل ہے اور وہ اس کی فصل میز ہے اور جس طرح انسان کلیات اور جزئیات کے ادراک کی صلاحیت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا ظہور ایک خاص مدت کے بعد ہوتا ہے اسی طرح نبی وحی کی استعداد کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور اس کا ظہور ایک خاص مدت کے بعد ہوتا ہے۔

۱۔ علامہ سید محمد بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ دار الفکر، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، مطبوعہ دار الفکر، مصر، ۱۳۴۸ھ

نبی کی حقیقت کا عام انسانوں کی حقیقت سے متماز ہونا اس ہم آپ کے سامنے قرآن مجید کی وہ آیات پیش کر
بشر معنی نہیں ہوتا بلکہ نبی وہ بشر ہے جس پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے اور جو اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا
وَأَمِنْ وَاوَّعَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِي
بِأَذْنِهِ مَا يَشَاءُ - (شوری، ۵۱)

اور کسی بشر کے یہ لائق نہیں کہ وہ اللہ سے ہم کلام ہو مگر
وہی سے یا پردہ کی اوٹ سے یا اللہ اس پر کوئی فرشتہ بھیج دے
جو اللہ کی اجازت سے اس پر وہ وحی کرے جو اللہ چاہے۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام بشر اور نبی میں فرق بیان فرمایا ہے کہ عام بشر اللہ سے ہم کلام نہیں ہو سکتا اللہ ہی اللہ سے ہم کلام
ہوتا ہے اور نبی کا اللہ سے ہم کلام ہونا براہ راست وحی الہی سے ہوتا ہے یا پردہ کی اوٹ سے یا فرشتہ کی وساطت سے اس پر نبی
کی جاتی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحِي إِلَيَّ اللَّهُ الْحِكْمَ
الْمُبِينُ - (الأنعام، ۱۱۰)

آپ فرمادیکھتے ہیں (الرحمیت کا مدعی نہیں بلکہ مجرور نہ
ہونے میں) تم جیسا ہی بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے
(کہ میرا اور تمہارا مجبوراً ایک ہی مجبور ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر محض نہیں ہیں بلکہ ایسے بشر ہیں جو مال وحی میں اور نبی
ہی وہ وصف ہے جس کی وجہ سے عام انسان اور بشر کا نبی سے امتیاز ہوتا ہے اور جس طرح انسان کا حیوان کے مقابلہ میں عقل
اور ادراک کی خصوصیت حاصل ہے نبی کو اس خصوصیت کے علاوہ استعداد وحی کی خصوصیت بھی حاصل ہے جس سے وہ عام انسان
اور بشر سے ممتاز ہوتا ہے۔

اہم قرآنی اس حقیقت کو واضح کرنے ہوتے دیکھتے ہیں:

وَوَسَّاءُ الْعَقْلِ طَوْسًا أُخْرًا تَنْفَعُ حَرْفِيهٖ
عَيْنَ الْاٰخْرٰى يَبْصُرُ بِهَا الْغَيْبَ وَمَا يُسْكَوْنُ
فِي الْغَيْبِ وَمَا يُرْسِلُ اٰخْرَ الْعَقْلِ مَعْزُوْلًا عَنْهَا
كَعْزُوْلٍ قُوَّةَ التَّمْيِيْزِ عَنِ اِدْرَاكِ الْمَعْقُوْلَاتِ
وَكَعْزُوْلٍ قُوَّةَ الْحَسَنِ عَنِ مَدْرَاكَاتِ التَّمْيِيْزِ
وَكَمَا اَنَّ الْمَعْمُوْرَ لَوْ عَصَتْ عَلَيْهِ مَدْرَاكَاتُ
الْعَقْلِ لَا بَأْسًا وَاسْتَبْعَدَهَا فَكَذٰلِكَ
بَعْضُ الْعُقُلَاءِ اِلْوَامِدْرَاكَاتِ النَّبُوَّةِ وَ
اسْتَبْعَدَهَا ، وَذٰلِكَ عَيْنَ الْجَهْلِ -

اور عقل کے مادہ ایک اور عالم ہے جس میں ادراک
کی ایک اور آنکھ مگھلتی ہے جس سے انسان غیب کا ادراک کرتا
ہے اور مستقبل میں ہونے والے امور ظہیر اور بہت سے امور
کو جان لیتا ہے جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے۔ جیسے قوت
تیسیر، مستورات کا ادراک نہیں کر سکتی اور جس طرح حواس قوت
تیسیر کے مدارکات کو نہیں پاسکتے۔ اسی طرح عقل، قوت ادراک
غیب کے مدارکات کو نہیں پاسکتی، اور جس طرح حواس تیسیر کے
سامنے عقل کے سامنے مدارکات پیش کیے جائیں تو وہ ان کو عبید ہو کر ان کا
انکار کرتا ہے اسی طرح بعض عقل والوں کے سامنے نبوت
کے مدارکات پیش کیے گئے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا۔ اور یہ

خالص جہالت ہے

امام غزالی نے اس عبارت میں یہ واضح کر دیا ہے کہ جس طرح حواس کے بعد تمیز کا مرتبہ ہے اور عقل کا مرتبہ ہے، اسی طرح عقل کے بعد نبوت کا مرتبہ ہے اور جس طرح قوت عقلیہ سے سموات کا ادراک ہوتا ہے اسی طرح نبوت کی قوت سے نبیات کا ادراک ہوتا ہے۔ اور جس طرح عام حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے حواس کی قوت عطا کی ہے اور انسان کو اس سے ایک زائد قوت عطا کی ہے اور وہ عقل اور تمیز ہے اسی طرح نبی کو اللہ تعالیٰ نے ان قوتوں سے زائد ایک قوت عطا کی ہے جس قوت سے وہ غیب کا ادراک کرتا ہے اور جس طرح انسان عالم محسوسات میں ظاہری چیزوں کو دیکھتا ہے اور ان کی ادازیں سنتا ہے، حیوانات اور انسانوں کو دیکھتا ہے اور ان کی ادازیں سنتا ہے اسی طرح نبی غیب کی مخفی چیزوں کو دیکھتا ہے فرشتوں اور جنات کو دیکھتا ہے ان کی ادازیں سنتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی اپنی حقیقت میں عام بشر اور انسان سے ممتاز ہوتا ہے اور جس طرح انسان عام حیوانوں سے خاص ہے نبی عام انسانوں سے خاص ہوتا ہے۔

نبی کی خصوصیات | امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

علامہ حلیمی نے کتاب المنہاج میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا دوسرے انسانوں سے جسمانی اور روحانی قوتوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔

و ذکر الحلیمی فی کتاب المنہاج ان

الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لا یسوان

یکون مختلفین لغیرہم فی القوی الجسمانیۃ والقوی الروحانیۃ

پھر امام رازی اس کی تفصیل میں علامہ حلیمی سے نقل کرتے ہیں کہ قوت جسمانیہ کی دو قسمیں ہیں مدد کہ اور محرکہ اور مدد کہ کی دو قسمیں ہیں، حواس ظاہر اور حواس باطنہ اور حواس ظاہرہ پانچ ہیں۔

قوت باصرہ | قوت باصرہ کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے

لیے تمام روئے زمین سمیٹ دی گئی اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۰، سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۲۲۸، دلائل النبوة ج ۶ ص ۵۸۷) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفیں قائم کرو اور اسل کو کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو پس پشت جی دیکھتا ہوں۔

اس قوت کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرمایا: وکن لک نوری ابراہیم ملکوت السموات

و الارضی۔ "اور اسی طرح ہم (حضرت) ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھاتے ہیں" اس آیت کی تفسیر میں مفسرین

نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی بصر کو قوی کر دیا حتیٰ کہ حضرت ابراہیم نے اعلیٰ سے لے کر اسفل تک تمام نشانیاں دیکھ لیں اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجلی لی ما فی السموات والارضی "میرے لیے تمام آسمان اور زمین مکشوف

ہو گئے" سنن احمد ج ۲ ص ۶۶ اور ایک روایت میں ہے فعلت ما فی السموات والارضی "میں نے تمام آسمانوں اور زمین

کو جان لیا" سنن احمد ج ۱ ص ۳۶۸، سعیدی غفر لہ

۱۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المنقذ من الضلال ص ۵۴، مطبوعہ مکتبۃ الاوقاف لاہور، ۱۹۷۱ء

۲۔ امام فخر الدین محمد بن عبد العزیز ابن عربی متوفی ۷۰۱ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۸ھ

marfat.com

جلد خامس

قوت سامعہ اور اس کا پرچانا بجا ہے، آسمان میں ایک قدم کا جگر بھی نہیں ہے مگر اس میں کرنی نہ کرنی فرشتہ سبحہ وریز ہے،

اس مدیغ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے پرچمانے کی آواز سنی، نیز آپ نے فرمایا ایک پتھر جنم میں گر گیا بار بار ہے جو اہل تک جنم کی تہ تک نہیں پہنچا آپ نے اس کی آواز سنی۔ اس قوت کا نظیر حضرت سلیمان کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کڑی ہے، اسے چیرتی ہے، اسے اپنے ہلن میں داخل ہوا وہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے منی پر مطلع کیا، اور یہ قوت ہی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی کیونکہ آپ نے بھیڑیے اور اونٹ سے کلام کیا۔

قوت شاتمہ نبی کی قوت شاتمہ کی خصوصیت پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ دلیل ہے، کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ میری قمیص لے جاؤ اور حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈال دو اور قافلہ وہ قمیص لے کر روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: اے لاجد ریہہ یوسف! ”مجھے حضرت یوسف کی خوشبو آ رہی ہے“ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو کوئی کنی کی مسافت کے فاصلے سے سونچ لی۔

قوت ذائقہ نبی کے پھکنے کی قوت کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گشت کا ایک ٹکڑا چکھا تو فرمایا: اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

قوت لامسہ نبی کی قوت لامسہ کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ اچکھ کر ان پر نندہ ک اور سلامتی ہو گئی۔

اور حواسِ باطن میں قوت حافظہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سنقر ۱۱۱ فلا تقسی ”جو منقریب آپ کو پڑ جائیں گے پس آپ نہیں بولیں گے اور قوت ذکاوت ہے، حضرت علی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب سکھائے اور میں نے ہر باب سے ہزار باب مستنبط کیے، اور حبیب ولی کی ذکاوت کا یہ حال ہے تشریحی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکاوت کا کیا عالم ہوگا! اور قوت عمر کو کی خصوصیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج پر جانا دلیل ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ چرختے آسمان پر جانا، اور حضرت ادریس اور ایسا علیہما السلام کا آسمانوں پر جانا اس کی دلیل ہے۔

انبیاء وعلیم السلام کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی انتہائی کامل ہوتی ہیں، علامہ یہ ہے کہ نفس قدسہ نورانیہ اپنی ماجہت میں باقی نفس سے مختلف جہا ہے اور نفس نورانیہ کے لوازم سے یہ ہے کہ اس کی ذکاوت، ذہانت اور حیرت انتہائی کامل مواد وروہ جسمانیات اور مشہور انبیاء سے مندرجہ اور حبیب نبی کی روح غایت صفا اور شرف میں ہوگی تو اس کا بدن بھی انتہائی صاف اور پاکیزہ ہوگا اور اس کی قوت دیکھ اور قوت جگر بھی انتہائی کامل ہوگی، کیونکہ یہ قوتیں ان احوال کے تمام مقام ہیں جو احوال جسم وروح سے صادر ہوتے ہیں اور نبی کے بدن سے حاصل ہوتے ہیں اور جب ناقص (روح) اور قابل (بدن) انتہائی کامل ہوں گے تو ان کے آثار بھی انتہائی کامل مشرف اور صاف ہوں گے۔

عافظ ابن جریر مستقلان لکھتے ہیں کہ علامہ علی نے انبیاء علیہم السلام کے چھالیس خواص ذکر کیے ہیں، یہ وہ خواص ہیں جن کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں

ان خواص کی تفصیل درج ذیل ہے:-

- ۱۔ بحالہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کرتا ہے۔
- ۲۔ بغیر کلام کے نبی پر الہام ہوتا ہے، بلکہ نبی اپنے نفس میں بغیر تقدم اور تاخر کے ایک معنی پاتا ہے جس کو محسوس نہیں کیا جاسکتا۔
- ۳۔ فرشتہ کو دیکھ کر اس سے وحی سنتا ہے اور اس سے کلام کرتا ہے۔
- ۴۔ فرشتہ نبی کے قلب پر وحی القاد کرتا ہے اور یہ القاد احکام، وعد اور وعید پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ اولیاء اللہ کے قلب پر جو واردات ہوتی ہیں وہ حوادث اور واقعات کی اطلاعات پر مشتمل ہوتی ہیں۔
- ۵۔ نبی کی عقل کامل ہوتی ہے اور اس کی عقل کو کبھی کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔
- ۶۔ نبی کی قوت حافظہ غیر معمولی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ طویل ترین سورت کو صرف ایک مرتبہ سن کر حفظ کر لیتا ہے اور اس کا ایک لفظ بھی نہیں بھرتا۔
- ۷۔ نبی اپنے اجتہاد میں خطا سے محفوظ رہتا ہے (یعنی وہ خطا پر برقرار نہیں رہتا۔ سیدی غفرلہ)
- ۸۔ نبی کی ذکاوت غیر معمولی ہوتی ہے اور اس کا استنباط بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔
- ۹۔ نبی کی بصر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ زمین کے ایک حصے سے دوسرے حصے کی چیز دیکھ لیتا ہے۔
- ۱۰۔ نبی کی سماعت بہت تیز ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ زمین کے ایک حصے سے دوسرے حصے کی آواز سن لیتا ہے جس کو دوسرا نہیں سن سکتا۔
- ۱۱۔ نبی کی قوت شامہ غیر معمولی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت یعقوب کا دور سے حضرت یوسف کی قمیص کی نوٹھو موٹھو لینا۔
- ۱۲۔ نبی کا جسم بہت قوی ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ ایک رات میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتا ہے (بلکہ اس سے بھی زیادہ)۔
- ۱۳۔ سیدی غفرلہ۔
- ۱۴۔ نبی کا آسمانوں پر جانا۔
- ۱۵۔ گھنٹی کی آواز کی صورت میں وحی کو پا لینا۔
- ۱۶۔ بکریوں سے کلام کرنا۔
- ۱۷۔ نباتات سے کلام کرنا۔
- ۱۸۔ درخت کے تنا (شہتیر) سے کلام کرنا۔ (جیسے استیٰ حنابلہ)
- ۱۹۔ پتھروں سے کلام کرنا۔
- ۲۰۔ بیٹریے کی آواز سے اس کا مطلب سمجھ لینا۔
- ۲۱۔ اونٹ کی بلبلاہٹ کو سمجھ لینا۔
- ۲۲۔ حکم کو دیکھے بغیر اس کی آواز سننا۔

marfat.com

۲۳۔ جنات کا مشاہدہ کرنا۔

۲۳۔ اظہارِ غائبہ کی شانوں کا نبی پر پیشین کیا مانا، جیسا کہ سورج کے مرتع پر آپ کے سامنے ہیبت المقدس کی شال مٹی کی گئی۔
۲۴۔ کسی حادثہ سے اس کی عاقبت کر جان لینا، جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو فرمایا اس کو اس ذات نے تک لیا جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔

۲۵۔ کسی نام سے نال نکانا کیونکہ جب ہیل بن مروی آیا تو آپ نے فرمایا اب اللہ نے تمہارا معاملہ سہل کر دیا ہے۔

۲۶۔ کسی آسانی چیز کو دیکھ کر زمین کے حادثہ پر استدلال کرنا جیسا کہ فرمایا یہ بادل بڑھ کر کعبہ کی مدد کا اعلان کر رہا ہے۔
۲۷۔ پس پشت دیکھنا۔

۲۸۔ کسی شخص کی موت سے پہلے اس کے حال پر مطلع ہونا، جیسا کہ حضرت حنظلہ کے بارے میں فرمایا میں نے دیکھا فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں اور وہ حالتِ جنابت میں شہید ہوئے۔

۲۹۔ مستقبل کی فتح کا آپ پر اظہار کر دینا جیسا کہ فرودہ خندق میں ہوا۔

۳۰۔ دنیا میں جنت اور دوزخ کو دیکھ لینا۔

۳۱۔ فراست۔

۳۲۔ درخت کا آپ کے حکم کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ آپ کے بلانے پر درخت جڑوں اور ٹہنیوں سمیت آیا اور آپ کے حکم سے واپس چلا گیا۔

۳۳۔ ہرنی کا آپ سے شکایت کرنا۔

۳۴۔ نبیہ نظام کے خواب کی تعبیر بیان کرنا۔

۳۵۔ کعبہ کے درخت کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا کہ اس میں اتنے دکن کجوریں ہوں گی۔

۳۶۔ احکام کی ہدایت دینا۔

۳۷۔ دین اور دنیا کے انتظام اور سیاست کی ہدایت دینا۔

۳۸۔ عالم کی ہیبت اور ترکیب کی ہدایت دینا۔

۳۹۔ بدن انسان سے متعلق طبی امور کی ہدایت دینا۔

۴۰۔ عبادت کی ہدایت دینا۔

۴۱۔ مصنفوں کی ہدایت دینا۔

۴۲۔ اسیکون (اثر مستقبلہ) پر مطلع ہونا۔

۴۳۔ مالکان (اثر امیر) پر مطلع ہونا (جن کو پہلے کسی نے بیان نہ کیا ہو۔)

۴۴۔ لوگوں کی پرشیدہ باتوں اور بیحدوں پر مطلع ہونا۔

۴۵۔ استدلال کے طریقوں کی تعلیم دینا۔

۴۶۔ حسن معاشرت کے طریقوں پر مطلع ہونا۔

علامہ علیہ السلام نے لکھا ہے کہ یہ نبوت کے چھالیس خصوصیات ہیں، ہر چند کہ ان میں سے بعض اوصاف غیر نبی کو بھی حاصل ہوتے

ہیں لیکن یہ اوصاف نبوت کے خصائص اس وجہ سے ہیں کہ ان میں نبی کو اصلاً خطا نہیں ہوتی جب کہ غیر نبی کو ان میں خطا لاحق ہو جاتی ہے۔ لہ

نبی اور غیر نبی کا فرق علامہ علمی کی عبارت نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر مستطانی خصائص نبوت بیان کرتے ہوئے احیاء العلوم سے امام غزالی کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ ہم تاریخین کے سامنے احیاء العلوم سے امام غزالی کی اصل عبارت پیش کر رہے ہیں:

ان النبوة عبارة عما يختص به النبي و يفارق به غيره وهو يختص بأنواع من الخواص منها انه يعرف حقائق الامور المتعلقة بالله وصفاته وملائكته والدار الاخرة لا كما يعلم غيره بل عنده من كثرة المعلومات ونزاهة اليقين والتحقيق ما ليس عند غيره وله صفة تتم له بها الافعال الخارقة للعادات كالصفة التي بها تتم لغيرة الحركات الاختيارية، وله صفة يبصر بها الملائكة ويشاهد بها الملكوت كالصفة التي يفارق بها البصير الاعشى وله صفة بها يدرك ما سيكون في الغيب ويطلع بها ما في اللوح المحفوظ كالصفة التي يفارق بها الذكي البليد

نبوت ان اوصاف کو کہتے ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہوں اور ان اوصاف کی وجہ سے نبی اپنے غیر سے ممتاز ہو، اور یہ کئی قسم کے خصائص ہیں، نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، فرشتوں اور افرات کے مقائق کو اس طرح جانتا ہے جس طرح ان کو کوئی نہیں جانتا، کیونکہ نبی کو ان کی قہنی معلومات ہوتی ہیں اور ان پر متباہین ہوتا ہے اور قہنی تحقیق ہوتی ہے کسی اور کو نہیں ہوتی۔ اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جس طرح غیر نبی کو افعال اختیار پر قدرت ہوتی ہے اسی طرح نبی کو افعال خارقہ للعادات (یعنی معجزات) پر قدرت ہوتی ہے، اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح ہم میں جینا اور نابینا کا فرق ہے، اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ مستقبل میں ہونے والے امور فیسیہ کا ادراک کر لیتا ہے اور لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جس طرح انسان میں ذہانت کی صفت ہوتی ہے اور اس صفت سے وہ بے وقوف شخص سے ممتاز ہوتا ہے۔

امام غزالی، امام رازی، علامہ علمی اور حافظ ابن حجر مستطانی کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ نبی کی حقیقت عام انسانوں سے مختلف ہوتی ہے اور ہر چند کہ نبی انسان اور بشر ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت میں استمداد وحی کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور نبی میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں سے اس طرح ممتاز ہوتا ہے جس طرح دیکھنے والا، اندھے سے اور ذکی جنی سے متمیز ہوتا ہے۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۴-۳۶۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۹۷۱ء
۲۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

رسول الصلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سینے تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آگیا نور اور روشن کتاب اس (نور اور کتاب) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں۔

قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين
يهدي به الله من اتبع ما ضوا من
سبل السلام -

(ماخذ ۱۵، ۱۶، ۱۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق کیا ہے۔ کیونکہ بعض معتز لوگوں کو چھوڑ کر تمام متقدمین اور متاخرین مفسرین نے کہا ہے کہ نور سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام بخاری، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

وكان يقول في دعائه اللهم اجعل في
قلبي نوراً و في بصري نوراً و في سمعي نوراً
و عن يميني نوراً و عن يساري نوراً و فوقي
نوراً و تحتي نوراً و امامي نوراً و خلفي
نوراً و اجعل لي نوراً - ۱۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (زمانہ تجدد کی) دعائیں فرماتے تھے، اے اللہ میرے دل میں نور کر دے اور میری بصر میں نور کر دے اور میری سماعت میں نور کر دے اور میرے دائیں اور بائیں نور کر دے اور میرے سامنے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے اگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لیے نور کر دے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن افراد کی دعا کی ہے ان افراد سے نور جسی مراد یا جا سکتا ہے، گویا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اعضاء میں ایسا نور پیدا کر دے جس سے روز قیامت کے اندھیروں میں روشنی بر، جو روشنی آپ کو آپ کے متبعین کو اور جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے سکا حاصل ہوگی، علامہ قرطبی نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ نور سے مجازاً علم اور ہدایت کا لالہ کیا جائے۔ علامہ مسقلانی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ نور کی جس عضو کی طرف نسبت ہے اس عضو کا اس کے مناسبات کے لیے مظہر جو نام اور ہے۔ بیع کا نور یہ ہے کہ وہ صومعات کا مظہر ہو جائے اور بصر کا نور یہ ہے کہ وہ بصیرات کے لیے کاشف ہو جائے اور قلب کا نور یہ ہے کہ وہ معلومات کے لیے کاشف ہو جائے اور اعضاء کا نور یہ ہے کہ ان سے عبادات صادر ہوں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ اعضاء کے لیے نور کی دعا کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اعضاء معرفت الہی اور عبادات کے انوار سے روشن ہو جائیں اور ان میں معرفت اور عبادت کے علاوہ کچھ نہ ہو، کیونکہ شیطان چھ جہتوں سے دوسرے کے لیے حلا آور ہوتا ہے تو اس سے بچنا اس طرح ممکن ہوگا کہ ان چھ جہات (دائیں بائیں، اوپر نیچے اور اگے، پیچھے) میں ایسے افراد ہوں جو شیطان کو حملہ سے روک سکیں۔ علامہ طیبی نے

۱۷۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری مشرقی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ۲۵ ج ۲۵، ۹۳۵-۹۳۴، مطبوعہ دار محمدیہ المطابع کراچی ۱۴۰۱ھ
۱۸۔ امام ابو نعیم مسلم بن حجاج القشیری مشرقی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ۵ ج ۱ ص ۲۶۱، ۲۶۰، مطبوعہ دار محمدیہ المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

کہا ان انوار سے مراد ہدایت اور حق کی روشنی ہے۔ ۱۷

علامہ بدرالدین عینی نے بھی علامہ قرطبی اور علامہ طیبی کی عبارات کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ ۱۸

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی حافظ ابن حجر کے حوالے سے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کی ہے۔ ۱۹

(علامہ قرطبی نے اس دعائیہ نور کو نور حسی پر بھی محمول کیا ہے اور نور ہدایت پر بھی ہر چند کہ اولیٰ نور ہدایت کو قرار دیا۔)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس دعائیہ نور کے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، یعنی نور حسی بھی اور نور ہدایت بھی۔ ۲۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے لیے نور کی دعا کی ہے اس سے اجلہ علماء اسلام نے نور حسی اور نور ہدایت دونوں

مراد لیے ہیں اور بعض دیگر احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نور حسی کا ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی نورانیت اور حسن و جمال
بشر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسی نورانیت

بھی عطا فرمائی ہے جیسا کہ ان احادیث سے ظاہر ہے۔ ۱

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال: کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اقلج الثنیتین وکان

اذا تکلّم رؤی کالنور بین ثنا یاہ۔ ۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دانتوں میں
بھری (غلام) تھی، جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے
دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

امام دارمی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ۳

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ ۴

حافظ ابی نعیم نے بھی اس کو طبرانی فی الاوسط کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی کی سند میں عبدالعزیز بن ابی

ثابت ضعیف راوی ہے۔ ۵

علامہ یوسف نبھانی نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام بیہقی، امام طبرانی کے علاوہ ابن عساکر کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔ ۶

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۲۔ حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۲۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریة مصر، ۱۳۴۰ھ

۳۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتبۃ المہمازہ کراچی

۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۳ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ طمان، ۱۳۹۰ھ

۵۔ امام ابو نعیم محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۶۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۳۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ طمان

۷۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النہد ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعة الاولیٰ

۸۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الودائع ج ۸ ص ۲۴۹، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت، ۱۴۰۲ھ

۹۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی متوفی ۱۱۰۰ھ، مجمع البیہقی متوفی ۱۱۰۰ھ، مطبوعہ مکتبۃ نعیمیہ رضویہ لائل پور

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے ابن سعد، حاکم اور بیہقی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن جریر بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس: لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل، ولم یقر مع شمس قط الا غلب ضوء الشمس ولم یقر مع سراج قط الا غلب ضوءه على ضوء السراج رحمہ اللہ

علامہ سیوطی، ابن مساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت كنت اخیط فی السحر فسقطت منی الابرة فطلبتها فلم اقدر علیها فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتبینت الابرة بشعاع نور وجهه فاخبرته فقال یا حمیراء الویل ثم الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجهی۔ رحمہ اللہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، آپ جب بھی سورج کے سامنے کھڑے ہوتے آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب رہتا، اور آپ جب بھی چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے آپ کا نور چراغ کے نور پر غالب رہتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سعی کے وقت سی رہی تھی، مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ کے چہرہ کے نور کی شعاع سے وہ سوئی ملی گئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا، آپ نے فرمایا اے میرا! افسوس ہو، پھر تین بار فرمایا اس شخص کے لیے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا، یعنی میں نے باوجود زیارت پر قدرت کے میری زیارت نہیں کی۔

علامہ نبھانی نے بھی اس حدیث کو ابن مساکر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

مولانا عبدالحی کھنوی لکھتے ہیں کہ یہ روایت روایت اور روایت ثابت نہیں ہے۔ (الانوار المفردہ ص ۲۷۵)

قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے جو چیز مہرحت کے ساتھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انسان اور بشر ہیں جس پر وحی آتی ہے اور نور بھی ہے اور ہدایت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نورستی سے بھی دافر عفتہ عنایت فرمایا ہے جیسا کہ مذکور الحدیث سے واضح ہوتا ہے اور یہ آپ کی دیگر خصوصیات کی طرح ایک خصوصیت ہے۔

بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا | ہر چند کہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حتی نورانیت کی تصریح ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے لیکن اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ نورانیت افضل ہے اور بشریت مفضول ہے اور نہ یہ سمجھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح بشر ہیں۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور۔

۲۔ علامہ ابوالعزیز عبدالرحمان بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، الوفا باحوال الصحیفہ ص ۴۰۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ۔ لاہور، ۱۳۸۲ھ۔

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور۔

۴۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور۔

انسانوں کو طرح پر بشری کائناتیں اور مادی مخلوقات برقی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان تمام سے منزہ ہوتے ہیں خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کائنات میں سب سے اعلیٰ اور افضل بشریت ہے اور ہر قوم کا مادی آلائش اور سماجی کثافت سے پاک ہے، بشریت کی ان ہی نورانیت سے افضل ہے کتب عقائد میں لکھا ہے کہ رسول بشر مثل ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہیں لیکن اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا جو ذبہ ہے، اس کے افضل مخلوق ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے، درر ہو یا کوئی اور مفسر مخلوق، آپ کے مادہ مخلقت سے کسی چیز کو کیا نسبت ہے۔ اصل میں منشا فضیلت آپ کی ذات ہے۔ بشر بھی اس لیے افضل ہے کہ آپ بشر ہیں، اگر آپ بشر نہ ہوتے تو بشریت کا یہ مقام نہ ہوتا، اور اگر آپ انسان نہ ہوتے تو انسانیت کی یہ عروج نہ ہوتا، انسانیت کا انفرادی ہی آپ سے ہے اور بشریت کی عزت ہی آپ سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ہونا
 آپ افضل البشر اور انسان کامل ہیں عام انسان اور بشر تو کجا تمام جنوں اور رسولوں میں کوئی آپ کی مثل نہیں ہے۔ آپ کی آنکھیں دیکھنے اور بایا

انی اری ما لا ترون - (ترمذی ص ۲۲۶) میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے یہ فرمایا واللہ ما یخفی علی ذکو حکم ولا خسر و حکم و انی اراکم من و ما اظہری (بخاری ج ۱ ص ۱۱۲) ”بندھا محمد پر تہا بلا ذکر معنی ہے نہ شتر معنی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں یہ نیز فرمایا میں عین کو ترک کر دو کہو راہوں یہ آپ نے ناز کو سوت (سورج گرہن کی نماز) پڑھاتے ہوئے جس اور دولہ کو دیکھا۔ جن کی نظر کی جلائی کا یہ عالم ہے کہ اوپر نظر اٹھائیں تو سات آسمان ان کی نظر کے لیے حجاب نہیں اور نیچے نظر ڈالیں تو سات زمینیں ان کی نظر کے لیے رکاوٹ نہیں۔ آسمان اور زمین، جنت اور دوزخ بلکہ دنیا و آخرت کو تو کیا حقیقت ہے جس ذات کو کوئی نبی اور رسول بھی دیکھ سکا آپ نے اسی ذات کو دیکھا۔

حسن الوصیت کو بے حجاب دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داؤدی اور کہا ما از اغر المبصر و ما طغی ہ نظر پہلی نہ بچ ہوئی یہ آراکھیں ایسی ہیں کہ جاگیں تو قیامت اور سوئی تو عبادت! فرمایا میری آنکھیں سوجاتی ہیں اور دل نہیں سزا، پریشانی نہیں کہا تھا: انی لست کہہ میت تکہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں!

ساعت دیکھنے اور فرمایا انی اسمع ما لا تسمعون میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں میرا ذات اور ذات کا کلام سنتے ہیں حتیٰ کہ شجر و حجر کی آواز بھی سنتے ہیں، یہ سب چیزیں الگ الگ باتیں کائنات کا کلام سنتے ہیں اس کلام کو سنتے ہیں جو اگر بہانہ پر نازل ہو تو پیاڑ چوٹ جاسے ابھی تو کہا تھا کہ ایک ہفت روزہ ”تم میں مجھ مہیا کون ہے؟“ حجاب دہن کو دیکھنے اور حجاب صورت علی کی دیکھتی ہوئی آنکھوں میں پہنچا تو ایسی ٹھیک ہوئی کہ پھر کبھی دیکھنے نہ آئی، ایک جنگ میں حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھوں کا ڈھیلا اٹھ گیا، آپ نے حجاب دہن لگا کر وہ ڈھیلا اٹھ گیا، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہ پیدائشی آنکھ سے آتا نہیں دکھائی دیتا تھا جتنا آپ کے ہاتھ سے لگائی ہوئی آنکھ سے دکھائی دیتا تھا، حضرت مسلم بن اکوع کی پندلی کو اسی حال

۱۔ علامہ عبداللہ نقضانی ترمذی ص ۹۲، شرح العقائد ص ۱۷۶، مطبوعہ فرسید اصح المطابع کراچی
 ۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری سنن ص ۲۲۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ فرسید اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
 ۳۔ امام ابویسعی محمد بن یسعی ترمذی سنن ص ۲۶۹، جامع ترمذی ص ۳۳۶، مطبوعہ فرسید اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
 ۴۔ امام مسلم بن حجاج قشیری سنن ص ۲۲۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ فرسید اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

سے جوڑا، حضرت رافع کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ اسی لعاب سے جوڑ دی۔ حضرت ابو بکر کی زہر خوردہ ایڑھی میں یہ لعاب لگایا تو زہر کا اثر ہاتھ لگا، حضرت جابر کی ہنڈیا میں لعاب ڈالا تو ایسی برکت ہوئی کہ تھوڑا سا کھانا تمام لشکر کے لیے کافی ہو گیا، کھارے کنوئیں میں یہ لعاب ڈالا تو میٹھا ہو گیا، فقط پانی کا ذائقہ نہیں بدل لائے بلکہ گئی۔!

صرف زمین کی ماہیت نہیں بدلی، لوگوں کے دل و دماغ بدل دیے، فکر و نظر میں انقلاب پیدا کر دیا، یزبان کی تاثیر تھی اور یہ نظر کا فیضان ہے کہ چروں، ٹاکوڑوں، خائضوں اور لیشروں کو لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا امین اور محافظ بنا دیا، جو گلہ بانی کے آداب سے ناواقف تھے انہیں جہانگیر اور جہاں بان بنا دیا، بت پرست بت شکن ہو گئے، ریگ نزار عرب کے وہ بدو جو رہن ہیں کے آداب سے ناواقف تھے، ایک عالم کو تہذیب اور تمدن کا سبق سکھانے لگے!

یوں تو آپ کی بہت فضیلتیں ہیں، آپ کا بول بھرا ظاہر تھا، آپ کے تمام فضائل طیب تھے، جس نے آپ کا پیشاب پی لیا اس کی بیماری جاتی رہی، جس نے فصد لگانے کے بعد آپ کا نکلا ہوا خون پی لیا اس پر دماغ حلیم ہو گئی، آپ کا پسینہ خوشبودار تھا، آپ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی، زمین پر سایہ نہیں پڑتا تھا، دھوپ میں ابر سایہ کرتا تھا، اشارے سے سورج پلٹ آتا تھا اور چاند شق ہو جاتا تھا، لکڑی کو کہیں تھوڑا ہوجا تو تھوڑا ہو جاتی تھی، لیکن آپ کی اصل فضیلت اور کمال یہ ہے کہ آپ نے سب نبیوں کے کم تبلیغ کا زمانہ پایا اور سب سے زیادہ پیروکار چھوڑے، اور اپنے مشن اور نصب العین کو سب سے زیادہ پورا کیا۔ دوسرے نبیوں نے معجزات کے سہارے لوگوں کو مسلمان کیا۔ آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی اور سیرت طیبہ سے لوگوں کو مسلمان کیا۔ اعلان نبوت سنتے ہی فوراً کسی دلیل اور معجزے کے بغیر حضرت محمد کیستہ اکبری اسلام لائیں، یہ آپ کی زبردستی تھی، حضرت ابو بکر صدیق مسلمان ہوئے، یہ آپ کے دوست تھے اور حضرت زید بن حارثہ مسلمان ہوئے یہ آپ کے غلام تھے۔ ان میں سے کسی نے کوئی مجزہ نہیں دیکھا کوئی دلیل نہیں طلب کی۔ یہ مرنے آپ کی سیرت کا اعجاز تھا، یہ آپ کی پاکیزہ زندگی کا کرشمہ تھا، جیسے جیسے آپ کی سیرت کا نور پھیلتا گیا، جیسے جیسے لوگ آپ کی شخصیت سے واقف ہوتے گئے، اسلام پھیلتا گیا، ہزاروں نبی اور رسول آئے اور تبلیغ کے چلے گئے لیکن کسی نبی اور رسول کی اصل تعلیم اور پیغام باقی نہیں ہے، کسی کی لائی ہوئی کتاب کا اصل متن تک موجود نہیں ہے لیکن آج چونکہ سائل گذر جانے کے بعد بھی آپ کی تعلیم اور آپ کا پیغام باقی ہے اور آپ کا مشن جاری ہے اور انشا اللہ قیامت تک جاری رہے گا یہی آپ کا نور ہے اور اسی نور کو پھیلانے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول المخلوق ہونا | علامہ اہل سنت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے آپ کی خلقت

کے قائل ہیں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اجسام سے قبل عالم لہر میں ذوات انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نص قرآن سے ثابت ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ ذوات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بطریق اولیٰ عالم ارواح میں موجود ہو، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

اور جب اللہ نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت سے دوں پھر تمہارے پاس وہ منعم رسول آئے جو اس چیز کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم

من کتاب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق

لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال

ع اقررتن واخذتم علی ذلکم

marfat.com

جلد خامس

اقررنافا قال فاشهدوا وانا معکم من
الشاهدین فمن تولی بعد ذلک فاولیک
هم الغاسقون۔ (آل عمران : ۸۱)

واذ اخذ ربکم من بقی آدم من ظهورهم ذریعتهم
واشهدهم علی انفسهم المست بربکم
قالوا بلی شهدنا۔

(اعراف : ۱۷۶)

فرمایا: کیا تم نے اقرار کر لیا، اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کر لیا؟ سب
نے کہا: جہنہ اقرار کر لیا، نہ فرمایا تو اب گواہ ہوا اور میں بھی تمہارے ساتھ لگا ہوں
میں سے ہوں، پھر جو اس عہد کے بعد چاہے تو ہی لگے، نافرمان ہیں۔
اور جب آپ کے رب نے جن آدم کی بیٹیوں سے ان
کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر (یر) اقرار کیا کہ کیا
میں تمہارا رب نہیں ہوں، انہوں نے کہا: کیوں نہیں؟ (بے شک
تو تمہارا رب ہے!) ہم نے اقرار کیا۔

تمام نفوس بنی آدم سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس تقدسی نے بلی کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربریت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام
نفوس بنی آدم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار پر اقرار کیا، اس واقعہ کا متنتھی بھی یہی ہے کہ ذات پاک مصطفویٰ علیہ الطیبة النبیۃ و الشاہد مخلوق ہو کر
ہم سے و جدوں میں بلوہ گر ہو چکی تھی، نیز فرمایا:

واذ اخذنا من النبیین میثاقهم
ومنک ومن نوح و ابراہیم وموسیٰ و
عیسیٰ بن مریم واخذنا منهم میثاقاً غیظاً (احزاب: ۷۰)

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے
اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے
ان سے پکا اقرار لیا۔

اس آیت میں نبی عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغ رسالت پر ہے، اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ
رسالت پر عہد لیا وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عہد و اقرار کر لیا یہ واقعہ بھی عالم ارواح کا ہے، ظاہر ہے
کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلقت اس وقت نہ ہو گئی ہوتی تو اس عہد و اقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔
اس لیے کہ تعلقت محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلقت سے پہلے ہے تو اس ممنون کی طوق قرآن کی
بہن آیات میں واضح اشارات پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔

دائے محمد مصطفیٰ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے
لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(انبیاء : ۱۰۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثناء تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں اور عالم اسوا اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات نبوی روشن ہو
گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد عالم کے لیے رحمت ہیں اور حضور کے رحمت ہونے کے یہ بھی ہیں کہ ہر تہ ایجاد میں تمام عالم کا موجود ہونا اور اسطر
وجود سید المرجوات کے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایجاد ہیں، حضور کے بیٹے کوئی فرد ممکن موجود نہیں ہو سکتا، وجود رحمت ہے اور
عدم اس کی ضد، کل موجودات رحمت و جدوں میں حضور کے واسطے رحمت سے وابستہ ہیں ظاہر ہے کہ جو ذات کسی کے وجود کا سبب اور
واسطہ ہو وہ یقیناً اس کے لیے رحمت ہے، رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور میں چیر کی حاجت ہو وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے
چونکہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں اس لیے سب سے پہلے حضور کا وجود ضروری ہو گا۔ نیز یہ کہ جب حضور
صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہیں تو اس وجہ سے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالمین
سے پہلے موجود اور مخلوق ہونا ضروری ہے کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے، علاوہ ازیں اسی آیت سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل کائنات ہونا بھی ثابت ہے اور سب جانتے ہیں کہ اصل کا وجود فرارغ سے پہلے ہوتا ہے۔

اس لیے ذات پاک محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ اور اللہ
خوب واضح ہو گیا کہ خلقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات عالم سے پہلے ہے۔

دوسری آیت جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے یہ ہے:

انا اول المسلمین (انعام: ۱۶۳)

صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں، اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اور ہر ہر مقدس جمیع کون یعنی تمام
ماسوی اللہ پر مقدم ہے (عرائس البیان ج ۱ ص ۲۳۸)

ظاہر ہے کہ اختیاری یا نذیر اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی قدرہ عالی نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولد اسلم من فی السموات
ومن فی الارض طوعا وکرها والیہ یرجعون۔ پھر اسلام لانے والوں سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ہو سکتے
ہیں جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے ہوں، لہذا اس آیت سے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت تمام کائنات
سے پہلے معلوم ہوئی۔ لہ

احادیث کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا | امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال، قالوا یا رسول اللہ متی
وجبت لك النبوة قال وادم بین الروح
والجسد ۱۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے
عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟
آپ نے فرمایا جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔
امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو امام ابو نعیم نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۰

عن میسرۃ الفجر قال قلت یا رسول اللہ!
متی کنت نبیا؟ قال، وادم بین الروح
والجسد ۱۱

حضرت میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس وقت نبی تھے؟ فرمایا جس
وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔
اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۱

امام احمد نے اس حدیث کو یعنی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۲

۱۰۔ علامہ سعید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۲۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۱ ص ۵۳-۴۹، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۷ھ

۱۱۔ امام ابو عینی محمد بن عینی ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ دارالحدیث دارالکتاب کراچی۔

۱۲۔ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ دارالانفاس

۱۳۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۱۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۱۵۔ مسند احمد ج ۵ ص ۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

حضرت علی سے قتل کرنے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ ۱۔

اسی حدیث کو علامہ سیوطی نے بھی ابوسہل القطان کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ۲۔
علامہ ابن جوزی کرتے ہیں:

عن كعب الاحبار قال: لما اراد الله تعالى ان يخلق محمداً صلى الله عليه وسلم امر جبرئيل عليه السلام ان ياتيها فاتاه بالقبضة البيضاء التي هي موضع قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فجئت بماء التسنيم، ثم غمست في انهار الجنة وطيف بها في السموات والارض، فعرفت الملائكة محمداً قبل ان تعرف آدم، ثم كان نور محمد صلى الله عليه وسلم يوري في غرة جبهة آدم وقيل له هذا سيد ولدك من الانبياء والمرسلين ۳۔

کعب احبار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم دیا، جبرئیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ سے سفید مٹی لے کر آئے اس مٹی کو تسنیم (جنت کی نہر) کے پانی سے گوندھا گیا، پھر اس کو جنت کی نہروں میں غوطہ دیا گیا اور آسمانوں اور زمینوں میں اس مٹی کو گھمایا گیا، پس فرشتوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آدم (علیہ السلام) کے پہچاننے سے پہلے جان لیا، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آدم کی پیشانی میں دکھائی دیتا تھا اور آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ تمہاری اولاد میں سے انبیاء اور مرسلین کے سردار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف

کا موقف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کے بارے میں اکثر علماء اسلام کا اتفاق ہے لیکن اس میں علماء اسلام کی آراء مختلف ہیں کہ اول خلق کا مصداق کیا ہے؟ علامہ شہاب الدین خاچی کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پیدا کی گئی، علامہ ابن جوزی کی رائے یہ ہے کہ حضرت آدم کی خلقت سے پہلے سفید نورانی مٹی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا، علامہ قسطلانی کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا گیا۔ علامہ سیوطی کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ کی روح یا آپ کی حقیقت کو پیدا کیا گیا۔ علامہ سبکی نے بھی یہی کہا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ مختلف نظریات اس وجہ سے ہیں کہ قرآن مجید کی کسی نص صریح یا کسی حدیث میں اس کی تصریح اور تعیین نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے کس مادہ سے پیدا کیا گیا۔ اور قرآن اور حدیث نے اس چیز سے اس لیے تعرض نہیں کیا کہ ہماری

۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۹، مطبوعہ تاج کتب لٹریچر کراچی

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ مکتبہ نوید رضویہ لاٹھور

۳۔ علامہ ابو الفرج عبدالرحمان بن العزیز، مطبوعہ مکتبہ نوید رضویہ لاٹھور

ہوتا ہے تزیلی اشرطیہ و سلم کو بھیجنے سے پہلے آپ کا نبوت سے موعود ہونا کیسے صحیح ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اشرطیہ نے اجسام سے پہلے ارواح کو پیدا کیا ہے اور کنت نبیاً میں آپ کی روح شریعہ کی طرف اشارہ ہے یا آپ کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے اور حقائق کے اولک سے ہماری مقولہ ناصر ہیں حقائق کا اولک صحت اور حقائق کا معانی قوی کر سکتا ہے۔ لہ

غور فرمائیے امام بیہقی کے نزدیک کنت نبیاً کا معنی ہے میں اشرطہ کے علم اور تقدیر میں نبی تھا

اور علامہ قسطلانی نے رسول اشرطیہ و سلم کے اولیٰ خلق ہونے کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے آپ کی روح کو خلق کیا گیا، آدم علیہ السلام سے پہلے آپ کو نبی سے بنایا گیا، آپ کو نور سے بنایا گیا اور آپ عین عالی ہیں اور علامہ سیوطی اور علامہ سبکی وغیرہ نے کھابے کہ حضرت آدم سے پہلے آپ کی روح کو پیدا کیا گیا یا آپ کی حقیقت کو پیدا کیا گیا جس کے اولک سے ہماری مقولہ ناصر ہیں اور علامہ ابن جزئی نے کتب اجار کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت آدم کی خلقت سے پہلے آپ کو نبی سے بنایا گیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی خلیف کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کو نبی سے بنایا گیا۔ (زندگانی افریقیہ میں ۱۰۰-۹۹، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی۔)

ان نام اقوال کو پرٹھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان میں سے کوئی چیز قطعی نہیں ہے بلکہ اس میں اس قدر اختلاف نہ ہوتا اس لیے صحت اس پر یقین رکھنا چاہیے کہ رسول اشرطیہ و سلم کی روح کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا، رایہ کہ آپ کا مادہ خلقت کیا ہے؛ اور آپ کو کسی چیز سے پیدا کیا گیا؛ تو چونکہ یہ کسی حدیث صحیح یا یقینی دلیل سے ثابت نہیں اور نہ اس کے ساتھ دین اور شریعت کی کوئی غرض والہ سب سے اور نہ اس کا عقیدہ ہمارے عقائد اور اعمال ہے، نہ ہم سے آخرت میں اس پر بائز برس ہوگی کہ تم نے یہ کون نہیں جانتا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تمہارا سے نبی کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؛ اس لیے اس بحث میں نہیں الجھنا چاہیے۔ تاہم اگر کوئی شخص اس کے جاننے پر اصرار کرتا ہے تو ہمارے نزدیک سلاطی کی راہ اس قول میں ہے کہ سب سے پہلے ہی صلے اشرطیہ و سلم کی روح پیدا کی گئی، جیسا کہ اشرطیہ و سلم کا عام اصول ہے کہ وہ اجسام سے پہلے ارواح کو پیدا کرتا ہے اور علامہ ترمذی اور حدیث میں بھی اس کی تائید ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے اس مسئلہ پر نفسی بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں:

اشرطیہ نے تمام ارواح سے پہلے آپ کی روح کو پیدا کیا، اور اس کو نبوت کی خلعت سے مشرف کیا اور جبکہ نبوت آپ کی روح کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ وفات کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں، اور وحی اور احکام کا منتقل ہونا اس میں معتبر نہیں ہے کیونکہ آپ کا دین مکمل ہو چکا ہے اس تحقیق کو حفظ کرو کیونکہ یہ بیہت نفس ہے اور ابن العطار نے جو روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اشرطیہ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کرنے سے پچودہ ہزار سال پہلے آپ کے نور کو پیدا کیا اور جب روایت میں ہے کہ نور کو ملائکہ کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کرتا تھا "اس نور سے مجھ آپ کی روح مراد ہے۔ لہ

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے علامہ ابن رسول اشرطیہ و سلم کی روح مبارکہ پیدا کی گئی اور ہر چند کہ آپ کی ولادت عین بشر سے ہوتی ہے لیکن چونکہ آپ کی حقیقت میں وحی کی استعداد اور دیگر خصوصیات ہیں اس وجہ سے آپ علم انسانوں

۱- علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ص ۱۵۵-۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور

۲- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۶ھ، نسیم الایمان ص ۲۰۲-۲۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

سے ممتاز ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور ہدایت کے ساتھ ساتھ نور حسی بھی عطا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا چہرہ انور انسانی روشن اور نورانی تھا اور زمین پر آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

میں نے یہ تمام کوشش صرف اس لیے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کی حقیقت کے بارے میں جو لوگ افراط اور تفریط پر مبنی نظریات کے شکار ہیں ان کی اصلاح ہو جائے، اللہ العالمین میری اس تقریر کو لوگوں کے لیے مؤثر اور نافع بنا اور میری مغفرت فرما اور مجھے دارین کی سعادت عطا فرما، مجھے اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق دے اور اس شرح کو قبول دوام عطا فرما۔ والحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہم واولیاء امتہ وعلماؤ ملتہ اجمعین۔

مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق

علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ عسقلانی، علامہ عینی اور دیگر علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو برتھا خدا برتھت فیہ کا علم نہیں تھا۔ اس مسئلہ میں علماء اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ غیب کا علم عطا فرمایا ہے لیکن مطلقاً یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے "ووجہ سے درست نہیں ہے اول اس لیے کہ یہ قول ظاہر قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید نے اللہ کے غیر سے مطلقاً علم غیب کی نفی ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جب مطلقاً علم کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد علم بالذات ہوتا ہے۔ اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے یا یوں کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض علوم غیبیہ عطا کیے گئے اور کسی مخلوق کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کرنا درست نہیں ہے اسی طرح کسی کو عالم الغیب کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں:

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کتاب پر میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے، کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا صاف اور صحیح مطلب یہ ہے کہ جب مطلقاً علم غیب بولا جائے تو اس سے ذاتی علم غیب مراد ہوتا ہے اور قرآن اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاں علم غیب کی نفی کی گئی ہے اس سے ذاتی علم غیب مراد ہے، اور جہاں مطلقاً علم غیب سے ذاتی علم غیب مراد ہوتا ہے اس لیے مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا ہے۔

علامہ ابن مابین شامی نے مسئلہ علم غیب کی نفی تحقیق کی ہے، قارئین کی علمی ضیافت کے لیے ہم اس کو یہاں بیان کر رہے ہیں، علامہ شامی لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے اپنی متعدد کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص نے اپنے لیے علم غیب کا دعویٰ کیا وہ کافر ہو گیا، قادری خانیر میں ہے "جس شخص نے اقر کی آواز سن کر کہا ایک اصر بانی گے گا اس کے متعلق بعض فقہاء نے کہا وہ

کافر ہو گیا اور بعض نے کہا وہ کافر نہیں ہوا، کیونکہ اس نے اس آواز سے بڑھ گونگی لی ہے، اسی طرح کوئی شخص سفر کے لیے نکلا اور مطلق برل پر اللہ وہ پلٹ آیا تو اس میں بھی یہی اختلافات ہے۔ صاحب ہدایہ نے عنادات النوازل میں لکھا ہے کہ میم جی ہے کہ اگر آپ کے سفر میں چھوڑ نہیں کی جائے گی، برنازیہ میں ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ وہ چوری کی ہوئی اشیاء کو جانتا ہوں وہ کافر ہو گیا، اسی طرح جس نے کہا میں جنوں کی خبریں دیتا ہوں وہ بھی کافر ہو گیا کیونکہ جنات بھی انسانوں کی طرح غیب نہیں جانتے اور جو شخص جنوں کی خبر کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی اس نے عسجد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ وہی ہے کہ کیا؟" اسی طرح جامع الغریب میں مذکور ہے کہ جس شخص نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول گواہ ہیں یا فرشتے گواہ ہیں اس کی تکبیر کی جانے لگی کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول یا فرشتوں کو غیب کا علم ہے پھر اس پر یہ انکسار واراد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر اور دیگر مسلمانین نے بھی غیب کی خبریں دی ہیں تو اس کا یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین

سے جس علم غیب کی نفی کی جاتی ہے وہ علم مستقل ہے (یعنی وہ علم برتبلا سے نیز حاصل ہو) یا علم تقیینی ہے اور جو علم آپ کے لیے ثابت ہے وہ علم غیر مستقل ہے (جو علم بتانے سے حاصل ہو یعنی طمانی) یا آپ کے لیے جو علم حاصل ہے وہ علم قطعی ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ انہی سے کہہ کر جنسوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا اتجحل فیہا من یفسد فیہا۔ کیا قرآن میں اس کو غیب بتانا گناہ ہے؟ میں فساد کرے گا۔" فرشتوں نے یہ غیب کی خبر دی تھی اور انہوں نے یہ خبر یا برنازل عن دی تھی یا اللہ کے بتلانے سے لہذا جو شخص بغیر کسی کے بتلانے علم غیب کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور جو یہ کہے کہ اس کو عینہ میں بتلا گیا یا بیلدہ میں اس نے کشف سے جان لیا اس وجہ سے اس کو غیب کا علم ہو گیا تو وہ کافر نہیں ہوگا کیونکہ اس کا دعویٰ ہی اور قرآن مجید کی آیات میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے۔

علامہ راشدی نے از غیب سے نقل کر کے یہ کہا کہ کسی شخص سے یہ پوچھا گیا کہ کیا تم کو غیب کا علم ہے؟ اس نے کہا ہاں اور وہ کافر ہو گیا لہذا جو شخص سفر کے لیے نکلا اور مطلق کی آواز سن کر روٹ آیا اس کے کفر میں اختلاف ہے، رد المحتار الطاہرین میں علامہ زکریا نے لکھا ہے کہ حج یہ ہے کہ ان دونوں مسکوں میں وہ کافر نہیں ہوگا، علامہ فردوسی کے جواب پر اعتراضی ہے کہ جو شخص غیب جانتے کا دعویٰ کرتا ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت کی تکذیب کر رہا ہے و عندہ صفا تہ الغیب لا یعلمہا الا هو۔ "غیب کی پابیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اللہ کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا" نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من اراد قلی من سامعون۔ "وہ غیب جانتے والا ہے" نرا اپنے غیب پر کسی کو رکھنا (کاملی) اطلاع نہیں دیتا کیونکہ میں پسند فرمایا جو اس کے (سب) رسول ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم غیب کی نفی میں رسولوں کے سامنے کا اشتہار نہیں کیا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کا یہ قول قرآن مجید کی نص کی مخالفت اور تکذیب کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو علم متفق ہے وہ تمام اشیاء کا علم ہے اور وہی صفا تہ الغیب ہے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل العیث الا یہ۔ "اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش نازل فرماتا ہے" اسی لیے جو شخص کسی ایک چیز یا چند چیزوں کے بارے میں غیب کے علم کا دعویٰ کرتا ہے وہ قرآن مجید کا تکذیب یا مخالفت نہیں ہے اور اس دعویٰ سے وہ کافر نہیں ہوگا، اور جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ تمام چیزوں کے غیب کا علم رکھتا ہے وہ کافر ہو جائے گا۔

ملہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوادی حنفی ۲۷۶، رد المحتار الطاہرین و مدعۃ الغیبین ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۰۵ھ

(علامہ شامی کہتے ہیں) پھر میں نے دیکھا کہ علامہ افندی نے بھی علامہ لودی کی طرح لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ کوئی شخص مطلقاً یہ کہنے سے (میں غیب جانتا ہوں) "کافر نہیں ہوگا"۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی سے یہ سوال کیا گیا کہ "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مومن غیب کو جانتا ہے" تو کیا ان دعوتوں کے انکار کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا؟ علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس سوال کے جواب میں یہ لکھا کہ چونکہ اس شخص کے کلام میں تاویل ہے اس لیے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ روئے الطالین وغیرہ میں ہے، علامہ رافعی نے کہا اس شخص سے پوچھنا چاہیے کہ تمہارے اس قول (مومن غیب کو جانتا ہے) سے کیا مراد ہے اگر وہ اس کے جواب میں یہ کہے کہ میری مراد یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو کبھی اللہ تعالیٰ بعض غیب کا علم عطا فرماتا ہے تو اس کا یہ قول قبول کر لیا جائے گا کیونکہ یہ مطلقاً جائز ہے اور قطعاً ثابت ہے کیونکہ غیب کو جانتا اولیاء اللہ کی جملہ کرامات میں سے ہے، بعض اولیاء کشف کے ذریعے غیب کو جان لیتے ہیں اور بعض پر روح محفوظ منکشف کر دی جاتی ہے اللہ وہ اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت نضر کا جو واقعہ ہے وہ اس پر کافی دلیل ہے، کیونکہ حضرت نضر بعض علماء کی تصریح کے مطابق ولی ہیں ہر چند کہ جمہور علماء اور عارفین کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ حضرت محض نبی ہیں۔ اسی طرح حضرت البرکہ مندی رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے حمل کے بارے میں یہ خبر دی کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے۔ اسی طرح حضرت عمر نے عجم میں لڑنے والے اس لشکر کے بارے میں یہ خبر دی جو ساریہ کی قیادت میں لڑ رہا تھا، اور عجم کے دن خطبہ دیتے ہوئے برسر منبر کہا: یا ساریۃ الجبل "اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ" اور حضرت ساریہ کو دشمنوں کے حملے سے خبردار کیا۔ اسی طرح حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے بارے میں فرمایا وہ محدث ہے (یعنی ان کو الہام کیا جاتا ہے) اور امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور شیخ سہروردی نے عوارف المعارف میں اور دیگر عارفین اور صلحاء نے اپنی تصانیف میں اولیاء اللہ کی وہی ہوتی غیب کی خبروں کا ذکر کیا ہے اور اولیاء اللہ کو جو غیب کا علم ہوتا ہے وہ قرآن مجید کی ان دو آیتوں کے خلاف نہیں ہے جن میں غیب کے علم کا اللہ کے ساتھ مخصوص ہونا بیان کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بذاتہ علم ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے غیب کا علم ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے غیب کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ماکان وما یکون کی تمام جزئیات کو محیط ہے اس کا علم صفت واحدہ ہے جو تمام معلومات کے لیے مبداء انکشاف ہے اور اس کا علم قدیم ہے وہ بدیہی ہے نہ کسی نہ اس میں کسی نقص یا کمی کا شائبہ ہے اور یہ علم اسی کے ساتھ خاص ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ عندہ مفاخر الغیب لا یعلمہا الا هو میں اسی علم کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے علاوہ باقی جزئیات کا اگر مخلوق کو علم ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ہے۔ اور اس صورت میں یہ مطلقاً نہیں کہا جائے گا کہ اولیاء اللہ کو غیب کا علم ہے، کیونکہ اولیاء اللہ کو ایسی کوئی صفت حاصل نہیں جس سے ان کو مستقلاً غیب کا علم ہو، ان کو جو کچھ علم ہوتا ہے وہ بتلانے سے ہوتا ہے، نیز ان کو غیب مطلق کا علم نہیں دیا جاتا۔ اور انبیاء اور اولیاء کو جو غیب کا علم دیا جاتا ہے وہ کسی وجہ سے بھی محال کہ مستلزم نہیں ہے اس لیے اس کا انکار کرنا۔ عناد کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو جو غیب کا علم ہوتا ہے اس سے ان کا اللہ تعالیٰ کے

سہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کسی شخص کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کرنا کفر ہے یا نہیں، ہر چند کہ صحیح یہ ہے کہ کفر نہیں ہے تاہم مخلوق کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ علم غیب جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد علم حقائق ہوتا ہے جیسا کہ

ہم امام احمد رضا قادری کے حوالے سے marfat.com

مقام

ساتھ تشریح ہر نامی وجہ سے لازم نہیں آتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو جمیع ادر فیہ تفتا ہی معلومات کا علم ہے اور اس کا علم بابت اور مستقل ہے، تقیم اور صاحب ہے اور متعلق النزول ہے اور انبیاء اور اولیاء کو زمین اور شتا ہی معلومات کا علم ہوتا ہے اور ان کا علم غیر متعلق ہے اور اللہ کے بتلانے سے حاصل ہوتا ہے اور علم حادث اور ممکن ہے اس علم کا حصول ہی ممکن ہے اور اس کا ردال ہی ممکن ہے، اس آیت کی تشریح میں ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے، علامہ زکریا نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کی تشریح کی ہے اور ان کے کما ہے کہ تمام غیر تفتا ہی غیوب کا استثناء آما مگر ان اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، البتہ معجزات اور کرامات اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور خبر دینے سے واقع ہوتے ہیں لیکن مفتی ابراہیم السواد آفندی نے بھی علامہ الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً کی تفسیر میں اسی طرح کما ہے وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے غیب پر اس کے رسول کے سوا کسی کو ایسی اطلاع کامل نہیں ہوتی جس سے ایسا انکشاف تام حاصل ہو جو درجہ غیب میں ہو، کیونکہ جو غیب کے علم کا مطلق رسالت سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان غیب پر اپنے رسول کو مطلع فرماتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ غیب رسول کی رسالت کے بنیادی ہوتے ہیں لیکن وہ ایسے معجزے ہوتے ہیں جو رسول کی رسالت پر دلالت کرتے ہیں یا ان غیب کا مطلق رسالت کے احکام اور امکان سے ہوتا ہے جیسے عام احکام شرعیہ اور ان پر آخرت میں مرتب ہونے والے اجر و ثواب کا بیان۔ اور وہ غیب جن کا ان دو چیزوں سے تعلق نہ ہو جیسے قیامت کے قائم ہونے کا وقت تو اس پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع نہیں فرماتا کیونکہ اس غیب کا تعلق دنیا حکمت تشریح کے خلاف ہے اور اس آیت میں اولیاء اللہ کی کرامت کی نفی نہیں ہے، کیونکہ یہ کرامات اولیاء اللہ کو کشف سے حاصل ہوتی ہیں اور یہ کشف اس سے بہت کم درجہ کا ہے جو رسولوں کو تدریجاً حاصل ہوتا ہے رسولوں کو کشف تعلق اور یقینی ہے اور اولیاء کشف ملتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب مطلق کے ساتھ منظر دے جو جمیع معلومات کے ساتھ مستقل ہے اور اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو ان بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے جو رسالت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ کو بعض حوادث غیبیہ پر الہام یا کشف کے ذریعہ مطلع فرماتا ہے ان کے خلاف نہیں ہے، اس لیے اگر کسی صاحب کرامت حلی نے کسی غیب جاننے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ کرنا جائز اور صادق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیب مطلق مختص ہے اور بعدہ جس غیب کا دعویٰ کرے وہ حقیقہً غیب نہیں ہے بلکہ جسے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض علامات یا آلات کے ذریعہ مستقبل کے کسی واقعہ کی پیش گوئی کرنا ایسے حکم مرمیات معجز اور بارش کی پیشگی اطلاع جتا ہے یا جیسے سائنس دان سورج گرہن اور چاند گرہن کی پیشگی اطلاع دیتے ہیں) جانے ہے کیونکہ علامہ زکریا نے صاحب ہدایہ نے عنقادات النزول میں لکھا ہے کہ علم نجوم فی نفسہ سخن ہے کیونکہ اس کی تدفین میں ایک علم تو حساب اور ریاضی پر مبنی ہے اور یہ حق ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ یعنی سورج اور چاند کی گردش ایک مبین حساب سے ہے اور ایک علامہ استدلالی ہے اور یہ علم ستاروں کی رفتار اور حرکت، افلاک سے حوادث پر استدلال سے مہارت ہے سورہ طہ میں لکھا ہے، جیسے کعبہ نبیض سے مراد کعبہ قرظ پر استدلال کرنا ہے۔ ہاں اگر وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا منکر ہو اور ذاتی علم غیب کا دعویٰ ہو اور ایسی اس کو بغضب انکشاف ہوتا ہے۔) تو جوہر کا فر ہے۔

ہم نے فقہاء کی جو عبارات ہمیشہ کی ہیں اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ معجزہ کرامت یا آلات اور علامات سے بعض اہل علم وغیرہ پر مطلع ہونا جائز ہے، البتہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کو کسی سبب کے بغیر نفسہً غیب کشف ہو جاتا ہے یا یہ دعویٰ

۱۱۱۔ علامہ احمد شہاب الدین ابن حجر عسقلانی کی سنن ۴/۱۰۹، الفتاویٰ الحدیثیہ ص ۲۶۸۔۲۶۹، مختصراً مطبوعہ معطفی البانی دارالادارہ، مصر، ۱۳۵۶ھ

کرے کہ اس کو جنات غیب کی خبر دیتے ہیں یا جو شخص ستاروں کا تاثیر کا قائل ہو سو ایسا شخص کافر ہے۔ لہ
قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ

زیادہ علم عطا فرمایا ہے اور آپ کا یہ علم، غیب اور شہادت دونوں کو محیط ہے اور یہ علم تدریجی ہے، اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے علم میں تاحیات اضافہ فرماتا رہا۔ اسی علم کو طہارہ و اہلسنت علم کلی اور علم ماکان و مایکون سے تعبیر کرتے ہیں۔ علم کلی کا مطلب
 یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل معلومات الہیہ کا علم ہے کسی مخلوق کے لیے اس علم کو ماننا نہ صرف محال ہے بلکہ شرک ہے۔
 امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصہ اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی
 چند وجہ پر ہے:-

اولے: علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود ہے عطا وغیر ہو۔

دوم: علم کا غنا کہ کسی آئمہ جارہ و تدبیر فکر و نظر و امتعات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوم: علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم: علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم: علم کا اثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر، تبدل، فرق اور تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم: علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات، ذاتیات، اعراف، احوال لازمہ، مفارقتہ، ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ

آتیہ (مستقبلہ) موجودہ، ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر تخلی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت علی وعلیہ السلام سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً منافی، یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان

چھ وجہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے جو کسی غیر الہی کے لیے عقول مفارقتہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرہ

کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجمالاً کافر مشرک ہے۔ لہ

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:-

میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اقلین و آفرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الہی سے وہ نسبت

برگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑوں حصہ کو سمندر سے ہے، کیونکہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر

متناہی کی متناہی سے۔ ۳۰

خلاصہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے علوم کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایسا ہے جیسے قطرہ کے مقابلہ میں سمندر

ہو اور اللہ کے علم کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وہ نسبت منی نہیں ہے جو قطرہ اور سمندر میں ہوتی ہے۔

کیونکہ قطرہ اور سمندر میں متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور آپ کے علم کی اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف نسبت متناہی کی نسبت

۱۔ امام سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین ۲ ص ۳۱۶-۳۱۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ

۲۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الصغیر ص ۶

۳۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الصغیر ص ۶، ۱۳۴۰ھ، مطبوعہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند لاہور

نیز شاہی کلمت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وانزل اللہ علیک الكتاب والحکمة وعلیک
مالہ تکن تعلمہ وکان فضل اللہ علیک
عظیماً۔ (نساء، ۱۱۳)

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور ان تمام
چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور یہ اللہ
کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اس آیت سے علم کی کئی مثالیں درج ہیں۔ اولاً اللہ تعالیٰ نے
قرآن مجید میں بحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
کئی ایسی باتیں نقل کی ہیں جو اس وقت تک کسی انسان کو
معلوم نہ تھیں۔

امام بخاری اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
عن عمر و قال قام فینا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مقاما فاحیرتا عن بدء
الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم
واهل النار منازلهم حفظ ذلک
من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے
پھر آپ نے ابتداً خلق سے خبر لی بیان کرنا شروع کیا، حتیٰ کہ
جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کو اپنے
ٹھکانوں تک جانے کی خبر لی بیان کی جس شخص نے اس
کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس
نے اس کو بھلا دیا۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن حدیقة قال لقد خطبتنا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم خطبة ما ترک فیها
شیئا الی قیام الساعة الا ذکرہ علیہ من علم
وجہلہ من جہلہ الحدیث۔

حضرت حدیقا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک تقریر فرمائی اور اس میں قیامت
تک کے ہر شے کے بارے میں تمام امور بیان فرمائیے جس شخص نے
اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا اس نے
نہ جانا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی زید قال صلی بنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الفجر وصد الملتبر
فخطبتنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور
منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صبح بخاری ج ۱ ص ۴۵۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صبح بخاری ج ۱ ص ۴۵۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۸۱ھ

ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر
ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا
حتى غربت الشمس فاخبرنا بما كان
وبما هو كائن فاعلمنا احفظنا ۱۰

آگیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز
ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا پھر آپ منبر سے
اترے اور عصر کی نماز پڑھائی، پھر آپ نے منبر پر چڑھ کر ہمیں
خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں تمام ممالک
دعا یحکون کی خبری دیں سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو
ان کا زیادہ علم تھا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابي سعيد الخدري قال صلى بنا رسول
الله صلى الله عليه وسلم يوما صلاة العصر
بنهار ثم قام خطيبا فلم يدع شيئا يكون
الى قيام الساعة الا اخبرنا به حفظه
من حفظه ونسيه من نسيه ۱۱
(الحديث)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز
پڑھائی پھر آپ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور آپ نے قیامت
تک ہونے والے ہر واقعہ اور ہر چیز کی ہمیں خبر دے دی، جس
نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا
دیا اس نے بھلا دیا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ان الله ذوى لى الارض فرايت
مشارقها ومغاربها ۱۲

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام روگے
زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام
مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز امام ابو داؤد، امام احمد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل قال احتبس عنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات غداة

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں آنے کے

- ۱۰۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۱۱۔ امام ابو عبید اللہ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تہارت کتب کراچی
- ۱۲۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۱۳۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النہد ج ۲ ص ۵۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۱۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۷۵ھ
- ۱۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند امام احمد ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۹۸ھ

من صلوة الصبیح حتی کدنا نترای عین الشمس فخریر سربعا فغوب بالصلوة فصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم وتیموز فی صلوته فلما سلم دعا بصوته فقال لنا علی مصافکرم کما انتم ثم الغتل الینا فقال اما فی ساحتکم ما حبستی عنکم الغداة افی قمت من اللیل فتوضأت فصلیت ما قدر لی فنعست فی صلوتی فاستثقلت فاذا بری تبارک وتعالی فی احسن صوره فقال یا محمد قلت رب لبیک قال فیما یختصم الملاء الاعلی قلت لا ادری رب قالها ثلاثا قال فواینه وضع کفه بین کتفی قد وجدت برد انامله بین ثدی فتجلا فی کل شیء وعرفت الحدیث الی ان قال قال ابو عیسی هذا حدیث حسن صحیح سألت محمد ابن اسماعیل عن هذا الحدیث فقال لهذا صحیح یله

تیر الام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اتانی ربی فی احسن صوره فقال یا محمد قلت لبیک ربی وسعدیک قال فیم یختصم الملاء الاعلی قلت ربی لا ادری فوضع یدیه بین کتفی حتی وجدت بردها بین ثدی فعملت ما بین المشرق والمغرب الحدیث یله

یہ دیکر اس کی طرف تھا کہ ہم سوچ کر دیکھ لیتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوس سے اٹھے اور غازی کی امانت کہی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر ناز پڑھائی، پھر آپ نے سہام پھیر کر باواز بلند ہم سے فرمایا جس طرح اپنی منزل میں پہنچے ہوتے رہو، پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا میں اب تم کو یہ بیان کروں گا کہ مجھے صحیح کی نازیں آنے سے کیوں دیر ہوگئی، میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے میں نے نئی رکعت ناز پڑھی جتنی میرے لیے مختصر کی گئی تھی پھر مجھے نازیں آئی اور گئی آئی پھر مجھے گہری نیندا گئی، اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا، اس نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں، فرمایا ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا، آپ نے کہا: میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا اللہ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کے پروں کی شدت میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر ہر چیز پر شکست ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا۔ الحدیث۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث من صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے (مخواب میں) اپنے رب کو سین میں صورت میں دیکھا، میرے رب نے کہا اے محمد! میں نے کہا حاضر ہوں یا رب! فرمایا ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا اے میرے رب! میں نہیں جانتا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا اللہ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی شدت میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی مترجم ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۶۶، مطبوعہ دار غلام احمد دار تہذیب و ثقافت کراچی

۲۔ جامع ترمذی ص ۴۶۶

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی ربی عز وجل اللیلۃ فی احسن صورۃ احسبہ یعنی فی النوم فقال یا محمد تدری فیم یحتمم الملا الاعلی قال قلت لا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضعی یدایہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدی یت او قال نعری فعلت ما فی السموت والارض الحدیث ۱۰

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا: اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس کہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام پیروں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے ایک اور سند سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

فوضعی یدایہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی حتی تجلی لی ما فی السموات وما فی الارض ۱۰

اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو میرے کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں محسوس کیا حتیٰ کہ میرے لیے وہ تمام چیزیں منکشف ہو گئیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں۔

حافظ البیہقی ذکر کرتے ہیں۔

عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل قد رفع لی دنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ہذہ۔ رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا علی ضعف کثیر ۱۰

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میرے لیے دنیا اٹھا کر رکھ دی اور میں دنیا کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں اپنی اس تکمیل کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، ہر چند کہ اس حدیث کے راوی ضعیف ہیں لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے۔

فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت حضرت سواد

رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کی شان میں چند اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

۱۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۱۱۔ مسند امام احمد ج ۲ ص ۶۶

۱۲۔ حافظ محمد الدین علی بن ابی بکر متوفی ۷۰ھ، مطبوعہ مکتب العربی، ۱۴۰۲ھ

جلد ہفتم

فاشهد ان الله لا رب غيرة

وانك لمكون على كل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں
اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر امین ہیں۔

حضرت سواد بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشارتیں کر محمد سے بہت خوش ہونے، آپ کے
چہرہ آفتاب سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور آپ نے فرمایا: اذحجت بآسواد "اے سواد تم کا میل ہوا
گئے" اس حدیث کو کثرت علماء اسلام نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، یعنی علماء کے اسناد یہ ہیں: امام ابو نعیم، امام ابوبکر احمد
بن حسین بیہقی، علامہ ابن عبد البر، علامہ سیوطی، علامہ ابن الجوزی، علامہ ابن کثیر، علامہ بدر الدین عینی، علامہ جلال الدین
سیوطی، علامہ عینی، شیخ عبداللہ بن مسعود بن عبدالوہاب نجدی، علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

اولین اور آخری کی خبروں اور ماکان و مایکون میں
سے جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو
بتلا دیا۔

وعلمك ما لم تكن تعلم من خيرا الاولين
والاخيرين وما كان وما هو كائن .

تمامی مباحث لکھتے ہیں:

آسمانوں اور زمینوں کی نشانیاں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق،
اللہ تعالیٰ کے اسما کی تعین، آیات کبریٰ، انکسار آخرت، علامات
قیامت، اچھے اور برے لوگوں کے اعمال اور ماکان و ما
یکون کا علم اس قبل سے ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

واما تعلق عقدك من ملكوت السموات
والارض وخلق الله وتعيين اسماء الحسنی
وآياته الكبرى وامور الاخرة واشراط
الساعة واحوال السعداء والاشقياء
وعلم ما كان وما يكون ما

۱۔ امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی منقذی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی منقذی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ علامہ ابو نعیم یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبرہانکی منقذی ۴۶۳ھ، استیصار علی اصح الامامہ ج ۲ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۴۔ علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ بیہقی منقذی ۵۸۱ھ، الرد المحتج ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبۃ فاروقیہ لبنان

۵۔ علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن الجوزی منقذی ۵۹۷ھ، الرد باحوال المعصطی ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتبۃ نوربہ رضویہ لاہور

۶۔ حافظ ابوالفضل اسماعیل بن کثیر منقذی ۷۴۴ھ، الاستیصار فیہ ج ۱ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۷۔ علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد منقذی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۸، مطبوعہ ادارۃ المطابع السیریہ، مصر ۱۳۳۸ھ

۸۔ علامہ جلال الدین سیوطی منقذی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبۃ نوربہ رضویہ لاہور

۹۔ علامہ علی بن برہان الدین علی منقذی ۱۰۴۴ھ، انسان الیوم ج ۱ ص ۳۲۴، مطبوعہ مطبع معصطی ابائی علی دادلادہ مصر ۱۳۸۴ھ

۱۰۔ شیخ عبداللہ بن مسعود بن عبدالوہاب نجدی منقذی ۱۲۴۲ھ، مختصر استیصار الرسول ص ۶۹، مطبوعہ مکتبۃ سلفیہ لاہور

۱۱۔ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری منقذی ۳۱۰ھ، حیات النبیا ج ۵ ص ۲۷۵، مطبوعہ مطبع معصطی ابائی دادلادہ مصر ۱۳۸۲ھ

قضاء کے ظاہر اور باطناً نافذ ہونے میں تلامب ائمہ | علامہ یحییٰ بن شرف فراہی لکھتے ہیں: صحابہ کرام، فقہا تابعین امام شافعی، امام احمد اور جہر فقہاء، اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ مالک کا حکم باطن میں کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام کرتا ہے لہذا جب وہ جوڑے گواہ کسی کے حق میں مال کی گواہی دی اور حاکم اس گواہی کی بنا پر مدعی کے حق میں مال کو فیصلہ کر دے تو مدعی کے لیے اس مال کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر وہ جوڑے گواہ کسی شخص کے خلاف یہ گواہی دی کہ اس شخص نے فلاں شخص کو قتل کیا ہے تو اگر وہ قتل ہو گیا تو اس کے لیے حاکم قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ شخص کسی کے خلاف یہ جھوٹی گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا ہے اور تاحی نے اس گواہی کی بنا پر تفریق کر دی ہے تو جس شخص کو طلاق ہو کر رہ گئی ہے اس کے لیے اس عدوت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ تاحی کے حکم سے عدوت تو حلال ہو جاتی ہے مال حال نہیں ہوتا۔ لہذا ان کے نزدیک اسی صورت میں نکاح جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس حدیث صحیح اور اجماع متقدمین کے خلاف ہے، اسی طرح ان کا یہ قول خردان کے اور جہور کے اس قاعدہ کے من خلاف ہے کہ عدوت سے وطنی کے معاملہ میں نکاح کی بر نسبت زیادہ افضیاط کی ضرورت ہے۔ لہ

علامہ ابو عبد اللہ شافعی نے لکھتے ہیں: علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ جان، مال اور عدوت اگر حرام ہو تو وہ تاحی کے حکم سے حلال نہیں ہوگی اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تاحی کے حکم سے عدوت حلال ہو جاتی ہے۔ پس اگر وہ گواہ کسی شخص کے خلاف یہ جھوٹی گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عدوت کو طلاق دے دی تو جس شخص کو یہ حکم ہو کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی ہے اس کے لیے بھی اسی عدوت سے نکاح کرنا حلال ہے۔ اس قول کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر سے دے کی گئی کہ انھوں نے مال کی مخالفت کی اور عدوت کی مخالفت نہیں کی حالانکہ عدوت کی مخالفت مقدم ہے، ہمارے اصحاب نے اس حدیث کے حرم سے استدلال کیا ہے۔ لہ

قضاء کے ظاہر اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا موقف | علامہ علاؤ الدین مصطفیٰ حسینی نے عرفت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: جوڑے گواہوں سے ظاہراً اور باطناً قضاء نافذ ہو جاتی ہے، بشرطیکہ جعل اس حکم کا قابل ہو (یعنی محرم میں سے کسی پر دعویٰ نہ ہو) اور تاحی کو گواہوں کے جوڑے ہونے کا علم نہ ہو، یہ قضاء عقود (شأناً بیع اور نکاح) اور فروع (شأناً اقالہ اور طلاق) دونوں میں نافذ ہو جاتی ہے، کیونکہ حضرت مسلم نے اس عدوت سے فرمایا تھا کہ فیہارے گواہوں نے تنہا نکاح کر دیا، اور امام ابوحنیفہ امام محمد، امام زفر اور ائمہ ثلثہ یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں صرف ظاہراً قضاء نافذ ہوتی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ لہ

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ امام ملاوی نے نقل کیا ہے کہ امام محمد کا قول بھی امام ابوحنیفہ کی طرح ہے، نیز علامہ تاجی بیان کرتے ہیں کہ قرستانی اور ابوہریرہ میں فتاویٰ اور ابوالیث سے منقول ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے لیکن فتح القدر میں ہے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف فراہی شافعی متوفی ۶۷۱ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۵۰، ۵۱، مطبوعہ دارالمنہج المدینہ الحجازیہ ۱۳۰۵ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد رشتانی ابن مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
 ۳۔ علامہ علاؤ الدین مصطفیٰ حسینی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی باشی رد المحتار ج ۳ ص ۶۲۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۴ھ

- (۱) - قاضی کو یہ علم نہ ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں۔
- (۲) - مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ دیا جو بلکہ ملکیت کا سبب بھی بیان کیا ہو تو قرین کا بھی یہی حکم ہے اگر کسی شخص پر مطلقاً قرین کا دعویٰ کیا تو یا طناً تھا ناقد نہیں ہوگی جب تک کہ نہ بتائے اس پر فلاں سبب سے قرین ہے، کسی شخص پر دعوات کے دعویٰ کرنے کا بھی یہی حکم ہے اس میں بھی باطناً تھا ناقد نہیں ہوگی۔
- (۳) - مدعی نے جس چیز پر دعویٰ کیا ہے وہ اس کے دعویٰ کا محل بننے کی صلاحیت بھی رکھتی ہو، اگر اس میں اس کے دعویٰ کی صلاحیت نہیں ہے تو اس میں باطناً تھا ناقد نہیں ہوگی مثلاً منکوحہ غیر یا منقذہ غیر کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ اس کی بیوی ہے اور اس پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دے تو اس میں ظاہراً تضاد ناقد ہوگی نہ باطناً۔ تہہ اور دیگر عہد نامہ کا بھی یہی حکم ہے۔
- (۴) - مدعی کا دعویٰ اس چیز کے متعلق ہو جس میں انشاء ممکن ہو انشاء سے مراد ان کلمات کو بولنا ہے جن سے کسی چیز کو واقع کیا جائے مثلاً "میں نے یہ چیز خریدی کہہ کر بیع کو واقع کیا جیسے مقدم بیع، بیع، نکاح اور طلاق اور جس چیز میں انشاء ممکن نہ ہو اس میں باطناً تھا ناقد نہیں ہوگا جیسے وراثت، کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں اور اس پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دے۔
- (۵) - قاضی یہ فیصلہ منکر کی قسم پر نہ کرے اگر قاضی نے منکر کی قسم پر فیصلہ کر دیا تو قریناً طناً ناقد نہیں ہوگی مثلاً ایکہ عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں، اس کے پاس گواہ نہیں ہیں، قاضی نے شوہر سے قسم طلب کی، شوہر نے جھوٹی قسم کھائی تو اگر عورت کو یہ علم ہے کہ شوہر تین طلاقیں دے چکا ہے تو اس عورت کے لیے اس کو وطی کا موقع دینا جائز نہیں ہے اور مرد کے لیے بھی اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں انشاء ممکن نہیں ہے بلکہ برکات پہلے سے قائم تھا قاضی نے اس کے برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے اس وجہ سے یہاں باطناً تضاد ناقد نہیں ہوگی، خلاصہ یہ ہے کہ باطناً تضاد اس وقت ناقد ہوتی ہے جب وہ تضاد گواہ کی بنا پر ہو یا انکار قسم کی بنا پر ہو اور وہ فیصلہ کسی مقدم یا بیع کے انشاء پر مبنی ہو اور عمل انشاء بننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔
- (۶) - جن گواہوں کی بنیاد پر قاضی نے فیصلہ کیا ہے وہ مسلمان، آزاد اور عادل ہوں، اگر وہ گواہ کافر، غلام یا محدودنی العقول بنے تو یا طناً تضاد ناقد نہیں ہوگی بلکہ

تضاد باطنی کے نفاذ میں فقہاء احناف کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا تجزیہ

شمس الائمہ مرحوم حنفی جرح اللشکریہ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقود، فسخ، نکاح، طلاق اور فسخ میں جھوٹے گواہوں سے بھی قاضی کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً ناقد ہو جاتا ہے۔ پہلے امام ابو یوسف کی بھی یہی رائے تھی۔ امام ابو یوسف کے دوسرے قول اور امام مسدد اور امام شافعی کے نزدیک ان صورتوں میں قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً ناقد ہوتا ہے باطناً ناقد نہیں ہوتا، حتیٰ کہ جب کسی شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور نکاح کے ثبوت میں دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے نکاح کا فیصلہ کر دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز ہے، امام ابو یوسف کا پہلا قول بھی یہی تھا، البتہ امام ابو یوسف کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، امام محمد اور امام شافعی

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن ماجہ میں شامی ص ۱۲۵۲، رد المحتار ص ۲۶۳-۲۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کا بھی یہی قول ہے۔

اللہ شاکثہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل وتدلوا
بهاالی الحکام لتأکلوا فریقاً من أموال الناس
بالأثم وانتم تعلمون۔ (بقرہ ۱۸۸)

ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ، اور نہ بطور
شرحت) وہ مال حکام تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ
تم گناہ کے ساتھ (ناجاہز طریق پر) کھاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حاکم کے فیصلہ سے مال غیر کے ناجاہز طریقہ سے کھانے کو حرام کر دیا ہے، لہذا یہ آیت اس
پر نص صریح ہے کہ اگر قاضی نے جھوٹے گواہوں کی بناء پر کسی چیز کا فیصلہ کر دیا تو اس چیز کا لینا ناجاہز ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے
موقف کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ چرب زبانی اور طلاقت لسانی سے پیش کرے پس اگر میں (ظاہری حجت کی بناء پر) کسی شخص
کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں (درحقیقت) اس کے لیے آگ کے ایک ٹکڑے کا فیصلہ کر رہا ہوں وہ چاہے

اس کو سے یا چھوڑ دے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فیصلہ کی بناء پر ایک سبب باطل پر ہے اس لیے یہ
فیصلہ باطلنا نافذ نہیں ہوگا، جس طرح قاضی، غلام، کافر یا محدودنی القذف کی گواہی پر فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ باطلنا نافذ نہیں ہوتا۔

اور اس فیصلہ کی بناء جھوٹی گواہی پر ہے اور یہ ایک باطل سبب ہے کیونکہ جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے اور قضا کی حجت ایک
امر شرعی ہے اور گناہ کبیرہ اس کی ضد ہے اور جب جھوٹ کی تہمت کی وجہ سے گواہی مقبول نہیں ہوتی اور وہ گواہی فیصلے کی حجت نہیں بن
سکتی تو حقیقتاً جھوٹی گواہی بدرجہ اولیٰ نامعتبر ہوگی، نیز قاضی نے جس چیز کا فیصلہ کیا ہے اس کا واقعہ میں کوئی وجود نہیں ہے

لہذا یہ قضا باطل ہوگی جیسا کہ اگر قاضی جھوٹے گواہوں کی بناء پر کسی کے لیے منکوحہ غیر کا فیصلہ کر دے تو وہ فیصلہ باطل ہوتا ہے
نیز اس فیصلہ کو انشاء عقدا قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ قاضی انشاء عقدا کا قصد نہیں کرتا، بلکہ مدعی نے جس عقد کا دعویٰ کیا

تھا قاضی اس کو ثابت کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے ایک عورت
پر نکاح کا دعویٰ کیا اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کر دیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کر دیا،

اس عورت نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر اس نکاح کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر آپ میرا اس سے نکاح کر دیجئے کیوں کہ
ہمارے درمیان نکاح نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا، دیکھئے اس عورت نے

زنا سے بچنے کے لیے عقد نکاح کا مطالبہ کیا لیکن حضرت علی نے اس کا مطالبہ پورا نہیں کیا، سو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حضرت
علی نے ان کے درمیان نکاح کا مطالبہ اس لیے پورا نہیں کیا کہ اس کا خاوند رضی نہیں تھا لیکن یہ غلط خیال ہے کیونکہ اس کا خاوند

نکاح پر راضی تھا، اسی وجہ سے وہ نکاح کا دعویٰ کر رہا تھا اور عورت بھی راضی تھی کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میرا اس سے نکاح کر
دیجئے اور حضرت علی کے لیے ان کا نکاح کرنا آسان تھا کیونکہ خاوند کو اس میں رغبت تھی اس کے باوجود حضرت علی نے نکاح

نہیں کیا بلکہ یہ بیان فرمایا کہ ان کے فیصلہ سے ان کا مقصود حاصل ہو گیا۔ اور یہ فرمایا کہ تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا
یعنی ان گواہوں نے تمہارے درمیان نکاح کا فیصلہ مجھ پر لازم کر دیا، لہذا اس فیصلہ سے نکاح ثابت ہو گیا اور حضرت علی کا یہ

اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ www.marfat.com سے جانتا لیکن نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کی آیت (لکب) دوسرے کا مال مانع نہ تھا (اور حدیث "اگر میں (ظاہری جسد) کی بنا پر کسی شخص کے لیے اس کے جانی کے حق کا فیصلہ کروں تو میں اس کے لیے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کروں گا) میں "الاکلک مرسلہ" نیز سبب ملکیت بتائے نیز کسی چیز پر ملکیت کا دعویٰ کرنا) کے بارے میں وارد ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اس کے قائل ہیں۔ اور اس کی علت یہ ہے کہ اثر تقاضی نے جن معاملات میں تقاضی کو انشاء کی ولایت دی ہے، تقاضی نے اثر تقاضی کے حکم سے ان معاملات میں فیصلہ کیا اور اثر تقاضی کے حکم سے یہ فیصلہ حقیقتاً نافذ ہو گا، کیونکہ یہ محال ہے کہ اثر تقاضی تقاضی کو فیصلہ کرنے کا حکم دے مگر اس فیصلہ کے فاؤنڈر رک دے۔ تقاضی اس بات کا حکم تھا کہ علی الاطلاق اور خفیہ طریقہ سے گواہوں کی عدالت کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور جب اس نے تزکیہ شہور کر لیا اور اس کے نزدیک گواہوں کی عدالت ثابت ہو گئی تو اس گواہی کے مطابق اس پر فیصلہ کرنا واجب ہے، حتیٰ اگر اس نے یہ فیصلہ نہیں کیا تو وہ گنہگار ہو گا اور اس کو اس کے عہدہ سے معزول کر دیا جائے گا۔ اس لیے ہم کو یہ معلوم ہو گیا کہ تقاضی فیصلہ کرنے پر مامور ہے اور حقیقت میں گناہ کے صدق یا کذب کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور جس چیز کی حقیقت کو جاننے کا کوئی شرعی طریقہ ہو تقاضی اس کے جاننے کا شرطاً مکلف بھی نہیں ہے، کیونکہ انسان کو اس کی دست اور طاقت کے اعتبار سے حکمت کیا جاتا ہے اور تقاضی کی دست میں صرف اتنا ہی تھا کہ وہ گواہوں کے احوال کی جانچ پڑتال کرے اور جب اس نے اچھی طرح تزکیہ شہور کر لیا تو وہ اپنے عہدہ سے بری الذمہ ہو گیا اور اس پر لازم ہو گیا کہ وہ گواہوں کی گواہی کے اعتبار سے فیصلہ کر دے اور تقاضی کے فیصلہ پر ظاہراً اور باطناً عمل کرنا واجب ہے ورنہ تقاضی کو تضاد پر مامور کرنا باعث ہرگاہ اور اس صورت میں تضاد کے دو طریقے تھے ایک نکاح کا اظہار کرنا، دوسرے عقد نکاح کر دینا، اور جب ان کے درمیان عقد نکاح نہیں تھا تو اس فیصلہ سے نکاح کا اظہار کرنا مستند ہے، اس لیے اب انشاء نکاح متبیین ہو گیا، کیونکہ اگر کوئی طریقہ نہیں ہے لہذا دلیل شرعی کی اس نوع سے تقاضی کے لیے ولایت انشاء ثابت ہو گی اور جس طرح اور نزاعی معاملات میں تقاضی کی ولایت انشاء سے فیصلہ نافذ حاصل ہوتا ہے اس صورت میں بھی تقاضی کا فیصلہ نافذ حاصل ہو گا بلکہ زیادہ اولیٰ ہے۔

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جب شہر اور پیری آپس میں عان کرتے ہیں تو تقاضی کو انشاء تفریق کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس اعتبار سے زوجین کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔ اسی طرح تقاضی ولایت انشاء تزویج سے نابالغ بچہ اور نابالغ بچی کا نکاح کر دیتا ہے، لہذا اس صورت میں بھی اس کی ولایت انشاء عقد نکاح حاصل ہے تاکہ وہ عورت کو زنا سے محفوظ رکھے اور تقاضی کا یہ فیصلہ عورت کو زنا کا موقع دینے سے بچاتا ہے۔ جب دو فریق عان کرتے ہیں تو ایک فریق یقیناً کاذب ہوتا ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ یہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے اور باوجود اس حقیقت کے کہ ان میں سے کوئی ایک کاذب ہے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے تقاضی کو ولایت انشاء تفریق حاصل ہوتی ہے اور تقاضی ان کے درمیان تفریق کر دیتا ہے اسی طرح یہاں بھی گواہوں کے جھوٹے ہونے کے باوجود تقاضی کو انشاء نکاح کی ولایت حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ شرطاً تضاد کرنے پر مامور ہے لہ

علامہ ابو بکر جہاں سننی لکھتے ہیں: حضرت علی، حضرت ابن عمر اور امام شافعی اسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی طرح موقف

ہے۔ امام ابو یوسف نے عمرو بن مقدم سے روایت کیا ہے کہ ایک قبیلہ کے ایک شخص نے ایک ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا جو شرف اور مرتبہ میں اس سے زیادہ تھی اس عورت نے اس شخص سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا، اس شخص نے یہ دعویٰ کر دیا کہ اس کا عورت سے نکاح ہو چکا ہے اور حضرت علی کی عدالت میں اس پر دو گواہ پیش کر دیے۔ اس عورت نے کہا میرا اس شخص سے نکاح نہیں ہوا، حضرت علی نے فرمایا ان دو گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا، امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ شبیر بن عجاج، زید سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک شخص کے خلاف جھوٹی گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ہے تاہم ان کے درمیان تفریق کر دی پھر ان گواہوں میں سے ایک شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا شبی نے کہا یہ جائز ہے اور حضرت ابن عمر نے ایک غلام کو عیب سے مبرا قرار دے کر فروخت کر دیا، عمر بیلہ اس غلام کو حضرت عثمان کی عدالت میں لے گیا، حضرت عثمان نے حضرت ابن عمر سے کہا کیا تم اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ سکتے ہو کہ جب تم نے اس کو فروخت کیا تھا تو تم نے اس کی بیماری کو نہیں چھپایا تھا، حضرت ابن عمر نے قسم کھانے سے انکار کیا، حضرت عثمان نے وہ غلام ان کو واپس کر دیا اور بعد میں حضرت ابن عمر نے وہ غلام زیادہ نفع کے ساتھ فروخت کر دیا، اس مسئلہ میں حضرت ابن عمر نے غلام کی بیع کو جائز قرار دیا حالانکہ ان کو علم تھا کہ باطن میں ایسا نہیں ہے اور باطن کا حکم ظاہر کے خلاف ہے (کیونکہ انہوں نے بری الذمہ ہو کر غلام کو فروخت کیا تھا اس وجہ سے باطن میں اس غلام کو واپس کرنا صحیح نہیں تھا) اگر حضرت عثمان کو بھی حضرت ابن عمر کی طرح اس بات کا علم ہوتا تو وہ بیع کو رد نہ کرتے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر کا بھی یہ مذہب تھا کہ اگر حاکم کسی عقد کو فسخ کر دے تو وہ باطل کی ملک میں آجاتا ہے، اگرچہ باطن میں حقیقت اس کے برعکس ہو۔

امام ابو حنیفہ کے قول کی صحت پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بھی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال بن امیہ اور اس کی بیوی کے درمیان معان کر لیا پھر فرمایا اگر اس عورت کے دل اس اس طرح کا بچہ ہوا تو وہ ہلال بن امیہ کا ہے اور اگر عدسہ ہی کل و صورت کا ہوا تو وہ شریک بن سحاء کا ہو گا جس کے ساتھ ہلال بن امیہ کی بیوی کو متہم کیا گیا تھا، پھر اس عورت کے دل نا پسند و صفت پر بچہ پیدا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ان کے درمیان معان نہ ہو چکا ہوتا تو پھر میں اس عورت کو دیکھتا ہوں ہلال بن امیہ کا صدق اور اس کی بیوی کا کذب ظاہر ہو گیا اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تفریق کو باطل نہیں کیا جو معان کی وجہ سے ہوتی تھی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حاکم جب کسی عقد کو فسخ کر دے تو وہ ظاہر اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے قول پر اس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ جب حکم کے پاس ایسے گواہ گواہی دی جن کا ظاہر حال صدق ہو تو حاکم پر واجب ہے کہ ان کی گواہی کے اعتبار سے فیصلہ کرے اور اگر اس نے گواہی کے بعد فیصلہ کرے یہی توقف کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا تارک اور گنہگار ہو گا کیونکہ اس کو ظاہر کا منکف کیا گیا ہے اور اس کو اس علم باطن کا منکف نہیں کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کا عیب ہے۔

علامہ باری حنفی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو چیز پہلے ثابت ہو اس کا اظہار قضا ہوتا ہے اور جو چیز پہلے نہ ہو اس کا اثبات قضا نہیں ہوتا اور نکاح پہلے ثابت نہیں تھا تو پھر کس طرح قضا باطناً نافذ ہو گی، اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح بطریقہ اقتضاد معلوم ہے مگر یا کہ تاہم نے اس عورت سے کہا میں نے اس شخص سے تیرا نکاح کر لیا اور تم دونوں کے درمیان نکاح کا حکم کر دیا تاکہ ان کے درمیان نزاع نہ رہے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ وہی

علامہ ابو یوسف بن علی ملائی جصاص حنفی متون، بیروت، دار الفکر، ۱۳۸۰ھ، ص ۱۳۰

کر سکے۔ لیکن ملا دنے اس پر یہ اعتراض کیا کہ نزع ختم کرنے کے لیے یہ بھی تو جوہر سکتا تھا کہ تاخیر اس شخص سے کہتا کہ تم اس صورت کو طلاق دے دو، اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق سے کیا مراد ہے، طلاق مشروط یا طلاق غیر مشروط؟ طلاق غیر مشروط کا تو کوئی اقتدار نہیں ہے، اور طلاق مشروط اس کا مقتضی ہے کہ اس سے پہلے نکاح ثابت ہو، بنا چاہیے، لہذا ہر حال میں نکاح کا قائل کرنا پڑے گا، لہذا

حضرت ہند کے متعلق فیصلہ کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابراہیم بن کثیر کی بیوی ہند بنت قمبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ابراہیم بن کثیر مجھ سے بد بچھے تنازعہ نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہوا، اور یہ کہ میں اس کی لالچی میں اس کے مال سے میرے لون ترکا، اس کی خدمت میں مجھ پر کوئی گرفت ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے مال سے دستبردار کے مطابق اتنا لے سکتی ہو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو کفایت کرے۔

بَابُ ۵۱۵ قِضَةِ هِنْدٍ

۴۲۶۳ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّعَلُبِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَخَلَّتْ هِنْدُ بِنْتُ عُمَيْمَةَ أُمَّرَأَةً أَيْ سَفِيَانِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا سَفِيَانٍ رَجُلٌ شَحِيحٌ لَا يُعْطِينِي مِنْ الْمَقْعَةِ مَا يَكْفِينِي وَيَكْفِي بَيْتِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ عَلَيْهِمْ قَهْلٌ عَلَيَّ فِي ذَلِكَ مِنْ جُنَاحٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذِي مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ مَا يَكْفِيكَ وَيَكْفِي بَيْتِكَ.

اہم مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں اور بتایا ان سندوں سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۴۲۶۴ - وَحَدَّثَنَا مَحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُسَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ كَلَاهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسَيْبٍ وَرُكَيْعٍ عَنْ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا الصَّنَخَالِيُّ يَحْيَى بْنُ عُمَرَ عَنْ كَلْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَبْدِ الْأَشْتَدِّ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

۴۲۶۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ

عزیز ابن ابی نعیم نے محمد بن ابی بکر بن عیسیٰ بن عقیل سے روایت کیا کہ وہ نے اپنے نفع التقدیر سے ۳۵، ۱۵۴، مطبوعہ مکتبہ فدویہ رضویہ مکہ

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ
عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ هُنْدُ
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا
رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلِيٌّ ظَهْرِي
الْأَرْضِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ
يُنْزِلَهُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ خِيَابِكَ وَمَا
عَلِيٌّ ظَهْرِي الْأَرْضِ أَحَبَّ
إِلَيَّ مِنْ أَنْ يُعِزَّهُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ
خِيَابِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ
ثُمَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا سَفْيَانَ
رَجُلٌ مُسِيكٌ فَمَهْلٌ عَلَيَّ حَرْجٌ أَنْ
أُنْفِقَ عَلَى عِيَالِهِ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ
إِذْنِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا حَرْجَ عَلَيْكَ أَنْ تُنْفِقَ
عَلَيْهِمْ بِالْمَعْرُوفِ

۲۳۲۶ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا
ابْنُ أَبِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ
بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ
هِنْدُ بِنْتُ عُثْبَةَ بِنِ رَيْبَعَةَ فَقَالَتْ يَا
رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلِيٌّ ظَهْرِي الْأَرْضِ
خِيَابٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَنْزِلَهُ اللَّهُ مِنْ
أَهْلِ خِيَابِكَ وَمَا أَكْرَبِي الْيَوْمَ عَلَى
ظَهْرِي الْأَرْضِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ
يُعِزَّهُ اللَّهُ مِنْ أَهْلِ خِيَابِكَ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيْضًا
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّ أَبَا سَفْيَانَ رَجُلٌ مُسِيكٌ فَمَهْلٌ عَلَيَّ حَرْجٌ أَنْ

علیہ وسلم کی خدمت میں ہند نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ! بخدا
(پہلے) مجھے روئے زمین پر آپ کے اہل خانہ سے زیادہ کسی کے
گھر کی ذلت اور خواری محبوب نہیں تھی اعداب روئے زمین پر
آپ کے اہل خانہ سے زیادہ کسی گھر کی عزت میرے نزدیک زیادہ
پسندیدہ نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور قسم
اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے ابھی یہ محبت
اور بڑھ گئی پھر ہند نے کہا: یا رسول اللہ! بلاشبہ ابوسفیان ایک کج نوس آدمی ہے،
اگر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے کچھ سے کچھ اس
کی اولاد پر خرچ کر دوں تو کیا جوہر پر گرفت ہوگی؟ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اگر تم دستوں کے مطابق اس کی اولاد پر خرچ کرو
تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہند بنت
عقبہ بن ربیعہ آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے آپ کے اہل
خانہ سے زیادہ روئے زمین پر کسی کے گھر کی ذلت اور خواری
محبوب نہیں تھی اور اب روئے زمین پر آپ کے اہل خانہ
سے زیادہ کسی گھر کی عزت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں
ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور قسم اس ذات کی
جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے ابھی یہ محبت اور بڑھ گئی
پھر ہند نے کہا: یا رسول اللہ! بلاشبہ ابوسفیان ایک کج نوس آدمی ہے،
اگر میں اس کے
مال سے اپنے بچوں کو کچھ کھلا دوں تو جوہر پر کوئی گرفت نہیں ہے،
آپ نے فرمایا نہیں البتہ دستوں کے مطابق رکھنا

marfat.com

حَدَّثَنَا قَيْنٌ أَنَّ أُطْعَمَكُمْ مِنَ الَّذِي لَكُمْ عِيَالًا
فَقَالَ لَهَا كَذِبًا يَا لَتَعْمُرُ وَفٍ -

نادھند کے مال سے اس کی عبادت کے بغیر بقدر حق وصول کرنے میں تلامب المہ اہل اس

امادیت میں ہے کہ حضرت ابرہیمان رضی اللہ عنہم بندہ کو اتنا خرچ نہیں دیتے تھے جو ان کے بچوں کی ضروریات کے لیے کافی ہوتا، بندہ نے پرچھا کیا میں حضرت ابرہیمان کے مال سے بھڑھڑ دے لے یا کروں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم دستور کے مطابق ابرہیمان کے مال سے اپنی ضروریات کے لیے لے لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے کہ کسی شخص نے ایک شخص سے اپنا مال وصول کرنا ہوا اور وہ شخص (موقوفہ) اس (وائن) کو اس کا مال نہ دیتا ہو تو کیا وائین بقدر قرض مدیون کے مال سے اس کے ظلم اور اجازت کے بغیر لے سکتا ہے؟ فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر مدیون کا مال قرض کی مجلس سے ہے تو وائین لے سکتا ہے ورنہ نہیں اور فقہاء شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ وائین اپنے قرض کی متعلقہ مدیون کے مال سے ہر حال میں وصول کر سکتا ہے خواہ مدیون کا مال قرض کی مجلس سے ہو یا نہیں، متاخرین فقہاء احناف نے بھی امام شافعی کے قول پر توفی دیا ہے۔ فقہاء حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ وائین کا اپنے حق کو مدیون کے مال سے لینا جائز نہیں ہے بخلاف اس کا حق مدیون کے مال کی مجلس سے ہو یا نہ ہو، اور فقہاء مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر صاحب حق اس شخص کا موقوفہ نہیں ہے تب تو وہ اپنے حق کے برابر مال اس شخص کے مال سے لے سکتا ہے اور اگر صاحب حق اس شخص کا موقوفہ نہیں ہے تو نہیں لے سکتا۔

علامہ ابن تلامب صلی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جب ایک شخص کا دوسرے شخص پر کوئی حق ہوا اور وہ شخص اس حق کا اقرار بھی کرتا ہو اور حق ادا بھی کرتا ہو تو صاحب حق کے لیے اس شخص کے مال سے بقدر حق مال لینا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے اس کی عبادت کے بغیر مال یا ترس کو وائین کرنا لازم ہو گا، خواہ وہ مال اس کے حق کی مجلس سے ہو یا نہ ہو، اور اگر مدیون کو وائین کا حق ادا کرنے سے کوئی مانع ہو شفاہہ مہلت طلب کرنا ہو یا اس کے پاس پیسے نہ ہوں تب بھی اس کے مال سے اپنا حق یا اس کی متعلقہ کر لینا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر مدیون تاقی انکار کرتا ہو اور صاحب حق حاکم یا سلطان کے پاس استئناف دائر کرے کہ اپنا حق وصول کر سکتا ہو تب بھی مدیون کے مال سے اپنا حق یا اس کی متعلقہ لینا جائز نہیں ہے، اور اگر مدیون وائین کے حق کا منکر ہو اور صاحب حق کے پاس گواہ نہ ہوں اور وہ عدالت کے ذریعہ اپنا حق نہ لے سکتا ہو اور کسی طرح اس کو ادا بھی پرچھو کر لے سکتا ہو تب بھی (خلافاً) مذہب یہ ہے کہ اس کے لیے مدیون کے مال سے بقدر حق لینا جائز نہیں ہے، امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے: علامہ ابن عقیل مالکی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب حدیث نے یہ کہا ہے کہ مدیون کے مال سے اپنا حق لینے کی بھی ایک دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بند سے فرمایا: "اے اپنے اور بچوں کے لیے دستور کے مطابق لے لو" اور ابو الخطاب نے کہا کہ مدیون کے جن مال پر قدرت ہو اگر وہ اس کے حق کی مجلس سے ہے تو اسے اور اگر وہ مال اس کے حق کی مجلس سے نہیں ہے تو وہ اس کی قیمت میں حور و نکاح اور اجتہاد کرے میساکہ بند کی حدیث میں ہے۔ اور امام احمد نے کہا ہے کہ جس کے پاس سولہ رہن رکھی جائے وہ سوار پر سوار ہو اور اپنے خرچ کے مطابق جانور کا دودھ دھو لے اور عورت اپنے خرچ کے مطابق لے لے اور دیرالکیر کے مال سے سودا

یعنی مالا اس کی رضا کے بغیر مال لے لے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ کوئی شخص اگر بیعینہ اپنا حق وصول کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ بقدر حق مدیون کے مال سے لے سکتا ہے خواہ مدیون کا مال اس کے حق کی جنس سے ہر یا نہ ہو اور اگر اس کے حق پر گواہ ہوں اور وہ اپنا حق وصول کرنے پر قادر ہو تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ اور امام مالک کے مذہب میں مشہور قول یہ ہے کہ اگر اس کا دوسرے شخص پر حق نہیں ہے تب وہ بقدر حق اس کے مال سے لے سکتا ہے اور اگر اس کا دوسرے پر حق ہو تو پھر اس کے مال سے نہیں لے سکتا۔

امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص کا دوسرے شخص پر حق ہے اور وہ حق کوئی مبین چیز ہے یا چاندی ہے یا اس کے حق کی جنس سے مال ہے تو وہ بقدر حق اس مال سے لے سکتا ہے اور اس کا مال کوئی سامان ہے تو پھر وہ بقدر حق نہیں لے سکتا کیونکہ اپنے حق کے بدلہ میں سلمان لینا عرصن ہے اور کسی عرصن کو بغیر قریقین کی رضا کے لینا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الا ان تکون تجارۃ عن تواض منکم (النساء، ۲۹) البتہ یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ اور محضوں نے لینے کو جائز کہا ہے انہوں نے حضرت ہند کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ حضرت ہند نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! بلاشبہ ابوسفیان ایک نجیل آدمی ہے، وہ مجھے میری اولاد بچوں کی ضروریات کے مطابق خرچ نہیں دیتا، آپ نے فرمایا تم دستور کے مطابق اس کے مال سے بقدر ضرورت سے لو (صحیح بخاری، صحیح مسلم) اور جب حضرت ہند کے لیے یہ جائز ہو کہ وہ اپنی ضروریات کے مطابق حضرت ابوسفیان کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر لیں تو جس شخص کا دوسرے پر حق ہے اس کے لیے بھی جائز ہے کہ اگر وہ اس کا حق نہ دے اور جائز طریقے سے لینے کی کوئی اور سبیل نہ ہو تو وہ اس کے مال سے بقدر حق لے لے۔

نادھند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر بقدر حق وصول کرنے کے عدم جواز میں خیالہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جاری دلیل جامع ترمذی کا یہ حدیث ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا امانت الی من ائتمنتک ولا تخن من خائنک "جس شخص نے تمہارے پاس امانت رکھوائی ہے اس کی امانت ادا کرو اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے اس کے مال سے اس کے مال اور امانت کے بغیر اپنے حق کے برابر نکال لے گا تو یہ اس کی خیانت ہے اور یہ اس حدیث کی ممانعت کے عموم میں داخل ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یحل مال اموی مسلم الا عن طیب نفس منه "کسی شخص کی رضامندی کے بغیر اس کا مال لینا جائز نہیں ہے" نیز جب اس نے کسی شخص کے مال سے بقدر حق لے لیا تو یہ بغیر رضامندی کے معاوضہ لینا ہے۔

حضرت ہند کی حدیث کا امام احمد نے یہ جواب دیا ہے کہ ان کا حق اپنے شوہر پر ہر وقت واجب تھا جبکہ قرعنی کا ادا کرنا ہر دن اور ہر وقت واجب نہیں ہوتا، علامہ ابو بکر نے اس میں ایک اور فرق کیا ہے وہ یہ کہ کسی عورت کا زوجہ ہر نا بیعتہ کے قائم مقام ہے اور اس میں ایک اور فرق یہ ہے کہ عورت کے لیے خاوند کے مال میں تصرف کرنا مادۃً مباح ہوتا ہے اور اس کو دستور کے مطابق خاوند کے مال میں خرچ کی اجازت ہے اور جب کسی شخص کو کسی عورت سے کسی طرح تصرف کی اجازت

علامہ شامی لکھتے ہیں: جن لوگوں کا بیت المال کے مال میں حصہ ہے وہ قاضی، عامل، عالم، لڑنے والے سپاہی اور ان کی اولاد ہیں اور ان کے لیے بیت المال سے اتنی مقدار کو لینا جائز ہے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہو، مصنف نے کہا ہے کہ دینی طالب علم واعظ اور معلم بھی ان میں شامل ہیں، اور فقہاء کی ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال کے جس شعبہ سے بھی ان کو اپنا حق حاصل کرنے کا موقع ملے وہ اس کو حاصل کر سکتے ہیں خواہ بیت المال کا وہ شعبہ ان کے لیے مختص نہ ہو، اور جس مسئلہ میں ہماری گفتگو ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے لیے اپنے مخصوص شعبہ سے اپنا حق لینا ممکن ہے تو اس کے لیے دوسرے شعبہ سے اس حق کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر یہ ممکن نہیں ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے تو دوسرے شعبہ سے بھی اپنا حق لینا جائز ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں بیت المال کے الگ الگ شعبہ بات نہیں ہیں سوا کہ یہ قید لگا دی جائے تو کسی شخص کے لیے اپنے حق کو حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ لہ

حضرت ہند کی حدیث کے فوائد | اس حدیث کے دیگر فوائد حسب ذیل ہیں:

- (۱) بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔
- (۲) چھوٹے اور ضرورت مند بچوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔
- (۳) بیوی اور بچوں کا نفقہ بقدر کفایت واجب ہے۔
- (۴) فتویٰ دیتے وقت یا مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت اجنبی عورت سے بات کرنا اور اس کی بات سنا جائز ہے دیگر ضروری اور ناگزیر حالات میں بھی یہی حکم ہے۔
- (۵) بیوی کا کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلنا جائز ہے بشرطیکہ اس کو معلوم ہو کہ اس پر اس کا شوہر ناراض نہیں ہوگا۔
- (۶) فتویٰ معلوم کرنے کے لیے یا مقدمہ میں شکایت کرنے کے لیے پس پشت کسی انسان کا عیب بیان کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت ہند نے کہا کہ حضرت ابوسفیان بخیل ہیں۔
- (۷) جس شخص کا کسی دوسرے شخص پر حق ہو اور وہ معروف طریقہ سے اس شخص سے اپنا حق وصول کرنے سے عاجز ہو تو وہ اس شخص کے علم اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے بقدر حق لے سکتا ہے اس کی تفصیل اور مذاہب کا بیان گذر چکا ہے۔
- (۸) ہنقی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ اگر ایسا ہو تو یہ حکم ہے بلکہ وہ صورت مسئلہ کے پیش نظر مطلقاً فتویٰ دے سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر ابوسفیان بخیل ہوں تو ان کے مال سے لینا بلکہ مطلقاً فرمایا دستور کے مطابق حسب ضرورت ان کے مال سے لے لو۔
- (۹) بچوں کی پرورش اور نگہداشت میں عورت کا دخل ہوتا ہے۔
- (۱۰) جس چیز کی شریعت نے کوئی حد نہیں بیان کی اس میں عورت اور عادت پر اعتماد ہوتا ہے، مثلاً بچوں کی پرورش کے لیے کس قدر نفقہ کی ضرورت ہے؟ اس کا مدار عورت پر ہے۔

(۱۱) بسن نقیثا فری نے اس حدیث سے فقہاء غالب پر استدلال کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو سفیان اس وقت مکہ میں موجود تھے اور یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا تھا صرف اس مجلس میں حاضر نہیں تھے اور فقہاء علی النائب کے لیے یہ روایت سے کوئی شخص اس شہر سے غالب ہو، دوسرے یہ کہ اس حدیث میں فقہاء کا نہیں تفریق کا ذکر ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ وَصَاعَةِ الْمَالِ
بِحکمت سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کی ممانعت

حدیث ابو یوسف میں ہے کہ حضرت ابو یوسف نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو پسند کرتا ہے اور تمہاری باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ تم ان کی بات کرو اور اس کے ساتھ کسی کو نہ کہہ دو اور سب مل کر ان کے وہ باتیں مضحکہ خیز نہ کہو اور اتفاق نہ کرو، اور ان تعالیٰ انھوں کو بھلائی بخشتا ہے۔

۲۳۶۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْبِ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ تَعَدُّوا وَيَكْرَهُ لَكُمْ تَدْفِقُوا فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا فِيهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنْ تَهْتَضَمُوا يَحْبِلُ بَيْنَ جَيْبَيْهِ وَلَا تَقْرَبُوا قَوْلًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ قَيْلٌ وَقَوْلٌ وَكَثْرَةُ سُؤَالٍ وَصَاعَةُ حَرْبٍ

۲۳۶۸ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو سُوَيْدٍ عَنْ سُهَيْبِ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ تَعَدُّوا وَيَكْرَهُ لَكُمْ تَدْفِقُوا

۲۳۶۹ - وَحَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي آدَمَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اشْعَثِ بْنِ وَرْدٍ عَنْ دِيمُوٍّ عَنْ يَحْيَى بْنِ شَعْبَةَ عَنْ شُعْبَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ سُهَيْبِ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ تَعَدُّوا وَيَكْرَهُ لَكُمْ تَدْفِقُوا فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا فِيهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنْ تَهْتَضَمُوا يَحْبِلُ بَيْنَ جَيْبَيْهِ وَلَا تَقْرَبُوا قَوْلًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ قَيْلٌ وَقَوْلٌ وَكَثْرَةُ سُؤَالٍ وَصَاعَةُ الْمَالِ

اہم علم ہے کہ ایک اور حدیث سے اس حدیث کی مثل مروی ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں سے ناراض ہوتا ہے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ اتفاق نہ کرو۔

حضرت عمیر بن شعبہ رضی اللہ عنہما سے یہاں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے تمہارے ہر بھلائی کو پسند کر دیتے ہیں، مگر اس کی نافرمانی کو نہیں پسند کرتا اور اس کے ساتھ کسی کو نہ کہہ دو اور سب مل کر ان کے وہ باتیں مضحکہ خیز نہ کہو اور اتفاق نہ کرو، اور ان تعالیٰ انھوں کو بھلائی بخشتا ہے۔

۴۳۶۰ - وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَحَرَّمَ عَلَيْكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ -

۴۳۶۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيَّةَ عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَشْوَعٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغْبِرَةِ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةَ إِلَى الْبَغْدَادِيِّ أَلَيْسَ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَ قَالَ فِإِضَاعَةَ السَّأْلِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ -

۴۳۶۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانَ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَرَارِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الشَّقْفِيُّ عَنْ وَثَّادٍ قَالَ كَتَبَ الْمُغْبِرَةُ إِلَى مُعَاوِيَةَ سَلَامٌ وَعَلَيْكَ أَفَمَا بَعْدُ فَسَأَلَنِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَقُوقَ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَهْوَابِ وَكَهَى عَنْ تَكْلِيفِ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ السَّأْلِ -

امام مسلم نے کہا ہے کہ ایک اور سند سے بھی اس حدیث کی مثل مروی ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام تم پر حرام کر دیا ہے میں اور یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ کام حرام کیے ہیں۔

حضرت منیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت منیر بن شعبہ کو خط لکھا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی ہو وہ مجھے لکھ کر بھیجنا حضرت منیر نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تین کاموں کو ناپسند کرتا ہے: فضول بحث کرنا، مال ضائع کرنا اور بکثرت سوال کرنا۔

حضرت منیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف لکھا: سلام علیک، اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تین کاموں کو حرام کیا ہے اور تین کاموں سے منع فرمایا ہے والد کی نافرمانی کرنا، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور حق کو روکنا اور ناحق مانگنا حرام ہے، اور فضول بحث کرنے، بکثرت سوال کرنے اور مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس باب کی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیل وقال کرنے، بکثرت سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو ناپسند فرماتا ہے۔ فضول بحث کی شرح میں علامہ

بردالین مینی لکھتے ہیں: علامہ غطالی نے www.marfat.com سے احوال بیان کرنا، یا انگریزی

میں فرمایا اقرال نقل کرنا موطا ابن یزید نے کہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی صحت جانے بغیر اس کو بیان کرنا، امام اہک نے کہا ہے کہ اس سے بے متعدد باتیں کرنا مراد ہے۔ لے

ماظنا ابن جریر متحالی کہتے ہیں اس سے زیادہ باتیں کرنا مراد ہے کیونکہ زیادہ باتوں کا نتیجہ کسی غلطاً پر پہنچتا ہے دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے لوگوں کی باتیں نقل کرنا مراد ہے کیونکہ لوگوں کی باتیں نقل کرنے سے افسانوں میں باتیں بنا لیا کرتے ہیں جن کا بیان کرنا صاحب ممانہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتا ہے اور تیسرا معنی یہ ہے کہ ائمہ دین میں جو تحقیق اقرال نقل کرنا اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر کسی سنائی بات بیان کر دے۔ لے

بکثرت سوال کرنے سے ممانعت کی حکمت اس حدیث میں بکثرت سوال کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، اس میں ممانعت کا اختلاف ہے کہ اس ممانعت سے مال کا سوال کرنا مراد ہے یا کسی مسئلہ

اور جو عیدہ مسئلہ کے حل کا سوال کرنا مراد ہے یا ان دونوں سے عام سوال مراد ہے؛ اولیٰ یہ ہے کہ اس ممانعت کو عموم پر محدود کیا جائے۔ لیکن علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے واقعات اور حادثات کے متعلق سوال کرنا مراد ہے یا کسی خاص انسان کے حالات کے متعلق سوالات کرنا مراد ہے کیونکہ یہ امر سادات اقرال اس شخص کو ناپسند ہوتا ہے، امام ابو داؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کسی شخص پر ممانعت ڈالنا ممنوع ہے۔ اور جن چیزوں کا دفع مادۃ محال ہو یا جزاً موعودہ ہوں ان کے متعلق سوال کرنا بھی مکروہ ہے۔ اسی لیے ممنوع ہے کہ جو شخص اس قسم کے سوالات کرے گا وہ اپنے کلام میں غیر معمولی مبالغہ آرائی کرے گا اور عین تحقیق سے کام

لے گا اور اس کا کام خطار سے خالی نہیں ہوگا۔ اور کسی آن مجیدی جسے لا تسئلوا عین اشیاء ان تبدل لکم تسؤلکم (ما فتح ۱۵، ۱۱) وہ بائیں نہ پڑھو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جاوے تو تم کو بری لگیں، سو یہ زمانہ نبوت کے ساتھ خاص ہے، نیز کسی سے مال کا سوال کرنے کی خدمت میں ثابت ہے اور ان لوگوں کی خدمت کی گئی سے جو گڑگڑا کر مال کا سوال نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لا یسئلون الناس الحاقاً بالیقین، جو لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے، عیب

بخاری میں سے جو شخص ہمیشہ سوال کرتا ہے وہ جب قیامت کے دن آئے گا تو اس کے چہرے پر گشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا۔ اور صحیح مسلم میں ہے "ممنوع من سؤالات میں سوال کرنا جائز ہے بہت زیادہ فقر میں، ایسے قرظ میں جو زہل کر کے دالا جاوے کسی ناگہانی آفت

اور مصیبت میں، امام ابن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سوال کرو تو ازمنہ سے سوال کرو، امام ابن ابی داؤد میں ہے: اگر تجھے چار دن چار سوال کرنا ہو تو نزدیک لوگوں سے سوال کر، یا علامہ نووی نے فرماتے

مسوومین مکھلے کے معاملہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو حضور صرت سوال کرنا ممنوع ہے، اور جو شخص کانے کی طاقت رکھتا ہو اس کے سوال کرنے کے حکم میں، ممانعت ممانعت سے ظاہر نقل یہ ہے کہ پھر ہے جیسا کہ امام عیاض کا مقتضی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تفسیری ہے

جائز سوال کی تین شرطیں ہیں، پہلی گڑگڑا کر سوال نہ کرے، دوسری سوال پسند یافتہ نہ کرے اور سونوں کو ایذا نہ پہنچائے۔ اگر ان شرطوں میں ایک شرط بھی نہ ہو تو سوال کرنا حرام ہے۔ علامہ ناکائی نے کہا ہے کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو مطلقاً سوال کرنے کو مکروہ کہتا ہے، علامہ ابن ابی داؤد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور صفت ممانعت کے دور میں لوگوں کو سوال کرنے سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کم و بزم فرمائیں نہ کہتے، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مکروہ سے مراد

۱۔ علامہ برزین ابو سعید محمود بن احمد بن سنی ۸۵۵ھ، ح۱، ح۱، مطبوعہ ادارۃ المطبوعۃ المدینہ، مصر، ۱۳۳۹ھ

۲۔ حاکم شہاب الدین احمد بن مسلم ابن جریر متحالی سنی ۲۵۲ھ، فتح الباری ج ۱، ص ۲۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۷۱ھ

خلافت اولیٰ ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ حاجت شدیدہ کے وقت سوال کرتے تھے اور سوال کرنے کی کراہت پر دلیل وہ احادیث ہیں جن میں سوال کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ یہ تمام بحث اس صورت میں تھی جب کوئی شخص اپنے لیے سوال کرے لیکن جب کوئی شخص دوسرے کے لیے سوال کرے تو اس کا حکم حالات کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں جو بجزرت سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے یا تو اس سے مراد ہے کہ لوگوں سے ان کے اموال کا بجزرت سوال نہ کیا جائے یا اس سے مراد یہ ہے کہ دین میں جو چیزیں مشابہات میں سے ہیں جن کے متعلق سوال کرنے سے بجزرت میں منع کر دیا گیا ہے ان کے بارے میں سوال نہ کیا جائے یا یہ مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا ضرورت سوال نہ کیے جائیں۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ سوال کی ایک قسم قابل تفریح ہے یعنی جب کسی ضرورت کی بنا پر مسئلہ دریافت کرنے کے لیے سوال کیا جائے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **يَسْئَلُونَكَ مَاذَا ابْتَغَيْنَا** (بقرہ ۲۱۵) "وہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا فرج کریں؟" اور سوال کی دوسری قسم مذموم ہے یعنی جب بلا ضرورت سوال کیے جائیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ** (اس ۸۵) "یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں؟" علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص سے اس کے حالات اور لوگوں کے بارے میں بجزرت سوالات نہ کیے جائیں کیونکہ بعض اوقات انسان اپنے حالات اور معاملات کی تفصیلات دوسروں سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اس لیے اس قسم کے سوالات اس کے لیے ناگہاری کا باعث ہوں گے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں اس حدیث میں بجزرت سوال کرنے سے منع فرمایا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم سوال کرنا بلا کراہت جائز ہے خصوصاً اس صورت میں جب سوال نہ کرنے کا وجہ سے انسان کو اپنی ہلاکت کا خدشہ ہو اس صورت میں اس پر سوال کرنا واجب ہے کیونکہ جب انسان کے پاس اپنی جان بچانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس کے لیے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہیں ہے۔

مسجد میں سوال کرنے اور سائل کو دینے کی تحقیق

سولانا امجد سلی لکھتے ہیں: مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اس سائل کو دینا بھی منع ہے۔

علامہ علاؤ الدین عسکفی لکھتے ہیں: مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے، ہاں اگر وہ سوال کے وقت لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے تو پھر اس کو دینا بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ اختیار اور مواہب الرحمن میں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حالت نماز میں اپنی انگلی کو صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں یہ آیت نازل فرمائی: **وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ كَاكِبُونَ** (ماثدہ ۵۵) "اور وہ لوگ جو حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔"

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: "کتاب الاقتیاب" میں ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے درمیان سے گزرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے تو اس کو دینا مکروہ ہے۔ کیوں کہ یہ لوگوں کو ایذا دینے پر ممانعت ہے۔ حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اس صورت میں ایک پلیسہ دینے کا کفارہ سو پیسوں کے دینے سے بھی ادا نہیں ہوتا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سائل کا مطلقاً پھلانگنا موجب

۱۔ حافظ شباب الدین احمد بن علی ابن حجر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۸-۱۰۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۰۱ھ

۲۔ حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، حمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۳۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ، بہار شریعت ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

۴۔ علامہ علاؤ الدین عسکفی متوفی ۸۸۸ھ، حمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

کرامت نہیں ہے بلکہ کرامت اس صورت میں ہے کہ جب اس کے چھلانگے سے لوگوں کو ایذا پہنچے جیسا کہ "اعتقاد" کی عبارت کے مفہوم کا تقاضا ہے۔ لہ

نیز علامہ شامی کہتے ہیں حضرت علی نے حالت ناز میں مسجد میں انگوٹھی صدقہ کی اور ناز افضل اعمال ہے اور جب ناز کی حالت میں سائل کو مسجد میں دینا جائز ہے فرضاً حالت ناز میں سائل کو مسجد میں دینا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ لہ

علامہ حنفی نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا الذين يعقبون الصلوة ويؤتون الزكوة وهم سالكون - (ما شدہ ۵۵۱)

تھا اور دست صحت اللہ اور اس کا رسول ہیں اور وہ نیک ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت بکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

علامہ سید محمود اوسلی کہتے ہیں: حاکم اور ابن مردودہ و غیرہ نے اپنی سند متصل کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن سلام اور ان کی قوم کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! ہمارے گھر ویران ہیں اور اس مجلس کے سوا ہماری اور کوئی جگہ نہیں ہے چاہہاں ہمیں گے کہ وہ ہماری مجلس میں بیٹھیں گے نہ ہمارے ساتھ نکاح کریں گے، اور نہ ہم سے بات چیت کریں گے اور یہ پیر عم پر دشمنانہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: دوست صحت اللہ اور اس کا رسول ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ قیام میں ہیں اور کچھ لوگ بکوع میں ہیں۔ آپ نے سائل کو دیکھ کر پوچھا تم کو کسی نے کچھ دیا؟ اس نے کہا ہاں! مجھے چاندی کی ایک انگوٹھی دی ہے فرمایا: کس نے دی ہے؟ سائل نے حضرت علی کی طرف اشارہ کر کے کہا ناز پر دے والے تھے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تم کو کس حال میں انگوٹھی دی! سائل نے کہا حالت بکوع میں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر! اور پھر اس آیت کو تلاوت فرمایا: یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ناز میں سلام ادا کلام جائز تھا اور جب آپ نے یہ فرمایا ان فی الصلوٰۃ لشغلا۔ "ناز میں صحت افعال ناز میں ہی مشغول رہنا چاہیے" قرآن میں سلام، کلام اور دوسرے افعال منسوخ ہو گئے۔ اس لیے اب حالت ناز میں کسی کو کچھ دینا جائز نہیں ہے البتہ مسجد میں سائل کو دینا جائز ہے اور اس کے جواز علیٰ اولیٰ ہونے پر یہ آیت اور یہ حدیث دلیل ہے۔

دلائل قاری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مسجد میں سائل کو کچھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے، حضرت البرکبر نے کہا میں جب مسجد میں داخل ہوا تو میں نے ایک سائل کو کھانا کھلایا میں نے مبارکین کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا کھلایا میں نے مبارکین سے وہ روٹی کا ٹکڑا اُسے کھانے کو دے دیا۔ (اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن مابین شامی حنفی متون ۱۲۵۲ء، رد المحتار ج ۵ ص ۳۶۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۲۔ رد المحتار ج ۵ ص ۳۶۸،

۳۔ علامہ ابوالفضل سید محمد اوسلی ہندی متون ۱۳۷۰ھ، روح المعانی ج ۲ ص ۱۶۷، مطبوعہ دارالمیاد التراث العربی بیروت۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں سوال کرنے اور سائل کے دینے کو برقرار رکھا بلکہ یہ چیز حضرت ابو بکر کے فضائل سے شمار ہوتی ہے۔ سعیدی (غفرلہ) اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیک غطفانی کو حج کے دن خطبے کے دوران ناز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر ان کو صدقہ اور خیرات دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے لوگوں کو اس پر مددہ کرنے کا حکم دیا ملا علی قاری لکھتے ہیں اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ وہ شخص سائل تھا۔ اور بحث اس میں ہے، کہ بعض سلف نے یہ کہا ہے کہ مسجد میں سائل کو دینا جائز نہیں ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ قیامت کے دن یہ ندا کی جائے گی ”جن لوگوں پر اللہ کا غضب ہے وہ کھڑے ہو جائے“ تو مسجد میں سوال کرنے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور بعض علماء نے یہ فرق کیا ہے کہ جو سائل سوال کرتے ہوئے لوگوں کی گردن میں پھلانگ کر ایزادے تو اس کو دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ معصیت پر تقاضا ہے اور جو شخص لوگوں کو ایزاد نہ دے تو اس کو دینا مسنون ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہر میں لوگ مسجد میں سوال کرتے تھے حتیٰ کہ روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رکوع کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں یہ آیت نازل فرمائی: ”يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ“ ملا علی قاری اس دلیل پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت اور اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ انگوٹھی مسجد میں دی تھی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اس دور کے سائلین کا حکم ہے اور اس دور کا حکم اس ہے۔

ملا علی قاری کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ آرسی نے حاکم اور ابن مردودہ کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت علی نے سائل کو انگوٹھی مسجد میں دی تھی اسی طرح خود ملا علی قاری نے جو حدیث بیان کی ہے اس میں تصریح ہے کہ حضرت ابو بکر نے سائل کو روٹی کا ٹکڑا مسجد میں دیا تھا، اس حدیث کو علامہ ابن حجر مکی نے مسند بزار کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر (اس کے ساتھ اور نیک افعال بھی تھے) حضرت ابو بکر کو جنت کی بشارت دی، اور جس فعل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہو اس کو ممنوع کہنا (جیسا کہ مولانا امجد علی نے بہار شریعت میں لکھا ہے) نامناسب ہے اور سہو کا نتیجہ ہے۔ غالباً یہ حدیث ان کے پیش نظر نہیں تھی۔ یہ بحث اس سائل کے بارے میں ہے جو اپنے لیے سوال کرے اور کسی دوسرے ضرورت مند شخص کے لیے مسجد میں سوال کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں..... کہ حضرت جبریر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی جن کے پیرنگے بدن لگے تھے، گلے میں چڑھے کی کفتیاں یا عباتیں پہنے ہوئے اور تلواریں شکاٹے ہوئے تھے ان میں اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر سے متعلق تھے، ان کے فقر وفاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا، آپ اٹھ گئے پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر قیامت گئی، آپ نے فناد پڑھائی پھر خطبہ دیا، اور فرمایا: اسے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا۔ (یہ پوری آیت پڑھی) اور سورہ حشر کی یہ آیت پڑھی (ترجمہ) انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل آفرت کے لیے کیا بیج ربا ہے، لوگ درہم، دینار، اپنے کپڑے، گیلے

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد قاری ہندی متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ۲/۲۰۰-۱۹۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ عمان، ۱۳۹۰ھ

۲۔ علامہ احمد بن حجر بیہقی مکی متوفی ۷۵۱ھ، معجم الصحیح، الطبعة الثانیة، ۱۳۶۵ھ

اور صحیح ہر وقت صحت کریں، حتیٰ کہ کھجور کے لمبک کٹھ سے کہ صحت کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص سہیل سے کہنے میں کہ افغان سے ان کا ہاتھ شکا مانتا تھا، اس کے ہر لوگوں کا تانا بندھ گیا، میان تک کہ میں نے کمانے اور پیرے کے مدد و غیرہ کیجئے، حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (عروشی سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہفتا ہفتا رہتا، میں لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کی ڈلی ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے اس کو ایسی نیکی کا بھی اجر ملے گا کہ اللہ بھر میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اور ان عاملین کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس شخص نے اسلام میں کسی بڑے عمل کی ابتداء کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور اللہ بھر میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عاملین کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

غلام ہے کہ کسی ضرورت مند شخص کی مدد کے لیے مسجد میں اعلان کرنا اور اس کے لیے چندہ کرنا جائز اور مستحسن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور کسی ضرورت مند شخص کا اپنے لیے مسجد میں سوال کرنا جائز ہے اور مسجد میں سوال کرنا بھی جائز ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت علی کی سنت ہے، بشرطیکہ وہ سائل لوگوں کی گزریں بھلائی کر انھیں ایذا نہ دے اور عین نقیہ نہ ملے علی الاطلاق مسجد میں سوال کرنے والے کو دینے سے منع کیلئے اس سے ایسا ہی سائل مراد ہے۔

زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق | مانظ ان جو مستطانی کہتے ہیں، زیادہ خرچ کرنے کی تین صورتیں ہیں:۔

(ا) جو کام شرعاً مذہب میں ان میں مال خرچ کرنا، ناجائز ہے۔

(ب) جو کام شرعاً محمود میں ان میں زیادہ مال خرچ کرنا محمود ہے بشرطیکہ اس میں زیادہ خرچ کرنے سے اس سے زیادہ اہم دینی کام متاثر نہ ہو۔

(ج) سب کاموں میں زیادہ خرچ کرنا مثلاً نفس کے آرام اور آسائش اور اس کے اتھاڑ کے لیے خرچ کرنا اس کا دو قسمیں ہیں:

۱- خرچ کرنے والا اپنے مال اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے تو یہ امر انہیں نہیں ہے۔

۲- خرچ کرنے والا اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرے، اس کی بھر دو قسمیں ہیں اگر وہ کسی موجود یا متوقع ضرر اور نفع کو دور کرنے کے لیے زیادہ خرچ کرنا ہے تو جائز ہے اور اگر دفعِ مہر کے بغیر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا ہے تو جو بھر کے نزدیک یہ امر انہیں ہے۔ اور بعض شافعیین نے یہ کہا ہے کہ یہ امر انہیں نہیں ہے کیونکہ وہ اس سے بدن کے آرام اور آسائش کے حصول کا قصد کرتا ہے اور یہ فرض صحیح ہے اور جبکہ یہ کسی معصیت میں خرچ نہیں ہے تو سراج ہے۔ ابنِ دقیق العبد، تاجی حسین، امام غزالی اور علامہ رافعی نے کہا ہے کہ یہ تہذیب ہے اور ناجائز ہے، محررین نے کہا ہے کہ یہ تہذیب نہیں ہے، علامہ نووی کی بھی یہی رائے ہے۔ اور زیادہ لاج سے کہ گزریا وہ خرچ کرنے سے کوئی خرابی لادہ نہیں آتی مثلاً لوگوں سے مجال کرنے کی نوبت نہیں آتی تو پھر زیادہ خرچ کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

اپنے تمام مال کو رواد میں صدقہ کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جو تنگی اور فقر میں مبتلا ہو، علامہ باجی مالکی نے لکھا ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرنا ممنوع ہے اور دنیاوی مصلحتوں میں زیادہ مال خرچ کرنا مکروہ ہے، البتہ کبھی کبھی زیادہ خرچ کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے جیسے میرا دلیر کے موقع پر اور اس پر اتفاق ہے کہ قدر ضرورت سے زیادہ مکان پر خرچ کرنا مکروہ ہے،

نہ۔ امام ابو الحسنین مسلم بن حجاج قشیری سنن ۲۶۱ ص ۱۷۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ نذر محمد راجع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے | امام ربیع نے جو لکھا ہے کہ صحابہ لذت کے لیے نہیں پسندتے تھے یہ ان بعض صحابہ کا حال ہے جن پر بڑا بڑا غلبہ تھا۔ وہ نہ تحقیق یہ ہے کہ صحابہ حیثیت کے لیے رزق حلال سے لذت کھانے کا، تکیہ پکڑے بیٹنا اور دیگر ریاضت اور آرائش کی اشیاء حاصل کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ موجب اجر و ثواب ہے بشرطیکہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرے اور ان چیزوں کے حصول میں مال خرچ کرنے سے کوئی مالی عبادت ذرت جو نہ کسی کا حق تلف ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ (بقرہ: ۱۶۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْمِلُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ - (مائدہ: ۸۷)

قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق -

(اعراف: ۳۲)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبًا حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ بِهِ

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ ۱۷۵
اور امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَمْرٍ مِمَّنْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَفِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ

اے ایمان والو! ان پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو تمہارے حق میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دی ہیں۔

آپ فرمائیے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو نیت پیدا کی ہے اس کو کس نے حرام کیا ہے؟ اور اللہ کے رزق سے پاک اور لذت بخش چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ پسند کرنا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حسن کو پسند کرنا ہے، تکبر حق کا لٹکا کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

۱۷۵

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرے کہ مرتے وقت اس کے دل میں ایک لائی کے دانے کے برابر بھی تکبر

۱۷۵۔ امام ابو الحسن بن علی بن عیاض تفسیر سنن ابی یوسف ص ۲۶۱، صحیح مسلم ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد اعلیٰ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۷۶۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی سنن ص ۲۶۹، جامع ترمذی ص ۲۶۳، مطبوعہ نور محمد کازخارا تجارت کتب کراچی

من خردل من کبر تحل له الجنة ان یریح
ریحها ویراها فقال رجل من قریش یقال
له ابو یحیٰ فانه والله یا رسول الله انی
لاحب الجمال واشتہیہ حتی انی لاجبہ
فی علاقتہ سوطی و فی شراک نعلی قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس ذاک
الکبر ان الله عن وجل جمیل یحب الجمال و لکن
الکبر من سفہ الحق و غمص الناس بعینه یلہ
امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رجلا اتی النبی صلی
الله علیه وسلم و کان رجلا جمیلا فقال یا
رسول الله! انی رجل حبیب الی الجمال و
اعطیت منہ ما تراہ حتی ما احب ان
یفوقنی احد اما قال بشرک نعلی و
اما قال بشسع تعلی ا فمن الکبر ذلک قال
لا و لکن الکبر من بطر الحق و غمص الناس
فی قدر موضع الازار

امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور اس میں فی قدر موضع الازار کے الفاظ نہیں ہیں۔ ۳

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ثم سأل رجل عمر فقال اذا وسع
الله فاعسعوا - ۴

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

ہر تو اس کے لیے جنت کی خوشبو سونگھنا اور جنت کو دیکھنا حلال
نہیں ہے۔ قریش کے ایک شخص نے کہا جس کا نام ابوریحانہ
تھا، یا رسول اللہ! میں حسن و جمال سے محبت کرتا ہوں، حتیٰ کہ
میں پسند کرتا ہوں کہ میرے چابک کا دستہ اور میری جوتی کا تسمہ
بھی خوبصورت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تکبر
نہیں ہے، اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حسن سے محبت کرتا ہے
البتہ حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر نظروں سے دیکھنا تکبر
ہے۔

حضرت ابوسریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور وہ خوبصورت شخص
تھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں ایسا شخص ہوں کہ مجھے حسن و جمال
بہت پسند ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کتنا حسین ہوں،
حتیٰ کہ مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ کسی شخص کی جوتی کا تسمہ میرے تسمہ
سے اچھا ہو یا کیا یہ تکبر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
نہیں! البتہ حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذرا سا حقیر جاننا بھی
تکبر ہے۔

ایک شخص نے حضرت عمر سے (دو کپڑے پہن کر نماز
پڑھنے کے متعلق) پوچھا تو حضرت عمر نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ
نے تمہیں وسعت دی ہے تو وسعت اختیار کرو۔

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۲۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع مجتہد پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۵ ص ۵۳، مطبوعہ فرسند اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۵۔ موضع الازار، جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

عن ابی الاحوص عن امیہ قال
 اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ثوب دون فقال
 اللہ مال قال نعم قال من ای المال قال قد اتانی اللہ
 من الابل والغنم والخیل والرمیق قال فاذا
 اتاک اللہ مالا فلیدر اشر نعمۃ اللہ علیک وکرامتہ
 اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ لے
 امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمر وبن شعیب عن امیہ عن جدہ
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
 یحب ان یروی اشر نعمتہ علی عبدہ - لے
 امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال اتانا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرای رجلا شعثا قد
 تفرق شعرہ فقال اما کان هذا یجد ما لیسکن
 بہ شعرہ وراى رجلا اخر علیہ ثیاب وسختہ
 فقال اما کان هذا یجد ما یغسل بہ
 ثوبہ - لے

ابو الاحوص کے والد (یعنی اشرعہ) بیان کرتے ہیں، میں نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کی خدمت میں رسول کی پیڑوں میں گیا آپ نے فرمایا تمہارے پاس آل
 ہے؟ میں نے کہا جی ہاں ایک کون سا مال ہے؟ میں نے کہا اشرعہ تمہاری نے مجھے
 کھیاں گھوڑا سا وہ ہوا دینے میں، آپ نے فرمایا: جب اشرعہ تمہاری نے تم کو مال دیا ہے
 تو اشرعہ تمہاری کی نعمت اور کرامت کا اثر تم پر دکھائی دینا چاہیے۔

عمر وبن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے
 روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ
 تمہاری اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنے کو پسند کرتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
 کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ
 نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، آپ
 نے فرمایا کیا اس شخص کو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے بالوں
 کو ٹھیک کر سکے، ایک اور شخص کو آپ نے دیکھا جس نے نیلے
 کپڑے پہنے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کیا اس کو ایسی چیز دینا
 نہیں جس سے اپنے کپڑے دھو سکے۔

مہنے قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ لذتِ حلال سے لذتِ کھانے کھانا اور قیمتی کپڑے پہننا
 بھی مستحسن اور مستحب ہے بشرطیکہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور مستحقین کے حقوق ادا کیے جائیں۔ باقی امام رازی
 نے جبرہ کھانے کے صحابہ لذت کے لیے نہیں کھاتے تھے اور زینت کے لیے کپڑے نہیں پہنتے تھے تو ہر کسانے کہ یہ ان معص
 صحابہ کا حال، جو بن پر زہد کا غلبہ تھا وہ نہ عام صحابہ کرام سے یہ کیسے منظور ہو سکتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی ان آیات اور ہر صحیح امام روایت سے
 صرف نظر کر لیتے؟ اور اگر کسی شخص کو یہ دم ہو کہ جھوک مٹانا اور شرم گاہ چھپانا تو فرض ہے اس لیے جھوک مٹانے کے لیے کھانا اور
 ستر پوشی کے لیے پہننا تو جہادِ ثواب کا باعث ہو گا لیکن لذت کے لیے کچھ کھانے کھانا اور زینت کے لیے قیمتی کپڑے پہننا کس

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث ترمذی ۲۷۵ھ۔ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۰۷، مطبوعہ مطبعہ مجتہبائی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

۲۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی ترمذی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۵۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی ترمذی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۰۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث ترمذی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۰۷، مطبوعہ مطبعہ مجتہبائی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

طرح اجر و ثواب کا موجب ہوگا؛ کیونکہ مقصود رتی حیات کو برقرار رکھنا ہے حصول لذت تو مقصود نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رزق حلال سے کھانے کی لذت حاصل کرنا اور حلال مال سے زیادہ شخص حاصل کرنا اس لیے موجب اجر و ثواب ہے کہ اگر اس لذت کو حرام مال سے حاصل کیا جاتا تو اس پر بندہ افروزی سزا کا مستحق ہوتا سو اگر بندہ اس لذت کو حلال مال سے حاصل کرے گا تو افروزی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اور اس کی دلیل اس حدیث میں ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کا جماع کرنا بھی حد تک ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اگر شہوت پوری کرنے کے لیے جماع کرے تو کیا پھر بھی اس کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر وہ حرام طریقے سے اپنی شہوت پوری کرتا تو اس کو گناہ ہوتا؟ سو اگر وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي بضع احدكم صدقة قالوا يا رسول الله اياتي احدنا شهوته ويكون له فيها اجر قال اربع ايتهم لو وضعها في حرام اكان عليه و نزل فكذلك اذا وضعها في الحلال كان له اجر له

اس حدیث کو امام احمد نے بھی متحد و اسانید کے ساتھ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ لے خلاصہ یہ ہے کہ رزق حلال سے لایذ کھانے کھانا، قیمتی لباس پہنا، خوبصورت مکان بنانا اور دیگر زیب و زینت اور آرام اور آسائش کی چیزیں حاصل کرنا صاحب حیثیت کے لیے بددعت جائز ہے بلکہ اجر و ثواب کا موجب ہے بشرطیکہ ان لذتوں کے حصول کی وجہ سے کسی مالی عبادت میں ترح ہو اور نہ کسی حقدار کا حق تلف ہو اور ان نعمتوں پر وہ شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔

ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے | حدیث نمبر ۴۳۶۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماؤں کی نافرمانی کرنے سے منع فرمایا ہے؛ اور بکبریت احادیث صحیحہ میں ہے کہ ماں کی نافرمانی

کرنا گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح باپ کی نافرمانی کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے، اس حدیث میں صرف ماں کی نافرمانی پر اقتصار کیا گیا ہے کیونکہ ماں کی نافرمانی کی تحریم باپ کی نافرمانی سے زیادہ شدید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا میں کس سے نیکی کروں تو فرمایا اپنی ماں سے نیکی کرو، اس نے پوچھا پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا اپنی ماں سے تیسری بار بھی یہی فرمایا اور اس کے چوتھی بار سوال کرنے پر فرمایا: پھر اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو، نیز عام طور پر لوگ ماں کی نافرمانی زیادہ کرتے ہیں۔ اس حدیث میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ لہل عرب اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۷۲ میں باپ کی نافرمانی کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ تاہم یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ماں اور

۱۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۵-۲۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۶۵ھ
۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، marfat.com، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہاں کہ نافرانی اس وقت گناہ کبیرہ ہے جب وہ کسی ایسی چیز کا حکم دے جو شریعت کے خلاف ہو اور اگر وہ کسی ایسے کام کا حکم دے جو شریعت کے خلاف ہو تو اس وقت ان کی اطاعت حرام ہے اور اس صورت میں بھی ان کے ساتھ نرمی اور مہلطفی سے پیش آنا چاہیے اور ان کو شرعی احکام کی اہمیت سمجھانا چاہیے۔

بَابُ بَيَانِ أَجْرِ الْحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ!

۳۳۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ
أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَزِيدَ
ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَنَسٍ
مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ بُسَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ
عَنْ أَبِي قَيْسٍ تَمُوْلِيِّ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ
عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَاكَمَ
الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرٌ
أَنْجَرَانٍ وَلَا إِذَا حَاكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ
۳۳۷۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اسْمَعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ
وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ
بْنِ مُحَمَّدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَعَنْهُ وَنَادَى فِي عَقَبِ
الْحَدِيثِ قَالَ يَزِيدُ فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ
أَبَا بَكْرٍ بْنُ مُحَمَّدٍ بِنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فَقَالَ
هَكَذَا حَدَّثَنِي أَبُو سَكَنَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -

حاکم فیصلہ صحیح کرے یا غلط اس کو اجتہاد
کرنے پر اجر ملتا ہے

حضرت عمر بن ماسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد سے
فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ (عند اللہ) صحیح ہو تو اس کو دو اجر
ملتے ہیں اور اگر وہ اجتہاد سے فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ
(عند اللہ) غلط ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

المسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ البتہ حدیث کے
آخر میں یہ اضافہ ہے کہ یزید کہتے ہیں میں نے یہ حدیث ابو بکر بن محمد
سے بیان کی تو انہوں نے کہا مجھے ابو سلمہ نے اسی طرح ابو ہریرہ
سے روایت کی ہے۔

المسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۳۳۷۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي
ابْنَ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ
سَعْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ
بْنِ أَنَسٍ أَنَّ اللَّيْثِيَّ بِهَذَا الْحَدِيثِ مِثْلَ
مَا دَايَمَ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ
بِالْإِسْنَادِ بَيْنَ جَمِيْعًا -

marfat.com

Marfat.com

قاضی کا عالم اور مجتہد ہونا ضروری ہے | علامہ نووی لکھتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حدیث اس

حاکم کے متعلق ہے جو عالم ہو اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اگر اس کا فیصلہ صحیح سے تو اس کو دو اجر ملیں گے ایک اجر اس کے اجتہاد کا ہو گا اور ایک اجر اس کی اصابت رائے کا اور اگر اس کا فیصلہ غلط ہے تو اس کو صرف اپنے اجتہاد کا اجر ملے گا۔ اور اس حدیث میں عبارت مذکورہ ہے اصل عبارت اس طرح ہے جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس کا فیصلہ صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ جو شخص اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اس کے لیے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نااہل شخص نے فیصلہ کیا تو اس کو اجر نہیں ملے گا۔ بلکہ وہ گنہگار ہو گا اور اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہو گا خواہ اس کا فیصلہ صحیح ہو یا غلط، کیونکہ اس کے فیصلہ کا صحیح ہونا اتفاقی ہے اور اس کا فیصلہ کسی دلیل شرعی پر مبنی نہیں ہے اس لیے وہ اپنے تمام فیصلوں میں گنہگار ہو گا خواہ وہ صحیح ہوں یا نہ ہوں اور اس کو معذور نہیں قرار دیا جائے گا کیونکہ کتب سنن میں یہ حدیث ہے: قاضی تین قسم کے ہیں ایک قاضی جنتی ہے اور دو قاضی دوزخی ہیں۔ ایک قاضی وہ ہے جس کو حق کا ظلم ہوتا ہے اور وہ اس کے مطالبی فیصلہ کرتا ہے وہ جنتی ہے، دوسرا قاضی وہ ہے جو باوجود ظلم کے حق کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور تیسرا قاضی وہ ہے جو بغیر ظلم کے فیصلہ کرتا ہے وہ بھی دوزخی ہے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حاکم کا مجتہد ہونا ضروری ہے، ہر چند کہ ہم اس کتاب کی جلد ثالث اور کتاب الاقضية کے شروع میں اجتہاد کی تعریف اور اس کی شرائط بیان کر چکے ہیں تاہم اس حدیث کی وضاحت کے لیے چند مزید حوالہ جات کے ساتھ اس بحث کو ذکر کر رہے ہیں تاکہ اس حدیث کے پڑھنے والوں کو اجتہاد کی تعریف اور اس کی شرائط پر آگاہی ہو اور محققین کے لیے مزید حوالہ جات کا مواد فراہم ہو۔

اجتہاد کی تعریف | قاضی بیضاوی اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

استفراغ الجهد في ذلك الاحكام الشرعية۔	احکام شرعیہ کو حاصل کرنے میں پوری طاقت (تمام علمی صلاحیت) کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔
علامہ جمال الدین اسنوی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن ماجہ نے اجتہاد کی یہ تعریف کی ہے:	
الاجتہاد استفراغ الفقيه الوسع لتحصیل ظن بحکم شرعی۔	کسی حکم شرعی کے ظن کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ (مجتہد) کا اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔
علامہ ابن ہمام اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں:	
الاجتہاد لغة بذل الطاقة في تحصيل ذي كلفة واصطلاحاً ذلك من الفقيه في	اجتہاد کا لغوی معنی ہے کسی مشقت طلب کام کو حاصل کرنے کے لیے طاقت صرف کرنا، اور اصطلاحی معنی ہے

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ
 ۲۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، منہاج الوصول الی علم الاصول ج ۳ ص ۲۸۲، مطبوعہ مطبعہ امیر کبری بولاق، مصر، ۱۳۱۶ھ
 ۳۔ علامہ جمال الدین اسنوی متوفی ۱۳۰۲ھ، منہاج الوصول الی علم الاصول ج ۳ ص ۲۸۶، مطبوعہ مطبعہ امیر کبری بولاق، مصر، ۱۳۱۶ھ

طبقة ثانیہ | دوسرا طبقہ ان علماء کا ہے جن کو بعض علوم معتبرہ حاصل ہوں لیکن وہ درجہ اجتہاد تک نہ پہنچتے ہوں۔ علامہ ابن حاجب وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ علماء عام مقلدین کی طرح ہیں کیونکہ یہ اجتہاد کرنے سے عاجز ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے لیے تقلید کرنا جائز نہیں ہے اور ان پر احکام شرعیہ کو ان کے مآخذ سے حاصل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ دوسروں کے برخلاف احکام کو مستنبط کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، علامہ زکشی نے کہا ہے کہ ان کو پہلے طبقہ کے ساتھ لاحق کرنے پر اعتراض ہے، علامہ ابن میسر نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ یہ مجتہد ہیں اور انہوں نے اس کا التزام کیا ہے کہ یہ کوئی نیا مذہب نہیں بنائیں گے، یہ مجتہد اس وجہ سے ہیں کہ ان میں مجتہدین کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور کسی نئے مذہب کا ایجاد نہ کرنا اس وجہ سے ہے کہ ائمہ اربعہ نے تمام قواعد کا استیعاب کر لیا ہے اور تمام احکام فرعیہ کے لیے ایسے اصول اور قواعد کو وضع کرنا جو ائمہ اربعہ کے قواعد سے مختلف ہوں بے حد دشوار ہے، ہاں یہ کسی امام کے قاعدہ کی اتباع کر سکتے ہیں اور جب کسی مسئلہ میں اپنے امام کے قاعدہ کسی اور امام کے قاعدہ کی صحت ان پر مشکف ہو جائے تو ان کے لیے اپنے امام کی تقلید جائز نہیں ہے لیکن اس کا وقوع مستبعد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دوسرا طبقہ ان علماء کا ہے جو اجتہاد مطلق کی صلاحیت تو نہیں رکھتے لیکن پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کر سکتے ہیں اور احکام شرعیہ کے دلائل سے واقف ہوتے ہیں اور ان کے استنباط کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یہ پہلے طبقہ کی طرح محض مقلد نہیں ہیں انہیں اپنے احکام کے مستنبط کیے ہوئے مسائل کے دلائل کا علم ہوتا ہے اس وجہ سے یہ ان مسائل میں اپنے امام کی اتباع کرتے ہیں۔

طبقة ثالثہ | تیسرا طبقہ ان علماء کا ہے جو درجہ اجتہاد (مطلق) جیسے ائمہ اربعہ کا درجہ (تک پہنچ چکے ہوں)۔

پیش آمدہ مسائل میں اہل فتویٰ کا اجتہاد | علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ: اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص کا علم، اجتہاد اور عدالت (نیک چلنی) معروف ہو اور لوگ اس کی تعظیم کرتے ہوں اور اس سے مسائل دریافت کرتے ہوں اس سے فتویٰ طلب کرنا اور اس کا منصب افتاء پر فائز ہونا جائز ہے اور جس شخص میں یہ شرائط نہ ہوں اس سے فتویٰ طلب کرنا جائز نہیں ہے، نیز علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مجتہد (مطلق) کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دے اور اس کے پاس اس مجتہد کا مذہب منقول نہ ہو لیکن وہ اس مجتہد کے احکام کے مآخذ پر مطلع ہو اور اس مجتہد کے قواعد کے مطابق احکام مآخذ سے مستنبط کر سکتا ہو تو اس کا اس مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ مفتی اس کے مآخذ پر مطلع ہو یا نہ ہو، (علامہ ابن امیر الحاج نے لکھا ہے کہ صاحب بدیع کا یہی مختار ہے اور اگر علماء کا یہی مذہب ہے) یہ قول مسترد کیے جانے کے لائق ہے۔ اور ابوالحسن نے کہا ہے کہ غیر مجتہد (مطلق) کا مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر مجتہد (مطلق) کا کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا بلا تکثیر واقع ہے کیونکہ اصحاب مذاہب کے متبر علماء ہمیشہ دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دیتے رہے ہیں اگرچہ وہ اجتہاد مطلق کے درجہ پر فائز نہیں ہوتے تھے اور ان فتویوں کا کبھی اشکار نہیں کیا گیا اور جو شخص کسی

مذہب کا فیروز عالم ہوا اس کے فتویٰ کا انکار کیا جاتا ہے پس کسی مذہب کے مقلد اور پیروں کے فتویٰ کے قبول کرنے اور غیر مجتہد عالم کے فتویٰ کے نہ قبول کرنے پر اجماع ہو گیا ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ اجماع کو ظہیر مجتہدین کا ہے اور غیر مجتہدین کا اجماع صحت نہیں ہوتا اس لیے اس فتویٰ کا جواز ضرورت کی بنا پر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ یہ علماء مجتہد مطلق نہیں ہیں لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ چٹن آدھ مسائل میں مجزوی اجتہاد ہی نعم ہو چکے ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ ارباب افتاء اگر چہ مجتہد مطلق نہیں ہوتے لیکن ان کا پیش آدھ مسائل میں اجتہاد کرنا جائز ہے، اس بنا پر مفتی بھی مجتہد ہوتے ہیں اور کسی غیر مجتہد مطلق مفتی کا کسی مجتہد مطلق کے مذہب پر فتویٰ دینا ان مجتہدین کے اجماع سے بھی ثابت ہے اور یہ ضرورت کا بھی تقاضا ہے یہ

مسائل اجتہاد پر میری اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک حکم معین ہوتا ہے یا نہیں؟ علامہ جمال الدین اسفندی

پر اتفاق ہے کہ عقلیات میں حکم واحد ہوتا ہے، جس شخص نے اس حکم کو پایا اس نے صحت اور صواب کو پایا، اور جس نے اس حکم کو نہیں پایا اس نے خطا کی اور وہ گناہ گار ہو گا، اور مسائل فقہیہ کے اجتہاد میں علماء کا اختلاف ہے، آیا اس میں حکم واحد ہوتا ہے یا مختلف احکام ہوتے ہیں اگر حکم واحد ہوتا ہے تو جس مجتہد نے اس حکم کو پایا وہ حق اور صواب کو پہنچا اور اس کے لیے دو اجر ہیں اور جس نے اس حکم کو نہیں پایا وہ خطا پر ہے لیکن وہ مفرد ہے اور اس کو اجتہاد کا ایک اجر ملے گا اور اگر احکام متعدد اور مختلف ہیں تو تمام مجتہدین صحت اور صواب کو پہنچ گئے۔

جس مسئلہ میں نص صریح نہ ہو اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مجتہد کے اجتہاد سے پہلے اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم معین نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم مجتہد کے فطن کے تابع ہے (العیاذ باللہ) اور اٹھنی لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے، اس نظریہ کے قائلین اشعری، قاضی اور اشاعرہ اور معتزلہ کے جہور متکلمین ہیں، پھر ان میں اختلاف ہے، بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کوئی حکم نازل کرتا تو وہی حکم نازل کرنا ہر مجتہد کا فطن ہے اور یہی قول اشعری بالحق ہے اور بعض نے کہا ہر مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم معین ہوتا ہے، اور اس میں تین نظریات ہیں۔ بعض فقہاء اور متکلمین کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حکم کسی ولایت اور علامت کے بغیر حاصل ہوتا ہے جیسے کسی خطاب کو اتفاقاً کوئی ذمہ دار مل جائے سو جس شخص نے یہ حکم حاصل کر لیا اس کو وہاں ہر شے میں اور جس نے اس حکم کو حاصل کرنے میں خطا کی اس کو ایک اجر ملتا ہے دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اس حکم پر کوئی علامت بھی دلیل قطعی ہوتی ہے اس میں ہر اختلاف ہے فقہاء حنفیہ اور فقہاء شافعیہ کا یہ قول ہے کہ چونکہ یہ دلیل نہایت سختی اور خاموش ہوتی ہے اس لیے مجتہد اس صحیح حکم کو حاصل کرنے کا مکلف نہیں ہوتا اس وجہ سے اس میں عقلی ہی مفرد اور باجور ہوتا ہے، اور بعض نے کہا کہ مجتہد اس حکم کو حاصل کرنے کا مکلف ہوتا ہے اگر اس کو اجتہاد میں خطا لاحق ہو جائے تو تکلیف بدل جاتی ہے اور اس پر یہ واجب کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے فطن کے تقاضے پر عمل کرے۔ ائمہ تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں حکم پر دلیل قطعی ہوتی ہے اور مجتہد اس دلیل کو حاصل کرنے کا مکلف ہوتا ہے اس نظریہ کے قائلین میں بھی اختلاف ہے جہور کا یہ نظریہ ہے کہ اگر اس کو خطا لاحق ہو گئی تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا اور نہ اس کا فیصلہ غلط قرار دیا جائے گا اور بشرطی کہ مذہب یہ ہے کہ وہ گناہ گار ہو گا اور اس کا فیصلہ مسترد کر دیا جائے گا۔

۱۳۱۶ھ علامہ کمال الدین ابن ہمام سنہ ۸۶۱ھ و علامہ ابن امیر الحاج سنہ ۸۵۹ھ التقریر والقرع ج ۳ ص ۳۴۰-۳۴۱ مطبوعہ مطبعہ امیر کبریٰ لہور

ان اختلافات میں ہماری رائے یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہوتا ہے اور اس پر دلیل قطعی ہوتی ہے اور اگر مجتہد اس حکم کو حاصل کرنے میں غلط کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا اور نہ اس کا فیصلہ رد کیا جاتا ہے بلکہ غلطی کی صورت میں بھی اس کو اجتہاد پر ایک اجر ملتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم معین کو حاصل کر لے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں ایک اجتہاد کا اور ایک اصابت رائے کا، امام شافعی سے بھی یہی منقول ہے اور قاضی بیضاوی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ دشتانی ماکلی کہتے ہیں کہ قاضی عیاض ماکلی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا دونوں جانبوں میں حق ہوتا ہے اور ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے یا حق صرف ایک جانب میں ہوتا ہے اور صرف ایک مجتہد مصیب ہوتا ہے؟

اور ہر فریق نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے پہلے فریق نے یہ کہا ہے کہ عقلی کے لیے بھی اجر کا وعدہ ہے اگر اس کی رائے صحیح نہ ہوتی تو اس کو اجر نہ دیا جاتا اور دوسرے فریق نے کہا اس کو عقلی کہنا اس کی دلیل ہے کہ اس کی رائے صحیح نہیں تھی اور پہلے فریق نے کہا کہ اس نے نص سے غلطی کی یا اس کو نص سے ذہول ہو گیا اور جو شخص کسی ایسے مسئلہ میں اجتہاد کرتا ہے جس میں کوئی نص ہے نہ اجماع تو اس کے متعلق یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے غلطی کی، اور بعض علماء کے اس قول کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے کہ ہر مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم ہوتا ہے جو مجتہد اس حکم پر مطلع ہو جائے وہ مصیب ہے اور جو اس حکم پر مطلع نہ ہو وہ مغلطی ہے کیونکہ یہ غیر محققین کا قول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن پیش آمدہ مسائل میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر کوئی نص نہیں ہے، نہ اس حکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور نہ اس حکم پر علماء کا اجماع ہے سو اس مسئلہ کا اب تک کوئی حکم نہیں ہے، اور مجتہدین اپنے اجتہاد سے اس مسئلہ کا جو حکم معلوم بیان کریں گے وہی اس کا حکم ہے مثلاً امام شافعی کسی مسئلہ میں ایک شخص پر جواز کا حکم لگائیں اور امام مالک اسی مسئلہ میں دوسرے شخص پر عدم جواز کا حکم لگائیں یا امام ابوحنیفہ کسی معاملہ میں ایک شخص پر تعزیر کا حکم لگائیں اور امام مالک ایسے ہی مسئلہ میں دوسرے شخص پر قتل کا حکم دیں تو اللہ تعالیٰ کو ازل میں ان کے اختلاف کا علم تھا اور اس کو معلوم تھا کہ اس مسئلہ میں ایک شخص کے متعلق ایک مجتہد کا یہ حکم ہو گا اور ایسے ہی مسئلہ میں دوسرے شخص کے متعلق دوسرے مجتہد کا یہ حکم ہو گا اور یہ اجماع نقیضین نہیں ہے کیونکہ ایک ہی شخص پر قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کا حکم نہیں لگایا گیا بلکہ ایک مسئلہ میں مثلاً امام شافعی ایک شخص پر قتل کا حکم عائد کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اس جیسے مسئلے میں دوسرے شخص پر قتل کا حکم نہیں عائد کرتے اور اللہ تعالیٰ کا حکم وہی ہے جو ان مجتہدین نے حکم دیا ہے پس جس مسئلہ کو ایک ہے لیکن اس کے متعلقات الگ الگ ہیں۔

علامہ دشتانی لکھتے ہیں: اصولیوں کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا مسائل اجتہاد یہ ظنیہ ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم معین ہوتا ہے یا نہیں، اور اگر ایک حکم معین ہوتا ہے تو مجتہد اس کا مکلف ہوتا ہے کہ اس حکم کو حاصل کرے اگر اس نے اس حکم کو حاصل کر لیا تو اس کا اجتہاد صحیح ہے ورنہ نہیں اور اگر ان مسائل میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم معین نہیں ہے تو پھر ان مسائل میں اللہ تعالیٰ کا حکم مجتہدین کے ظن کے تابع ہے، قاضی نے اسی نظر یہ کو اختیار کیا ہے، بعض متاخرین نے اس تعبیر پر اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مجتہدین کے ظن کے تابع قرار دینا سودا ہے اور مجتہد کا ظن حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم قدیم ہے اور قدیم حادث کے تابع کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مجتہدین کے ظن کے تابع قرار دینے سے ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ زامانا اس حکم کا وجود مؤخر ہے اور وہ حکم مجتہد کے ظن کے بعد ہے معنی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا حادث ہونا لادم آئے بلکہ ان کی مراد

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں اطلاع کہ فلاں مسند میں فلاں مجتہد کا یہ قول ہوگا اور اسی مسئلہ میں فلاں مجتہد کا یہ قول ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ کا اس مسئلہ میں فلاں مجتہد کے اقتدار سے یہ حکم ہے اور فلاں مجتہد کے اقتدار سے یہ حکم ہے۔ لہ

مسائل اجتہاد میں حکم کے معین ہونے یا نہ ہونے کے متعلق مصنف کا موقف

مسائل اجتہاد میں حکم کے معین ہونے یا نہ ہونے کے متعلق مصنف کا موقف اور معتزلہ کے

میں علامہ نے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ مسائل اجتہاد میں اللہ تعالیٰ کے احکام مستند ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہ مستند احکام مجتہدین کے احکام کے تابع ہوتے ہیں، جہاں سے نزدیک یہ نہ صرف سو ادب ہے بلکہ حاضرہ غلط ہے، مثلاً امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر وہ کھانا یا مکروہ تحریمی ہے اور امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اگر وہ کھانا یا مکروہ تحریمی ہے، اس قاعدہ سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر وہ کھانا یا مکروہ نہ ہو، اسی طرح امام ابوحنیفہ کے نزدیک جھیل کے سوا تمام سمندری جانوروں کا کھانا حرام ہے اور امام مالک کے نزدیک تمام دریائی جانوروں کا کھانا ناجائز ہے، اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک میٹھا اور گڑھچھچھے کے سوا تمام دریائی جانوروں کا کھانا ناجائز ہے، ابوعلی نجاشی کے نزدیک جو جانور خشکی میں حرام ہے اس کی نظیر سمندر میں بھی حرام ہے جیسے گنا، خنزیر اور انسان۔ اور اس قاعدہ سے لازم آئے گا کہ دریائی جانور اللہ کے نزدیک حرام ہی ہوں اور حلال ہی ہوں۔ علیٰ ہذا النقیس اور بیچ نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے احکام کو تناقض اور تضاد پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے نیز اجتہاد سے منظور یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک کسی چیز کا جو حکم ہے اس کو معلوم کیا جائے جس کا مستثنیٰ یہ ہے کہ مجتہد کا اجتہاد اللہ کے حکم کے تابع ہے اور یہ حضرات کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم مجتہد کے اجتہاد کے تابع ہے مزید یہ کہ یہ ایک حقیقت ثابت ہے کہ مجتہد کا اجتہاد وہی خطا بھی لاحق ہوتی ہے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے اجتہادی فیصلوں میں اس کی واضح مثال ہے اور اس نظریہ کی بنا پر یہ لازم آئے گا کہ اللہ کے احکام میں بھی بعض خطا ہوں اور اللہ کے احکام کو بھی خطا قرار دیا جائے۔ العباد باللہ! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں اجتہاد کرنے کے بعد کہتے تھے کہ اگر یہ حکم حق ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر باطل ہے تو یہ میری عقل اور فہم کا قصور ہے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں،

والمختار حکم معین او جب طلبہ فہم
أصابہ المصیب ومن لا المخطی ونقل عن الأئمۃ
الارباعۃ ثم المختار ان المخطی ما جوردیثہ

مذہب مختار یہ ہے کہ جس مسئلہ میں اجتہاد کیا جاتا ہے اس میں ایک حکم معین ہوتا ہے، جس کو اجتہاد سے طلب کرنا واجب کیا گیا ہے، جس مجتہد نے اجتہاد سے اس حکم کو حاصل کر لیا وہ مصیب ہے اور جس نے حاصل نہیں کیا وہ مخطی ہے اللہ رب سے بھی یہی مذہب منقول ہے اور پھر یہ مختار ہے کہ اجتہاد میں خطا واقع ہونے پر بھی مجتہد کو اجرت ملے

علامہ ابن امیر الحاج کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد سے یہی مذہب منقول ہے۔ علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ اگر اللہ رب سے یہی نقل صحیح ہے بلکہ علامہ کو بھی نے لکھا ہے کہ ہمارے تمام فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ علامہ قرانی نے اس کے

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مسلمہ دمشقی نے متوفی ۲۸۸ھ، الکمال الکمال المعلوم ج ۵ ص ۱۶-۱۷، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت
۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، التخریر ج ۳ ص ۳۰۷، مطبوعہ مطبعۃ امیر کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۷ھ

علامہ امام مالک کا اور کوئی مذہب نہیں لکھا۔ علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے اسی کو تحریر کیا ہے، علامہ ابن السمان نے لکھا ہے کہ جس شخص نے امام شافعی کی طرف کسی اور مذہب کو منسوب کیا ہے اس نے خطا کی۔ ۱۔
 علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ مازری مالکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ فقہاء اور متکلمین میں سے اکثر اہل تحقیق کا مذہب یہ ہے کہ حق دونوں جانبوں میں ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے ہر چند کہ ائمہ اربعہ سے اس کے خلاف بھی منقول ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر نے لکھا کہ میں کہتا ہوں کہ امام شافعی کا مذہب پہلا ہے۔ یعنی واقعہ میں ایک حکم معین ہوتا ہے۔ ۲۔
 علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ میں تحقیق نہیں کی در نہ صرف علامہ مازری کا قول نقل کر کے بات عمق نہ کر دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ مسئلہ اجتہاد یہ نظیہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک حکم معین ہوتا ہے اور اسی حکم کو حاصل کرنے کا مجتہد مکلف ہوتا ہے اگر اس نے اس حکم کو حاصل کر لیا تو اس کا اجتہاد صحیح ہے ورنہ غلط ہے۔ قاضی بیضاوی، علامہ اسنوی، علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن امیر الحاج کی یہی تحقیق ہے اور انہوں نے تصریح کی ہے کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ائمہ اربعہ اس سے بری ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مجتہدین کے اجتہاد کے تابع قرار دیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں تناقض اور تضاد کا قول کریں اور اس کے احکام کو خطا کے ساتھ متصف کریں۔
 میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ عام علماء علامہ دشتانی، علامہ مازری اور علامہ ابن حجر کی عبارات کو دیکھ کر ائمہ اربعہ سے بدگمان نہ ہوں یا اس نقل کو دیکھ کر یہ عقیدہ پہلے نہ باندھ لیں کہ مسائل اجتہاد میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک احکام متعدد ہوتے ہیں اور اس کے احکام مجتہد کے اجتہاد کے تابع ہوتے ہیں۔ الیاذنالبشر!

حالت غضب میں قاضی کو فیصلہ کرنے کی ممانعت

بَابُ ۵۶۸ كَرَاهَةِ قَضَاءِ الْقَاضِي وَهُوَ غَضْبَانٌ

۲۳۷۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كَتَبَ أَبِي وَكَتَبْتُ لَهُ إِلَى عُيَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ وَهُوَ قَاضٍ بِسِجِسْتَانَ أَنْ لَا تَحْكُمَ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانٌ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحْكُمُ أَحَدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانٌ -

عبدالرحمن بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے عبید اللہ بن ابی بکرہ قاضی سجستان کو کھوایا اور میں نے لکھا کہ دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ مت کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی غصہ کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

۱۔ علامہ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ، تقریر والتبیر ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ مطبعہ امیر کبری بولاق مصر ۱۳۱۶ھ

۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۰۱ھ

امام مسلم نے اس حدیث کی جو مختلف سندیں بیان
کیں، ان سب اسناد میں حضرت ابو بکرؓ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے مثل سابق روایت ہے۔

۴۴۴۔ وَحَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ يَعْقُوبَ
أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ
بْنُ قُرَّةٍ وَنَحْوَهُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ
وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْفَ عَنْ سَفْيَانَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
الْمِقَاتِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي
يُكَلِّمُهُمَا عَنْ شُعْبَةَ وَحَدَّثَنَا أَبُو
كَرَيْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ
نَزَائِدَةَ كُلُّهُمَا عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ
بْنِ عَمِيرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَّانَةَ -

کن حالات میں حاکم کو فیصلہ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے؛ علامہ بیہقی بن شرف نووی شافعی کہتے ہیں:
حالات غضب کے ساتھ ہر وہ حالت

لافتن ہے جس حالت کی وجہ سے حاکم صحیح غور و فکر نہ کر سکے اور اس کا مزاج اعتدال پر نہ ہو مثلاً اس کو بہت زیادہ بھوک اور
پیاس لگی ہو یا بہت زیادہ فہم بریا کسی بات پر بہت زیادہ خوشی ہو یا اس کا دل و دماغ کسی معاملہ میں الجھا ہوا ہو تو اس قسم
کے احوال میں حاکم کا فیصلہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس حال میں غلط فیصلہ کر دے اور اگر اس نے فیصلہ کر دیا تو
اس کا فیصلہ صحیح ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہسراجِ حشرۃ (ایک زمین میں پانی کی نالی) کا فیصلہ حالت غضب میں کیا
تھا، اسی طرح ایک شخص نے نقطہ کے بارے میں سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو گم شدہ اونٹ مل جائے تو وہ اس کا کیا کرے؟ تو آپ
نے فقہ سے جواب دیا تب اس سے کیا سروکار؟

حالات غضب میں فیصلے سے منع کرنے کی حکمت

حافظ ابن حجر مستطانی لکھتے ہیں: مثلاً
غضب نے کہا ہے کہ حالت غضب

میں فیصلہ کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ غصہ کی حالت میں حاکم حق سے غماز و زکر کرتا ہے اس لیے اس کو حال غضب میں
فیصلہ کرنے سے منع کر دیا، علامہ ابن رقیین العید نے کہا ہے کہ منافقت کا سبب یہ ہے کہ حالت غضب میں انسان صحیح
غور و فکر نہیں کر سکتا، اور فقہاء نے اس حکم سے یہ مسئلہ متنبط کیا ہے کہ جس حالت کے طاری ہونے کی وجہ سے انسان کے
غور و فکر کی صلاحیت متاثر ہو اس حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، مثلاً بہت زیادہ بھوک اور پیاس لگی ہو یا بہت زیادہ

لے۔ علامہ بیہقی بن شرف نووی متوفی ۶۷۹ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ دار محمد اربع السطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رہی جو اسی طرح ہر وہ کیفیت جس کا اس کے دل و دماغ پر غلبہ ہو، اور حدیث میں صرف حالت غضب پر اس وجہ سے اکتفا کیا گیا ہے کہ غصہ اور غضب کا انسان کے نفس پر زیادہ غلبہ ہوتا ہے اور دوسرے عوارض کی بہ نسبت اس کا روکنا زیادہ مشکل ہے امام بیہقی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابو سعید سے مرفوعاً یہ روایت بیان کی ہے کہ "تامنی صرف اسی وقت فیصلہ کرے جب وہ شکم سیر ہو" (یعنی اس کو بھوک اور پیاس نہ لگی ہو)۔ امام شافعی نے لکھا ہے کہ بھوک، پیاس، تھکاوٹ اور جب دل کسی کام میں مشغول ہو تو حاکم کا فیصلہ کرنا مکروہ ہے۔

حالت غضب میں فیصلہ کرنے کا حکم | علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص اس حکم کی مخالفت کرے اور حالت غضب میں کسی مقدمہ کا فیصلہ کر دے تو جہود کے نزدیک ہر چند کہ یہ فعل مکروہ ہے

لیکن اس کا فیصلہ صحیح اور ناقد العمل ہوگا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں حالت غضب میں فیصلہ کیا تھا جب کہ حضرت زبیر کے فریق نے شراج حترہ (تالی سے پانی دینے کے معاملہ) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غضبناک کر دیا تھا، البتہ اس حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لیے حالت غضب میں فیصلہ کرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور حال غضب میں بھی حال رضا کی مثل حکم دیتے ہیں، البتہ ہمارے حق میں حالت غضب میں فیصلہ کرنا مکروہ ہے، حدیث لفظ کی تشریح میں علامہ زوی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

امام الحرمین اور علامہ بخاری وغیرہ نے لکھا ہے کہ اگر اللہ کے لیے غضب ہو تو فیصلہ کرنا مکروہ نہیں ہے اور اگر غیر اللہ کے لیے غضب ہو تو فیصلہ کرنا مکروہ ہے، علامہ رویانی اور دوسرے علماء نے اس تفصیل کو مستبعد قرار دیا ہے کیونکہ ظاہر حدیث میں مطلقاً حالت غضب میں فیصلہ کرنے سے منع کیا ہے، اور بعض حنبلی فقہاء نے کہا ہے کہ حالت غضب میں کیا ہوا فیصلہ ناقد نہیں ہوگا، کیونکہ حدیث میں اس سے منع کیا ہے اور ممانعت فساد کا تقاضا کرتی ہے۔ اور بعض علماء نے یہ تفصیل کا ہے کہ اگر حاکم پر مقدمہ کا حکم منکشف ہو گیا اور اس کے بعد اس کو کسی پر غصہ آیا تو اب فیصلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مقدمہ پر غور و فکر کرنے سے پہلے غصہ آ گیا تو پھر دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے لیے غصہ ہے یا نہیں!

باب مذکور کی حدیث کے دیگر فوائد | اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ حدیث کو لکھنا بھی کسی شیخ سے حدیث کو لکھنے کا عام رواج تھا اور یہ کہ کسی فتویٰ پر حدیث سے استدلال کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابو بکر نے اپنے بیٹے کو حالت غضب میں فیصلہ سے منع کیا اور اس پر حدیث سے استدلال کیا، نیز اس میں باپ کی اولاد پر شفقت اور اس کو برائیوں سے روکنے کا بیان ہے اور علم کی نشر و اشاعت کا ذکر ہے اور یہ کہ اگر عالم سے کسی چیز کا سوال نہ کیا جائے تو اس کو پھر بھی اپنے علم سے لوگوں کو مستفید کرنا چاہیے۔

باب ۵۶۹ نَقِضِ الْأَحْكَامَ الْبَاطِلَةَ وَمَا دَرَّ
مُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ

احکام باطلہ کو ساقط کرنے اور بدعات کو رد کرنے کا بیان

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر www.marfat.com، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۳۸۱ھ

۲۳۷۸ - حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنِ السَّهْلَانِيُّ جَمِيعًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَنُوفٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَكَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ سَرَّابٌ

۲۳۷۹ - وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَامِرٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ سَأَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ تَرَجُلٍ لَهُ ثَلَاثَةٌ مَسَاكِينٍ فَأَوْضَى بِثُلُثِ كُلِّ مَسْكِينٍ مِنْهَا قَالَ يَجْمَعُهُ ذَلِكَ كُلُّهُ فِي مَسْكِينٍ وَاجِدٌ ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَ شَيْخِي عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ سَرَّابٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی عبادت ایسا کرے جس کی اصل دین میں نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

سورن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس کے پاس راش کے آئین مکانات میں اور وہ ہر مکان میں سے ایک تہائی (دہ) کی وصیت کرتے تو کیا یہ جائز ہے، انہوں نے کہا کہ سب کو ایک مکان میں جمع کیا جائے گا پھر کہا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نے ایسا عمل کیا جس کی اصل ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔

احداث کا لغوی اور شرعی معنی اس باب کی دونوں حدیثوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی عبادت ایسا کرے جس کی اصل اس دین میں نہ ہو تو وہ عبادت مردود ہے۔

اس حدیث میں احداث (دین میں کسی چیز کو گھوم لینا) کا لفظ ہے۔ علامہ ابن منظور ازرقی حذفت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: احداث الامور - کا معنی ہے کوئی چیز واقع ہوئی اور عہد ثبات الامور کا معنی ہے: ایسے کام میں کوئی تبدیلی نہ ہوا (دین کے مقابلہ میں اپنی خواہشات پر عمل کرنے والے لوگ) نے گھرایا ہوا، سلفت صالحین کا ان پر عمل نہ ہو، حدیث میں ہے: ایسا کہ وہ عہد ثبات الامور - "من گھومت کاموں سے بچو" اور یہ وہ کام ہیں جو کتابنا سلفت اور اجماع میں صورت نہ ہوں، حدیث میں ہے: "ہر حدیث بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے" اور حذوت سے مراد وہ بڑا کام ہے جو سنت میں صورت اور معمول نہ ہو۔ (بہا نیشہ صفحہ ۱۵۷ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔

علامہ زبیدی نے بھی بعینہ یہی لکھا ہے۔ ۱۔
علامہ ابن اثیر حذری لکھتے ہیں:

حَدُوثِ اس نئے اور بُرے کام کو کہتے ہیں جو سنت میں معروف اور معمول نہ ہو اور مُحَدَّثِ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی بُرے کام کرنے والے کو پناہ دینے والا ہو اور مُحَدَّثِ کسی من گھڑت کام کو کہتے ہیں اور مُحَدَّثَاتِ الامور سے مراد وہ کام ہیں جو کتاب، سنت اور اجماع میں معروف نہ ہوں۔ ۲۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جو امر کتاب اور سنت میں نہ پایا جائے اس کو دین میں گھڑ لینا اِحداث ہے۔ ۳۔

جن عبادات کی دین میں اصل ہے وہ مُحَدَّث، مَخْتَرَع اور بِدْعَت نہیں ہیں | حافظ ابن حجر مستطانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے

ہیں:

یہ حدیث اسلام کے اصول اور قواعد میں سے شمار کی جاتی ہے، کیونکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص دین میں کسی ایسے کام کو گھڑے جس کی اصول دین میں کوئی دلیل نہ ہو وہ کام قابلِ اعتبار نہیں ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس میں منکرات کے ابطال پر استدلال کیا جاتا ہے، طرقتی نے کہا ہے کہ یہ حدیث دلائل شرعیہ کا نصف ہے، کیونکہ دلیل صغریٰ اور کبریٰ دو مقدموں سے مرکب ہوتی ہے اور یہ حدیث مقدمہ کبریٰ ہے مثلاً ہم کہتے ہیں نجس پانی سے وضو کرنے کی دین میں اصل نہیں ہے اور جس کام کی دین میں اصل نہ ہو وہ باطل ہے سو نجس پانی سے وضو کرنا باطل ہے۔ اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس کام کی دین میں اصل ہو وہ صحیح ہے اور یہ بھی قیاس کا کبریٰ ہے مثلاً ہم کہتے ہیں کہ وضو میں نیت کرنے کی دین میں اصل ہے۔ اور جس کام کی دین میں اصل ہو وہ صحیح ہے سو وضو میں نیت کرنا صحیح ہے۔ ۴۔

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی دین میں اصل ہے (کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے) لہذا کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا صحیح ہے البتہ اس کو واجب اور لازم سمجھنا بدعت ہے۔ اسی طرح اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھے چڑھنے کی دین میں اصل ہے کیونکہ یہ حضرت ابوبکر کی سنت ہے، اسی طرح الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنے کی دین میں اصل ہے کیونکہ نماز میں ایہا النبی کہا جاتا ہے اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پیڑ سن ہو گیا تو انہوں نے چیخ کر کہا یا محمد اُلبتہ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سنانے بغیر از خود سن لیتے

(عاشیہ معجم سابقہ ملاحظہ ہو) ۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن حکیم ابن منظور افریقی مترنی ۱۱، ۱۱، لسان العرب ۲ ص ۱۳۱،

مطبوعہ نشر ادب المحوۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

۲۔ سید محمد تقی حسینی زبیدی حنفی مترنی ۱۲۰۵، تاج العروس ج ۱ ص ۶۱۳، مطبوعہ المطبعة الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۳۔ علامہ محمد بن اثیر الحذری مترنی ۶۰۶، نہایہ ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات ایران، ۱۳۶۴ھ

۴۔ حافظ بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی مترنی ۸۵۵، حمدۃ التکرمی ج ۳ ص ۲۷۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر مستطانی ۲۰۲، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

جلد خامس

یہی تو یہ عقیدہ شرک ہے اور مسلمان کے حال سے یہ عقیدہ بہت بعید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر یا رسول اللہؐ کیجئے کہ علماء دیوبند نے بھی جائز رکھا ہے اور آپ کو مستقل مانع نہ سمجھتے ہونے یا رسول اللہؐ کیجئے کہ بھی جائز رکھا ہے لیکن البتہ استمداد اور استغانت صرف اللہ سے کرنی چاہیے تمام انبیاء اور رسول نے یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ سے سوال کرو اور اسی سے مدد مانگو، اور یہی صحابہ کرام، تابعین، ائمہ سلف صالحین کا طریقہ ہے تاہم اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مستقل اور مدد الہی کا مظہر سمجھتے ہوئے انشائی یا رسول اللہ یا رسول اللہ المدد کہہ دیتا ہے تو یہ شرک نہیں ہے۔ اسی طرح محفل میلاد منفقہ کرنا صحیح ہے کیونکہ محفل میلاد کی اصل دین میں ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی ولادت کا ذکر فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت کا ذکر کیا اور تمام سلف صالحین کا اس پر عمل رہا ہے، البتہ اس کو لازم اور واجب سمجھنا بدعت ہے اور اس میں اسراف کرنا اور مہکلات کو داخل کرنا گناہ ہے۔

فاتحہ، چہلم اور عرس وغیرہ میں دلوں اور تاریخوں کی تعمیر کی تحقیق

چہلم، عرس اور اہلسنت کے طوت ہوتا ہے کہ کسی نقلی عبادت کے لیے عرفاً وقت معین کر لیا جاتا ہے، یہ تعمیر شرعی نہیں ہے اور ان میں اوقات کے علاوہ بھی ان کاموں کو کرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص ان میں اوقات میں ان عبادت کو کرنا شرعاً لازمی اصرار وری سمجھتا ہے تو یہ بدعت ہے اور گناہ ہے۔ رہا یہ کہ کوئی نقلی عبادت جو کسی وقت بھی کی جا سکتی ہو اس کے لیے کسی خاص وقت کو معین کرنے پر کیا دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعمیر احادیث سے ثابت ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی مسجد قبل اکل سبت ماشیا وراکبا وکان عبد اللہ رضی اللہ عنہ یفعلہ۔
ما فظ ابن جریر مستطانی ثامنی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفي هذا الحدیث علی اختلاف طرقہ دلالة علی جواز تخصیص بعض الايام ببعض الاعمال الصالحة والمداومة علی ذلك۔
علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

فیہ دلیل علی جواز تخصیص بعض الايام بنوع من القرب وهو كذلك الا فی الاوقات

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دل باسوار ہو کر ہر ہفتہ کے دن مسجد قبلہ میں جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کرتے تھے۔

یہ حدیث مختلف اسانید سے مروی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ بعض ایام کو بعض اعمال صالحہ کے ساتھ نام کر لینا جائز ہے اور اس پر مداومت کرنا صحیح ہے۔

اس حدیث میں بعض ایام کو بعض عبادت کے ساتھ خاص کر لینے کے حجاز پر دلیل ہے اور یہ امر جائز ہے ماسوا

۱۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۳۳ھ، قادری رشیدیہ ص ۶۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سزج کراچی
۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد اجمع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۳۔ حافظ شباب الدین احمد بن علی ابن جریر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، تاریخ ابیاری ج ۲ ص ۶۹، مطبوعہ دار نشر مکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۰۱ھ

المنهي عنها كالنهي عن تخصيص ليلة الجمعة من بين الليالي او تخصيص يوم الجمعة بصيام من بين الايام - ۱۰

ان اوقات کے جن میں کسی عبادت کی تخصیص سے منع کر دیا گیا ہے۔ جیسے جمعہ کی رات کو نوافل کے قیام کے ساتھ خاص کہینے سے منع کیا گیا ہے یا جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ خاص کر لینے سے منع کیا گیا ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لیے تعیین یوم اگر باعتبار قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لیے ہو جائز ہے، جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لیے گھنٹے میں ہوتے ہیں اور اگر باعتبار قربت ہو مٹھی غنہ ہے، پس عرس میں جو تاریخ معین ہوتی ہے اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے یہ تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تاکہ تداوی کی صورت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے اہباب باہم ملاقات کر کے حب فی اللہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے اور کثیر مقدار میں جو کہ اجتماع میں حاصل ہے ثواب پہنچانا بے تکلف میسر ہو جاوے نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لیے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے یہ تو ظاہری مصالح ہیں جو مشاہدہ ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے جس کا کوئی مکذب عقلی یا نقلی موجود نہیں اس لیے صاحب کشف کو یا اس صاحب کشف کے معتقد کو بدرجہ ظن اس کی رعایت کرنا جائز ہے البتہ جزم جائز نہیں۔ بہر حال اگر ایسے مصالح سے یہ تعیین فی نفع ہو تو جائز ہے، لیکن اگر کوئی اور عارضی موجب منع اس میں منقسم ہو جاوے مثلاً سماع ضلالت شرائط یا اختلاط امارد و فساد یا جمع کے جمع کرنے کا اہتمام خصوص فساد و فجار کے شریک کرنے کا اہتمام یا شرکت کے بعد بلا ضرورت ان کا احترام یا احتمال فساد عقیدہ عوام تو ان عوارض سے پھر وہ مباح ہی ممنوع ہو جاوے گا اور قطعاً وہ عرس واجب الترتک ہو جاوے گا۔ جیسا اس زمانہ میں اکثر اعراس کی حالت ہو گئی پس قدماء مشائخ سے جو اعراس منقول ہیں اگر سند نقل صحیح ہو ان میں کوئی منکر ثابت نہیں پس ان کے فعل میں کوئی اشکال نہیں۔ ۱۱

شیخ تھانوی نے ان مواعظ میں مجمع جمع کرنے کا اہتمام اور احتمال فساد عقیدہ عوام کا جو ذکر کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔
 شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جانا اتفاقیات سے ہے، اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں اتفاقاً امر کی بسبیل اتفاق پیردی کرنا سنت ہے اور اس کو دائمی معمول بنالینا سنت نہیں ہے اور میر انجیل ہے کہ طلاق نے اس رائے کو پسند نہیں کیا۔ ۱۲

نقلی عبادات کے لیے کسی وقت کو معین کرنے پر دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

۱۰۔ حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد علی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴، ص ۲۵۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
 ۱۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، برادر فواد ص ۲۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۲ء
 ۱۲۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، المطبوعہ دار الفکر، مصر، ۱۳۵۴ھ

الشَّهَادَاتِ يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ
أَنْ يُسْأَلَ لَهَا.

بغیر سوال کے گواہی دینے کی ممانعت اور فضیلت کا مجمل | اس باب کی حدیث میں اس گواہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو بغیر طلب اور سوال کے گواہی دے۔ یہ

حدیث حضرت زبیر بن خالد جہنی سے مروی ہے اس کے برعکس حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس میں بغیر سوال کے گواہی دینے کی مذمت بیان کی گئی ہے اور یہ دونوں حدیثیں متعارض ہیں، پہلے ہم حضرت عمران بن حصین کی روایت بیان کرتے ہیں اس کے بعد اس تعارض کو دور کریں گے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عمران بن حصین قال قال النبي صلى
الله عليه وسلم خيركم قرني ثم الذين يلونهم ثم
الذين يلونهم قال عمران لا ادرى اذكر النبي صلى
الله عليه وسلم بعد قرنين او ثلاثة قال
النبي صلى الله عليه وسلم ان بعدكم قوما
يخونون ولا يؤتمنون ويشهدون ولا
يستشهدون وينذرون ولا يفون و
يظهر فيهم السم.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے زمانہ کے لوگوں میں سب سے بہترین میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، حضرت عمران نے کہا مجھے یاد نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زمانہ یا تین زمانہ کے بعد فرمایا: تمہارے زمانہ کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو عیانت کریں گے اور ان کو ایمن نہیں بنایا جائے گا وہ از خود گواہی دیں گے وہ ان کا ایکہ ان سے گواہی نہیں طلب کی جائے گی وہ نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے اور وہ بہت موٹے (یعنی بسیار خور) ہوں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمران بن حصین قال سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول خير
النامس قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم
ثم الذين يلونهم ثلاثا ثم يبعث قوم من
بعدهم يتسمنون ويحبون السم
يعطون الشهادة قبل ان يسئلوا لعلهم

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں (تین بار فرمایا) پھر ان کے بعد ایک بسیار خور قوم آئے گی جو بسیار خور ہوں گے اور ان کو پسند کرے گی یہ لوگ طلب اور سوال سے پہلے شہادت دیں گے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ نوری محمد صالح کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۶ھ، معجم ترمذی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۸۱ھ

جلد خامس

امام ترمذی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کہ بہترین گواہ دو سے جو گواہی کا سوال کرنے سے پہلے گواہی دے اس کا سنی یہ ہے کہ جب اس سے گواہی طلب کی جائے تو کسی رسوا اور پچھلے گواہ کے بغیر گواہی دے۔ امام ترمذی نے ان حدیثوں کے تقاضوں کو دور کرنے کے لیے جو جواب لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عمران بن حصین کی روایت کو اپنی اصل پر رکھا ہے اور حضرت زید بن خالد جہنی کی روایت میں تاویل کی ہے اور بغیر طلب اور سوال کے گواہی دینے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ گواہی طلب اور سوال کے بعد دے مگر بغیر حیل و حجت کے فوراً گواہی دے دے، اور انہوں نے گواہی دینے کو مذموم ہی قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین کی روایت میں ہے۔

علامہ فروری نے حضرت زید بن خالد جہنی کی روایت کی تین تاویلیں ذکر کی ہیں اور حضرت عمران بن حصین کی روایت کی چار تاویلیں ذکر کی ہیں۔ پہلے ہم حضرت زید بن خالد کی روایت کی تین تاویلیں ذکر کرتے ہیں:

(۱) امام مالک اور اصحاب شافعی نے یہ تاویل کی ہے کہ کسی شخص کے پاس کسی انسان کے حق کے بارے میں شہادت ہو اور وہ انسان اپنے بارے میں اس شہادت کو نہ جانتا ہو تو وہ شخص اس انسان کو جا کر یہ خبر دے کہ وہ اس کے حق کا شاہد ہے، یعنی اس کے حق کی شہادت کا متحمل ہے۔

(ب) یہ شہادت حسبہ ہے۔ (شہادت حسبہ کی فقہاء نے یہ تعریف کی ہے کہ انسان جس شہادت کا متحمل ہو یعنی اس کے پاس جو شہادت ہو وہ اس شہادت کو کسی طالب کی طلب کے بغیر معنی ابھر و ثراب کی نیت سے ابتداءً بیان کرے) اور یہ آدمیوں کے حقوق مختصر میں نہیں، سوتی بلکہ حقوق الثر میں ہوتی ہے مثلاً طلاق، عتق، وقف، وصایا عامہ اور حدود وغیرہ میں جس شخص نے ان معاملات میں شہادت کا تحمل کیا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ قاضی کے پاس جا کر وہ شہادت پیش کرے اور قاضی کو خبر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **اقبوا الشہادۃ لہ** ” اللہ کے لیے شہادت دو“ اسی طرح پہلی قسم میں بھی جس کسی شخص کے پاس کسی انسان کے حق کی شہادت ہو اور اس انسان کو اس کا پتا نہ ہو تو اس پر اس شہادت کا ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اس شخص کے پاس یہ شہادت اس انسان کی امانت ہے۔

(ج) اس حدیث کا مطلب ابتداءً شہادت دینا نہیں ہے، طلب اور سوال کے بعد ہی شہادت دینا مراد ہے لیکن چونکہ وہ شخص سوال کے بعد فوراً بغیر کسی پچھلے گواہ کے گواہی دینا ہے اس لیے اس کو مجازاً اور مبالغہً ابتداً بغیر سوال کے شہادت دینے سے تعبیر فرمایا گیا کہ کہتے ہیں: حق سوال کرنے سے پہلے دیتے ہیں یعنی سوال کے بعد بغیر توقف کے فوراً دے دیتے ہیں۔ (امام ترمذی نے بھی یہی جواب دیا ہے)

علامہ فروری نے حضرت زید بن خالد کی حدیث کو اصل پر رکھ کر حضرت عمران بن حصین کی روایت کے تین جواب دیے ہیں (حضرت عمران بن حصین کی روایت میں بغیر سوال اور طلب کے شہادت دینے کی مذمت ہے) وہ جوابات حسب ذیل ہیں:

- (۱) ایک آدمی کے پاس کسی شخص کے حق میں شہادت ہو اور وہ اس کے طلب کرنے سے پہلے شہادت دے۔
 (۲) ایک شخص بغیر طلب کے جھوٹی اور بے اصل گواہی دے۔
 (۳) جو شخص شہادت کا اہل نہ ہو وہ گواہی دے۔

۱۰۔ امام ابو یوسف محمد بن مسلم ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۰-۳۳۲ مطبوعہ فور محمد کارخانہ ستار کتب کراچی

(د) کوئی شخص کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کی قطعی گواہی دے۔ لہ

علامہ عینی نے بھی مذکورہ صدر ترجیحات میں سے بعض بیان کی ہیں اور یہ لکھا ہے کہ بعض علماء نے حضرت عمران بن حسین کی روایت کو ترجیح دی ہے کیونکہ اس پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے اور حضرت زید بن خالد کی روایت میں امام مسلم منقول ہیں اس باب کی حدیث میں بہترین شاہد کا بیان کیا گیا ہے۔ اس مناسبت سے ہم شہادت کے متعلق فرودی اجاث کا ذکر کر رہے ہیں۔ فنقول بئانہ التوفیق وبہ الاستعانة بلیق۔

شہادت کا لغوی معنی

امام خلیل بن احمد لکھتے ہیں:

شہادت یہ ہے کہ تم یہ کہو کہ فلاں شخص کو گواہ بنایا گیا، سو وہ گواہ ہے۔

والشهادة ان تقول استشهد فلان فهو شهيد۔ ۳

جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو یا جس پر کوئی شخص حاضر ہو اس کی خبر دینا لعنت میں شہادت ہے۔

علامہ ابن اثیر الجذری لکھتے ہیں:
اصل الشهادة الاخبار بما شاهد و شهدا۔ ۴

بصیرت سے یا آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے جس چیز کا علم حاصل ہو اس کی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔

علامہ راعب الاصفہانی لکھتے ہیں:
والشهادة قول صادر عن علم حصل بمشاهدة بصيرة او بصرا۔ ۵

شہادت کا اصطلاحی معنی

جو شخص کسی جگہ حاضر ہو یا اس نے کسی چیز کو دیکھا ہو اس کی یقینی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں اور کبھی اس چیز کی خبر کو شہادت کہتے ہیں جس کا اس کو یقین ہو یا وہ چیز مشہور ہو۔

والشهادة خبر قطع بما حضر وعاین ثم قد يكون بما علم واستفاض۔ ۶

کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے میں گواہی دیتا

علامہ کمال الدین ابن ہمام منعی لکھتے ہیں:
الشهادة اخبار صدق لاثبات حق بلفظ

- ۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح الطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۵۸۵ھ، مدد القاری ج ۱۳ ص ۲۱۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۲۸ھ
- ۳۔ امام ابو عبد الرحمن الخلیل بن احمد الفراء ہندی متوفی ۷۵ھ، کتاب الین ج ۳ ص ۳۹۸، مطبوعہ دار الهجرة قم ایران، ۱۳۰۵ھ
- ۴۔ علامہ محمد بن اثیر الجذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۵۱۲، مطبوعہ مؤسستہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ
- ۵۔ علامہ حسین بن محمد راعب الاصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، الفرائد ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ مکتبہ مرقنویہ ایران، ۱۳۹۲ھ
- ۶۔ شرح المہذب ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۶۲ھ

الشهادة في مجلس القضاء

ہوں کے الفاظ کے ساتھ مجلس تعارض میں بھی خبر دینا شہادت ہے۔

علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ شہد کا لفظ اعتقاد کرنے کی وجہ سے کہ یہ لفظ قسم کو متضمن ہے گویا کہ گواہ یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے یہ واقعہ اس طرح دیکھا ہے اور اب میں اس کی خبر دے رہا ہوں۔

شہادت کی اقسام (الف) عینی شہادت: یعنی گواہ آنکھوں سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کو بیان کرے، یہی

(ب) سمعی شہادت: یعنی گواہ کسی چیز کو سن کر اس کی شہادت دے، جن ائمہ کا تعلق مسومات سے ہر ان میں سمی شہادت اتنی ہی مستبر ہوتی ہے جتنی عینی شہادت ہے (بہارہ اخیرین ص ۱۶۰)

(ج) شہادت علی الشہادت: اصل گواہ کسی شخص کو اپنی شہادت پر شاہد بنانے سے جب یہ گواہ اصل کی شہادت دے سکتا ہے۔ (بہارہ اخیرین ص ۱۵۸)

قرآن مجید کی روشنی میں شہادت کا بیان شہادت کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں ایک تحمل شہادت ہے اور

دوسرا اداء الشہادت۔ تحمل شہادت کا مطلب ہے کسی وقوعہ کا سامانہ کر کے اس کو بھوکے منضبط کرنا اور اداء الشہادت کا مطلب ہے اس شہادت کو ناجہنی کے سامنے ادا کرنا۔ تحمل شہادت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

واستشهدوا شہدین من رجالکم فان لم یکنوا رجلین فوجل وامراتن ممن ترضون من الشہداء۔ (بقرہ ۲۸۲، ۵)
 واشہدوا اذا تمایعتم۔ (بقرہ ۲۸۲، ۶)
 واشہدوا ذوی عدل منکم۔ (طلاق ۲۱)

اور اداء شہادت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:
 واقیموا الشہادۃ للہ۔ (طلاق ۲)
 ولا یأب الشہداء اذا ما دعوا۔

ولا تکتتموا الشہادۃ ومن ینکتمہا فانہ اثم قلبہ۔ (بقرہ ۲۸۲، ۵)
 اور اللہ کی خاطر شہادت ادا کرو۔
 اور جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) بلا یا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔
 اور گواہی کرنے چھپاؤ اور جو گواہی چھپاتا ہے تو یہ نیک اس کا دل گنہگار ہے۔

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام سننہ ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۶۶، مطبوعہ مکتبۃ زبیر و محمدیہ مکہ
 ۲۔ ذکری و میر علی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۵۵۸ ص ۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

اے ایمان والو! انصاف پر سختی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ اور اللہ کے لیے گواہ بن جاؤ، خواہ یہ گواہی تمہاری اپنی ذات، تمہارے والدین یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف ہو، (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب، اللہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے، لہذا تم خراہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو اور اگر تم گلی پٹی بات کہو گے یا شہادت سے پہلو بھاؤ گے تو اللہ لو کہہ! اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا قَدْ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ إِنْ تَعَدَلُوا وَإِنْ تَلَّوْا أَوْ تَعْرَضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا - (نساء: ۱۳۵)

احادیث کی روشنی میں شہادت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کے شہادت دینے کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا اے ابن عباس! صحت اس چیز پر گواہی دو جو تمہارے لیے سورج کی روشنی کی طرح روشن ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سورج کی طرف اشارہ فرمایا۔ یہ حدیث صحیح السنی ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یشہد بشہادۃ فقال یا ابن عباس لا تشہد الا علی ما یضئ لک کضیاء الشمس و اوماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ الی الشمس ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم ینحرجاہ . لہ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: مدعی پر پختہ (گواہ) لازم ہیں اور مدعی علیہ پر قسم لازم ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی خطبۃ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ . لہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت اشعث بن قیس ہمارے پاس آئے اور کہا حضرت عبداللہ بن مسعود نے تمہیں کیا حدیث بیان کی ہے؟ ہم نے انہیں حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا حضرت ابن مسعود نے پکا کہا یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے! میرے اور ایک شخص کے درمیان کسی چیز میں جھگڑا تھا ہم نے نبی صلی

ان الاشعث بن قیس خرج الینا فقال ما یحدتکم ابو عبد الرحمن فحدثناہ بما قال فقال صدق لفی تزلت کان بینی وبين رجل خصومة فی شیء فاحتصمنا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال شاہداک او یمینہ

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن بکر بن عبد اللہ بن یحییٰ بن خالد ترمذی، المتذکرہ ج ۲ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۱ھ، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

Marfat.com

الحديث - ۱

اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: یا تم دو گواہ لاؤ ورنہ یہ تم کھائے گا۔

شہادت کا حکم | علامہ ابن قدامہ مثلی کہتے ہیں کہ تحمل شہادت اور ادا شہادت دونوں فرض کفار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَأْبَى الشَّهَادَةَ إِذَا مَا دَعُوا "اور جب گواہوں کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں" نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَاِنَّهُ أَقْرَبُ قَلْبًا لِذِي بَرِّهِ "اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بے شک اس کا دل گنہگار ہے" نیز اس لیے کہ شہادت ایک امانت ہے اور باقی الامتثال کی طرح اس کا ادا کرنا لازم ہے۔ لہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی (صاحب بدایہ) لکھتے ہیں شہادت کا ادا کرنا فرض ہے، اور جب مدعی شاہد کو بلائے تو شہادت کو چھپانا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَأْبَى الشَّهَادَةَ إِذَا مَا دَعُوا (بقرہ ۲۸۲) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ الْاٰیٰتِ ۱۰ بقرہ ۲۸۳ اور مدعی کو گواہ کو طلب کرنا اس لیے شرط ہے کہ یہ مدعی کا حق ہے سو ان کی حقوق کی طرح یہ بھی طلب پر معروف ہے، اور حدود میں شہادت دینے پر گواہ کو اختیار ہے کہ عواہر ستر کرے عواہر اظہار کرے کیونکہ دونوں چیزوں میں ثواب ہے پر وہ پریشی میں بھی اور اقامت حدود میں بھی اور ستر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبالی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کاش تم اپنے کپڑے سے اس کا ستر کر لیتے (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۳۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کبھی مسلمان کی پر وہ پریشی کی اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پر وہ پریشی کرے گا (بخاری ج ۱ ص ۳۳۰) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے حدود ساقط کرنے کے بارے میں جو روایات منقول ہیں ان سے ستر کا افضل ہونا امر ائمہ معلوم ہوتا ہے۔ لہ

علامہ مرغینانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً ستر افضل ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد اس پر نام ہو تو اس کی پر وہ پریشی کرنا افضل ہے اور جو شخص علی الاطلاق بدکاری کرتا ہو جس سے حدود الہیہ کا اختتام ہو جائے تو تزحیر اس کے خلاف شہادت دینا افضل ہے۔

علامہ ابن مہمام کہتے ہیں کہ تحمل شہادت میں مسلمان کے حق کا تحفظ ہے اور مسلمان کے حق کا تحفظ کرنا اولیٰ ہے اور تحمل شہادت سے انکار کرنا خلاف اولیٰ یا مکرمہ تہتر ہی سے اور قرآن مجید کی جن آیات میں شہادہ کا لفظ آیا ہے اس سے مراد ادا شہادت کرنے والا ہے کیونکہ شہادت تحمل کرنے والے کو شاہد بھی بنا دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب شاہد کو مدعی بلائے تو شہادت ادا کرنا فرض ہے اور تحمل شہادت کرنا مستحب ہے۔ لہ

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۷، مطبوعہ نور محمد صالح الطابع کراچی، ۱۳۷ھ

۲۔ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ مثلی متوفی ۶۲۰ھ، المستمعی ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۵ھ

۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، بدایہ الخیرین ص ۱۵۴، مطبوعہ مکتبہ شریک علیہ عثمان

۴۔ علامہ کمال الدین ابن مہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

شہادت کی تعریف، رکن اور سبب وغیرہ کا بیان | مجلس قضا میں کسی شخص کے حق کو ثابت کرنے کے لیے لفظ اشہد (میں گواہی دیتا ہوں) کے ساتھ سچی خبر بیان کرنا اشہد

ہے۔ (فتح القدیر)

شہادت کا رکن لفظ اشہد ہے۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں۔ (تبیین الحقائق)

شہادت کو ادا کرنے کا سبب یہ ہے کہ مدعی گواہ سے شہادت طلب کرے یا مدعی از خود گواہی دے جبکہ گواہ کو یہ علم ہو کہ مدعی کو اپنے حق پر شہادت کا علم نہیں ہے اور اس کے گواہی نہ دینے کی صورت میں مدعی کے حق کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔ شہادت کا حکم یہ ہے کہ شہادت کے بعد قاضی پر واجب ہے کہ اس شہادت کے مطابق فیصلہ کرے (غناہی)۔

تتمل شہادت کی شرائط | شہادت کی شرائط دو قسم کی ہیں، تتمل شہادت (حصول شہادت) کی شرائط اور ادائیگی شہادت کی شرائط۔ تتمل شہادت کی شرائط یہ ہیں کہ جس وقت گواہ کسی قوم کو دیکھو رکھے اور گواہی کو

حاصل کر رہا ہے تو وہ شخص مجنون نہ ہو، نا سمجھ بچہ نہ ہو اور یہ شخص بسیر ہو لہذا انہی سے کا تتمل شہادت کرنا جائز نہیں ہے، نیز مشہور وہ (جس چیز کی گواہی دینی ہے) کا وہ خود مشاہدہ کرے کسی اور کے مشاہدہ کا تتمل نہ کرے البتہ بعض اشیاء میں لوگوں سے سن کر تتمل شہادت کرنا بھی جائز ہے (بدائع الصنائع)۔ تتمل شہادت کے لیے بلوغ، حریت، اسلام اور عدالت (یک علی) شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر تتمل شہادت کے وقت وہ سمجھ دار بچہ ہو یا غلام ہو یا کافر ہو یا فاسق ہو پھر بچہ بالغ ہو جائے یا غلام آزاد ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے یا فاسق توبہ کر لے اور پھر وہ قاضی کے پاس شہادت دیں تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی (البحر الرائق)۔

بلحاظ شاہد ادائیگی شہادت کی شرائط | شہادت ادا کرنے کے لیے شاہد میں عقل، بلوغ، حریت، بصر اور نطق (گویائی) کی شرط ہے، اور یہ کہ اس کو حد قنوت نہ لگی ہو (یہ

شرط احناف کے نزدیک ہے) اور یہ کہ وہ محض اللہ کے لیے شہادت دے اور اس شہادت سے اس کا مقصد نہ کسی نفع کو حاصل کرنا ہو اور نہ کسی ضرر کو دور کرنا ہو اور یہ کہ اس مقدمہ میں وہ شخص خود فریق نہ ہو، اور یہ کہ ادا شہادت کے وقت اس کو مشہور و کاظم ہو اور وہ اس کو یاد ہو۔ (یہ شرط امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے، صاحبین کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے)۔ (بدائع الصنائع)۔

عدالت کی تعریف | گواہوں کا عادل (نیک) ہونا قاضی پر واجب قبول کے لیے شرط ہے نفس شہادت کے جواز کے لیے گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں ہے۔ (البحر الرائق) امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظاہر یہ

شرط ہے اور عدالت حقیقیہ جو تزکیہ شہود اور تبدیل سے ثابت ہوتی ہے وہ امام اعظم کے نزدیک شرط نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عدالت حقیقیہ شرط ہے۔ (بدائع الصنائع)۔ اس زمانہ میں فترتی صاحبین کے قول پر ہے (کافی)۔ امام ابو یوسف سے جو عدالت کی تفسیر منقول ہے وہ یہ ہے کہ شہادت میں عدل یہ ہے کہ شاہد کبائر سے مجتنب ہو اور صفائے پر اصرار کرنے والا نہ ہو اور اس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں اور اس کی درست باتیں اس کی غلط باتوں سے زیادہ ہوں، یہ عدالت کی سب سے بہترین تفسیر ہے (نہایہ)

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء احناف کا نظریہ | علامہ ابن ہمام حنفی کہتے ہیں کہ خلافت انصاری میں

marfat.com

جلد خامس

کتاب سے حد واجب ہو، لیکن ہمارے فقہار نے اس کو اختیار نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ گناہ کبیرہ میں تین اُحد معتبر ہیں: (۱) ہر وہ فعل جو مسلمانوں میں مبعوث ہوا جاتا ہو اور اس میں ارتکابی کے احکام کہے (وقتئہ ہو۔) (۲) ہر وہ فعل جو مروت اور سجا اخلاق کی خلاف ہو، بلکہ بد اخلاق پر مشتمل ہو، (۳) گناہ پر اصرار کرے۔ علامہ ابن ہمام نے اس قول میں اعتراض کیا ہے کہ یہ قول فیہ منقطع ہے اور غیر صحیح ہے۔ علامہ بارتی حنفی لکھتے ہیں اہل حجاز اور محدثین نے کہا ہے کہ گناہ کبیرہ وہ سات گناہ ہیں جن کا حدیث مشہور میں ذکر ہے وہ یہ ہیں: (۱) اشرکے ساتھ شریک کرنا (۲) میدان جہاد سے بھاگنا۔ (۳) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (۴) کسی انسان کو بے گناہ قتل کرنا۔ (۵) مسلمان پر بیتان باندھنا (۶) زنا کرنا۔ (۷) خمر (اگر مری شراب) پینا۔ اور لیکن علامہ نے یہ کہا ہے کہ جو مصیبت حرام لعینہ ہو وہ مصیبت کبیرہ ہے۔ لکھ

علامہ جمال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں مصیبت کبیرہ کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض علامہ نے کہا ہے کہ یہ وہ سات گناہ ہیں جن کا حدیث مشہور میں ذکر ہے یہ اہل حجاز اور محدثین کا قول ہے اور بعض علامہ نے ان سات گناہوں پر سو و غری اور تیم کمال نا حق کھانے کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اور بعض علامہ نے کہا کہ جو مصیبت حرام لعینہ ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور صحیح قول قول وہ ہے جو شمس اللہ حلوانی سے منقول ہے کہ جو کام مسلمانوں میں مبعوث ہو اور جس میں دین کی تحقیقت اور بے وقتئہ ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اسی طرح گناہ پر مدد کرنا اور گناہ پر اُجھارنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ لکھ

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے گناہ کبیرہ کی تفسیر میں وہ احادیث ذکر کیں جن میں ان سات اُمور کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور شمس اللہ حلوانی کا قول ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ لکھا ہے کہ فیج الاسلام علامہ زادہ نے فتاویٰ صغریٰ میں بیان کیا ہے کہ جو گناہ حرام لعین ہو وہ گناہ کبیرہ ہے خواہ اس کو شریعت میں فاحشہ کہا جائے جیسے ولادت یا دنیا میں اس کی کوئی سزا مقرر ہو جیسے چوری، زنا اور قتل نا حق یا اس گناہ پر اُفتز میں غلب کی عمدہ ہو جیسے نا حق مالِ یتیم کھانا اور جس نے کہا ہے کہ جس گناہ پر حد ہو وہ گناہ کبیرہ ہے یعنی نے کہا جو گناہ حرام لعین ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ جس گناہ پر بندہ ظلم کئے وہ گناہ کبیرہ ہے اور جس گناہ پر استغفار کرے وہ گناہ عنیفہ ہے اور زیادہ بہتر وہ تعریف ہے جو شکلین نے ذکر کی ہے کہ جو گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے عنیفہ ہے اور اس تحت کے اعتبار سے کبیرہ ہے۔ لکھ

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ | علامہ یحییٰ بن شرف نورانی شافعی لکھتے ہیں، گناہ صغیرہ ہے کہ کوئی گناہ عنیفہ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے، گناہ کبیرہ کی چار تعریفیں ہیں۔

(۱)۔ جس مصیبت سے حد واجب ہوتی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔

(۲)۔ جس مصیبت پر کتاب اور سنت میں وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۸۸۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۲۔ علامہ اہل الدین محمد بن محمود بارتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی اہل بیت فتح القدیر ج ۲ ص ۸۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۳۔ علامہ جمال الدین خوارزمی حنفی، کفا علی اہل بیت فتح القدیر ج ۶ ص ۸۸۵۔ ۸۸۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۴۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد حنفی عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنای شرح بدایہ النورانی لست ص ۲۳، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد۔

(۳) امام نے ”ارشاد“ میں لکھا ہے کہ میں گناہ کو لا پرواہی کے ساتھ کیا گیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔
 (۴) جس کام کو قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہو یا جس کام کی مجلس میں قتل وغیرہ کی سزا ہو یا جو کام علی الفور فرض ہو اس کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ نووی نے دوسری تعریف کو ترجیح دی ہے، پھر علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ گناہ کبیرہ کی منقبطہ تعریفات ہیں، بعض علما نے گناہ کبیرہ کو تفصیلاً شمار بھی کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے: قتل، زنا، لواطت، شراب پینا، چوری، اذیت (تہمت لگانا) جھوٹی گواہی دینا، مال غصب کرنا، میدان جہاد سے بھاگنا، سود کھانا، مال یتیم کھانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عداوت جھوٹ باندھنا۔ بلا عذر شہادت کو چھپانا، رمضان میں بلا عذر روزہ نہ رکھنا، جھوٹی قسم کھانا، قطع رحم کرنا، ناپ اور تول میں خیانت کرنا، ناز کو وقت سے پہلے پڑھنا، بلا عذر ناز قضا کرنا، مسلمان کو ناحق مارنا، صحابہ کرام کو سب و شتم کرنا، رشتہ لینا، دیوثی (ناحشہ عورتوں کے لیے گاہک لانا)، حاکم کے پاس چٹلی کھانا، زکوٰۃ نہ دینا، نیکی کا حکم نہ دینا، باوجود قدرت کے بڑائی سے نہ روکنا، قرآن مجید بھلانا، حیوان کو جلانا، عورت کا بلا سبب عداوت کے پاس نہ جانا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا، اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا، عداوت کو توہین کرنا، ظلم، بلا عذر خنزیر یا مژدار کا گوشت کھانا، جادو کرنا، حالت حیض میں وطی کرنا، اور چٹلی کھانا۔ یہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔

علامہ نووی نے گناہ صغیرہ کی تفصیل میں ان گناہوں کو لکھا ہے: اجنبی عورت کو دکھانا، غیبت کرنا، ایسا جھوٹ جس میں حد ہے نہ ضرر، لوگوں کے گھروں میں جھانکنا، تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع تعلق کرنا، زیادہ بڑھانا جھگڑنا اگرچہ حق پر ہو، غیبت پر سکوت کرنا، مردہ پر ہین کرنا، مصیبت میں گریہ بیان چاک کرنا اور چلانا، اترا اترا کر چلنا، ناستقوں سے دوستی رکھنا اور ان کے پاس بیٹھنا، اذیتاں کرنا، مردہ پر ہین کرنا، خرید و فروخت کرنا، بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں لانا، جس شخص کو لوگ کسی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں اس کا امام بننا، نماز میں جھٹ کام کرنا، جمعہ کے دن لوگوں کی گزریں پھیلانگنا، قبلہ رخ بول دہرا کرنا، عام راستہ پر بول دہرا کرنا، جس شخص کو غلبہ شہوت کا خطرہ ہو اس کا رفقہ میں بوسہ لینا، صوم وصال رکھنا، استنماء، بنیر جماع کے اجنبیہ سے مباشرت کرنا یعنی بوسہ دکانار اور نعل گیر ہونا، بنیر کفار سے کے مظاہر کا اپنی عورت سے جماع کرنا، اجنبی عورت سے خلوت کرنا، عورت کا بنیر محرم اور خاوند کے سفر کرنا یا بنیر ثقہ عورتوں کے سفر کرنا۔ (یہ مذہب شافعی کے ساتھ خاص ہے) بخش، احتکار، مسلمان کی بیع پر بیع کرنا، اسی طرح مسلمان کی قیمت پر قیمت لگانا اور منگنی پر منگنی کرنا، شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا، دیہاتی کا قلعہ سے بیع کے لیے ملاقات کرنا، تصریح (بیع کے لیے ہتھوں میں دو دھروں کو لینا) بنیر عیب بیان کیے ہوئے عیب دار چیز فروخت کرنا، بلا ضرورت گناہ کرنا، مسلمان کا کافر کو قرآن مجید اور دینی کتابوں کو فروخت کرنا، بلا ضرورت نجاست کو بدن پر لگانا اور بلا ضرورت خلوت میں اپنی شرک گاہ کھولنا۔ عدالت (بیک چلنی) میں منار سے بانگیہ اجتناب کرنا شرط نہیں ہے لیکن صغیرہ پر اصرار یعنی بلا توبہ بار بار صغیرہ کا لگانا کرنا، صغیرہ گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء و جناب علیہ کا نظریہ علامہ شمس الدین مقدسی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: گناہ کبیرہ وہ گناہ

یا لعنت ہو، یا اس فعل کے ترک سے ایمان کی نفی کی گئی ہو، جس طرح حدیث میں ہے: من غش خلیس مستاً۔ جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یعنی یہ وہ کام ہے جو ہمارے احکام میں سے نہیں ہے، یا ہمارے اخلاق میں سے نہیں ہے، یا ہماری سنت میں سے نہیں ہے اور اصول، فقیر اور مستوجب میں ہے کہ کیفیت اور جہتی مسائل میں سے اور ناسخی سے مستحب میں کہا ہے کہ کبیرہ وہ ہے جس کا عقاب ناریاں ہو اور صغیرہ وہ ہے جس کا عقاب کم ہو، ابن ماجہ نے کہا ہے کہ صغیرہ وہ ہے جس کے برون وہ نکلا رہے کبیرہ وہ جو جاتے ہیں اور ہمارے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ نکلا رہے صغیرہ کبیرہ نہیں ہوتا، جیسا کہ جو امور علیہ کفر ہوں وہ نکلا رہے کفر نہیں ہوتے۔ لہ

علامہ جھوٹی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: گناہ کبیرہ وہ ہے جس پر دنیا میں حد ہو اور آخرت میں وعید ہو۔ جیسا کہ سو دیکھا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور شیخ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس فعل پر غضب ہو یا لعنت ہو یا اس فعل کے ترک سے ایمان کی نفی ہو۔ جھوٹ بولنا گناہ صغیرہ ہے بشرطیکہ اس پر دوام اور استمرار نہ ہو، البتہ جھوٹی گواہی دینا، نبی پر جھوٹ باندھنا یا کسی پر جھوٹی تمبھت لگانا گناہ کبیرہ ہے اور صبح کرانے کے لیے، بیوی کو راضی کرنے کے لیے اور جنگلی جال کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے، علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ ہر وہ نیک مقصد جس کو جھوٹ کے بغیر حاصل نہ کیا جاسکتا ہو اس کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے۔ طبیعت میں اختلاف ہے، علامہ قرطبی نے اس کو کبائر میں سے شمار کیا ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ صغیرہ ہے، صاحب الفضول، صاحب الغنیہ اور صاحب المستوعب کی یہی تحقیق ہے۔ امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان شخص کی عزت پر ناحق ظلم کرنا، کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اور پیشاب کے قطرہوں سے نہ بچنا گناہ کبیرہ ہے۔ اشد تنالی کی ذات اور صفات کے متعلق علامہ کچھ کہتا گناہ کبیرہ بنے ضرورت کے وقت علم چھپانا گناہ کبیرہ ہے، فخر اور غرور کے لیے علم حاصل کرنا گناہ کبیرہ ہے، جاندار کی تصویر بنانا گناہ کبیرہ ہے، کابین اور نجومی کے پاس جانا اور ان کی تصدیق کرنا گناہ کبیرہ ہے نیز اہل کفر کو سزا دینا، بھت کا دعوت دینا خیانت کرنا، بھائی کا ناسخ کرنا اور پانڈی کے برتنوں میں کھانا، وصیت میں زیادتی کرنا، خمر پینا، سودی معاہدہ کرنا اور سود پر گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ دو چیزوں والا ہونا یعنی بظاہر دوستی رکھنا اور باطنی دشمنی رکھنا گناہ کبیرہ ہے، خود کو کسی اور نسب کی طرف منسوب کرنا، جانوس سے دخل کرنا، بلا نذر جمعہ ترک کرنا، فتنہ آورا مشیاد استعمال کرنا بیسی کر کے احسان جلتانا، لوگوں کی مرضی کے بغیر ان کی باتیں کان لگا کر سننا کسی پر بلا استماتاق لعنت کرنا، غیر اللہ کی قسم لگانا یا تمام امور گناہ کبیرہ ہیں، اور جو مسائل اجتہاد ہیں ان کو کسی مجتہد کی اتباع میں کرنا مہیبت نہیں ہے مثلاً امام ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک بغیر گواہوں کے نکاح جائز ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک جائز نہیں۔ علامہ جھوٹی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کردہ کبیرہ گناہوں میں سے ہم نے ان گناہوں کو حذف کر دیا جن کو اس سے پہلے ہم علامہ خودی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

۱۔ علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبد اللہ محمد بن مفلح صلی اللہ علیہ وسلم ۶۲۳ھ، کتاب الفروع ج ۶ ص ۵۶۵-۵۶۴ مطبوعہ عالم الکتب بیروت۔
 ۲۔ علامہ منصور بن یونس بن ادریس جھوٹی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۴۶ھ، کتاب الفتن ج ۶ ص ۴۲۳-۴۱۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ | علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: بعض عقائد نے

یہ غور کرو کہ تم کسی ذات کی نافرمانی کر رہے ہو اور اس اعتبار سے تمام گناہ، گناہ کبیرہ ہیں، قاضی ابوبکر بن طیب، استاذ ابواسحق اسنؤانی، ابوالمالی، ابونصر عبد الرحیم قشیری وغیرہم کا یہی قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ گناہوں کو اضافی طور پر صغیرہ اور کبیرہ کہا جاتا ہے مثلاً زنی کفر کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور بوس و کنار زنی کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور کسی گناہ سے اجتناب کی وجہ سے دوسرے گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی بلکہ تمام گناہوں کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء۔ " اللہ تعالیٰ شرک کے

گناہ کو نہیں بخشتے گا اور شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا، " اور یہ جو قرآن مجید میں ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاً تکم (نساء، ۳۱) اس آیت میں کبائر سے مراد انواع کفر ہیں، یعنی اگر تمام انواع کفر سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا، نیز صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں حضرت ابولہب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا حق لیا، اللہ تعالیٰ اس آدمی پر درزخ واجب کر دے گا اور اس پر جنت حرام کر دے گا، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہر چند کہ (اس شخص کا حق) محفوظی سی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا: ہر چند کہ وہ پیلے کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو! پس معمولی معصیت پر بھی ایسی شدید وعید ہے جیسی بڑی معصیت پر وعید ہے۔

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ جن چیزوں سے منع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو جنہم یا غضب یا لعنت یا عذاب کے ذکر پر ختم کیا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سورۃ نساء کی تینتیس (۲۳) آیتوں میں جن چیزوں سے منع کیا ہے اور پھر فرمایا ہے "ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ" وہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ کیا کبائر سات (۷) ہیں فرمایا یہ ستر کے قریب ہیں اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا کبائر سات ہیں فرمایا یہ سات سو کے قریب ہیں البتہ استنقار کے بعد کوئی کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے) گناہ کبیرہ کی تعداد اور ان کے حصر میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ ان میں آثار مختلف ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ گناہ کبیرہ کے متعلق صحیح اور حسن بکثرت احادیث ہیں اور ان سے حصر مقصود نہیں ہے، البتہ بعض گناہ بعض دوسرے گناہ سے زیادہ بڑے ہیں اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہو سکتی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی تکذیب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ورحمتی وسعت کل شیء " میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انه لا یأیسیس من دوحہ اللہ الا القوم الکفرون۔ " میری رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا " اس کے بعد میرا درجہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف بنانا ہے کہ بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت پر تکیہ کر کے بے غرئی سے گناہ کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افامنوا مکر اللہ فلا ینا من مکر اللہ الا القوم الخاسرون (اعراف: ۹۹) کیا یہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت میرے بے خوف ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مرتے marfat.com اس کے بعد چوتھے درجہ پر نقل سب سے

بشاگناہ ہے اور اس کے بعد روطع ہے، پھر زنا ہے، پھر شراب نوشی ہے پھر ناز اور اذنان کا ترک کرنا ہے پھر جھوٹی گواہی دینا ہے۔ اور ہر وہ گناہ جن پر عذاب شدید کی وعید ہے یا اس کا منہ زعمیم ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا ماسواگناہ متعین ہے۔ میں نے گناہ کبیرہ کے متعلق ان تمام افعال اور تعریفات پر غور کیا ہے کہ نزدیک جامع مانع اور منسبط تعریف یہ ہے۔ جس گناہ کی ذمیاں کوئی سزا ہو یا اس پر آخرت میں وعید شدید ہو یا اس گناہ پر لعنت یا غضب ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا ماسواگناہ صغیرہ ہے اور اس سے بھی زیادہ آسان اور واضح تعریف یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔ نیز کسی گناہ کو معمولی سمجھ کر بے حرمی سے کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ علامہ زردی شافعی اور علامہ ہنوتی حنبلی نے بزرگناہ کبیرہ اور صغیرہ کی مثالیں دی ہیں ان پر یہ تصریح صادق آتی ہیں اس لیے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو سمجھنے کے لیے ان تعریفات کی روشنی میں ان مثالوں کو ایک بار پھر پڑھ لیا جائے۔ اس بحث میں یہ نکتہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ فرض کے ترک کا عذاب واجب کے ترک کے عذاب سے اور حرام کے ارتکاب کا عذاب مکروہ تحریمی کے عذاب سے شدید ہوتا ہے اور اور میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فرض اور واجب کے ترک کا عذاب ایک جیسا ہوتا ہے اور ان میں صرف ثبوت کے لحاظ سے فرق ہے۔

امرار سے گناہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی وجہ

علامہ شامی اور دوسرے فقہانے لکھا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ ایک علی مجلس میں مجھ سے ایک ناسل دوست نے سوال کیا کہ صغیرہ پر اصرار کرنا دوبارہ اسی گناہ کا ارتکاب کرنا ہے اس لیے یہ اسی درجہ معصیت ہونی چاہیے اور جب یہ پہلے صغیرہ تھا تو دوبارہ اس کو کرنے سے یہ گناہ کبیرہ کیسے ہو گیا؟ میں نے اس کے جواب میں کہا: اگر گناہ صغیرہ کرنے کے بعد انسان نادم ہو اور اس پر استغفار کرے اور پھر دوبارہ شامت نفس سے وہ صغیرہ گناہ کرے تو یہ اصرار نہیں ہے بلکہ مرتبہ اور اگر گناہ صغیرہ کرنے کے بعد نادم اور تائب نہ ہو اور بلا حجب اسی گناہ کا اعادہ کرے تو پھر یہ اصرار ہے اور یہ کبیرہ اس وجہ سے ہو گیا کہ اس نے اس گناہ کو معمولی سمجھا اور اس میں احمام شریعت کی تعینت اور بے وقوفی ہے اور شریعت کی تعینت اور بے وقوفی گناہ کبیرہ ہے، جبکہ شریعت کی توہین کفر ہے۔ فرض اور واجب تو دور کی بات ہے جو فرض مسنون ہوں اس کی تعینت اور بے وقوفی بھی گناہ کبیرہ ہے اور اس کی توہین کرنا کفر ہے۔ الیاذنہ!

اس کے بعد اس بحث کو نکھتے وقت جب میں نے اس سوال پر غور کیا تو مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ قرآن اور حدیث میں معصیت پر اصرار کرنے کو کبیرہ قرار دیا ہے خواہ وہ کسی درجہ کی معصیت ہو معصیت پر نفس امارت گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا الاقسام ذكروا الله فاستعقروا الذنوب بهم ومن يخفر

اور جب وہ لوگ نے حلیئی کا کام یا اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی طلب

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی سنو ۲۶۵ھ احکام القرآن ج ۵ ص ۱۶۱-۱۵۹ مخفا انتشارات مصر و ایران ۱۳۶۶ھ
 ۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ مجمع عثمانیہ ۱۳۲۷ھ
 ۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۴ ص ۵۲۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ
 ۴۔ سید حسین الدین شاہ صاحب، اسلام آباد۔ سنہ

الذائب الا الله ولم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون اولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنت تجري من تحتها الانهار خالدین فیها ونعم اجر العالمین۔

(آل عمران ۱۳۶-۱۳۵)

کریں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ لوگ جان بوجھ کر اپنے کیے (یعنی گناہوں) پر اصرار نہ کریں۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور وہ جنات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور (نیک) کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے!

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور آخری انعامات کو عدم اصرار مصیبت پر مرتب فرمایا ہے اس کا لازمی مفہوم یہ ہے کہ مصیبت پر اصرار کرنا آخری عذاب کو مستلزم ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ صریح یہ آیت ہے:

عفا الله عما سلف ومن عاد فينتقم الله منه والله عزيز ذو انتقام۔

(مائدہ ۵: ۹۵)

جو ہر چکا اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، اور جس نے دوبارہ یہ کام کیا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ بڑا غالب ہے بدلہ لینے والا۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اصرار پر وعید فرمائی ہے اور وعید گناہ کبیرہ پر ہوتی ہے۔ امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ويل للمصرين الذين على ما فعلوا وهم يعلمون۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کے لیے عذاب ہو جو اپنے کیے ہوئے (گناہ) پر جان بوجھ کر اصرار کرتے ہیں۔

عن ابي بكر الصديق رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اصر من استغفر وان عاد في اليوم سبعين مرة۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے (گناہ پر) استغفار کر لیا تو یہ اس کا اصرار نہیں ہے خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ گناہ کرے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ گناہ کے بعد استغفار کر لیا جائے تو یہ تکرار ہے اور گناہ کے بعد پھر گناہ کرے اور توبہ نہ کرے تو پھر یہ اصرار ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا لا کبيرة مع استغفار ولا صغيرة مع۔

استغفار کے ساتھ گناہ کبیرہ نہیں رہتا، اور اصرار

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۹، ۱۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ مطبعہ مجتہدی پاکستان لاہور، ۱۳۹۵ھ

اصرار - ملہ کے ساتھ گناہ منیرہ نہیں رہتا یعنی کبیرہ ہو جاتا ہے۔
اصرار کے ساتھ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے اس پر یہ حدیث مزاحمہ دلالت کرتی ہے، علامہ آؤسی امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن ابن عباس موقوفاً علی ذنوب اصرار علیہ العبد کبیرہ ویس بکبیرہ ما تاب منه العبد - ملہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس گناہ پر بندہ امر کرے (یعنی گناہ کے بعد توبہ نہ کرے) وہ گناہ کبیرہ ہے اور جب بندہ کسی گناہ پر توبہ کرے تو وہ گناہ کبیرہ نہیں ہے۔

قرآن مجید کی آیات، احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ گناہ پر اہل کرنا (یعنی گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا) اس گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے خواہ وہ گناہ کسی حربہ کا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ کرنے کے بعد توبہ نہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص اس گناہ کو معمولی اور بے وقعت سمجھتا ہے اور اس کا یہ عمل اس بات کا مظہر ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کرنے کو اہمیت نہیں دیتا اور ان احکام کی پرواہ نہیں کرتا اور شریعت کو معمولی اور بے وقعت سمجھتا اور اس سے لاپرواہی برتنا ہی گناہ کبیرہ ہے۔
گناہ منیرہ اور کبیرہ کی تفصیل اور تحقیق میں کلام طویل ہو گیا۔ اب ہم پھر اصل بحث یعنی شہادت کی شرائط کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

نفس شہادت کے اعتبار سے شرائط (۱) مدعی یا اس کے نائب کی جانب سے شہادت دی جائے۔
(ب) شہادت دعویٰ کے موافق ہو۔

(ج) شاہدین متفق ہوں۔

(د) شاہدوں کا عد و نصاب کے مطابق ہو۔

(۱) حدود میں گواہی دینے والے مرد اور مسلمان ہوں۔

(۲) جب مدعی علیہ مسلمان ہو تو گواہ بھی مسلمان ہوں۔ (البحر اللائق)

(۳) مشہور بہ معلوم ہو، کسی مجہول چیز کی شہادت دینا جائز نہیں ہے، نہ مجہول شخص کے حق میں شہادت جائز ہے۔

(۴) ذنبا پر شہادت: اس میں چار مردوں کی شہادت معتبر ہے۔

نصاب شہادت کی اقسام (۱) بقایا حدود اور قصاص میں شہادت: اس میں دو مردوں کی شہادت معتبر ہے اور اس میں عورتوں کی شہادت معتبر نہیں ہے۔ (حدیث)

(۲) ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب سے متعلق امور پر شہادت: جن امور پر یہ مصر و مطلع نہیں جوہر تھے: ان میں ایک مسلمان، آزاد، عادلہ عورت کی شہادت بھی قبول کی جاتی ہے اور اگر دو عورتیں ہوں تو بہتر

ملہ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد ماکی قرطبی ترقی ۲۸۵ھ، احکام القرآن ج ۵ ص ۱۵۹، مطبوعہ انتشارات مکتبہ المدینہ، ۱۳۸۰ھ
ملہ۔ علامہ شہاب الدین سید محمود آؤسی ترقی ۱۲۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۶۳، مطبوعہ دار امیارات التراث العربی بیروت

ہے۔ (فتح القدر) ان امور میں اگر کوئی مرد گواہی دے اور کہے کہ اچانک میری نظر پڑ گئی تھی تو اس کی شہادت قبول کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو۔ (بسوط)۔ یہ امر ایک آدمی کی شہادت سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ (نہایہ)۔
 (۴) بغیر حدود و حدود قصاص کے وہ امور جن پر حدود مطلع ہوتے ہیں، اس میں دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت شرط ہے۔ عام ازیں کہ حق مال ہو یا غیر مال ہو جیسا کہ نکاح، طلاق، وکالت، وصیت وغیرہ جو مال نہیں ہیں۔ (تبيين الحقائق) اور وہ امور جن پر کالی سزا موقوف ہوتی ہے یعنی احصان، سو ہمارے نزدیک احصان بھی ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ لے

والدین کی شہادت اپنی اولاد یا اولاد اولاد کے حق میں قبول نہیں ہوتی، شوہر کی بیوی کے حق میں اور بیوی کی شوہر کی

جانب داری کی تہمت کی بناء پر جن کی شہاد قبول نہیں کی جاتی

کے حق میں شہادت قبول نہیں ہوتی (حادی) مالک کی شہادت اپنے غلام کے حق میں قبول نہیں ہوتی خواہ غلام کامل ہو یا ناقص، جو شخص کسی کا ملازم ہو خواہ اس کا مشاہرہ یومیہ ہو، مالانہ ہو یا سالانہ اس کی مالک کے حق میں شہادت استحضانا قبول نہیں کی جائے گی، مالک کی فکر کے لیے کام کے بارے میں شہادت قبول نہیں کی جائے گی، کسی خاص گار بیکر کی اپنے اساذ کے حق میں شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ لے

واقعاتی شہادت یا قرآن کی شہادت کی اس زمانے میں بہت اہمیت ہے۔ اسلام میں بھی قرآن کی شہادت کو ایک گونہ اہمیت دی گئی ہے، اگر کوئی اور شہادت دستیاب نہ ہو تو قرآن کی شہادت پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور بعض دفعہ قرآن اور واقعاتی شہادت دیگر شہادت کے لیے تائید اور تقویت کا باعث بنتی ہیں واقعات

قرآن کی شہادت

اس عورت کے گھر والوں میں سے ایک گمراہ نے یہ گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو عورت چچی ہے اور وہ (حضرت یوسف) غلط کہنے والوں میں سے ہیں، اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو اس عورت نے جھوٹ بولا ہے اور وہ سچوں میں سے ہیں، پھر جہان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہنے لگا تب شک یہ تم عورتوں کی گھری چال ہے۔ یقیناً تم عورتوں کی فریب کاری بہت بڑی ہے۔

اور قرآن کی شہادت کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:
 وشہد شاہد من اہلہا ان کان قبیصہ قد من قبل فصدقت وهو من الکاذبین وان کان قبیصہ قد من دبر فکذبت وهو من الصدقین فلما را قبیصہ قد من دبر قال انہ من کیدکن ان کیدکن عظیم۔
 (یوسف: ۲۸-۲۹)

اور چونکہ قرآن اور سنت میں اس واقعاتی شہادت کا رد نہیں کیا گیا اس لیے ہماری شریعت میں بھی اس کا جہت ہونا برقرار ہے

قرآن اور واقعاتی شہادتوں سے شراب نوشی کا ثبوت

اسلام میں قرآن اور واقعاتی شہادتوں کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اس پر احکام مرتب ہوتے ہیں، مگر کسی شخص کے منہ سے شراب کی بڑا آری، برتر خواہ اس کے صلوات و مسلمان ہو گا وہی مدین تب بھی محض شراب کی بڑی دجہ سے اس کا شراب پینا ثابت ہو جائے گا اور اس کا شراب کی سزا دی جائے گی، اسی طرح اگر اس کو شراب کی تہ کرتے ہوئے دیکھا گیا تب بھی اس کا شراب پینا ثابت ہو جائے گا اور اس کا شراب کی سزا دی جائے گی، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے ان واقعاتی شہادت کی بنا پر شراب کی حد جاری کی ہے۔ فقہاء میں سے امام احمد کے نزدیک شراب کی بڑی ثبوت پر ملازم ہرگ (امام احمد کے اس مسئلہ میں درقول ہیں) امام مالک کے نزدیک اگر دو گواہوں سے شراب کی بڑی ثبوت ہو گی تو اس پر شراب نوشی کی حد ہوگی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک شراب کی بڑی بنا پر حد تو نہیں ہے، لیکن وہ اس پر توبہ بہ لازم کرتے ہیں۔ پہلے ہم اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے آثار صحابہ پیش کریں گے اور پھر اقوال فقہاء بیان کریں گے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن المسائب بن یزید ان عمر کان یضرب فی الریح۔ لہ

عن مالک بن عمیر الحنفی قال اتی عمر بأین مظلون قد شرب خمرًا، فقال: من شہودك؟ قال فلان وفلان وغیبات بن سلمة وكان یسبی غیبات الشیخ الصدوق فقال رأیتہ یقیہا ولہ اداک یشربها فی جلدہ عمر الحد۔ لہ

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شراب کی بڑی پر مارنے لگے۔

مالک بن عمیر صحیح بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ابن مظلون کو اس الزلم میں لایا گیا کہ اس نے شراب پی ہے، حضرت عمر نے پرچھا تب اسے گواہ کون ہیں، اس نے کہا فلاں، فلاں اور غیبات بن سلمہ، غیبات کو سچا کہا جاتا تھا، اس نے کہا میں نے اس کو شراب کی تہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عمر نے اس پر شراب کی حد جاری کر دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی قرآن کی شہادت کے قائل تھے مگر اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے، امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن علقمة قال اتی عبد اللہ الشام فقال لہ ناس من اهل حمص اقرأ علینا آقرأ علیہم سودة یوسف فقال رجل من القوم والله ما هکذا ۱۱ نزلت فقال عبد الله ویحک والله لقد قرأتمہا علی رسول الله صلی الله علیہ وسلم هلکن افعال احسنت فبینا هو یراجعہ

علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علاقہ شام گئے، آپ سے محض داؤن نے کہا نہیں قرآن مجید سنائیں، آپ نے ان پر سورہ بوسعت تلاوت کی ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: بخدا یہ حدیث اس طرح نازل نہیں ہوئی ہے، حضرت ابن مسعود نے کہا تجھ پر آموس ہے! بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس سورت

لے۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ عیسیٰ متروکی ۲۳۵، المصنف ۱۰ ص ۳۸، مطبوعہ دارالقرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

لے۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عیسیٰ متروکی ۲۳۵، المصنف ۱۰ ص ۳۹، مطبوعہ دارالقرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

اذ وجد منه ريح الخمر فقال اشرب الرجس
وتكذب بالقرآن والله لا تزاولني حتى
اجلداك فجلده الحد - ۱۷

کو اسی طرح پڑھا تھا تو آپ نے فرمایا تم نے اچھی قرأت کی،
جس وقت یہ بحث ہو رہی تھی اچانک اس کے منہ سے فر
(شراب) کی بو آئی، حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم ناپاک شراب
پیتے ہو اور قرآن کی تکذیب کرتے ہو؛ سنا! میں تم کو اس
وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم پر حد نہ لگا دوں،
پھر حضرت ابن مسعود نے اس پر حد لگا دی۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷

اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شراب کی بو کی بنا پر حد جاری کر دیتے تھے۔
اور یہ واقعاتی شہادت کا اعتبار کرنے پر واضح دلیل ہے۔

آئینہ صحابہ پیش کرنے کے بعد اب ہم اس مسئلہ پر اقوال فقہاء کا ذکر کریں گے۔ امام احمد کے ایک قول کے مطابق شراب
کی بو کے ثبوت سے حد لازم ہو جاتی ہے، امام مالک کے نزدیک اگر دو گواہوں سے شراب کی بو ثابت ہو جائے تو حد ہوگی
اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک محض بو کے ثبوت سے حد لازم نہیں ہوگی۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ واقعاتی
شہادت کی بنا پر شراب کی حد لگائی جاسکتی ہے۔

ہر چند کہ فقہاء اخلاف کے نزدیک محض شراب کی بو پائی جانے سے یا کسی کو شراب کی تہے کرتے دیکھنے سے
اس پر حد لازم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شراب پینے کا اقرار نہ کرے یا دو گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی نہ دیں لیکن
فقہاء اخلاف کے نزدیک بھی ایسے شخص کو تہنیری سزا دی جاسکتی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ:

کیونکہ یہ احتمال ہے کہ اس کو جبراً شراب پلائی گئی ہو
یا اس نے مجبوراً شراب پی ہو لہذا اس شک کی بنا پر حد جاری
نہیں ہوگی، مصنف نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نشہ
میں پایا گیا اور اس کے شراب پینے پر گواہی قائم ہوئی اور
نہ اس نے اقرار کیا تو اس احتمال کی وجہ سے اس پر حد نہیں
ہوگی اور البحر الرائق میں ہے کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اس کو
کسی مباح چیز کے پینے سے نشہ ہو گیا ہو، لیکن قبستانی میں
ہے کہ شراب کی بو پائی جانے سے یا نشہ میں پائے جانے
سے اس کو تہنیری لگائی جائے گی۔

لا احتمال انہ شربھا مکروھا او مضطرا
فلا یجب الحد بالشک و اشار الی انہ لو
وجد سکران لا یحد من غیر اقرار و لا
بینة لا احتمال ما ذکرنا و انہ سکر من
المباح بحر لکنہ یعزما بوجرد الریح
او السکر کما فی القہستانی - ۱۸

۱۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵-۲۲۴-۲۲۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۱۸۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی، ۱۳۹۶ھ

۱۹۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

علامہ ابن رشد مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک صرف شراب کی بوسے کے ثبوت سے حد لازم نہیں ہے بلکہ امام مالک کے نزدیک اس پر مدہ بے بشر طیکہ مدد گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ اس شخص کے منہ سے شراب کی بڑا کر رہی ہے یہ

علامہ ابن قدامہ جنہلی لکھتے ہیں کہ امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی طرح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر شراب کی بڑا کر رہی ہو یا اس کو شراب کی تہ کرتے ہوئے دیکھا جائے تو اس پر مدہ ہے۔ کیونکہ شہیجی روایت ہے کہ علقمہ انصاری نے تدارک کے خلاف حضرت عمر کے سامنے شہادت دی کہ انہوں نے اس کو شراب کی تہ کرتے دیکھا ہے، حضرت عمر نے فرمایا جس شخص نے شراب کی تہ کی اس نے شراب کو پیا اور اس پر شراب کی حد لگا دی۔ اسی طرح حضرت عثمان کے سامنے ولید بن عقبہ کے خلاف ایک شخص نے شراب پینے کی گواہی دی اور دوسرے نے شراب کی تہ کرتے ہوئے دیکھنے کی گواہی دی، حضرت عثمان نے فرمایا جب تک شراب پینے کی تہ نہیں اس کی تہ کیے کرے گا حد حضرت علی سے کہا اس پر حد لگائی، حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے حد لگانے کے لیے کہا اور انہوں نے حد لگا دی (صحیح مسلم) مذکورہ بعد رجال بات سے واضح ہو گیا کہ صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود واقعاتی شہادت کی بنا پر حد لگا دیتے تھے، امام مالک کا یہی مسک ہے اور امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر قہر ہے۔

واقعاتی شہادت اور قرآن خارج جیسے زنا کا ثبوت

ان قرآن میں سب سے واضح ترین صورت کا بغیر نکاح کے حامل ہونا ہے۔ احادیث میں حمل کو بھی زنا کے ثبوت کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب يقول الرجل والنساء اذا احصن اذا قامت البینة او كان الحبل او الاعتراف۔ ۳۵

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مرد و عورتوں میں سے جو شادای شدہ شخص بھی زنا کرے اس کے لیے قرآن مجید میں رجم کا حکم ہے، بشرطیکہ گواہوں سے زنا ثابت ہو یا بغیر نکاح کے حمل ہو یا زانی اعتراف کر لیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے لگہ

- ۱۔ تاجی البر الوہید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۲۔ علامہ سرفراز الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ جنہلی متوفی ۶۲۰ھ السننی ج ۹ ص ۱۲۹، ۱۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
- ۳۔ امام مالک بن انس اسمعی متوفی ۱۶۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۲۸۵، مطبوعہ مطبعہ مہتمماتی پاکستان لاہور
- ۴۔ امام ابوحنیفہ بن مسلم بن عیاض متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ فزاد محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کو بغیر نکاح کے حمل ہو جائے تو یہ اس کے زنا کی واقعاتی شہادت ہے ہوا کہ وہ شادی شدہ ہے تو اس کو رجم کر دیا جائے گا اور اگر کنزاری ہے تو اس کو سوکھٹے گلے جا میں گئے۔

علامہ نووی شافعی اس مسئلہ میں بیان مذاہب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عمر، امام مالک اور ان کے تابعین کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی عورت حاملہ ہو جائے اور اس کا شوہر یا مالک نہ ہو اور نہ یہ ثابت ہو کہ اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا تھا تو اس پر حد لازم ہو جائے گی الا یہ کہ وہ مسافر ہو یا وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کا کوئی شوہر یا مالک ہے، فقہاء مالکیہ نے کہا ہے اگر اس نے زنا بالجبر کے خلاف استغاثہ نہیں کیا تھا تو ظہور حمل کے بعد جبر کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور مجہور علماء یہ کہتے ہیں کہ فقط ظہور حمل سے حد لازم نہیں آتی خواہ اس کا شوہر یا مالک ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ مسافر ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ جبر کا دعویٰ کرے یا نہ کرے یا خاموش رہے حد صرف اقرار یا گواہوں سے لازم آتی ہے۔ ۱۔

علامہ ابو عبد اللہ عثمانی مالکی لکھتے ہیں کہ اگر ظہور حمل سے پہلے ایسی علامات پائی جائیں جو حاملہ کے ساتھ زنا بالجبر پر دلالت کرتی ہوں مثلاً وہ چینی چلائی ہو یا خون آلودہ ہو یا روتی اور چیختی ہوئی آئی ہو اور پھر ظہور حمل کے بعد وہ زنا بالجبر کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا ورنہ اس کا دعویٰ جبر غیر مسموع ہو گا اور اس پر حد لازم ہوگی۔ ۲۔

امام مالک نے روایت کیا ہے کہ ایک شادی شدہ عورت کے ہاں چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو گیا، حضرت عثمان نے اس کو رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ بعد میں حضرت علی نے کہا قرآن مجید میں ہے وحملہ وفضلہ ثلثون شهراً (احقاف، ۱۵) "عورت کا حمل اور اس کا دودھ پھراننا تیس ماہ میں ہے" اور اس سے انہوں نے اس پر استدلال کیا کہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ میں ہے، کیونکہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ حضرت عثمان نے اس سے اتفاق کر کے اپنے پہلے فیصلہ سے رجوع کر لیا، مگر اس عورت کو رجم کیا جا چکا تھا۔ ۳۔

پھر چند کہ حضرت عثمان نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا لیکن اس سے یہ بہر حال ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک صرف ظہور حمل بھی رجم کا موجب ہے۔ اور واقعاتی شہادت کی بناء پر رجم کیا جاسکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک واقعاتی شہادت اور قرآن حد و وغیرہ میں معتبر ہیں۔

میڈیکل رپورٹ کی بناء پر زنا کا ثبوت اگر ایک اجنبی مرد اور عورت ایک کرے سے پکڑے جائیں اور ان کے کپڑے منی سے آلودہ ہوں اور پکڑے جاتے وقت ان کے

چہروں پر گہرا ہٹ اور خجالت کے آثار ہوں اور میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ منی انہی دونوں کی ہے تو کیا اس واقعاتی شہادت سے ان پر حد لازم ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ہر چند کہ ثبوت زنا پر قوی قرینہ موجود ہے لیکن ان پر حد نہیں جاری کی جائے گی بلکہ ان کو تہنیر بری سزا دی جائے گی۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ عثمانی مالکی متوفی ۲۴۸ھ، احوال احوال العلم ج ۴ ص ۲۲۹، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت

۳۔ امام مالک بن انس اموی متوفی ۱۷۱ھ، موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ مطبعہ مجتہدین پاکستان لاہور۔

کیا زانی کے مصلحت استغناء کرنے والی لڑکی پر حد قذف لگے گی؟ ایک دھشت زدہ کفاری لڑکی میں کا

ابا س تار تار اور خون آلود ہے رذقت اور آئسہ بہاتی ہوئی پولیس کے پاس پہنچتی ہے اور کہتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے۔ اس شخص کو فوراً موقوفہ حرارت پر گرفتار کر لیا جاتا ہے اور میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس لڑکی سے دخول کیا گیا ہے اور اس شخص کی منی اس لڑکی کے اندام نہانی میں موجود ہے۔ قزاق سوال یہ ہے کہ اس قریبہ کی وجہ سے اس شخص پر زنا کی حد لازم ہو گی یا جبر چارم ہوگا۔ انہوں نے اس شخص کی طرف زنا کی نسبت کرنے کی وجہ سے اس لڑکی پر حد قذف لگائی جائے گی؟ اس کا حل یہ ہے کہ عورت زنا کے لیے یقیناً یہ قوی قریبہ ہے لیکن اس شخص پر حد لگانے کے بجائے اس کو تفریراً سزا دی جائے جیسا کہ فقہاء شراب کی بڑگی بنا پر شراب کی حد تو نہیں جاری کرتے لیکن تفریراً سزا دیتے ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ بیہ چارم ہوگا۔ انہوں نے کسی شخص کی طرف زنا کی نسبت کرنا قذف ہے اور اس کو تہمت لگانا ہے اس لیے اس لڑکی پر حد قذف لگنی چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قذف اس وقت ہوگا جب کوئی شخص کسی کو تہمت اور بدنام کرنے کی حیثیت سے اور مسلمانوں میں ایک شخص بات کو چیلانے کی طرح سے اس پر زنا کی تہمت لگائے، اس کے علاوہ اگر کسی غرض صحیح کی وجہ سے کوئی شخص کسی کی طرف زنا کی نسبت کرے تو یہ قذف نہیں ہے مثلاً ایک شخص حاکم کے سامنے اعتراف جرم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس لیے مجھ پر حد جاری کی جائے۔ اب اس کے اعتراف سے اس پر تفریراً حد لازم ہو جائے گی لیکن اس کے اعتراف سے اس عورت پر اس وقت تک حد لازم نہیں ہوگی جب تک کہ وہ عورت خود اعتراف نہ کرے اور اس شخص نے جو اعتراف جرم کرتے ہوئے یہ کہہ لیا ہے کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور اس عورت کی طرف زنا کی نسبت کی ہے یہ قذف نہیں ہے اور زنا کلمات سے اس شخص پر حد قذف لگنی ہوگی کیونکہ ان کلمات سے اس شخص کا مقصد اپنے جرم کا اعتراف کرنا ہے نہ کہ کسی کو بدنام اور تہمت کرنا مقصود ہے۔ اس کی نظیر یہ حدیث ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ وزید بن خالد الجہنی انہما قالان رجلا من الاعراب اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اللہک الا قضیت لی بکتاب اللہ فقال الخصم الآخر وهو افقہ منہ نعم فاقض بیننا بکتاب اللہ وأذن لی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قل قال ان ابنی کان عسیناً علی ہذا افتری بأمرآة وانی انحریت ان علی ابنی الرجھ فافتدیت منہ بمائة شاة وولیدة فسالت اهل العلم فاخبرونی انما علی ابنی جلد ما شاة

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی نے آکر کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرا بیٹے صرت کتاب اللہ سے کریں، دوسرا شخص جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا اس نے کہا: اب آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے اور مجھے (واقعہ) عرض کرنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا بیان کرو، اس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ان مزوور تھا اور اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا، مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا، میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک باندی اور سو

وتغریب عام وان علی امرأۃ هذا الرجم
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی
نفسی بیدہ لا قضین بینکما بکتاب اللہ
الولیدۃ والغنم رد وعلی ابنک جلد ما ثمتہ
وتغریب عام اغدی یا انیس الی امرأۃ
هذا فان اعترفت فارجمها قال فقعدا
علیہا فاعترفت فامر بہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرجمت۔

بکریاں فدیہ دیں، پھر میں نے عمار سے پوچھا انہوں نے کہا
میرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلا وطن
کیا جائے گا، اور اس شخص کی بیوی کو رجم کیا جائے گا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے
قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ میں تمہارے درمیان
کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ بائدہ اور بکریاں تم کو واپس
کر دی جائیں گی، اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے
اور ایک سال کے لیے جلا وطن کیا جائے گا، اسے انیس یا
بسیج اس شخص کی بیوی کے پاس جانا اگر وہ (زنا کا) اعتراف
کرے تو اس کو رجم کر دینا، حضرت امیں بسیج گئے اس عورت
نے اقرار کر لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مزود کے والد نے کہا تیرے بیٹے نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا ہے، لیکن
چونکہ اس کا مقصد اپنے بیٹے کی سزا کو مسلم کرنا تھا، اس عورت کو متہم کرنا یا اس کو سزا دلوانا مقصود نہیں تھا اس لیے
اس قول کو تہذیب نہیں قرار دیا گیا اور نہ صرف اس کے کہنے سے اس عورت کو رجم کیا گیا بلکہ اس عورت کے اعتراف کی بناء
پر اس کو رجم کیا گیا۔ اسی طرح جو لڑکی اظہار شکایت کے لیے یہ کہتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ ظلم اور جبر
زنا کیا ہے اس کا مقصد اپنی مظلومیت کا بیان ہے، اس شخص کو بدنام کرنا اس کا مقصد نہیں ہے اس لیے نہ اس کو حد
لگے گی اور نہ صرف اس کے اس قول کی وجہ سے اس شخص کا زانی ہونا ثابت ہوگا تا وقتیکہ اس کے خلاف دوسرے دلائل
مستقام ہو جائیں۔

صحیح مسلم کی اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مطلقاً کسی کی طرف زنا کی نسبت کرنا تہذیب نہیں ہے، اس لیے استثناء
اور اظہار شکایت کے طور پر کسی مظلوم لڑکی کا یہ کہنا کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے تہذیب نہیں ہے۔ اور
اس پر دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

لا یحب اللہ الجہم بالسوء من القول الا
من ظلم۔ (نساء ۱۲۸)

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن مجاہد ان المراد لا یحب اللہ
بسمانہ ان یندم احد احدًا او یشکوہ۔ الا
من ظلم) فیجوز لہ ان یشکو ظالمہ ویظہر

اللہ تعالیٰ بری بات کے آشکارا کرنے کو پسند
نہیں فرماتا مگر اس شخص سے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہ
ہے کہ کسی کی کسی کے مذمت کرنے یا اس کی شکایت کرنے
کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے لیکن مظلوم کے لیے ظالم

اور وین کورہ ہوا تھا قد صنعہ وعن الحسن
والسدی وهو المروی عن ابی جعفر رضی
اللہ عنہ - طہ

کی شکایت کرنا اہل علم کو ظاہر کرنا بااثر ہے اور اہل علم یہ بیان کرے
کہ ظالم نے اس کے ساتھ کیا ظلم کیا ہے اور حسن اور سدی نے بیان کیا
ہے کہ ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

شیخ ابن مزمزم نے ۲۵۶۱ء تکھے ہیں، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک شاہد اور قاضی ہیں فرق نہیں ہے اور ابو ثور اور سلیمان اور
ہمارے صحیح اصحاب کے نزدیک شاہد اور قاضی ہیں فرق ہے لہذا زنا کے شاہد پر حد نہیں لگانی جائے گی عمامہ وہ اکیلا ہوتا ہے اور ہماری دلیل یہ
ہے کہ قرآن اور سنت میں شاہد اور قاضی میں فرق کیا گیا ہے اور مصنف توفیق پر لازم کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، والذین یؤمنون بالمحسنت
طہ لیا تو ایسا، بعتہ شہداء و فاجلہ و هو ضمانتین جلد۱۰ - "مورگ پاک دامن مور ترقی پر تہمت لگائیں اور پھر چاند گراؤ
لا میں قرآن تہمت لگانے والوں کو کسی کوڑے مارو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والے سے فرمایا: البینۃ والا حد فی ظہم لک
دراگہ لاؤرن نہ ہاری نیست پر کوڑے لگانے جاتی گے، "پس بلا شک و شبہ قرآن مجید کی نفس قطعی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح ارشاد سے ثابت
ہو گیا کہ قاضی اور تہمت لگانے والے ہر ہے، شاہد اور بینہ ہر حد نہیں ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہمتا سے عمن تہمتا سے اموال
تہدی عربی عن ابن تہاری کما ہیں ایک دوسرے پر اس طرح حملہ میں اس طرح اس مہینہ میں اس دن کی حوصت ہے اور گراہ کی کھال بلا شک و شبہ حرام
ہے اور قرآن اور سنت نے گواہ اور تہمت لگانے والے میں فرق کیا ہے اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ایک کا حکم دوسرے پر لاگو کیا جائے یہی چیز قرآن
اور سنت سے ثابت ہے۔ اور یہی چیز اجماع سے ثابت ہے، کیونکہ کسی اختلاف کے تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ جب ایک شخص کسی کے خلاف
زنا کا گواہی دے جو دوسرا پھر تیسرا اور پھر چوتھا قرآن چاروں پر حد نہیں ہے حالانکہ گواہی دیتے وقت ہر ایک سے تنہا گواہی دی جاتی اور کوئی پتا نہیں تھا کہ بعد
میں باقی گواہ اس کی موافقت کریں گے یا نہیں، اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر ایک ہزار نیک آدمی کسی کے خلاف زنا کی تہمت لگائیں اور گواہ پیش
کریں قرآن پر حد لگ جائے گی، اس اجماع سے بھی یہ ظاہر ہو گیا کہ شاہد اور قاضی کے حکم میں فرق ہے۔

اور بطریق تیسرا ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر شاہد اور قاضی کا حکم ایک ہو تو قاضی سے زنا بھی ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ جب ایک شخص گواہی دے گا تو وہ قاضی
قریب پائے گا اور اس پر حد لگ جائے گی اور جب دوسرا گواہی دے گا تو وہ بھی قاضی قرار پائے گا و علی ذلالتی اس، لہذا شاہد اور قاضی دونوں کو ایک قرار دینا
قرآن مجید صحیح حدیث، اجماع اور تیسرا جلی کے خلاف ہے۔ رطلی ج ۱۱ ص ۲۶۱-۲۶۰، مطبوعہ مطبوعہ ادارۃ المطابعۃ السنیہ بیصر ۱۳۵۲ھ

شاہد اور قاضی کے فرق کی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تہمت یہ ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کو تہمت اور بدنام کرنے کی حیثیت سے
اور مسلمانوں میں ایک شخص بات چیلانے کے سبب سے اس پر زنا کی تہمت لگانے اور اگر کسی اور شخص کو تہمت لگانے کی طوت زنا کی نسبت کی جائے تو یہ تہمت
نہیں ہے اس طرح حضرت عمار نے اپنے نفس پر زنا کا اقرار کیا اور اپنے اور پھر جاری کرنے کا مطالبہ کیا نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ تم ایک
عظیفہ پر زنا کی تہمت لگاؤ، ہوا جب صحیفہ (نزد رسول) کے باپ نے کہا کہ میرے بیٹے نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا ہے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس شخص
کی بیوی پر زنا کی تہمت لگانی ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ مطلقاً کسی کی طوت زنا کی نسبت کرنا تہمت نہیں ہے سوائے اس اصول پر ہم یہ کہتے ہیں کہ
اگر کسی عورت کے ساتھ جبراً اور ظلماً زنا کیا گیا ہو اور قاضی سے اس کا مظلوم ہونا ثابت ہو تو اس کے استناتہ کو تہمت نہیں قرار دیا جاتا
جائے گئے اور اب اس سے کہن اس عورت کے قول کی بنا پر اس شخص کو زانی نہیں قرار دیا جائے گا ہاں اگر دیگر قرائن اور ضوابط سے اس کا حکم
ثابت ہو جائے تو اس کو تہمت پر لا سوازی جا سکتی ہے، چونکہ ہم نے اپنی تقریر میں اس عورت کی مظلومیت کے مدلل ہونے کی تہمت لگانی ہے اس لیے

طہ - مدار سید محمود اکیسی مرتبہ ۱۳۵۰ھ، مدعہ الحالی ج ۲ ص ۲ مطبوعہ التراث العربی بیروت

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ پھر تو ہر عورت جس مرد سے دشمنی رکھے اس کے خلاف عدالت میں زنا بالجبر کا مقدمہ دائر کر سکتی ہے۔
امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن اشعث عن الحسن انه سئل عن
المرأة تعلق بالرجل فتقول: فعل بي،
فقال الحسن: قد فت رجلا من المسلمين،
عليها الحد قال: وقال ابراهيم هي طالبة
حق، كيف تقول. لہ

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال
کیا گیا کہ ایک عورت نے کہا کہ ایک مرد نے اس کے ساتھ
زنا کیا ہے، حسن نے کہا اس نے ایک مسلمان مرد پر تہمت
لگائی ہے اس پر حد تذف ہوگی۔ ابراہیم نخعی نے کہا کہ وہ اپنے
حق کا مطالبہ کر رہی ہے، تم کیا کہہ رہے ہو یعنی اس پر حد
تذف کس طرح لازم کرتے ہو؟

اس سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کے نزدیک بھی یہ تذف کی صورت نہیں ہے خاص طور پر ایسی شکل میں جب قرآن فاریح
اور واقعاتی شہادتیں بھی عورت کی مظلومیت پر دلالت کرتی ہوں، نیز اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ قرآن اور سنت میں جہاں
زنا کے ثبوت کے لیے چار مرد گواہوں کی شرط لگائی گئی ہے وہ سب ایسے واقعات ہیں جہاں ایک تیسرا شخص کسی مرد اور
عورت کے بارے میں یہ تہمت لگائے کہ انہوں نے باہمی رضامندی سے زنا کیا ہے۔ قرآن مجید یا کسی صحیح حدیث میں
یہ تصریح نہیں ہے کہ کسی عورت کے ساتھ ظلم اور جبر کے ساتھ زنا کیا گیا ہو اور ایسی صورت میں بھی وہ عورت حاکم سے اپنی
مظلومیت کو بنیہ چار مرد گواہوں کے بیان نہیں کر سکتی اور اپنی حادرسی کے لیے کوئی چارہ اختیار نہیں کر سکتی اور اس کا شٹیک
اور ترقی یافتہ دور میں جب کہ میڈیکل رپورٹ کے ذریعہ اس عورت کے بیان کا تصدیق ہو جائے تو اس مرد کو تفریری
سزا دی جانی چاہیے اور اس عورت پر حد تذف نہیں ہوگی۔

بعض دیگر فقہاء نے بھی شاید اور قاذف میں بھی فرق کیا ہے باقی طور کہ جو شخص شہادت دینے کے لیے کسی کی طرف زنا کی
نسبت کرتا ہے اس کو قاذف نہیں کہا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ ابو الخطاب نے اس میں دو روایتیں ذکر کی ہیں اور امام شافعی کے بھی اس میں دو قول ہیں (المختار ج ۱ ص ۳۱۱)
امام رادوی لکھتے ہیں:

لو شهد على الزنا اقل من اربعة لا يثبت
الزنا وهل يجب حد القذف على الشهود فيه
قولان احد هما لا يجب لانهم جاؤا بموجب
الشهود ولانا لوحد دنا لانسد باب الشهادة
على الزنا لان كل واحد لا يامن ان لا يوافق
صاحبه فيلزمه الحد. لہ

اگر چار مردوں سے کم زنا پر گواہی دیں تو زنا ثابت
نہیں ہوگا لیکن کیا گواہوں پر حد تذف لازم ہوگی اس میں دو
قول ہیں ایک یہ ہے کہ حد واجب نہیں ہوگی کیونکہ وہ بلا
گواہ ہیں اور اس لیے کہ اگر ہم ان پر حد تذف لازم کر دیں تو
زنا پر شہادت کا دروازہ بند ہو جائے گا کیونکہ اگر گواہ کو یہ
حد شدہ درپیش ہوگا کہ دوسرا گواہ اس کی موافقت نہ کرے اور
اس پر حد لازم ہو جائے۔

۱۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ مترقی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۳۶۶ھ

۲۔ امام فخر الدین محمد بن فیاض الدینی مترقی ۷۰۱ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

جلد خاص

امام مازہ کے اس اقتباس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاید کو تاذت اس لیے نہیں قرار دیا جائے گا کہ اس کا مقصد صرف ایک واقعہ کی حاکم کے سامنے شہادت ادا کرنا ہے، کسی شخص کو زنا کی بہت لگا کر بدنام کرنا اور ایک شخص بات کو مسلمانوں کے درمیان پھیلانا اس کا مقصد نہیں ہے، اسی طرح مظلوم لڑکی اپنے اڈپر کیسے ہونے ظلم کا اظہار کرنے کے لیے حاکم کے سامنے یہ بیان کرتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ جبراً زنا کیا ہے اس کو بھی قاذفہ نہیں قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس کا مقصد بھی صرف اپنی مظلومیت کا اظہار ہے۔

نیز جس طرح دوسری حدود شک اور شبہ سے ساقط ہوجاتی ہیں تو شک اور شبہ کی بنا پر حدتذت بھی ساقط ہوجاتی ہے اور جس عورت سے جبراً زنا کیا گیا ہے اور وہ اپنا حق طلب کرنے کے لیے لایحیب الجہر یا بالسوء من القول الا من ظلمہ۔ کی بنیاد پر استثناء کرتی ہے اور نیز جاری راہوں کے اپنا مقدمہ پیش کرتی ہے تو اس آیت سے اس عورت کو شبہ کا فائدہ بہر حال مناسب ہے اور اس سے حدتذت ساقط ہوتی ہے۔

دیکھیے محامد سے نکاح کر کے وطن کرنا کھلا ہوا زنا ہے لیکن امام ابوحنیفہ اس کو زنا نہیں قرار دیتے، کیونکہ اس نے نیز نکاح کے وطن نہیں کی بلکہ نکاح کر کے وطن کی ہے، اور ہر چند کہ محامد سے نکاح باطل ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو یہ شبہ ہو کہ نکاح کی بنا پر محامد کی وطن حلال ہو گئی۔ اس وجہ سے امام اعظم امام ابوحنیفہ اس کو زنا نہیں قرار دیتے اور اس شبہ کی بنا پر اس سے حدزنا ساقط کر دیتے ہیں تو مظلوم لڑکی اس آیت لایحیب اللہ الجہر یا بالسوء من القول الا من ظلمہ کی بنا پر اپنی مظلومیت کا اظہار کرنے کے لیے یہ بیان کرتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے تو وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس سے حدتذت ساقط کر دی جائے، اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اول تو اس لڑکی کا یہ قول حدتذت نہیں ہے لیکن اگر اس کو بالعرض تذت مان لیں بیابانے تو چونکہ وہ اس آیت کی بنیاد پر اپنی مظلومیت کا اظہار کر رہی ہے اس لیے اس کو شک کا فائدہ ملے گا اور اس سے حدتذت ساقط ہوجائے گی لیکن وہ لڑکی جس شخص کے بارے میں یہ کہتی ہے کہ اس شخص نے اس لڑکی کے ساتھ جبراً زنا کیا ہے صرف اس لڑکی کے کہنے کی وجہ سے اس شخص کا زنا ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ دوسرے دلائل مثبتاً نہ کیے جائیں۔

یہ نفع فریادی لڑکی سے حدتذت کے ساقط ہونے پر بڑی تفصیل سے بحث اس لیے کی ہے کہ میں نے دیکھی کہ بعض محدث اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ دیکھو اگر کسی لڑکی سے کوئی شخص جبراً زنا کرے تو وہ دالمت میں آکر اپنی مظلومیت بیان بھی نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کے پاس چارہ درگاہ نہیں ہیں اور اگر بیان کرے گی تو اس پر حدتذت لگے گی، میں نے اسلام کے دفاع میں یہ مسطور بھی ہیں، استدھانی قبول فرمائے۔ (آئین)۔

قائل کے تعین پر واقعاتی شہادت سے استدلال | بعض واقعاتی شہادتیں اور عادی قرائن ایسے ہوتے ہیں جن سے قائل متین ہوجاتا ہے، مشافہہ کوئی شخص کسی خالی مکان سے اس حال میں باہر نکلا کہ اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی اور وہ گھولایا ہوا قتا اس کے ہر گھونہ مابکر دیکھی گیا کہ میں اسی وقت ایک شخص نہ لگا ہوا پڑا ہے تو اب اس باطن میں کسی شبہ کی گمان نہیں ہے کہ قاتل

وہی مکان سے نکلنے والا شخص ہے، اس صورت میں اس وہم کی طعن توجہ نہیں کرنی چاہیے کہ ممکن ہے اس شخص نے عروکشی کر لی ہو اسی طرح ایک شخص ایک مکان سے گھبرائی ہوئی حالت میں باہر آیا اس کے پاس سے ایک پستول برآمد ہوا جس سے بارود کی برآہی تھی اور اس مکان میں ایک شخص پستول کی گولی سے مرہا پایا گیا اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے ثابت ہو گیا کہ اسی پستول کی گولی سے اس شخص کو ہلاک کیا گیا ہے مزید یہ کہ پستول پر اس شخص کی انگلیوں کے نشان تھے اور کسی شخص کا کوئی نشان نہیں تھا تو اب اس شخص کے قاتل ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ اسی طرح بال، خون اور انگلیوں کے نشانات سے بھی قاتل کے تعین میں مدد مل سکتی ہے، یہ سب قرائن اور واقعاتی شہادت ہیں اور اسلام میں مستبر ہیں الا یہ کہ ملزمان کسی نسبت زیادہ قوی شہادت سے اپنی بلاوت ثابت کر دیں۔

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں کہ شارع کا یہ مقصود نہیں ہے کہ اموال حدود اور قصاص میں کسی شخص کے دعویٰ کا ثبوت صرف دہم دگواہوں کے پیشین کرنے پر موقوف ہے بلکہ خلفائے راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کی بنا پر حدینا جاری کی ہے اور شراب کا ہوا دقتے کا وجہ سے شراب نوشی کا حد جاری کا ہے، اسی طرح اگر چوری شدہ مال کسی شخص کے پاس سے برآمد ہو جائے تو وہ اس کے چوری کرنے پر عمل اور شراب کی نالی کھرنے سے زیادہ بڑا قرینہ ہے، اور جرمات و دیلات اور احتمالات چوری کی نفی میں بیان کیے جائیں گے وہ سب احتمالات عمل اور شراب کی تہ میں بھی بیان کیے جاسکتے ہیں، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان شبہات کی طرف توجہ نہیں کی جن سے صریح مشاہدہ کی تکذیب ہوتی ہے۔ لہذا امام احمد بن حنبل اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک اضطراری صورت میں کفار کو گواہ بنانا جائز ہے،

کفار کی شہادت خلا سفر میں جب کوئی مسلمان شخص موجود نہ ہو اور کسی کو وصیت پر گواہ بنانا ہو تو دو نیک فصلت کافروں کو بھی گواہ بنانا جائز ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ امام احمدی دہلی قرآن مجید کی یہ آیت لیا یہا الذین آمنوا شہاداۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیۃ اثنان ذوا عدل منکمما وَاٰخِرَانِ مِنْ غَیْرِکُمْ اِنْ التَّمْضُرِ بِتَمِّ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْکُمْ مَصِیْبَةُ الْمَوْتِ۔ (ما شہد ۱۰۶: ۱۱۸)

اسے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کا نصاب شہادت یہ ہے کہ تم میں سے دو نیک آدمی گواہ بنائے جائیں اور اگر وہ سفر میں ہو اور اس کی وصیت آپہنچے تو فیہر مسلمانوں سے ہی دو گواہ بنالیے جائیں۔

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اہل کتاب میں سے جب دو ذمی گواہ کسی ایسے مسافر کی وصیت پر گواہی دیں جو وہاں سفر فوت ہو گیا ہو تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی اور ان سے عمر کی نماز کے بدلے صلوات یا جائے گا، ابن خلدون نے کہا ہے کہ اکثر متقدمین کا یہی قول ہے، شریح، غنی، اوزاعی اور یحییٰ بن حمزہ نے اس کی تصریح کی ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی نے کہا ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ جن کی گواہی وصیت کے علاوہ قبول نہیں کی جاتی ان کی گواہی وصیت میں بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ اور جب اس صورت میں حناق کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تو کفار کی گواہی بطریق اولیٰ نہیں قبول کی جائے گی اور اس آیت کے جواب میں انہوں نے کئی تاویلات کی ہیں، ایک تاویل یہ ہے کہ اس آیت سے تحمل شہادت مراد ہے۔

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی نے کہا ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ جن کی گواہی وصیت کے علاوہ قبول نہیں کی جاتی ان کی گواہی وصیت میں بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ اور جب اس صورت میں حناق کی گواہی بطریق اولیٰ نہیں قبول کی جائے گی اور اس آیت کے جواب میں انہوں نے کئی تاویلات کی ہیں، ایک تاویل یہ ہے کہ اس آیت سے تحمل شہادت مراد ہے۔

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی نے کہا ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ جن کی گواہی وصیت کے علاوہ قبول نہیں کی جاتی ان کی گواہی وصیت میں بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ اور جب اس صورت میں حناق کی گواہی بطریق اولیٰ نہیں قبول کی جائے گی اور اس آیت کے جواب میں انہوں نے کئی تاویلات کی ہیں، ایک تاویل یہ ہے کہ اس آیت سے تحمل شہادت مراد ہے۔

امداد شہادت مراد ہے، دوسری تاویل یہ ہے کہ من غیر کم سے وہ مسلمان شخص مراد ہیں جو مسافر کے رشتہ دار نہ ہوں، اور ایک تاویل یہ ہے کہ شہادت سے مراد قسم ہے۔ علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں اور ہماری دلیل سورۃ مائدہ (۱۰۶) کی زیر بحث آیت کا ظاہری معنی ہے۔ لہ

علامہ قرطبی کا کہتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں تین قول ہیں:

قول اول اس آیت میں منکم کی تفسیر سے مسلمان مراد ہیں اور ان من غیر کم سے کا مراد ہیں اس تفسیر کی بناء پر سفر میں وصیت کے متعلق اہل کتاب کی شہادت مانگنے سے اور آیت کے سیاق اور احادیث کی روشنی میں یہی تفسیر زیادہ صحیح ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن قیس (علامہ قرطبی نے عبداللہ بن قیس ہی لکھا ہے لیکن صحیح عبداللہ بن مسعود ہے۔ سیدی) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مرتفع ہے، اور فقہاء و تابعین میں سے سید بن المسیب، یحییٰ بن یحییٰ، سید بن جبیر، ابو یوسف، ابو حنیفہ، ابوالاعلیٰ، شریک، عبیدہ سلطانی، ابن سیرین، مجاہد، قتادہ اور سدسی وغیرہم کا بھی یہی نظریہ ہے۔ اور لہد کے فقہاء میں سے سفیان ثوری، ابو عبیدہ انصاری، امام احمد بن حنبل اور امام احمد بن حنبل کا بھی مسلک ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا جب مسلمان نہ ہوں تو ذی کافروں کو مسلمانوں پر گواہ بنانا جائز ہے، کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت مسلمان صرف مدینہ میں تھے اور وہ ذی کافروں، بنت ہرستوں اور دوسری قسم کے کافروں کے ساتھ سفر کرتے تھے حضرت ابو موسیٰ اور شریک وغیرہ کے مذہب پر یہ آیت حکم ہے۔ (یہی منسوخ نہیں ہے)۔

قول ثانی زید بن اسلم، امام مالک، امام شافعی اور امام ابو یوسف وغیرہم کا یہ نظریہ ہے کہ "اور ان من غیر کم" منسوخ ہے البتہ امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ کفار کی آپس میں گواہی جائز ہے۔ ان فقہاء نے ممن تو رضون من الشہداء - "جن گواہوں کو تم پسند کرو" اور واشہدوا ذوی عدل منکم "اپنوں میں سے ایک رگوں کو گواہ بناؤ" سے استدلال کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ آیت مزینہ (جس میں ممن تو رضون من الشہداء ہے) سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے اور یہ سورۃ مائدہ کی اس آیت (۱۰۶) کی ناسخ ہے۔ اور نیز اس لیے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ فساق کی شہادت جائز نہیں ہے اور کفار فساق ہیں اس لیے ان کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(علامہ قرطبی جہد رکارڈ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ہر چند کہ جمہور کے دلائل صحیح ہیں لیکن سفر میں وصیت کے متعلق فریوں کی مسلمانوں کے بارے میں شہادت جائز ہے اور یہ خاص اس صورت میں ہے جب مسلمان گواہ نہ مل سکیں تو فریوں کی بنا پر اہل ذمہ کو گواہ بنانا جائز ہے، اور جب مسلمان گواہ متیسرے ہوں تو فریوں کو گواہ نہیں ہے اور اس آیت کے نزول کے موقع پر صحابہ حاضر تھے ان میں سے کسی نے سورۃ مائدہ کی آیت کے منسوخ ہونے کا قول نہیں کیا۔ اور تین صحابہ نے یہ تصریح کی ہے کہ سفر میں جب مسلمان نہ ہیں تو وصیت کے بارے میں کافروں کو گواہ بنانا جائز ہے۔ اور ان صحابہ کے نظریہ کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ سورۃ مائدہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس اور ابن عمر وغیرہ نے کہا ہے کہ سورۃ مائدہ کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ جمہور نے اس آیت کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی آیت کے منسوخ ہونے کا قول اس وقت کیا جاتا ہے جب وہ ایک دوسرے کے اس طرح منافی ہوں کہ ان کو جمع کرنا ممکن

۱۔ علامہ شمس الدین عبدالرحمن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ والشرح الحکیم ج ۱۲ ص ۳۰۳-۳۰۴ مطبوعہ دارالکتاب بیروت

وجہ سے مخالفین، اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت کا اعتبار نہ کر کے عورت کی حق تلفی کی ہے اور ممالک میں عورت کی شہادت کو نصف قرار دے کر عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے مگر کیا اسلام کے نزدیک عورت محفل انسان نہیں ہے اور حدود اور قصاص میں چونکہ اس کی شہادت اصلاً جائز نہیں ہے اس لیے ان مقدمات کے لحاظ سے عورت کا وجہ نصف انسان ہونے سے بھی ساقط ہو گیا!

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ عورت کی شہادت کی متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب کو تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیں تاکہ تاریخین کرام اسلام کے نقطہ نظر کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں۔

عورت کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات (۱) زنا کے اثبات کے لیے چار آزاد مسلمان مردوں کو گواہی جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن قدامہ جنلی سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی نظریہ ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی، علامہ یحییٰ بن شرف نووی اور علامہ ابن رشد مالکی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔
 (۲) - بقیہ حدود اور قصاص میں کم از کم دو آزاد اور مسلمان مردوں کی گواہی ضروری ہے، اور عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن قدامہ جنلی نے تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی نظریہ ہے۔

(۳) - عطا اور حماد سے منقول ہے کہ تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی زنا ثابت ہو جائے گا اسی طرح عطاء اور حماد کہتے ہیں کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بقیہ حدود اور قصاص کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ یہ حضرات حدود اور قصاص کو بھی احوال پر قیاس کرتے ہیں۔

(۴) - شیخ ابن حزم نے فقہاء اہل ہجر کے اجماع کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت مطلقاً مقبول ہے۔ چنانچہ آٹھ عورتوں کی گواہی سے زنا ثابت ہو جائے گا اور بقیہ حدود اور قصاص میں ایک مرد اور دو عورتیں یا چار عورتیں گواہی دینے سے زنا ثابت ہو جائے گی۔

(۵) - تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن اور کاروباری معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز

۱۔ علامہ سرفراز الدین ابو محمد عبد الشرح ابن احمد بن قدامہ جنلی متوفی ۷۲۰ھ الحنفی ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۰۵ھ
 ۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۶ ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ زکریا رضویہ سکس۔
 ۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، روشة الطالبین دعة المفتین ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، الطبعة الثانیة، ۱۳۰۵ھ
 ۴۔ قاضی ابوالوہید محمد بن احمد بن رشد مالکی المتوفی ۵۹۵ھ، جازة المجدد ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت
 ۵۔ علامہ سرفراز الدین ابو محمد عبد الشرح ابن احمد بن قدامہ جنلی متوفی ۷۲۰ھ الحنفی ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۰۵ھ
 ۶۔ الحنفی ج ۱ ص ۱۵۴-۱۵۵
 ۷۔ شیخ علی بن احمد بن حزم الحنفی متوفی ۴۵۲ھ، المحلی ج ۹ ص ۳۹۶-۳۹۵، مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ، ۱۳۲۹ھ

ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس کی تصریح کی ہے۔ ۱۔

(۵)۔ علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مالی حقوق کے علاوہ میں مثلاً نکاح، طلاق، وصیت، عدت، حوالہ، وقف اور صلح وغیرہ میں بھی ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے۔ (یعنی حدود اور قصاص کے سوا تمام معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کو گواہ بنانا جائز ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک ان معاملات میں عورت کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے اور امام احمد کے اس میں دو قول ہیں۔ ۲۔

(۶)۔ وہ تمام امور جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے مثلاً حیض، عدت، رضاعت، ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب وغیرہ ان میں صرف ایک عورت کی گواہی بھی جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں کو دیکھنے کی مرد استطاعت نہیں رکھتے ان میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ علامہ مرغینانی حنفی تھے، شارح المہذب شافعی تھے، علامہ ابن قدامہ حنبلی تھے اور علامہ ابن رشد مالکی تھے وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے۔

مالی معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت مقرر کرنے کی وجوہات

عورتوں کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب بیان کرنے کے بعد ہم دو چیزوں کی دفاعت کریں گے۔ ایک یہ کہ قرض کے لین دین اور کاروباری معاملات میں ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو کیوں مشروع کیا گیا ہے اور دوم یہ کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی کا کیوں اعتبار نہیں کیا گیا۔

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس بات میں دو مرد و تیسرے آنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے۔ یہ اختیاری شہادت کا بیان ہے۔ یعنی یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جب کسی ہنگامی، ناگہانی یا اضطراری واقعہ میں کسی مال معاملہ یا کسی انسانی حق میں موقع پر موجود کسی شخص کی گواہی کو اس معاملہ یا حق کے ثبوت میں پیش کرنا ہو، ایسے کسی ہنگامی اور ناگہانی واقعہ میں ایک مسلمان عورت تو الگ رہی، کفار کی شہادت سے بھی وہ معاملہ یا حق ثابت ہو جائے گا، قرآن مجید کی زیر بحث جس آیت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم اپنے قصد اور اختیار سے اپنے کسی کاروباری معاملہ یا قرض کے لین دین پر گواہ بنانا چاہو تو اپنی پسند اور مرضی سے گواہ بناؤ۔ اور وہ دو مسلمان مرد ہیں یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ توسیع اور اختیار کی حالت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتیں کیوں رکھی گئی ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ عدالت میں مدعی علیہ کے خلاف گواہی دینا بہت بڑی جرات، حوصلہ اور دلیری کی بات ہے، کیونکہ جس فریق کے خلاف

۱۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنی ۱۰۵ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۶ ص ۲۵۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکس

۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۱۵۵، مطبوعہ مکتبہ شریک علیہ لبنان

۴۔ شرح المہذب ۲۰۵ ص ۲۵۶۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۵۔ علامہ مولیٰ الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنی ۱۰۵ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۶۔ قاضی ابو الوید محمد بن احمد بن رشد مالکی، شرح المہذب ج ۳ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

گواہی دی جاتی ہے، نظری طور پر وہ فریق اس گواہ کا دشمن ہوتا ہے اور فریق مخالف، گواہ کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے اور مختلف ہتھکنڈوں سے اس کو مہرب اور متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں جب گواہی دینے کے لیے آتی ہیں تو روئے لگتی ہیں یا کوسنا شروع کر دیتی ہیں یا دیکل مخالف کے اعتراضات سے گھبرا کر بے ربط اور اول قول باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ثابت ہے کہ عورتیں مردوں سے فطرتاً کمزور ہوتی ہیں اور ان میں مردوں کی یہ نسبت جرات اور حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو سہ سالانہ جنرل اور کمانڈر نہیں بنایا جاتا، امریکہ میں محدودے چند عورتیں پائلٹ ہیں اور بالعموم ساری دنیا میں عورتوں کو پائلٹ نہیں بنایا جاتا، غرض ہمت، ذہیری اور شجاعت کے تمام کام مردوں کے سپرد کیے جاتے ہیں اور عورتوں کو ان کاموں سے الگ رکھا جاتا ہے۔ چونکہ فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا بہت جرات اور حوصلہ کا کام ہے، اس وجہ سے اسلام نے یہ کام اصلاً اور بالذات دوسروں کے سپرد کیا ہے اور اگر کسی عقد اور معاملہ کے وقت دوم دیتھرن ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، کیونکہ عین ممکن ہے کہ عدالت میں فریق مخالف کی حرج یا اس کے خوف سے عورت اپنی طبیعت کو گواہی سے گھبرا کر کچھ کچھ کہہ دے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان تضلل احدہما فتذکو احدہما

یا کہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد

(بقرہ: ۲۸۲)

الاخروی -

علا قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ضلال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والضلال عن الشہادۃ انما ہونسیان جزؤ منہما و ذکر جزؤ ویسقی المرء حیدران بعد ذلک ضلالہ و کلام بیان کرتے ہیں کہ پچانوسے فی صدقہ مات میں جب عورت گواہی کے لیے پیش ہوتی ہے تو قیاد پر پڑتی ہے یا گھبرا کر اول قول باتیں کرتی ہے یا کوسنا شروع کر دیتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں مرد فطرتاً قوی، جرات مند اور دلیر ہوتا ہے اور فریق مخالف کے دباؤ سے مہرب اور متاثر نہیں ہوتا اس لیے وہ عدالت میں حوصلہ ہارے نیز شیک ٹیک گواہی پیش کرتا ہے۔ اسلام نے جو نظام جانت پیش کیا ہے وہ چونکہ فطرتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اس وجہ سے اس نے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی ہے۔ تاکہ گواہی کے موقع پر ان دونوں عورتوں کو ایک دوسری سے طمانیت خاطر رہے اور ڈھاکس بندھی رہے اور جب عورت بولنا جاوے اور گھبراہٹ میں کچھ کچھ کہنے لگے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے۔

ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو مقرر کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تجارتی مال کی پیچیدگیوں میں عین کی باہر کیوں اور عورتوں کی مزدوری شرانظ اور قیود سے علم طور پر مردوں کی طرح واقف ہوتے ہیں اس کے برخلاف عورت چونکہ نظری اور شرعی طور پر صرف امر زمانہ داری کی ماہر ہوتی ہے اور عام دنیاوی معاملات میں وہ براہ راست ملزمت،

علا ابو جابر محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الحجاج الامام ابوالحسن محمد بن اسماعیل، مطبوعہ انتشارات نامہ نسر و ایران، ۱۳۸۴ھ

نہیں ہوتی اور نہ اس کی بارکیوں سے کا حق واقف ہوتی ہے۔ اس وجہ سے کسی عین دین اور معاہدہ کے وقت فریق مخالف یہ چاہتا ہے کہ اس کے معاملہ پر زیادہ سے زیادہ تجربہ کار اور اہل شخص گواہی دے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اولین مرحلہ میں دو مردوں کو گواہ بنایا جائے اور اگر وہ مرد پتھر نہ آسکیں تو ایک مرد یا دو عورتوں کو گواہ بنا دیا جائے تاکہ اس کے معاہدہ پر زیادہ سے زیادہ بہتر گواہی پیش کی جاسکے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے انسانی فطرت کے قریب گواہی کا یہ ضابطہ مقرر کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عورت چونکہ فطرۃً منقطع مزاج ہوتی ہے اس لیے فریق مخالف کے دلیل کی جرح کے موقع پر اس کا اصل موقف سے ہٹ جانا اور فریق مخالف کے دلائل سے متاثر ہو جانا زیادہ ممکن ہے اس لیے اس کو اصل موقف پر قائم رکھنے کے لیے ایک اور گواہ کی ضرورت ہے تاکہ جب وہ منقطع یا متاثر ہو کر اصل موقف سے پھسلے لگے تو دوسری گواہ اس کو سنبھال سکے اور اس کو بروقت اصل موقف یاد دلا دے۔

مذکورہ صدر بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مالیات کے اعتبار سے وہ امور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے

مشروع اور مقرر کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان سے یا وہ حقیر یا کم درجہ کی مخلوق ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطرۃً منقطع مزاج ہے یا مرد کے مقابلہ میں جرأت اور حوصلہ کم رکھتی ہے۔ یا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ عاوانہ، فطرۃً گھریلو معاملات اور امور خانہ داری میں ماہر ہوتی ہے اور مالیاتی نظام کی بارکیوں اور کاروباری نزاکتوں سے واقف اور ان امور کی ماہر نہیں ہوتی اس لیے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے ورنہ جن معاملات پر اس کی دسترس ہوتی ہے یعنی عورتوں سے متعلق معاملات ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی ہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے۔ اگر اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان ہوتی یا ساقط الاعتبار ہوتی تو عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی قرار دیا جاتا؛ اب ہم تاریخ کے سامنے ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبہ بن الحارث قال تزوجت امرأة فجاءت امرأة فقالت انما ارضعتكما فاتيت فذکرت للنبي صلى الله عليه وسلم فقال وكيف وقد قيل دعها عنك

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ایک اور عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے! میں نے بھی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا: تم اس عورت کو اب نکاح میں کس طرح رکھ سکتے ہو جبکہ یہ شہادت ہو چکی ہے۔ اس عورت کو طلاق دے دو۔

عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں!

نذکرنا الصدور احادیث، آثار، اقوال
یا بعین اور ائمہ مذاہب کی تصریحات

سے یہ واضح ہو گیا کہ جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، ان میں عورت ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اس لیے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ مالی معاملات کی اختیاری گواہی میں چونکہ ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی ہے اس لیے اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے یا اس کی گواہی کو کمتر قرار دیا ہے اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھا انسان ہوتی یا وہ ذلیل اور حقیر ہوتی تو ان معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ کا مدار کیوں رکھا جاتا؟ اگر مرد پر اعتراض کریں کہ بعض نسوانی معاملات میں ان کی شہادت اسلام مستبر نہیں ہے، جبکہ ان معاملات میں عورتوں میں سے ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جاتی ہے تو مردوں کو اسلام نے بالکل سا قاطلاً اعتبار کر دیا اور ان کو آدھے انسان کا درجہ ہی نہیں دیا تو کیا مردوں کا یہ اعتراض درست اور مقول ہو گا؟ نہیں! بلکہ یہی کہا جائے گا کہ جن دنیاوی معاملات میں مردوں کو شہادت کی اہلیت ہے وہاں مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور جن نسوانی معاملات میں عورتیں شہادت کی اہل ہیں وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اسلام نے جس منصف کی شہادت کا جس جگہ اعتبار کیا ہے وہ عین حکمت اور فطرت کے مطابق ہے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

مزید غور فرمائیے کہ اثبات زنا میں دو کے بجائے چار مردوں کی گواہی مقرر کی گئی ہے اب کیا مرد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب ہماری گواہی تو آدمی کر دی گئی ہے کیونکہ باقی عدد اور معاملات میں دو مردوں کی گواہی کافی ہوتی ہے اور اب زنا میں بجائے دو کے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے تو گویا دو مردوں کو ایک کے قائم مقام کیا ہے اور یہ مرد کو آدھا انسان قرار دینا ہے! اس کے جواب میں بھی یہی کہا جائے گا کہ چونکہ زنا کی سنز اہلیت سخت رکھی گئی ہے جس میں شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اس لیے اس کے ثبوت کی بھی کڑی شرط رکھی ہے اور ثبوت زنا کو چار مسلمان مردوں کی گواہی پر موقوف کیا گیا ہے۔

پھر یہ چیز بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ شہادت دینا کوئی حق یا انعام نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو عورتیں کہہ سکتی تھیں کہ ہمارا حق کم کر دیا گیا ہے، عدالت میں جا کر فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا اور اس کی دشمنی مول لینا یہ تو ایک ابتلاء اور مصیبت ہے، بعض اوقات شہادت دینے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑتا ہے اور سفر کی صعوبتیں اٹھانی پڑتی ہیں، اسلام نے صنف نازک پر جیسے اور احسانات کیسے ہیں کہ اس پر معاش اور بچوں کی کنالت کا بوجھ نہیں رکھا، ایام حیض میں نمازوں کا مکلف نہیں کیا، حالت حیض، حمل اور رضاعت میں روزے قضا کرنے کی سہولت دی ہے اسی طرح اسلام کا عورتوں پر یہی احسان اور انعام ہے کہ اس پر شہادت ادا کرنے کا بوجھ کم سے کم رکھا ہے، حدود اور قصاص کے معاملات جن کی گواہی دینے میں زیادہ خطرہ اور مشقت ہے ان میں اس کو شہادت کا بالکل مکلف نہیں کیا اور مالی معاملات میں اس کے بوجھ کو کم کر دیا ہے اور بوجھ ایک مرد پر ڈالا جاتا ہے وہ دو عورتوں پر تقسیم کر دیا الحمد للہ علی احسانہ و انعامہ۔

کیا اصالتاً صرف ایک عورت گواہ ہوتی ہے اور دوسری محض اس کی معاون ہوتی ہے؟

عورت کی نصف شہادت پر مخالفین اسلام کے اعتراضات سے بے تکلفاً کہ بعض علماء نے یہ کہہ دیا کہ مالی معاملات

میں عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے برابر ہے۔ اور دو عورتوں کو مقرر کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دونوں عورتیں گواہ ہوتی ہیں۔ اصل گواہ صرف ایک عورت ہوتی ہے اور دوسری عورت اس گواہ کی معن ممان ہوتی ہے اور اس آیت سے قرآن مجید کا یہ منشا نہیں ہے کہ لازمی طور پر دو عورتوں کو گواہ بنایا جائے۔ اس لیے اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف ہوتی ہے۔ یہ جواب قرآن مجید کی خاص تحریف اور سخت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے کہ دونوں عورتیں گواہ ہوتی ہیں اس لیے صرف ایک عورت کو گواہ کہنا نص قرآن کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فوجدل و امراتن ممن تزوجن من
المشہداء - (بقرہ ۵: ۲۸۲)

ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔

اس آیت میں ایک مرد اور دو عورتوں پر شہداء (گواہوں) کا اطلاق کیا گیا ہے، اور یہ دونوں عورتیں اصالتاً گواہ ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کے اگلے حصے میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو مقرر کرنے کی حکمت بیان کی ہے تاکہ ایک عورت گھبرا کر بھول جائے یا غلط بیان کرے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے۔

پہلے اس فقرے کے معنی اعلیٰ جناب غلام احمد پر درج بھی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں، اور ایسے معاملات کے وقت اپنے میں سے دو مرد بطور گواہ بلا لیا کرے اگر کسی وقت دو مرد موجود نہ ہوں تو ان میں سے جن پر فریقین رضامند ہوں، ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ بلا لیا کرے۔ لہ

جناب غلام احمد پر درج نے بھی دونوں عورتوں کو گواہ قرار دینا ہے، اس لیے یہ کہنا کہ ایک عورت گواہ ہے اور دوسری اس کی مساوی ہے اور شہادت میں ایک مرد کے ساتھ صرف ایک عورت گواہ ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کے سراسر خلاف ہے۔

یہ بجزت احادیث صریحہ میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے! ہم بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال خروج رسول الله صلى الله عليه وسلم في ارضي اوفطر الى المصلي فمر على النساء فقال يا معشر النساء تصدقن فاني اريكن اهل النار فقلن وبم يا رسول الله ، قال تكثرن اللعن وتكفرن العشير ما رايته من ناقصات عقل و دين اذهب لللب

حضرت ابوسید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید النحر یا عید الاضحیٰ میں عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! حد تک کیا کرو! کیونکہ میں نے تم کو دوزخ میں دیکھا ہے! اور عورتوں نے کہا کس وجہ سے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم کثرت لعنت کرتی ہو اور نماز کی نافرمانی کرتی ہو، میں نے تم سے زیادہ کسی

مفہوم القرآن ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔

لہ۔ غلام احمد پر درج

اثبات گناہ میں صرف مردوں کی گواہی پر قرآن مجید سے استدلال آزاد مردوں کی گواہی مزدی سے عورتوں

کی گواہی سے زنا ثابت نہیں ہوتا، اجماث زنا کے نصاب شہادت کو قرآن مجید اعدیث، آثار، اجماع فقہاء اور عقل سلیم کی روشنی میں ہمیشہ کر لیں گے۔ سب سے پہلے اس نصاب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات پیش کرتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

۱) وَاَلَّتِي يَأْتِيَنَّ مِنَ الْفَاحِشَةِ مِنْ نِسَاءِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِنْكُمْ (نساء، ۱۵۰)
۲) وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ فَليُتَوَّا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً (نور، ۳۰)

۳) لَوْلَا جَعَلَهُ عَلَيْهِمْ اَرْبَعَةً شُهَدَاءَ فَادْلَاهُ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ فَاولئك عند الله هم الكاذبون - (نور، ۱۳۰)

ترجمہ: تباہی عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے مردوں میں سے چار مردوں کی گواہی طلب کرو۔ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں پھر چار مرد گواہ پیش نہ کریں تو ان کو اسی کوڑے مارو۔

سورہ نساء کی آیت (۱۵۰) میں اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منکم فرمایا ہے اور اس میں مرد گواہ طلب کرنے پر دو دلیلیں ہیں اول یہ کہ عربی قواعد کے مطابق اسم ثلاثی کے لئے کرعشرہ تک مذکر کے لیے قنوع کے ساتھ اور مؤنث کے لیے بیقرتاد کے استعمال ہر تناسب لہذا چار مردوں کے لیے اربعۃ کا لفظ ہوگا اور چار عورتوں کے لیے اربعۃ کا لفظ ہوگا۔ لہٰذا اگرچہ اس آیت میں اربعۃ کا لفظ ہے اس لیے فاستشہدوا واعدیہن اربعۃ کا صحیح ہے، ان کے خلاف چار مرد گواہ طلب کرو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منکم فرمایا ہے اور کس مخالف مذکر کی تفسیر سے اور آیت کا صحیح ہے اپنے مردوں میں سے چار مردوں کی گواہی طلب کرو۔

سورہ نور کی آیت تیسرے میں اور تیسرے میں اللہ تعالیٰ نے اثبات زنا کے لیے اربعۃ شہداء کو مزدی قرار دیا ہے اور اس میں بھی گواہوں کے مرد ہونے پر دو دلیلیں ہیں ایک یہ کہ عربی قواعد کے مطابق ثلاثی کے لئے کرعشرہ تک تفسیر ملے گی اور تیسرے میں اس لیے اربعۃ کی تفسیر مذکر ہوگی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شہادہ شاہد کی جمع ہے اور شاہد مذکر کا صیغہ ہے۔ لہٰذا عربی

لہٰذا مشہور تفسیر مدار البراہین اندلسی صفحہ ۵۴، ۵۵ دیکھئے: ومن ثلثة الى عشرۃ علی خلاف القیاس اعنی للذکر بالثناء تقول ثلثة رجال الى عشرۃ رجال وللؤنث بد ولفظا تقول ثلث نسوة الى عشر نسوة ثلثہ سے لے کر عشرۃ تک تفسیر غلط قیاس ہے مذکر کے لیے ثناء کے ساتھ عشرۃ رجال سے لے کر عشرۃ رجال تک اور مؤنث کے لیے نیز ثناء کے ثلث نسوة سے لے کر عشرۃ تک (ہاں انھوں نے مطبوعہ علیہ خیر کیراچی) ایضاً (شرح جامی ص ۲۴۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کیراچی)

قواعد کے مطابق ان دو وجہوں سے اربعہ شہداء کا معنی سے چار مرد گواہ۔ اور مفسرین، محدثین اور فقہاء غلبہ پر اربعہ نے اسی نکاح کی بنیاد پر از روئے قرآن اثبات زنا کے لیے چار مردوں کی گواہی کو لازمی شرط قرار دیا ہے اور اثبات زنا میں عورتوں کی گواہی کو ناجائز کہا ہے۔

اربعۃ منکم سے مردوں کی گواہی پر استدلال | سورہ نسا کی آیت نمبر ۱۵ کی تفسیر میں اربعۃ منکم کی بنیاد پر مفسرین کو امام نے اثبات زنا کے لیے جو چار مردوں کی گواہی کی شرط ذکر کی ہے پہلے ہم اس کا بیان کریں گے اسی کے بعد سورہ نور کی آیات کے حوالوں کو بیان کریں گے۔ مشہور نحوی علامہ ابوالحیاء اندلسی متوفی ۵۲۰ھ دیکھتے ہیں:

والظاہر انه یختص بالذکور المؤمنین
لقوله اربعۃ منکم ۱
قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
فاطلبوا من قذفہن اربعۃ من رجال
المؤمنین تشہد علیہن ۲
ظاہر یہ ہے کہ یہ گواہی مسلمان مردوں کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منکم فرمایا ہے جن لوگوں نے عورتوں پر زنا کی تہمت لگائی ہے ان میں سے چار مسلمان مردوں کی ان کے خلاف گواہی طلب کرو۔

علامہ خازن متوفی ۷۲۵ھ اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
ویشترط فی ہذا الشہادۃ العدالۃ والذکور ۳
علامہ ابوسعود متوفی ۹۸۲ھ اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
فاطلبوا ان یشہد علیہن باتیانہا اربعا
من رجال المؤمنین ۴
اس گواہی میں مردوں کی اور نیک مسلمانوں کی شرط ہے ان چار مسلمان مردوں کی گواہی طلب کرو جو ان عورتوں کے خلاف زنا کی گواہی دیں۔

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۶۰ھ اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
ای اربعۃ من رجال المؤمنین واحواہم ۵
علامہ طنطاوی جوہری اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
فاطلبوا من قذفہن اربعۃ من الرجال
یعنی چار مسلمان اور آزاد مردوں کی گواہی طلب کرو۔ عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والے مردوں میں

۱۔ علامہ ابوالحیاء محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۵۲۰ھ، البحر المحیط ج ۳ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ
۲۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی أممئس منایۃ القاضی ج ۳ ص ۱۱۷ مطبوعہ مطبعہ بیروت
۳۔ علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت
۴۔ علامہ ابوسعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوسعود علی أممئس التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۹۱، مطبوعہ دار الکتب بیروت
۵۔ علامہ ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۶۰ھ، القامح ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت

علامہ قرطبی متوفی ۲۸۵ھ لکھتے ہیں:
ولا بد ان يكون الشهود ذكورا لقول "منكم" له

گواہوں کا مرد ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
منکم فرمایا ہے۔

علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:
منكم اي من رجال المسلمين له

یعنی مسلمان مردوں سے۔

اربعۃ شہداء سے مردوں کی گواہی پر استدلال

فقہاء اور محدثین نے یہ تصریح کی ہے کہ سورۃ نسا میں اربعۃ
اور سورۃ نور میں اربعۃ شہداء کے الفاظ اثبات زنا میں گواہوں

کے مرد ہونے کی دلیل ہیں۔ علامہ مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

زنا میں چار مردوں کی شہادت معتبر ہے کیونکہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا ہے واللاقی یا تین الفاحشة من نساکم
فاستشهدوا علیہن اربعۃ منکم۔

والشهادة في الزنا يعتبر فيها اربعة من
الرجال لقوله تعالى واللاقی یا تین الفاحشة من
نساکم فاستشهدوا علیہن اربعۃ منکم ولقوله تعالى
ثم لم یأتوا بأربعة شہداء۔

اس کی تشریح میں علامہ بابر ترقی حنفی متوفی ۷۸۲ھ لکھتے ہیں:-

اربعۃ کا لفظ عدد اور مذکر ہونے کے بیان
میں نص ہے۔

ولفظ اربعۃ نص في العدد والذکور۔

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے قول اربعۃ منکم کی وجہ سے چار
مردوں کا واجب ہونا منصوص ہے، لہذا تین مردوں کے ساتھ
دو عورتوں کا گواہی میں اعتبار کرنا عدد اور معدود کی صریح
نص کے خلاف ہے۔

ولان النص اوجب اربعة رجال بقوله تعالى
اربعۃ منکم فقبول امرأتین مع ثلاثتہ مخالف
لما نص علیہ من العدد والمعدود۔

علامہ خواری حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عدد کی ان تصریحات سے
یہ ثابت ہوا کہ اس عدد کے ساتھ عمل جائز ہے لیکن اسی میں

فان قيل في هذه النصوص بيان جواز العمل بهذا
العدد وليس فيها بيان نفي ذلك بدون العدد

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۸۵ھ البیان لاحکام القرآن ج ۵ ص ۸۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایٹکن، ۱۳۸۷ھ

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تفسیر جلالین ص ۷۲، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور۔

۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہارم اخیرین ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتبہ شریک علیہ طاب

۴۔ علامہ محمد بن محمود بابر ترقی حنفی متوفی ۷۸۲ھ، عنایہ علی ہاشم فتح القدریہ ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ نوید روضہ سکھ

۵۔ علامہ مکالم الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند

قلنا المتقادير في الشرع لمنع الزيادة او
التقصان وهذا التقدير لا يمنع الزيادة
فلولم يفد منع التقصان لم يبق لهذا
التقدير فائدة - لہ

یہ تشریح تو نہیں ہے کہ اس عدد سے کم کیا جی جائز نہیں ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں عدل کی تین زیادتی یا کمی سے
منع کرنے کے لیے مرتب ہے۔ یہاں گواہوں کا زیادہ ہونا تو
منوع نہیں ہے اس لیے لا محالہ چار سے کم گواہوں کا ہونا
منوع ہوگا ورنہ اس عدل کی تین کا کوئی تاثر نہیں ہوگا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اربعۃ کا لفظ عدد واحد مذکر ہونے کے بیان میں نص
ہے اور زنا میں صرت چار نیک اور آزاد مسلمانوں کی گواہی قبول
کی جائے گی۔

لفظ اربعة نص في المعدن ودوال الذكورة ولا يقبل
فيه الا اربعة رجال عدول مسلمين وهم
احراس - لہ

علامہ ذہبی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، سورہ نسا کی آیت نمبر ۳ اور سورہ نور کی آیت نمبر ۱۳ پر تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں
ہذا الالفاظ موضوعة للمذکور دون المؤنث لہ

یہ الفاظ مذکر کے لیے موضوع ہیں مذکورث کے
یہ۔

علامہ ابن نجیم حنفی متوفی ۹۰۰ھ ان آیات کو تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اربعۃ کا لفظ عدد اور مرد ہونے کے بیان
میں نص ہے۔

ولفظ اربعة نص في العدد والذكورة - لہ

ملا سبکین حنفی متوفی ۷۵۴ھ سورہ نسا کی آیت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

گواہوں میں چار کے عدد کے ساتھ مرد ہونے کی
شرط ہے (گناہ پر) پردہ پوشی کا بھی مستحکم جوتا ہے۔

واشترط الاربعة مع وصف الذكورة يحقق
معنى السترة - لہ

علامہ نسیر حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

زنا کی گواہی کا نصاب چار مرد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
فرماتا ہے: واللاقی یا تین الفاحشۃ من نساءکم
فاستشهدوا علیہن اربعة منکم — اور اللہ
تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثم لم یأتوا بأربعة شہداء آء۔

ونصابها للزنا اربعة رجال لقوله تعالى واللاقی
یا تین الفاحشۃ من نساءکم فاستشهدوا
علیہن اربعة منکم وقوله تعالى ثم لم یأتوا بأربعة
شہداء - لہ

۱۔ علامہ موال الدین نورانی، کنز دین شرح القدر ج ۶ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوری رضویہ مکہ

۲۔ علامہ بدر الدین ابو سعید محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنیہ شرح الہدایہ ج ۳ ص ۳۱، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد۔

۳۔ علامہ عثمان بن علی وعلی حنفی متوفی ۴۳ھ، تسمیہ الحقائق ج ۴ ص ۲۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان

۴۔ علامہ ابن الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۰۰ھ، البحر الرائق ج ۷ ص ۶۰، مطبوعہ مطبعہ علی مصر، ۱۳۱۱ھ

۵۔ علامہ سبکین الدین البرودی المعروف بلامسبکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنتر ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریۃ مصر، ۱۲۸۰ھ

۶۔ علامہ ابن زمرہ عمر متوفی ۸۸۵ھ، درر الکلام فی غرر الاحکام ج ۲ ص ۳۷۱، مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر، ۱۳۰۴ھ

یومون المحصنات ثم لہم یا تو با ما ربعة
شہداء۔۔۔ لہ
سیہ سائیں لکھتے ہیں:

فصاحب الشهادة في حد الزنا اربعة لقول الله تعالى
واللاق يا تبين الفاحشة من نساكم فاستشهدوا
عليهن اربعة منكم وقوله تعالى والذين يرمون
المحصنات ثلثم يا تو با ربعة شهداء وقوله
تعالى لولا جاء و عليه بأربعة شهداء۔۔۔

علامہ سید بکری دہلوی شافعی لکھتے ہیں:

اربعة من الرجال۔ ای لقوله تعالى والذين يرمون
المحصنات ثم لہم یا تو با ربعة شهداء۔۔۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، والذین یومنون المحصنات
ثلثم یا تو با ربعة شهداء۔

مردن میں شہادت کا نصاب چار مرد ہیں کیونکہ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے، والذین یا تبین الفاحشة من
نساکم فاستشهدوا علیہن اربعة منکم
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، والذین یومنون المحصنات
ثلثم لہم یا تو با ربعة شهداء۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے، لولا جاء و عليه بأربعة شهداء۔

چار مرد اس لیے شرط ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
والذین یومنون المحصنات ثم لہم یا تو با ربعة شهداء۔

اس بات کا جواب کہ لفظ شاہد مؤنث کے لیے بھی مستعمل ہے

اربعة مشہدہ کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور ان آیتوں کے مدہورنے پر دو دلیلیں ہیں ایک دلیل اربہ کا لفظ ہے عربی قواعد کے
اقتباس سے اس کے بعد مذکر مرد و ذکر بکر یا چلہ ہے اور دوسری دلیل شہداء کا لفظ ہے اور شہداء شاہد کی جمع ہے اور شاہد مذکر
کا صیغہ ہے اور یہی اس کی دلیل ہے کہ گواہ مذکر ہونے چاہیے۔

بعض افاضل نے یہ اعتراض کیا ہے کہ شاہد کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں میں مشترک ہے اس لیے اس لفظ سے گواہوں
کا مرد و زنانہ ثابت نہیں ہوگا۔ اور شاہد کے مذکر اور مؤنث میں مشترک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا
ہے کہ:

ورجل شاهد و كذلك الا انثى لان
اعرف ذلك انها هو في المذكر

اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ صرف علامہ ابن منظور افریقی کا تشوہ ہے باقی لغات میں شاہد کو مؤنث
کے لیے مستعمل نہیں لکھا، چنانچہ صراح، ناموس، صحیح، مفردات، نہایہ، مجمع بحار الانوار، منتخب الادب، تہذیب الاسماء

۱۔ علامہ محمد شرفینی خطیب شافعی، مفتی الحاج ج ۳ ص ۴۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ علامہ سید سابق، فقہ السننہ ج ۳ ص ۴۲۶، مطبوعہ مشرکتہ دار القبلة لثقافت الاسلامیہ مدینہ

۳۔ علامہ مستید ابی بکر المشہور بالسید البکری، امانۃ اللہ ص ۴۳ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۴۔ علامہ جمال الدین محمد بن کرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزة قم ایران، ۱۳۰۵ھ

واللغات، لغات الحدیث، اقرب الموارد تاج العروس لاروس، منجد اصحاب اللغات یہ سب موقوف اور مستند اور متداول لغات ہیں اور ان میں سے کسی میں یہ نہیں لکھا کہ شاہد مونت کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے اور جو چیز خلافت اصل اور خلافت قاعدہ ہو اس کی اہل لسان سے نقل مزوری ہے صرف علامہ ابن منظور افریقی کے کہہ دینے سے کوئی چیز قاعدہ اور اصل کے خلافت ثابت نہیں ہو گی جب تک کہ باقی تمام لغات سے اس کی تائید نہ ہو، دیکھیے جس عورت کا شوہر موجود ہو اس کو خلافت قاعدہ امراة مشہد کہا جاتا ہے اور اس کو تمام لغات نے نقل کیا ہے اس لیے امراة مشہد باوجود خلافت اصل اور خلافت قاعدہ ہونے کے ثابت مانا جائے گا۔ لیکن امراة شاہد کسی لغت میں نہیں ہے اس لیے اس کو علامہ ابن منظور کا شذوذ کہا جائے گا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن منظور افریقی کے برعکس علامہ شرتوقی نے لکھا ہے:

(الشاہدۃ) مونت الشاہد لہ شاہدہ، شاہد کی مونت ہے۔

اور چونکہ یہ اصل کے موافق ہے اس لیے یہی صحیح ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ مذاہب اربعہ کے جید فقہاء اور محدثین نے اربعہ شہداء سے گواہوں کے مرد ہونے پر استدلال کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہ تمام فقہاء و علم اور فضل میں علامہ افریقی سے کہیں زیادہ اور ان پر مقدم ہیں اس لیے ان کا یہ استدلال اس پر دلیل ہے کہ لفظ شاہد اپنی اصل پر مذکور ہے اور علامہ افریقی کا کذلک الانشی لکھنا صحیح نہیں ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ طباعت کی غلطی ہے، علامہ ابن منظور کی عبارت میں وليس (حرف نفی) چھپنے سے رہ گیا ہے کیونکہ اس کے بعد انھوں نے دلیل دیتے ہوئے کہا ہے ”کیونکہ یہ لفظ مذکور میں موقوف ہے“ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ شاہد مونت میں مستعمل نہیں ہے نہ کہ شاہد کے مونت میں مستعمل ہونے کی دلیل ہے۔ اور ”لیس“ کے بغیر یہ عبارت بے ربط ہے۔ ”لیس“ کے بعد یہ عبارت اس طرح ہوگی:

ورجل شاہد و لیس کذلک الانشی لان اعرف

مرد شاہد (کہا جاتا ہے) اور اس طرح مونت نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ مذکور میں موقوف ہے۔

ذکر انما هو فی المذکر۔ یہ مان لینے کے بعد کہ یہاں ”لفظ لیس“ چھپنے سے رہ گیا ہے نہ صرف یہ کہ علامہ منظور کی عبارت مربوط ہو جائے گی بلکہ ان کی یہ عبارت اصل اور قاعدہ کے مطابق اور باقی لغات کے موافق ہو جائے گی، میرے نزدیک یہ بہترین جواب ہے۔

ثمانیۃ ازواج سے اعتراض کا جواب ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج (نہ مرتبہ ۶) اور اللہ نے تمہارے

لیے چوپایوں میں سے آٹھ نر و مادہ (جوڑے) تمہارے“ یہاں ثمانیۃ کے بعد خاص مذکور کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ ثلاثہ سے عشرۃ تک کا عدد محدود مذکور کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی چیز قاعدہ کلیہ کے

لہ۔ علامہ سعید خوری شرتوقی لبنانی، اقرب الموارد ج ۱ ص ۶۱۴، مطبوعہ مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ امیران، ۱۴۰۳ھ

سے پروفیسر شیخ احمد رضا متوفی ۱۹۲۸ء نے معجم متن اللغۃ ج ۲ ص ۳۸۵ میں امراة شاہد لکھا ہے، لیکن ان کا لکھنا کوئی حجت نہیں ہے یہ بیرونی صدی عیسوی کے ایک کالج کے پروفیسر ہیں کوئی لغت کے امام نہیں ہیں، انھوں نے عرب کے کسی محاورے سے استشاد

کیا ہے نہ کوئی حوالہ نقل کیا ہے اس لیے تمام مستند لغات کے علمائے اہل کلام شذوذ کوئی دلیل نہیں ہے۔ سعید خوری

بلد خاص

علامہ ابن رشد مافی کہتے ہیں:

فان المسلمين اتفقوا على اطلاق اليمين الزنا
باقتل من اربعة عدول ذكورا يله

مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ چار بیک مردوں
سے کم کی گواہی سے زنا ثابت نہیں ہوتا۔

حدود اور قصاص میں عورتوں کو گواہ نہ بنانے کی عقلی وجوہات

کا تقاضا کرتا ہے کہ شاہد حوصلہ مند اور جرمی ہو اور اس کو بلا روک ٹوک ہر جگہ آنے جانے کی قدرت حاصل ہو۔ اور عورت
چونکہ فطرتاً تعین الغلب ہوتی ہے اور عقل اور غور و نری کے مناظر دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی اور نہ ہی لڑائی جھگڑوں کے مواقع بدر
عورت مادہ موجود ہوتی ہے، اس لیے اس سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ قائل کے قتل کرنے کی تمام کیفیات اور جزئیات
کو محفوظ رکھے اور پھر جرات اور حوصلہ کے ساتھ عدالت میں اس کو بیان کر سکے۔ نیز جس شخص کو چھانسی کی سزا دی جاتی
ہے اور وہ عدالت میں کھڑا ہوتے منعظر ہے ہو سکتا ہے اس وقت اس کی بے جا رگی پر عورت کو اپنی نظری رقت قلبی کی
وجہ سے رحم آمانے اور وہ اپنا بیان بدل دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مخالفت وکیل کے تاثر توڑا اعتراضات سے
گھبر کر اٹل سلت کہہ دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مخالفت پارٹی کے دباؤ میں اگر وہ اپنا بیان بدل دے تو یہ توکل
کے مقدمہ میں گواہی دینے کے لیے مضبوط حوصلہ اور نہایت قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ قوت صرف مرد ہی
کا عامل ہے۔ ایام میں عورت کا ذہن متشرب رہتا ہے اور ان ایام میں اس سے صحیح جواب دہی کی توقع نہیں کی جا سکتی،
عمل کے ایام میں بعض اوقات عورت کا گھر سے باہر نکلنا اور وسط کرنا طبعی اعتبار سے ممنوع ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ بہن تاریخوں
میں اس کی پیشین گوئی تاریخوں میں اس کی زندگی ہو یا عمل کے تکلیف دہ ایام ہوں، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عورت
کو اس کا خلعت نہیں کیا کہ وہ حدود اور قصاص کی گواہی کی ضرورت کا اہل جہاں بنے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قصاص اور حد زنا کے گواہوں کی گواہی کی بنا پر ایک مسلمان شخص کی زندگی اور موت کا مدار ہوتا
ہے اس وجہ سے اسلام نے اس کی گواہی ہر قسم کے شکوک اور شبہات سے بالاتر رکھی ہے۔ کافر پر یہ اعتماد نہیں کیا
جا سکتا کہ وہ مسلمان کا غیر خواہ ہو گا اور یہ شک کیا جا سکتا ہے کہ اس نے مسلمان کی بدخواہی کے لیے غلط شہادت دی ہو اس
وجہ سے اس باب میں کافر کی شہادت کا اعتبار نہیں کیا گیا اور حد و عورت کی گواہی چونکہ نفع ہوتی ہے۔ اور اس کے موٹے بگنے
اور عقلی کرنے کا امکان ہے اس وجہ سے اس کی شہادت کا بھی اعتبار نہیں کیا گیا اور یہ مسلمان نامردوں کی شہادت کا اعتبار کیا گیا ہے۔
شہادت کے باب میں میں نے بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے اور بہت غور و خوض کیا ہے ان گنت کتابوں کی
چھان بین کی ہے ماصح بن غلام سے مذاکرات اور بحث و تمحیص کی اور بہت چھان بین کر رکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ
میں نے دیکھا کہ لوگ عورت کی شہادت کے نصاب اور حدود و قصاص میں عورت کی شہادت کا اعتبار نہ کرنے کی وجہ
سے اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے اور
حدود و قصاص میں چونکہ اس کی شہادت اصلاً نہیں سے تو گویا وہ آدھا انسان بھی نہیں ہے اس بنا پر میں نے اسلام کی حقیقت
واضح کرنے کے لیے شہادت کے تمام پہلوؤں کو واضح کیا تاکہ اسلام کے نظام شہادت کا فلسفہ نئی نسل کے نام میں پر
نہ۔ تالیف: علامہ محمد بن احمد بن رشد، مافی، ج ۱، ص ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴

واضح ہو کے اور معتزین کو تسلی بخش جواب دے جا سکیں۔

الہ العالمین میری اس تحریر کو نفع آور بنا، مخالفین کے لیے ہدایت اور موافقین کے لیے استقامت کا سبب بنا اور میری اس کتاب کو میرے لیے توشہ آخرت اور صدقہ جاریہ کر دے آمین وأخود عوانا ان الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعیین والمشفعیین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مجتہدین کے اختلاف کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں اپنے اپنے بچے کو ساتھ لے کر جا رہی تھیں، اتنے میں بھیڑیا اُکرا ان میں سے ایک کے بچے کو لے گیا، ایک عورت نے دوسری سے کہا بھیڑیا تمہارے بچہ کو لے گیا ہے، دوسری نے کہا نہیں، تمہارے بچہ کو لے گیا ہے وہ دونوں حضرت داؤد کے پاس اپنا مقدمہ لے کر گئیں انھوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا، پھر وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور ان کو ماجرا سنایا، حضرت سلیمان نے فرمایا پھر می لاؤ میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دیتا ہوں، چھوٹی نے کہا نہیں، اللہ تم پر رحم کرے وہ اسی کا بچہ ہے، پھر حضرت سلیمان نے چھوٹی کے حق میں اس بچہ کا فیصلہ کر دیا، حضرت ابو ہریرہ نے کہا بخدا! (چھری کے لیے) سیکن، کا لفظ میں نے اسی دن سنا ہے۔ ہم اس سے پہلے تمہارے کہتے تھے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں اور بیان کی ہیں اور کہا ان سندوں سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

بَابُ بَيَانِ اِخْتِلَافِ الْمُجْتَهِدِينَ

۴۳۸۱ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنٍ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ هَذِهِ لِصَاحِبَتِيهَا إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكَ أَمْتٍ وَقَالَتْ الْأُخْرَى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكَ فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِالسِّكِّينِ أَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرَى لَا يَرْحَمُكَ اللَّهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللَّهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّينِ قَطُّ إِلَّا يَوْمِيذٍ مَا كُنَّا نَقُولُ إِلَّا الْمُدْيَةَ.

۴۳۸۲ - وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ الصَّنَعَانِيَّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بِنْتُ بَسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي الزِّنَادِ

اِنَّ سُنَادًا وَ مَعْنَى حَدِيثًا وَرَمَى قَاءً۔

اس باب کی حدیث میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بچے کا بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا، اس بچے کے والد اسے کہتے تھے کہ بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت داؤد کے خیال میں وہ بچہ بڑی عورت کے مشابہ ہو اور اس مشابہت کی بنا پر انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہو، یا بچہ بڑی عورت کے ہاتھ میں دیکھ کر یہ فیصلہ کر دیا ہو۔

حضرت سلیمان کا واقعاتی شہادت سے استدلال | حضرت سلیمان نے حقیقت حال معلوم کرنے کے

میں چھری سے اس بچے کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں تاکہ یہ دیکھیں کہ یہ فیصلہ کس پر دشوار ہوتا ہے اور جس عورت پر بچے کے دو ٹکڑے کرنے کا فیصلہ شاق ہوگا وہی عورت حقیقت میں بچے کی ماں ہوگی، اور جب بڑی عورت بچے کے ٹکڑے کرنے پر واضح ہوگئی اور چھری عورت نے بچے کی جان بچانے کے لیے کہا کہ نہیں، یہ اسی کا بچہ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ بچہ حقیقت میں چھری عورت کا ہے، اور انہوں نے چھری عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ درحقیقت اس مسئلہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے واقعاتی شہادت اور قرینہ خارجہ سے استدلال کیا ہے کیونکہ یہاں اور گواہ نہیں تھی۔ اور ظاہر ہے کہ حکام کو اس قسم کے معاملات میں واقعاتی شہادتوں سے استدلال کرنا چاہیے۔

ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کر سکتا ہے؟ | ایک سوال یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام

علیہ السلام نے کیوں فیصلہ کیا، اور ان کے فیصلہ کو کیوں تبدیل کیا، حالانکہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے فیصلہ کو تبدیل نہیں کرتا؟ اس کے متعدد جواب ہیں :

- (۱)۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس فیصلہ پر یقین نہیں تھا۔
- (۲)۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فتویٰ تھا، فیصلہ نہیں تھا۔
- (۳)۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں یہ جائز ہو کر جب دوسرے حاکم کے پاس مقدمہ پیشیے تو وہ پہلے حاکم کے خلاف فیصلہ کر دے۔

(۴)۔ حضرت سلیمان نے جب حیلہ سے یہ معلوم کر لیا کہ بچہ چھری عورت کا ہے تو انہوں نے بڑی عورت سے اقرار کر لیا اور اقرار محنت لکڑ نہ ہے، کیونکہ جب اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے خلاف خود ہی اقرار کر لیا کہ حق چھری عورت کا ہے تو اب حضرت سلیمان پر فیصلہ تبدیل کرنے کا اعتراض نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد سے اختلاف کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اجتہاد کرتے ہیں اور بعض اوقات انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطا بھی ہو جاتی ہے، جیسا کہ اس مسئلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام سے اجتہادی خطا ہوگئی، لیکن وہ اجتہادی خطا پر رتر نہیں رہتے اللہ تعالیٰ ان پر حق واضح کر دیتا ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اِصْلَاحِ الْحَاكِمِ

بَيْنَ الْخَصَمَيْنِ

۴۳۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَتَامِ بْنِ مَتِيْبٍ قَالَ لَهَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّ أَحَادِيثُ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَهُ فَوَجَدَ الرَّجُلَ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّي إِذَا اشْتَرَيْتَ مِنْكَ الْأَرْضَ وَلَمْ آتِنَاكَ الذَّهَبَ فَقَالَ الَّذِي اشْتَرَى الْأَرْضَ إِنَّمَا بَعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيهَا قَالَ فَتَحَا كَمَا إِلَى رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِي تَحَا كَمَا إِلَيْنَا الْكَمَا وَكَلَّا فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِي غُلَامٌ وَقَالَ الْآخَرُ لِي جَارِيَةٌ قَالَ انْكُحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَأَنْفُسُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ مِنْهُ وَتَصَدَّقَا.

دو فریقوں کے درمیان حاکم کے صلح کرانے کا استحباب

کا استحباب

ہمام بن منبہ نے حضرت ابو ہریرہ کی کئی احادیث بیان کیں ازاں جملہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین خریدی، جس شخص نے زمین خریدی تھی اس کو اس زمین میں سونے سے بھرا ہوا ایک گھڑا ملا، زمین خریدنے والے شخص نے زمین والے سے کہا اپنا سونا لے لو، میں نے تو تم سے فقط زمین خریدی تھی، اور تم سے سونا نہیں خریدا تھا، زمین بیچنے والے نے کہا میں نے تم کو زمین اور جو کچھ اس زمین میں ہے فروخت کر دیا ہے، پھر ان دونوں نے ایک شخص کو اپنا منصف بنایا، منصف نے پوچھا کیا تمہاری اولاد ہے؟ ایک نے کہا میرا لڑکا ہے دوسرے نے کہا میری لڑکی ہے، منصف نے کہا لڑکے اور لڑکی کی شادی کر دو اور یہ سونا اپنے اوپر خرچ کر دو اور صدقہ کر دو۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ دونوں فریقوں نے ایک شخص کو حاکم بنا لیا، علامہ دشتانی آپ مالکی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حکومت کا مقرر کردہ حاکم نہیں تھا، اور ان دونوں فریقوں نے اس کو اپنا حاکم بنا لیا تھا۔ امام مالک بھی یہی کہتے ہیں کہ کسی شخص کو حاکم بنانا صحیح ہے اور اگر وہ شخص فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس کا فیصلہ لازم ہو جائے گا اور اس کا فیصلہ غلط نہیں قرار دیا جائے گا خواہ قاضی شہر کی رائے اس کے موافق ہو یا مخالف، اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر اس حاکم کا فیصلہ قاضی شہر کی رائے کے موافق ہے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول امام مالک کی مثل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا فیصلہ لازم اور نافذ نہیں ہوگا اور اس کا قول فتویٰ کی طرح ہوگا۔

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مسلمہ دشتانی نے اس حدیث کو ۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

جلد خاص

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی اسی طرح غلبہ فقہاء بیان کیے ہیں۔ لہ

زمین خریدنے کے بعد اس میں وہ فیئہ ملنے کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام

کہا ہے کہ اس حاکم نے وہ مال ان دونوں میں سے کسی ایک کو نہیں دیا بلکہ ان کی اولاد پر تقسیم کر دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مال ضائع تھا اور ان میں سے کسی شخص نے اس مال کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور شاہد وہاں بیت، المال نہیں تھا، اس لیے اس حاکم نے یہ سوچا کہ چونکہ یہ دونوں ایک آدمی ہیں اس لیے دوسروں کی پرستش یہ دونوں اس مال کے زیادہ حق دار ہیں۔ علامہ ابی مائی کہتے ہیں کہ جس مال کے دو شخص دعویٰ دار ہوں وہ مال ان دونوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اس طرح جس مال کا دونوں ادکا کر کریں اس کو بھی دونوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ (علامہ ابی کا بیان کردہ یہ قاعدہ علیہ صحیح نہیں ہے، البتہ یہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ جس مال کے دو شخص دعویٰ دار ہوں اور کسی کے دعویٰ کو دوسرے پر ترجیح اور فرقیہ نہ ہو تو تجربہ وہ مال دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا، اسی طرح اگر ایک مال دو شخصوں سے مستحق ہو اور ان کے علاوہ کسی اور کی ملکیت اس سے مستحق نہ ہو اور وہ دونوں اس سے انکار کرتے ہوں تو وہ مال دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ (سیدی غفر لہ)

علامہ مازری مائی کہتے ہیں: اگر کسی شخص نے زمین بیچی اور پھر خریدار کو اس زمین میں وہ فیئہ ملا تو ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے کہ وہ بائع کی ملکیت ہے یا مشتری کی؟ اور اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔ علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اختلاف اس وقت سے ہے جب وہ وہ فیئہ پتھروں اور سنگسہر کی طرح زمین کی مٹس سے ہو۔ لیکن جو چیز زمین کی جنس سے نہ ہو جیسے سونا اور چاندی تو اگر وہ زمانہ جاہلیت کے وہ فیئوں سے ہے تو وہ بیکاز ہے۔ اور اگر وہ مسلمانوں کے وہ فیئوں میں سے ہے تو وہ غنیمت ہے اور اگر سونے اور چاندی کے ان سکوں پر جنوں کی تصویریں ہیں تو وہ وہ فیئہ جاہلیت ہوگا اور اس کا پانچواں حصہ بیت، المال کے لیے ہوگا اور باقی حصہ مالک زمین کا ہوگا یہ بیکاز کا حکم ہے اور اگر ان سکوں پر مسلمانوں کی حکم متروں کی علامتیں ہوں تو تجربہ وہ مال غنیمت ہے، قطعاً حکم آئندہ ابواب میں آ رہا ہے۔ سیدی غفر لہ۔ اور اگر سونے اور چاندی کے ان سکوں کا کچھ تیار نہ چلے تو تجربہ وہ مال ضائع ہے اور اس کو بیت المال میں محفوظ کر دیا جائے گا اور اگر وہاں بیت المال نہ ہو تو تجربہ اس مال کو فقرا میں اور مسلمانوں کے مفاد عامہ میں خرچ کر دیا جائے گا۔

علامہ دستانی اُبی مائی کہتے ہیں: اگر وہ وہ فیئہ رکاز قرار دیا جائے تو امام ابن القاسم کے نزدیک وہ خریدار کی ملکیت ہے اور امام مالک کے نزدیک وہ بائع کی ملکیت ہے اور اگر اس کو قطعاً قرار دیا جائے تو تجربہ وہ بلا اختلاف بائع کا ہے۔ اور بعض فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ اگر وہ قدیم زمانہ کا وہ فیئہ ہے تب اس کو قطعاً قرار دیا جائے اور اگر وہ زمانہ نزدیک کا وہ فیئہ ہے تو وہ بائع یا اس کے وارثوں کی ملکیت ہے اور زمانہ کے خراب اور بدمذک تین قرار دیے گئے۔ لہ

و فیئہ کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی علامہ مازری مالکی کے بیان کردہ اقوال نقل کیے ہیں اور اس مسئلہ میں انہوں نے امام مالک کے قول کو حتم قرار دیا ہے۔ لہ

۱۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی مترونی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۸، مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیرہ بیروت ۱۳۳۸ھ
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن غفران دستانی اُبی مائی مترونی ۸۲۸ھ، احوال کمال المعلم ج ۵ ص ۲۹-۲۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت
 ۳۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی مترونی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۸، مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیرہ بیروت ۱۳۳۸ھ

رکاز میں فقہاء اہل ان کے مذہب کی تفصیل ہم نے ہر جہت پر بطور میں بیان کر دی ہے۔
 ۱۱۔ عمر الخلیل علیہ السلام کو کتاب الاقبیحہ ختم ہو گئی، واللہ اعلم بالصواب، اسے بارگاہی صحیح مسلم کی باقی کتب اور ابواب کی
 شرح کی ترفیح بھی عنایت کر اور صحت و مافیت قائم رکھ لے اس کے لیے مزید قوت، توانائی اور وسائل عطا فرما اور اس کتاب
 کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما اور اس کو تاقیامت تمام مسلمانوں کے لیے نافع بنا دے اور میرے لیے اس کو صدقہ
 جاریہ اور بخشش کا ذریعہ بنا دے۔ آمین و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
 علی محمد و آلہ الطیبین سید المرسلین اول الشافعیین و المشفقین و علی آلہ و اصحابہ و انوارہ
 و اولیاء امتہ و علماء ملتہ من المحدثین و المفسرین و الائمة المجتہدین اجمعین۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب اللقطۃ

گری پڑی چیزوں کے احکام

باب ۲

حضرت زید بن خالد جعفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے لفظ (گم شدہ چیز) کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا اس (قتیل) کے باندھنے کی ڈوری اور اس قتیل کی بیجان کر یا دو رکھو، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو، اگر اس کا مالک آجائے تو فرما دینا اس کو تم رکھو، اس شخص نے کہا اور گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارا سے بھائی کی یا بیٹے کی، اس نے کہا اور گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کی مشک (پہننے کا پانی) ہے اور اس کا جوتا بھی اس کے ساتھ ہے، وہ پانی (کے گھاٹ) پر جانے گا اور دونوں کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک آکر اس کو پکڑے گا۔

حضرت زید بن خالد جعفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظ کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا تم اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پھر اس کے سر بند اور اس قتیل کو بیجان کر یا دو رکھو، پھر اس کو خرچ کرو، اور اگر اس کا مالک آئے تو وہ اس کو دے دو! اس شخص نے کہا: یا رسول! گم شدہ (بھری) بٹلی، بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کو لے لو، تمہارا ہے۔

۲۳۸۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى النَّخَعِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ تَمِيمَةَ بِنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُتَّبِعِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ خَالِدِ الْجُعْفِيِّ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللَّقْطَةِ فَقَالَ الْخُرْفُ عِقَاصَهَا وَوَكَاءُهَا شُرْعَرُ فِيهَا سِنَّةٌ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنُكَ بِهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلدَّيْتِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ مَالِكٌ وَتَمَامُهَا سِقَاؤُهَا وَحَدُّ أَوْهَا تَرْدُ الْمَاءِ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا قَالَ يَحْيَى أَحْسِبُ قَرَأْتُ عِقَاصَهَا۔

۲۳۸۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي شَوَّابٍ وَكُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْإِسْحَاقُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ تَمِيمَةَ بِنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُتَّبِعِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ خَالِدِ الْجُعْفِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنِ اللَّقْطَةِ فَقَالَ عَرَفْتُهَا سَنَةً ثُمَّ
اعْرِفْ وَكَأَنَّهَا وَعِيفَا صَهَابًا ثُمَّ اسْتَفِيقَ
بِهَا فَإِنْ جَاءَ تَرَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَضَّا لَكَ الْغَنَمُ قَالَ خُذْهَا
فَاتِمَّاهِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِذِي ثُبِّ قَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَضَّا لَكَ الْإِبِلُ قَالَ فَغَضِبَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
أَحْمَرَّتْ وَجَنَّتَاهُ أَوْ أَحْمَرَ وَجْهَهُ ثُمَّ قَالَ
مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا جِدَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا
حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا -

۴۳۸۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ
وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ
وغيرُهُمْ أَنَّ رَبيعَةَ بِنْتُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ
حَدَّثَتْهُمْ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ
مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّهُ تَرَادَّ قَالَ آتَى رَجُلٌ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَامَ مَعَهُ فَسَأَلَهُ عَنِ اللَّقْطَةِ قَالَ
وَقَالَ عَمْرُو فِي الْحَدِيثِ فَإِذَا لَمْ
يَأْتِ لَهَا طَالِبٌ فَاسْتَفِيقَهَا -

۴۳۸۷ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ
بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ
حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ يَدْلِي عَنْ
رَبيعَةَ بِنْتُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيدَ
مَوْلَى الْمُتَنَبِّعِ قَالَ سَمِعْتُ نَزِيدَ بْنَ خَالِدِ
الْجُهَنِيِّ يَقُولُ آتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ
إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَأَخْمَرَّتَا
وَجْهَهُ وَجَنَّتَاهُ وَهَضِبَ وَتَرَادَّ

یا تمہارے بھائی کی ہے، یا بھیڑیے کی، اس شخص نے کہا یا رسول اللہ!
اور گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے حتیٰ کہ آپ رخسار سرخ ہو گئے، یا چہرہ
سرخ ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹ سے کیا مطلب ہے؟
اس کے ساتھ اس کا جوتا اور مشک ہے (وہ چرتا پھرتا آگے آئے گا)
حتیٰ کہ اس کا مالک اس سے آئے گا۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا درآن حالیکہ
میں بھی اس کے ساتھ تھا اس شخص نے آپ سے لقطہ کے
متعلق دریافت کیا اور اس حدیث کے آخر میں ہے جب اس
چیز کا کوئی مانگنے والا نہ آئے تو اس کو خرچ کر ڈالو۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اس کے
بعد بقیہ حدیث سب سابق سے، اور اس میں یہ ہے کہ آپ
کی پیشانی اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، اور آپ غضب ناک
ہوئے اور اس کے بعد آپ کا یہ ارشاد ہے کہ پھر ایک سال
تک اس کا اعلان کرو اور اگر اس کا مالک نہ آیا تو وہ چیز تمہارے
پاس امانت رہے گی۔

قَوْلِهِ تُعْرَفُ فَمَا سَنَمُ فَإِنْ لَمْ يَجِيءُ صَاحِبُهَا كَانَتْ وَدِيْعَةً عِنْدَكَ -

۲۳۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْكَنَةَ
 بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سَكِينُ بْنُ يَحْيَى بْنِ يَدْلٍ
 عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى
 الْمُتَّبِعِيَةِ أَنَّ سَمِعَةَ بْنَ يَدٍ بْنَ خَالِدِ
 الْجُهَنِيِّ صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّقِطَةِ الذَّهَبِ أَوْ
 الْوَرِقِ فَقَالَ الْغَرَفُ وَكَأَنَّهَا وَ
 عِقَابُهَا تُعْرَفُ فَمَا سَنَمُ فَإِنْ لَمْ
 تُعْرَفْ فَأَسْتَنْفِعُهَا وَتَكُنُّ وَدِيْعَةً
 عِنْدَكَ فَإِنْ جَاءَ ظَلَبُهَا يَوْمًا مِّنَ
 الدَّهْرِ فَأَذِّهَا إِلَيْهِ وَسَأَلَهُ عَنْ صَلَاتِهَا
 الْإِزْبِيلِ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا دَعْمًا فَإِنَّ
 مَعَهَا حِدَّةً آءَ هَا وَسِقَاءً هَا تَرُدُّ الْمَاءَ
 وَمَا كُلُّ الشَّجَرِ حَتَّى يَجِدَ هَا تَرَبُّهَا
 وَسَأَلَهُ عَنِ النَّشَاءِ فَقَالَ لَنْدَا فَإِنَّمَا
 هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلدَّيْتِ -

۲۳۸۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَسْكَنَةَ
 أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ
 بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَ
 رَبِيعَةُ الرَّاسِيُّ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُتَّبِعِيَةِ عَنْ نَمِيْدِ
 بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ أَنَّ تَرَجَّلَا سَأَلَ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتِهَا
 الْإِزْبِيلِ نَادَتْ رَبِيعَةَ فَغَضِبَتْ حَتَّى احْمَرَّتَتْ
 وَجْهَتَا وَاقْتَصَّ الْحَدِيْدُ يَتَّبِعُ حَوْدِثَهُمْ
 وَمَا إِذَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ
 عِقَابُهَا وَعَدَدَهَا وَدِيْعَاهَا فَطَابَ لَهَا إِذَا رَأَى فِيهَا لَكَ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت زبیر بن
 خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم سے سونے یا چاندی کے لفظ (گم شدہ چیز) کے
 مستحق سوال کیا، آپ نے فرمایا اس کا سر بند اور اس کی پھٹی
 بیجان کر باد رکھو اور اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پھر
 بھی اگر وہ شناخت نہ کی جاسکے تو تم اس کو خرچ کر لو لیکن وہ
 چیز تمہارے پاس امامت رہے گی، پھر جب کسی دن اس
 کا مالک آجائے تو وہ چیز اس کو دے دو، پھر اس شخص
 نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا
 تہلا اس سے کیا تعلق، اس کو چھوڑ دو، کیونکہ اس کے ساتھ
 اس کی برتی اور مشک ہے، وہ پانی پر پائے گا اور درخت
 کے پتے کائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو پالے گا، پھر
 اس نے آپ سے بکری کے بارے میں پوچھا، آپ نے
 فرمایا اس کو لے لو کیونکہ باوہ تمہارے لیے ہے یا تمہارے
 بھائی کے لیے یا بیٹے کے لیے ہے۔

حضرت زبیر بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گم شدہ اونٹ کے
 بارے میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت ناک مونسے حتیٰ کہ آپ کے
 رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور اس روایت میں یہ زیادہ ہے
 کہ اگر اس کا مالک آئے اور سبیلی کے (پیسوں کے) عدد
 اور سر بند کو بیجان لے تو وہ اس کو دے دو، ورنہ وہ تمہارے
 لیے ہے۔

حضرت زید بن خالد جعفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قسط کے بارے میں دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پھر بھی اگر وہ نہ پہچانی جائے تو اس کی تھیلی اور سر بند کی پہچان کو یاد رکھو، پھر اس کو کھالو اور اگر اس کا مالک آئے تو وہ چیز اس کو ادا کرو۔

۲۳۹۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الظَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْجٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي الضَّعَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بَسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُعْفِيِّ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقْطَةِ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ لَمْ تُعْتَرَفْ فَأَعْرِفْ عِفَا صَهَا وَوِكَاءَ هَاتِمَ كُلَّمَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ -

ایک اور سند سے یہ روایت ہے، اور اس میں یہ ہے کہ اگر وہ چیز پہچانی جائے تو اس کو دے دو، ورنہ اس تھیلی اس کے سر بند اور اس کے گرد کی شناخت کو یاد رکھو۔

۲۳۹۱ - وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ الْحَنْفِيُّ حَدَّثَنَا الضَّعَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَإِنْ اعْتَرَفَتْ فَأَدِّهَا وَإِلَّا فَأَعْرِفْ عِفَا صَهَا وَوِكَاءَ هَاتِمَ وَعَدَدَهَا -

۲۳۹۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عُنْدَهُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَكْمَةَ بْنِ كَهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ عَفْكَةَ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ صَوْحَانَ وَسَمَانُ بْنُ مَرْبِيعَةَ عَاثِرِينَ فَوَجَدْتُ سَوْطًا فَأَخَذْتُهُ فَقَالَ لِي دَعُهُ فَقُلْتُ لَا وَلَكِنِّي أُعْرِفُهُ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ قَالَ فَأَبَيْتُ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عَثْرَاتِنَا قَضَى لِي أَنِّي حَاجِبٌ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقَيْتُ أَبَا بَكْرٍ كَعْبٍ فَأَخْبَرْتُهُ بِشَأْنِ السَّوْطِ وَبِقَوْلِهِمَا فَقَالَ لِي وَجَدْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةٌ دِينَارًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سويد بن غفلة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت زید بن صوحان اور حضرت سلمان بن ربیع جہاد کے لیے گئے، مجھے ایک چابک پڑا ہوا ملا، میں نے اس کو اٹھا لیا، ان دونوں نے مجھ سے کہا: اس کو چھوڑ دو، میں نے کہا نہیں، میں اس کا اعلان کروں گا اگر اس کا مالک آگیا تو فہما ورنہ میں خود اس سے فائدہ اٹھاؤں گا، اور میں نے ان دونوں کی بات نہیں مانی، جب ہم جہاد سے واپس لوٹے تو میں خوش قسمتی سے حج کے لیے چلا گیا اور پھر میں دینے آئی میری ملاقات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان کو چابک اٹھانے اور ان دونوں کے منع کرنے کا قصہ سنایا، انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھے ایک تھیلی ملی تھی جس میں سو دینار تھے، میں اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا اس کا ایک سال تک اعلان کرو، انھوں نے کہا پھر میں نے اس کا اعلان کیا، میں نے کہا شناخت کے لیے کوئی نہیں آیا، میں دوبارہ

میں ہے درج پھر تم اس سے نفع حاصل کرو۔

بْنِ بَشْرِ حَدَّثَنَا بَهْرٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ
سَلَمَةَ كُلُّهُ هُوَ لَأَبٍ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ
كُهَيْلٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ
شُعْبَةَ وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا ثَلَاثَةً
أَحْوَالِ إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَإِنَّ فِي
حَدِيثِهِ عَامِينَ أَوْ ثَلَاثَةً وَفِي حَدِيثِ
سُفْيَانَ وَزَيْدِ بْنِ أَبِي أَنَيْسَةَ وَحَمَّادُ
بْنِ سَلَمَةَ فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ
بِعَدِّهَا وَعَائِثَهَا وَكَائِثَهَا فَأَعْطَهَا
إِيَّاهُ وَرَأَى سُفْيَانَ فِي رِوَايَةِ وَكَيْفِ
وَالْأَفْهَى كَسْبِيلِ مَالِكٍ وَفِي رِوَايَةِ
ابْنِ شَيْبَةَ وَالْأَفْهَى فَاسْتَمْتِعَ بِهَا۔

حضرت عبدالرحمان بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کی گری پڑھی
چیز اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔

۴۳۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ
بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْحَارِثِ
عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ
يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عُثْمَانَ التَّمِيمِيِّ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى
عَنْ لُقْطَةِ الْحَايَةِ۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے
کسی گم شدہ چیز کو رکھ لیا تو وہ شخص گمراہ ہے جب تک
کہ وہ اس کا اعلان نہ کرے۔

۴۳۹۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ
بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْحَارِثِ
عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَرِيِّ
عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ
مَنْ أُوِيَ ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ مَا لَمْ
يَعْرِفْهَا۔

لقطۃ کالغوی ممنی

علامہ زبیدی کہتے ہیں کہ لقطۃ بروزن نوزائیدہ سے اور لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو راستہ میں گری پڑی مل جائے اور لقطۃ اس شخص کو کہتے ہیں جو گری پڑی چیز کو اٹھانے والا ہو، اور اگر راستہ میں کوئی بچہ پڑا ہوا مل جائے تو اس کو لقیط کہتے ہیں۔ لہ

لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین ابن قدامہ منبلی کہتے ہیں: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ لقطہ کا نہ اٹھانا افضل ہے۔ مسرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ، ابن زبیدؓ، ربیع بن خثیمؓ اور عطاء کا بھی یہی نظریہ ہے۔ تاہم شریعت نے ایک حکم لگا ہوا دیکھا اور اس سے کوئی ترمیم نہیں کیا۔ امام شافعیؒ اور ابوحنبلہؒ کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی چیز ایسی جگہ پڑی ہے جہاں اس کے خاتمے ہونے کا خطرہ ہو اور اس شخص کو اپنے اوپر یہ اطمینان حاصل ہو کہ وہ اس چیز میں خیانت نہیں کرے گا تو اس شخص کے لیے اس چیز کو اٹھانا افضل ہے۔ امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص پر اٹھانا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعضن** (توبہ، ۷۱) "مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں" اور جب مسلمان ایک دوسرے کے ولی ہیں تو ان پر ایک دوسرے کی چیزوں کی حفاظت واجب ہے۔ سعید بن مسیبؓ، سن بن صالحؓ اور امام ابوحنبلہؒ کے نزدیک بھی لقطہ کو اٹھانا واجب ہے (امام ابوحنبلہؒ کے نزدیک لقطہ کو اٹھانا واجب نہیں، مستحب ہے۔ سعید بن عفرانؓ)۔ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت سعید بن جعفرؓ رضی اللہ عنہما نے لقطہ کو اٹھایا تھا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اہم اور قیمتی چیز ہو تو اس کو اٹھانا مستحب ہے۔ اگر وہ اٹھا کر اس کا اعلان کرے، کیونکہ اس میں مسلمان کے مال کی حفاظت ہے اور یہ اس کو خاتمے کرنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن قدامہ منبلی کہتے ہیں: ہماری دلیل حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور صحابہ میں سے کسی نے ان کے قول کی مخالفت نہیں کی۔ نیز لقطہ کو اٹھا کر اپنے آپ کو حرام کھانے اور اعلان نہ کر کے ترک واجب کے خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اس لیے زیادہ محفوظ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ لقطہ کو نہ اٹھایا جائے، جس طرح یتیم کے مال کا ولی نہ بنا بہتر ہے، اور یہ خیال کہ لقطہ نہ اٹھانے سے ایک مسلمان کے مال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس لیے مورد مذمب نہیں ہے کہ جو لے بیٹھے اونٹ وغیرہ کو بھی لے مانا جائے نہیں ہے۔ حالانکہ مال ضائع ہونے کا خطرہ اس میں بھی بہت ہے

لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ زبیدی کہتے ہیں کہ لقطہ کو اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بلا اجازت غیر کے مال کو اٹھانا ہے، اس لیے اس پر ہاتھ بڑھانا جائز نہیں ہے۔ اور بعض متقدمین ائمہ تابعین نے یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ لقطہ کو اٹھانا جائز ہے، لیکن اس کو نہ اٹھانا افضل ہے۔ کیونکہ میں شخص کی چیز گری ہے، وہ اس کو ایسی جگہ ڈھونڈے گا جس جگہ وہ چیز گری تھی اور جب اس چیز کو اٹھایا نہیں جائے گا تو اس کا مالک اسی جگہ سے اگر اپنی چیز اٹھائے گا، دوسری وجہ یہ ہے کہ چیز اٹھانے کے بعد یہ خطرہ ہو جاتا ہے

۱۔ علامہ سعید محمد قیصر زبیدی ترمذی ۱۲۰۵ھ تا ج ۱۲۰۵ھ، الموسوعۃ ج ۵ ص ۲۱۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ
 ۲۔ علامہ موفق الدین ابوعمرو عبدالمعز بن احمد بن قدامہ منبلی ترمذی ۶۲۰ھ تا ۶۸۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۲۱۶-۲۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

کو اٹھانے والے کی حیت بدل جائے اس لیے لفظ کو اٹھانا اپنے آپ کو فتنہ میں ڈالنے کے مترادف ہے اس لیے لفظ کو
ذرا اٹھانا افضل ہے۔

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء درجہ ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ لفظ کو اٹھانا اس کے ذرا اٹھانے سے افضل
ہے، کیونکہ اگر وہ اس کو نہیں اٹھائے گا تو اس کا خدشہ ہے کہ کوئی شخص اس کو اٹھا کر مالک سے چھپائے گا، اور جب وہ اس
کو اٹھائے گا تو اس کا اعلان کر کے اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچا دے گا، نیز وہ اس لفظ کو اٹھا کر امانت کی طرح اس کی
حفاظت کرے گا اور امانت کی ادائیگی کا التزام کرنا فرض ہے اور اس کو اس میں وہی ثواب ملے گا جو امانت کو ادا کرنے
کا ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اللہ یا مہر کھان توذوا الامانات الی اھلہا ذلک، اللہ تعالیٰ تمہیں
یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچا دو، اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ثواب کا موجب ہے۔ لہ
شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: لفظ کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے
لفظ کی اقسام اور ان کے احکام جس کے بارے میں یہ علم ہوتا ہے کہ اس چیز کا مالک اس چیز کو

طلب نہیں کرے گا، جیسے گھٹلیاں، اتار کے چھلکے (رڈی کا تھوڑا ٹکڑا، خالی بوتلیں اور رڈی کپڑے وغیرہ) دوسری قسم
وہ ہے جس کے بارے میں علم ہوتا ہے کہ اس کا مالک اس کو طلب کرے گا (جیسے قیمتی اشیاء)۔

قسم اول کا حکم یہ ہے کہ اس کا اٹھانا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر اس چیز کے مالک نے اس چیز
کو اٹھانے والے کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو وہ اس سے لے سکتا ہے کیونکہ مالک کا اس چیز کو چھیک دینا اٹھانے والے کے
یہ نفع حاصل کرنے کی بااحتساب سبب تھا اس کی طرف سے تھیک نہیں تھی، کیونکہ مجبوراً مالک بنانا صحیح نہیں ہوتا۔
اور بااحتساب کے بعد بھی مالک کی ملکیت اس چیز سے منقطع نہیں ہوتی، البتہ جس شخص کو مباح چیز ملے ہے وہ اس سے
فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن مالک کی ملکیت اس چیز کے ساتھ قائم رہتی ہے اور وہ جب چاہے اس چیز کو لے سکتا ہے
کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مال کو بعینہ پایا وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ امام ابو یوسف سے
یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک مردار بکری چھیک دی اور کسی شخص نے اس کا اون اتار لیا تو وہ اس سے نفع
حاصل کر سکتا ہے اور اگر بکری کے مالک نے اس کے ہاتھ میں اون دیکھ لیا تو وہ اس کو لے سکتا ہے۔ اور اگر کسی شخص
نے اس بکری کی کھال اتار کر اس کو رنگ یا نواب بھی اس کا مالک اس کھال کو لے سکتا ہے لیکن اس کو رنگنے کے پیسے دینے
پڑیں گے۔

لفظ کی دوسری قسم جس کے بارے میں یہ ظلم ہو کہ اس کا مالک اس کو طلب کرے گا، اس کا حکم یہ ہے کہ جو شخص اس چیز
کو اٹھائے اس پر اس کی حفاظت کرنا واجب ہے اور اس پر اس کا اعلان کرنا لازم ہے تاکہ وہ اس چیز کو اس کے مالک
تک پہنچا سکے۔ امام محمد نے ابراہیم سے روایت کیا کہ لفظ کا ایک سال تک اعلان کرے، اگر اس کا مالک آجائے تو فہما
ورنہ اس چیز کو صدقہ کر دے، صدقہ کے بعد اگر اس کا مالک آگیا تو اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھے
اور اگر چاہے تو وہ لفظ اٹھانے والے کو اس صدقہ کا ضامن کر دے۔ امام محمد نے ابراہیم نخعی کے اس قول کو بطور

دلیل کے ذکر نہیں کیا، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین کی تقلید نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے ہم رجال و نحن رجال
 وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں لیکن اصل سبب یہ ہے کہ ابراہیم نخعی اپنے فتاویٰ میں حضرت علی اور حضرت ابن مسعود
 رضی اللہ عنہما کے اقوال پر اعتماد کرتے تھے اور اہل کوفہ کی فقہ کا مدار اصنی حضرات پر تھا، ابراہیم نخعی باقی فقہاء کی
 بر نسبت حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کے اقوال کو زیادہ جانتے والے تھے، یہی وجہ ہے کہ امام محمد کی کتاب ابراہیم نخعی کے
 اقوال سے ہماری برتری ہے۔ بہر حال اس حدیث میں ہے کہ اٹھانے والا لفظ کا اعلان کرے اور ہر چیز میں ایک سال
 کی مدت لازم نہیں ہے، چیز کا اٹھانے والا خود اٹھانہ کرے کہ اس کا مالک کتنی مدت تک اس چیز کو ڈھونڈتا رہے گا،
 اتنی مدت تک وہ اس چیز کا اعلان کرتا رہے اور اس کا اعزازہ اس چیز کی قیمت اور حیثیت سے مرگتا حتیٰ کہ فقہاء کہتے
 ہیں کہ دس درہم بھی اہم اور قیمتی ہیں کیونکہ دس درہم کی چوری کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ اور اگر فقط دس درہم سے
 کم ہوتی تو دس درہم تک ایک ماہ اعلان کرے اور اگر تین درہم سے کم ہوتی تو ایک درہم تک ایک ہفتہ اعلان کرے اور ایک
 درہم سے کم ہیں ایک دن اعلان کرے اور اگر ایک پیسہ کی چیز ہوتی تو بائیس ماہ تک کو دیکھے اور پھر وہ چیز کسی فقیر
 کے ہاتھ پر رکو دے۔ ان مدتوں میں سے کوئی مدت بھی لازم نہیں ہے کیونکہ اس سے کسی مدت کو مہین نہیں کیا جاسکتا۔
 لیکن یہ جانتے ہیں کہ اعلان اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ اس چیز کا مالک اس چیز کو طلب کرے گا اور ہمارے پاس یہ چیز
 کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ اس چیز کا مالک اس کو طلب کرتا رہے گا اس لیے کسی چیز کے بارے میں ملاحظہ
 اپنی غالب دماغ سے فیصلہ کرے۔ یعنی وہ یہ سوچے کہ اگر ایسی چیز کم ہو جائے تو اس کا مالک کتنی مدت تک اس چیز کو
 تلاش کرتا رہے گا اور تین دن پر اس کا غلبہ ظن ہوا اتنی مدت تک اعلان کرتا رہے۔ لے

لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار

ملازم ابن تمام غنبلی کہتے ہیں کہ لقطہ کا اعلان بازاروں
 میں، عام مساجد کے دروازوں اور جامع مسجدوں
 کے دروازوں پر ان اوقات میں کیا جائے جن اوقات میں لوگ کثرت جمع ہوتے ہیں، اسی طرح جن مجالس میں لوگ جمع
 ہوتے ہیں وہاں بھی اعلان کیا جائے، کیونکہ مقصود اس چیز کا اظہار ہے کہ فلاں چیز کم ہوگئی ہے تاکہ اس کے مالک کو
 پتہ چل جائے اس لیے لوگوں کے جمع ہونے کی مجالس کو تلاش کرنا چاہیے۔ یہ اعلان مساجد میں نہ کیا جائے کیونکہ مساجد
 اس لیے نہیں بنائی گئی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص
 نے کسی آدمی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنا اس کو چاہیے کہ یوں کہے کہ اے اللہ تمہاری اس چیز کو واپس نہ
 کرے۔ کیونکہ مساجد اس لیے نہیں بنائی گئیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لقطہ اٹھانے والے شخص سے فرمایا اس کا مسجد
 کے دروازہ پر اعلان کرو۔

نقطہ اٹھانے والا خود بھی لقطہ کا اعلان کر سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس کے لیے کسی اور شخص کو مقرر کرے
 اگر کوئی شخص از خود ملاحظہ کی طرف سے اعلان کرے تو فقہاء و درنہ ملاحظہ خود اعلان کرے، کیونکہ اصل میں اعلان کرنا لقطہ
 اٹھانے والے پر واجب ہے۔ اور اگر وہ اجرت دے کر کسی سے اعلان کرائے تو یہ بھی جائز ہے۔ اس میں امام احمد، امام
 شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۱۔ حسن اللہ محمد بن احمد نسیمی مطبوعہ سنہ ۱۳۸۳ھ، البسوط ج ۱۱ ص ۳۰۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعة الثانیة ۱۳۵۸ھ

یہ ہے۔ اور ظاہر الروایۃ میں کہ امام محمد نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ نقل اور کثیر میں فرق کے بغیر ایک سال اعلان کرے اور یہی امام مالک، امام شافعی (اور امام احمد) کا قول ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی تفصیل اور فرق کے بیان فرمایا: **من النقطۃ شیتا علی عیون مسننہ**۔ ”جن کو کوئی چیز ملے جو وہ اس کا ایک سال اعلان کرے“ اور حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور امام ابو یوسف نے جو پہلی روایت ہے کہ دوسروں میں یا زیادہ سے لے کر دس درجہ تک ایک سال اعلان کرے اور دس درجہ سے کم میں حتیٰ تک تک مناسب سمجھے اعلان کرے اس کی دلیل یہ ہے کہ جن روایات میں ایک سال اعلان کرنے کا ذکر ہے وہ اس نقطہ کے بارے میں ہیں جو ایک سو دینار تھا جو ایک ہزار درجہ کے سادھی ہے اور دس درجہ یا اس سے زیادہ کی مالیت کی وجہ یہ ہے کہ ہجر کی کم از کم مقدار نصاب مرتبہ یعنی دس درجہ ہے، یعنی دس درجہ شرمناختہ مال ہے، کیونکہ اس کے عوض چروکا ہوا گائے کاٹ دیا جاتا ہے اور فرج حلال ہو جاتی ہے اس لیے دس درجہ کی مالیت کے حکم کو بھی ایک ہزار درجہ کے حکم کے ساتھ لائق کر دیا اور دس درجہ سے کم کا چروکہ یہ مرتبہ نہیں ہے اس لیے اس کے اعلان کی مدت ایک سال انہیں رکھی بلکہ اس کو اعلان کرنے والے کی صواب دید پر چھوڑ دیا۔ ۱۷

آج کل کے دور میں نقطہ کے اعلان کا طریقہ کار ہر چند کہ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف سے ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ دس درجہ یا اس سے زیادہ کی مالیت

کا ایک سال اعلان کرنا چاہیے لیکن چونکہ اس پر عمل کرنا دشوار ہے اس لیے امام ابو یوسف کی اس روایت پر عمل کرنا چاہیے جس کو علامہ ابن ہمام نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ایک دانہ سے ایک درجہ تک ایک دن اور ایک درجہ سے تین درجہ تک تین دن اور تین درجہ سے لے کر دس درجہ تک دس دن اعلان کرے اور دس درجہ سے دوسروں تک ایک ماہ اعلان کرے اور دوسروں درجہ یا اس سے زائد ہوا ایک سال اعلان کرے اور اس روایت کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ایک ہزار درجہ کی مالیت کے نقطہ کے بارے میں ایک سال اعلان کا حکم ہے اور دوسروں درجہ چونکہ نصاب نذرانہ سے اس لیے دوسروں درجہ کی مالیت کو بھی اس کے ساتھ لائق کیا ہے اور دوسروں درجہ سے کم مالیت کو اس کے ساتھ لائق نہیں کیا اور اس کی اپنے اجتہاد سے مدت مقرر کی ہے نیز طبرانی میں کم چیز کے لیے تین دن اور پھر دن تک اعلان کا بھی ذکر ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۹) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فقہاء نے سمجھا ہے کہ جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں اعلان کیا جائے اور آج کل لوگ بازاروں میں مارکیٹوں میں اور تقریباً گاؤں میں زیادہ جمع ہوتے ہیں، جب فقہاء نے یہ مسئلہ سمجھا تو اس وقت بہت چھوٹے چھوٹے شہر تھے اور زندگی اس قدر مصروف نہیں تھی اور اب کراچی ایسے شہر ہیں جو کہ ہزاروں ہومیز رقبہ پر محیط ہے اور تقریباً ایک کروڑ انسانوں کی آبادی پر مشتمل ہے، ایک آدمی کے لیے بہت مشکل ہے کہ وہ ایک سال یا ایک ماہ یا ایک ہفتہ تک روزانہ مارکیٹوں اور بازاروں میں جا کر کسی گمشدہ چیز کا اعلان کرتا پھرے۔

آج کل کے دور میں نقطہ کے اعلان اور تشہیر کی آسان اور قابل عمل صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز ملی، مردہ اس کا اعلان اخبارات، ریڈیو اور ٹی۔ وی میں کلاسے اور یہ ابلاغ عام کا بہت شرفزدہ تعبیر ہیں۔ مثلاً کسی شخص کو کسی راستہ میں کوئی

۱۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۴۱۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵۱-۳۵۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ

قیمتی پن یا قیمتی گھڑی بڑی ملی ہے تو وہ یہ اعلان کر دے کہ مجھے فلاں دن فلاں جگہ اتنے وقت پر ایک پارک، شیخ یا مدرس کا پن پڑا ہوا ملا ہے جس شخص کا وہ پن ہو وہ اس کی علامات اور نشانیاں بتا کر مجھ سے ملے جائے۔ جب میں لاہور میں تھا تو ہمارے مدرسہ کے ایک طالب علم کو مسجد کے پاس ایک پارک پر پڑا ہوا ملا، مجھے علم ہوا تو میں نے فوراً ایک طالب علم کے ذریعہ جنگ اخبار میں اس کا اعلان بھجوا دیا دوسرے دن اس کا مالک آیا اور نشانیاں بتلا کر اپنا پن لے گیا۔ اگر ایک بار اعلان کے بعد نقطہ کا مالک نہ آئے تو سال میں کئی بار وقفہ وقفہ سے اعلان کرایا جاسکتا ہے یا یوں کر سے کہ پہلے شہر میں شائع ہونے والے تمام اخبارات میں ایک ایک کر کے اعلان بھیجے مثلاً پہلے جنگ اخبار میں اعلان بھیجے پھر دوسرے وقت میں پھر مشرق میں علیٰ ہذا اقیانوس۔ اگر اس کا نتیجہ نہ نکلے تو پھر ریڈیو کی سٹی سروس میں اعلان کرائے اور اس کا نتیجہ نہ نکلے تو پھر ٹی۔ وی کی سروس سے اعلان کرائے۔ اور یہ بہت بعید ہے کہ ان تمام ذرائع ابلاغ سے اعلان کے بعد بھی مالک نقطہ کو وصول کرنے کے لیے نہ آئے اور اعلان کرنے والے کو چاہیے کہ ایک سال میں وقفہ وقفہ کے ساتھ ان تمام ذرائع سے اعلان کرائے تاکہ نشاء حدیث سوری اور ممنوں دونوں طرف سے پورا ہو جائے اور اس کی حجت تمام ہو جائے اور ایک سال کے بعد بھی اگر مالک نہ آئے تو پھر وہ اس کو صدقہ کر دے۔

اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد نقطہ کے مصرف میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ | علامہ ابن قدامہ حنبلی

ایک شخص نے ایک سال تک اعلان کیا اور اس کے مالک کا پتہ نہ چلا تو اب وہ نقطہ اس کی ملکیت ہو گیا خواہ وہ شخص فقیر ہو یا غنی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ سے اسی طرح روایت ہے (رضی اللہ عنہم) حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ ہے۔ عطاء، اسحاق، ابن منذر اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک، حسن بن صالح، ثوری اور فقہاء حنبلیہ نے یہ کہا ہے کہ وہ نقطہ کو صدقہ کر دے اور جب اس کا مالک آئے تو اس کو یہ اختیار دے کہ وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھ کر اجر حاصل کرے اور چاہے تو اس صدقہ کا جرمانہ وصول کرے اور منقطع اس کو نقطہ کا بدل ہتیا کرے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقطہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ایک سال تک اعلان کرے اور ایک روایت میں تین سال ہے پھر اگر اس کا مالک آجائے تو بہادر اور اس چیز کو صدقہ کر دے فاذا اجاء ربھا فرضی بالاجرو والاخر مہا۔ اگر اس کا مالک اس صدقہ کے اجر پر راضی ہو تو بہادر نہ اٹھانے والا اس کا تادان بجز حلینی مالک کو اس صدقہ کا بدل ہتیا کرے۔ اور اس پر عقلی دلیل یہ ہے کہ نقطہ ایک مال معصوم ہے یعنی اس کی حفاظت واجب ہے اور اس کی لوٹ مار حرام ہے اور مالک اس نقطہ سے اپنی ملکیت زائل کرنے پر راضی نہیں ہے اور نہ زوال ملکیت کا کوئی سبب اور مقتضی ہے اس لیے مالک سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہوگی۔ اور منقطع کے لیے اس کو اپنی ملک میں لینا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر نقطہ اٹھانے والا فریب ہو اور اس کا کھانا نہ ہو تو پھر وہ اس کو لے سکتا ہے کیونکہ امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو نقطہ ملا وہ اس پر ایک نیک آدمی یا کئی نیک آدمیوں کو گواہ کرے نہ اس کو چھپائے نہ فائب کرے اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو واپس کر دے ورنہ وہ اللہ کا مال ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دے اور جس مال کی اللہ کی طرف نسبت ہو اس مال کا صدقہ کا مستحق مالک ہو سکتا ہے۔

اختلاف کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ منہلی کہتے ہیں: ہماری دلیل حضرت زید بن خالد جہنی کی روایت ہے جس میں آپ کا ارشاد ہے: فان لم تصرف فاستنقہا۔ "اگر لفظ کے مالک کا پتہ نہ چلے تو اس کو خرچ کر لو اور ایک روایت میں ہے: والا فہی کیلیل مالک۔ "وہ وہ نہاسے مال کی طرح ہے،" اور ایک روایت میں ہے "تھک کھلا" پھر تم اس کو کھاؤ اور ایک روایت میں ہے فانتفع بها "اس سے نفع اٹھاؤ" اور ایک روایت میں ہے فشا نکبہا۔ "اس کا تم جو چاہو کرو" اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث میں ہے فاستنقہا "اس کو خرچ کرو۔" اور ایک روایت میں ہے فاستتمہا بها "اس سے فائدہ حاصل کرو" اور یہ

حدیث صحیح ہے اور اس لیے کہ جو شخص مقروض ہو وہ غریب کی طرح لفظ کا بھی مالک ہو جانتا ہے اور جس شخص کے لیے لفظ کا اٹھانا جائز ہو وہ اعلان کے بعد فقیر کی طرح اس کا مالک ہو جانتا ہے۔ اور فقہاء اختلاف نے حضرت ابوہریرہ کی جو روایت بیان کی ہے اس کا حدیث کی کسی ممتد کتاب میں ثبوت نہیں ہے اور ان کا یہ کہنا کہ جس چیز کی اللہ کی طرف نسبت ہو وہ مستحقین حدیث کا حق ہوتی ہے، بلا دلیل ہے بلکہ باطل ہے، کیونکہ تمام اشیاء کو مطلقاً اور بیکساں شری کی طرف نسبت ہے۔ اشر تالی فرماتا ہے: و اتوہم من مال اللہ الذی اتاکم والنور (۳۱) اور (بدلی مکاتبت ادا کرنے کے لیے) انہیں اللہ کے اس مال سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے۔" ۱۷

اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لفظ کے مصروف میں فقہاء و شافعیہ کا نظریہ

ہیں: جب مستنطق ایک سال تک اعلان کر دے اور اس کا مالک نہ آنے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو اس کے مالک کے لیے ہمیشہ محفوظ رکھے، اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس لفظ کو اپنی ملکیت میں لے لے خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ جب مستنطق اس کو اپنی ملکیت میں لینا چاہے تو وہ اس کا کس وقت مالک ہو گا؟ اس میں فقہاء و شافعیہ کے کئی قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جب تک وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں نے اس کو اپنی ملکیت میں لے لیا اس وقت تک اس چیز کا مالک نہیں ہو گا، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک بیع اور شراہ کی طرح اس میں مالکانہ تصرف نہیں کرے گا اس کا مالک نہیں ہو گا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے ملکیت کی نیت کر لینا کافی ہے، یہاں ضروری نہیں ہے، چنانچہ قول یہ ہے کہ سال گزرتے ہی وہ اس کا مالک ہو جائے گا، بہت کئی بھی ضرورت نہیں ہے اور اگر ملکیت میں لینے کے بعد اس کا مالک آگیا تو مالک متصرف زیادتی سے لے گا اور متصرف زیادتی نہیں لے گا، اشلار علی کا بچہ خباب وہ پورا عمر بن گیا ہے تو اس کو لے لے گا اور اگر عمر خنی کے بچے ہو گئے ہیں تو وہ بچے نہیں لے گا۔ سیدی) اور اگر ملکیت میں لینے کے بعد وہ چیز ضائع ہو گئی تو ہمارے اور مجبور کے نزدیک اس کا بدل ادا کرنا لازم ہو گا اور داؤ و ظاہری کے نزدیک بدل ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ ۱۸

۱۷۔ علامہ مفتی الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ منہلی متوفی ۶۲۰ھ، السنی ج ۱۱ ص ۸-۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۰۵ھ
 ۱۸۔ علامہ بیہقی بن شرف نوادی شافعی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد اہم المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لفظہ کے مصرف میں فقہانہما لکبیہ کا نظریہ | قاضی ابن رشد مالکی لکھتے

فقہانہما، امام مالک، ثوری، اوزاعی، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، ابو حنیفہ اور ابو ثور اس پر متفق ہیں کہ جب مدت پوری ہو جائے تو غریب شخص کے لیے لفظہ کو اپنے مصرف میں لانا جائز ہے اور اگر وہ غنی ہے تو اس کو صدقہ کر دے، پھر اگر اس کا مالک آجائے تو مالک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھے اور صدقہ کا ثواب حاصل کرے اور اگر چاہے تو مطلقاً سے صدقہ کرنے کے تاوان میں اس چیز کو وصول کرے۔ البتہ اس میں اختلافات ہے کہ سال پورا ہونے کے بعد آیا غنی بھی اس چیز کو کھا سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ غنی کے لیے لفظہ کو کھانا یا اس کو صرف میں لانا جائز نہیں ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس لفظہ کو صدقہ کر دے۔ حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے، امام اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ مال زیادہ ہے تو اس کو بیت المال میں رکھ دیا جائے۔ امام مالک اور امام شافعی کی دلیل حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے اقوال ہیں اور اہل ظاہر وغیر مقلدین کے سوا یہ تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ اگر مطلقاً کے کھانے کے بعد مالک آگیا تو مطلقاً اس کا ضامن ہوگا۔

اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لفظہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ | شمس الائمہ علامہ سرخسی

حنفی لکھتے ہیں: اعلان کے بعد مالک آجائے تو مطلقاً لفظہ کو اس کے حوالے کر دے، کیونکہ اعلان سے جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا، اور اگر مالک نہ آئے تو اس کو اختیار ہے خواہ لفظہ کو مالک کے انتظار میں محفوظ رکھے، خواہ اس کو صدقہ کر دے کیونکہ اس کو محفوظ رکھنا عزیمت ہے اور ایک سال کے اعلان کے بعد اس کو صدقہ کر دینا رحمت ہے اور مطلقاً رحمت اور عزیمت میں سے کسی ایک پر عمل کرنے میں اختیار ہے، صدقہ کرنے کے بعد اگر مالک آگیا تو پھر مالک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو صدقہ کو برقرار رکھے اور اس کا ثواب مالک کو ہوگا اور اگر چاہے تو صدقہ کے تاوان میں لفظہ کا بدل لے۔ اور یہ تاوان چاہے تو مطلقاً سے وصول کرے اور چاہے تو اس مسکین سے وصول کرے جس کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اور جو بھی ضامن ہوگا وہ دوسرے سے اس کا تاوان وصول نہیں کرے گا، (یہ حکم اس وقت ہے جب مطلقاً غنی ہو) اور اگر مطلقاً غریب ہو تو وہ ایک سال کے اعلان کے بعد اس کو خود خرچ کر سکتا ہے کیونکہ اس کو یہ اختیار تھا کہ وہ اس لفظہ کو کسی غریب پر صدقہ کر دے اور جب کہ وہ خود غریب ہے تو وہ لفظہ کو اپنے نفس پر بھی صدقہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر مطلقاً غنی ہو تو ہمارے نزدیک وہ اس لفظہ کو اپنے نفس پر خرچ نہیں کر سکتا اور امام شافعی کہتے ہیں کہ امیر بھی مدت گزرنے کے بعد اس کو اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے لیکن یہ اس کے اوپر قرض ہے اگر مالک آگیا تو اس کو وہ چیز دینا ہوگی۔

امام شافعی کے دلائل کے جوابات | امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب غنی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اگر ایک سال اعلان کے بعد

۱۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متون ۵۹۵ ص ۲۵۹، بیابان المصنف ۲۵۹ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۲۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متون ۲۲۹ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

مالک د آئے تو لفظ کو خرچ کر لینا ادھان کے جنفی پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لفظ کو اپنے مال کے ساتھ ملانا اس سے ثابت ہوا کہ وہ مالدار تھے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے ان پر لوگوں کے اس قدر زحہ ہوں کہ مالدار ہونے کے باوجود حکماً فقیر ہوں اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ لفظ کو اپنے مال کے ساتھ ملا لیں۔ امام طحاوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنفی ہوئے تھے اور اس سے پہلے وہ فقیر (غریب) تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ معراجی زمین مدقہ کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا یہ زمین اپنے خرب ریشہ داروں کو دو سو اونٹوں نے وہ زمین حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب کو دے دی۔ ملاد مار دینی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بیہقی نے باب الوصیۃ لفقراہ میں ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو تقلیداً ذکر کیا ہے۔ (الجہاد المفقوج ۶ ص ۱۸۶) اس سے واضح ہو گیا کہ بس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ لفظ کو اپنے مال کے ساتھ ملا لیں اس وقت وہ غریب تھے اور ان پر مدقہ جائز تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لفظ کسی حرابی کافر کا مال ہو جس کی حفاظت کی مسلمانوں پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور چونکہ اس مال پر حضرت اُبی کے ہاتھ سے سبقت کی گئی تھی اس لیے آپ نے ان کو اس کا زیادہ حقدار قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: رفاق صدقہ اللہ الیحد "یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے" اور اس کے باوجود آپ نے ایک سال تک اس کے مدد و درستی کے سر نہ بند کی پہچان کو یا درکنہ کا احتیاطاً حکم دیا تاکہ اگر یہ مال محرم ہو تو وہ اس کو ادا کر سکیں۔ علامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ بجز تاحادیث اور آثار میں یہ وارد ہے کہ ایک سال اعلان کے بعد لفظ کو مدقہ کر دیا جائے۔ (م معتریب ان احادیث اور آثار کو بیان کریں گے۔ سیوی غفرلہ) نیز اصل مقصود یہ ہے کہ لفظ کا خراب اس کے مالک کو پہنچا دیا جائے۔ اگر جنفی نے اس مال کو اپنے اوپر خرچ کر لیا تو یہ مقصود حاصل نہیں ہوگا بلکہ جب جنفی اس مال کو اپنے اوپر خرچ کرے گا تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ اس لفظ کو اپنے لیے اٹھانے والا تھا اور اپنے لیے لفظ کو اٹھانا اس کے لیے شرعاً ناجائز ہے۔ پس ہمیں کہ اتبادر اس پر لازم تھا کہ وہ اس لفظ میں اپنے تعرت کی نیت نہ کرے اس طرح اختیار بھی اس پر لازم ہے کہ اس میں اپنے تعرت کی نیت نہ کرے۔

اس مسئلہ میں امام شافعی نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت علی کو ایک دینار پڑا ہوا ملا، انہوں نے اعلان کے بعد اس کا طعام خرید لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سب نے اس طعام کو کھایا۔ اگر لفظ کو مدقہ کرنا ضروری ہوتا تو مطلقاً اس کو اپنے اوپر خرچ نہ کر سکتا تو یہ حضرات اس طعام کو نہ کھاتے کیونکہ ان پر صدقہ حلال نہیں تھا۔ اس روایت کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کو جو دینار پڑا ہوا ملا تھا وہ لفظ نہیں تھا۔ اس دینار کو ایک فرشتہ نے اس لیے گرایا تھا کہ حضرت علی اس کو اٹھائیں، کیونکہ ان حضرات کو کئی دنوں سے کھانا نہیں ملا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو دمی سے جان لیا تھا، اسی وجہ سے ان سب نے اس کھانے کو کھایا تھا وہ مدقہ واجبہ تران پر حلال نہیں تھا، اسی وجہ سے حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دینار سے طعام خریدنے کی اجازت لی تھی۔ ۱۰

۱۰۔ تیس الاثر محمد بن احمد رحمہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ۲۸۳، الملبوط ج ۸ ص ۸-۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں احادیث فقہاء احناف کا یہ نظریہ ہے کہ اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کو صدقہ کرنا ناجائز ہے، اگر ملتقط غریب ہے تو وہ اس کو اپنے اوپر صدقہ کر سکتا ہے لیکن اگر ملتقط امیر ہے تو وہ اس اپنے اوپر صرف نہیں کر سکتا اور اس پر لقطہ کو صدقہ کرنا واجب ہے، فقہاء احناف کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے :-

ما نقلہ نور الدین البیہقی ذکر کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن اللقطة فقال تعرف ولا تعیب ولا تکتم فان جاء صاحبها والا فهو مال اللہ یؤتیہ من یشاء رواہ البزار وسجالہ رجال الصحیح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اس کا اعلان کرو، اس کو فاش کرو اور نہ چھپاؤ، اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دے دو ورنہ یہ اللہ کا مال ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

فقہاء احناف نے "مال اللہ" اللہ کے مال سے استدلال کیا ہے، کیونکہ اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ اللہ کا مال اس مال کو کہتے ہیں جو فقرا کو دیا جاتا ہے اور صدقہ کیا جاتا ہے، اور اگر کسی جگہ مجازاً اس قاعدہ کے خلاف اطلاق ہو جیسے وانتم من مال اللہ الذی اتاكم (النور: ۲۳) میں ہے تو یہ اس قاعدہ کے خلاف نہیں ہے۔ اس لیے اس قاعدہ پر علامہ ابن قدامہ کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔ علامہ البیہقی ذکر کرتے ہیں:

عن یعلی بن مرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من التقط لقطۃ یسیرۃ ثوباً او شبیحۃ فلیعرفہ ثلاثۃ ایام ومن التقط اکثر من ذلك ستۃ ایام فان جاء صاحبها و الا فلیتصدق بها فان جاء صاحبها فلینحیرہ رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیہ عبد اللہ بن یعلی و هو ضعیف۔
عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحمل اللقطة من

حضرت یعلیٰ بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو کوئی معمولی لقطہ پکڑا یا اس کی مثل کوئی چیز ملی تو اس کا تین دن اعلان کرے اور میں کو اس سے زیادہ کوئی چیز ملی وہ اس کا چھ دن اعلان کرے۔ پھر اگر اس کا مالک آجائے تو وہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر اس کے بعد اس کا مالک آئے تو وہ مالک کو اختیار دے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقطہ حلال نہیں ہے، جس شخص

ما نقلہ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۷۸۰ھ، مجمع الرواۃ ج ۴ ص ۱۶۰، مطبوعہ دارالکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

marfat.com

بہارِ فاضل

نے کسی چیز کو اٹھایا وہ اس کا اعلان کرے، اگر اس کا مالک
آجائے تو اس کو واپس کر دے اور اگر نہ آئے تو اس چیز کو
صدقہ کرے، پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو (صدقہ کے)
ابراہم اور اس چیز (کے تاملان لینے) میں اختیار دے۔ اس
حدیث کو طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے
اور اس کی سند میں یوسف بن خالد لیسما راوی کا کذاب ہے۔
پھر چند کثیر دروز حدیث ضیف السنہ ہیں لیکن تعدد سند کی وجہ سے حسن نظیرہ ہیں اور ان کا مضمون دوسری امام

التقط شيئاً فليصرفه فان جاء صاحبه ما
فليرد ما اليه فان لم يأت فليصدق
بها فان جاء فليخيره بين الاجر وبين الذي
له رواه الطبراني في الصغير والوسط و
فيه يوسف بن خالد السمي وهو كذاب

سے مرید ہے، اس لیے ان سے استدلال صحیح ہے۔
عن الجارود قال بينا نحن مع رسول

الله صلى الله عليه وسلم في بعض اسفارنا
وفي الظهر قلنا اذا تذكر القوم الظهر
فقلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم قد
علمت ما تلقينا من الظهر قال وما يكفيننا
قلت ذودنا في عليه في جوف فاستمتع
بظهورهن قال لا ضالة المسلم حرق النار
فلا يقرب منها ضالة المسلم حرق النار
فلا يقربنها رواه احمد والطبراني في
الكبير باسناد رجال بعضها رجال
الصحيح ر

حضرت جارود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں
سواروں کی قلت تھی تو لوگوں نے سواروں کو دو کر کیا، میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، آپ کو معلوم ہے کہ
ہم کو سواروں کی قلت کا سامنا ہے، آپ نے فرمایا اس کا
کیا حل ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا ہم جنگل میں پھر نئے
والے مریشیروں سے کچھ اونٹ لے لیں اور ان سے ٹانہ
اٹھائیں، آپ نے فرمایا نہیں! مسلمان کی گم شدہ چیز جہنم کی
آگ ہے، ہرگز اس کے قریب نہ ہوں، مسلمان کی گم شدہ
چیز جہنم کی آگ ہے اس کے ہرگز قریب نہ ہوں۔ اس
حدیث کو امام احمد نے اور امام طبرانی نے کبیر میں روایت
کیا ہے اور اس کے معنی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔
اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی کئی اسانید سے روایت کیا ہے علیہ اور امام ابن ماجہ اور امام نسائی نے بھی اس کو
روایت کیا ہے

حافظ البیہقی کی ذکر کردہ ان احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ لقطہ پر لقطہ حلال نہیں ہے، اس کا کتنا جہنم کی
آگ ہے اور اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور ہر بھی فقہاء احناف کا موقف ہے۔

لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں آثار صحابہ و تابعین
امام محمد روایت کرتے ہیں:

۱۔ حافظ نور الدین ابن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۲ھ

۲۔ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۷

۳۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

ان کو وہ نقطہ بطور فرض دیا ہو، خاصاً ہو سکتا ہے کہ وہ نقطہ کسی کا زحرفی کا مال ہو اس لیے ان کو زحرفی کا اجازت دی ہو۔
ساداً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی خصوصیت ہو یا بحیثیت امام آپ کی خصوصیت ہو، سالیماً دوسری اہماد بیٹ اور آثار صحابہ
میں غنی پر نقطہ کے زحرفی کی مخالفت ہے اور حضرت ابی کی روایت میں اس کی اجازت ہے اور جب تحریر اور اجازت میں
تعارض ہو تو تحریر کو ترجیح ہوتی ہے۔

اس حدیث کا اس طرز سے جو تشریح کی گئی ہے اسی کا ثبوت کی دلیل کے جو جہاں ذکر کیے گئے ہیں اس سے فقہ
حنفی کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فقہ حنفی کو زیادہ سے زیادہ فروغ عطا فرمائے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
صَاحِبِ الْعَالَمِينَ۔

اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب سائل نے تم گندہ چیز کا حکم معلوم کر لیا تو پھر سوال کیا
اگر جھولا جھکا اونٹ مل جائے تو، اس سوال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخسار
مبارک سرخ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقرے میں آنے کا علمانے مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ حافظ
ابن حجر نے لکھا ہے کہ چونکہ پہلے ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے لینے سے منع فرمادیا تھا اور اب اس نے اونٹ
کا سوال کیا اس لیے آپ ناراض ہوئے، یا اس لیے کہ سائل نے صحیح قیاس نہیں کیا اور جب نقطہ لینا مبین ہے اس
پر اس کو قیاس کیا جس کا لینا مبین نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آپ کو سائل کی کم فہمی پر غصہ آیا کیونکہ وہ نقطہ اٹھانے کی اصل وجہ کو نہیں سمجھا اور ایک
بیز کو اس پر قیاس کیا جو اس کی نظیر نہیں تھی، کیونکہ نقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شخص سے گھر جانے اور یہ
پتہ نہ چلے کہ اس کا مالک کہاں ہے۔ اور اونٹ اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ اہم اور صنعت کے اعتبار سے نقطہ کا مندرجہ ہے
کیونکہ اس میں ایسی صلاحیت ہے کہ وہ از خود مالک تک پہنچ سکتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس کے بکثرت سوال کرنے کی وجہ سے ناراض ہوئے ہوں، کیونکہ سائل کسی حقیقی پیش آمدہ مسئلہ کا حل نہیں پوچھ رہا تھا بلکہ
مضامین فریضی صورتوں کا سوال کر رہا تھا۔

اگر حجاز نے یہ کہا ہے کہ اونٹ، اگائے اور گھوڑے میں افضل بیٹ ہے کہ ان کو جھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ وہ اپنے
مالک کے پاس پہنچ جائیں۔ علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس زمانے میں ان جانوروں کو بے مانا افضل ہے کیونکہ اب
ایسا زمانہ ہے کہ اگر کوئی نیک آدمی ان کو مالک کے پاس پہنچانے کے لیے کہہ نہیں گیا تو کوئی چیز اچھا کان کو بے چلا
جائے گا۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو بے مانے کے لیے جرم منع فرمایا تھا
یہ حکم اس زمانے میں تھا جب عام طور پر لوگ نیک اور امانت دار تھے لیکن اس زمانہ میں یہ اطمینان نہیں ہے کہ وہ اونٹ
محفوظ رہے گا اور کوئی نائن شخص اس کو بے چلا نہیں جائے گا اس لیے اب اونٹ کو بے مانے میں اس کی حفاظت
ہے اور اس کے مالک کے حق کو محفوظ رکھنا ہے۔

حجاج کے نقطہ کو اٹھانے میں مذاہب فقہاء اور ممانعت کی حکمت

حدیث نمبر ۲۳۹۵ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے حجاج کی گری پڑی چیزوں کے اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ شریفی شافعی نے لکھا ہے کہ عام نقطہ اور حجاج کے نقطہ میں فرق ہے، عام نقطہ کو کوئی شخص بھی اٹھا سکتا ہے اور حجاج کے نقطہ کو صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو اعلان کے لیے مقرر ہو، اور حجاج کے نقطہ کے لیے صرف ایک سال اعلان کرنے کی حد نہیں ہے بلکہ اس کا ہمیشہ اعلان کرنا ہوگا ورنہ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حرم مکہ مکرمہ مسلمانوں کے ٹوٹ کر آنے کی جگہ ہے، مسلمان یہاں بار بار آتے رہتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مگر کی زیارت سے مشرف فرمائے) اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس چیز کا مالک دوبارہ وہاں آئے اور اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کرے یا کسی شخص کو اس چیز کی تلاش میں بھیجے اس لیے ملحقہ اس کا ہمیشہ اعلان کرتا رہے۔ لہ

جمہور کا نظر یہ ہے کہ حرم اور غیر حرم میں نقطہ کا حکم واحد ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، ابن مسیب، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی نظر ہے۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ حرم کے نقطہ کو ملکیت کے لیے اٹھانا جائز نہیں ہے، اس کی صرف مالک کے لیے حفاظت کرنا جائز ہے اور اگر اس کو اٹھایا ہے تو عیب ہمیشہ اس کا اعلان کرتا رہے، علامہ ابن قدامہ حنبلی اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جمہور کے موقف پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نقطہ امانت ہے اور اس کا حکم حرم اور غیر حرم میں مختلف نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ حرم کے نقطہ کا اٹھانا صرف اعلان کرنے والے کے لیے جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایک سال اعلان کر سکتا ہو وہی شخص حرم کے نقطہ کو اٹھائے اور یہ تخصیص تاکید کے لیے ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کی گم شدہ چیز جنم کی آگ ہے حالانکہ ذمی کی گم شدہ چیز کا بھی یہی حکم ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تخصیص تاکید فرمائی ہے۔ لہ

علامہ المرغینانی نے جمہور کے موقف پر دیگر احادیث کے عموم اور اطلاق سے استدلال کیا ہے اور حرم مکہ کی تخصیص کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ مکہ کا نقطہ وہی شخص اٹھائے جو اس کے اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور حرم کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ حرم میں مسافر بکثرت آتے ہیں اس لیے وہاں اعلان ضرور کرنا چاہیے۔ علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ آپ نے حرم کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ چونکہ حرم میں مسافر بکثرت آتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ جس کی چیز ہو وہ شخص جا چکا ہو اس لیے وہاں اعلان کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ اس لیے آپ نے اس پر تنبیہ کی کہ حرم ہر یا غیر حرم ہر جگہ نقطہ کا اعلان کرنا ضروری ہے۔ بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث سے ایک سال اعلان کرنے کی تاکید مراد ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ حرم مکہ میں صرف ایام حج میں اعلان کرنا کافی ہے

لہ۔ علامہ محمد شریفی شافعی، منیٰ المحتاج ج ۲ ص ۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

۲۔ علامہ مونی الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنیٰ ج ۲ ص ۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۶۱۱ھ، منیٰ ج ۲ ص ۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علامہ ابن قیم نے یہ لکھا ہے کہ حرم اہل ذمہ حرم کے لفظ میں یہ فرق ہے کہ مکہ سے لوگ روانہ ہوتے رہتے ہیں اس لیے وہ ان ایک سال تک لفظ کا اعلان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے مکہ میں من اس شخص کے لیے لفظ اٹھانا جائز ہے جو لوگوں کے روانہ ہونے سے پہلے اس کا قرآن اعلان کر دے، جبکہ دوسرے شہروں میں لفظ اٹھانے کے لیے یہ شرط نہیں۔ مکہ اور دوسری جگہ کے لفظ میں فرق کی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ مکہ میں حجاج صرف اپنی ضرورت کا مسلمان سے جانتے ہیں لہذا اگر ان کی کوئی چیز تک ہوگئی تو وہ فوراً اس جگہ جائیں گے جہاں وہ چیز تک ہوئی تھی اور اگر وہ چیز بڑی بڑی ہوگی تو اس کو اٹھا لیں گے۔ اس وجہ سے آپ نے حجاج کے لفظ کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ حجاج کو ایک جگہ تو قرار نہیں جتنا حجاج کہیں پھر رہے ہوں گے اور منتقل نہیں اعلان کرنا ہوگا۔ اس لیے حجاج کی چیزوں کو وہیں رہنے دیا جائے تاکہ وہ اپنی چیز کو خود اٹھا لیں لہذا یہ کیڑی خطہ ہو کہ اگر وہ چیز بڑی رہی تو مانع ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں اس کو ایسا شخص اٹھائے جو ایک سال تک اس کا اعلان کر سکتا ہو۔

علامہ ابن حرام لکھتے ہیں کہ حجاج کا لفظ اٹھانے سے آپ نے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اگر حجاج کی چیز اپنی جگہ چلی رہی تو حجاج کو آسانی سے مل جائے گی لیکن اگر آج کل وہ چیز بڑی ہی تو لوگ کہیں گے اور اگر وہ مکہ میں پوریاں کرنا شروع کر دیں گے، اس لیے اس فساد سے بچنے کے لیے لفظ کو اٹھانا لینا چاہیے، کیونکہ جو احکام کسی شرط کے اعتبار سے شروع ہوں پھر یہ پتہ چلے کہ اس شرط کی وجہ سے اس میں کوئی فساد لازم آتا ہے تو پھر وہ حکم منقطع ہو جائے اس کے برخلاف جو احکام کسی سبب پر بنتی ہوں وہ احکام برقرار رہتے ہیں مثلاً طواف میں رمل کرنا اظہار توت کے سبب سے شروع ہے تو یہ حکم باقی رہے گا۔

علامہ ابن حرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ جن امارت میں لفظ کو اٹھا کر ایک سال تک اعلان کرنے کا حکم ہے وہ امارت عام ہیں اور صحیح مسلم کی جس حدیث میں حجاج کے لفظ کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے یہ حدیث خاص ہے اور عام خاص پر مقدم ہوتا ہے اس لیے دوسری امارت کو اس پر ترجیح ہوگی۔ لہذا مصنف کی رائے یہ ہے کہ مکہ کے لفظ کے بارے میں دو حدیثیں ہیں ایک یہ کہ حجاج کے لفظ کو نہ اٹھایا جائے اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ مکہ کے لفظ کو صرف اعلان کرنے والا ہی اٹھائے، ان دونوں حدیثوں کو منور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ مقدمہ نہیں ہے کہ مکہ کے لفظ کو بالکل نہ اٹھایا جائے بلکہ آپ کا منشاء یہ ہے کہ ہر شخص حجاج کا لفظ اٹھانے میں سبقت نہ کرے کیونکہ حجاج اپنی ضرورت کا محدود مسلمان سے جانتے ہیں اگر ان کو بوقت چیز نہ تو ہریشان ہوں گے، اب شکا کسی شخص نے اس اطمینان سے حجاج کا لفظ اٹھا لیا کہ اعلان کی مدت تو سال پھر ہے میں کسی وقت بھی اعلان کر دوں گا اور اس نے اس وجہ سے فی العمد اعلان نہ کیا تو حجاج کو پریشانی کا سامنا ہوگا کیونکہ سفر میں ان کو ان کی ضرورت کی چیز آسانی سے نہیں مل سکتی اس لیے حجاج کے لفظ کو صرف وہی شخص اٹھائے گا جو پوری ذمہ داری سے ایک سال اعلان کرنے کا عزم رکھتا ہو اور علی الفور اس کا اعلان کرنا شروع کر دے تاکہ حجاج کو بوقت اپنی گم شدہ چیز مل جائے۔

۱۔ ملاحظہ فرمائیں ابن حرام مستوفی ۸۶۱ ص ۳۵۶-۳۵۷، مطبوعہ مکتبہ ترویج رضویہ لکھنؤ

بَابُ تَحْرِيمِ حَلْبِ الْمَاشِيَةِ بِغَيْرِ

إِذْنِ مَالِكِهَا

۲۳۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ
قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ تَافِعٍ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْلِبُنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةً
أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ، أَيَحِبُّ أَحَدٌ كُرْأَنُ تَوَدِّي
مَشْرُوبَةً فَتُكْسِرَ حِذَانَتَهَا فَيُنْتَقَلَ
طَعَامُهَا إِنَّمَا تَحْرُونَ لَهُمْ ضُرُورًا
مَوَاشِيَهُمْ أَطْعَمْتَهُمْ فَلَا يَحْلِبُنَّ
أَحَدٌ مَاشِيَةً إِلَّا بِإِذْنِهِ -

۲۳۹۸ - وَحَدَّثَنَا هُشَيْبُ بْنُ سَعِيدٍ
وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ
سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا هُشَيْبُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ
نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ كِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو حَكَّامٍ
قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا هُرَيْرٌ
بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ
هُكَيْمَةَ جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا
ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ
بْنِ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ تَافِعٍ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ
وَأَبْنِ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى كُلِّ هُوَ لَأَبِي
عَنْ تَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ حَدِيثِ مَالِكِ
غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا فَيُنْتَقَلَ إِلَّا

الَّتِي بَنِي سَعْدٍ فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِمْ

مالک کی اجازت کے بغیر دودھ دوسے
کی ممانعت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص دوسرے
کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوسے، کیا تم
میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی کوٹھی میں
گھسا جائے اس کا خزانہ توڑا جائے اور اس کا فلہ نکال یا
جائے، وجہ یہ ہے کہ جانوروں کے تھنوں میں ان کا طعام
ذخیرہ کیا جاتا ہے، پس کوئی شخص کسی کے جانور کا دودھ
اس کی اجازت کے بغیر نہ دوسے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی سات سندیں ذکر کی ہیں
لیث بن سعد کی روایت کے سوا تمام روایتوں میں فینتقل
کا لفظ ہے اور اس کی روایت میں فینتقل طعام کا لفظ ہے

marfat.com

جلد فاس

طعاماً کبیراً وایۃ ممالک۔

پرائے جانور کا دودھ دوہنے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

اس باب کی احادیث میں ہے: اس کوئی شخص اپنے بھائی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے، اس دوسری روایت کی بنا پر بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس باب میں مسلمان اور ذمی کے درمیان فرق ہے۔ مسلمان کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر دوہنا جائز نہیں ہے اور ذمی کے جانور کا دودھ دوہنے کے لیے اس کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ذمیوں سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ ان کو مسلمانوں کی ضیافت کرنی ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ امر سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے۔ ابن وہب نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسافر کسی ذمی کے ہاں شیر سے تو اس کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز نہ لے۔ امام مالک سے کہا گیا کہ ذمیوں پر تو مسلمانوں کی ضیافت لازم ہے، امام مالک نے فرمایا پیلے اس مسئلہ میں تخفیف کی جاتی تھی اب نہیں ہے۔ امام طاہری نے کہا ہے کہ زکوٰۃ کے فرض ہونے سے پہلے ذمیوں پر مسلمانوں کی ضیافت واجب تھی اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد ضیافت کا یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ علامہ بدرالدین عینی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتووں میں جمع شدہ دودھ کو گوگر کے نواز میں جمع شدہ طعام کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ کسی شخص کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کسی چیز کو لینا جائز نہیں ہے۔ تراہ وہ دودھ ہو یا کھنی اور چیز ہو۔ ملہ

بلا اجازت پرائی چیز لینے کے جواز میں امام احمد کا نظر بہ اور ان کے دلائل

علامہ ابو عمر نے کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ میں چیز کے لینے سے کوئی شخص ناخرش و مردود چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ لے جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "کسی مسلمان شخص کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تنہاری جانیں، تنہارے اموال اور تنہاری قومیں ایک دوسرے پر ظلم ہیں، اس حدیث میں دودھ کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ گوگ دودھ کے معاملے میں بہت تساہل کرتے ہیں، اور اس باب میں دودھ اور گھور وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

علامہ قرظی نے کہا ہے کہ جب رد فقہاء اسلام کا یہ نظر ہے کہ کسی شخص کی مرضی کے بغیر اس کے جانور کا دودھ یا گھور وغیرہ کو لینا جائز نہیں ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو کسی شخص کی مرضی اور اجازت کے بغیر بھی لینا جائز ہے، کیونکہ امام ابو داؤد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص جب کسی مریضی کے پاس جائے تو اگر اس کا مالک وہاں موجود ہو تو اس سے (دودھ دوہنے کی) اجازت لے لے۔ اور اگر مالک موجود نہ ہو تو تین بار آواز دے اگر وہ جواب دے تو اس سے اجازت لے لے اگر وہ اجازت دے دے تو نہا درنہ اس کا دودھ دوہ کر لے لے لیکن دودھ اس سے نہ کرنا جائے۔"

ملہ۔ علامہ بدرالدین ابو محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ۱۲۵ ص ۲۷۸، مطبوعہ دارالطباعۃ النوریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت عمرہ کی یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، بعض اہل علم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں، امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور علی بن مدینی نے کہا ہے کہ سن کا حضرت عمرہ سے سماع صحیح ہے (اس حدیث کو حضرت عمرہ سے حسن نے روایت کیا ہے) اور بعض ائمہ حدیث نے حضرت عمرہ سے حسن کی روایت پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حسن حضرت عمرہ کے صحیفہ سے روایت کرتے تھے۔ ان علماء نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: امام ابن ماجہ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم کسی چیز فلا ہے (کے نوشی) کے پاس جاؤ تو اس کو تین مرتبہ آواز دو، اگر وہ تم کو جواب دے دے تو تمہارا روزہ اس کا دودھ اپنی لڑکیں ضائع نہ کرنا، اور جب تم کسی شخص کے باغ میں جاؤ تو اس کو تین بار آواز دینا اگر وہ جواب دے تو تمہارا روزہ (اس باغ کے پھل) کھا لینا لیکن ضائع نہ کرنا،“ ان علماء نے جامع ترمذی کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوق پر لگی ہوئی کھجوروں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اگر ان کھجوروں کو کسی ضرورت مند نے کھایا اور وہ ان کو کپڑے میں باندھ کر نہیں لے گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔“ ان علماء نے ہجرت کی رات کے اس واقعہ سے بھی استدلال کیا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک چرواہے کی بکری سے دودھ دودھ کر پیا۔ سوان احادیث کے پیش نظر امام احمد، اسحاق اور بعض علماء کا یہ مسلک ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو کسی شخص کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر بھی کینا جائز ہے۔

بلا اجازت پرانی چیز لینے کے عدم جواز میں جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ اور فقہاء حنبلیہ کے دلائل کے جوابات

امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، دیگر شہروں کے فقہاء اور جمہور علماء کا یہ موقف ہے کہ کسی شخص کے باغ سے اس کی اجازت کے بغیر پھل توڑ کر کھانا جائز نہیں ہے اسی طرح کسی شخص کی اجازت کے بغیر اس کے جانور سے دودھ دونا جائز نہیں ہے اور امام احمد اور اسحاق وغیرہ نے جامع ترمذی، سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ کی جن روایات سے استدلال کیا ہے ان کے جمہور فقہاء اسلام نے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:

- (۱)۔ جن احادیث میں مسلمان کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر کھانے کی ممانعت ہے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث ہیں اور جن میں بلا اجازت مسلمان کا مال کھانے کی اجازت ہے وہ سنن کی روایات ہیں اور بخاری اور مسلم کی روایات ان سے زیادہ صحیح ہیں اس لیے ممانعت کی احادیث کو ترجیح حاصل ہے اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔
- (۲)۔ قرآن مجید، احادیث صحیحہ مشہورہ اور قواعد قطعیہ سے ثابت ہے کہ مسلمان کا مال بلا اجازت کھانا جائز نہیں ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے: لا تأکلوا اموالکم بینکم با باطل (بقرہ ۱۸۸) آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور جواز اور اباحت کی احادیث اخبار اماد ہیں اور جب دلائل قطعیہ اور ظنیہ میں تضاد ہو تو دلائل قطعیہ کو ترجیح ہوتی ہے۔
- (۳)۔ جن آیات اور احادیث میں مال غیر کھانے کی ممانعت ہے وہ عام ہیں اور اباحت کی احادیث خاص ہیں اور عام کو

خاص پر ترجیح ہوتی ہے۔

(۱)۔ حجرات اور امامیہ ممانعت پر دلائل کرتی ہیں وہ محرم ہیں اور اباحت کی امامیہ بیچ ہیں اور اصول میں بہ مقرر ہے کہ جب محرم اور بیچ میں خاص ہو تو محرم کو بیچ پر ترجیح ہوتی ہے۔

بعض علماء ان مدعیوں میں تطبیق کے درجہ ابواب دیئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ اباحت اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب کھانے والے کو یہ علم ہو کہ اس کے کھانے سے مالک ناخوش نہیں ہوگا، اور ممانعت اس وقت سے جب یہ علم نہ ہو۔

(۲)۔ بلا اجازت کھانے کی اباحت ان کے لیے ہے جو مسافر ہوں، یا ممانعت انظار میں ہوں یا ان کو سخت بھوک لگی ہو۔

(۳)۔ ملازمین بظاہر نے کہا ہے کہ بلا اجازت کھانے کی یہ اباحت صرف زمانہ رسالت کے ساتھ مخصوص تھی۔

(۴)۔ جن امامیہ میں ممانعت ہے وہ اس صورت کے ساتھ خاص ہیں جب مالک راہ گیروں سے زیادہ ضرورت مند

اور محتاج ہو کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اچانک ہم نے چند اونٹنیاں دیکھیں جن کے متن باندھے ہوئے تھے، ہم دوڑ کر ان کے پاس پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ان مسلمانوں کی اونٹنیاں ہیں جن کی غذا کا مدار اسی اونٹنیوں پر ہے، کیا تم

کو یہ پسند ہے کہ جب تم اپنے گروا پس ماؤ تو تم کو اپنے ترشہ دان خالی ملیں؟ ہم نے عرض کیا نہیں، آپ نے

فرمایا یہ بھی اسی طرح ہے (مسند احمد و ابن ماجہ)۔ اس وجہ سے ممانعت کی حدیث، اس صورت پر محمول ہے جب مالک

محتاج ہو اور اباحت کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب مالک غنی ہو۔

(۵)۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اباحت اس وقت ہے جب کہ متن باندھے ہوئے نہ ہوں اور جب متن باندھے ہوئے

ہوں تو اس صورت میں ممانعت ہے جیسا کہ مسند احمد کی اس حدیث کا تقاضا ہے۔ لیکن امام احمد کی دوسری روایت

میں یہ ہے کہ اگر تم کو سخت ضرورت ہو تو دو دو ہی لو لیکن لے کر نہ جاؤ، اور یہ قید نہایت ضروری ہے۔

(۶)۔ یہ اجازت صرف مجاہدین کے لیے ہے اور غیر مجاہدین کے لیے ممانعت ہے۔

(۷)۔ اہل ذرہ کے مویشیوں سے دو دو دہنے کی اجازت ہے اور مسلمانوں کے بائروں سے دو دو دہنے کی نعمت

ہے۔

(۸)۔ یہ اجازت فرضیت زکوٰۃ سے پہلے تھی فرضیت زکوٰۃ کے بعد یہ اجازت منسوخ ہو گئی۔

(۹)۔ جس بارے کے گرد چار دیواری ہو اس میں کھانے کی ممانعت ہے اور جس کے گرد چار دیواری نہ ہو اس میں اجازت

(۱۰)۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ ابتداءً اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافرین کی حیافت کرنے کو واجب کیا تھا یہ

حکم اس وقت کے ساتھ مخصوص ہے بعد میں یہ وجوب منسوخ ہو گیا۔

بہر حال اللہ شاکر اور جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک بلا اجازت مسلمان کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو ہجرت کی، لات، بکری کا دو دو چرایا تھا اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ان بکریوں کے

مالک کی طرف سے چرواہے کو یہ اجازت تھی کہ وہ گیدوں کو دو دو چلا دیں، اور آپ جانتے تھے کہ یہ آپ کے لیے ساج ہے

یہ کافر عربی کا مال تھا جس کی اسلام میں کوئی حفاظت نہیں ہے اور ملازم راؤ دی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت ابو بکر مسافر تھے اور مسافروں کے لیے بوقت ضرورت دودھ پینا جائز ہے۔

ضرورت کے لیے پس انداز کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے | علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ اس حدیث

اس کو ضرورت کے لیے پس انداز کرنا جائز ہے، اس کے برخلاف غالی قسم کے زاہد مطلقاً جمع کرنے سے منع کرتے ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی علامہ قرطبی مالکی کے حوالے سے یہی لکھا ہے۔ میں نے آجکل تصوف کے مدعی زاہدوں سے سنا ہے کہ جمع کرنا توکل کے خلاف ہے اور توکل کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ انسان صبح کھائے اور شام کے لیے نہ رکھے حالانکہ مستقبل کی فکر نہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ جاتے تھے تو کئی کئی دن کا زاد راہ لے جاتے تھے، اور امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی نصف پیداوار دی جاتی تھی جو پھلوں اور زرعی فصلوں پر مشتمل ہوتی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے ہر سال ازدواج مطہرات کو ایک سو دو سق دیتے تھے، اتنی سق کجوس اور بیس سق جو اور حبیب حضرت عمر رضی اللہ عنہما علیہم ہوئے تو انہوں نے ازدواج مطہرات کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو زمین اور پانی لے لیں اور کاشت کر لیں اور چاہیں تو حسب دستور غلہ لے لیں، پھر بعض ازدواج نے حسب دستور غلہ کو پسند کیا اور بعض نے زمین اور پانی کو پسند کیا۔ ۳

قیاس سے استدلال کی دلیل | اس حدیث کے بقیہ فوائد بیان کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تخنوں میں جمع شدہ دودھ کو جمع شدہ

طعام پر قیاس کیا ہے، اور یہ قیاس کی دلیل ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صحت قیاس کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ فرع با تکلیف اصل کے مساوی ہو بلکہ اصل اور فرع کا اصل صفت میں مشترک ہونا کافی ہے خواہ اصل میں کوئی زیادتی ہو جو فرع میں نہ ہو، کیونکہ تخنوں میں جو دودھ ہوتا ہے ان پر قفل نہیں لگایا جاتا اس کے برخلاف خزانہ میں جو مال جمع ہوتا ہے اس پر قفل لگایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود شارع علیہ السلام نے خزانہ کا حکم تخنوں پر عائد کیا اور ہر ایک کا بلا اجازت استعمال حرام قرار دیا، نیز اس حدیث میں انہما و تقسیم کے لیے مثال دینے کا بھی ثبوت ہے۔ ۴

دودھ دینے والے جانور کو دودھ کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء | علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ دودھ دینے

والی بکری کو دودھ اور طعام کے عوض فروخت کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اگر دودھ دینے والی بکری کے تخنوں میں دودھ نہ ہو تو اس کو دودھ کے عوض فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ نقد

۱۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ دارۃ الطباعة السیبریہ مصر، ۱۳۷۸ھ

۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۹۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۷۸ھ

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ نوریہ مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ دارۃ الطباعة السیبریہ مصر، ۱۳۷۸ھ

فرغت کیا جائے اور اگر اس کے متنوں میں دودھ ہے تو پھر اس کو دودھ کے عوض فرغت کرنا جائز نہیں ہے، اگر بکری دودھ دینے والی نہیں ہے تو اس کو نقد اور ادھار ہر طرح فرغت کرنا جائز ہے۔ اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ دودھ دینے والی بکری کو طعام کے عوض ادھار فرغت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک دودھ دینے والی بکری کے متنوں میں اگر دودھ ہے تو اس کو دودھ کے عوض نقد اور ادھار کسی طرح فرغت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ

بَابُ الصِّيَاةِ

مہمان نوازی کا بیان

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر ادھر روز قیامت پر ایمان ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور اس کی خاطر داری کرے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی خاطر داری کب تک کرے؟ آپ نے فرمایا ایک دن اور ایک لات تک اور تین دن تک اس کی دعائی کرے، اس کے بعد بھی اگر سب تو وہ اس پر صدقہ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔

۲۳۹۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ تَامَةَ وَآبَ بَصْرَةَ عَيَّتَا حَيٍّ حِينَ تَكَلَّمَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَاءَتْهُ قَالُوا وَمَا جَاءَتْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يُؤْمَرُ وَكَيْفَتُهُ وَالصِّيَاةُ فَمَا تَلَدَّتُهُ تَلَدَّتُهُ أَيَّامَ فَمَا كَانَ وَمَا آءَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ وَقَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ فَإِنْ لَيْسَ مِنْتُ -

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہمانی تین دن تک ہے اور خاطر و ملازمت ایک دن ایک لات تک ہے اور کسی مسلمان شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرے کہ اس کو گناہ کا کر دے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ اس کو کیسے گناہ گزار کرے گا؟ آپ نے فرمایا ایک شخص کسی کے ہاں (اتنی دیر) ٹھہرے کہ اس کے پاس مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ رہے۔

۲۴۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكَيْفُهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُحْسِنِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْأَشْجَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّيَاةُ تَلَدَّتُهُ أَيَّامَ وَجَاءَتْهُ يَوْمَهُ وَكَيْفَتُهُ وَلَا يَجِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُكْرِمْ عِنْدَ آخِيهِ حَتَّى يُؤْتِيَهُمْ فَاتُوا

۱۳۲۸ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حاشیہ نقاری ج ۱۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ دارالافتاء العلییہ بیروت

يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يُؤْتِيهِ قَالَ
يُقِيمُ عِنْدَهُ وَلَا تَشْيُءَ لَكَ يَقْرَبِي

۲۴۰۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى
حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ يَعْنِي الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ
الْمَقْبُرِيُّ أَنَّ سَمِعَ أَبَا شَرِيحٍ الْخُرَازِمِيَّ
يَقُولُ سَمِعْتُ أَدْنَايَ وَبَصْرَةَ عَيْفَى وَوَعَاةَ
قَلْبِي حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ
الثَّلَاثِ وَذَكَرَ فِيهِ وَلَا يَحِلُّ لِأَحَدِكُمْ
أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتَّى يُؤْتِيَهُ بِمِثْلِ
مَا فِي حَدِيثِ وَكَيْفَ -

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے
کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے دل نے یاد کیا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور
اس میں یہ بھی ہے کہ تم میں سے کسی شخص کے لیے یہ جائز
نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے پاس اتنی دیر ٹھہرے
کہ اس کو گناہ گار کر دے، جیسا کہ وسیع کی روایت میں ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں کہیں بھیجتے ہیں، پھر
ہم کسی قوم کے پاس جا کر ٹھہرتے ہیں اور وہ لوگ ہماری
ضیافت نہیں کرتے، سو اس سلسلے میں آپ کا کیا حکم
ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا جب
تم کسی قوم کے پاس ٹھہرو اور وہ تمہاری ایسی ضیافت
کریں جیسے ایک مہمان کی ضیافت کی جاتی ہے تو اس کو قبول
کر لو، اور اگر وہ تمہاری ایسی ضیافت نہ کریں تو ان کے
اس قدر ضیافت کا سامان وصول کرو جتنا ان پر ایک مہمان
کا حق ہے۔

۲۴۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
حَدَّثَنَا كَيْثُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ
أَخْبَرَنَا الثَّلَاثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ
عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ
قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا
فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُؤُنَا فَمَا تَرَى
فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ
بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَأَقْبَلُوا فَإِنْ لَمْ
يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ
الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ -

فت: یہ ہم حالت اضطرار میں ہے اور اگر اضطرار نہ ہو تو پھر یہ منسوخ ہے۔

علاء بن یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا
مہمان کی ضیافت کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء اس پر اجماع ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا اسلام میں

ایک امر مؤکد ہے، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے اس کی ضیافت کرنا سنت مؤکدہ سے

الی الصواب ہے، کیونکہ تین دن کے بعد مہمان پر خرچ کرنا صدقہ اور مستحب ہے، اس لیے تین دن تک مہمان داری کرنا مستحب سے قریب تر ناچاہیے اور جب کہ اس کا وجوب مراعات سے ثابت نہیں ہے تو وجوب ادا مستجاب کے درمیان سنت مؤکدہ ہی متوسط حکم ہے۔

مہمان کے زیادہ دیر ٹھہرنے کا حکم | حدیث نمبر ۴۴۰۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرے کہ اس کو گنہگار کر دے، صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ وہ اس کو گنہگار کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا ایک شخص کسی کے ہاں اتنی دیر تک ٹھہرے کہ اس کے پاس مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ رہے۔ علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: مہمان کے لیے کسی شخص کے پاس تین دن سے زیادہ ٹھہرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے زیادہ قیام کی وجہ سے میزبان اس کی غیبت کرنے لگے، یا اس کے ممولات میں حرج واقع ہو جس سے مہمان کو تکلیف ہو یا میزبان، مہمان کے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہو جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (حجرات: ۱۳) "زیادہ گمان کرنے سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں" سو مہمان کے لیے قیام کی وجہ سے میزبان کے گناہ میں مبتلا نہ ہونے کا غدشہ ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب خود میزبان مہمان سے زیادہ قیام کے لیے نہ کہے اور جب میزبان خود مہمان سے زیادہ قیام کی خواہش کرے یا مہمان کو کسی قوی قریب سے اس کا علم ہو یا گمان ہو تو پھر اس کا تین دن سے زیادہ ٹھہرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ ممانعت اس وجہ سے مٹتی ہے کہ اس کے زیادہ قیام کی وجہ سے میزبان تنگ ہو گا اور جب میزبان اس کے زیادہ قیام پر خوش ہو تو پھر اس کا زیادہ قیام کرنا جائز ہے، اور اگر مہمان کو شک ہو کہ پتا نہیں میزبان اس کے زیادہ قیام پر خوش ہے یا نہیں؟ تو اس ظاہر حدیث کے مطابق اس کا زیادہ قیام کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر میزبان ضیافت نہ کرے تو کیا مہمان اس سے بقدر ضیافت بزورے سکتا ہے؟

حدیث نمبر ۴۴۰۲ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی قوم کے پاس ٹھہرو اور وہ تمہاری ایسی ضیافت کریں جو ایک مہمان کی، کی جاتی ہے تو اس کو قبول کرو، اور اگر وہ تمہاری ایسی ضیافت نہ کریں تو ان سے اس قدر ضیافت کا سامان وصول کرو جتنا ایک مہمان کا حق ہے۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کی مہمان داری کرنا میزبان پر واجب ہے، امام احمد اور فقہ لیث نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک ضیافت سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں ہے انھوں نے اس حدیث کے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:

- (۱) یہ حدیث ان لوگوں کے حق میں ہے جو حالت اضطرار میں ہوں، ان کی ضیافت کرنا واجب ہے اگر لوگ ان کی ضیافت نہ کریں تو ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ان کے مال سے بقدر ضرورت لے لیں۔
- (۲) اگر کوئی شخص کسی مہمان کی ضیافت نہ کرے تو مہمان کے لیے جائز ہے کہ وہ اس شخص کی خدمت کرے اور اس کا

بخل بیان کرے۔

marfat.com

- (۲) حدیث کا یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جب ایک دوسرے کی انگلسائی واجب تھی جب اسلام میں دوست ہو گئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ تاویل ضعیف ہے۔
- (۳) پہلے اہل ذمہ پر واجب تھا کہ ان کے ملاقب سے جو مسلمان گذریں وہ ان کی ضیافت کریں، اس حدیث سے یہی مراد ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ یہ حضرت عمر کے زمانہ کا معمول تھا۔
- (۴) یہ حکم ان عائل کے ساتھ مخصوص ہے جن کو امام صدقات کے دعوں کرنے کے لیے بھیجتا ہے، اور جن لوگوں کے پاس امام کسی حال کو بھیجے ان لوگوں پر اس حال کی ضیافت کرنا واجب ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب مسلمانوں کا بیت المال نہیں تھا اور اب جب کہ مسلمانوں کا بیت المال موجود ہے تو مال کا خرچ بیت المال سے واجب ہے۔

اگر حقدار کو اپنا حق حاصل کرنے کا موقع ملے تو وہ عدالت کے بغیر بھی اپنا حق لے سکتا ہے۔

حافظ ابن جریر مستطانی لکھتے ہیں اس حدیث سے ”مسئلہ ظفر“ پر استدلال کیا گیا ہے، امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عدالت کے ذریعہ اپنا حق لینے پر قادر نہ ہو، مثلاً مقررین منکر ہو اور مقررین خواہ کے پاس کوئی گواہ یا کوئی دلیل نہ ہو، تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ اپنے حق کے برابر مالیت اس شخص کے مال سے لے لے اور اس میں ظلم اور زیادتی نہ کرے، اور اگر عدالت کے ذریعہ لینا ممکن ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک بھر ہی اس کا لینا جائز ہے، اور فقہاء مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے، اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ شکی اشیا کو لینا جائز ہے اور جن چیزوں کی مثل نہ ہو ان کو لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ ضرر ہے کہ کہیں قیمت لگانے میں زیادتی نہ ہو جائے (مثلاً کسی شخص کا پانچ کعب فٹ کا نیشنل کالچ کوئی شخص لے گیا اور وہ واپس نہیں دے رہا۔ بعد میں اس کے لیے اسنی سائز اور اسے کھینک کر کوئی اور سیٹ مل گیا تو اس شخص کو اگر اس سیٹ کے لینے پر قدرت ہو تو اسے سکتا ہے مگر کوئی شخص اسے لے گا تو اسے لے گا تو اس کے لیے اس کا وہ کبیرا یا گائے نہیں ہے کوئی اور کبیرا یا گائے ہے تو وہ اس کو نہیں لے سکتا کیونکہ حافر ایک دوسرے کی مثل نہیں ہیں اور قیمت لگانے میں کمی اور زیادتی کا احتمال ہے۔ سیدی)۔ اور اس پر علامہ کا اتفاق ہے کہ قدرت کے وقت اپنی چیز یا اس کی مثل لینے کا جواز اس میں ہے عزوبات نہ تہ میں نہیں ہے۔ (یعنی اگر کسی شخص نے کسی کا دانت توڑ دیا ہے اور عدالت کے ذریعہ وہ اپنا بدلہ لینے پر قادر نہیں ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان خود یا کہ دانت توڑنے والے کا دانت توڑ دے) اور اس میں بھی اپنے مال کے بدلہ میں کوئی چیز لینا اس وقت جائز ہے جب اس کو یہ یقین ہو کہ اس پر چوری کی تہمت نہیں لگے گی۔

یہاں ہم نے ”مسئلہ ظفر“ کا اجمالی ذکر کیا ہے کیونکہ اس کی تفصیل اور تحقیق ہم (باب: ۵۷) میں بیان کر چکے ہیں۔

۱۳۷۵ھ - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ نور محمد دارالعلوم المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۳۷۱ھ - حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۱۰۹، مطبوعہ دارالمنار کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۷۱ھ

زائد مال کو مسلمانوں کی غیر خواہی میں خرچ کرنے کا استحباب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے، ناگہاں ایک شخص اذنی پر سوار ہو کر آیا اور دائیں بائیں گھومنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس فالتو سواری ہو وہ فالتو سواری اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس شخص کے پاس فالتو زادیراہ ہے وہ اس شخص کو زادیراہ دے دے جس کے پاس زادیراہ نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی اقسام اتنی تفصیل سے بیان کیں کہ یوں گنتا تھا کہ ہم میں سے کسی کا اپنی فالتو چیز میں حق نہیں ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمَوَاسِكَاتِ بِفَتْوَى الْمَالِ

۴۴۰۳ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ
تَابُوا لِأَشْهَبِ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ
عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا
نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ
لَهُ قَالَ فَجَعَلَ يَصْرِفُ يَمِينًا وَشِمَالًا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلٌ ظَهَرَ
فَلْيَعُدُّ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهَرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ
لَهُ فَضْلٌ مِمَّنْ تَرَادُ فَلْيَعُدُّ بِهِ عَلَى مَنْ لَا
تَرَادُ لَهُ قَالَ فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ
مَا ذَكَرْتَنِي رَأَيْنَا أَنَّهُ لَاحِقٌ لِأَحَدٍ
مِمَّنَا فِي فَضْلٍ -

گھوڑے پر سوار سائل کو خیرات دینا | علامہ بیہقی بن شرف لوری لکھتے ہیں: اس حدیث میں مدتہ پر برا بیگنہ کرنے
سختی کرنے، لوگوں کے ساتھ نمگساری اور خیر خواہی کرنے اور اپنے

ساتھیوں کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر ہے اور یہ کہ جو شخص قوم کا امیر ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو کسی ضرورت مند
کی غیر خواہی اور غمگساری کی تلقین کرے۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت مند کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے آپ کو عطاء کے لیے پیش کر
دے اور سوال نہ کرے جیسا کہ اس حدیث میں ہے وہ سوار آ کر دائیں بائیں گھومنے لگا، اور اس کا دائیں بائیں کا جائزہ لینا
اس قصد سے تھا کہ ان میں سے کوئی اس کی مدد کرنے والا ہے یا نہیں؟۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت مند
مسافر کی مدد اور اس کی غیر خواہی کرنا چاہیے خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو اور اچھا لباس پہنے ہوئے ہو، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ
اس کے اپنے وطن میں اس کے پاس پیسے ہوں اور وہ مالدار ہو اور یہاں سفر میں اس کو کسی افتادگی وجہ سے ضرورت
کا سامنا ہو، اسی وجہ سے مسافر کو زکوٰۃ بھی دی جاتی ہے اور غالباً اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے تم پر سائل کا حق ہے
خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو۔

marfat.com

جلد خامس

سائل کو بھیجک دینے میں مستحق اور غیر مستحق کا فرق نہیں کرنا چاہیے | جب کسی سائل کا ظاہر حال امیر اندھرو

مکان ہر ترقیہ خیال کر کے اس کی مدد سے ہاتھ نہیں روکنا چاہیے کہ یہ تو امیر آدمی ہے اس کو سوال کی کیا ضرورت ہے، ایک روک ہو سکتا ہے وہ مکان کو لے کر ہو یا ترقی میں گروی رکھا ہوا ہر ماہہ کسی کے مکان میں عامرینی طہر پر رہتا ہو۔ اور ہر حال میں مسلمان سے حسن ظن رکھنا چاہیے اور یہی خیال کرنا چاہیے کہ یہ شخص یقیناً سوال کا مستحق ہے مجھی تو سوال کر رہا ہے۔ ایک بار ایک سائل نے اس کو سوال کیا میں نے اس کے ہاتھ پر کچھ پیسے رکھ دیے، میرے ساتھ ایک دوست کھڑے تھے انہوں نے کہا آپ کو پتہ ہے یہ لوگ بھیجک مانگ کر ہیروئن اور پرس پیٹے ہیں اس لیے ان پیشہ ور جھکاڑیوں کے سوال پر نہیں دینا چاہیے اس کے بجائے آپ کے محلہ میں کوئی سفید پوش آدمی رہتا ہو تو اس کی حسب مقدر و مدد کر دینی چاہیے۔ اس لیے آپ اس سائل کو دین جو مستحق ہر اور غیر مستحق کو منت دین۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ جو ہم کو ان گنت قسم قسم کی نعمتیں عطا فرمائے، ہم کب ان نعمتوں کے مستحق ہیں، ہم دن رات اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اور ہم کب ان دعاؤں کے مستجاب ہونے کے مستحق ہیں، سوا اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو تم اس کے بندوں کے ساتھ سلوک کرتے ہو، اگر کسی سائل کے بارے میں تم کو یقینی دلیل سے معلوم ہے کہ وہ ان پیلوں کی جا کر روٹی نہیں کھائے گا بلکہ جس یا بیرون پیسے گا تو بے شک اس کو خیرات منت و دیگر کسی سائل کی پیشانی پر یہ نہیں کچھا ہونا کہ وہ اس خیرات کا کیا کسے؟ اس لیے تم مستحق اور غیر مستحق کی تحقیق اور تقشیش مت کرو اور اگر دے سکتے ہو تو جو سائل بھی ملال کرے اس کو دے دو کیونکہ اگر تم نے تقشیش اور تحقیق کر کے غیر مستحقین کے سوال کو روک کر ناشروع کر دیا تو جس سائل کو تم نے روک دیا ہے وہ تمہارے علاوہ کسی اور شخص کے دروازے جا کر بھیجک لے لے گا لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے مجھی نہیں غیر مستحق قرار دے کر روک دیا تو تم کس کے دروازے سے بھیجک لو گے !

جب کسی جو تو سب کے زاد راہ کو ملا دینے اور ایس میں علم گساری کرنے کا استخباب۔

بَابُ اسْتِخْبَابِ خَلِطِ الْاَزْوَادِ اِذَا قَلَّتْ وَالْمَوَاسَاةِ فِيهَا

اباس بن سلمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں گئے وہاں ہم کو تنگی کی تشکایت ہوئی تھی کہ ہم نے اپنی بعض سواروں کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا تو نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم اپنے اپنے زاد راہ کو جمع کریں، پھر ایک چہرے کا دسترخوان بچھا یا

۴۴۰۴ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْأَسَدِيُّ قَالَ نَأَى الْكُصْفَرُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الْبَيْهَاقِيَّ قَالَ تَأْيِكْرَمَةً وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ قَالَ تَأْيَا مِثْنُ بِن سَكْمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَحَرَّجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

(عاشیہ صفحہ سابقہ) ملہ ۱۴۰۲ بجینی بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد المدیعی المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَأَصَابَنَا جَهْدٌ حَشِي
 هَسْنَا أَنْ تَنْحَرَّ بَعْضُ ظَهْرِنَا فَأَمَرَ
 نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعْنَا
 مَزَاوِدَنَا فَبَسَطْنَا لَهَا نِطْعًا فَاجْتَمَعَ
 زَادُ الْقَوْمِ عَلَى النَّطْعِ قَالَ فَتَطَاوَلْتُ
 لِأَحْزَمَةَ كَمَا هُوَ فَحَوَّسْتُهَا كَرُبُضَةٍ
 الْعَتْرِ وَنَحْنُ أَرْبَعُ عَشْرَةَ مِائَةً
 قَالَ فَأَكَلْنَا حَتَّى شَبِعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ
 حَشَوْنَا جُرْبَنَا فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ وَضُوءٍ
 قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ بِأَدَاوَةٍ لَهُ
 فِيهَا نُطْقَةٌ فَأَفْرَغَهَا فِي قَدَحٍ فَتَوَضَّأْنَا
 كُلُّنَا نَدَغْفِقُهُ دَغْفِقُهُ أَرْبَعُ عَشْرَةَ مِائَةً
 قَالَ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ ثَمَانِيَةٌ فَقَالُوا
 هَلْ مِنْ طَهُوْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرِغَ الْوَضُوءُ -

گیا جس پر سب کے زیادہ جمع کیے گئے۔ راوی کہتے
 ہیں کہ میں اس چڑے کے ٹکڑے کا اندازہ کرنے کے
 لیے آگے بڑھا تو میرے اندازے کے مطابق وہ ایک
 بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا، اس وقت لشکر میں
 ہم چودہ سو تھے، ہم سب نے اس کھانے کو کھایا حتیٰ کہ
 ہم سیر ہو گئے، پھر ہم نے اپنے اپنے کھانے کے
 تھیلوں کو بھر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وضو کا
 پانی ہے؟ ایک شخص بوسٹے میں تھوڑا سا پانی لے کر آیا،
 آپ نے اس پانی کو ایک پیالے میں ڈال دیا اور ہم سب
 نے اس سے اچھی طرح وضو کیا اور چودہ سو آدمیوں نے
 خوب اچھی طرح پانی بہایا، پھر اس کے بعد آٹھ آدمی گئے
 اور پوچھا کیا وضو کا پانی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا وضو سے فراغت ہو چکی ہے۔

تھوڑے طعام کا زیادہ کرنا معجزہ ہے اور طعام ابتداءً معدوم ہو تو اس کا موجود کرنا معجزہ کیوں
 نہیں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نوری لکھتے ہیں: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزے ظاہر ہوئے ایک طعام کا
 زیادہ ہونا اور دوسرا پانی کا زیادہ ہونا، علامہ مازری نے اس معجزے کی تفصیل میں لکھا ہے کہ جب بھی طعام کا ایک جز کھایا
 جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک اور جز پیدا کر دیتا اسی طرح جب پانی کا ایک گھونٹ پیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک اور گھونٹ پیدا
 کر دیتا۔ لے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے اور پینے کی اشیاء میں جب بھی برکت کا ظہور ہوا ہے اس کی یہی صورت
 تھی کہ پہلے کچھ کھانے اور پینے کی چیزیں لائی گئیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر دعا کی یا اس میں سے کچھ تناول فرمایا

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوری متوفی ۸۵۰ھ اور علامہ محمد صالح المنجد کراچی، ۱۳۵۰ھ

یا ان کے گرد بچکر لگایا تو اس میں اضافہ ہو گیا۔ ایسا بھی نہیں ہوگا کہ کوئی چیز پہلے ہر سے سے نہ ہو اور پھر وہ آپ کی برکت سے موجود ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کو عدم سے موجود کرنا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے معجزات میں کسی معجزی چیز کے زیادہ ہو جانے کی ترشالیں ہیں لیکن کسی معدوم چیز کے موجود ہونے کی مثال نہیں ہے۔

معجزات کے ثبوت کے طریقے علامہ نووی لکھتے ہیں: بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی دو قسمیں ہیں ایک قسم قرآن مجید ہے جو تو اتر سے منقول ہے دوسری قسم یہ ہے کہ مثلاً کھانے پینے کی چیزوں کو زیادہ کر دینا، اور اس کا ثبوت دو طریقوں سے ہے ایک تو یہ معجزات تو اتر سے منقول ہیں، جیسے حاتم کی سخاوت اور احتض بن قیس کا حلم تو اتر سے منقول ہے، اسی طرح عرق عادت، کے یہ واقعات بھی تو اتر سے منقول ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب ایک صحابی نے اس قسم کا عجیب واقعہ نام صحابہ کے سامنے بیان کیا اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو یہ ان سب کی طرف سے تصدیق ہو گئی جو اس کی روایت کے صحیح ہونے کا علم لیتے ہیں۔

مل جل کر کھانے کی برکت اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب کھانے پینے کی چیزیں کم ہوں تو ان سب کو جمع کر لینا چاہیے اور ہر شخص اپنے طعام کو اپنے ساتھیوں کے لیے مباح کر دے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس نے دوسروں سے کم کھایا ہے یا زیادہ خصوصاً طعام کی قلت کے موقع پر ایثار اور قربانی سے کام لینا چاہیے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سب کے مل کر کھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ برکت نازل فرمائے۔

المسند شریف علی احسان آج ۱۶، محرم الحرام ۱۴۱۰ھ (۲۲، اگست ۱۹۸۹ء) بروز منگل کتاب العقلة ختم ہو گئی ہے! اللہ العالمین مجھے صحیح مسلم کی بانی کتب اور الابواب کی شرح مکمل کرنے کی سعادت بھی عطا فرما۔ میری تمام کوتاہیوں، لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرما، میرے والدین اساتذہ اور مشائخ کی مغفرت فرما، اس کتاب کو قبول دوام عطا فرما اور اس کتاب کو میرے لیے ناقیامت صدقہ جاریہ اور توشیح آخرت کر دے۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعیین والمشفعیین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الجہاد والسیار

جہاد کا لغوی معنی علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں جہد اور جُہد کا معنی طاقت، وسعت اور کسی کام میں مبالغہ کرنا ہے اور جُہد کا معنی مشقت ہے علامہ ابن اثیر جذری نے کہا ہے کہ حدیث میں جُہد اور جُہد کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے، جُہد کا معنی مشقت اور جُہد کا معنی وسعت ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ وسعت اور طاقت کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں، لیکن مشقت کے معنی میں صرف جُہد ہی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمُ (التوبہ: ۹۱) ”وہ لوگ جو صرف اپنی مشقت سے (کافی) حاصل کرتے ہیں“ فرمائے کہ اس آیت میں جُہد طاقت کے معنی میں ہے کہا جاتا ہے کہ ہذا جُہد ی ”بہ میری طاقت ہے“

جہاد دشمن سے قتال کرکے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ (حج: ۷۹) ”اللہ کی راہ میں دشمنوں سے اس طرح قتال کرو جو قتال کا حق ہے“ کہا جاتا ہے ”جَاهِدِ الْعَدُو“ اس نے دشمن سے قتال کیا، اور حدیث میں ہے ”لا هجرة بعد الفتح“ و لکن جہاد و نية ”فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جہاد کا معنی ہے دشمنوں سے جگ کرنے میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا اور نیت اللہ کے لیے اخلاص عمل کرکے ہے۔ علامہ راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے: جہاد کی حقیقت یہ ہے کہ خواہش کے خلاف اپنی طاقت اور وسعت کو خرچ کیا جائے، اور اس کی تین قسمیں ہیں، ظاہری دشمن سے جہاد کرنا، شیطان سے جہاد کرنا اور نفس سے جہاد کرنا اور یہ تینوں قسمیں اس آیت میں داخل ہیں وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ (حج: ۷۹)۔

جہاد کا شرعی معنی علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: جہاد کا شرعی معنی ہے: اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے (یعنی اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے) کفار سے جگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا اور جہاد فی اللہ کا معنی ہے: احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لیے نفس کو تھکانا اور اتباع شہوات اور میلان لذات میں نفس کی مخالفت کرنا۔ علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جہاد کا شرعی معنی ہے: اللہ کی راہ میں جگ کرنے کے لیے جان، مال اور زبان کو انتہائی وسعت اور طاقت سے خرچ کرنا۔ ۳

- ۱۔ سید محمد تقی حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۲ ص ۳۳۰، مطبوعہ المطبعة الخیرہ مصر، ۱۳۰۶ھ
 ۲۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۷۸، مطبوعہ دارۃ الطباعة المیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
 ۳۔ ملک العلماء ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بدایۃ النہج ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ ایچ۔ ایم سید احمد کراچی، ۱۳۰۰ھ

علامہ بارتی صنفی کہتے ہیں: دین حق کی طرف دعوت دینا اور جو اس دعوت کو قبول نہ کرے اس کے ساتھ جان اور مال کے ساتھ جنگ کرنا جہاد ہے۔ لہ

علامہ ابن ہمام صنفی نے بھی جہاد کی یہی تعریف کی ہے۔ لہ

حافظ ابن جریر مستطانی شافعی کہتے ہیں: کفار سے جنگ کرنے میں اپنی طاقت اور وسعت کو صرف کرنا شرعاً جہاد ہے، اور نفس، شیطان اور فاسقوں سے مجاہدہ کرنے کو بھی جہاد کہتے ہیں، ائمہ دین کا علم حاصل کرنا پھر اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیم دینا مجاہدہ نفس ہے، شیطان کے شبہات کو دفع کرنا اور اس کی مزین کردہ چیزوں سے بچنا مجاہدہ شیطان ہے۔ جان، مال، زبان اور دل سے کفار کے ساتھ جنگ کرنا مجاہدہ کفار ہے۔ اور بافتوں سے، زبان سے اور دل سے فاسقوں کی مخالفت کرنا مجاہدہ فساق ہے۔ لہ

علامہ دستغالی آئی ماگی کہتے ہیں: دین کی سر بلندی کے لیے مسلمان کا کافر فریضی سے جنگ کرنا یا میدان جنگ میں حاضر ہونا یا ارض کفار میں داخل ہونا جہاد ہے۔ جو شخص جنگ کرنے کے لیے میدان جنگ یا ارض کفار میں جانے اور اس کو جنگ کا موقع نہ ملے وہ بھی مجاہد ہے۔ لہ

علامہ جعفی صنفی کہتے ہیں: بالخصوص کفار سے قتال کرنے کو جہاد کہتے ہیں، مسلمان باغیوں اور ذاکروں سے قتال کو جہاد نہیں کہتے۔ لہ

فریضیت جہاد کے تدریجی مراحل شمس الاممہ شری صنفی کہتے ہیں: مشرکین کو دین اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور جو مشرکین اس دعوت کو قبول نہ کریں، ان سے قتال کرنا واجب ہے کیونکہ تمام آسمانی کتابوں میں اس امت کی یہ مصفت بیان کی گئی ہے کہ یہ امت نیکی کی دعوت دیتی ہے اور بُرائی سے روکتی ہے، اسی بنا پر اس امت کو خیر الامم قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمرءوف وتنبہون عن المنکر۔

سب سے بہتر امت ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔

(آل عمران، ۱۱۰)

اور سب سے بُری نیکی اشرت تالی پر ایمان لانا ہے، اس لیے ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ نیکی کی دعوت دے اور نیکی کا حکم دے اور بُری سے بُری بُرائی شُرک ہے خصوصاً وہ لوگ جو فساداً شُرک کہتے ہوں، اس لیے ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ حسب استطاعت لوگوں کو شُرک سے روکے۔

۱۔ علامہ محمد بن محمود بارتی صنفی مترقی ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھ

۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام صنفی مترقی ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھ

۱۳۱

۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر مستطانی شافعی مترقی ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور

۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد دستغالی آئی ماگی مترقی ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۵۔ علامہ محمد بن یونس بن ادریس جعفی صنفی، کشاف الغتاج ج ۳ ص ۳۲، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداءً مشرکین سے اعراض کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
 فاصفح الصفح الجمیل (حجرات: ۸۵) "آپ حسن و خوبی کے ساتھ ان سے درگزر کیجیے" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
 واعرض عن المشرکین (حجرات: ۹۲) "اور آپ مشرکین سے اعراض کیجیے" پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ آپ حکمت کے
 ساتھ نصیحت کر کے لوگوں کو دین کی طرف بلائیے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة
 الحسنة وجادلہم بالتی ہی احسن۔
 حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے
 راستہ کی طرف بلائیے اور ان پر احسن طریقہ سے حجت قائم
 کیجیے۔ (نحل: ۱۲۵)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اگر مشرکین جنگ کی ابتداء کریں تو ان سے مدافعت جنگ کی جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
 فان قاتلوکم فاقتلوہم۔
 اگر کفار تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ
 کرو۔ (بقرہ: ۱۹۰، ۲۶۱)

بیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان جنوا للسلام فا جنہم لہا۔
 اگر وہ (کافر) صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ صلح کی طرف
 مائل ہو جائیں۔ (انفال: ۶۱)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابتداءً مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور ارشاد فرمایا:
 وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ و
 یكون الدین لله۔
 اور ان (کفار) سے جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ
 (کا زور) نہ رہے اور صرف اللہ کے دین (کا نظام قائم)
 ہو جائے۔ (بقرہ: ۱۹۳، ۱۹۴)

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم۔ (توبہ: ۵)
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں میں ان سے
 جنگ کرتا رہوں، اور جب وہ اقرار کر لیں گے تو وہ اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے البتہ جو ان پر حق ہوگا (وہ وصول
 کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس کے بعد مشرکین سے جہاد کی فرضیت برقرار رہی اور قیامت تک کے
 لیے جہاد فرض ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس وقت سے کہ
 جب تک میری امت دجال سے جنگ کرے گی جہاد جاری رہے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قیامت تک
 کے لیے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے اور جو شخص میری مخالفت کرے گا اس
 کے لیے ذلت اور محکومی ہے، اور جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا اسی قوم میں شمار ہوگا، سفیان بن عیینہ نے اس
 کی یہ تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار تلواروں کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ ایک وہ تلوار ہے
 جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت پرستوں کے ساتھ جہاد کیا، ایک وہ تلوار ہے جس کے ساتھ حضرت ابو بکر
 رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے ساتھ جہاد کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تقاتلونہم او یسلمون (فتح: ۲۱) "تم ان سے
 جنگ کرتے رہو گے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے" تیسری وہ تلوار ہے جس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوس اور

اہل کتاب کے ساتھ جنگ کی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (توبہ: ۲۹)۔ اہل لوگوں سے جہاد کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لائے، چوتھی وہ طرہ ہے جس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غارِ جویوں، مہادہ توڑنے والوں اور جن کی مخالفت کرنے والوں سے جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَقَاتِلُوا الَّذِينَ تَبَيَّنُوا حَتَّى تَخْرُجُوا إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ (حجرات: ۹)۔ "جو دم بانی ہوں اس سے اس وقت تک جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف واپس آ جائے۔"

جہاد کی اقسام میں فقہاء و احناف کا نظریہ | اللہ ربہ کے نزدیک جہاد کی دو قسمیں ہیں فرض میز اور فرض کفایہ اسلام کو نہ قبول کریں تو پھر ان سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے، اور اگر کسی اسلامی شہر پر کافر حملہ کریں تو اس شہر کے مسلمانوں پر اپنے شہر کے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرض میں ہے اور اگر اس شہر کے مسلمان اپنا دفاع نہ کر سکیں تو اس کے قریب کے شہر والوں پر جہاد کرنا فرض میں ہو جائے گا علیٰ ہذا التماس اگر ایک اسلامی ملک اپنے دفاع کی استطاعت نہ رکھے تو اس کے قریب کے ملک پر اس ملک کے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرض میں ہوگا۔

شمس الائمہ رحمہ تعالیٰ لکھتے ہیں: پھر فریضہ جہاد کی دو قسمیں ہیں پہلی تم فرض میں ہے جب کفار پر حملہ کرنے کا عام حکم ہو تو ہر شخص پر اپنی قوت اور طاقت کے اعتبار سے جہاد کرنا فرض میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انفروا خِفَافًا وَثِقَالًا (توبہ: ۴۱)

نسلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل۔

اسے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا، جب تم سے اللہ کی راہ میں لکھنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چبھ کر رہ گئے، کیا تم نے آخرت کے مقابل میں دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ آخرت کے مقابل میں دنیاوی زندگی کی متاع تو محض قلیل ہے، اگر تم (راہِ خدا میں) نہ لکھتے تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ اِنْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّا قُلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ وَاَرْضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۗ فَمَا مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۗ اَلَا تَتَفَرَّقُوْا وَيَعۡذِبُكُمْ عَذَابُ الْاَلِيْمِۙ

(توبہ: ۳۹-۴۰)

اور دوسری تم فرض کفایہ ہے، جس میں بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی بعض مسلمانوں سے جہاد سا قطہ ہو جاتا ہے، کیونکہ جہاد کی وجہ سے مشرکین کی شُرکت ٹوٹ جاتی ہے اور دین کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور جہاد سے یہی مقصود ہے۔ نیز اس لیے کہ اگر جہاد کو ہر وقت شخص پر فرض کیا جاتا تو اس سے حرج واقع ہوتا جو کہ مقصود توبہ ہے کہ مسلمان دین اور دنیا کی اچھائیوں کو آزادی اور سبے عورتی سے حاصل کر سکیں اور اگر ہر شخص جہاد میں مشغول ہو گیا تو دنیا کے دیگر اسلامی اور تہذیبی کام انجام نہیں پاسکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی جہاد میں بغض نہیں تشریف لے جاتے تھے، اور کبھی دوسروں کو بھیجتے تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: "میری یہ خواہش ہے کہ کوئی بھی ناخلف یا لشکر روانہ نہ کیا جائے مگر میں جی اس میں شریک ہوں۔ لیکن مجھے پاسبان سب کے لیے سواریاں نہیں ہیں اور میرے بغیر یہ خوش نہیں ہوں گے، اور میری بڑی تمنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ہوں حتیٰ کہ میں شہید کر دیا جاؤں اور میں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں" اس

حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جہاد اور مرتبہ شہادت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتبہ رسالت حاصل کرنے کے باوجود شہادت کی تمنا کی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھے اور رات قیام، رکوع اور سجود میں گزارے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں صبح کو نایا شام گزارنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے جہاد کے بارے میں بکثرت احادیث اور آثار ہیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو دین کا کولہن فرمایا ہے اور مسلمانوں کے امیر پر یہ لازم ہے کہ وہ جہاد کے لیے کوشش کرتا رہے یا خود جہاد کے لیے نکلے یا کسی لشکر کو روانہ کرے ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: اگر جہاد کے لیے روانہ ہونے کا مسلمانوں کو عام حکم دیا جائے تو جہاد فرض میں ہے اور اگر عام حکم نہ ہو تو جہاد فرض کفایہ ہے اور بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جو لوگ اپنے اولاد اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں (یعنی جہاد میں نہ جانے والوں) پر فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے۔

فضل اللہ المجاہدین باموالہم وانفسہم
على القاعدین درجۃ وکلا وعد اللہ الحسنی
وفضل اللہ المجاہدین علی القاعدین
اجرا عظیماً۔

(نساء: ۹۵)

اگر ہر مسلمان پر جہاد فرض ہوتا تو جہاد نہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ اچھی عاقبت کا وعدہ نہ فرماتا اور جہاد کے موقع پر بیٹھے رہنا حرام ہوتا۔ نیز جہاد اس لیے فرض کیا گیا ہے کہ اسلام کی دعوت دی جائے اور دین حق کو سر بلند کیا جائے اور کفار کے شر اور ان کے قہر کو دفع کیا جائے اور یہ مقصد بعض مسلمانوں کو جہاد کے لیے روانہ کرنے سے پورا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لشکر روانہ کر دیتے اور خود تشریف نہیں لے جاتے تھے اگر جہاد فرض میں ہوتا تو آپ لشکر کو روانہ کرنے کے بعد کبھی خود بیٹھے نہ رہتے اور نہ کسی مسلمان کو جہاد چھوڑ کر بیٹھے رہنے کی اجازت دیتے۔

اور جب کہ جہاد فرض کفایہ ہے تو مسلمانوں کے امیر پر لازم ہے کہ وہ کفار سے جہاد کرنے کے لیے تمام اسلامی سرحدوں پر مجاہدین کو روانہ کرے اور جب یہ مجاہدین کفار سے جہاد کریں گے تو باقی مسلمانوں سے جہاد ساقط ہو جائے گا اور جب کسی سرحد پر مجاہدین کو زور پڑ جائے اور ان پر دشمن کے غلبہ کا خطرہ ہو تو اس شہر کے مسلمانوں پر ان کی مدد کے لیے روانہ ہونا واجب ہے اور سوار لیں، اسلحہ اور مال سے ان کی مدد کرنا واجب ہے۔

نیز علامہ کاسانی فرماتے ہیں: جب جہاد کے لیے روانہ ہونے کا عام حکم دیا جائے یا اس طرح کہ دشمن کسی شہر پر حملہ کرے تو پھر جہاد فرض میں ہے اور افراد مسلمین میں سے ہر مسلمان پر جہاد کرنا فرض میں ہے۔ بشرطیکہ وہ جہاد پر قادر ہو، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

مہربان اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو یہ نہیں

ماکان لاهل المدینۃ ومن حولہم من

الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا
یرضوا بانفسہم عن نفسہ ذلک بانہم
لا یصیبہم ظمًا ولا نصب ولا مخمصة فی
سبیل اللہ (توبہ : ۱۲۰)

چاہیے تھا کہ وہ (جہاد میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے
رہ جاتے اور نہ یہ کہ وہ رسول کی جان سے زیادہ اپنی جان سے
رضیت کرتے، تاکہ انہیں اللہ کی راہ میں ہموک، پیاس اور
مشقت نہ پہنچے۔

سراسر ضرورت میں نماز اور روزے کی طرح ہر مسلمان پر جہاد کرنا فرض میں ہوگا۔ لہ
علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: ”ذخیرہ“ میں لکھا ہوا ہے کہ جب جہاد کے لیے روانہ ہونے کا بگلا بچ جاتے تو جو لوگ
دشمن کے قریب ہوں اور جہاد کرنے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر جہاد کے لیے روانہ ہونا فرض میں ہے اور جو لوگ دور ہوں
ان پر جہاد کرنا فرض کفایہ ہے، حتیٰ کہ اگر ان کی ضرورت نہ پڑے تو ان کا جہاد نہ کرنا جائز ہے لیکن اگر ان کی ضرورت پڑ جائے یا
طرد کر قریب والے مسلمان دشمن سے مقابلہ میں کر دوڑ پڑ جائیں یا وہ سستی کی وجہ سے جہاد نہ کریں تو پھر جو مسلمان ان مسلمان
سے قریب ہوں ان پر نماز اور روزے کی طرح جہاد فرض میں ہو جائے گا۔ لہ

علامہ ابارق حنفی لکھتے ہیں: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور بہت سے صحابہ کو مدینہ
میں چھوڑ جاتے تھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد صرف اسی وقت فرض میں ہوتا ہے جب جہاد کے لیے روانہ ہونے کا
عام حکم دیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا یتوی القاعدون من المؤمنین
غیر اولی الضرر والمجاہدون فی سبیل اللہ
بأموالہم وانفسہم فضل اللہ المجاہدین
بأموالہم وانفسہم علی القاعدین درجۃ
وکلًا وعد اللہ الحسینیٰ

(نساء : ۹۵)

لا ظفر (جہاد سے) بطیخ رہنے والے مسلمان اور
اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ (کافروں سے)
جہاد کرنے والے مسلمان برابر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
اپنے مال اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے مسلمانوں
کو بیٹھنے والے مسلمانوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے،
اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا
ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد کرنے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اگر جہاد فرض
میں ہوتا تو جہاد کرنے والے اچھی عاقبت کے وعدہ کے بجائے عذاب کی وعید کے مستحق ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا
کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ البتہ جس وقت جہاد پر روانہ ہونے کا عام حکم ہو جائے تو جو مسلمان دشمن کے قریب ہوں اور جہاد
پر قادر ہوں ان پر جہاد کرنا فرض میں ہوتا ہے اور جو مسلمان دشمن سے دور ہوں ان پر جہاد فرض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر
قریب والے مسلمانوں کو کسی وجہ سے ان کی ضرورت پڑے تو پھر ان پر بھی جہاد فرض ہو جاتا ہے اور اگر ان کو بھی
ضرورت پڑے تو پھر ان کے قریب مسلمانوں پر جہاد فرض ہوگا و علیٰ بذا التیاس سدر یکما تمام اہل اسلام پر جہاد فرض میں

۱۔ مکمل العلماء البکر بن مسعود کا سامانی حنفی مترقی، ص ۵۸۷، بدائع الصنائع، ص ۹۸، مطبوعہ راج ایڈمیٹریڈ کالج کراچی، ۱۴۰۰ھ
۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی مترقی، ص ۸۶۱، فتح القدر، ج ۵، ص ۱۹۲، مطبوعہ مکتبہ توفیر رضویہ پشاور

ہو جائے گا۔ ۱۷

جہاد کی اقسام میں فقہا مالکیہ کا نظریہ | علامہ دستغالی ابی مالکی لکھتے ہیں: علامہ ابن قسطلان وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جو شخص جہاد

پر قادر ہو اس پر جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ اور علامہ مازری مالکی نے کتاب کبیر میں لکھا ہے کہ جہاد فرض عین بھی ہے اور فرض کفایہ بھی ہے۔ جو مسلمان دشمن اسلام کے قریب اور جہاد پر قادر ہوں ان پر جہاد کرنا فرض عین ہے اور جو مسلمان دور ہوں ان پر جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی علاقہ کے مسلمانوں پر کفار حملہ کریں تو ان پر جہاد کرنا فرض عین ہے اور جن پر حملہ نہ کریں ان پر فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی علاقہ کے مسلمانوں پر دشمن حملہ کرے اور وہ اس سے دفاع کی طاقت نہ رکھتے ہوں پھر بھی ان پر جہاد کرنا فرض عین ہے۔ ۱۸

جہاد کی اقسام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ | علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں کہ عہد رسالت میں جہاد صرف

فرض کفایہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا یستوی القاعدون الاية (نساء: ۹۵) (علامہ بابر تقی کے حوالے سے اس آیت سے استدلال کا بیان گذر چکا ہے۔) لیکن اب جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ کفار اپنے شہروں میں ہوں اس وقت ان سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اگر کوئی مسلمان بھی ان سے جہاد نہ کرے تو وہ تمام مسلمان گناہ گار ہوں گے جن کو جہاد نہ کرنے کا کوئی فذر نہیں ہے۔ ۱۹

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جہاد کی دوسری قسم فرض عین ہے اور یہ اس وقت ہے جب کفار مسلمانوں کے شہروں کو روند رہے ہوں، یا مسلمانوں پر حملہ کرنے کے قصد سے مسلمانوں کے شہروں کی سرحدوں پر جمع ہو جائیں اس وقت ان سے جہاد کرنا فرض عین ہے۔ ۲۰

جہاد کی اقسام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ | علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں: عام حالات میں جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور حسب ذیل صورتوں میں جہاد کرنا فرض عین ہے۔

(۱)۔ جب جنگ ہو رہی ہو اور دونوں طرف سے فوجیں صفت آزاد ہوں تو پھر مسلمانوں کا میدان جنگ سے بھاگنا اور پیچھے دکھانا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فوج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَمَةُ فَتَتْ فَاثْبِتُوا وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ - (انفال، ۲۵)

اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیچھے نہ پھیرنا، اور جو شخص

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَمَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْاِدْبَارَ وَمَنْ

۱۷۔ علامہ اکمل الدین عسکری بن محمود بابر تقی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ایش فتح القدر ج ۵ ص ۱۹۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکس
۱۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دستغالی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المسلم ج ۵ ص ۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۹۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین و عمدۃ الملتین ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ
۲۰۔ روضۃ الطالبین و عمدۃ الملتین ج ۱ ص ۲۱۴

marfat.com

جلد خامس

یولہد یومئذ دبرہ الامتحر فالقتال
او متحیزا الی فئسۃ فقد باء بغضب من
اللہ وما زادہم جہنم وبئس المصیر۔
(انفال ۱۶۰، ۱۶۱)

۲۔ جب مسلمانوں کے کسی شہر پر کفار حملہ آور ہوں تو اس شہر کے مسلمانوں پر ان سے جنگ کرنا اور ان کا جنگنا فرض میں ہے۔
۳۔ جب امام یا امیر مملکت کسی قوم کو جہاد کے لیے بلاتے تو ان پر جہاد کے لیے جانا فرض میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایہ الذین امنوا اذا قیل لکم انظروا
فی سبیل اللہ انا قلتمہ الی الا رض
رضیتہ بالحدیثۃ الدنیاء من الاخرۃ۔
توبہ ۳۸

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اذا استنفرتمہ فانظروا" جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو فرما بیٹے آؤ، لے

مکن حالتوں میں جہاد فرض میں بنتا ہے اور مکن حالتوں میں فرض کفایہ فقہاء احناف، فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کے نزدیک

مکن صورتوں میں کفار سے جہاد کرنا فرض میں ہے وہ حسب ذیل ہیں:
۱۔ جب جہاد کے لیے روانہ ہونے کا حکم دیا جائے یعنی جب کسی مسلمان ملک کا امیر ملک کے ہر شہری کو جہاد کے لیے روانہ ہونے کا حکم دے گا وہ شہر کے ہر مسلمان پر جہاد کرنا فرض میں ہے۔ اسی طرح اگر کسی شہر کا مسلمان امیر حکم دے کہ تمام شہر کے لوگ جہاد کے لیے روانہ ہوں تو اس شہر کے ہر مسلمان پر جہاد کے لیے روانہ ہونا فرض میں ہے البتہ جو لوگ جہاد کرنے سے مستذہبوں کو اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۲۔ جس علاقہ کے لوگ دشمن اسلام سے قریب ہوں اور ان سے جہاد کرنے پر قادر ہوں ان پر اس سے جہاد کرنا فرض میں ہے۔

۳۔ مسلمانوں کے جس شہر کو یہ عدویں پر کفار حملہ کرنے کے قصد سے بھیجے ہو جائیں اس شہر کے مسلمانوں پر ان کفار سے جہاد کرنا فرض میں ہے اور اگر ان کو اپنے دفاع میں دوسرے شہر کے مسلمانوں کی ضرورت ہو تو عمرہ ان پر بھی جہاد فرض میں ہے۔

۴۔ جب رابعیہ یا ثانیہ کافر مسلمانوں کے کسی شہر کو روند رہے ہوں تو اس شہر کے مسلمانوں پر جہاد کرنا فرض میں ہے اور جب انھیں دوسرے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت ہو تو ان پر بھی جہاد فرض میں ہے۔

۵۔ علامہ مفتی امین ابو سعید عبد اللہ بن محمد بن نظار حنفی سنی ۶۲۰ھ، المصنف ۹۵ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الفکر ۲۰۰۵ء ص ۲۰۵

ان صورتوں کے علاوہ عام حالات میں جب کافر اپنے اپنے ملکوں میں ہوں تو جو مسلمان ان سے جہاد کرنے پر قادر ہوں ان پر تبلیغ دین اور اسلام کی سر بلندی کے لیے کافروں سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی ملک کے مسلمان بھی کافروں سے جہاد نہ کریں تو پھر دنیا کے تمام مسلمان گنہگار ہوں گے۔

جب تک دنیا میں مسلم اقوام تبلیغ دین اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے کفر اور باطل قوتوں سے جہاد کرتی رہیں وہ دنیا میں عزت اور سر بلندی کے ساتھ زندہ رہیں اور جب انھوں نے جہاد چھوڑ دیا اور عیش و طرب کی زندگی اختیار کر لی، مسلمان مشقت، جانفشانی اور سخت کوشی کی جگہ سہولت، آرام اور تن آسانی کی زندگی بسر کرنے لگے تو ذلت اور محکومی ان کا مقدر ہو گئی، اسپین میں مسلمانوں کا عروج اور روال، ہندوستان میں سلاطین مغلیہ کی سر بلندی اور پستی اور عربوں کی اسرائیلیوں سے فتح اور شکست کا راز اسی ایک نکتہ میں مضمر ہے۔

آج پاکستان کی قوم بھی تہذیب اور کلچر کے نام پر سینا اور دی۔ سی۔ آر پر پاکستانی اور ہندوستانی فلموں کے دیکھنے کے دفر شوقی میں مبتلا ہے اور میوزک کے شوق میں ڈوبی ہوئی ہے اور فلموں میں جو فحاشی اور نیم مریاں تہذیب دکھائی جاتی ہے اس کو علمی زندگی میں آمدٹ اور فیشن کے نام پر فروغ دے رہی ہے یہی وجہ ہے کہ سقوط مشرقی پاکستان کے موقع پر تیسے ہزار فوجیوں نے ہتھیار ڈال کر مسلمانوں کی عسکری تاریخ کی بدترین مثال قائم کی۔

جہاد کے مباح ہونے کی شرائط | جہاد کے مباح ہونے کی دو شرطیں ہیں: ۱۔ دشمن دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دے اور مسلمانوں اور شیعوں

کے درمیان جنگ مد کرنے کا معاہدہ نہ ہو۔

(۲)۔ مسلمانوں کو یہ توقع اور امید ہو کہ جنگ میں مسلمانوں کو کفار پر غلبہ حاصل ہوگا اگر مسلمانوں کو یہ توقع اور امید نہ ہو تو پھر ان کے لیے کفار سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو جنگ کی قوت اور سامان حرب میں بڑی حاصل نہ ہو تو پھر ان کا کفار سے جنگ کرنا خود کوشی کے مترادف ہے۔ لہ

جہاد کے واجب ہونے کی سات شرطیں ہیں: ۱۔ اسلام۔ ۲۔ بلوغ۔ ۳۔ عقل۔ ۴۔ آزاد ہونا۔ ۵۔ مرد ہونا۔ ۶۔ مندور نہ ہونا۔ ۷۔ ضروریات کا خرچ موجود ہونا۔

اسلام کی شرط اس لیے ہے کہ کافر پر جنگ میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا، عقل کی شرط اس لیے ہے کہ مجنون جہاد نہیں کر سکتا اور بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ بچہ کمزور ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب میری عمر چودہ سال تھی تو میں نے اپنے آپ کو جنگ اُمد کے لیے پیش کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور آزاد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آزاد شخص سے اسلام اور جہاد کی بیعت لیتے تھے اور غلام سے صرف اسلام کی بیعت لیتے تھے جہاد کی بیعت نہیں لیتے تھے اور مرد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں جنگ نہیں ہے اور وہ حج اور عمرہ ہے۔ غیر مندور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ

جنگ سے پہلے کفار کو دین کی دعوت دینے کے متعلق سوال کیا، نافع نے لکھا یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزمر مصطفیٰ پر بے خبری میں حملہ کیا وہاں حالیکہ ان کے مولیٰ پانی پی رہے تھے، آپ نے ان کے جگمگومر دوں کو قتل کر دیا اور باقی کو قید کر لیا اور اسی دن حضرت جویریہ آپ کے ہاتھ لگیں، راوی کہتا ہے یا حارث کی بیٹی۔ یہ حدیث مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کی اور وہ اس لشکر میں تھے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَحْمَرَ عَنِ ابْنِ عَرَبَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ عَنِ الدُّعَاءِ قَبْلَ الْقِتَالِ قَالَ فَكَتَبَ إِلَيَّ إِنَّكَ كَانَ ذَلِكَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ قَدْ أَعَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بِنْتِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَائِرُونَ وَأَعَارَهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ فَقَتَلَ مَقَاتِلَهُمْ وَسَبَى سَبْيَهُمْ وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يَحْيَىٰ أَحْسِبُهُ قَالَ جُوَيْرِيَةَ أَوْ قَالَ الْبَيْتَةَ ابْنَتُ الْحَارِثِ وَحَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ -

۲۴۰۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَرَبَةَ بِهَذَا الْإِسْتِئْذَانِ مِثْلَهُ وَقَالَ جُوَيْرِيَةَ ابْنَتُ الْحَارِثِ وَلَمْ يَشْكُ -

یہ حدیث ایک اور سند سے منقول ہے اور اس میں بغیر کسی شک کے جویریہ بنت الحارث کا لفظ ہے۔

جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں مذاہب فقہاء علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ جن کفار کو پہلے اسلام کی دعوت دی جا چکی ہے ان پر بغیر اعلان جنگ اور بغیر دعوت اسلام کے حملہ کرنا جائز ہے۔ علامہ مازنی اور قاضی نے اس مسئلہ میں تین مذاہب بیان کیے ہیں:

- ۱- امام مالک وغیرہ نے کہا ہے کہ جنگ سے پہلے دعوت اسلام دینا مطلقاً واجب ہے لیکن یہ مذہب ضعیف ہے
- ۲- جنگ سے پہلے دعوت اسلام دینا اصلاً واجب نہیں ہے، یہ مذہب باطل ہے۔
- ۳- امام مالک کا صحیح مذہب امام شافعی کا قول جدید، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی اور جمہور فقہاء اسلام کا مذہب یہ ہے کہ اگر کفار کو پہلے اسلام کی دعوت نہیں دی تو ان کو جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا واجب ہے، اور اگر ان کو پہلے اسلام کی دعوت دی جا چکی ہے تو جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے۔ کچھ احادیث صحیحہ اس مذہب کی مؤید ہیں، کتب بن اشرف اور ابو الحقیق کو قتل کرنے کی حدیثوں میں بھی اس کی تائید ہے اور اس باب کی حدیث بھی اسی کی مؤید ہے۔ ۱۷

جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں فقہاء و مجتہدین کے مذہب کی تفصیل !!

علامہ ابن قدامتہ نے لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں دعوت اسلام کو پہنچا دیا گیا ہے اور وہ تمام دنیا میں شائع ہو چکی ہے، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ رومیوں اور ترکوں کے مابعدہ کو فی السی قوم جو عربوں کو دعوت اسلام پہنچتی ہو، سو ایسی قوم سے دعوت اسلام دینے میں جگہ کرنا بائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو ٹھکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص ادراس کے باقی ساتھیوں کو بالعموم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیتے اور فرماتے ہیں: تیار ہاں مشرکین سے مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں میں سے کسی ایک کی طرف دعوت دینا، وہ ان تین میں سے جس کو بھی مان لیں تو تم قبول کر لینا، اور جگہ سے نکل جانا، ان کو اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ اسلام لے آجیں تو ان کا اسلام قبول کرنا اور ان سے جگہ نہ کرنا، اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان کو جزیرہ دینے کی دعوت دینا اگر وہ جزیرہ دینے پر تیار ہوں تو ان کی یہ پیش کش قبول کرنا اور ان سے جگہ نہ کرنا، اور اگر وہ جزیرہ دینے سے انکار کریں تو حجر اللہ کی مدد کے ساتھ ان کے خلاف جہاد شروع کر دینا، (مسلم و ابوداؤد)۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام کا ہو جب دعوت اسلام شائع نہیں ہوئی تھی اور دین اسلام کا ٹھکر نہیں ہوا تھا، لیکن اب دعوت اسلام شائع ہو چکی ہے اس لیے اب جگہ کے وقت کسی کو دعوت اسلام دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جگہ شروع کرنے سے پہلے اسلام کی دعوت دیتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو ظاہر کر دیا اور اسلام کو غلبہ و عطا فرمایا، اور میں نہیں جانتا کہ آج کوئی شخص کسی کو اسلام کی دعوت دیتا ہو، کیونکہ ہر شخص کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے، رومیوں کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ان سے کس چیز کا مقابلہ ہے۔ اسلام کی دعوت دینا صرف ابتداء اسلام میں ضروری تھا اور اگر اب بھی دعوت دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مصطفیٰ کی سے خبری میں ان پر حملہ کیا، وہ ان کے خلاف اذت پائی پی رہے تھے، آپ نے ان کے لڑنے والے اذاد کو قتل کر دیا اور بچوں کو گرفتار کر لیا (بخاری و مسلم) اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو امیر بنایا پھر ہم نے مشرکین کے ایک گروہ سے جگہ کی اور ان پر شنب خون مارا۔ (ابوداؤد) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت بریدہ کی حدیث میں جو جگہ سے پہلے اسلام کی دعوت دینے کا حکم ہے وہ استہباب پر محمول ہو اور بلاشبہ یہ دعوت ہر حال میں مستحب ہے، کیونکہ امام بخاری نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ خیمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صحیفہ اعطا فرمایا اور ان کو اہل خیمہ سے جگہ کے لیے بھیجا تو ان کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا حالانکہ اہل خیمہ کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی (صحیح بخاری) اور جب طلحہ اموی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت خالد بن ولید نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے یہ دعوت قبول کر لی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد کو اس پر غالب کر دیا۔ اور حضرت سلمان نے اہل فارس کو اسلام کی دعوت دی۔

اس وضاحت کے بعد یہ جانتا چاہیے کہ اگر اہل کتاب یا مجوسیوں سے جہاد کرنا ہو تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جائے، اگر وہ انکار کریں تو ان کو جزیرہ دینے کی دعوت دی جائے اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو عبران سے جنگ کی

جائے، اور اگر ان کے غیر سے جنگ ہو تو ان کو اسلام کی دعوت دیا جائے اور اگر وہ انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کی جائے اور جو دعوت اسلام سے پہلے قتل کر دیا گیا اس کے خون کی کوئی ضمانت نہیں ہے، کیونکہ اس سے کوئی معاہدہ ہے نہ اس کو امان ہے۔ لہ

جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں فقہاء و احناف کے مذہب کی تفصیل!

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی مکتبے ہیں؛ اگر کفار کو پہلے دعوت اسلام نہ پہنچی ہو تو مسلمانوں پر لادم ہے کہ پہلے وہ بانی اسلام کی دعوت دیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ادع الی سبیل ربک بالحکمة و
الموعظة الحسنة و جادلہم بالقی ہی احسن۔
(نحل: ۱۲۵)

حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے
راستہ کی طرف دعوت دیکھئے اور ان پر اچھی طرح محبت قائم
کیجئے۔

اور دعوت اسلام سے پہلے ان لوگوں سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ دعوت اسلام سے پہلے من مقل کی وجہ سے اگرچہ ان پر ایمان لانا واجب ہو چکا تھا اور وہ ایمان نہ لانے کی وجہ سے قتل کے مستحق تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجنے اور ان کو تبلیغ کرنے سے پہلے ان سے قتال حرام کر دیا ہے، اور یہ ان پر محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے تاکہ ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے، ہر چند کہ حقیقت میں ان کا کوئی عذر نہیں ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایسے دلائل عقلیہ قائم کر دیے ہیں کہ اگر وہ ان دلائل پر صحیح طریقہ سے غور کریں تو ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور احسان سے رسولوں کو بھیجا (صلوات اللہ وسلیم جمعین) تاکہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں کوئی شبہ باقی نہ رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولو انّا اھلکناھم بعد اذ اب من قبلہ
لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فننبتہم
ایاتک من قبل ان نذل ونحزى۔

اور اگر ہم رسول کے آنے سے پہلے انھیں کسی عقلاً
میں ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے لے ہمارے رب!
تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل و
خوار ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی اتباع کر لیتے۔

(طہ: ۱۳۲)

جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاد بیکثرت جہاد فرض نہیں ہے بلکہ جہاد دعوت اسلام کی وجہ سے فرض ہے اور جنگ کی بہ نسبت بیان اور تبلیغ سے اسلام کی دعوت دینا زیادہ سہل اور آسان ہے، اس لیے جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب پہلے انھیں اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اور اگر ان کو اس سے پہلے اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے تو تجدید دعوت کے بغیر بھی ان سے جنگ کرنا جائز ہے لیکن اس کے باوجود جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا افضل اور مستحب ہے، کیونکہ ان کے اسلام قبول کرنے کی امید ہر حال قائم ہے اور روایت ہے کہ جن لوگوں کو کئی مرتبہ اسلام کی دعوت دی جا چکی ہو ان سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام دینے کے بعد جنگ کرتے تھے۔

اگر کفار نے دعوت اسلام کے بعد دین اسلام قبول کر لیا تو ان سے جنگ نہ کی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے اسی وقت تک لڑوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں اور جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں تو ان کی جان اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے ما سوا اس چیز کے جس پر کسی کافر کوئی حق ہو۔ اور اگر وہ اسلام نہ قبول کریں تو مشرکین عرب اور مرتدین کے سوا باقی لوگوں پر جزیہ پیش کریں اگر وہ جزیہ قبول کر لیں تو ان سے جنگ نہ کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اگر یہ لوگ ذمیوں کا عہد قبول کر لیں تو ان کے لیے مسلمانوں کے حقوق ہوں گے اور ان پر مسلمانوں کی سزا نہیں ہوں گی۔ اور اگر وہ جزیہ کا انکار کریں تو اللہ کی مدد پر ہم دوسرے ہوتے ہوئے ان پر حملہ کر دیں اور جب مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں، آپس میں اختلاف نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو فتح اور نصرت سے ہمکنار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُتِلْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَتَّزِعُوا فَتَفْشَلُوا
وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَأَصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مُنْعِمٌ
الصَّابِرِينَ - (انفال: ۲۶-۲۵)

اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فوج سے مقابلہ ہو تو نہ ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدلی ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو جب تک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور مسلمانوں کے لیے دعوت اسلام دیے بغیر بھی کفار پر حملہ کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم - (توبہ: ۵)

مشرکین سے ہر وقت جہاد کرنا جائز ہے خواہ اٹھ چھوڑ (محرمت والے مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ربیع الاول) ہوں یا نہ ہوں کیونکہ ان مہینوں میں جہاد کرنے کی ممانعت اس آیت اور جہاد کی دوسری آیات سے منسوخ ہو چکی ہے۔

جہاد میں کافر کی جان اور مال محترم نہیں ہے | جہاد میں کفار کو قتل و غارت کرنے، لوٹ مار کرنے اور

دھت و کٹا بھی جائز ہیں خواہ وہ دھت بھلا رہوں یا نہ ہوں اور ان کے کھیتوں کو غلامیٹ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْسَةٍ أَوْ نَوَاتٍ أَوْ تَرْتَجُوا قَائِمَةً
عَلَىٰ أَسْوَابٍ فَبِأَذْنِ اللَّهِ وَبِإِذْنِ الْفَاسِقِينَ - (حشر: ۵)

تم لوگوں نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہتے دیا، یا سب اللہ ہی کے اذن سے قاتل کرنا تو اللہ تعالیٰ ناستور کو ذلیل و خوار کرے۔

کفار کے قتلوں کو جہاد اور پانی سے فرق کرنا ان کے قتلوں کو گرانا اور ان پر بھیغینق نصب کرنا یہ سب جائز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَخْرُجُونَ بِيَوْمِهِمْ يَأْتِيهِمْ وَأَيْدِيهِمْ
وَهُمْ لَسِيحُونَ كُفْرًا - (سورہ بقرہ: ۱۹۱)

المؤمنین (حشر: ۲۸) کے ہاتھوں سے ویران کر رہے تھے۔
یہ تمام امور اس لیے جائز ہیں کیونکہ یہ سب امر جنگ کے لوازم ہیں، نیز مال کی حرمت جان کی حرمت کے تابع ہے اور جب کفار کی جان محترم نہیں ہے تو ان کا مال کیسے محترم ہو گا۔

اگر جہاد میں کافر مسلمانوں کو اپنی ڈھال بنالیں تو ان کو قتل کرنا بھی جائز ہے | کفار پر تیر اندازی کرنا بھی جائز ہے خواہ وہ

مسلمان قیدیوں یا تاجروں کو اپنی ڈھال بنالیں اور یہ بھی جنگی ضرورت کی بناء پر ہے کیونکہ کفار کے قلموں میں کہیں نہ کہیں مسلمان بھی ہوتے ہیں، لیکن مسلمان مجاہدین اس صورت میں اپنے حملوں سے کافروں کو قتل کرنے کا قصد کریں اسی طرح اگر کافر مسلمان بچوں کو اپنی ڈھال بنالیں تو ان کو قتل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے بغیر فریضہ جہاد ادا نہیں ہوتا لیکن مسلمان اس حملے سے کافروں کو قتل کرنے ہی کا قصد کریں۔ لہ۔

بَابُ تَأْمِيرِ الْأَمَامِ الْأَمْرَاءِ عَلَى
الْبُعُوثِ وَوَصِيَّتِهِ إِيَّاهُمْ بِأَدَابِ الْغَزْوِ
کسی شخص کو جہاد کا امیر بنانا اور اس کو آداب
جہاد کی تعلیم دینا

سلیمان بن بریدہ اپنے والد (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو لڑنے کی وصیت کرتے، پھر آپ فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جنگ کرو، خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ گارو اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو، جب تمہارا اپنے مشرکین دشمنوں کے ساتھ مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی مان لیں اس کو قبول کر لینا۔ اور جنگ سے رُک جانا۔ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو اور ان سے یہ کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے

۲۴۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْعُ بْنُ الْجَوَّاحِ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا
إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَدَمَ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَمَلَاهُ عَلَيْنَا
أَمَلَاهُ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ
وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ
يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ
عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ
بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَ
أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْ صَاهُ فِي
خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَمِنْ مَعْنَى
الْمُسْلِمِينَ تَعْيِيرًا ثُمَّ قَالَ اغْنُ وَابِاسْمِ اللَّهِ
فِي مَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ

۱۔ تک الملل و الملل ابو بکر بن مسعود کا سال حضرت زین العابدین سے روایت ہے۔ ۲۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳

شہر میں آجائیں اور ان کو یہ تاؤ کر اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو ان کو روہ ہولتیں ملیں گی جو ہمارے جہنم کی طرح ہیں اور ان پر وہ ذرہ داریاں ہوں گی جو ہمارے جہنم پر ہیں اور اگر وہ ہمارے جہنم کے شہر میں آئے تو ان سے انکار کریں تو ان کو یہ خبر دے دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا، ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے لیکن ان کو مال غنیمت اور مال نے سے ہمارے دین کو بیز کرنا حصہ نہیں ملے گا، اگر وہ لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو، اگر وہ اس کو تسلیم نہ کریں تو ہم انہیں اس کو قبول کرو اور ان سے جگت کرو اور اگر وہ ان کا انکار کریں تو پھر اللہ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ شروع کرو، اور جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے اللہ اور اس کے رسول کو رکھی عہد پر، غاصب بنانا چاہیں تو تم اللہ اور اس کے رسول کو دشمن نہ بنانا، بلکہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو دشمن بنانا، کیونکہ تمہارا سے لیے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے عہد سے پھر جانا اس سے آسان ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑو، اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو، اور ان کا یہ الزام ہو کہ تم ان کو اللہ کے حکم کے مطابق قلعہ سے نکالو تو تم ان کو اللہ کے حکم کے بموجب نہ نکالو بلکہ ان کو اپنے حکم کے مطابق نکالو، کیونکہ تم اس بات کو نہیں جانتے کہ تمہاری لڑائی اور اجتہاد اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں، عبد الرحمن نے کہا یہ یا اس کی مثل ہے، اور اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ میں نے اس حدیث کا مقابل بن میمان سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا مجھ سے مسلم بن میمون نے نعمان بن مقرن کے واسطے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

اَغْرُوا وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَغْدُوا وَلَا تَمْتَلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِبَدًا وَإِذَ الْعَيْتِ عَدُوًّا مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى سَلَاةٍ يَخْصِلُ أَوْ خِلَالِ فَايْتَهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكَفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكَفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحْوِيلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ فَإِنْ آبَوْ أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَهْلِ الْأَرْضِ الْمَسِيئِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْعَيْنِيَّةِ وَالنَّقِيَّةِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَجَاهِدُوا مَعَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنْ هُمْ آبَوْ فَسَلِّمْهُمُ الْبِحُرِّيَّةِ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكَفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ آبَوْ فَاسْتَعِينْ يَا اللَّهُ وَقَاتِلْهُمْ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حَضْرٍ فَأَرَادُوا أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةً اللَّهُ وَذِمَّةً بَيْنَهُمْ فَلَا تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةً اللَّهُ وَذِمَّةً سَبِيَّتِهِ وَلَكِنْ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةً وَذِمَّةً أَصْحَابِكَ فَإِنَّكُمْ أَنْ تَخْفِرُوا ذِمَّتَكُمْ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكُمْ أَهْلُونَ مِنْ أَنْ تَخْفِرُوا ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِمْ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حَضْرٍ فَأَرَادُوا أَنْ تَنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ فَلَا تَنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَلْتَصِيبُ حُكْمَ اللَّهِ فِيهِمْ أَمْ لَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ هَذَا

أَوْ نَحْوَهُ وَنَادَى اسْحُقْ فِي أَيُّ حَدِيثِهِ
عَنْ يَحْيَى بْنِ أَدَمَ قَالَ فَذَكَرْتُ هَذَا
الْحَدِيثَ لِمُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ يَحْيَى
يَعْنِي أَنَّ عَلْقَمَةَ يَقُولُهُ لَا بِنَ حَيَّانَ
فَقَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ هَيْصَمٍ عَنِ
التُّعْمَانِ بْنِ مَقْرِبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ -

حضرت ابو بريدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب امیر یا کسی لشکر کو بھیجتے تو
اس کو وصیت کرتے۔

۲۴۰۸ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ
حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ
أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ بَرِيدَةَ حَدَّثَهُ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا أَوْ سَرِيَّةً
دَعَاهُ فَأَوْصَاهُ وَسَاقِي الْحَدِيثِ يَبْعَثُ
حَدِيثِ سُفْيَانَ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی
ہے۔

۲۴۰۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْفَرَّاءُ عَنِ
الْحُسَيْنِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا -
۲۴۱۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا
أَبُو سَامَةَ عَنْ بَرِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ
أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ
أَمْرٍ قَالَ بَشِّرُوا أَوْلَادَكُمْ بِهَذَا -

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی شخص کو کسی
ہم پر روانہ کرتے تو اس سے ارشاد فرماتے لوگوں کو خوش
کرو، ان کو متنفر مت کرو اور فرماتے آسان کام بیان کرو
مشکل احکام صاف بیان کرو۔

marfat.com

جلد خامس

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سائر رضی اللہ عنہما کو مین بھیجا اور فرمایا تم دونوں لوگوں کے لیے آسانی کرنا اور انھیں مشکل میں نہ ڈالنا، ان کو غفل کرنا اور متفرغ نہ کرنا اور آپس میں آغوش رکھنا اور اختلاف نہ کرنا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت ابو موسیٰ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شہر کی طرح روایت بیان کی اس حدیث میں تطاولا ولا تحتلنا کے الفاظ نہیں ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو مشکل میں نہ ڈالو، لوگوں کو آرام پہنچاؤ اور ان کو متفرغ نہ کرو۔

اس حدیث میں پیش اور مترہ کے الفاظ ہیں پیش نظر کر کے کہتے ہیں اور مترہ نظر کر کے ایک حصہ کر کے کہتے ہیں مگر نوری کہتے ہیں: الامام عربی نے بیان کیا ہے کہ چار سو گوروش کے ڈالر کو مترہ کہتے ہیں اس

وَلَا تَعْتَسِرُوا - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بَيِّنَةَ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ وَ مَثَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ تَيْسِرًا وَلَا تَعْتَسِرُوا وَ تَيْسِرًا وَلَا تَتَوَهَّرُوا وَ تَطَاوَعًا وَلَا تَحْتَلِفُوا.

۲۲۱۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ وَحِيدٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ وَابْنِ أَبِي خَلْفٍ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ عَدِيٍّ أَخْبَرَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ أَبِي أَنَسَةَ كِلَاهُمَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بَيِّنَةَ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَ لَيْسَ فِي حَدِيثِ تَمِيمِ بْنِ أَبِي أَنَسَةَ وَ تَطَاوَعًا وَ كَا تَحْتَلِفًا.

۲۲۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ الْعُقَيْلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو حَدَّادٍ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ وَحِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدِ بْنِ وَحِيدٍ عَنْ جَدِّهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْسِرًا وَلَا تَعْتَسِرُوا وَ سَكَنُوا وَلَا تَتَقَرُّوا.

کو مرتبہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ رات میں چلتا ہے اور سوئی سیوی گامنی رات میں سفر کرنا ہے۔ لہ

قتال کی کیفیت اور ان کافروں کا بیان جن کو قتل کرنا جائز نہیں ہے | اس حدیث میں منکر کرنے (اعضاد

کو قتل نہ کرنے کا ذکر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ عہد شکنی نہ کریں، نہ خیانت کریں اور نہ منکر کریں
وہاں کسی عورت، بچے اور مجنون کو قتل نہ کریں، اور نہ کسی شیخ خانی (بہت بوڑھا شخص) کو قتل کریں اور نہ کسی اندھے
اور ٹولے کو، ہاں اگر ان میں سے کوئی شخص جنگی تدابیر کا ماہر ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے یا اگر عورت سردار یا حکم ہو تو اس
کو بھی قتل کر دیا جائے اسی طرح اگر کافروں کا سردار کوئی چھوٹا بچہ ہو تو اس کو قتل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے،
(جوہرہ نیرہ) اگر کوئی عورت مالدار ہو اور وہ اپنے مال سے لوگوں کو جنگ پر ابھار رہی ہو تو اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔
(محبط) اسی طرح جن کا استثناء کیا گیا ہے اگر ان میں سے کوئی جنگ کر رہا ہو تو اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔ (ہلایہ)۔
جس شخص کے ہاتھ اور پیر مخالف جانوں سے کٹے ہوئے ہوں اس کو بھی نہ قتل کیا جائے، اور جس شخص کا داہنا
ہاتھ کٹا ہوا ہو اس کو بھی نہ قتل کیا جائے، جس کا ہاتھ سوکھا ہوا ہو اس کو بھی نہ قتل کیا جائے، اور اگر یہ جنگ کر رہے
ہوں تو ان کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، (قاضی خاں) اگر کسی مسلمان شخص کے رشتہ دار کافر ہوں تو وہ ان کو
قتل کر سکتا ہے لیکن کوئی شخص اپنے والد، والدہ اور دادا، دادی کو قتل نہ کرے البتہ ناگزیر صورت میں ان کو قتل
کرنا جائز ہے۔ (محبط)۔ کسی راہب کو اس کے گرجے میں نہ قتل کیا جائے اور اگر وہ لوگوں میں بل بل کر رہتا ہو تو
پھر کوئی حرج نہیں ہے (قاضی خاں) لہ

فقہاء احناف نے جہاد میں جن کافروں کے قتل سے منع کیا ہے ان کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں۔
حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابن کعب بن مالک عن عمہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین بعثہ الی
ابن ابی الحقیق بن خیبر نہی عن قتل
النساء والصبیان رواہ احمد و سجالہ
رجال الصحیح۔ لہ

عن ایوب قال سمعت رجلاً منا
یحدث عن ابیہ قال بعث رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سریة کنت فیہا فتناناً

ابن کعب بن مالک اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے
روایت کرتے ہیں کہ جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
خیبر میں ابن ابی الحقیق کی طرف بھیجا تو انھیں عورتوں اور
بچوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا، اس حدیث کو امام
احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔
ایوب کہتے ہیں میں نے اپنے ایک شخص سے سنا وہ اپنے
والد سے یہ حدیث بیان کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھے ایک لشکر میں بھیجا اور ہمیں مزدوروں اور

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریک نورانی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعة الاولى، ۱۳۷۵ھ

۲۔ طان نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاویٰ مالگیری ج ۲ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبع امیر بہکری بلاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۳۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۷۵۰ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۱۵، مطبوعہ دارالکتب العربی، ۱۴۰۲ھ

ذمہ کا اصطلاحی معنی ڈاکٹر وہب زحلی لکھتے ہیں: علامہ ابن مہمام نے ذمہ کی تعریف میں لکھا ہے: جزیہ کے بدلہ میں کفار کو مسلمانوں کے ملک میں رکھنے کا التزام کرنا، ان کی حفاظت کرنا اور ان کی طرف سے مدافعت کرنا، اور ان کا مسلمانوں کی اطاعت کرنا۔ ذمہ کا مفہوم مسلمانوں کا امیر یا ان کا نائب کر سکتا ہے، کیونکہ ذمہ میں وہ سیاسی مصلحتیں ہوتی ہیں جن کو صرف امام یا اس کا نائب ہی غور و فکر سے حاصل کر سکتا ہے۔ علامہ بھوتی حنبلی علیہ السلام اور علامہ شریفی شافعی نے بھی ذمہ کی یہی تعریف کی ہے۔

عقد ذمہ کا رکن ذمہ کا عقد کرتے وقت صراحتہ عہد کا لفظ ذکر کرنا چاہیے یا کوئی ایسا فعل ہو جو عقد پر دلالت کرے مثلاً کوئی حربی دہرا سلام میں داخل ہو تو امام کو چاہیے کہ اپنی صواب دید سے اس کے قیام کے لیے ایک مدت معینہ مقرر کر دے اور اس سے کہے کہ اگر تم اس مدت سے زیادہ شہرے تو قریبی ہو جاؤ گے اور جب وہ اس مدت معینہ سے زیادہ قیام کرے گا تو ذمی ہو جائے گا۔

عقد ذمہ کی شرائط ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی نے عقد ذمہ (کافروں کو اپنی پناہ میں لینے کا معاہدہ) کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

پہلی شرط: مشرکین عرب سے عقد ذمہ نہیں ہو سکتا، ان سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا یا پھر ان کے ساتھ تلوار سے جہاد ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ
وَخُذُوا حِصْرًا وَهُمْ رَاغِبُونَ وَالْمَالُ كُلُّهُ مَرْصَدًا فَأَنْتَابُوا
وَاقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ (توبہ: ۵۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کو قتل کرنے اور گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے ان کو اس وقت تک نہ چھوڑو جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کر لیں، اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب کو جزیہ سے نہ چھوڑنا جائز نہیں ہے اور اہل کتاب کے ساتھ عقد ذمہ جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَقْتُلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ
دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى
يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (توبہ: ۲۹)

ان اہل کتاب سے جنگ کرو جو اللہ پر اور رسول پر قیامت پر ایمان نہیں لاتے اور جو اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام نہیں قرار دیتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے (ان سے اس وقت تک جنگ کرو)۔ یہاں تک کہ وہ رسوائی کے ساتھ اپنے اپنے جزیہ دیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے اہل کتاب سے جزیہ لینا جائز ہے خواہ وہ عرب ہوں یا عجم کیونکہ قرآن مجید کی یہ

۱۔ ڈاکٹر وہب زحلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۶ ص ۴۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی، کشاف التناجیح ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ عالم الکتب بیروت۔

۳۔ علامہ محمد شریفی الخلیف، معنی المتناجیح ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۴۔ ملک العلماء ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی، کتاب الجہاد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ ایچ ایم سعید انڈیا کراچی، ۱۴۰۰ھ

آیت عام ہے، اور مجوسیوں سے جزیر لیبیا بھی ہاڑے کیونکہ عبوس اہل کتاب کے ساتھ لاحق ہیں کیونکہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کی طرح سلوک کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا تھا، انھوں نے عراق کے مجوسیوں پر جزیر مقرر کیا اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا۔

مشرکین عرب اور باقی مشرکین اور اہل کتاب میں فرق یہ ہے کہ باقی مشرکین اور اہل کتاب سے اس لیے جزیر نہیں لیا جاتا کہ مسلمانوں کو ان کے پیروں کا ضرورت ہے بلکہ جزیر کے ذریعہ ان سے عقد ذمہ کرنے میں ان کا اسلام صلح نظر ہوتا ہے، کیونکہ جب وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر رہیں گے اور شریعت اسلام اور اس کے محاسن پر غور کریں گے تو پھر ان کو اسلام لانے میں رغبت ہوگی اور وہ دین اسلام قبول کر لیں گے اور اگر مشرکین عرب سے عقد ذمہ کیا جاتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا کیونکہ وہ از غور و فکر کر کے زمانہ جاہلیت کی عادات اور اپنے آباء و اجداد کی تقلید کو نہیں چھوڑ سکتے تھے اس لیے ان کے لیے عرف دو جزیر میں تولد یا اسلام، یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب سے جزیر قبول نہیں فرمایا۔ اور مشرکین عجم کو اس حدیث کی بنا پر اہل کتاب کے ساتھ لاحق کر دیا ہے۔

علامہ المرینیانی حنفی لکھتے ہیں کہ عجم کے بت پرست بھی اہل کتاب کے ساتھ لاحق ہیں جیسا کہ ان سے بھی جزیر لینا جائز ہے اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک ان سے قتال کرنا واجب ہے۔ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب سے اذروئے قرآن جزیر لینا جائز ہے اور مجوسیوں سے اذروئے حدیث جزیر لینا جائز ہے اس کے بعد جو باقی لوگ بچے ان کو اصل پر معمول کر دیا۔

دوسری شرط: مزد سے عقد ذمہ (کافروں کو اپنی پناہ میں لینے کا معاہدہ) کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ مرتدین سے بھی اسلام یا فراق کے سوا اور کوئی چیز قبول کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اختلاف طائفے کا ارشاد ہے:

مستدعون الی قوم اولی باس شدید
 تمہیں عنقریب ایک ایسی قوم (مرتدین اہل بیابانہ) کی طرف بلا رہا ہے گا جو نہایت سخت لڑنے والی ہوگی تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔
 (فتاویٰ ۱۶)

یہ آیت جو عنینہ کے مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ مرتدین اسلام قبول کر لیں ورنہ ان سے جنگ کی جائے گی کوئی تیسری شکل نہیں ہے نیز عقد ذمہ کو اسلام کی امید کی بنا پر پیش روایا کیا گیا ہے اور عقد ذمہ مرتد کے اسلام کا وسیلہ نہیں بن سکتا کیونکہ جو شخص اسلام کے محاسن اور اس کے احکام شرعیہ کی ملکوتوں کو جان چکا ہو پھر وہ دین اسلام کو ترک کر دے تو قریب اس کی طبعی شقاوت اور اس کی کج فکری ہی کا وجہ ہے جو اس سے اس لیے اس کی فلاح کی کوئی امید نہیں رہی، اس لیے اس کے حق میں عقد ذمہ اور جزیرہ کو قبول کرنا اسلام کا وسیلہ نہیں بن سکتا۔ باقی رہے صاحبین (متاخرہ پرست) اقوام ابو عنینہ کے نزدیک ان سے بھی عقد ذمہ کرنا جائز ہے، صاحبین کی تفسیر میں اختلاف ہے، امام ابو عنینہ کے نزدیک یہ اہل کتاب کا ایک گروہ ہے جو زبور کی کتابت کرتا ہے اور امام ابو یوسف

۱۔ علامہ ابو بکر بن سعد کسانانی حنفی مشرفی ۵۸۰ھ، جامع الصنائع ج ۴، ص ۱۱۱۔ ۲۔ مطبوعہ ایچ۔ ایس۔ سید ایشہ گنجی کراچی ۱۴۰۰ھ۔ ۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرینیانی حنفی مشرفی ۵۹۳ھ، جامع آؤلین ص ۵۰۵۔ ۴۔ مطبوعہ مکتبہ المدینہ عمان

اور امام محمد کے نزدیک یہ متارہ پرست میں اس لیے یہ بت پرستوں کے حکم میں ہیں اور اگر یہ غیر عرب ہوں تو ان سے فدیہ لینا جائز ہے۔

تیسویں شرط: عقد ذمہ (کافروں کو اپنی پناہ میں لینے کا معاہدہ) مؤبد اور دائمی ہونا چاہیے کیونکہ عقد ذمہ کی بنا پر جان اور مال کی اسی طرح حفاظت کی جاتی ہے جس طرح اسلام قبول کرنے کے بعد جان اور مال کی حفاظت کی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عقد ذمہ اسلام کا نائب اور خلیفہ ہے اور جس طرح عقد اسلام عارضی اور موقت نہیں ہو سکتا اسی طرح عقد ذمہ بھی عارضی اور موقت نہیں ہو سکتا۔

عقد ذمہ کے احکام | مکمل علماء علامہ کاسانی حنفی عقد ذمہ کے احکام کے بیان میں لکھتے ہیں: کافروں سے عقد ذمہ کر لینے کے بعد ان کی جان محفوظ ہو جاتی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ جب تک یہ جزیرہ نہ دیں اس وقت تک ان سے جنگ کرتے رہو، (توبہ: ۲۹) اور یہ آیت اس کو مستلزم ہے کہ جزیہ ادا کرنے کے بعد مسلمان ان سے جنگ نہیں کریں گے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ان کی جان کی حفاظت کریں گے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ عقد ذمہ کے بعد کافروں کا مال بھی محفوظ ہوگا کیونکہ مال جان کے تابع ہے اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عقد ذمہ کو صرف اس لیے قبول کیا ہے کہ ان کی جانیں ہماری جائزوں کی طرح اور ان کے اموال ہمارے اموال کی طرح محفوظ ہو جائیں۔

عقد ذمہ کے وجوب کی شرائط | علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: عقد ذمہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں:

- ۲۔ بلوغ
- ۳۔ مرد ہونا۔ اس لیے عورتوں، بچوں اور مجنونوں پر عقد ذمہ واجب نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جزیہ ان لوگوں پر واجب کیا ہے جو اہل قتال ہوں (توبہ: ۲۹) اور عورتیں، بچے اور مجنون اہل قتال نہیں ہیں اس لیے ان پر جزیہ واجب نہیں ہے۔
- ۴۔ چوتھی شرط صحت ہے کیونکہ جو شخص سالہ سال بیمار رہے وہ لڑنے کا اہل نہیں ہے اور جزیہ اسی پر واجب ہے جو لڑنے کا اہل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب تک یہ جزیہ نہ دیں اس وقت تک ان سے جنگ کہتے رہو، (توبہ: ۲۹) (مصللاً) اور جو شخص سال کے اکثر حصہ میں بیمار رہے وہ بھی پورا سال بیمار رہنے والے کے حکم میں ہے۔
- ۵۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ لنگڑا، لولا، اندھا اور بہت بوڑھا نہ ہو پس جو لوگ لنگڑے، لولے، اندھے اور بہت بوڑھے ہوں ان پر جزیہ واجب نہیں ہے۔
- ۶۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ شخص مالدار ہو یا مال کمانے پر قادر ہو لہذا جو شخص فقیر ہو یا جو کمانے پر قادر نہ ہو اس

۱۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی مترقی، ۵۸۷، بدائع الصنائع ج ۴، ص ۱۱۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۳۰۰ھ
 ۲۔ مکمل علماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی مترقی، ۵۸۷، بدائع الصنائع ج ۴، ص ۱۱۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۳۰۰ھ

پر جزیہ واجب نہیں ہے، البتہ گربے کے عابدوں پر جزیہ واجب ہے، کیونکہ وہ کمانے پر تیار ہیں۔
۷۔ ساتویں شرط حریت ہے، اس لیے غلام پر جزیہ واجب نہیں ہے کیونکہ وہ مالدار ہونے کا اہل نہیں ہے۔
جزیرہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء اربعہ ہر سال کے شروع میں واجب ہوتا ہے اور ایک سال کے لیے ان کا فزوں سے جزیہ لیا جاتا ہے جن پر جزیہ واجب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ امیر آدمی سے ۴۸ درہم ۹۶۶۴ ۱۶۶۶ گرام چاندی جزیہ لیا جائے گا اور متوسط سے چوبیس درہم ۴۸۳ ۳۶ گرام چاندی جزیہ یا مالنے گا اور فقیر سے بارہ درہم ۶۱۶ ۲۶ گرام چاندی جزیہ لیا جائے گا۔ یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور امام مالک کہتے ہیں کہ غنی سے چوبیس درہم ۴۸۳ ۳۶ گرام چاندی لیا جائے گا اور فقیر سے دس درہم ۶۱۸ ۲۰ گرام چاندی لی جائے گی۔ حضرت عمر سے بھی یہی ایک روایت ہے۔ اور امام شافعی کہتے ہیں کہ ہر شخص پر ایک دینار ۳۷ ۳۶ گرام سونا واجب ہے، کیونکہ سنن ابوداؤد میں روایت ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہر حال میں کافروں سے ایک دینار لیا جائے، البتہ مستحب یہ ہے کہ کافروں کے عین طبقات کرنے چاہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تاکہ اختلاف نہ رہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرنا اولیٰ بالاتباع ہے۔

علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں: ہماری دلیل حضرت عمر کی حدیث ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور صحابہ کرام میں مشہور ہے اس کی صحت اور شہرت میں کوئی شک نہیں ہے اور کسی شخص نے اس کا انکار نہیں کیا اور حدیث اس کی مخالفت کی ہے اور حضرت عمر کے بعد کے خلفائے اس پر عمل کیا ہے اس لیے اس پر اجماع ہو گیا اور یہ ایسا اجماع ہے جس میں خلاف نہیں ہے اور خود امام شافعی بھی اس پر عمل کرنے کو مستحب کہتے ہیں۔ حضرت معاذ کی روایت کے دو جواب ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ یہ ان پر غلبہ فزوری دہر سے ہے جیسا کہ حضرت معاذ نے کہا ہے ان پر آسانی کی وجہ سے ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ جزیہ کو زمین کرنا واجب نہیں ہے بلکہ یہ امیر کی رائے اور اجتہاد پر موقوف ہے کیونکہ جزیہ بطور سزا واجب ہوا ہے یا بطور تحقیر اور سزا لوگوں کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، بعض کو قتل کیا جاتا ہے اور بعض کو غلام بنایا جاتا ہے۔ ۷۔

امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، مستدرک اور مصنف عبدالرزاق میں ہے، اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ ہر بالغ مرد اور عورت سے ایک دینار وصول کریں۔ علامہ ابن حرام کہتے ہیں کہ علامہ ابو عبید نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے، کیونکہ ابتداء اسلام میں مشرک عورتوں اور بچوں کو بھی مردوں کے ساتھ قتل کر دیا جاتا تھا اس لیے ہر سکتا ہے کہ اس وقت عورتوں سے بھی جزیہ لیا جاتا ہو اور جب عورتوں کو قتل کرنے کی ممانعت ہو گئی تو عورتوں سے جزیہ لینے کا حکم ہی منسوخ ہو گیا۔ ۷۔

۷۔ تک الملہ علامہ ابوبکر بن مسعود کا ساتھی حنفی ترمذی ۵۸۷ھ، برائے المناقب ج ۲، ص ۱۱۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

۸۔ علامہ موفق الدین ابوسعید عبدالعزیز ابن احمد بن قدامہ حنبلی ترمذی ۷۲۰ھ، المغنی ج ۹، ص ۲۶۸-۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۹۔ علامہ کمال الدین ابن حرام ترمذی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۵، ص ۲۹۰-۲۸۹، مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ کاسانی حنفی مکتبے ہیں کہ جزیہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس کی مقدار صلح کے بعد باہمی رضامندی سے مقرر کی جاتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بخران سے ایک ہزار دو سو مصلحوں پر صلح کی اور دوسری قسم وہ ہے جس کو امیر اپنی صواب دید سے جزیہ دینے والوں پر مقرر کرتا ہے اس میں ان کی مرضی کا دخل نہیں ہوتا، باہمی طور پر مسلمانوں کا امیر کفار کے کسی ملک پر غلبہ حاصل کرے اور وہاں کے لوگوں کو ان کی املاک پر برقرار رکھے اور ان لوگوں کو اہل ذمہ قرار دے۔

جزیہ کی دوسری قسم کے تین مراتب ہیں، کیونکہ اہل ذمہ تین قسم کے ہیں، غنی، متوسط، اور فقیر، غنی پر ایک سال میں اڑتالیس درہم سالانہ ہیں اور متوسط پر چوبیس درہم سالانہ ہیں اور کام کاج کرنے والے غریب لوگوں پر بارہ درہم سالانہ ہیں، کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفیف کو سو ادعراق میں بھیجا تو اسی طرح حکم دیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم بکثرت مہاجرین اور انصار صحابہ کی موجودگی میں دیا تھا اور کسی صحابی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو گویا کہ سب کا اس پر اجماع ہو گیا۔ نیز حضرت عمر جزیہ کی اس رقم کا تین اپنی رائے سے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اہل ذمہ و شمار کا تین تو قیعی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر موقوف ہے اس کو محض عقل اور قیاس سے نہیں جانا جا سکتا، پس گویا کہ انہوں نے اس حد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

غنی، متوسط اور فقیر کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ جو شخص دو سو درہم (۳۶۱ گرام چاندی) کا مالک نہ ہو وہ فقیر ہے اور جو دو سو درہم چاندی کا مالک ہو وہ متوسط ہے اور جو چار ہزار درہم یا اس سے زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے، کیونکہ حضرت سیدنا علی اور حضرت عبد اللہ بن سیدنا عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا چار ہزار درہم یا اس سے کم نفقہ ہے اور اس سے زیادہ خزانہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جو دو سو درہم سے کم چار ہزار درہم تک کا مالک ہو وہ متوسط ہے اور جو دس ہزار درہم سے زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درہم سے کم کا مالک ہو وہ فقیر ہے۔

ہجرت کی تحقیق | حدیث نمبر ۲۳۰۰ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لو، اور ان سے جگ نہ کرو، اور ان سے یہ کہو کہ

وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر میں آجائیں۔
شمس الاممہ سرخسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں یہ حکم مکہ سے پہلے تھا جب ہجرت فرض تھی، اس وقت ہر مسلمان پر ہجرت کر کے مدینہ جانا فرض تھا تا کہ وہ دین کے احکام سیکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر کام کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین آمنوا ولم یہاجرُوا مالکھم من
ولا یتھم من شیء حتی یہاجرُوا۔
(انفال: ۷۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تو ان سے تمہاری ولایت (ریاست کا حوالہ) کے حقوق کی حفاظت کرنا) کا اس وقت تک کوئی تعلق نہیں ہے

جیسا تک کہ وہ ہجرت نہ کر لیں، یعنی ہجرت کر کے دارالاسلام
میں نہ آجائیں)

اس کے بعد ہجرت کی فرضیت کا حکم منسوخ ہو گیا، کیونکہ کفر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

ہجرت کے متعلق مختلف احادیث ہیں بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت قیامت تک باقی رہے گی اور
سن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہو گئی اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت صحت
گاہوں کا ترک کرنا ہے، اس لیے پہلے ہم ہجرت کے بارے میں ان مختلف احادیث کا ذکر کریں گے اور اس کے
بعد یہ بیان کریں گے کہ فقہاء اسلام کے نزدیک ہجرت کا کیا حکم ہے اور ہجرت کی کتنی اقسام ہیں پھر یہ بیان کریں گے کہ
موجودہ دور میں مسلمانوں کے دلائل کفر میں رہنے کا کیا حکم ہے۔ فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة بعلیق۔

قیامت تک ہجرت باقی رہنے کے بارے میں احادیث امام ابو داؤد وروایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک توبہ منقطع نہیں ہو
گی اس وقت تک ہجرت منقطع نہیں ہوگی

حضرت ابن السودی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ جب تک دشمن سے مقابلہ ہوتا رہے گا ہجرت منقطع
نہیں ہوگی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک
تم گناہوں سے ہجرت کرنا (یعنی ان کو ترک کرنا) ہے
اور دوسری تم یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی طرت
ہجرت کرو، اور جب تک توبہ قبول کی جائے گی ہجرت
منقطع نہیں ہوگی اور توبہ قبول ہوتی رہے گی حتیٰ کہ سورج
مغرب سے طلوع ہو جائے گا، اور جب سورج مغرب

عن معاویة قال سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول لا تنقطع الهجرة حتى
تنقطع التوبة۔ ۱۰

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن ابن السعدی ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا تنقطع الهجرة ما دام العدو
يقا تل۔ ۱۰

عن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال ان الهجرة خصلتان احد هما
ان تهجر السیات والاخری ان تهجر الی اللہ
ورسولہ ولا تنقطع الهجرة ما قبلت التوبة
ولا تزال التوبة مقبولة حتى تطله الشمس
من المغرب فاذا طلعت طبع علی کل
قلب بما فیہ۔

۱۰۔ علامہ رشید الدین محمد بن احمد شری منزلی ۲۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

۱۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی منزلی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۳۲، مطبوعہ مطبع مکتبائی پاکستان، ۱۳۰۶ھ

۱۲۔ امام احمد بن حنبل منزلی ۲۴۱ھ، مستدرک ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

بیت کروں گا۔

عطاء کہتے ہیں کہ میں عبید بن عمیر کے ہمراہ حضرت عائشہ کے پاس مز و لوط میں گیا وہاں مالیکہ وہ پہاڑ نمبر کے پاس مقیم تھیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکر فتح کرنے کے بعد ہجرت منقطع ہو گئی۔ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی، ہم نے آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا اب ہجرت نہیں ہے، پہلے مسلمان اپنے دین کی وجہ سے اللہ اور رسول کی طرف بھاگتے تھے، کیونکہ انہیں یہ خوف تھا کہ وہ اپنے دین کی وجہ سے کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا فرما چکا ہے، اب مسلمان جہاں چاہیں اپنے رب کی عبادت کریں۔ البتہ جہاد اور زیت باقی ہے۔

حضرت مجاہد بن مسعود سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ہجرت پر آمین کرنے لگا آپ نے فرمایا ہجرت تو ہجرت والوں کے ساتھ گذر گئی۔ تاہم اسلام، جہاد اور تہذیب پر آمین کرو۔

فرزدق بن جہان بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبید اللہ بن عبید اللہ بن حید شام کے راستہ پر گئے، ہمارا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے گذر ہوا، انہوں نے کہا تم دونوں

عن عطاء یقول ذہبت مع عبید بن عمیر الی عائشۃ وہی مجاورۃ بثبیر فقالت لنا انقطعت الهجرة منذ فتح الله علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم مکتۃ۔ لہ

عن عطاء بن ابی رباح قال سارت عائشۃ مع عبید بن عمیر اللیثی فسنلتنا ہا عن الهجرة فقالت لا ہجرة الیوم مکان المؤمنین یفر احدہم بدینہ الی اللہ ورسولہ مخافتۃ ان یفتتن علیہ فاما الیوم فقد اظہر اللہ الاسلام والیوم بعد ربہا حیث شاء ولکن جہاد و نیت۔ لہ

عن مجاشع بن مسعود سلمی آتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابایعہ علی الهجرة فقال ان الهجرة قد مضت لاهلہا و لکن علی الاسلام والجهاد والخیر۔ لہ

یہ حدیث صحیح بخاری اور مستدرک ابن حبان میں بھی ہے۔ امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن الفرزدق بن جہان قال خرجت أنا وعبید اللہ بن حید فی طریق الشام فمدنا بعبید اللہ بن عمرو بن العاص فقال جاء رجل

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۳، مطبوعہ نور محمد اچ المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
 ۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۲-۵۵۱، مطبوعہ نور محمد اچ المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
 ۳۔ امام ابو اسحاق مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اچ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

من قومکما اعرابی جاف جدی فقال یا رسول
الله این الهجرة الیک حیثما کنت ام الی
ارض معلومة ام لقوم خاصة ام اذا مت
انقطعت الهجرة قال فسکت رسول الله صلی
الله علیه وسلم ثم قال این السائل عن
الهجرة قال ها انا یا رسول الله قال
اذا اقامت الصلوة واتیت الزکوة فانت
مهاجر وان مت بالخصم قال یعنی
ارضاً بالیسامتا و فی رواية الهجرة ان
تھجر الفواحش ما ظھر منها وما بطن و تقیم الصلوة
و توفی الزکوة فانت مهاجر یس

کی قوم میں سے ایک بنے باک اور بے مجبک دیہاتی آیا اور
کہنے لگا یا رسول اللہ آپ کی طرف ہجرت کرنے کی کون سی
جگہ ہے؟ آیا آپ جہاں کہیں ہوں یا کسی خاص جگہ پر؟ آیا کسی
خاص قوم پر ہجرت فرمائی ہے یا جب آپ رحلت فرما جائیں گے
تو ہجرت منقطع ہو جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک
ساعت خاموش رہے، پھر آپ نے فرمایا وہ سائل کہہاں
ہے؟ اس نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ آپ نے
فرمایا جب تم نماز پڑھو اور زکوة ادا کرو تو تم مهاجر ہو خواہ تم
ارض یمامہ میں فوت ہو! اور ایک روایت میں ہے کہ ہجرت
یہ ہے کہ تم ظاہر اور باطن میں بے حیائی کے کام ترک کر
دو اور نماز پڑھو اور زکوة ادا کرو تو پھر تم مهاجر ہو۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد کے علاوہ امام بزار نے بھی روایت کیا ہے اور امام احمد
کی دوسروں میں سے ایک سند حسن ہے اور اس کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷
دار الکفر میں رہنے یا نہ رہنے کے بارے میں احادیث

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے
بزار ہوں جو مشرکوں کے ہاں (ان کے ملک میں یا شہر میں)
انامت کرے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے نامی ثقہ

عن خالد بن الولید ان رسول الله صلی
علیه وسلم قال: انا برئی من کل مسلم اقام مع
المشرکین الحدیث رواه الطبرانی و رجالہ
ثقات۔ ۱۸

یہ حدیث سنن ابوداؤد میں بھی ہے۔ نیز حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ زمین اللہ کی
زمین ہے، اور یہ لوگ اللہ کے بندے ہیں لہذا جس جگہ
بھی تم کو فائدہ ہو، اللہ سے ڈرو اور وہاں رہو۔ اس حدیث
کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں

عن الزبیر بن العوام قال سمعت رسول
الله صلی الله علیه وسلم یقول الارض ارض
الله والعباد عباد الله فحیث وجد احدکم
خیراً فلیتق الله ولیقم ساواہ الطبرانی
وفیه من لم اعرفہ۔

۱۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۱۸۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۷۸۰ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۲-۲۵۳، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۳۰۲ھ

ایک راوی ہے جس کو میں نہیں جانتا۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں،

گناہوں سے ہجرت کرنے کے بارے میں احادیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجر وہ ہے جو
اللہ کی سب سے بڑی چیزوں سے ہجرت کرے۔ (اصحیح چوڑ دس)۔
اس حدیث کو امام ابوداؤد نے، امام نسائی نے، اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر وعن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم المهاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ۔
اس حدیث کو امام ابوداؤد نے، امام نسائی نے، اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب
سے افضل ہے؟ فرمایا: ان میں سے سب سے افضل ہے کہ مہاجر
کرنا۔ سب سے افضل ہے کہ مہاجر کرنا، پھر کہا گیا کہ
مشقت اٹھ کر صدقہ کرنا، پھر سوال کیا گیا کہ کون سی ہجرت
سب سے افضل ہے؟ فرمایا: جو جس ان کا عمل سے ہجرت
کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

عن عبد اللہ بن حبشی الخشعی ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای الاعمال افضل
قال طول القیام قیل فای الصدقة افضل قال
جهد المقل قیل فای الهجرة افضل قال من
ہجر ما حرم اللہ علیہ الحدیث۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجر وہ شخص ہے جو
برائی ترک کر دے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال المهاجر من ہجر السوء۔

حضرت فضال بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور مہاجر وہ شخص ہے
جو غلط کاموں اور گناہوں کو ترک کر دے۔

عن فضال بن عبید قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المهاجر من ہجر
الخطایا والذنوب۔

- ۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۵، مطبوعہ دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۲۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ہمدانی متوفی ۲۵۷ھ، صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۶۱، مطبوعہ نور محمدی، المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ہمدانی متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۶ ص ۳۳۶، مطبوعہ مطبعہ مہتابی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۳۳، مطبوعہ نور محمدی کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۲، ۲۰۵، ۱۹۳، ۱۹۲، ۱۶۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۶۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵-۲۴، مطبوعہ مطبعہ مہتابی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ
- ۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۸۔ " " " " مسند احمد ج ۶ ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ایذاہ دیتے تھے اور اس وقت تک اس پر ظلم کرتے رہتے تھے جب تک کہ وہ (ایلیاؤ باشا) دین اسلام کو چھوڑ نہیں دیتا اور انھی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:

ان الذين توفاهم الملائكة ظالمى انفسهم
قالوا فيم كنتم قالوا كنا مستضعفين في الارض
قالوا له تكن ارض الله واسعة فتهاجروا
فيها قالوا لئن لم يؤمرونا بذلك لولا ان
مصيبنا الا المستضعفين من الرجال والنساء
والولدان لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون
سبيلا فاولئك عسى الله ان يعفو عنهم
وكان الله عفوا غفورا۔

(نساء: ۹۰-۹۹)

بے شک جن لوگوں کی جاہیں فرشتے اس حال میں قبض
کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے تو فرشتے ان
سے کہتے ہیں تم کیا کرتے رہے؟ وہ کہتے ہیں ہم زمین
پر بے بس تھے! فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ
تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے
اور وہ کہا گیا تھا کہ ان سے، البتہ مردوں، عورتوں اور بچوں
میں سے جو (واقفی) بے بس (اور مجبور) ہیں، جو کسی تدبیر
کی استقامت رکھتے ہیں اور انہیں کا راستہ جانتے ہیں،
تو قریب ہے کہ اللہ ان لوگوں سے درگزر فرمائے اور
انہیں بہت صاف فرمائے والا اور بے حد بخشنے والا ہے۔

جو شخص دارالکفر میں اسلام لائے اور اس سے نکلنے پر قادر ہو اس کے حق میں ہجرت اب بھی باقی ہے کیونکہ مسلمان
نسائی میں حضرت سہاب سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مشرک کے اسلام قبول کرنے
کے بعد اس کی کسی عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ کفر کین سے علیحدہ نہ ہو جائے۔ اور سنن ابوداؤد
میں حضرت سہو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں
جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے۔“ یہ حدیث ان لوگوں پر معمول ہے جن کو یہ غمناک ہو کہ اگر وہ دارالکفر میں رہے تو ان
کا دین خطرہ میں پڑ جائے گا۔ لہ

دارالکفر میں مسلمانوں کی سکونت کا حکم | حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: لا ھجرنا بعد الفتح۔ ”فتح کے
بعد ہجرت نہیں ہے“ کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ مطلقاً فتح کے بعد ہجرت

نہیں ہے خواہ مکہ کو فتح ہو یا کوئی اور شہر، لہذا اب اگر مسلمان کسی شہر کو فتح کریں تو ان پر ہجرت واجب نہیں ہے، لیکن
اگر کسی شہر کو مسلمانوں نے فتح نہیں کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) پہلا قول | جو شخص دارالکفر میں دین کا اظہار نہ کر سکتا، ہو اور فرائض اور واجبات کو ادا نہ کر سکتا، ہو اور وہ دارالکفر سے
نکلنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر ہجرت کرنا واجب ہے۔

(۲) دوسرا قول | مسلمان دارالکفر میں فرائض اور واجبات کو ادا ہی سے ادا کر سکتے ہوں اور ہجرت کرنے کی بھی استطاعت
رکھتے ہوں پھر بھی ان کے لیے دارالکفر سے ہجرت کرنا مستحب ہے تاکہ دارالاسلام میں مسلمانوں
کی کثرت اور جمعیت ہو اور وہ برکت حضورت مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہو سکیں اور دارالکفر میں کفار کی بدعہدی

لہ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۱۱۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

یعنی انسان کے لیے کوئی صفات اپنانا سستی کہ منظر جبرائیل ہونا بھی کمال نہیں ہے۔ اس کا مقام تو یہ ہے کہ وہ الہی صفات اپنا کر اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگ لے اور ظہر ب جبرائیل ہو جائے۔ چنانچہ بندہ اگر کسی پر دم کو سے قرائی لیے کہ اس کا رب رحم ہے اور اگر کسی پر غضب ناک ہو تو اس لیے کہ اس کا رب تبار ہے اور انہیں پر رحم کرے جن پر اس کا رب رحم کرنا چاہتا ہے اور انہیں پر غضب ناک ہو جن پر اس کا رب اس سے غضب ناک ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح ہجرت الی الرسول کا مطلب بھی یہ ہے کہ اپنی سیرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تابع کرے اور چونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منی اور حکم الگ الگ اور متاثر نہیں ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنا اللہ تبارنے کے احکام پر عمل کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راہی کرنا اللہ کو راہی کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرت ہجرت کرنا ہی اللہ کی طرت ہجرت کرنا ہے۔

مال غنیمت اور مال فتنے اس باب کی حدیث میں ہے کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا (یعنی ہجرت کی دعوت قبول کر لی) تو ان سے نول کر لو، اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر انہوں نے ہجرت کی دعوت قبول نہیں کی تو ان کی یہ خبر در کہ پھر ان پر دیکھائی مسلمانوں کا حکم ہوگا، ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے، لیکن ان کو مال فتنے اور مال غنیمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں یہ حکم اس وقت تھا جب ہجرت فرمائی تھی، اس لیے آپ نے یہ حکم دیا کہ ان کو یہ بتلایا جائے کہ چونکہ انہوں نے دین حق کی اطاعت اور التزام کر لیا ہے، اس لیے ان پر اللہ تبارنے کے احکام جاری ہوں گے، لیکن جب تک وہ جہاد اور دین کی نصرت نہیں کریں گے اور احکام دین کو سمجھنے میں مشغول نہیں ہوں گے ان کو مال فتنے اور مال غنیمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مال فتنے اور مال غنیمت سے ان مسلمانوں کو حصہ نہ ملے جو جہاد کریں یا احکام دین کی تعمیر حاصل کریں۔ لہ

اللہ کے نام کی سر بلندی اور دین کے غلبہ کے لیے کی جانے والی جنگ نے جو مال حاصل ہوا اس کو مال غنیمت کہتے ہیں اور جو مال کفار سے جنگ کے بغیر حاصل ہوا اس کو فتنے کہتے ہیں جیسے جریر اور خراج۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور جو مال (اللہ نے ان کو کفار سے (کمال کر کے اپنے رسول پر ٹھوندا ہے تم نے قرآن پر گھوڑے دوڑائے تھے نہ اوثق، لیکن اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنے رسولوں کو غلبہ عطا فرماتا ہے اور اللہ سرچیز مراد ہے اللہ تعالیٰ نے جو مال ان بہتیموں والوں سے (کمال کر کے) اپنے رسول پر ٹھوندا ہے ہیں تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں اور (رسول کے) قرابت، داروں اور شیعوں، مسکینوں اور ساقیوں کے لیے ہیں، تاکہ یہ امراں تمہارے مالدار

وما افاء الله على رسوله منه فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسطر رسوله على من يشاء والله على كل شيء قدير وما افاء الله على رسوله من اهل القرى فتنه وللرسول ولذی القربى والیتیمی والمسلکین وابن السبیل کی لا یکون دولته بین الاغنیاء منکم

احشر: ۷-۶

۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی شریف ۲۸۳ ص ۱، البسوط ج ۱ ص ۶، مطبوعہ دارالمرکز بیروت، ۱۳۹۸ھ

لوگوں کے درمیان گردش نہ کرتے ہیں۔

مشرکین سے محاصرہ اٹھانے کے لیے مسلمان ان سے اللہ کی طرف سے معاہدہ کیوں کریں؟

اس باب کی حدیث میں ہے: "اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کر دیں تو ان کو جزیہ دینے کی دعوت دو" یہ حکم عام ہے لیکن اس عام میں تخصیص کی گئی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب، مجوس اور عجم کے بت پرستوں سے جزیہ قبول کرو، کیونکہ عرب کے بت پرستوں اور مندروں سے جزیہ نہیں قبول کیا جاتا، اس لیے وہ جب تک اسلام نہ لائیں ان سے جنگ کی جاتی رہے گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَقَاتِلُوهُمْ وَلَا يَسْلُمُونَ** "تم ان سے لڑتے رہو حتیٰ کہ وہ اسلام لے آئیں" پس اگر کفار ان لوگوں میں سے ہوں جن سے جزیہ قبول کیا جاتا ہے اور وہ ایسا نہ لائیں تو ان پر جزیہ پیش کرنا واجب ہے کیونکہ جنگ ختم ہونے کی یہی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **حَتَّىٰ يُوْتُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ**۔ "حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں" جزیہ ادا کرنے کے بعد وہ ہمارے ملک کے باشندے قرار پائیں گے اور ریاست کے عام قوانین میں ہماری اطاعت کو قبول کر لیں گے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر وہ جزیہ ادا کرنا مان لیں تو تم اس کو ان سے قبول کر لو، اور جنگ سے اجتناب کرو، اور جب تم کسی قلعہ والوں کا یا کسی شہر کا محاصرہ کرو اور وہ یہ چاہیں کہ تم اللہ کے حکم کے مطابق یہ محاصرہ ختم کر دو تو تم اس شرط پر محاصرہ ختم نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے اس کے متعلق اللہ کا کیا حکم ہے۔

امام عسکری اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم پر محاصرہ ختم کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت کے ساتھ خاص تھا کیونکہ وحی نازل ہوتی رہتی تھی اور احکام بدلتے رہتے تھے، اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہتے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ بعد میں اللہ کے کیا احکام نازل ہوئے ہیں، لیکن اب تمام احکام نازل ہو چکے ہیں اور شریعت مکمل ہو چکی ہے اور اب کوئی اور حکم نازل نہیں ہوگا۔ اسی بات معلوم ہو چکی ہے کہ مشرکین سے جہاد کرنے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت دی جائے اور جب وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو پھر ان کو چھوڑ دیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تم مشرکوں کو جہاں پاؤ، انہیں قتل کر دو، ان کا محاصرہ کر لو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، اور اگر وہ توبہ کر لیں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو۔

فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ
وَخُذُوا حِمْلَهُمْ وَأَحْصُوا قُوَّةَهُمْ وَأَخْلَصُوا
مَرْصِدَهُمْ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ
فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ۔ (توبہ: ۵)

اور اگر وہ قبول اسلام سے انکار کریں تو ان کو جزیہ قبول کرنے کی دعوت دی جائے اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو پھر ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کیا جائے اور بچوں کو قید کر لیا جائے۔

اور امام محمد کہتے ہیں کہ اس حدیث کے مطابق اللہ کے حکم پر ان کا محاصرہ نہ ختم کیا جائے، اور امام ابو یوسف نے جو حکم بیان کیا ہے وہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جن پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو جائے، لیکن جو لوگوں کو قلعہ میں محصور رہیں اور وہ اللہ کے حکم سے قلعہ سے نکلنا چاہتے ہیں تو یہ کسی کو معلوم نہیں ہے کہ ان کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے، آیا محاصرہ ختم کر کے انہیں نکلنے دیا جائے یا نہیں؟

اس حدیث میں اہل سنت و جماعت کی یہ دلیل ہے کہ مجتہد کبھی خطا کرنا ہے اور کبھی صواب کہہ رہتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے کہ محصورین کے متعلق اللہ کا کیا حکم ہے؟ اور اگر ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہوتا تو وہ لامحالہ جان لیتا کہ ان کے متعلق اللہ کا حکم کیا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اپنے حکم سے مشرکین کو قلعہ سے باہر نکالو پھر اپنی رائے کے مطابق مشرکین کے متعلق فیصلہ کرو، اگر مجتہد کا اجتہاد برحق نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محصورین کے نکلنے کو ہمارے اجتہاد پر موقوف نہ کرتے کیونکہ آپ خطا پر مبنی فیصلہ کو جاری کرنے کا حکم نہیں دے سکتے بلکہ آپ کی شان یہ ہے کہ آپ صحیح فیصلہ کو جاری کرنے کا حکم دیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ مجتہد کا فیصلہ لامحالہ قطعی ہے، بلکہ مجتہد صحیح حکم حاصل کرنے کی توقع پر اجتہاد کرتا ہے اور اپنی عملی استغناء کے مطابق صحیح حکم معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس وجہ سے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ محصورین کو قلعہ سے نکلنے یا نہ نکلنے کے بارے میں جو اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کریں۔

یہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی قلعہ والوں کا یا شہر والوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ کہیں کہ تم انہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر دو تو قرآن کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر مت دو، کیونکہ اگر تم نے اپنے عہد اور ذمہ کو پرانہ کیا تو وہ لڑا یا نہ لڑا، اسان سے یہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کو مشرکوں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ بعض اوقات ان کو اپنا عہد توڑنے کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتے عہد کو توڑنا جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے آپ نے فرمایا تم ان سے اپنا معاہدہ کرو۔

عہد شکنی کی حرمت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آئیں اور آخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلان بن فلان کی عہد شکنی ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ الْغَدْرِ

۲۴۱۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ وَأَبُو أَسْمَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ يَحْيَىٰ أَبَا قَدَامَةَ الشَّرْحِيسِيُّ فَتَلَا حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ وَهُوَ الْعَقْلَانُ كَلَّمَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ح وَ

لہ۔ شمس اللہ محمد بن احمد بخاری حنفی حنفی ۲۸۳، السبلوط ج ۱ ص ۸۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ
وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا آدِي حَدَّثَنَا
عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ تَافِعِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْأَوْلِيَيْنِ وَالْأَخِيرِيْنَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادٍ مِرْلَوَاءٌ
فَقِيلَ غَدْرَةُ فُلَانٍ بِنِ فُلَانٍ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہی حدیث روایت کی ہے۔

۲۲۱۵- حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ
حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَعْرُ
بْنُ جُوَيْرِيَةَ كَلَاهُمَا عَنْ تَافِعِ عَنِ
ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عہد شکن کے
لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور
کہا جائے گا کہ سزا یہ فلاں شخص کی عہد شکنی ہے۔

۲۲۱۶- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَ
قُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ
جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّ
سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْغَادِيَّ
يُنْصَبُ اللَّهُ لَهُ لِيَوَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
فَيُقَالُ أَلَا هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا کہ قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا۔

۲۲۱۷- حَدَّثَنَا حُزَيْمَةُ بْنُ يَحْيَى
أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ
ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْرَةَ وَسَالِحِ ابْنَيْ
عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ لِكُلِّ غَادٍ مِرْلَوَاءٌ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ -

حضرت عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا اور یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی عہد شکنی ہے۔

۲۴۱۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَائِلٌ بِقَابِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ۛ وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ جَعْفَرٍ ۛ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلِيمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ التَّيْبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِيٍّ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هَذِهِ عَدْرَةٌ فُلَانٍ -

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں اور کہا کہ عبد الرحمن کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ یہ عہد شکنی ہے۔

۲۴۱۹ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا التَّضَرُّ بْنُ شَمِيلٍ ۛ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ جَمِينًا عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الدِّسْتَادِ وَنَيْسَ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُقَالُ هَذِهِ عَدْرَةٌ فُلَانٍ -

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

۲۴۲۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو يَكْرَبُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَدَمَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ غَادِيٍّ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ يُقَالُ هَذِهِ عَدْرَةٌ فُلَانٍ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ اور یہ کہا جائے گا یہ فلاں شخص کی عہد شکنی ہے۔

۲۴۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنِ شُعْبَةَ عَنْ قَابِ عَن نَّيْسَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ غَادِيٍّ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ -

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن کی سبھن (مخندہ) ہر ایک جھنڈا ہوگا۔

۲۴۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُلَيْدٍ عَنِ أَبِي

نَضْرَةً عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُلُّ غَادِيْرًا
لِوَأَاءِ عِنْدَ إِسْتِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

۲۳۲۳ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا
الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ غَادِيْرٍ لِوَأَاءِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهَا بِقَدْرِ
غَدِيْرِهِ أَوْ لَوَا غَادِيْرًا عَظْمًا
مِنْ أَمْرِ عَامَّةٍ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن
ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہو گا جس کو اس کی عہد شکنی کے
بقدر بلند کیا جائے گا، یاد رکھو! امیر مملکت سے بڑھ
کر کسی شخص کی عہد شکنی نہیں ہے۔

عہد کی اقسام اور عہد شکنی کی ممانعت کی حکمت

علامہ لہردی لکھتے ہیں: لواء اس بڑے جھنڈے کو
کہتے ہیں جو سہ سالہ کے پاس ہوتا ہے، ”ہر عہد شکن

کا ایک جھنڈا ہو گا۔“ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ہر عہد شکن کی ایک علامت ہوگی جس سے وہ لوگوں میں مشہور ہوگا،
اور اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ عہد شکن کی عہد شکنی مشہور کرنے کے لیے گلیوں اور بازاروں میں جھنڈے نصب کر
دیتے تھے۔

غادر (عہد شکن) اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا وعدہ کرے اور اس کو پورا نہ کرے، ان احادیث میں عہد شکنی
کی حرمت بیان کی گئی ہے، خصوصاً امیر لشکر یا امیر مملکت کی عہد شکنی کی حرمت زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کی عہد شکنی
سے بکثرت لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے، نیز اس لیے کہ امیر دوسرے لوگوں کی بہ نسبت ایسا عہد پر زیادہ قادر ہوتا ہے
اس لیے اس کی عہد شکنی کی حرمت زیادہ سنگین ہوگی۔

مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث امام کی عہد شکنی کی حرمت میں وارد ہے قاضی عیاض نے دو احتمال ذکر کیے ہیں ایک
یہ ہے کہ اس حدیث میں امیر مملکت کو عام مسلمان یا کفار کے ساتھ عہد شکنی کرنے سے منع فرمایا ہے یا اسے عام مسلمان کی
امانتوں میں خیانت کرنے سے منع کیا ہے اور اس پر لازم کیا ہے کہ وہ عوام کے حقوق کی حفاظت کرے، اور جب
وہ یہ حقوق ادا نہیں کرے گا یا ان کے مفادات کا تحفظ نہیں کرے گا یا ان کے ساتھ نرمی نہیں کرے گا تو وہ عوام
کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑنے کا مرتکب ہوگا اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس حدیث میں عوام کو حکم دیا ہے
کہ وہ اپنے امیر سے فدائی نہ کریں اور اس کے خلاف بغاوت کر کے مسلمانوں کی جمعیت اور وحدت متاثر نہ کریں،

لیکن پہلا احتمال صحیح ہے۔ www.marfat.com (مترجمہ)

علاوہ اسی نے کہا ہے کہ عہد کی تین قسمیں ہیں (۱) بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد۔ (۲) بندے کا اپنے نفس کے ساتھ عہد جیسے کسی کام کی نذر ماننا۔ (۳) ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ کسی بات کا عہد۔ عہد کی ان تینوں قسموں کو پورا کرنا واجب ہے ماسوا اس صورت کے کہ کوئی شخص معصیت کا عہد کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا ایہذا الذین امنوا اوفوا بالعقود۔ (مائدہ: ۱)

عہد کی ان تین قسموں کی پھر دو قسمیں ہیں عقلی اور شرعی۔ اللہ سے عقلی عہد وہ ہے جس کی وجہ عقل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل میں اپنی معرفت پیدا کی ہے اور انسان ہدایت عقل سے اللہ کی طرف داخل ہوتا ہے یا اس کائنات میں جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرتی ہیں ان میں موزون فکر کے اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اس عہد کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے:

واذا اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریعتهم واشہدہم علی انفسہم الکتب بربکم قالوا بلی شہدنا ان تقولوا یوم القیامۃ انا کننا عن ہذا غفلین۔
(اعراف: ۱۷۲)

اور آپ یاد کیجئے جب آپ کے رب نے آدم کی پیشوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان پر گواہ بنایا (فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں؟ ہم (تیرے رب پر) گواہی دیتے ہیں یہ اس لیے) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ تم تو اس سے بے خبر تھے۔

اللہ تعالیٰ سے شرعی عہد وہ ہے جس کو شریعت واجب کرتی ہے۔ یعنی انسان جب کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرے گا اور اس کے سوا کسی کو حاکم نہیں مانے گا اور عبادات اور معاملات میں صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرے گا، قرآن اور سنت کے تمام احکام میں اسی عہد کی تفصیل ہے، اس عہد کو پورا کرنا فرض ہے یہ وہ عہد ہے جس کو پورا کرنا بندہ پر اتلا لازم ہوتا ہے اس میں بندے کے التزام کا دخل نہیں ہے اور اس پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

ولقد کانوا عاہدوا اللہ من قبل لا یولون الا دباراً وکان عہد اللہ مستوراً۔
(الاحزاب: ۱۵)
الذین یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق۔ اولئک لہم عقبی الدار۔ (رعد: ۲۰)
واوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم۔ (نحل: ۹)

اور بی شک اس سے پہلے وہ اللہ سے یہ عہد کر چکے تھے کہ (جنگ میں) پیشہ پیکر نہیں بھاگیں گے اور اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد (مزدور) پوچھا جائے گا۔ جو لوگ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور کئے عہد کو نہیں توڑتے۔ انھی کے لیے آخرت کلا اچھا) مگر ہے۔ اور جب تم اللہ سے عہد کرو تو اس عہد کو پورا کرو۔

۱۔ (ماشیہ صغیر سابق)۔ علامہ کبیری ابن شرت نووی ص ۶۷، شرح مسلم ص ۸۲، مطہر زور محمد راجح المطالع کراچی ۱۳۷۵ھ

انسان کا اپنے نفس سے عہد انسان اپنے نفس سے جو عہد کرتا ہے یعنی کسی ایسے کام کرنے کا التزام کر لیتا ہے جس کو شریعت نے اس پر لازم نہیں کیا اس کی چار قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو انسان عبادت کی تذر ماننا ہے مثلاً کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں روزہ رکھوں گا اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و ليو فوا نذورا هم - (حج: ۲۹)

اور اپنی نذروں کو پورا کرو۔

دوسری قسم وہ ہے جو انسان کسی مباح کام کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے اس عہد کو پورا کرنا بھی واجب ہے (یعنی علماء نے اس کو مستحب سمجھا ہے) اگر قسم کھا کر توڑ دی تو اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد

اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو۔ جب

جعلتم اللہ علیکم کفیلا - (نحل: ۹۱)

کہ تم اللہ کو اپنے اوپر نگہبان بنا چکے ہو۔

تیسری قسم یہ ہے کہ کسی مستحب کام کو ترک کرنے کی قسم کھائے اس قسم اور اس عہد کو توڑنا مستحب ہے مثلاً یہ قسم کھائے کہ میں دوستوں کی دعوت نہیں کروں گا یا صدقہ اور خیرات نہیں کروں گا، اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین فرأی غیرھا

خیرا منها فلیات الذی ہو خیر ولیکفر عن

یمینہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کی قسم کھائے پھر اس کے خلاف کرنے کو بہتر پائے وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

اپنے نفس سے کیے ہوئے عہد کی چوتھی قسم یہ ہے کہ انسان کسی حرام کام کو کرنے کی قسم کھائے مثلاً یہ کہ میں فلاں مسلمان شخص کو قتل کروں گا اس قسم کا پورا کرنا حرام ہے اور اس عہد کو توڑنا فریض ہے۔ اپنے نفس سے کیے ہوئے عہد کی یہ چار قسمیں شرعی ہیں اسی طرح اس عہد کی یہ چار قسمیں عقلی بھی ہیں۔

ایک انسان کا دوسرے انسان سے عہد عہد کی تیسری قسم بھی باعتبار التزام ہے یعنی ایک انسان کسی دوسرے انسان سے کام کے کرنے کا عہد کرے اس

عہد کا پورا کرنا بھی لازم ہے بشرطیکہ وہ عہد کسی معصیت اور گناہ کا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما سوا ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا

اور انہوں نے تمہارے ساتھ عہد پورا کرنے میں کچھ

کئی نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی کی پشت پناہی نہیں کی

تو ان سے ان کا عہد ان کی مدت (یعنی) تک پورا کرو،

بے شک اللہ تعالیٰ پر بیزار گروں کو پسند کرتا ہے۔

اور عہد پورا کرو، بے شک عہد کے متعلق

واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا

(اسراء: ۳۴)

marfat.com

جلد خامس

والذین ہم لا ملجئ لهم و عهد ہم راعون۔ اور وہ لوگ جو اپنی امتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔ (مؤمنون : ۸)

عہد کی اس تیسری قسم میں بھی چار قسموں (دوجب، استحباب، کراہت اور تحريم) کا اعتبار ہو سکتا ہے اگر کسی شخص نے مثلاً جمعی کو نان نفقہ دینے کا یا قرض خواہ کو اس کا قرض واپس کرنے کا عہد کیا تو اس عہد کا پورا کرنا فرض ہے اور اگر مہمان سے خاطر مدارات یا ملازم سے تحفہ بڑھانے کا عہد کیا تو اس کا پورا کرنا مستحب ہے اور اگر کسی شخص سے اس کو رشوت دینے کا عہد کیا تو اس کا پورا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کسی شخص کے ساتھ شراب پینے یا جواد کھیلنے کا عہد کیا تو اس کا پورا کرنا حرام ہے۔

عہد کی دوسری قسم جو انسان اپنے نفس سے عہد کرے اور تیسری قسم جو انسان کسی دوسرے شخص سے عہد کرے کی شرحا بھی یہ چار قسمیں ہیں اور عقلاً بھی چار قسمیں ہیں۔ اس اعتبار سے عہد کی سولہ اقسام ہو گئیں۔

علامہ آلوسی کی بیان کردہ عہد کی اقسام پر بحث و نظر | استحباب، کراہت اور تحريم کہ عہد کی تینوں قسموں اور شریعتی اعتبار سے عہد، اپنے نفس سے عہد اور دوسرے انسان سے عہد میں ضرب دی اور ہر تینوں کی عقلاً اور شریعتی اعتبار سے کل چوبیس قسمیں کہیں سہ علامہ آلوسی کی اس تقسیم پر یہ اعتراض ہوتا ہے۔

اثر سے عہد کے علاوہ اپنے نفس اور دوسرے شخص سے کیے ہوئے عہد میں تو دوجب، استحباب، کراہت اور تحريم کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنا ہر حال میں فرض ہے، اس میں استحباب، کراہت اور تحريم کا تصور نہیں ہے، نیز کرم نے اللہ تعالیٰ سے جو اس کی عبادت اور اطاعت کا عہد کیا ہے، اس عہد کا پورا کرنا ہر حال میں فرض ہے اس کو مستحب نہیں کہہ سکتے اور اس کو مکروہ یا حرام کہنے کا تو کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہم نے اللہ سے اس کی اطاعت کا جو عہد کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہم فرائض اور واجبات کو ضرور کریں گے اور عہدات اور مکروہات تحریمیہ سے ضرور اجتناب کریں گے اور مستحبات کو اچھا سمجھتے ہوئے کریں گے اور مکروہات کو بُرا سمجھتے ہوئے ترک کریں گے۔ اور ان کا فعل اور ترک فرضی کے فعل اور حرام کے ترک کی طرح مؤثر نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ سے کیا ہوا عہد بھی مکروہ یا حرام ہو سکتا ہے مثلاً کوئی شخص یہ التزام کرے کہ وہ اللہ کے لیے حرام کام کرے گا تو اس عہد کا پورا کرنا حرام ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قسم ثانی ہے یعنی بندے کا اپنے نفس سے عہد کرنا اللہ کی کام کرنے کا التزام کرنا۔ اثر سے کیا ہوا عہد وہ ہے جس کی تفصیل قرآن اور سنت میں ہے، علامہ آلوسی نے بھی اللہ سے کیے ہوئے عہد کی یہی تفسیر کی ہے کہ یہ وہ عہد ہے جس کو شریعت نے واجب کیا ہے اور جس کی تفصیل قرآن اور حدیث میں موجود ہے، یعنی تمام احکام شرعیہ کا التزام کرنا اور قرآن اور حدیث میں اللہ کے کسی ایسے عہد کا بیان نہیں ہے جس کا پورا کرنا مکروہ یا حرام ہو۔

لے۔ علامہ سید محمد آلوسی بھادری متوفی ۱۲۷۲ھ، روح البانی ج ۲ ص ۴۹، مطبوعہ دار امیاد التراث العربی بیروت

علامہ آوسی کی طرف سے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ سے کیا ہوا عہد بھی بہ اعتبار التزام مکروہ یا حرام ہو سکتا ہے مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرے کہ وہ اس کے لیے مکروہ یا حرام کام کرے گا تو اس عہد کا پورا کرنا مکروہ یا حرام ہے اور بندہ اپنے نفس سے جو عہد کرتا ہے اس میں وہ اپنے نفس سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ فلاں مکروہ یا حرام کام کرے گا اس اعتبار سے ان دونوں قسموں میں اعتباری فرق ہوگا، اس لحاظ سے عہد اللہ کی تفسیر یہ ہوگی کہ بندہ اللہ سے عہد کرے کہ وہ فرائض ادا کرے گا تو اس کا پورا کرنا مستحب ہے اور مکروہ یا حرام کام کا عہد کرے تو اس کا پورا کرنا مکروہ یا حرام ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہ اعتبار التزام کے عہد اللہ کی چار قسمیں ہیں وجوب، استحباب، کراہت اور تحریم اور یہ عقلی بھی ہیں اور شرعی بھی اس طرح آٹھ قسمیں ہو گئیں اور اسی طرح اپنے نفس سے عہد کی آٹھ قسمیں ہیں اور اسی طرح دوسرے سے عہد کی بھی آٹھ قسمیں ہیں توکل چوبیس قسمیں ہو گئیں اور اللہ کا جو عہد ابدار لازم ہے وہ اتباع شریعت ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے، قرآن اور حدیث سے یہی عہد ظاہر ہے۔

بَابُ جَوَائِزِ الْجِدَاعِ فِي الْحَرْبِ

۲۲۲۲ - وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ جُنَيْدٍ السَّعْدِيُّ وَعَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَنُزَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَلِيِّ وَنُزَيْرِ قَالَ عَلِيُّ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَخْرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعَ عَمْرُو جَابِرًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ جُدَاعٌ

۲۲۲۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْمٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَتَامِ بْنِ مُنْتَبِهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ جُدَاعٌ

جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے کا جواز
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ دھوکہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ دھوکہ ہے۔

حالات جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے اور جھوٹ بولنے کا جواز | علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ

میں جس طرح بھی کفار کو دھوکہ دینا ممکن ہو ان کو دھوکہ دینا جائز ہے البتہ اس طرح دھوکہ دینا جائز نہیں ہے جس میں ان سے کیا ہوا عہد توڑنا یا ان کو دی ہوئی امان کے خلاف کرنا لازم آئے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ تین مواقع پر جھوٹ بولنا جائز ہے، ان مواقع میں سے ایک جنگ کا موقع ہے، علامہ طبری نے کہا ہے کہ جنگ میں حقیقتاً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے، جنگ میں دھوکہ دینے کے لیے تین مواقع ہیں: پہلا جہاد ہے، دوسرا یہ کہ تمہاری قوم کو دھوکہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ایک

لفظ کے دو معنی ہوں ایک قریب اور ایک بعید، محکم معنی بعید مراد لے اور مخاطب کو معنی قریب کے دم میں بتلا کر سے) علامہ طبری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، ظاہر یہ ہے کہ جنگ میں حقیقتاً جھوٹ بولنا بھی جائز ہے لیکن توہین اور تفریق پر اعتقاد کو زیادہ افضل ہے۔

علامہ بدرالدین عینی بھی لکھتے ہیں: جنگ میں حیوں اور جانوں سے بکثرت کام لیا جاتا ہے مگر یا جنگ بعینہ حید اور چال ہے اس لیے آپ نے فرمایا: الحوب خد عتہ مد جنگ دھوکا ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا: الحج عرفنتہ حج عرفہ ہے، غصہ کا معنی ہے، باطن کے خلاف کسی چیز کو ظاہر کرنا یا کلمہ کذاب بالاجماع حرام ہے، البتہ جنگ میں اللہ اور اس کے رسول نے کذاب کی اجازت دی ہے اور جو من صحابہ نے منافقین سے جنگ میں اس رخصت سے فائدہ اٹھایا ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کذب بن شرف کو کون نقل کرے گا؟ کیونکہ اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کو ازیت پہنچائی ہے، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر حضرت محمد بن مسلمہ، کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا اس شخص (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ کو بہت تھکا دیا ہے اور ہم سے مدد کا سوال کیا ہے کعب نے کہا ابھی تو قیوم کو اور تھکا تیں گے، حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے ان کی اتباع کی ہے اور اب ان کے چھوڑنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ تاہم تنبیہ یہ ہو کہ جو شخص کہ ان کا انجام کار کیا بڑتا ہے، پھر حضرت محمد بن مسلمہ اس سے سلسل باقی کرتے رہے حتیٰ کہ اس پر قاتل ہو کر اس کو قتل کر دیا۔

کن کن صورتوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے؟ جیسا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ کذاب حرام ہے لیکن

میں ہیں، اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے ملال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے، اللہ اور اس کے رسول نے کذاب کو حرام قرار دیا ہے لیکن جن مواقع پر اللہ اور اس کے رسول نے کذاب کی اجازت دی ہے۔ امام ترمذی، ابن کثیر،

عن اسماء بنت زید قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل الکذب الا فی ثلاث یحدث الرجل امرئ یرضیہا و الکذب فی الحرب و الکذب لیصلح بین الناس۔

حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین صورتوں کے سوا جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ (۱) ایک شخص اپنی بیری کو رانچی کرنے کے لیے جھوٹ بولے۔ (۲) جنگ میں جھوٹ بولنا (۳) لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا۔

۱۔ علامہ کبیری بن شرف نووی سنہ ۶۷۹ھ، شرح مسلم ص ۲۵، ۸۳، مطبوعہ ترجمہ جامع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد مینی سنہ ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ص ۱۲۵، ۲۷۵، مطبوعہ دارۃ الطباعة العلمیۃ مصر، ۱۳۳۸ھ

۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری سنہ ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ ترجمہ جامع المطابع کراچی، ۱۳۷۱ھ

۴۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی سنہ ۲۲۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۸۷، مطبوعہ ترجمہ جامع المطابع کراچی

حدیث اصل ہے اور شرح میں جھوٹ کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

تقریباً اور تقریباً میں جھوٹ بولنے کا جواز | جمہور فقہاء اسلام نے تقریباً اور تقریباً کے طور پر جھوٹ بولنا
 جائز رکھا ہے بلکہ بعض فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ تقریباً اور
 تقریباً میں اس قدر وسعت ہے کہ اگر تقریباً اور تقریباً سے کام لیا جائے تو یہ حقیقتاً جھوٹ بولنے کی بھی ضرورت
 نہیں ہوگی، اس پر دلائل دینے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ تقریباً اور تقریباً کی تعریفات ذکر کر دیں تاکہ عام قارئین اس
 بحث سے مستفید ہو سکیں۔

تقریباً کا لغوی معنی ہے ”دوسرے پر ڈھال کر بات کرنا، (المعجم)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: تقریباً تعریض ذکر کرنے کو کہتے ہیں اور معاریض کا معنی ایک چیز کا دوسری
 چیز سے توہید (کنایہ) کرنا ہے، حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 معاریض میں جھوٹ سے بچنے کی کئی گنجائش ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا معاریض مسلمان کو جھوٹ سے مستثنیٰ کر
 دیتی ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا مجھے معاریض شرح ائمہوں سے زیادہ پسند ہیں۔ اگر کسی عورت کو اس کی عدت میں
 نکاح کا پیغام دینا ہو تو اس کی تعریض نہ کرے اور تقریباً کہے ”تم بہت خوبصورت ہو“ یا کہے ”مجھے نکاح کی ضرورت
 ہے“ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت
 وسادو تعویض ”تم لاکھیر بہت چوڑا ہے“ اور لکھیر سے ان کی نیند کا علاج کیا یعنی تم بہت سوتے ہو، حدیث
 میں ہے:

من عرض عرضاً له ومن متشى على
 الكلا القينا في النهر۔

جو شخص تعریض کرے گا تو ہم بھی اس کے ساتھ
 تعریض کریں گے اور جو شخص دیا کے کنارے چلے گا
 ہم اس کو دریا میں ڈال دیں گے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان پر تقریباً تمہمت لگائے گا تو ہم اس کو تقریباً سزا دیں گے یعنی ایسی سزا
 دیں گے جو عدت سے کم ہوگی اور جو شخص کسی پر مباحثہ تمہمت لگائے گا اور تمہمت کی کشتی پر سوار ہو کر دریا میں چلے گا ہم
 اس پر حد جاری کریں گے اور اس کو ”حد“ کے دریا میں ڈبو دیں گے۔ لہ
 علامہ تفتازانی تقریباً کی تعریض میں لکھتے ہیں: کلام کو ایک ایسی جانب کی طرف پھیرنا جو مقصود پر دلالت کرے
 تقریباً ہے، یعنی جب اشارہ ایک جانب کیا جائے اور دوسری جانب ہو تو یہ تقریباً ہے۔ لہ
 خلاصہ یہ ہے کہ جب کلام میں مباحثہ ایک شخص کی طرف کسی فعل کا اسناد ہو اور اشارہ اور مراد کوئی دوسرا شخص ہو
 تو یہ تقریباً ہے مثلاً کوئی بڑا افسردہ دیر سے دفتر میں آتا ہو جس سے لوگوں کے کاموں میں دشواری آتی ہو اور اس کو
 مباحثہ تمہمت لگانا اس کے دفتر اور مرتبہ کے خلاف ہو تو کوئی شخص اس سے کہے کہ دفتر کا مشاف یا کلرک وغیرہ دیر سے
 دفتر آتے ہیں اور اس سے مباحثہ جھوٹا ہے۔

۱۴۰۵ھ

۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن کرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۷، ص ۱۸۲-۱۸۳، مطبوعہ مکتبۃ دار الفکر، بیروت۔

۲۔ علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، مختصر اللسانی ص ۲۴۱-۲۴۰، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی

تور یہ کا معنی چھاپنا اور کٹنا یہ کرنا ہے۔ علامہ زبیدی کہتے ہیں: "وَدَى الخبر توریتا" کا معنی ہے اس خبر کو چھپا کر چھ اور ظاہر کیا، حدیث میں ہے کہ کان اذا اراد السفر وسامی بغیرہ یعنی جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو سفر کو چھپا کر یہ وہم ڈالتے کہ آپ کسی اور چیز کا ارادہ کر رہے ہیں۔ لہ
 علامہ تفتازانی تور یہ کی تعریف میں لکھتے ہیں تور یہ کو ابہام بھی کہتے ہیں اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں قریب اور بعید اور بولنے والا کسی شخص کی قریب کی بناء پر اس لفظ کا بعید معنی مراد لے اور مخاطب اس سے قریب سمجھے تو قرآن مجید اور احادیث میں تور یہ اور تعریض کی مثالیں بھی ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فقال انى سقيم -
 حضرت ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں۔

(صفت : ۸۹)

سقیم کا قریب معنی ہے جسمانی بیمار اور بعید معنی ہے روحانی بیمار، حضرت ابراہیم جسمانی بیمار نہ تھے انہوں نے اس لفظ سے تور یہ کر کے روحانی بیماری مراد لی، یعنی قوم کی بت پرستی کی وجہ سے ان کی روح بیمار تھی یا مستقبل میں بیمار ہونا مراد لیا۔

انہوں نے کہا اے ابراہیم کیا آپ نے ہمارے مبروروں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا بلکہ ان کے اس بڑے (بت) نے یہ کام کیا ہے، اگر یہ بت ہے ہیں تو تم ان سے پوچھ لو۔

قالوا انت فعلت هذا بالهتأ یا
 ابراهیم قال بل فعله کبیرہم هذا
 فسئلوہم ان كانوا ینتظون۔

(الانبیاء : ۶۳ - ۶۲)

اس آیت میں کبیر ہم هذا کا قریب معنی ہے "اس بڑے بت نے" اور اس کا بعید معنی ہے قوم کے اس بڑے شخص نے، لوگوں نے یہی سمجھا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ اس بڑے بت نے باقی بتوں کو توڑا ہے حالانکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ قوم کے اس بڑے شخص یعنی خود حضرت ابراہیم نے ان بتوں کو توڑا ہے اور آپ نے اس بڑے بت کی طرف اسناد کا ابہام اس لیے کیا ہے کہ ان کی قوم خود کہے کہ یہ بت توڑی چلی بھی نہیں سکتے بتوں کو کس طرح توڑ سکتے ہیں اور ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں گئے۔ اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ اس ملک میں ایک شخص آیا ہے اس کے ساتھ ایک عورت ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہے، بادشاہ نے حضرت ابراہیم کو

امام بخاری روایت کرتے ہیں:
 عن ابی ہریرۃ قال بینا ہو ذات یوم
 وسارۃ اذا تی علی جبار من الجبابرة فقیل لہ
 ان ہمتا رجلا معہ امرأۃ من احسن الناس
 فارسل الیہ فسالہ عنہا قال من ہذا قال
 اختی الحدیث۔

۱۔ علامہ سید محمد تقی حسینی زبیدی معنی متون ۱۲۰۵ء، تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۸۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، مصر ۱۳۰۶ھ۔

۲۔ علامہ سعد الدین تفتازانی متون ۱۲۰۶ھ، مطبوعہ مطبعہ میر عبد کتب خانہ کراچی

جلد خامس

برایا اور پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے
کہا یہ میری بہن ہے۔

آنخت کے دو معنی ہیں قریب معنی ہے نبی، بہن اور یہی معنی ہے دینی بہن، بادشاہ نے اس نظر سے نبی بہن کہا اور حضرت
ابراہیم نے دینی بہن کا ارادہ کیا اور یہی توریہ ہے۔
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اگر ایک
شخص نے سواری طلب کی آپ نے فرمایا میں تم کو اونٹ
کے بچہ پر سوار کروں گا، اس شخص نے کہا یا رسول اللہ
میں اونٹ کے بچے کا کیا کروں گا، آپ نے فرمایا جو اونٹ
پیدا ہوتا ہے وہ اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

اس حدیث کرام الہیہ اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس مات ابن لابی طلحة فقال کیف
الغلام قالت ام سليم هكذا نفسه وارجو ان
اكون قد امسترا ووطن انها صادقة

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہو گیا، انھوں نے
ابو ہریرہ سے کہا لڑکے کی طبیعت کیسی ہے؟ حضرت ام
سلیم نے کہا وہ پرسکون ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو
انگول ملے گی ہے! اور حضرت ابو طلحہ نے ان کی بات کو سچ
سمجھا۔

حضرت ام سلیم نے جو کہا کہ بیٹا پرسکون ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو راحت مل گئی ہے، اس کا قریب معنی یہ تھا
کہ اس کو بیماری سے شفا مل گئی ہے اور بعد میں یہ تھا کہ وہ فوت ہو گیا اور اس کو ابدی راحت مل گئی، حضرت ام سلیم نے اسی معنی
کا ارادہ کیا تھا کیونکہ حضرت ابو طلحہ اسی وقت سفر سے آئے تھے اور وہ ان کو آتے ہی کوئی تکلیف دہ بات نہ سنا، انہیں
پابندی تھی۔

۱۔ امام حسین بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ فرسند صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۲۔ "الادب المفرد" ص ۷۷، مطبوعہ مکتبۃ اثریہ ساکنگول

۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۲۶، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ پاکستان دہرہ ۱۳۰۰ھ

۴۔ امام ابویوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۲، مطبوعہ نوز محمد کافانہ شہزاد کتب کراچی

۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۷، مطبوعہ فرسند صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ انک قد اعبنا قال ان لا اقول الا حقا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

تور یہ کے سلسلے میں فقہاء کی رائے علامہ شامی لکھتے ہیں غرض صحیح کے لیے تور یہ اور تعریفیں جائز ہے مثلاً مزاح میں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی" (یعنی بڑھیا بحیثیت بڑھیا نہیں جائے گی بلکہ جوان ہو کر جائے گی، نیز فرمایا "تیرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی ہے" نیز فرمایا "ہم تم کو اونٹ کے بچہ پر سوار کریں گے" (کیونکہ ہر اونٹ کسی اونٹ کا بچہ ہوتا ہے)۔

قرآن مجید کی آیات، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جس جگہ کسی مصلحت سے جھوٹ بولنا پڑے تو صراحتہ جھوٹ بولنے کے بجائے تور یہ اور تعریفیں سے کام لینا چاہیے تاہم بعض مواقع پر صراحتہ جھوٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے جیسا کہ ہم نے امام غزالی اور علامہ شامی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ مسلمان کے لیے اپنی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن یہ رخصت ہے اور عزیمت اس کے برعکس ہے اور دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے اور ان مواقع پر بھی تور یہ مستحسن ہے۔

فقہاء کرام نے اپنی جان اور دوسرے مسلمان کی جان بچانے کے سلسلے میں جو جواز اور وجہ کافر قتل کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے معاملہ میں تو رخصت کو چھوڑ کر عزیمت پر عمل کر سکتا ہے لیکن دوسرے شخص کے معاملہ میں اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔

دشمن سے مقابلہ کی تمنا کرنے کی ممانعت اور مقابلہ کے وقت ثابت قدمی کا حکم

بَابُ كَرَاهَةِ تَمَيُّنِ لِقَاءِ الْعَدُوِّ وَالْأَمْرُ بِالصَّبْرِ عِنْدَ اللَّقَاءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی

۴۲۲۶ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلَوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی مترقی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
 ۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری مترقی ۲۵۶ ھ، الادب المفرد ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ اثریہ ساکنگہ ہل
 ۳۔ علامہ عبد محمد امین ابن طاہرین شامی مترقی ۱۲۱۱ ھ، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ ھ

الْعَبْدِيُّ عَنِ الْمُعْبِرِ قِي وَهُوَ ابْنُ عَدِي
الرَّحْمَنِ الْجَزَائِي عَنْ أَبِي الزَّيَّادِ عَنِ
الْأَعْمَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْتَنُوا لِعَاءِ الْعَدُوِّ
فَإِذَا لَقَيْتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا -

۴۲۲۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَائِدِ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي خَبْرَةَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ
أَخْبَرَنِي فِي مُوسَى بْنِ عُمَيْرَةَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ
عَنْ كِتَابِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ مَدِينَةِ مَنْ قَالَ لَنَا
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقَالُ لَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى فَلَكَتَبَ إِلَى عَمْرِو بْنِ
عُمَيْرَةَ أَنَّ اللَّهَ جِئْنَا سَارًّا إِلَى الْحَرِّ وَمَرَّيْتُمْ بِخَيْرِهِ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ النَّبِيُّ لَيْقَى فِيهَا الْعَدُوَّ وَيَنْظُرُ
حَتَّى إِذَا مَلَأَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيهِمْ
فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمْتَنُوا لِعَاءِ
الْعَدُوِّ وَإِنَّمَا لَوْ أَنَّ اللَّهَ الْعَالِمِينَ فَإِذَا لَقَيْتُمُوهُمْ
فَاصْبِرُوا وَأَعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ
ظِلَالِ الشُّجُوفِ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُمَّ مَنُزِلَ الْكِتَابِ
وَمُهَيِّئِ السَّحَابَ وَهَاتِمِ الْأَحْزَابِ أَهْلَهُمْ
وَأَنْصُرْنَا عَلَيْهِمْ -

تسامت کرو اور جب ان سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبید اللہ مقام حورہ میں گئے تو انہوں نے عمرو کو خط لکھا کہ یہ حدیث بیان کی کہ بن دوفن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے مقابلہ ہوا تو آپ نے انتظار کیا حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا، پھر آپ نے ان صحابہ میں کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تسامت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو، اور یاد رکھو جنت تلواروں کے ساتھ میں ہے، ہمیں بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر دعا کی! اے اللہ! اے اللہ! اسے کتاب کے نازل فرمائے دالے، اے بادلوں کو چلانے والے، اے لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست دے اور ہم کو ان پر غالب کر دے۔

دشمن سے مقابلہ کی تسامت کرنے کی ممانعت کی حکمت | احادیث نمبر ۴۲۲۶ میں ہے، دشمن سے فریاد نہ کیے بغیر، اپنی طاقت پر بھروسہ اور صورت کی کمزوری سے اس لیے متحسب نہ رہنا ہے کہ اس تسامت میں اپنے نفس پر اعتماد، اپنی طاقت پر بھروسہ اور صورت کی کمزوری سے اس لیے متحسب نہ رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے باغیوں کے خلاف نصرت کی ضمانت دی ہے، اور جو شخص یہ تسامت کرے گا وہ دشمن کو حقیر سمجھے گا اور اس سے جگمگ کی زیادہ تیاری نہیں کرے گا، اور یہ جزم اور احتیاط کے خلاف ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کو ایک خاص صورت پر عمل کیا ہے یعنی دشمن سے مقابلہ کرنے کی تسامت اس وقت ممنوع ہے جب دشمن سے مقابلہ میں ضرر کا خطرہ ہو اور اس

سے جنگ کرنا مصلحت کے خلاف ہو، ورنہ کافروں سے جنگ کرنا ہر صورت میں فضیلت کا باعث اور عبادت ہے لیکن صحیح پہلی تشریح ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ سے عاقبت کا سوال کرو اور بکثرت اعدائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقبت کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے، عاقبت کی دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بدن، روح، ظاہری اور باطنی حالات، دین، دنیا اور آخرت میں عاقبت کی دعا کرے اور یوں دعا کرے کہ اسے اللہ مجھے، میرے دوستوں کو اور تمام مسلمانوں کو دین اور دنیا کے تمام امور میں عاقبت عطا فرما!۔

آداب جہاد اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے، اور جہاد میں ثابت قدم رہنا جہاد کے اہم ارکان میں سے ایک رکن ہے، اللہ تعالیٰ آداب جہاد بیان کرتا ہوا فرماتا ہے: **يا ايها الذين امنوا اذا القيتم فشة فاثبتوا واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون واطيعوا الله ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ديحكم واصبروا ان الله مع الصابرين ولا تكونوا كالذين خرجوا من ديارهم بطرا ورئاء الناس ويصدون عن سبيل الله والله بما يعملون محيط۔** (انفال: ۴۴ - ۴۵)

اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فرج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہمت اکٹری جائے گی بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کا طرح نہ بڑاؤ جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو اپنے (کارنامے) دکھاتے ہوئے نکلے اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ ان کے سب کاموں کو اپنے علم کے ساتھ محیط ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں ثابت قدم رہنے، اللہ کا ذکر کرنے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور اختلاف کرنے، بزدلی کرنے، اترانے، ریا کرنے اور اللہ کے راستے سے روکنے سے منع کیا ہے۔ دشمن سے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کی مشقتوں اور صعوبتوں کو خوش دلی سے برداشت کیا جائے۔

اللہ کا بکثرت ذکر کرنے کے دو مطلب ہیں، ایک یہ کہ دل سے اللہ کو یاد کریں اور زبان سے اللہ کا ذکر کریں، حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ شدید سے شدید مصائب میں بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ مسلمان کے دل اور زبان کو کسی وقت بھی یادِ الہی سے غافل نہیں رہنا چاہیے اور اگر کوئی شخص مشرق سے مغرب تک سخاوت کرتا رہا چلا جائے اور کوئی شخص مغرب سے مشرق تک تلوار سے جہاد کرتا رہا بیچ جائے تب بھی اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے والا مسلمان ان سے بڑھ کر ہوگا۔

بکثرت ذکر کرنے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد اور فتح کی دعا بکثرت کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی

مدد کے بغیر فتح اور نصرت حاصل نہیں ہو سکتی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لعنکم تغفلحون ”تاہا کہ تم کو کامیابی حاصل ہو“ کیونکہ منافک سے جنگ اگر اعلان کلمتہ اللہ کے لیے اور اس کی رضا جوئی کے لیے سے تو یہی عبودیت کا سب سے عظیم مقام ہے، اگر اس جنگ میں مسلمان دشمن پر غالب آگئے تو دنیا میں مال، قیمت اور آخرت میں ثواب حاصل ہوگا اور اگر مغرب ہو گئے تو شہادت حاصل ہوگی، اور اگر یہ جنگ شہرت اور نام آوری کے لیے اور طلب قیمت کے لیے ہوتی ہے تو یہ کامیابی اور فلاح کا ذریعہ نہیں ہوگی۔

اس آیت میں انزالے میں منع کیا ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ جب کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کی زیادہ نعمتیں حاصل ہوں تو اگر وہ انسان ان نعمتوں کو ان کے عمل اور صرف میں خرچ کرے اور یہ سمجھے کہ اس پر یہ نعمتیں محض اللہ کا فضل اور انعام ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اگر ان نعمتوں سے اپنے معاصی، اہل احباب پر فخر کرے تو یہ بظلمت یعنی انرا مان ہے۔ اس آیت میں یہ ریا کاری سے بھی منع کیا ہے، ریا کاری کا معنی ہے خوبوں کا اظہار کرنا حالانکہ باطن بُرائی ہو اور نفاق کا معنی اظہار ایمان اور باطن کفر، اور ایمان میں اطاعت کا اظہار اور باطن میں مصیبت ہے۔

قرآن مجید کی ازادوں تا آخر دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان علاقوں و زمینوں سے منقطع ہو کر قرب الہی کے لیے کوشش کرے، راہ حق کی صورتوں کو خوش دلی سے برداشت کرے، اللہ تعالیٰ کی ہر وقت یاد رکھے، اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرے اس آیت میں بھی یہی پیغام دیا گیا ہے کہ جہاد کی خیتوں میں اللہ سے دعا کرے اور فتح و کامرانی کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، جہاد کی تکالیف کو دیکھ کر جنگ سے منہ موڑے یا ہر وہی استقلال اور ثبات قدمی کے ساتھ دشمن سے مقابلہ جاری رکھے اور آخری فتح کے لیے جدوجہد کرتا رہے۔

دشمن سے مقابلہ کے وقت فتح کی دعا کرنے

کا انتخاب

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے کفار کے گرد سواروں کے خلاف دعائے ضرر کی آیت اللہ اسے کتاب کے نازل کرنے والے، اسے ہر وقت حساب لینے والے! احزاب کو شکست دے، اسے اللہ ان کو شکست دے اور ان کو متزلزل کرے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (احزاب کے خلاف) دعائے ضرر کی یہ حدیث مثل سابق ہے البتہ اس میں ”اے احزاب کو شکست دینے والے“ ہے اور اللہ نہیں ہے۔

بَابُ اسْتِجَابِ الدُّعَاءِ بِالنَّصْرِ

عِنْدَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ

۲۲۲۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ اَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ اَبِي اَوْفَى قَالَ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى اَلْاَحْزَابِ فَقَالَ اَللَّهُمَّ مَنْزِلُ الْكِتَابِ سَرِيعُ الْحِسَابِ اِهْزِمِ اَلْاَحْزَابِ اَللَّهُمَّ اِهْزِمْهُمْ وَتَرْتِزْ لَهُمْ۔

۲۲۲۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَوَّارِ عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ اَبِي خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي اَوْفَى يَقُولُ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَالِدٍ غَيْرِ
أَنَّهُ قَالَ هَانِ مَرَا لَأَحْزَابٍ وَلَمْ يَذْكُرْ
قَوْلَهُ اللَّهُمَّ -

۲۲۳۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
وَإِبْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ
عَنْ إِسْمَاعِيلَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَنَرَادَا ابْنَ
أَبِي عُمَرَ فِي بَابِ وَابَيْتِهِ مُجْرِي السَّحَابِ -

۲۲۳۱ - وَحَدَّثَنَا حُجَّابُ بْنُ الشَّاعِرِ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ
ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ
اللَّهُمَّ إِنَّكَ إِن تَشَاءَ لَا تُعْبِدُ فِي الْأَرْضِ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی
اس میں "بادلوں کے چلانے والے" کا اضافہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے دن فرما رہے تھے
"اے اللہ! اگر تو چاہے تو زمین میں تیری عبادت نہیں
کی جائے گی۔"

اس باب کی احادیث میں مشرکین کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا
مذکورہ کا بیان ہے، آپ نے دعا فرمائی اے اللہ کفار کی فوجوں کو شکست

دے اور ان کو منتشر کر دے یعنی ان کو سکون اور قرار نہ ہو اور ہم کریمہ لڑ سکیں، علامہ داؤدی نے کہا ہے یعنی ان کی عقلیں
طیش میں آئیں اور مقابلہ کے وقت ان کے قدم اکھڑ جائیں۔

اس دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمات استعمال فرمائے وہ سب ہم وزن اور ہم قافیہ ہیں یعنی منزل
الکتاب، سریع الحساب، اهنام الاحزاب، اس کو عربی میں مسبح کلام کہتے ہیں، اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مسبح کلام استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہاں آپ نے خود مسبح کلمات
استعمال فرمائے، علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کے ان کلمات کا ہم وزن اور ہم قافیہ ہونا اتفاقی
امر تھا اور آپ نے جو منع فرمایا ہے وہ دعائیں قصد اور اختیار سے مسبح کلمات کو لانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو بددعا کہنے کا عدم جواز

ہے، واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احزاب کی شکست اور ان کے قدم اکھڑنے کی دعا فرمائی ہے اس کو بددعا
کہنا جائز نہیں ہے اور ایسا کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل
"بد" نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

۱۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی مترقی ۵۵۸، حاشیہ القاری ج ۱ ص ۲۰۲، مطبوعہ ادارة الطباعة والنشر بمصر، ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی مترقی ۸۵۱، فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

لقد کان لکھ فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے حسین نمونہ

(احزاب: ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو حسین فرمائے اور کوئی شخص آپ کا اتنی ہو کر آپ کے کسی فعل کو ترک نہ کرے یہ نہایت بے ادبی اور سخت تہذیب ہے، جس شخص نے بھی آپ کی کسی دعا کو بد کہا اس کو توبہ کرنی چاہیے۔ اسی قسم کی دعاؤں کے لیے باہم دعا کرنے ضرور کہنا چاہیے یا بالخصوص ترجمہ کیا جائے مثلاً آپ نے دعا فرمائی اللھم عدلیک یا نبی جھل تریوں ترجمہ کیا جائے آپ نے دعا فرمائی اے اللہ ابو جہل کو پکڑ یا آپ نے ابو جہل کی گرفت کے لیے دعا فرمائی اسی طرح جہاں یہ ترجمہ کیا جائے کہ آپ نے مشرکین کی جائزوں کی شکست کی دعا کی۔ عام طور پر پرتز جہین اس قسم کے کلمات کا ترجمہ بد دعا کرتے ہیں لیکن صحابہ نے تو بھی اس قسم کے کلمات کا ترجمہ بد دعا کیا ہے۔ ایسا ذرا باطلہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور فعل بد ہونے سے پاک اور بری ہے لیکن صحابہ پر نہ کھتے ہیں:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے لیے بد دعا فرمائی ملہ نیز کھتے ہیں:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے روز مشرکوں کے لیے بد دعا کی۔ ملہ اور کھتے ہیں:

ابو جہل بن مشام، غنبد بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کے لیے بد دعا کی یہ سب معاصرین اور ایسے تمام مترجمین پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال حسد کو بد کہنے سے توبہ کریں اور اپنی تعانیف سے ان کلمات کو نکال دیں۔

ربا پر اعتراض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زحمت لعلین میں پھر آپ کا کفار کے لیے بد دعا کر کے ناسخ طرح آپ نے رحمتہ للعالمین کے مناسب ہر گام سواں کہ جواب ہم نے شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی، باب ۲۳۱ اور ۲۳۲ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، شائقین اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

و مختلف حدیثوں میں تطبیق | اس باب کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو تسلیم کرنے کا بیان ہے اور غالی قسم کے منکرین تقدیر کا ترجمہ جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شر اللہ تعالیٰ کی امر از نہیں ہے، اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ فتح اور نصرت کے لیے مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے دن یہ کلمات فرمائے تھے، اور اس کے بعد کے باب میں یہ ہے کہ آپ نے یہ کلمات جنگ بدر کے دن فرمائے تھے اور یہ اور منافذی کی کتابوں میں بھی مشہور ہے

- ۱۔ سلوانا علامہ رسول رضوی، نقیب البھاری ۴۵ ص ۳۸۱، مطبوعہ مطبعہ ریاض حسین
- ۲۔ نقیب البھاری ۴۵ ص ۳۸۳، ۳۸۲، مطبوعہ مطبعہ ریاض حسین
- ۳۔ نقیب البھاری ۴۵ ص ۳۸۳، مطبوعہ مطبعہ ریاض حسین

لیکن اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے دونوں دن یہ کلمات فرمائے ہوں۔ لہ
بَابُ تَحْرِيمِ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ جنگ میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی

فِي الْحَرْبِ

ممانعت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی جہاد میں ایک عورت
 مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں
 اور بچوں کے قتل کو برا گردانا۔

۲۲۳۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ مُحَمَّدٌ
 بْنُ رُمَيْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَ حَدَّثَنَا
 قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ
 تَائِفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ امْرَأَةً وَجَدَتْ
 فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَ
 الصَّبِيَّانِ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
 ہیں کہ کسی جہاد میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے
 منع فرما دیا۔

۲۲۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشْرٍ وَأَبُو سَامَةَ
 قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ
 تَائِفِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَجَدَتْ امْرَأَةً
 مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ تِلْكَ الْمَغَازِي فَتَنَّهُ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
 قَتْلِ النِّسَاءِ وَ الصَّبِيَّانِ -

جہاد میں بچوں، عورتوں اور دیگر معذوروں کے قتل کے متعلق مذاہب فقہاء علامہ یحییٰ بن شرف

ہیں: اس حدیث پر تمام فقہاء اسلام کا اجماع ہے اور سب کے نزدیک جنگ میں عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہے بشرطیکہ
 وہ جنگ نہ کر رہے ہوں۔ اور اگر وہ جنگ کر رہے ہوں تو جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک ان کو قتل کر دیا جائے گا۔
 اور بڑے کافر اگر جنگ کی مہارت اور تجربہ رکھتے ہوں تو ان کو بھی قتل کر دیا جائے گا ورنہ ان میں اور بچوں میں اختلاف
 ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان کو قتل نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کو
 قتل کر دیا جائے گا۔ لہ

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ دار الفکر، کراچی، ۱۳۶۵ھ

marfat.com

فمن اللاتمة رمی حتى كفتت يمينه؛ چھوٹے بچوں کو قتل کرنا ناجائز نہیں ہے کیونکہ وہ جنگ نہیں کرتے، اور حدیث میں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، نیز حدیث میں ہے کہ بڑھے مشرکوں کو قتل کر دو اور ان کے اتباع یعنی عورتوں اور بچوں کو زندہ رہنے دو، اور حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان کو یہ وصیت کی کہ شیخ خانی اور اس چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا جو جنگ نہ کرنا جو۔ ۱۔
 علامہ محسن الدین مقدسی حنبلی لکھتے ہیں: بچہ اور عورت کو قتل کرنا حرام ہے۔ راہب کو قتل کرنا بھی حرام ہے، ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جو راہب لوگوں سے مل کر نہ رہتا، جو اس کو قتل کرنا حرام ہے، شیخ خانی نے اپنے ایجاب میں کہ بعض اعضاء مغلط ہوں یا بعض اعضاء نہ ہوں اور اندھے کو قتل کرنا بھی حرام ہے۔ "لفظی" میں ہے غلام اور کاشتکار کو قتل کرنا حرام ہے۔ اور شاد "میں ہے عالم کو قتل کرنا بھی حرام ہے، آئیہ کہ وہ جنگ کا تجربہ رکھتا ہو اور جنگ پر آمادہ تاجو، منہی میں ہے اگر عورت مسلمانوں کے سامنے آئے اور ان کو گایاں دے تو اس پر تیر مارے جائیں لیکن مذہب حنبلی کی ظاہر نصوص اس کے خلاف ہیں۔ مردی نے نقل کی ہے کہ کم عقل لوگوں کو قتل نہیں کیا جائے گا، ان اگر کفار ان کو اپنے لیے ذبحال بنا لیں تو چھان کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر جنگ کے وقت کفار مسلمانوں کو اپنے لیے ذبحال بنا لیں تو ان کو بھی کفار کو قتل کرنے کے قصد سے قتل کر دیا جائے گا بشرطیکہ ان کو قتل نہ کرنے سے پہلے ان کو اپنی جان کا خطرہ نہ ہو اور جنگ نہ ہو تو چھ مسلمانوں کو قتل کرنا حرام ہے اور جب مسلمان کا قتل حرام نہ ہو اور اس کو قتل کر دیا جائے تو کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا، اور اس کی دیت نہیں ہے۔ ۲۔

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں: اگر کفار کی عورتیں مسلمانوں کو ایذا بدویں اور اپنے گھروں کے اندر میں تو ان کو قتل کرنا اتفاقاً حرام ہے اور اگر وہ کافروں کو جنگ پر آمادیں اور ہتھیاروں سے مسلح ہوں تو چھان کو قتل کرنا جائز ہے۔ ۳۔
 علامہ ابوالقاسم العبدری مالکی لکھتے ہیں: بہت بڑھے کو قتل کرنا ناجائز نہیں ہے، علامہ ابن قاسم نے کہا عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، نام مالک نے کہا ہے کہ دشمن کی سرزمین پر بہت بڑھے، عورت اور راہب کو قتل کرنا ناجائز نہیں ہے، البتہ اگر بہت بڑھا شخص جنگ کا تجربہ رکھتا ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے، لفظی، ایجاب، اندھے، لنگڑے اور جس کے اعضاء مثل ہوں ان کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا اسی طرح نا تجربہ کار کو کو بھی نہیں قتل کیا جائے گا۔ ۴۔

بَابُ جَوَازِ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانِ فِي الْبَيَاتِ مِنْ غَيْرِ تَعَمُّدٍ
 ۴۴۳۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى

شبخون میں بلا قصد عورتوں اور بچوں کے مارے جانے کا جواز
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مصعب بن عمیر

۱۔ - من اللاتمة رمی حتى كفتت يمينه ۴۸۳، مسوط ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ دارالمفترت بیروت، ۱۳۹۸ء

۲۔ - علامہ محسن الدین ابو عبد اللہ محمد بن مصلح مقدسی مترقی ۶۶۲، حر کتاب الفروع ج ۶ ص ۲۱۱-۲۱۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف، بیروت ۱۴۰۲ء

۳۔ - علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد الرحمن منزلی المطالبی کی حرقی ۹۵۲، ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ء

۴۔ - علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف العبدری مالکی حرقی ۸۹۱، ج ۱ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ء

رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اگر شب خون مارتے وقت مشرکوں کے بچے اور عورتیں مارے جائیں تو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا انہیں میں سے ہیں۔

وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ جَمِيعًا
عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَىٰ أَخْبَرَنَا
سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ
عُبَيْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ
بْنِ جَثَامَةَ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الذَّرَارِيِّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
يَسْتَتُونَ قَيْصِيْبُونَ مِنْ تَسَائِرِهِمْ وَ
ذَرَارِيَهُمْ فَقَالَ هُمْ مِنْهُمْ

۳۲۳۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ أَخْبَرَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ
عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَامَةَ
قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَصِيبُ فِي
الْبَيَاتِ مِنَ الذَّرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ
هُمْ مِنْهُمْ

۳۲۳۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ
جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ
ابْنَ شَهَابٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ لَوْ أَنَّ
تَحِيْلًا أَقَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصَابَتْ
مِنْ أَبْنَاءِ الْمُشْرِكِينَ قَالَ هُمْ مِنْ
أَبَائِهِمْ

حضرت صعوب بن جثامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شب خون مارتے وقت ہمارے ہاتھوں مشرکین کے بچے بھی مارے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ بھی انھی میں سے ہیں۔

حضرت صعوب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا اگر فوج کا کوئی دستہ شب خون مارے اور مشرکین کے بچے بھی مارے جائیں تو آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے اباؤں (یعنی مشرکین) میں سے ہیں۔

کافروں پر شب خون مارنے کے تفصیلی احکام | علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ شب خون میں اگر مشرکین کے بچے اور عورتیں ماری جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے اباؤں سے ہیں یعنی اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مشرکین کی اولاد پر میراث، نکاح، قصاص اور دیات وغیرہ مارفاٹ.com سے پہلے لہجہ کی حدیث میں مشرکین کے

بچوں اور مردوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلا ضرورت اور قصد اور اعتبار سے مشرکین کے بچوں اور مردوں کو قتل کرنا منوع ہے اور ضرورت کی بنا پر بلا قصد اور بلا اعتبار ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور محمد بن قباہ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ جب سلامت کو کا فروں پر حملہ کیا جائے اور رات کے اندھیرے میں مردوں، عورتوں اور بچوں میں امتیاز نہ ہو سکے اور وہ اچانک حملے کے دوران مارے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ من مشرکوں کو دعوتِ اسلام پہنچے مگر ان پر بے خبری میں حملہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ دنیاوی معاملات میں مشرکین کی اولاد اپنے آباء کے حکم میں ہے لیکن آخرت میں جب اولاد مشرکین بطور غم سے پہلے فوت ہو جائے تو ان میں تین مذبذب ہیں صحیح یہ ہے کہ وہ جنت میں ہوں گے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہوں گے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ ان میں سے کسی چیز پر یقین نہیں ہے لیکن ان کا حال موت اللہ کو معلوم ہے۔ لہذا آخرت میں اولاد مشرکین کے حکم کی تفصیل ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

جن مسلمانوں کو کفار ڈھال بنا لیں ان کو قتل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء | علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: جب کسی

قلم میں مشرکین کے بچے یا مسلمان قیدی ہوں تو اس قلم پر یقین سے پتھر برسانے اور اسی طرح اس پر توپ سے گولہ بارکی کرنے) میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جن قلم میں مشرکین کے بچے یا مسلمان قیدی ہوں اس پر تیر اندازی نہ کی جائے اس طرح جن بھری جہاز میں مسلمان قیدی ہوں اس کو نہ ڈھلایا جائے اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب کفار مسلمان بچوں کو ڈھال بنا لیں تو ان پر تیر اندازی نہ کی جائے اور جن جہاز میں مسلمان قیدی ہوں اس کو نہ ڈھلایا جائے اور امام شافعی، امام محمد، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام احمد اور امام اسحاق نے یہ کہا ہے کہ اگر بچوں اور عورتوں کو قتل کیے بغیر مشرکوں کو قتل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ان کو بھی قتل کرنا جائز ہے۔ علامہ ابوحنیفہ نے کہا امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب اور ثوری یہ کہتے ہیں اگر مشرکین کے قلموں میں مسلمان قیدی ان کے بچے اور مشرکوں کے بچے ہوں تو ان کے قلموں پر تیر اندازی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح اگر کسی جہاز میں مسلمان قیدی یا اطفال مشرکین ہوں تو مشرکین کو ہلاک کرنے کے قصد سے اسی جہاز کو مٹانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر اس حملہ سے مسلمان ہلاک ہو جائیں تو اس میں دیت ہے نہ کفارہ اور ثوری نے کہا کہ اس میں کفارہ ہے لیکن دیت نہیں ہے۔ لہذا

آخرت میں اطفال مشرکین کے ٹھکانے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات | اس باب کی احادیث میں اطفال مشرکین

کا دنیاوی حکم بیان کیا گیا ہے کہ ان کو جہاد میں قتل نہیں کیا جائے گا، اس مناسبت سے ہم بیان ان کا آخری حکم بیان کرنا چاہتے ہیں، علامہ بدر الدین عینی حنفی اور علامہ ابن حجر مشافعی لکھتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کا شروع سے اختلاف رہا ہے اور اس میں

۱۔ مہر کیچی بن شرف ثوری سنہ ۲۷۶ھ، شرح مسلم ۲۲۵، ۸۴، ۸۵، مطبوعہ دارعالم للطباعة کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین ابو یوسف، محمد بن احمد سنہ ۲۸۵ھ، مدعی القاری ۱۳۵، ۲۲۳، مطبوعہ دارالمنار للطباعة المہربیہ مصر، ۱۳۴۸ھ

علماء کے متعدد اقوال ہیں، ان اقوال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ۱۔ حاد بن سبلہ، حاد بن زبید، عبد اللہ بن مبارک اور اسحاق کا مسک یہ ہے کہ اطفال مشرکین کا شتر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت پر موقوف ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے: "اللہ اعلم بئنا کانا عاملین" اللہ ہی جانتے والا ہے کہ اطفال مشرکین کیا عمل کرنے والے تھے "امام بیہقی نے اس مسک کو امام شافعی سے منقول کیا ہے۔
- ۲۔ ازرقہ (مخرج کا ایک فخر) کا یہ نظر یہ ہے کہ آخرت میں تمام اطفال اپنے آباء کے تابع ہوں گے اس لیے مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی اور مشرکین کی اولاد جہنم میں ہوگی، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

حضرت فوح علیہ السلام نے دعا کی:

وقال نوح رب لا تذر علی الامراض

من الکافرین دیار اہ انک ان تذر ہم

یضلو اعبادک ولا یلدوا لافاجوا کفاراً۔

(نوح ۲۶-۲۷)

اور فوح نے دعا کی کہ میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑے بے شک تو نے اگر ان کو چھوڑا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد صرف بدکار اور شدید کافر ہوگی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کی اولاد کافر ہی ہوتی ہے اس وجہ سے اطفال مشرکین جہنم میں ہوں گے لیکن یہ استدلال مردود ہے کیونکہ یہ حکم حضرت فوح علیہ السلام کی قوم کے ساتھ خاص تھا اور حضرت فوح علیہ السلام کو یہ اس لیے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ وحی کی تھی: "انما لن یؤمن من قومک الا من قد امن"۔ تمہاری قوم سے صرف وہی لوگ ایمان لائیں گے جو ایمان لائے ہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہو من ابا شہر" یہ اپنے آباء میں سے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حالت جنگ پر معمول ہے جیسا کہ تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں اگر یہ سوال ہو کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جہنم میں ہوگی اور اولاد مشرکین کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جہنم میں ہوگی اور اگر تم چاہو تو میں تم کو ان کے جہنم میں چلانے کی آوازیں سنواؤں" میں کہتا ہوں یہ حدیث بہت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نہیہ کامولی ابو عقیل ہے اور وہ متروک راوی ہے۔

- ۳۔ بعض علماء کا یہ نظر یہ ہے کہ اطفال کفار جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہوں گے کیونکہ انہوں نے کوئی نیکی نہیں کی جس کی وجہ سے وہ جنت میں جا سکیں اور وہ انہوں نے کوئی گناہ کیا جس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوں۔
- ۴۔ بعض علماء کا یہ مسک ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے کیونکہ سنن ابوداؤد طیالسی، مسند بزار اور مسند ابوالعلیٰ میں حضرت عمر سے مرفوعاً ایک حدیث ضعیف مروی ہے "مشرکین کی اولاد اہل جنت کی خادم ہوگی"۔

- ۵۔ بعض علماء کا یہ نظر یہ ہے کہ اطفال مشرکین کا آخرت میں امتحان لیا جائے گا باہن طور کہ ان کو آگ دکھائی جائے گی جو اس میں داخل ہوگا اس پر وہ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈک ہو جائے گی اور جو اس میں داخل ہونے سے انکار کرے گا اس کو ظلم دیا جائے گا۔ امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت ابوسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان ہے کہ جو شخص پیام فترت میں فوت ہو گیا اس کی پاگل کو اور چھوٹے بچے کو دیا جائے گا، فترت کے بعد اس کو کتاب آئی نہ کوئی رسول آیا، اور پاگل کہے گا:

جلد خامس

اسے میرے رب بقرآن نے مجھے عقل مند نہیں بنایا جس سے میں خیر اور شر کا اور اکر کرتا، اور جو بڑا بچہ کہے گا میں نے عمل کرنے کا نانا نہ نہیں پایا، پھر ان کے لیے آگ بلند کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ پھر جو اللہ کے علم میں نیک ہوگا یا ایک عمل کرنے والا ہوگا وہ اس آگ میں داخل ہو جائے گا اور جو اللہ کے علم میں عمل کا نانا نہ پانے کے بعد بڑا کرنے والا ہوگا وہ ترک جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم تو میری نافرمانی کر رہے ہو، میرے رسولوں کی نافرمانی کیے کرتے۔ امام بزرگ نے کہا کہ ہم حضرت ابوسعید کی اس حدیث کو صرف فضیل سے پہچانتے ہیں، امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قدرت میں مرنے والے اور جنوں کا امتحان انسان مجھ سے ثابت ہے، امام بزرگ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن چار شخصوں کو لایا جائے گا، بچہ، جنوں اور ایام فترت میں مرنے والا اور شیخ فانی اور ان میں سے شخص اپنی جہت پیش کرے گا پھر اللہ تعالیٰ جنہم سے فرمائے گا "ظاہر ہو" اور ان سے فرمائے گا "میں نے اپنی طرف سے تمہارے پاس رسول بھیجے اور اب میں غمزدہ تہاری طرف اپنا رسول ہوں اس جنہم میں داخل ہو جاؤ پھر جس شخص کی تقدیر میں شقاوت ہوگی وہ کہے گا کیا تو میں جنہم میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم اس سے بھاگتے تھے اور جس شخص کی تقدیر میں سعادت ہوگی وہ دوزخ کو جنہم میں داخل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی ہے تو تمہارے رسولوں کی تو اس سے زیادہ کفریب اور نافرمانی کرتے، پھر ان کو (یعنی جنہم میں داخل ہونے والوں کو) جنت میں داخل کرنے کے اور ان کو (جو جنہم میں داخل نہیں ہوتے تھے) جنہم میں داخل کر دے گا حضرت اسود بن سہیل رضی اللہ عنہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بہرے کو پیش کیا جائے گا جس کو بائبل سنانی نہ دینا ہو اور ایک بے وقوف کو، ایک بوڑھے کو اور ایک اس شخص کو جو ایام فترت میں فوت ہوا ہو، پہلا کہے گا اسے میرے رب! اسلام آیا لیکن میں کچھ نہیں سن سکتا تھا، امن کیے گا اسلام آیا لیکن میں کچھ سمجھ نہیں سکتا تھا اور فترت میں فوت ہونے والا کہے گا۔ اسے بہرے، رب، میرے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا، اللہ تعالیٰ ان سے پچھو سب سے گا پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایک پیام بھیجے گا اور وہ کہے گا جنہم میں داخل ہو جاؤ، تم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان سے اگر وہ جنہم میں داخل ہوں گے تو جنہم ان کو بھٹکے اور سلامتی ہو جائے گی۔ امام بیہقی نے کتاب الاقتقاد میں یہ نقل کیا ہے کہ جنوں اور ایام فترت میں مرنے والوں کے لیے امتحان منعقد ہونا، مذہب صحیح ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ آفت دار تکلیف نہیں ہے اس لیے وہاں کوئی عمل ہے نہ امتحان۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ میں داخل اور استغراق کے بعد کوئی آزمائش نہیں ہوگی لیکن امتحان قیامت میں امتحان اور آزمائش سے کوئی مانع نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یوم یکتف عن سابق وید عون الی
السجود فلا یستطیعون ہ خاشعۃ البصاہر
توقفہم ذلۃ وقد کانوا یدعون الی
السجود وہم سالمون۔

(قلم: ۳۲-۳۳)

جس دن ساقی کی (یعنی) ظاہر کی جائے گی اور وہ (انکو) سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ سکیں گے۔
(مادے خوف کے) ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور
ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اور بے شک اس سے پہلے
دنیا میں) وہ سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے اور وہ
صحیح سالم (ہونے کے باوجود سجدہ سے انکار کرتے تھے)

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ لوگوں کو سجدہ کا حکم دیا جائے گا تو منافق کی پشت طہاق کا طرح سیدھی (یعنی بے لچک) ہو جائے گی اور وہ سجدہ نہیں کر سکے گا۔

- ۶۔ بعض علماء کا نظریہ ہے کہ اطفال مشرکین مٹی ہو جائیں گے، یثامہ بن اشرس سے مروی ہے۔
- ۷۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہوں گے اور شیخ ابن تیمیہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ امام احمد کا مسلک نہیں ہے بلکہ ان کے بعض اصحاب کا مسلک ہے۔
- ۸۔ بعض علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔
- ۹۔ بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اس مسئلہ میں اسکا کرنا چاہیے اور ان دونوں نظریوں میں بہت باریک فرق ہے۔
- ۱۰۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ مذہب صحیح اور مختار جس پر تمام محققین کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ اطفال مشرکین جنت میں ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً۔

جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں ہم عذاب دینے والے

نہیں ہیں۔

(اسراء: ۱۵)

اور جب صاحب عقل کو اس وجہ سے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس تک دعوت نہیں پہنچی تو غیر مائل کو بطریق اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا۔

اور حدیث صحیح میں بھی اس پر دلیل ہے کیونکہ امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی ایک طویل حدیث روایت کی جس کے آخر میں ہے:

واما الرجل الطويل الذي في الروضة

فانما ابراهيم عليه السلام واما الولدان الذين حولہ

فكل مولود مات على الفطرة قال فقال بعض

المسلمين يا رسول الله واولاد المشركين فقال رسول

الله صلي الله عليه وسلم اولاد المشركين (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴)

اس حدیث کا ظاہر سنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطفال مشرکین کو بھی آفریت کے حکم میں اولاد

مسلمین کے ساتھ لاحق کر دیا، اور میں حدیث میں ہے "وہ اپنے آباء کے ساتھ لاحق ہیں وہ دنیا میں حالت جنگ کے

حکم پر عمل ہے۔"

باقی رہا یہ کہ صحیح بخاری میں ہے: "اللہ اعلم بما كانوا عاملين" اللہ ہی زیادہ جانتے والا ہے کہ وہ کیا کرنے

والے تھے؟ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اطفال مشرکین کے جنہی ہونے کی تصریح نہیں ہے نیز یہ بھی ہو

سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اس خواب دیکھنے سے پہلے فرمائی ہو کیونکہ آپ کا علم تدریجی ہے۔ قاضی

بیضاوی نے کہا ہے کہ ثواب اور عذاب کا دارا اعمال پر نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ مسلمانوں کے بچے نہ جنت میں ہوں نہ

دوزخ میں، بلکہ جنت کا موجب لطف ربانی ہے اور جہنم کا موجب اس لطف سے محرومی ہے اس لیے اس مسئلہ

میں توقف واجب ہے پس جس کی تقدیر جہنم میں ہوگی وہ جہنم میں ہی جہنم ہے وہ جنہی

جدد خاص

ہرگز۔ لہ

تافعی بیضاوی کا اطفال مشرکین کی نجات میں ترقیت کرنا غلات تحقیق ہے اور قرآن مجید کی نص صریح اور صحیح بخاری کی اس صریح حدیث کے غلات ہے۔

کفار کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا جواز

بَابُ ۵۸۶ جَوَازُ قَطْعِ أَشْجَارِ الْكُفَّارِ

وَتَحْرِيقِهَا

۴۲۳۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ
مُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا الْكَلْبِيُّ
وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
كَيْثُ عَنْ تَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ
نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ
الْبُؤَيْرَةُ مَا دَامَتْ قُتَيْبَةُ وَأَبْنُ رُمَيْحٍ فِي
حَدِيثِهِمَا قَالَا نَزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا
قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْثَةٍ أَوْ تَرَكَتُمْوهَا
قَائِمَةً عَلَى أَصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلستان بربرہ میں بونہیر کے درخت جلا دیے، قتیبہ اور ابن رمیح کی روایت میں یہ زیادہ ہے پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "جن درختوں کو تم نے کاٹا یا انھیں ان کی جڑوں پر کھڑا ہوا چھوڑ دیا یہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا تاکہ اللہ شانے فاسقوں کو رسوا کرے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بونہیر کے درخت کھڑا کر جلا دیے، حضرت مسان نے اس موقع پر ایک شعر کہا: (ترجمہ) "جی تو تھی کہ سرواڑوں کے نزدیک بربرہ میں آگ لگا دینا معمول بات ہے اور اسی واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) "جن درختوں کو تم نے کاٹا یا انھیں ان کی جڑوں پر کھڑا ہوا چھوڑ دیا سو وہ اللہ کی اجازت سے تھا۔"

۴۲۳۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ
وَهَمَّادُ بْنُ الشَّرَاءِ قَالَا حَكَهَ قُتَيْبَةُ
الْمُبَارِزِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقَيْبَةَ عَنْ
تَافِعِ بْنِ أَبِي عَمْرٍاءَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ نَخْلَ بَنِي
النَّضِيرِ وَحَرَّقَ وَ لَهَا يَقُولُ
حَقَّانَ ۵

۱۔ علامہ بدرالدین ابوسعید محمود بن احمد صلی شریفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۳-۲۱۴، مطبوعہ دارالافتاء دارالعلمیہ مصر، ۱۳۲۸ھ
۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن جریر مستوفی شریفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۷-۲۴۸، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۱۰ھ

وَهَانَ عَلَى سَوَاطِئِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيْقِي يَا لَبُوَيْرَةَ مُسْتَطِيرٌ
وَفِي ذَلِكَ لَزَلَتْ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْبَةٍ أَوْ تَرَكْتُمْ مَا
قَائِمَةٌ عَلَى أَسْوَابِهَا الْآيَةَ -

۴۴۳۹ - وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عَشْمَانَ
أَخْبَرَنِي عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ التَّكُوْنِيُّ عَنْ
عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ تَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَمْرٍو قَالَ حَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے وزعت جلا دیے۔

مدینہ منورہ میں اقامت کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کے طرز عمل کی اقام۔

ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کی تین قسمیں تھیں، (۱) یہود کے تین گروہوں بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع
نے آپ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ سے جنگ کریں گے نہ آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد کریں گے، (۲) کفار قریش
نے آپ سے جنگ کی اور آپ کے خلاف دشمنی کا محاذ کھول دیا۔ (۳) اور تیسری قسم میں عرب کے باقی قبائل تھے یہ قبائل عاموش
اور منتظر تھے یہ لوگ ہوا کا رخ دیکھ رہے تھے، بنو خزاعہ دل میں آپ کا ظہور اور غلبہ چاہتے تھے اور بنو بکر آپ سے عداوت
رکھتے تھے اور آپ کی ہزیمت کے منتظر تھے اور منافقین بظاہر آپ کے رفیق اور حلیف تھے اور باطن آپ سے عداوت
رکھتے تھے۔

سب سے پہلے یہود میں بنو قینقاع نے معاہدہ توڑ دیا اور واقعہ بدر کے بعد شوال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان سے جہاد کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر وہ قلعہ سے نکل آئے آپ نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ عبداللہ بن ابی
نے ان کی جان بخشی طلب کی کیونکہ وہ اس کے حلیف تھے پھر آپ نے ان کو مدینہ سے نکال دیا اور ان کو شام کے علاقہ
ازرعات میں جلا وطن کر دیا گیا۔ لہ

بنو قینقاع کے خلاف جنگ کا پس منظر
بنو قینقاع کے خلاف جنگ کی تفصیل علامہ رزقانی نے اس
طرح لکھی ہے کہ ایک انصاری کی بیوی مدینہ کے بازار میں
ایک یہودی کی دکان میں رنقاب پہنے ہوئے آئی، یہودیوں نے ان کی بے حرمتی کی (ان کی رنقاب اتار چھینکی) ایک مسلمان
یہ دیکھ کر غیرت سے بے قابو ہو گیا اور اس نے یہودی کو قتل کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان واقعات کا علم
ہوا تو آپ یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا خدا سے ڈرو، ایسا نہ ہو کہ تم پر اہل بدر کی طرح عذاب آئے یہودیوں
نے کہا ہم قریش نہیں ہیں جب ہم سے جنگ ہوگی تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی کس چیز کا نام ہے، چونکہ بنو قینقاع کی

۱۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۱، ص ۱۰۲، مکتبہ اسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ظن سے قطعاً اور اعلان جنگ ہو گیا تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مجبوراً جنگ کی بنیاد بنی تھی۔
تقدیر ہو گئی اور پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا بالآخر وہ اس پر راضی ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے وہ ان کو منظور ہوگا، عبد اللہ بن ابی ان کا حلیف تھا اس نے دعا فرمائی کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے چنانچہ ان کو شام کے علاقہ زرقان میں جلاوطن کر دیا گیا، شوال ۲، ہجری میں یہ غزوہ ہو گیا تھا۔

بنو نضیر کے خلاف جنگ کا پس منظر

ما نظر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ بنو نضیر کا پس منظر اس طرح تھا کہ عمرو بن امیہ نے قبیلہ عام کے دو آدمی قتل کر دیے تھے ان کا خون ہا ہا تک واجب الادا تھا۔ اس کا ایک حصہ معاہدہ کی رو سے یہود بنو نضیر پر واجب الادا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مطالبہ کے لیے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے بظاہر یہ مطالبہ منظور کر لیا لیکن در پردہ یہ سازش کی کہ ایک شخص پیچھے سے بالاخانہ پر چڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھپڑ مارے، کیونکہ اس وقت آپ اتھانی سے بالاخانہ کی دیوار کے سائے تلے کھڑے تھے۔ عمرو بن جحاش نام کا ایک یہودی اس الادے سے کوشش پر چڑھا کہ آپ پر تھپڑ مارے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس کے دل کا حال منکشف کر دیا اور آپ فوراً مینہ واپس چلے آئے۔

اس واقعہ کو علامہ زرقانی نے بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں: پھر حبیب بن علی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی دلدلی میں دیر ہو گئی تو یہود آپ کو ڈھونڈنے لگے مگر آپ نے کہا تم تو ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مطالبہ پورا کرنا چاہتے تھے اور ان کی ضیافت کرنا چاہتے تھے، اور یہود اپنے کیے پر پشیمان ہوئے، کناز بن صوری نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں آٹھ کر چلے گئے؟ یہود یوں نے کہا: جھٹلاہم جانتے ہیں تم جانتے ہو، کناز نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہی مہلک منجھی پر مطلع کر دیا تم خود فریبی میں نہ رہو، بخدا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ مومن بن عقبہ کہتے ہیں اسی واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

يا ايها الذين امنوا اذكروا نعمه الله عليكم
اذ هم قوم ان يبسطوا اليكم ايديهم فكف
ايديهم عنكم واتقوا الله وعلى الله
فليتوكل المؤمنون۔

اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کا احسان ہے اس کو یاد کرو، جب ایک قوم نے تم کو ہتھیار پہنچانے کے قصد سے تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائے تو اللہ تعالیٰ نے تم سے اس کا ہاتھ روک لیا، اور اللہ سے ڈرو، اور مومن اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔

(ما شد ۱۵، ۱۱)

بنو نضیر کی شکست اور جلاوطنی

علامہ زرقانی غزوہ بنو نضیر کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام محمد بن حنفیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جنگ ہار سے پہلے حاکم شباب العین احمد بن علی ابن جریر رضی اللہ عنہما نے ۸۵۲ھ، تاریخ اباری ج ۱، ص ۳۲۱-۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۳ھ، علامہ محمد عبدالباقی زرقانی رضی اللہ عنہما نے ۱۱۲۲ھ، شرح المصابیح، الجزء ۱، ص ۴۵۸-۴۵۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعة الثانیہ، ۱۳۹۳ھ، علامہ محمد عبدالباقی زرقانی رضی اللہ عنہما نے ۱۱۲۲ھ، شرح المصابیح، الجزء ۱، ص ۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔

نکل کر ان کے دشمنوں یعنی مسلمانوں کے قبضہ میں جا رہے تھے اور جو زمین باقی رکھے گئے، انہیں دیکھ کر وہ حسرت میں رہ جاتے کہ اب وہ ان دشمنوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے بلکہ ان کے دشمن ان دشمنوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ یہاں تک کہ انہیں کہتا ہوں کہ دشمنوں کو جلا کر کھا لیا جائے اور زمینوں کا سبب متا کیونکہ وہ اپنی نعمت اور شفقت سے گھائے ہوئے دشمنوں کو تباہ و برباد کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

بعض علماء نے دُخوت کاٹنے اور جلائے کی حکمت، بیان کی ہے کہ ان دشمنوں کے جھنڈے سے کین گاہ کا کام لیا جاسکتا تھا اور آپ نے وہ دُخوت اس لیے صاف کرادیے تاکہ معاہدہ میں کوئی چیز حاصل نہ ہو۔

دُشمن کے دشمنوں کے کاٹنے اور جلائے میں مندرجہ ذیل فقہاء

اہم ترمذی فرماتے ہیں بعض علماء کا قول اس حدیث کے مطابق ہے وہ دشمن کے دشمنوں کو کاٹنے اور ان کے قلعوں کو منہدم کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، امام اوزاعی نے اس کو مکروہ کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے کسی پھلدار دُخوت کے کاٹنے اور کسی عمارت کو منہدم کرنے سے منع کیا ہے اور آپ کے بعد کے مسلمانوں نے آپ کے قول پر عمل کیا ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن کی سرزمین پر آگ لگانے اور دشمنوں اور پھلوں کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض اوقات جنگی مصلحتوں کے پیش نظر دشمن کی زمین میں آگ لگانے یا دُخوت کاٹنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہوتا البتہ تکمیل اور مشغلہ کے طور پر آگ نہیں لگانی چاہیے۔ فقہ اسحاق نے کہا ہے کہ اگر دشمن کی زمین پر آگ لگانے سے دشمن پر فائدہ حاصل ہو تو پھر آگ لگانا سفت ہے۔

علامہ عبداللہ بن مہنی حنفی لکھتے ہیں: بعض اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلائے کے لیے دُخوت کٹوا دیے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **وَلْيَحْزَى الْعَاقِبِينَ** (تاکہ انہیں تنہائی فاسقوں کو سزا کرے) پس گریا کر دشمنوں کو کاٹنا اور جلا کر کھانا ان کی سرزمینوں سے لکھا ہے کہ جنگی حکمت کے پیش نظر اللہ بڑا مہربان و نیکو اور اسلام کے نزدیک دشمن کے دشمنوں کو کاٹنا اور جلا کر کھانا ہے۔ علامہ بطال نے لکھا ہے جب فتح کی امید ہو اور یہ گمان ہو کہ یہ علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ آجائے گا تو پھر دشمنوں کا باقی کرنا بھی جائز ہے۔

اگر یہ حقین ہو کہ امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے پیر کے دُخوت کو کاٹا اللہ تنہائی اس کا سر چہرہ میں جھکا دے گا اور عود سے بھی یہ حدیث الفاظ مختلفہ سے مکرر دی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عروہ خود اپنی زمین سے پیر کے دشمنوں کو کاٹتے تھے اور جب لاد کی کامل طریقت کے خلاف مجتہد ہو تو وہ اس روایت کے طعون یا منسوخ ہونے پر ولایت کرتا ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو پھر اس سے مکروہ کے دُخوت مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مدینہ منورہ کے دُخوت مراد ہیں کیونکہ وہاں کے دُخوت لڑکے اور لڑائیوں کے لیے اُس اور سامنے کا سبب ہیں، اسی وجہ سے عروہ اپنی زمین سے دُخوت کاٹ دیتے تھے اور ان جگہوں سے دشمنوں کو نہیں کاٹتے تھے جہاں لوگ دشمنوں سے انس اور مسافر سایہ حاصل کرتے تھے اور جانور ان کی

۱۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آکسی لہجادی حنفی ترمذی ۱۲۰۰ھ، ص ۱۰۱، ص ۲۸ ج ۲۳ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت۔
 ۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی ترمذی ۲۶۹ھ، ص ۱۰۱، ص ۲۶۲ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت۔

چاؤں تلے آرام کرتے تھے۔ لے

بَابُ تَحْلِيلِ الْغَنَائِمِ لِهَذَا الْأُمَّةِ خَاصَّةً

مالِ غَنِيمَتِ حِلَالِ ہونے کی اس اُمَّت کے ساتھ خصوصیت

حضرت ابو جہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء سابقین میں سے ایک نبی نے جہاد کیا، اہل اپنی قوم سے یہ کہا کہ جس شخص نے ابھی نکاح کیا ہو اور اس نے ہنوز شب زفاف نہ گذاری ہو اور وہ یہ عمل کرنا چاہتا ہو وہ میرے ساتھ نہ جائے، اور نہ وہ شخص جائے جس نے مکان بنایا ہو اور اس نے ہنوز چھت بلند نہ کی ہو اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں اور گائے اور اونٹیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچہ دینے کا منتظر ہو، پھر اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جہاد کیا اور عصر کی نماز کے وقت یا اس کے قریب وہ ایک دیہات میں پہنچے تو انہوں نے سورج سے کہا تم بھی حکم الہی کے ماتحت ہو اور میں بھی حکم الہی کے تابع ہوں۔ اسے اللہ! اس سورج کو تھوڑی دیر میری خاطر رک دے۔ پھر سورج روک دیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی آپ نے فرمایا پھر انہوں نے مالِ غنیمت جمع کیا پھر اس مال کو کھانے کے لیے ایک آگ آئی لیکن اس نے مال کرنا کھایا، اس نبی نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے نیابت کی ہے، سورہ قبیلہ کا ایک شخص مجھ سے بیعت کرے، پھر سب نے بیعت کی اور ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ نبی نے فرمایا نیابت کرنے والا تمہارے قبیلہ میں ہے لہذا اب تمہارا پورا قبیلہ میری بیعت کرے، انہوں نے بیعت کا اپنے فریاد پھر دو یا میں آدمیوں کا ہاتھ قبیلہ کے ہاتھ سے چمٹ گیا، نبی نے فرمایا تمہارے اندر خیانت ہے بالآخر وہ گلے

۲۲۲۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ تَعْمِرِ بْنِ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالتَّفْطُّ لَدُنَّا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَتَّامِ بْنِ مَنِيَّةٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِيُّكَ مِنْ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لَا يُتَّبِعُنِي رَجُلٌ قَدْ مَلَكَ بَضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُبْنِيَ بِهَا وَلَتَمَّا يَبْنِي وَلَا آخِرُ قَدْ بَلَغَ بِنْيَانًا وَلَتَمَّا يَرْفَعُ سُقْفَهَا وَلَا آخِرُ قَدْ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خِلْفَاتٍ وَهُوَ مُنْتَظَرٌ وَلَا دَهَا قَالَ فَعَزَا فَأَذَى لِلْقُرَيْبَةِ حِينَ صَلَوَةِ الْعَصْرِ أَوْ قَرَيْبًا مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ أَنْتِ مَا مَوْرَأَةٌ وَأَنَا مَا مَوْرَأَةُ اللَّهِ مَا خَبِثَتْ عَلَيَّ شَيْئًا فَحَبِثْتُ عَلَيْكَ حَتَّى فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكَ قَالَ فَجَمَعُوا مَا عَنِمُوا فَأَقْبَلَتِ النَّارُ لِنَا كُلِّهَا فَأَبَتْ أَنْ تَطْعَمَهُ فَقَالَ فِيكُمْ غُلُولٌ فَلْيَبَايَعُوا مِنِّي

کے سر کے برابر سونا نکال کر لائے، یہی ہے فرمایا اس کو مال غنیمت میں اونچی جگہ پر رکھ دو پھر آگ نے آگرا اس مال کو کھا لیا، آپ نے فرمایا سووم سے پہلے کسی کے لیے بھی مال غنیمت حلال نہیں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا ضعف اور عجز دکھیا تو ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔

كُلِّ قَيْبِلَةٍ رَجُلًا قَبَا يَعُوهُ فَلَصَقَتْ
رِيْدًا رَجُلًا بِيْدَا ۙ فَقَالَ فِيكُمْ الْغُلُوْلُ
فَلْتَبَا يَعْنِي قَيْبِلَتِكَ قَبَا يَعْتَهُ قَالَ
فَلَصَقَتْ بِيْدَا رَجُلَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ
فَقَالَ فِيكُمْ الْغُلُوْلُ اَنْتُمْ عَلْتُمْ قَالَ
فَاَخْرَجُوْا لَنَا مِثْلَ رَاْسِ بَقْرَةٍ قِيْنِ
ذَهَبٍ قَالَ فَوَصَعُوْهُ فِي الْمَالِ وَهُوَ
بِالصَّعِيْدِ فَاَقْبَلْتَ النَّارُ فَاَكَلَتْهُ
فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لَّا حِدَ مِنْ قَبْلِنَا
ذٰلِكَ يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى رَاى صُنْعِنَا
وَعَجْزَنَا فَطَيَّبْنَا لَنَا۔

انبیاء و سابقین علیہم السلام کے لیے ردِ شمس کے واقعات کی تفصیل اور تحقیق | اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۴

سے جس نبی علیہ السلام کی دعا سے سورج کے ٹھہرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے متعلق لکھتے ہیں اس سے مراد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہیں جیسا کہ امام حاکم نیشاپوری نے کتب احبار سے روایت کیا ہے، اور اس کی اصل ایک حدیث صحیح ہے جس میں امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج کو ریشع بن نون کے سوا کسی بشر کے لیے نہیں ٹھہرایا گیا اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "ایک قوم نے حضرت یوشع سے سوال کیا کہ وہ انھیں لوگوں کے پیدا ہونے اور مرنے کے اوقات سے مطلع کر دیں، حضرت یوشع علیہ السلام نے ان کو ارشاد کیا ہے کہ وہ نہ نہیں دکھادیں۔ سو ان میں سے ہر شخص کو یہ علم تھا کہ وہ کب مرے گا اور وہ اس کیفیت پر قائم رہے یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے کوڑی بنا، پر ان سے جہاد کیا تو ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے لڑنے کے لیے ان لوگوں کو بھیجا جس کی موت بھی نہیں آئی تھی، سو اس جنگ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ ترقی برجانے تھے اور وہ لوگ قتل نہیں ہوئے تھے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سورج کے ٹھہرنے کی دعا کی اور سورج ٹھہرا دیا گیا اور دن بہت بڑھا ہو گیا اور پھر ان پر دن اور رات کا حساب مشتبہ ہو گیا کیونکہ دن اور رات میں فرق نہ ہوا، سو گئے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج کو حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے بھی ٹھہرایا گیا تھا اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت یوشع بن نون کے سوا کسی بشر کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خطیب کی اس روایت کی سند بہت ضعیف ہے اور امام احمد نے جو حضرت ابوہریرہ سے حضرت یوشع بن نون کے متعلق حدیث روایت کی ہے وہ اس سے ادنیٰ ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی وہ ہیں جن سے صحاح میں بھی روایات ہیں، اس لیے صحیح اور مستند یہ ہے کہ حضرت یوشع بن نون کے سوا اور کسی شخص کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا، البتہ اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت

موسیٰ کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے ساتھ جا کر حضرت یوسف کا تابوت لائیں۔ حضرت موسیٰ اس تابوت کو تلاش کرتے رہے حتیٰ کہ طلوع فجر کا وقت قریب آ گیا اور انہوں نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ وہ طلوع فجر ہوتے ہی اس تابوت کو لے آئیں گے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ وہ طلوع فجر کو مؤخر کر دے حتیٰ کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ سے فارغ ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کے لیے بھی سورج کو ٹھہرایا گیا تھا پھر حضرت یوشع کے حق میں یہ حکم کس طرح صحیح ہو گا کہ صرف ان کے لیے سورج کو ٹھہرایا گیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے تو نفس سورج کو ٹھہرایا گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طلوع فجر کو مؤخر کیا گیا تھا اور یہ اس حکم کے ثبوت نہیں ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لیے بھی سورج کو ٹھہرایا گیا ہے، چنانچہ ثعلبی اور لغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن مجید میں حضرت سلیمان کا قول نہیں پڑھا جو "وہا علی" (ص: ۳۸/۳۳) ان گھوڑوں کو میرے پاس ڈالیں لاؤ" میں نے کہا مجھ سے کعب نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر چودہ گھوڑے پیش کیے گئے تھے اور ان کی ناز عصر سے پہلے سورج غروب ہو گیا پھر انہوں نے گھوڑوں کو واپس کرنے کا حکم دیا اور ان کی پنڈلیوں اور گدوں پر تلواروں سے وار کر کے ان کو ہلاک کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے چودہ دن ان کی حکومت والہی سے لی کیونکہ انہوں نے گھوڑوں کو قتل کر کے ان پر ظلم کیا تھا، حضرت علی نے فرمایا کعب نے جوٹ بولا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے دشمن سے جہاد کا ارادہ کیا، ان پر گھوڑے پیش کیے گئے وہ ان کے مہلتوں میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور عصر کی ناز چلی گئی، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان فرشتوں سے کہا جو اللہ کے افک سے سورج پر موکل ہیں کہ "سورج کو میرے لیے ٹوٹا دو" ان فرشتوں نے سورج کو ٹھہرایا حتیٰ کہ آپ نے عصر کی ناز اپنے وقت میں پڑھ لی، انبیاء علیہم السلام خود کسی پر ظلم کرتے ہیں اور نہ کسی پر ظلم کا حکم دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس اثر کا مدار اس پر ہے کہ "وہا علی" میں صغیر سورج کی طرف لوٹے اور اس کا معنی یہ ہو کہ "سورج کو مجھ پر ٹوٹا دو" لیکن جو مفسرین صحابہ اور بعد کے لوگوں کی روایات کے عالم میں ان میں سے کسی نے اس صغیر کو سورج کی طرف نہیں لٹایا بلکہ گھوڑوں کی طرف لٹایا ہے اور اس روایت کو اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے لیکن اس کی صحت پر بحث نہیں کی، یہ روایت حضرت ابن عباس سے ثابت ہے نہ کسی اور سے۔
خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے رومس کا واقعہ ثابت نہیں ہے اور انبیاء سابقین میں سورج کو روکنے کا واقعہ صرف حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے واقع ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کی تلاش میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طلوع فجر کو مؤخر کیا گیا۔
ہذا وہا، کا صغیر رومس کی طرف لٹا کر حضرت سلیمان کے لیے رومس کو ثابت کرنے کا اجتہاد مفسرین نے بھی کیا ہے۔

اس واقعہ کے نقل کے ذرائع بہت کثیر ہوتے اور تراثر کے ساتھ یہ خبر ہم تک پہنچتی اور جب کسی ایک شخص نے بھی یہ خبر نہیں دی تو مسلم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔

امام رازی کے بیان کردہ ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ریشم کا اثبات انتہائی ضعیف اور رکیک ہے اور تعلبی اور لغوی نے اس مسئلے میں جو حدیث بیان کی ہے اس کی سند بھی نہایت درجہ ضعیف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ریشم کا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی محدثین نے ریشم کا معجزہ بیان کیا ہے، چنانچہ امام ابو یوسف نے حاکم نیشاپوری اور امام احمد بن حنبل نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر کی نماز قضا ہو گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو سورج لوٹ آیا، حضرت علی نے نماز عصر پڑھی تو پھر سورج غروب ہو گیا۔

اس حدیث پر امام احمد کی اس روایت سے اعتراض کیا جاتا ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشمس لم تحبس علی بشر الا لیوشع لیاالی سامالی بیت المقدس۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت یوشع کے سوا کسی بشر کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا، جن لوگوں میں حضرت یوشع بن نون نے بیت المقدس کی طرف سفر کیا تھا۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں سورج کو روکنے کا حصر بیان کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو روکا یا ٹھہرایا نہیں گیا تھا بلکہ سورج کو پھٹانا اور روکنا سورج کو روکنے اور ٹھہرانے کی نفی کے منافی نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حصر انبیاء سابقین کے اعتبار سے ہے یعنی انبیاء سابقین میں حضرت یوشع کے سوا اور کسی نبی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ریشم کا ثبوت اس حدیث کے حصر کے منافی نہیں ہے۔

حدیث ریشم پر علامہ ابن جوزی اور شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات کے جوابات !!

علامہ آئری بغدادی کہتے ہیں: جو لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ریشم کے قائل ہیں وہ اسی طرح حضرت یوشع اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ریشم کے قائل ہیں، جب مراج سے واپسی کے بعد قافلہ میں تاخیر

۱۔ امام محمد بن مسلم بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲، ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶، ص ۲۲۲-۲۲۱، مطبوعہ دار نشر مکتبہ المدینہ لاہور۔

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند امام احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۱۳۹۸، بیروت ۱۳۹۸ھ۔

کے موقع پر سورج کو روک دیا گیا اور جب یوم نضح کو نازعہ عمر تصناد ہو گئی اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور سورج کو روٹایا گیا کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برومی نازل ہو رہی تھی وہاں جا کر آپ کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا اور حضرت علی نازعہ پر سورج کے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! تو نے نازعہ پر ڈھلی ہوا انھوں نے کہا نہیں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، اس پر سورج کو روٹا، حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا اور پھر سورج کو غروب کے بعد طلوع ہونے دیکھا یہ واقعہ جنگ خیبر میں مہابا کے موقع پر ہوا۔ (علامہ آؤسی کہتے ہیں) اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے ابن جزری نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی احمد بن داؤد ہے امام دارقطنی نے اس کے متعلق کہا کہ یہ منزوک الحدیث اور کذاب ہے اور امام ابن سبان نے کہا یہ حدیث گھڑانا تھا، علامہ ابن جزری نے کہا یہ حدیث باطل ہے جس شخص نے اس کے موضوع ہونے کی طرف توجہ نہیں کی اس نے صرف اس کی ظاہر فضیلت کو دیکھا اور یہ نہیں دیکھا کہ اس حدیث کا کوئی نامہ نہیں ہے کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد نازعہ عمر گئی اور سورج کے ڈھانے سے وہ اٹھ نہیں ہوگی۔

شیخ ابن تیمیہ نے رواہن کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اس رسالہ میں اس حدیث کی نام اسناد اور راویوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ کھلے کہ یہ حدیث موضوع ہے، امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، امام طبرانی نے مجمع کبیر میں اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، اسی طرح شیخ الاسلام ابن العزاقی نے شرح الترتیب میں اس کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ قدر سے مختلف ہیں اور ابن مردود نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور احمد بن صالح یہ کہتے تھے کہ جو شخص علم بالحدیث حاصل کرنا چاہتا ہو وہ حضرت اسماء کی حدیث سے فائل نہ رہے کیونکہ یہ نبوت کی علامات میں سے ہے، اسی طرح یوم نضح پر روش کی حدیث میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ موضوع ہے، علامہ ابن جزری نے اس کی صحت کا دعویٰ کیا ہے اسی طرح تافلہ مراجع کے موقع پر سورج کے ٹھیرانے کی بھی انھوں نے صحت کا دعویٰ کیا ہے۔ (علامہ آؤسی کہتے ہیں) میرا گمان یہ ہے کہ تافلہ کی حدیث کی صحت کے متعلق اختلاف ہے اور یہ صراحتہ مردود نہیں ہے، کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مہراج کو لائی گئی، اور آپ نے قوم کو اس کی خبر دی اور قافلہ کی علامات بتائیں تو لوگوں نے پوچھا تافلہ کسے گا تو آپ نے فرمایا بدھو تافلہ ائے گا اس دن کفار تشریش تافلے کا انتظار کر رہے تھے، دن چھینے لگا اور قافلہ آیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن کا کچھ وقت بڑھا دیا گیا اور سورج کو ٹھہرا دیا گیا اور سورج کو ٹھہرانا اور بات ہے اور اس کو پٹانا اور چہیز ہے اور اگر اس موقع پر سورج پٹایا یا مانا تو تشریش اس دفعہ ہی جی کہتے جو انھوں نے جائز تشریح ہونے کے موقع پر کہا تھا۔ حالانکہ ان کا ایسا قول منقول نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ نازعہ میں برکت تھی جس کو صوفیاء نازعہ زمان کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں اگرچہ اکثر لوگ اس کو نہیں سمجھتے، حضرت برشع علیہ السلام کا واقعہ ہی اسی طرح تھا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ صرت برشع بن لون کے لیے سورج کو ٹھہرا دیا گیا تھا اور یہ تصد شہر

ہے اور یہ حدیث سب کے نزدیک صحیح ہے اور یہ روشنی کے باقی واقعات کے معارضی ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو سورج ٹھہرانے یا لوٹانے کے واقعات ہیں ان پر جو حضرت یروشع کی حدیث سے اعتراف ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یروشع کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ میرے ملائکہ کسی نبی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا یا سورج حضرت یروشع علیہ السلام کے یا یہ جواب دیا جائے گا کہ مشکل عموم کلام میں داخل نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تو روشنی ثابت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ فی نفع منع ہے۔ جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور قرآن مجید کی آیت کو روشنی پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ امام رازی نے دلائل سے واضح کیا ہے۔

علامہ ابن حجر ہمتی نے تحفہ میں لکھا ہے کہ اگر غروب کے بعد سورج لوٹ آئے گا تو وقت بھی لوٹ آئے گا جیسا کہ علامہ ابن عماد نے ذکر کیا ہے، علامہ زرکشی نے اس سے اختلاف کیا ہے لیکن بہترین ترجیح علامہ ابن عماد کی ہے اور وقت کا لوٹ آنا معجزہ کے منافی نہیں ہے، کیونکہ سورج کا لوٹ آنا ہی آپ کا معجزہ ہے اور سورج کے لوٹ آنے سے وقت کا باقی رہنا حکم شرع سے ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کر کے پڑھی بلکہ سورج کو لوٹایا ہی اس لیے گیا تھا کہ آپ کی یہ نماز ادا ہو جائے۔

علامہ اوسمی لکھتے ہیں کہ فقہاء احناف کے نزدیک وقت کے لوٹ آنے سے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہے البتہ میں نے علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی کی تفسیر میں یہ دیکھا ہے کہ وقت لوٹ آنے سے نماز ادا ہوتی ہے اور وہ فقہاء احناف کے بہت بڑے عالم ہیں، وقت لوٹنے کے بعد نماز ادا ہوتی ہے یا قطعاً اس میں فقہاء نے بہت بحث کی ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

معجزہ روشنی کے متعلق مفسرین کی آراء | قصہ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کے واپس لانے کا ذکر ہے، غزوہ خندق کے موقع پر بھی حضور کے لیے وہ واپس لایا گیا، اور حضرت علی کے لیے بھی جبکہ حضور ان کی گود میں سر رکھے ہوئے سو رہے تھے امدان کا نماز عصر قطار ہو گئی تھی، حضور نے مسجد کی واپسی کے لیے دعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا، لیکن ان روایات سے استدلال اس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کے لیے انہیں پیش کیا گیا ہے، حضرت علی کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان کے تمام طرق اور رجال پر بحث کر کے ابن تیمیہ نے اس کو موضوع ثابت کیا ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ بلا شک و شبہ موضوع ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے۔

معجزہ روشنی کو رد کرنے کے لیے سید ابوالاعلیٰ مودودی نے وہی دلائل ذکر کیے ہیں جن کو علامہ اوسمی نقل کر کے ان کا جواب لکھ چکے ہیں، ہم اس مسئلہ کی مکمل وضاحت کے لیے علامہ قرطبی کی رائے نقل کر رہے ہیں:

۱۔ علامہ شہاب الدین ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۲۰۰ھ، روح الباقی ۵/۲۳ ص ۱۹۲-۱۹۳، مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت۔
 ۲۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۰۲ھ، تاریخ العربیہ، ترجمان القرآن لاہور، ص ۱۸۳۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی روٹھس کا واقعہ پیش آیا ہے، امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں دو سندوں کے ساتھ حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہو رہی تھی اور آپ کا مہر حضرت علی کی گردن میں تھا، حضرت مسلی نے نازِ عصر نہیں پڑھی تھی کہ سورج غروب ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے علی کی ماتم نے ناز پڑھ لیا ہے، انھوں نے کہا نہیں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا، اس پر سورج ٹوٹا دے؟" حضرت اسما بنتی ہیں میں نے سورج کو غروب ہونے دیکھا تھا پھر میں نے دیکھا کہ سورج پہاڑوں اور زمین پر طلوع ہوا، یہ واقعہ خیر میں مقام مہربا پر پیش آیا، امام طحاوی نے کہا یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔ ۱۷

میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی کی توثیق کے بعد علامہ ابن جوزی اور شیخ ابن تیمیہ کی مہرج کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
مبغزہ رد شمس کے متعلق محدثین کی آراء | حافظ ابن حجر مستطانی لکھتے ہیں: ابن اسحاق کی مناسی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ مہراج کی صبح کو جب کفار قریش کو یہ خبر دی کہ آپ نے ان کا نافر دیکھا ہے اور وہ طلوع آفتاب کے ساتھ آج جانے کا پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی حتیٰ کہ نافر اُٹے تک سورج ٹھہرا رہا، یہ حدیث متقطع سے لیکن امام طبرانی کی اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر متاخر ہو گیا، اس حدیث کی سند حسن ہے اور منہ احمد میں جو روایت ہے کہ حضرت پریش کے سوا اور کسی کے لیے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اور کسی کے لیے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت پریش کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج ٹھہرایا گیا ہو، اور امام طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے اور حضرت علی کی نازِ عصر فرمت ہو گئی تو سورج ٹوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی نے نازِ پڑھ لی اور اس کے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپ کا بہت عظیم مبغزہ ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں خطا دکھائی ہے واللہ اعلم۔ البتہ تا ماضی عیاض نے جو یہ نقل کیا ہے کہ یوم خندق کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو ٹوٹا دیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ نے عصر کی ناز پڑھ لی تو اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ آپ کے لیے روٹھس کا تیسرا واقعہ ہے۔ ۱۸

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نافر اُٹے کی خبر دی تو سورج کو ٹھہرایا گیا، اور تا ماضی عیاض نے یوم خندق کو بھی روٹھس کا واقعہ نقل کیا ہے اور امام حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی روٹھس کا واقعہ اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں لکھا ہے کہ احمد بن حنبل

۱۷۔ علامہ ابوسعید ابن محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۱۹۵، مطبوعہ انتشارات مہر و امین، ۱۳۸۶ھ

۱۸۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۲-۲۲۱، مطبوعہ دار نشر کتاب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

مقبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے آگ نازل ہو کر اس مالِ غنیمت کو کھا لیتی تھی اور آگ کا نازل نہ ہونا اس جہاد کی عدم مقبولیت کی علامت تھی، اور عدم مقبولیت کا ایک وجہ اس مالِ غنیمت میں خیانت کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنا فضل اور احسان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس امت پر مالِ غنیمت حلال کر دیا، اور اب اگر کوئی شخص مالِ غنیمت میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر سزا فرمائے اور اس کی پر وہ پوشی فرمائے اور آسمانی آگ کی وجہ سے اس کی شرمندگی اور سزائی نہیں ہوتی، سو ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثناء ہے۔

مالِ غنیمت میں قیدی بھی شامل ہوتے ہیں اور بطور یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ ان کو بھی کھا جاتی تھی لیکن یہ بات مبہم ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ آگ بجڑوں اور جگ نہ کرنے والی حد توں کو بھی کھا جاتی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مستحق ہوں اور استثناء کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی اسرائیل کے تویشی اور غلام ہوتے تھے اگر جگ میں ان کے قیدی نہ ہوتے تو تویشی اور غلام کیسے ہو سکتے تھے، البتہ اس پر یہ اشکال ہے کہ ان کی شریعت میں جہاد کو بھی غلام بنایا جاتا تھا اس لیے تویشیوں اور غلاموں کا ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ قیدیوں کو رہائی رکھا جاتا ہو۔ علامتیں نے لکھا ہے کہ سابقہ امتوں میں مالِ غنیمت کو آگ اس لیے کھا نہ تھی تاکہ ان کا جہاد مالِ غنیمت کے لیے نہ ہو بلکہ خالص اللہ کے لیے ہو اور اس امت پر مالِ غنیمت اس لیے حلال کیا ہے کہ اس امت میں غنیمت غالب ہے۔

اس باب کی حدیث کے دیگر فوائد
 اس حدیث میں اس کا بھی ثبوت ہے کہ بعض نادانوں کے نقل سے پڑھی جماعت کو سزا ملتی ہے اور یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعض احکام امر بالمعروف نہ ہوتے ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے کیونکہ مالِ غنیمت سے چوری کرنے والے کے خلاف کوئی ظاہری شہادت اور ثبوت نہیں تھا اور کبھی انبیاء علیہم السلام کے احکام ظاہری جنت پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے تم میرے پاس مقدمات کے نہ آتے ہو الحدیث۔ علامہ ابن بطال نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مشرکین کے اموال کو جلا ناجائز ہے اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ معلوم شریعت سابقہ میں تھا اور اس امت کے لیے مالِ غنیمت حلال ہونے کے حکم سے یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مسلامہ ابن بطال پر بھی مغلط نہیں تھی ان کے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ جب مالِ غنیمت کو آگ کھا سکتی ہے تو جب ان کے مال کو حاصل کرنے کی کوئی سہیل نہ ہو تو اس کو جلا ناجائز ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر کوئی تصریح نہیں ہے بلکہ اصل بنو تغلیب کو جلا مانے میں اس کی تائید ہے۔

علامہ دشتانی ابی ناگی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر مہمان لوگوں کے سپرد کرنے چاہئیں جو زیادتی معاملات میں مشغول نہ ہوں اور ان کا دل و داغ گھر بجز دمہ داروں اور ادا و حاجی معاملات میں الجھا ہوا نہ ہو۔

- ۱۔ حافظ خباب الدین احمد بن علی بن عمر مستوفی مترقی ۸۵۲ھ، فتح ابارک ج ۶ ص ۲۲۴-۲۲۳، مطبوعہ دار نشر مکتبہ الاسلامیہ لاہور۔
 ۲۔ حافظ بدرالدین ابو سعید محمد بن احمد بنی مترقی ۸۵۵ھ، صفة القاضی ج ۱ ص ۴۳-۴۴، مطبوعہ ادارۃ المطابع المیزبیتہ ۱۳۳۸ھ۔
 ۳۔ حافظ مشہب ابی ہریرہ بن احمد بن علی بن عمر مستوفی مترقی ۸۵۲ھ، فتح ابارک ج ۶ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار نشر مکتبہ الاسلامیہ لاہور۔
 ۴۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن خالد دشتانی ابی ناگی مترقی ۸۲۸ھ، اکال لاکل المسلم ج ۵ ص ۵۸، مطبوعہ دار نشر مکتبہ الطیبیہ بیروت۔

بَابُ الْأَنْفَالِ ۵۸۸

غنیمت کا بیان

۲۲۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَمَائِكَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخَذَ آيَةَ مِنَ الْخُمْسِ سَيْفًا فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَبْ لِي هَذَا فَأَجَبَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ -

۲۲۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَمَائِكَ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَزَلَتْ فِي آيَةِ بَعْثِ آيَاتٍ أَصَبْتُ سَيْفًا فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَقِلْنِيهِ فَقَالَ ضَعُهُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعُهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ نَقِلْنِيهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ ضَعُهُ فَقَامَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَقِلْنِيهِ أَوْ جَعَلُ كَمَنْ لَا غَنَاءَ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعُهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ قَالَ فَتَزَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ -

۲۲۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ الْأَخِيِّ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْرَةً قَاتَانًا فِيهِمْ قَبْلَ نَبِيِّ

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مال خمس میں سے ایک تلوار نکالی اور اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا مجھے یہ تلوار بہرہ کر دیجئے، آپ نے اس سے انکار فرمایا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) آپ سے یہ لوگ انفال کے بارے میں پوچھتے ہیں: آپ کیسے انفال اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

مصعب بن سعد کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے متعلق چار آیات نازل ہوئیں، ایک مرتبہ میں نے ایک تلوار پائی میں اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ! یہ تلوار مجھے عنایت فرمادیں آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو پھر جب میں کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اٹھائی تھی، پھر میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تلوار مجھے دے دیجئے آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو، میں نے پھر کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ مجھے دے دیجئے، کیا میں ان لوگوں کی طرح کیا جاؤں گا جن کا اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تلوار کو وہیں رکھ دو جہاں سے اس کو اٹھایا تھا، پھر یہ آیت نازل ہوئی: یہ لوگ آپ سے انفال کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ کیسے انفال اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک شہر تیرہ رجوٹا لشکر بھیجا جس میں میں بھی تھا، انہیں وہاں مال غنیمت میں بہت کچھ ملا اور اس میں سے ایک کے حصہ میں بارہ ہاتھ لگایا اور

إِبِلًا كَثِيرَةً فَكَانَتْ سَهْمًا لَهُمْ أَثْنَى عَشَرَ
بَعِيرًا أَوْ أَحَدَ عَشَرَ بَعِيرًا وَتَقَلُّوا
بَعِيرًا بَعِيرًا -

گیارہ اونٹ آئے اور ایک ایک اونٹ زائد ملا۔

۲۲۲۲ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ
أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ تَافِعِ بْنِ عَمْرِو بْنِ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَعَثَ سَرِيَّةً قَبْلَ تَبَدُّدِ فِيهِمْ أَبُو
عَمْرٍو وَأَنَّ سَهْمَانَهُمْ بَلَغَتْ أَثْنَى عَشَرَ
بَعِيرًا وَتَقَلُّوا إِسْوَى ذَلِكَ بَعِيرًا فَلَمْ يُعَيِّرَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک سربتہ روانہ کیا اس میں ابن عمر بھی تھے، اس میں ان کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے اور اس کے علاوہ ایک اونٹ زائد ملا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقسیم میں کوئی تغیر اور تبدیل نہیں کیا۔

۲۲۲۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعْدٍ وَعَمِيدُ الرَّحِيمِ بْنُ
سَلِيمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ تَافِعِ
بْنِ عَمْرِو قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى تَبَدُّدٍ فَجُرْتُ
فِيهَا فَأَصَبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا
فَبَلَغَتْ سَهْمَانَنَا إِثْنَى عَشَرَ
بَعِيرًا أَثْنَى عَشَرَ بَعِيرًا وَتَقَلُّنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا بَعِيرًا -

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک سربتہ روانہ کیا، میں بھی اس کے ساتھ گیا، وہاں ہم کو بہت سے اونٹ اور بکریاں ملیں، ہمارے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک ایک اونٹ زائد دیا۔

۲۲۲۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَدَّادٍ عَنْ حَزْبِ
وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بِهَذَا
الْإِسْتِثْنَاءِ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۲۲۲۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو التَّيْبِعِ وَأَبُو
كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي
وَحَدَّثَنَا أَبُو الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو
عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى
تَافِعِ أَسْأَلُهُ عَنِ الثَّقَلِ وَكَتَبَ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین اور سندیں بیان کیں۔

إِلَى أَنْ ابْنَ عَمَرَ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ ح
وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ
أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى ح وَ
حَدَّثَنَا هُرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا
ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ ابْنُ سَيْدِ
كُلْمٍ عَنْ تَافِعٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ
حَدِيثِهِمْ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ مال غنیمت کے خمس میں سے جو ہرالا حصہ نکلتا تھا،
اس کے علاوہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مال
عطا فرمایا میرے حصہ میں ایک "شارف" آیا اور شارف
بڑی عمر کا اونٹ ہوتا ہے۔

۲۲۲۸ - وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ
وَعَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَالتَّفْطُلِيُّ سُرَيْجٌ قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ يُونُسَ
عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ
نَقَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَفْلًا سَوِيًّا نَصَبْنَا مِنَ الْخُمْسِ فَأَصَابَنِي
شَارِفٌ وَالشَّارِفُ الْمِسْنُ الْكَبِيرُ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیرتہ کو مال غنیمت دیا
باقی حدیث ابن رجاہ کی روایت کی طرح ہے۔

۲۲۲۹ - وَحَدَّثَنَا مَتَاذُ بْنُ السَّرِيِّ
حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ
بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح كَلَامًا
عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ بَلَغَنِي
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَقَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً يَنْحُو حَدِيثِ
ابْنِ رَجَاءٍ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیرتہ کے بعض مجاہدین کو
مال غنیمت میں سے ان کے حصہ کے علاوہ خصوصیت کے
ساتھ بھی کچھ عنایت فرماتے تھے اور پورے لشکر کے
لیے خمس واجب تھا۔

۲۲۵۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ
شُعَيْبٍ بِنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي
قَالَ حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ
شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ
يُنْقِلُ بَعْضَ مَنْ يَتَّبَعُكَ مِنَ السَّرَايَا
لِيُنْفِسَهُمْ خَاصَّةً سَوِيًّا قَسْمًا عَامَّةً
الْجَيْشِ وَالْخُمْسِ فِي -

وَاجِبٌ كَلِمَةٌ -

اس باب کا احادیث میں نقل اور غنیمت کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ہم غنیمت اور فقیہ کی تفصیل اور تحقیق بیان کر رہے ہیں۔
 علامہ ابن اثیر جذیری لکھتے ہیں: احادیث میں نقل اور انفال کا ذکر بکثرت آیا ہے، اس کا معنی زیادتی ہے، نقل عبادت کو نوافل اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ نوافل پر زائد ہوتی ہیں حدیث میں ہے لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل "بندہ نوافل کے ساتھ ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے" اور زاد المعاد کی حدیث میں ہے لو فعلتھا بقیة لیلة ہذہ "کاش آپ اس بات کو کباتی حصہ میں ہم کو نقلی ناز پڑھاتے" ایک اور حدیث میں ہے:

ان المغانہ کانت عمرہ علی الامم قبلنا
 فنقلها اللہ تعالیٰ ہذہ الامم -
 نئے اس امت کو مال غنیمت کی زیادتی عطا فرمائی ہے۔
 نقل کا معنی مال غنیمت ہے۔ لے

بعض صحابہ میں کرمال غنیمت سے بالخصوص کچھ زیادہ مال (بطور عطیہ یا انعام) دینا نقل ہے
 اگر یا لشکر کا امیر کہے جس نے فلاں چیز کو حاصل کر لیا اس کو اس چیز کا چوتھا حصہ یا تیسرا
 حصہ ملے گا یا وہ چیز اس کو مل جائے گی، یا جس نے کسی شخص کو نقل کر دیا تو اس سے چھینا ہوا مال اس کو مل جائے گا، یا
 کسی لشکر سے کہے جو مال تم نے حاصل کیا وہ تمہارا ہے، یہ نقل ہے اس کو نقل اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حصہ مال
 غنیمت پر زائد ہوتا ہے۔ لے

تنزیل میں مذاہب فقہاء
 تنزیل کے جواز پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

یا ایہا النبی حرص المؤمنین علی القتال
 (انفال: ۶۵)
 اے نبی ایمان والوں کو (کا فزوں سے) قتال

پر برا بھلا نہ کہتے
 تمام اعمال میں تنزیل جائز ہے خواہ سونا، چاندی جو یا سلب ہو، مقتول کا مال، مثلاً اس کے پیڑے، اس کے ہتھیار
 اور اس کی سواری بالاتفاق سلب ہیں اور اگر دوسری سواری پر مقتول کا غلام، جو با دوسری سواری پر اس کے ساتھ اور اس مال
 ہوں تو فقہاء حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ مال غنیمت ہے، فقہاء مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک سلب حاصل کرنے
 کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے اور فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک قاتل مقتول کے مال کو ہر مال میں حاصل کرنے
 کا گواہ حدیث میں ہے: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی قتادہ قال قال رسول اللہ صلی
 حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

۱۔ علامہ محمد بن اثیر الجندی مترقی ۶۰۶ء، نہایت ۵۵ ص ۹۹، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات ایران، ۱۳۶۳ء
 ۲۔ ڈاکٹر و ثمرہ زملی الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶ ج ص ۲۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ء

اللہ علیہ وسلم من قتل قتیلًا لہ علیہ
بینۃ فلہ سلبہ - ۱۰

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی (کافر) کو قتل کیا اور اس کے پاس اس پر شہادت ہو تو اس کا سلب اس کو ملے گا۔

ان دونوں فریقوں میں اختلاف کا نشاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "جو شخص کسی (کافر) کو قتل کرے اس کو اس کا سلب ملے گا" آیا آپ نے یہ حکم بحیثیت امیر دیا تھا یا یہ آپ نے ایک شرعی حکم بیان کیا ہے؟ فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ قاتلوں کو مقتولین کا سلب صرف یوم حنین کو دیا گیا تھا، اس لیے بعض مجاہدین کی سلب کے ساتھ خصوصیت امام کے اجتناد پر موقوف ہے، اور یہ صرف امیر کی سیاست کی جہت سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت امیر کے جو تصرفات کیے ہیں اس قسم کے تصرفات میں ہر زمانہ کے امیر کی اجازت ضروری ہے۔

فقہاء شافعیہ اور خابلیہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کو جو بطور انعام دیا ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شرعی حکم بیان کیا ہے اور بحیثیت امیر یہ حکم نہیں دیا اور ہر وہ حکم جس کو آپ نے یہ طریق فتویٰ اور تبلیغ بیان کیا ہو اس میں قاضی کی تضاد اور امام کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے: "جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو کاشت کیا وہ اس کا مالک ہے" اس میں بھی یہی اختلاف ہے فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک کوئی شخص امیر کی اجازت کے بغیر اس زمین کا مالک نہیں ہوگا اور فقہاء شافعیہ اور خابلیہ کے نزدیک محض کاشت کرنے سے وہ شخص اس زمین کا مالک ہو جائے گا۔

فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک تنقیل اس قتل میں جاری ہوتی ہے جو مباح ہو اس لیے اگر کوئی شخص غیر جنگجو افراد مثلاً بچہ، عورت، مجنون وغیرہ کو قتل کر دے تو وہ نفل

تنقیل کی شرائط

کا مستحق نہیں ہوگا۔ تنقیل کے جواز کی یہ شرط ہے کہ مجاہدین کے ہاتھوں میں مال غنیمت پہنچنے سے پہلے ان کو نفل (انعام) دیا جائے اور اگر مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا تو اب صرف خمس سے ان کو انعام دیا جاسکتا ہے۔

تنقیل کا حکم اس میں شریک نہیں ہوتے لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب مسائل دارالاسلام میں پہنچ جائے تب مال پر ملکیت مکمل ہوتی ہے اور امام محمد کے نزدیک دارالاسلام میں مال پہنچنے سے پہلے ہی ملکیت مکمل ہو جاتی ہے۔ ۱۱

تنقیل میں فقہاء احناف کا نظریہ ہے کہ علماء علامہ کا سانی حنفی لکھتے ہیں: تنقیل یہ ہے کہ امام یہ کہے کہ جس شخص یا سرتیہ نے فلاں چیز کو حاصل کر لیا تو اس کو

تنقیل میں فقہاء احناف کا نظریہ

۱۰۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ۲ ج، ص ۸۷، مطبوعہ دارالحدیث، کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۱۔ مکالمات علامہ ابوبکر بن سعد کا سال ۱۹۷۱ء، ص ۱۵۱، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۹۷۱ء

اس چیز کا پتہ لگایا تائی لے گا یا وہ پھرتل جائے گی یا کہ جس نے کسی شخص کو قتل کر دیا تو اس کا سلب اس کو ملے گا، یہ اس لیے جائز ہے کہ یہ قاتل پر برا بھلا کرنے کی تمھیں ہے اور یہ شرط نبوت میں سمجھ ہے، اللہ عزوجل شانہ فرماتا ہے: یا ایہا النبی حرض المؤمنین علی القتال ۱۰۱ نے نبی مسلمانوں کو جنگ پر برا بھلا کرنے سے منع کیا، اللہ عزوجل فرماتا ہے: سزاوار نہیں کہ وہ جنگ سے حاصل شدہ تمام مال کو بطور انعام (تغلیل) دینے کا اعلان کر دے کیونکہ اس میں دوسرے مجاہدین کی حق تلفی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی وقت یہ جنگی مصلحت کا تقاضا ہو تو پھر جائز ہے۔

تغلیل کے دو حکم ہیں ایک یہ کہ نفل صاحب نفل کے ساتھ منقص ہوتا ہے یعنی جس مجاہد کو کسی کا نام نہ کی وجہ سے انعام دیا گیا ہے اس انعام میں دوسرے افراد شریک نہیں ہوتے، دوسرا حکم یہ ہے کہ نفل میں خمس واجب نہیں ہوتا کیونکہ خمس اس مال قیمت میں واجب ہوتا ہے جو تمام مجاہدین میں مشترک ہوتا ہے اور نفل کو امام کسی ایک شخص کے ساتھ منقص کرنا ہے۔ لہ

فنے کا لغوی اور شرعی معنی | علامہ ابن اثیر الحمیری کہتے ہیں نے کا معنی ہے لوٹنا اور پھینا۔ اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے اموال کفار میں سے جو مال مسلمانوں کو بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوا ہو بلکہ ڈاکٹر و بزرگ صحابی کہتے ہیں: فی وہ مال ہے جو کفاروں سے بغیر جنگ کے حاصل ہو۔ جو مال صلعت حاصل ہو جسے جزیہ اور خراج وہ بھی مال ہے۔ مال نے میں تعریف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ قرآن مجید میں:

اور جو اموال اللہ تعالیٰ نے ان (کافروں) سے

وما آفأ اللہ علی رسولہ منہم فمأ

(نکال کر) اپنے رسول پر پلٹا دینے تم نے تو ان پر اپنے گھوڑے دوڑائے تھے، راؤنٹے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے غلبہ عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ جو چاہے اس پر تھامے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اموال، ان بستیوں والوں سے نکال کر اپنے رسول پر دوڑا دیے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں اور رسول کے، قرابت واروں اور بیٹیوں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں تاکہ وہ اموال تمہارے مالداروں کے درمیان گردش کرتے رہیں۔

او جفتم علیہ من خیل ولا را کاب و لکن اللہ یسلط رسد علی من یشاء ط واللہ علی کل شیء قدیوۃ ما آفأ اللہ علی رسولہ من اهل القرۃ واللرسول ولذی القربی والیتیمی والمسلکین و ابن السبیل لکی لا یكون دولۃ بین الاغنیاء منکر ط۔

(احتساب: ۶۷-۶۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بزرگ صحابی کے اموال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور نفع عطا فرمائے تھے۔ اور یہ صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھے، آپ ان اموال میں سے اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کا خرچہ دیتے تھے اور باقی مال کو جنگی سواروں کے لیے خرچہ کرتے تھے۔

۱۔ حکم العلماء علامہ ابوبکر بن سعید کسانانی حنفی حنفی ۵۸۰ھ، جلد ۱، صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید، ایڈیشن کراچی ۱۳۰۰ھ

۲۔ علامہ محمد بن اثیر الحمیری سنو ۶۰۲ھ، جلد ۲، صفحہ ۴۸۳۔ مطبوعہ مکتبہ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۲ھ

۳۔ ڈاکٹر ذہب زین العلق الا سلامی اور لٹ ۶۷ ص ۲۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۰۰ھ

فے کے حکم میں فقہاء احناف کا منظر یہ | ملک العلماء علامہ کا سالی حنفی کھتے ہیں: فے اس مال کو کہتے ہیں

اموال مسلمانوں کے امیر کی طرف سفارت کے ذریعے بھیجے جاتے ہیں یا وہ اموال جو اہل حرب سے کسی عہد کی بنا پر لیے جاتے ہوں۔ اس مال سے غنم نہیں یا جاتا، کیونکہ غنم اس مال سے یا جاتا ہے جو کفار سے ہذریہ جنگ حاصل کیا گیا ہو۔

مال فے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعمرات کے ساتھ خاص ہے خواہ آپ اپنے اوپر خرچ کریں یا جن لوگوں پر آپ خرچ کرنا چاہیں ان کے اوپر خرچ کر دیں۔ اسی وجہ سے اموال فذک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھے کیونکہ ان کے حصول کے لیے صحابہ نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے، کیونکہ روایت ہے کہ جب اہل فذک کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خیبر سے جلا وطن کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاہدہ پر صلح کر لی کہ وہ وہاں کی زمینوں پر کاشت کاری کریں گے اور پیداوار کا نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد کے حکام میں یہ فرق ہے کہ یہ اموال فے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچ کے لیے ہوتے تھے اور بعد کے اموال فے آتے ہیں وہ عام مسلمانوں پر خرچ کے لیے ہوتے ہیں، کیونکہ یہ فتوحات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے تھیں جیسا کہ آپ نے فرمایا: میری اس چیز سے مدد کی گئی ہے کہ دو ماہ کی مسافت تک میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے۔

ذکورہ صدر قاعدہ کا بناء پر یہ اختلاف ہے کہ اگر کوئی حربی (اس سے مطلقاً کافر و نہیں) امان مال کیے بغیر دارالاسلام میں داخل ہو جائے۔ اس کو کوئی مسلمان پکڑے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے حاصل شدہ مال جماعت مسلمانوں کے لیے ہوگا اور اس کو پکڑنے والے کے ساتھ خاص نہیں ہوگا اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وہ مال پکڑنے والے کے ساتھ متعلق ہوگا، صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اس مال کی ملکیت کا سبب اس حربی کو پکڑنے والے کے ساتھ خاص ہے۔ اس لیے اس سے حاصل شدہ مال بھی اسی کے ساتھ خاص ہونا چاہیے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ عام مسلمانوں کی ملکیت کے ثبوت کا ایک سبب اس جگہ متحقق ہو گیا جو ملکیت کی استعداد رکھتا ہے اور وہ محل مباح ہے لہذا حربی کا یہ مال تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوگا، جیسا کہ ایک جماعت ہی کر کسی شکار کو پکڑے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ حربی دارالاسلام میں داخل ہوا تو اس پر تمام دارالاسلام کے مسلمانوں کا قلبہ ثابت ہو گیا کیونکہ دارالاسلام ان سب کے قبضہ میں ہے اور جو چیز دارالاسلام میں آجائے اس پر ان سب کا قبضہ ہوگا۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جب تک اموال کفار دارالاسلام میں ہوں اس وقت تک ان پر غنائم کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی تاؤ فیکہ ان اموال کو دارالاسلام میں منتقل نہ کر لیا جائے یعنی فے کی تمام تحصیل، تحقیق اور بیان مذاہب باب نمبر ۵۹۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مال غنیمت کا لغوی معنی اور شرعی تفسیر | غنیمت کا لغوی معنی ہے کسی چیز کا بغیر محنت اللہ شقت کے حاصل ہونا، علامہ ابن اثیر الحنبلی کہتے ہیں: مسلمانوں نے جنگ کے

ذریعہ گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر حربیوں کا جو مال حاصل کیا ہو اس کو مال غنیمت کہتے ہیں۔ ۱۷

۱۷۔ ملک العلماء علامہ ابو بکر بن سعد کا سالی حنفی متون، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵

ڈاکٹر و سید زبیلی کہتے ہیں: اہل حرب کا ہر مال جنگ سے حاصل کیا جائے وہ مال غنیمت ہے۔ لہٰذا
 ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی مکتبے نے: جو سامان اہل حرب کو مغلوب کر کے حاصل کیا جائے وہ سامان جہاد سے نزدیک
 مال غنیمت ہے، اور زور اور غلبہ صرف قوت جنگ سے متعلق ہوتا ہے، یا تو حقیقتہً قوت جنگ ہو یا حکماً جو وارد وہاں
 کی اجازت ہے امام شافعی کے نزدیک اہل حرب سے جس طرح بھی مال حاصل کر لیا جائے وہ مال غنیمت ہے، ان کے
 نزدیک اس میں عسکری طاقت اور قوت جنگ کا ہونا شرط نہیں ہے۔ مثلاً ایک جماعت اسلحہ کے ساتھ دارالحرب
 میں داخل ہوئی اور انھوں نے حربیوں کا مال حاصل کر لیا تو اس مال میں سے مال غنیمت کو اجاڑا نکالا جائے گا خواہ وہ امام
 کی اجازت سے داخل ہوئے ہوں یا امام کی اجازت کے بغیر کیونکہ انھوں نے اسلحہ کے بل پر غالب آکر مال حاصل کیا
 ہے اور اسلحہ حقیقتہً فوج کے قائم مقام ہے اور ظاہر الروایہ کے مطابق کم از کم فوج کی تعداد چار سے کیونکہ نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین اصحاب چار ہیں اور امام البرہسیت سے لڑی کی روایت ہے۔ اور اگر کوئی شخص بغیر چاروں
 کے امام کی اجازت سے دارالحرب میں داخل ہوا تو اس کا حاصل کیا ہوا مال ظاہر الروایت کے مطابق مال غنیمت ہوگا۔
 کیونکہ امام کی اجازت عسکری طاقت اور فوجی قوت کے قائم مقام ہے، اور اگر کوئی شخص امام کی اجازت اور اسلحہ کے بغیر
 دارالحرب میں داخل ہوا تو اس کا حاصل کیا ہوا مال، مال غنیمت نہیں ہوگا کیونکہ اس کے پاس قوت جنگ اور غالب آنے
 کی طاقت اصلاً نہیں ہے، اس کے پاس باضابطہً اسلحہ ہے نہ اس کو امیر کی اجازت اور تائید و حمایت حاصل ہے۔ اور
 امام شافعی کے نزدیک یہ مال بھی مال غنیمت ہے، لیکن ہمارا قول صحیح ہے کیونکہ غنیمت کا معنی ہے وہ مال جس کو اہل
 حرب سے حاصل کیا جائے اور اس مال کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں قرآن
 مجید کی اشارت النہی سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا
 أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ۔
 (حشمت: ۶)

اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک مسلمان کسی مال کے حصول کے لیے گھوڑے
 اور اونٹ نہ دوڑائیں اس وقت تک یہ مال، مال غنیمت نہیں ہوگا، اور اہل حرب کے مال کو گھوڑے اور اونٹ دوڑا
 کر حاصل کرنا صرف جنگی اور دفاعی قوت کے قبضہ ہی ممکن ہے اور جب دفاعی قوت حقیقتہً ہونے لگے تو پھر کسی
 مال کو قبضہ اور غلبہ سے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اور اس کے بغیر حاصل کیا ہوا مال، لشکارہ کی طرح مال مباح ہوگا۔ لہٰذا
 مفتوحہ علاقہ کی زمینوں اور ساز و سامان کا حکم امام شافعی کے نزدیک ہے، لہٰذا امام شافعی حنفی مکتبے نے: جب مسلمانوں
 مفتوحہ اترتین چیزیں ہیں ساز و سامان، زمین اور جنگی قیدی۔ ساز و سامان میں سے خمس (پانچواں حصہ) نکالا جائے

۱۔ ڈاکٹر و سید زبیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۶ ص ۴۵۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ
 ۲۔ ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی مکتبے نے، ج ۵ ص ۵۸۴، ج ۵ ص ۱۱۸-۱۱۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ

گا اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں گے اور ان میں امیر کا کوئی اختیار نہیں ہے، اور زمین میں امیر کا اختیار ہے اگر وہ چاہے تو زمین کا خمس نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم کر دے اور چاہے تو ان زمینوں کو خراج کے عوض ان کے مالکوں کے پاس رکھ دے اور زمین کے مالکوں کو ذمہ بنا دے بشرطیکہ وہ اہل ذمہ ہوں یعنی وہ اہل کتاب ہوں یا عجم کے مشرکین ہوں) اور ان لوگوں پر شخصی طور پر جزیہ عائد کرے اور ان کی زمینوں سے خراج وصول کرے، یہ ہمارا اور امام شافعی کا مذہب ہے اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کو خراج پر دینا جائز نہیں ہے بلکہ مجاہدوں پر تقسیم کرنا واجب ہے۔

امام کی مالک کی دلیل یہ ہے کہ اس زمین کو مجاہدین نے غلبہ سے حاصل کیا ہے اور زمین کے مالکوں کو زمین دینے سے مجاہدین کی حق تلفی ہوتی ہے پس جس طرح امیر کو مفتوحہ ساز و سامان پر اختیار نہیں ہے اسی طرح امیر کو مفتوحہ زمینوں پر بھی اختیار نہیں ہے۔ (علامہ کا سانی نے امام مالک کا یہ قول صحیح نقل نہیں کیا۔ صحیح یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک ان اراضی کو مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔)

ہماری دلیل یہ ہے کہ زمین کو خراج کے عوض دینے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سواد عراق (عراق کے دیہات اور بستیاں) کو فتح کیا تو آپ نے ان زمینوں کو ان کے سابق مالکوں کی ملک میں رکھنے دیا اور ان لوگوں پر جزیہ مقرر کیا اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا آپ نے تمام صحابہ کی موجودگی میں یہ فیصلہ کیا اور کسی صحابی نے اس سے اختلاف نہیں کیا سوا اس فیصلہ پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا۔

جنگی قیدیوں کے حکم کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات | میں سے کسی ایک کا اختیار ہے اگر امیر چاہے

تو جنگی قیدیوں کو قتل کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے قیدیوں میں سے عقبہ بن ابی معیط اور نضیر بن عمارت کو قتل کیا تھا نیز ان کو قتل کرنے میں مادہ فساد کو جڑ سے اکھاڑنا ہے، اور اگر امیر چاہے تو ان کو غلام بنائے کیونکہ اس سے ان کا شر دفع ہوگا اور اہل اسلام کو نفع حاصل ہوگا، اور اگر چاہے تو مشرکین عرب اور مرتدین کے ماسوا کو آزاد رکھنے دے اور ان سے جزیہ وصول کرے، ان قیدیوں کو واپس دارالحرب میں بھیجا جائز نہیں ہے کیونکہ اس اقدام سے کفار کو مسلمانوں کے خلاف قوت حاصل ہوگی، اور اگر قیدی مسلمان ہو جائیں تو پھر ان کو قتل نہ کرے البتہ ان کو غلام بنانا جائز ہے کیونکہ غلامی اسلام کے منافی نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قیدیوں کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ جائز نہیں ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہتے ہیں کہ مسلمان قیدیوں کو بطور فدیہ لے کر جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ اس اقدام سے مسلمانوں کو کاؤں کی قید سے رہائی دلانا ہے اور یہ کافر کو قتل کرنے اور اس کو غلام بنانے یا جزیہ لینے سے بہتر ہے، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ تبادلہ کی وجہ سے جنگجو کفار دارالحرب میں چلے جائیں گے اور دوبارہ مسلمانوں سے لڑیں گے اور جنگ کے شر کو دہر کرنا مسلمان قیدی کے چھڑانے سے بہتر ہے، نیز جب مسلمان قیدی ان کی قید میں ہوگا تو یہ صرف اس کے حق میں ابتداء ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اس سے خطرہ نہیں ہے اور جنگی قیدیوں کے تبادلہ کے بعد کافر جنگی قیدی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نہیں رہیں گے اور دوسرے مسلمانوں کی ضرورت ہو تو پھر ان کے بدلہ میں جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز نہیں ہے اور امیر کی یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو قیدیوں کی ضرورت ہو تو پھر ان کے بدلہ میں جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے، جس طرح جنگ بدر میں قیدیوں کو مذہب لے کر چھوڑ دیا گیا تھا، اور اگر کوئی قیدی مسلمان ہو جائے تو پھر اس کا مسلمان قیدی سے تبادلہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی نادمہ نہیں ہے، ہاں اگر وہ شخص تبادلہ پر راضی ہو اور اس کے اسلام کو خطہ نہ ہو تو پھر جائز ہے جنگی قیدیوں پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دینا بھی جائز نہیں ہے، اس کے برخلاف امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں بعض قیدیوں پر احسان کر کے انہیں چھوڑ دیا تھا، ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَشُرَكَائِهِمْ كُفْرًا بِآيَاتِ اللَّهِ قَتْلًا مُبْرَحًا** نیز ان کو قیدیوں میں رکھنے سے ان کو غلام بنانے کا حق حاصل ہوتا ہے اور کسی منقعت اور عوض کے بغیر اس حق کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے اور جو حدیث انہوں نے بیان کی ہے وہ منسوخ ہے۔ لہ

جنگی قیدیوں کو مال یا مسلمان جنگی قیدیوں کے بدلہ میں رکھا کرنے کی تحقیق | علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: امام

ابوحنیفہ سے ایک روایت تو یہی ہے کہ جنگی قیدیوں کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ جائز نہیں ہے، علامہ قدوسی اور صاحب ہدایہ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے جیسا کہ امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا قول ہے کیونکہ ان سب کے نزدیک اور قول کے علاوہ جنگی قیدیوں کو مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں چھوڑنا جائز ہے۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں جنگی قیدیوں کو چھوڑا ہے، امام ابوحنیفہ سے یہ روایت سیر کبیر میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی یہ روایت زیادہ ظاہر ہے، امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے جنگی قیدیوں کا تبادلہ جائز ہے اور تقسیم کے بعد جائز نہیں ہے، امام احمد کے نزدیک تقسیم سے پہلے اور بعد ہر صورت میں یہ تبادلہ جائز ہے۔ لہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک مسلمان جنگی قیدیوں کے بدلہ میں جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے، اور امام ابوحنیفہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اس لیے ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ کی اسی روایت پر عمل کرنا چاہیے اور جنگی قیدیوں کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کر لینا چاہیے۔

جنگی قیدیوں کو بلا مبادلہ اتنا اور احساناً رکھنے کی تحقیق | علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک جنگی قیدیوں کو بلا مبادلہ محض احساناً چھوڑنا جائز نہیں ہے، اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر امیر کے نزدیک اس میں مصلحت ہو تو پھر جائز ہے، امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لہ۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مینائی حنفی سنن ۵۹۳، ہدایہ اولین ص ۵۴۷-۵۴۷، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ مدینہ
 ۵۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی سنن ۸۶۱، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۲۰-۲۱۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ مدینہ

فاذا لقيتم الذين كفروا فاضربوا رقابهم
حتى اذا ثخنتموهم فمشدوا الوشاق
فاما من بعد واما فداء-

(محمد، ۲)

سو جب پہلا کافروں سے مقابلہ ہوا تو ان کی گردنیں
اتار دی گئی کہ جب تم ان کا گوبند بنا چکو تو ان (جنگی قیدیوں)
کو مضبوطی سے باندھو اور پھر خواہ مخواہ ان کے اعضاء چھوڑ
دو یا ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بحد کے کئی قیدیوں کو احساناً چھوڑ دیا ان میں سے ایک قیدی ابراہام
بن ابی الریح تھے، پناہچہ امام ابن اسحاق اور امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب
اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی
اللہ عنہا نے ابراہام کو چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا اور اس فدیہ میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت فدیہ رضی اللہ عنہا نے
حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جہیز میں رخصتی کے وقت دیا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو
آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے صحابہ سے فرمایا اگر تم مناسب خیال کرو تو اپنے قیدی کو زینب کی خاطر چھوڑ دو اور
زینب کا دیا ہوا فدیہ واپس کر دو، اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ
آپ نے ابراہام سے وعدہ لیا کہ وہ حضرت زینب کو آپ کے پاس روانہ کر دیں سو انہوں نے حضرت زینب کو آپ کے
پاس روانہ کر دیا، اور ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلب بن حنظل کو بھی بلا عوض احسان کر کے
چھوڑ دیا۔ مطلب بن حنظل کو حضرت ابراہیم انصاری رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا آپ نے اس کو رہا کر دیا۔ اسی طرح ایک
شخص کا کئی بیٹیاں تھیں اور وہ محتاج تھا آپ نے اس کو بھی بلا عوض چھوڑ دیا اس کا نام ابرو عترۃ الجبسی تھا آپ نے اس سے
یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپ کے غلام کسی کی مدد نہیں کرے گا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں کئی اشیاء کہے، پھر
وہ جنگ میں مشرکین کے ساتھ گرفتار ہوا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا، اور سب سے واضح
دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان بد بوزوہ
(بد کے قیدیوں) کی رانی کے لیے سفارش کرتا تو میں ان کو چھوڑ دیتا۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ کراچی) سو اگر جنگی قیدیوں
کو چھوڑنا جائز نہ ہوتا تو آپ اس طرح نہ فرماتے، مصنف (صاحب ہادی) نے یہ کہا ہے کہ ان تمام واقعات کا حکم سورہ توبہ کی
آیت اقتلوا المشرکین "مشرکین کو قتل کر دو" سے منسوخ ہے، یہ ٹھیک ہے کہ بدر کے یہ واقعات سورہ
توبہ نازل ہونے سے پہلے کے ہیں لیکن مصنف کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اقتلوا المشرکین "مشرکین کو
قتل کر دو" کا یہ حکم جنگی قیدیوں کے ماسوا کے لیے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانا بالاجماع جائز ہے
اگر ان کو قتل کرنا ضروری ہوتا تو ان کو غلام بنانا جائز نہ ہوتا اس سے واضح ہو گیا کہ مشرکین کو قتل کرنے کا حکم جنگی قیدیوں کے
ماسوا میں ہے اور یہ کہ جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر اور بلا معاوضہ احساناً چھوڑنے کے تمام واقعات غیر منسوخ ہیں اسی طرح
قرآن مجید کی آیت فاما من بعد واما فداء جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دیا فدیہ لے کر چھوڑ دیا بھی غیر منسوخ
اور حکم ہے۔ لہ

لے علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۵ ص ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ توحید و تہذیب سکس

marfat.com

غلام ابن ہمام نے جو معتقدانہ بحث کی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ جنگی قیدیوں کو مسلمان قیدیوں کے فدیہ میں یا مال کے فدیہ میں رکھنا جائز ہے جیسا کہ اکثر ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا مسلک ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کی بھی یہی روایت مختار ہے اور اگر مینا مناسب ہے تو جنگی قیدیوں کو بلا سادہ امتنا تا اور احسانا چھوڑنا بھی جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید کی نفس مریخ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

کیا موجودہ دور میں بھی جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے؟ | اس بحث سے یہ بھی واضح ہو غلام بنانا لازمی اور حتمی حکم نہیں ہے بلکہ برابر کی رائے اور صواب دید پر موقوف ہے اور اس کی اجازت اس لیے دی گئی تھی کہ پہلے دنیا میں عام جنگی چلن یہی تھا کہ فاتح قوم مفتوح قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا لیتی تھی اس لیے اسلام نے بھی یہ اجازت دی کہ اگر کوئی قوم مسلمانوں کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بناتی ہے تو مسلمان بھی اس قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا لیں۔ کیونکہ

اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ (شوری، ۲۰)

لیکن اب جبکہ دنیا سے غلامی کی لعنت ختم ہو چکی ہے اور کوئی قوم دوسری قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام نہیں بناتی تو اب کسی مفتوح قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لیے اب جنگی قیدیوں کو فدا مٹا بعد واما بعد اء کے حکم پر عمل کرتے ہوئے فدیہ لے کر یا بغیر فدیہ کے احسانا اور امتنا تا چھوڑ دینا چاہیے، اور چونکہ اسلام انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا داعی ہے اور عدل و احسان کا تعقیب ہے اور مسیحا علی اور کافر میں کا فرق سے آگے ہے اس لیے یہ کہنا بعید نہیں ہے کہ جب فریق مخالف جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا اور لو نہیں رکھتا تو مسلمانوں کے لیے بدرجہ اولیٰ ان کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں پہلے سے بتائے لوٹیریوں اور غلاموں کے متعلق احکام تو بیان کیے گئے ہیں لیکن جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی کہیں ہدایت نہیں دی، اس کے برخلاف ان کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رکھ کر لینے کی ہدایت دی ہے اور ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے جنگی چلن کے مطابق جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بھی بنایا تھا لیکن آپ نے ہر کے تمام جنگی قیدیوں کو ربا کر کے حسن عمل کی مثال قائم کی ہمیں کو فدیہ لے کر ربا کیا اور بعض کو بلا فدیہ ربا کیا اور "فاما منا بعد واما بعد اء" چر بور پر ربا عمل کیا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا نہ رحمت پر عمل ہے اور انھیں فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رکھ کر دینا عزیمت پر عمل ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا

اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے، پھر جو شخص

مساوت کر دے اور (برائی کی) اصلاح کرے تو اس کا اجر

واصلحہ فاجزا علی اللہ۔

(شورای، ۲۰) اللہ کے ذمہ رکرم پر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا کر وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا پر عمل کیا اور انھیں آزاد کر کے فمن عفا واصلحہ پر عمل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتداءً جنگی قیدیوں کو ربا کرنے سے اختلاف کیا تھا اور ہر کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن بالآخر فرمایا اللہ ان پر غالب آگیا اور سادہ عراق کے

جنگی قیدیوں کو انھوں نے قتل کیا نہ لوندی اور غلام بنایا بلکہ ان سے جزیہ لے کر ان کو اہل ذمہ قرار دیا اور اس واقعہ سے فقہاء اسلام نے یہ استدلال کیا ہے کہ جنگی قیدیوں سے جزیہ لے کر ان کو اہل ذمہ بنانا جائز ہے۔
علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وان شاء ترکھما حوارا ذمۃ
للمسلمین لما بیننا من ان عمرا فعل ذلک
فی اهل السواد۔ ۱۷

علامہ بابر قی نے بھی یہی لکھا ہے۔ ۱۸

اور اگر مسلمانوں کا امیر چاہے تو جنگی قیدیوں کو آزاد
چھوڑ دے اور انھیں ذمی بنا دے جیسا کہ حضرت عمر
نے سواد عراق کے جنگی قیدیوں کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں: اس میں حضرت عمر کے اس فعل کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے سواد
عراق والوں سے کیا تھا، اگر اس پر یہ اعتراض ہو کہ قتل کو ترک کرنے کا اختیار ثابت نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ
اختیار اس آیت کے خلاف ہے واقتلوہم حیث وجدتموہم۔ تم ان کافروں کو جہاں بھی پاؤ قتل کر
دو، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے عموم سے بعض افراد مستثنیٰ ہیں چنانچہ متامن اہل ذمہ اور عورتوں وغیرہ کو
قتل نہیں کیا جاتا لہذا متنازع فیہ (یعنی جنگی قیدی) بھی حضرت عمر کے اس فعل کے سبب اس آیت کے اس عموم سے خالی
کیے جائیں گے۔ ۱۹

ان دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ ابتداء اسلام میں جنگی قیدیوں کو لوندی اور غلام بنانا اس زمانہ کے مخصوص حالات کی
بنام پر معمول تھا اور بعد میں اس کو ترک کر دیا گیا اور اب جبکہ تمام دنیا میں جنگی قیدیوں کو لوندی اور غلام بنانے کا طریقہ متروک
ہو چکا ہے بلکہ سرے سے غلامی کی سنت ختم ہو چکی ہے اور انسان کو انسان کا غلام بنانا اب مسیوب سمجھا جاتا ہے تو
اب جنگی قیدیوں کو لوندی اور غلام بنانے کے جواز کو اسلام کے ساتھ منقح کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اسلام نے جنگی
قیدیوں کو لوندی اور غلام بنانے کا حکم نہیں دیا اس کے جواز کو فقہاء نے بعض جزوی واقعات سے مستنبط کیا ہے
اور یہ واقعات اخبار آحاد سے ثابت ہیں جو زیادہ سے زیادہ ظنیت کا فائدہ دیتے ہیں اس کے برخلاف جنگی قیدیوں
کو فدیرے کر یا بلا فدیرے کر یا قرآن مجید کا حکم قطعاً ہے اور بعض جزوی اور ظنی واقعات کی بناء پر قرآن مجید کی نص
قطعاً کو ترک کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا عقل اور اصول کے خلاف ہے، جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کو فدیرے کر یا بلا فدیرے کر یا قرآن مجید کا حکم قطعاً ہے اور بعض جزوی اور ظنی واقعات کی بناء پر قرآن مجید کی نص
صریح حکم کے مطابق ہیں اور جہاں احادیث اس حکم کے خلاف ہیں ان کی توجیہ ہم بیان کر چکے ہیں اور اب جبکہ جنگی قیدیوں
کو لوندی اور غلام بنانے کی وجہ باقی نہیں رہی اس لیے اب اس کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ قرآن مجید میں جنگی قیدیوں کے
بارے میں صرف ایک ہی حکم ہے اور وہ ہے:

- ۱۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام سننی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۵ ص ۲۱۹، مطبوعہ مکتبہ فدیرہ رضویہ سکھر
۱۸۔ علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابر قی سننی متوفی ۷۸۶ھ، کتابہ علی الماشی فتح القدر ج ۵ ص ۲۱۹، مطبوعہ مکتبہ فدیرہ رضویہ سکھر
۱۹۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کتابہ مع فتح القدر ج ۵ ص ۲۱۹، مطبوعہ مکتبہ فدیرہ رضویہ سکھر

فَاذْ لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ
حَتَّىٰ إِذَا تَخَيَّرْتُمُوهُمْ فَشَدُّ الرِّجْلِ
فَمَا مَتَّابِعِدُوا مَا فُتِدُوا حَتَّىٰ تَضَعُوا
الْحَرْبَ وَأَنْتُمْ رَاهِقُونَ لِذَلِكَ ۗ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ
لَانتَصَرْتُمْ مِنْهُمْ وَلَٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ
بَعْضُ

(محمّد : ۴)

سوجب تھا اور کفار سے مقابلہ ہو تو رقبہ پہلا
کام) ان کی گرز میں مارنا ہے، سنی کہ جب قرآن کا خون بہا
چکے تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھوں اور اس کے ہاتھوں
اقتیلہ ہے) خواہ مخفی ان پر احسان کر کے انھیں رہا کر دو
یا ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کرو: تا آنکہ جنگ لپٹے
مستحار ڈال دے، یہی اللہ کا حکم ہے، اور اگر اللہ
چاہتا تو خود ہی کافروں سے بدلے لے لیتا لیکن اس طریقہ
کی وجہ یہ ہے کہ وہ تم لوگوں کو ایک دوسرے کے
ذریعہ آزمانے۔

بدار کے جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے پر اعتراضات کے جوابات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بدار کے جنگی قیدیوں سے فدیہ
لے کر جان کو رکا کر دیا تھا اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل پر اظہارِ ناپسندیدگی کیا اور بطور
تقاب کے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَتَّخِذَ
بِشَيْءٍ فِي الْأَرْضِ حَتَّىٰ تَوَدَّ
الدُّنْيَا ۗ وَاللَّهُ يَرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۗ لَوْ لَا كَتَبَ مِنَ اللَّهِ
سَبْقُ لِسْمِكَ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ۗ فَكُلُوا مِمَّا غَنَمْتُمْ
حَلَالًا طَيِّبًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ
غَفُورٌ رَحِيمٌ ۗ

(انفال : ۶۹-۷۰)

کسی نبی کے شایانِ شان اس وقت تک قیدی
رہنا نہیں ہے جب تک کہ وہ زمین پر اچھی طرح لکھ لیا
کا خون نہ بہاے (اے مسلمانو! تم اپنے لیے دنیا
کا مال چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت کا ارادہ
فرماتا ہے اور اللہ غالب اور بہت حکمت والا ہے
اگر پہلے سے (معافی کا حکم) اللہ کی طرف سے رکھا جاتا
تو ہوتا تو تم نے جو مال لیا تھا اس کی وجہ سے تم کو ضرور
بڑا عذاب پہنچتا۔ سو اب اس مال غنیمت کو کھاؤ جو تم نے
حاصل کیا ہے اور اس کا کیکہ وہ حلال و طیب ہے اور
اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت
بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں کی وضاحت کے لیے ضروری ہے کہ پہلے جنگ بدار کے قیدیوں کو آزاد کرنے کی پوری تفصیل بیان
کی جاتی ہے۔

بدار کے جنگی قیدیوں کی رہائی کا پس منظر بیان کرتے ہوئے علامہ آؤسی لکھتے ہیں: امام احمد اور امام ترمذی نے
مذہب کے ساتھ اہم طرہائی اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بد
دار کے دن جب قیدیوں کو رہا کیا گیا (جن میں عباس بھی تھے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان قیدیوں کے بارے

میں تہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں، ان کو زندہ رہنے دیں شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق مرحمت فرمائے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ کو ہجرت پر مجبور کیا اور آپ سے جنگ کی، آگے بڑھے اور ان کی گردنیں اتار دیجئے! حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: یا رسول اللہ! دیکھئے! یہ گھنٹی لکڑیوں کی واوی ہے اس کو آگ لگا دیجئے! عباس نے یہ سن کر کہا تم نے رجم کے رشتے توڑ دیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، بعض صحابہ نے کہا: آپ نے حضرت ابو بکر کا مشورہ قبول کیا ہے اور ہمیں نے کہا آپ نے حضرت عمر کی رائے قبول کر لی ہے اور بعض نے کہا آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کا قول پسند کیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو نرم کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ دودھ سے زیادہ رقیق ہو جاتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو سخت کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اسے ابو بکر! تہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے جنہوں نے فرمایا تھا: فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانه مني غفور رحيم "جو میری پیروی کرے وہ میرے طریقہ پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو میرے خلاف ہے" اور تہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جنہوں نے کہا تھا: ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانه مني ومن عصاني فانه مني "اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب اور حکمت والا ہے" اور اسے عمر! تہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جنہوں نے کہا تھا: دينا اطمس على اموالهم واشد د على قلوبهم فلا يؤمنوا حتى يوروا العذاب الا ليمر بدارنا من ربنا ان کے اموال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں "اور اسے عمر! تہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے جنہوں نے کہا تھا: ساء لا قنما على الامراض من الكافرين ديارا "اسے میرے رب کافروں میں سے زمین پر کوئی بے دانا نہ چھوڑے" تم لوگ فقرا ہو سو کسی شخص کو گردن مارے بنیر یا فدیہ لیے بغیر نہ چھوڑنا، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! سہل بن بیضاء کو چھوڑ دیں کیونکہ میں نے اس کو اسلام کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے اس دن سے زیادہ سمجھی اپنے آپ کو خوف زدہ نہیں محسوس کیا مجھے ڈر تھا کہ اس دن آسمان سے پتھر برسے گئیں گے! حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سہل بن بیضاء کے ماسوا"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کی رائے پر عمل کرنے کا قصد کیا اور میری رائے پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور قیدیوں سے فدیہ لے لیا دوسرے دن میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے در رہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتلائیے کہ آپ اور آپ کے صاحب کس وجہ سے در رہے ہیں اگر مجھے رونا آیا تو میں بھی روں گا دہنہ آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کا محسوس کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہارے اصحاب

دعوت تھا، آپ نے فرمایا اس دعوت کے قریب محمد پر ان لوگوں کا غلبہ پیش کیا گیا تھا:

ابن جریر نے عمر بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: لولا کتب من اللہ سبق لمسک فیما اخذتہ عن اب عظیم۔ ”اگر پہلے سے معافی کا حکم اللہ کی طرف سے کھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے (کافروں) جو (غزیرہ کا مال) لیا تھا اس کی وجہ سے تم کو مڑ دینا غلبہ پہنچتا۔“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر آسمان سے غلبہ نازل ہوتا تو عمر بن الخطاب اور سعد بن معاذ کے سوا لوگوں میں سے (کوئی غلبہ نہ پہنچتا کیونکہ انہوں نے کفار کے خون بہانے کو زیادہ پسند کیا تھا۔“ لے

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ بدر کے قیدیوں کو غزیرہ سے کر رہا کرنا کوئی پسندیدہ امر نہ تھا اور اللہ تعالیٰ پر نہ فرمایا: ہا کا کان لنبی ان یكون لہ اسرا حتی یشخن فی الارض۔ ”کسی نبی کے شاہان شان اس وقت تک قیدی بنانا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ زمین پر اچھی طرح کافروں کا خون نہ بہائے۔“ میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا جنگ بدر میں ستر کافروں کا خون بہا دیا گیا تھا اور ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد باقی ماندہ کو قید کر لیا گیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کو گرفتار کیا تھا۔ رؤسائے قریش میں سے جو نامہ قریش کے سپہ سالار تھے ایک ایک کر کے مارے گئے، ان میں شیبہ، عقبہ، البرجیل، ابوالمختار، زید بن الاسود، ماض بن ہشام، امیہ بن خلف اور حذیفہ بن الحجاج کفار قریش کا جنگی طاقت میں ریڑھ کی جڑی تھے۔ ان لوگوں کے مارے جانے سے کفار قریش کی کڑوٹ پگنی تھی لہذا کفار قریش کے جنازہ پر ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کو قیدی بنانا قرآن مجید کی اس آیت کے مبین حلق تھا یعنی اس وقت ناپسندیدہ اور اس آیت کے خلاف ہوتا جب جنگ میں کسی کافر کا خون بہانے کے بعد کافروں کو گرفتار کر لیا جاتا اور جب ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کافروں کو گرفتار کیا گیا تو پھر آپ کا یہ عمل ناپسندیدہ کیسے ہو سکتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا:

تویدون من الدنیا واللہ یوید الآخرۃ

(اے مسلمانو! تم دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ

(تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے۔

(انفال: ۶۷)

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں ان صحابہ کو کلامت لگ گئی ہے جنہوں نے غزیرہ سے کر رہا قیدیوں کو آزاد کر کے کاشورہ دیا تھا، لیکن حقیقتاً یہ خطاب ان تمام صحابہ کرام کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ اس آیت کا رد کے سخن ان صحابہ کرام کی طرف ہے، جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اور مال دنیا کی طمع میں غزیرہ لینے کی خواہش کی تھی، ورنہ حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے مال دنیا کی طمع سے بچی ہیں ان کا مشورہ اس وجہ سے تھا کہ ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئیں اور اسلام کی نشر و اشاعت میں اضافہ ہو اور مسلمانوں کو شرکت اور غلبہ حاصل ہو، حضرت ابو بکر نے غزیرہ سے کر رہا قیدیوں کو طے کرنے کا مشورہ دیا تھا وہ آخرت کی ہی بنا پر تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرمایا تھا، لہذا یہ آیت تبدیل کر رہا کرنے کے خلاف نہیں ہے۔

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر قیدیوں کو رہا کرنا جائز اور صحیح تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا:

لولا کتب من اللہ سبق لمسک فیما

بجودت۔

علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمد آدوی مترجم، ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱، ص ۳۴۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی

لکھا ہوا ہے ہوتا تو تم نے جو مال لیا تھا اس کی وجہ سے تم کو ضرر نہ
بڑا عذاب پہنچتا۔

اخذتم عذاب عظیم۔

(انفال، ۸/۶۸)

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فدیہ لینے کی وجہ سے تم عذاب کے مستحق تھے، کیونکہ اس سے پہلے فدیہ لینے سے
ممانعت نہیں کی گئی تھی پھر فدیہ لینا عذاب کا سبب کیسے ہو سکتا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی نثر یعنی تو میں مال غنیمت لینا
حرام تھا اور ابھی اس کے حلال ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جب مسلمانوں نے بلا اجازت کافروں کا مال غنیمت لوٹ
یا تو یہ آیت نازل ہوئی:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے بنی آدم میں سے کسی کے لیے بھی مال غنیمت
حلال نہیں کیا گیا، آسمان سے ایک آگ نازل ہوئی اور مال غنیمت کو کھا لیتی
سیمان العرش نے کہا اس بات کو اب ابو ہریرہ کے سوا کون بیان کر سکتا ہے
اور جب جنگ بدر ہوئی تو مال غنیمت کی حالت کے حکم نازل
ہونے سے پہلے مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا۔ اس وقت یہ
آیت نازل ہوئی: اگر پہلے سے (مسانی کا حکم) اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا
دیکھو کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے جب تک آپ ان میں ہیں ان پر عذاب
نازل نہیں ہوگا تو تم نے جو مال لیا تھا اس کی وجہ سے
تم کو ضرر بڑا عذاب پہنچتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال لم تحل الغنائم لاحد سودا الروثوس من
قبلکم کانت تنزل نارا من السماء فتأکلها
قال سلیمان الاعمش فمن یقول هذا الا
ابو ہریرۃ الان فلما کان یوم بدر وقعوا
فی الغنائم قبل ان تحل لہم فاتزل اللہ
لولا کتاب من اللہ سبق لکم فیما اخذتم
عذاب عظیم ہذا حدیث حسن
صحیح۔

اس صحیح حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اس آیت کا تعلق فدیہ لینے سے نہیں ہے بلکہ بلا اجازت مال غنیمت لوٹنے
سے ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس سے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت لینے کی عام
اجازت دے دی چنانچہ ارشاد ہے:

فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً۔

(انفال: ۶۹)

سواب اس مال غنیمت کو کھاؤ جو تم نے حاصل
کیا ہے در آن حالیکہ وہ حلال، طیب ہے۔

اس بحث سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سورہ انفال کی ان آیات میں قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کرنے
کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ بلا اجازت مال غنیمت لینے پر ملامت کی گئی ہے اور اگر بالفرض ان آیات کا ربط قیدیوں کو فدیہ
لے کر آزاد کرنے سے ہی جوڑا جائے تو اس ملامت کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں کفار کی بیخ کنی ہی مطلوب تھی،
اس وجہ سے کفار کو قتل نہ کرنے اور گرفتار کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت
اور غلبہ عطا فرمایا اور مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تو پھر بھی حکم نازل ہوا کہ میدان جنگ میں کافروں کی گروہیں اٹھا دو پھر ان کو

امام ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تجارت کتب کراچی

جلد خامس

گرفتار کرو اور گرفتار کرنے کے بعد یا ان کو فدیہ کے گھوڑے دو یا بلا فدیہ رہا کرو و چنانچہ علماء اوسی کہتے ہیں:

امربا لا تخان ونهى عن اخذ الفدية
حيث كان الاسلام غصنا وشوكة احد اش
قوية وخير بينه وبين امن بقوله تعالى
فاما منابعد واما فدا لعلما تحولت
الحال واستغلظ زرع الاسلام
واستقام على سوقه له

جب اسلام یک کوزہ شامخ کی مانند تھا اور دشمنان اسلام بہت قوی تھے تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خون بہانے کا حکم دیا اور فدیہ لینے سے منع کیا (فی الواقع اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے سے منع نہیں کیا۔ سیدی) اور جب مسلمانوں کی حالت مستحکم ہو گئی اور شجر اسلام اپنے تنے پر مضبوطی سے قائم ہو گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو فدیہ کے قیدیوں کو گھوڑوں اور اگر چاہیں تو بغیر فدیہ کے اتھانا اور احساناً قیدیوں کو رہا کر دیں اور فرمایا فاما منابعد واما فدا۔

بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے پر امام رازی اور مصنف کے جوابات

سورہ انفال کی ان آیت سے جو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی طرح نون پہلے بدر گرفتار کر لیا، اور فدیہ کے قیدیوں کو آزاد کیا اور ان انفال پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے یہ حکم نازل فرمایا تھا کہ: فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان (انفال: ۱۲) اور اگر وہ اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

امام رازی نے ان نکات پر بڑی نفیس بحث کی ہے، لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ: ہا کان لنبی ان یکون لہ اسما۔ کافروں کا بھی طرح خون بہانے بغیر ان کو قید کرنا کسی نبی کی شان کے لائق نہیں ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کرنا جائز ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یرم بدو صحابہ کرام نے کافروں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کیا تھا اور زمین میں اچھی طرح خون بہانے کی یہ شرط نہیں ہے کہ تمام لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور قتل کرنے اور خون بہانے کے بعد صحابہ نے کافروں کو قید کیا تھا اور اس آیت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کرنا جائز ہے اور جب صحابہ کرام نے ایک جائز کام کیا تھا تو اس آیت سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ انھوں نے یا مساد اللہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی گناہ یا معصیت کی تھی، خاص طور پر جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہدیہ میں خود اس فعل کا حکم دے کر اس کے جواز کو مزید کر دیا، چنانچہ فرمایا:

فاذا لقتنتم الذین کفروا فضرِب
الرقاب حتی اذا تختصموا فهدموا
سرحب تمہارا کفار سے متجاہد ہو تو تمہارا پہلا کام ان کی گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح

۱۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود اوسنی صحنی مترجم ۱۳۷۵ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۳۳، مطبوعہ دار اجواء التراث العربی بیروت

الوثاق فاما منا بعد واما فداء -
(محمد ۱ : ۴)
عوان با چکڑ تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو اس کے قبضے
اختیار ہے) غواہ معض ان پر احسان کر کے انہیں رہا کر دیا
ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔

باقی رہا یہ کہ جب یہ ایک جائز کام تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے قتال کیوں نازل فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین
پر اچھی طرح خون بہانے کی کوئی حد اور مقدار نہیں ہے اور اس کا تعین اور انضباط نہیں ہے بلکہ اس سے یہ مقصود ہے کہ اس
قدر کثرت سے کافروں کو قتل کیا جائے کہ کفار کے دلوں پر رعب پڑے اور سبیت چھا جائے تاکہ وہ دوبارہ مسلمانوں کے
جنگ کرنے کی جرات نہ کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حد تک کافروں کو قتل کرنا اجتہاد پر موقوف ہے اس لیے یہ
ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گمان فرمایا ہو کہ جس قدر کافروں کو قتل کیا جا چکا ہے ان سے یہ مقدار حاصل
ہو گئی ہے اور فی الواقع وہ مقدار حاصل نہ ہوئی ہو تو یہ آپ کی اجتہادی خطا ہے کیونکہ اس حد کے سلسلہ میں کوئی نص
نازل نہیں ہوئی تھی اور ہر چند کہ اجتہادی خطا بھی موجب اجر و ثواب ہوتی ہے اور اس پر مؤاخذہ یا علامت نہیں ہوتی،
لیکن مقربین قرب الہی کے اس درجہ پر فائز ہوتے ہیں کہ نیکو کاروں کی نیکیاں بھی ان کے ان برائی کے حکم میں ہوتی ہیں
اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ازراہ لطف و محبت بطور تفریض فرمایا: کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اچھی طرح خون بہا
بغیر کفار کو قیدی بنائے! صراحتاً یہ نہیں فرمایا کہ تمہیں ان کو قیدی بنانا نہیں چاہیے تھا یا تمہارا یہ اقدام غلط تھا بلکہ تفریض اللہ
کنا یہ سے کام لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی عظمت اور مرتبہ کی رفعت کو ظاہر فرمایا! کیونکہ ایسے مواقع پر صراحت کر
چھوڑ کر انہیں کے لیے تفریض اور کنا یہ سے کام لیا جاتا ہے جن کا مرتبہ بلند اور پایہ اونچا ہوا

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں سرکہ بدر کے متعلق ہے: فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم
کل بنان (انفال : ۱۲) ”سو کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جھڑ پر ضرب لگاؤ“
اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کافروں کو قتل نہیں کیا اور ستر کافروں کو قید کر لیا تو اس حکم کی مخالفت ہوئی، اس کا امام
رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسیہ کفار کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، یہ خطاب
صحابہ کو تھا اور جب انہوں نے سب کافروں کو قتل کرنے کی بجائے بعض کافروں کو گرفتار کر لیا تو یہ حکم عدولی ان صحابہ سے
ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گرفتار کیا تھا نہ گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا آپ کو شروع میں اس کا حکم ہوا، جب صحابہ
نے ان کو گرفتار کر لیا تب آپ کو حکم ہوا اگر یہ کہا جائے کہ جب آپ کو حکم ہو گیا تھا تو پھر آپ کو چاہیے تھا کہ آپ کافروں
کے قتل کا حکم دیتے تاکہ اس آیت پر عمل ہو جاتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم حالت جنگ کا ہے یعنی حالت جنگ میں کفار
کی گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر جھڑ پر ضرب لگاؤ، یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ان قیدیوں کے
پارے میں مشورہ لیا کہ ان کو قتل کیا جائے یا رہا کیا جائے اگر حالت جنگ کے بعد بھی ان کو قتل کرنے کا حکم ہوتا تو آپ
اس معاملہ میں صحابہ سے مشورہ نہ لیتے۔ لہ

مصنف کے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا یا

مسلمانوں (صحابہ) کو۔ قرآن مجید کے سیاق و سباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم فرشتوں کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ ان ینزلوا علیک
 فتبیتوا الذین امنوا سائقی فی قلوب الذین
 کفر والوعب فاضربوا فوق الاعناق و
 اضربوا متھم کل بئان۔

(انفال: ۱۱) اور جب یہ حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا تو پھر کفار کے قید کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض ہے نہ صحابہ کرام پر، اس سوال کا دوسرا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ کوفہ کا قتل کی گزروں پر وارد کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ یہ نہیں فرمایا کہ تمام کافروں کی گزروں پر وار کرو اور کسی گزندہ نہ چھوڑو، لہذا جب صحابہ کرام نے ستر کافروں کو قتل کر دیا تو اس آیت کے حکم پر عمل ہو گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کافروں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور گنہگار کرنے سے منع نہیں کیا تھا اس لیے اگر صحابہ نے بعض کافروں کو گنہگار کے قید کر لیا تو اس میں انہوں نے کوئی حکم عدلی اور گنہگار نہیں کیا اور جب کہ بعد میں وہ کافر اسلام سے آئے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد میں خود جنگ کے بعد کافروں کو گنہگار کرنے کا حکم دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ اقدام میں منشاء الہی کے مطابق تھا و اللہ الجمید علی ذلک۔

مشترکین کو قتل کرنے کے عمومی حکم سے جنگی قیدیوں کو مستثنیٰ کرنے پر دلائل

اور ظلم نمانے کے سلسلے میں ہم نے بدر کے جنگی قیدیوں کا نام لے کر ان کی تفصیل اور اس پر اعتراضات اور جوابات کو بیان کیا اس سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ اسلام میں جنگی قیدیوں کو زندہ اور لایا جانا اور لایا جانا نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جنگی قیدیوں کو قید سے لے کر یا بلا قید آزاد کر دینا ہے اور قرآن مجید کی بھی یہی ہدایت ہے جیسا کہ سورہ محمد کی آیت "فاما منابعد واما فداء" سے واضح ہے اور بعض فقہاء کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت: فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم قویہ: (۵) "مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو" سے مشرکوں سے کیونکہ مشرکین کو قتل کرنے کا حکم حالت جنگ پر معمول ہے یعنی حالت جنگ میں مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، اگر یہ حکم عام ہوتا یعنی جنگ ہر ایام میں مشرکین کو قتل کر دو تو مستان اور اہل ذر کہ بھی قتل کرنا واجب اور ضروری ہوتا، حالانکہ تمام فقہاء نے مستان اور زمینوں کو اس آیت کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔ مستانوں کے استثناء پر یہ آیت دلیل ہے:

وان احد من المشرکین استجارک
 فاجره حتی یسمع کلمہ اللہ ثم ابلغ
 ما منہ ذلک بانھم قوم لا یعلمون۔

اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دینے سے پہلے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر آپ اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔

(توبہ: ۶) اس آیت سے مشرکین کو قتل کرنے کے حکم سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو پناہ اور امن حاصل کر کے دارالاسلام

میں داخل ہوں۔ اور اہل قوم کے استثنا پر یہ آیت دلیل ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا
يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ
صَاغِرُونَ -

(توبہ: ۲۹)

اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جنگ کرو جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو حرام کیا ہے اس کو حرام نہیں قرار دیتے اور دین حق پر نہیں اپناتے (ان سے اس وقت تک جنگ کرو) جب تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر (یعنی مسلمانوں کے تابع بن کر) رہیں۔

اس آیت سے مشرکین کو قتل کرنے کے حکم سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کر لیا گیا ہے جو جزیہ ادا کریں اور مسلمانوں کی حکومت تسلیم کر کے مسلمانوں کی حکمرانی کے تحت زندگی گزاریں۔ جس طرح مشرکین کو قتل کرنے کے حکم سے قرآن مجید نے متسامنوں اور ذمیوں کو مستثنیٰ کیا ہے اسی طرح اس حکم سے جنگی قیدیوں کو بھی مستثنیٰ کیا ہے اور اس استثنا پر یہ آیت دلیل ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبِ
الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَتُمُوهُمْ فَشُدُّوا
الْوُثَاقَ ۚ فَمَا مِنْهَا بَعْدُ وَمَا مِنْهَا حَتَّىٰ
تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْثَارَهَا -

(محمد: ۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو تمہارا پہلا کام ان کی گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے (خواہ محض ان پر احسان کر کے ان کو رہا کرو، یا ان سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کرو، تا آنکہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال

اور اس آیت کی رو سے جنگی قیدی، مشرکین کو قتل کرنے کے عام حکم سے مستثنیٰ ہیں لہذا فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم (توبہ: ۱۹) "سو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو" اور واقتلواہم حیث یقفتموہم (نساء: ۹۱) "تم ان کو جہاں پاؤ قتل کرو" حرب اور جنگ کی حالت پر معمول ہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، اور امام ابن جریر نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کے بدے میں دو مسلمانوں کا فدیہ لیا، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۹، مطبوعہ کراچی، نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی قیادت میں ایک لشکر جنگ کے لیے گیا۔ حضرت ابو بکر نے حضرت سلمہ کو ایک مشرک عورت بطور باندی انعام میں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت حضرت سلمہ سے واپس لے لی اور اس کو فدیہ میں دے کر ان مسلمانوں کو چھڑایا جو مکہ میں کفار کی قید میں تھے۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۹، مطبوعہ نور محمد کراچی، ان حدیثوں میں جنگی قیدیوں کے تبادلہ کی دلیل ہے، (سیدی)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ مشرکین کو بالعموم قتل کرنے کا حکم جنگی قیدیوں کے ماسوا میں ہے کیونکہ ان کو غلام بنانا بھی جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ جنگی قیدی قتل کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (علامہ ابن ہمام کی مفصل عبارت

۱۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمد رفیع، دار احیاء التراث العربی بیروت، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

marfat.com

جلد خامس

ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث مجھ کی انھوں میں سے یہ واضح ہو گیا کہ جگہ تیدیوں کی یا تو تعظیف اور اسانا میت کی عرض کے چھوڑ دینا چاہیے یا مسلمان جگہ تیدیوں سے ان کا تباہ کر لینا چاہیے یا مال کے بدلہ میں جگہ تیدیوں کو راکہ کر دینا چاہیے۔ اور اب چونکہ دنیا میں جگہ تیدیوں کو غلام بنانے کا رواج نہیں رہا اور وہ جو باقی نہیں رہی ہیں وہ جگہ تیدیوں کو غلام بنایا جاتا تھا اس لیے اب جگہ تیدیوں کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ انسان ممنوعہ کائنات ہے اور انسان کو انسان کا غلام بنانا انسان کے شرف اور اس کی فیصلت کے خلاف ہے اور اب تمام دنیا میں اس فعل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھ جانا ہے اور انسانیت کے شرف اور اس کی اعلیٰ انداز کا سب سے بڑا حامی اور علیہ وار دین اسلام ہے اس لیے اب اسلام میں اس ممنوعہ فعل کا جواز کھانا اسلام کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اب جگہ تیدیوں کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع کتاب التناقب میں مفصل گفتگو کی ہے اور اس مسئلہ میں اسلام کا نقطہ نظر تمام پہلوؤں سے سمجھنے کے لیے کتاب التناقب کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

علامہ ابوالحسن ریفیانی معنی لکھتے ہیں: ہر لشکر مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے کا اہل غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر باقی چار حصے لشکر میں تقسیم کرنے کا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فان الله خصه بال غنیمت کا خمس اللہ کے لیے ہے۔ اور باقی چار حصے لشکر میں تقسیم کرنے کی اصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کے چار حصے تمہارے میں تقسیم کر دیے تھے، الام الرضیفہ کے نزدیک گھوڑے سوار کو دو حصے دیے جاتے اور پیادل کو ایک حصہ دیا جاتا۔ الام البریہ سے اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ گھوڑے سوار کو تین حصے دیے جاتے، الام شامی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سوار کو تین حصے دیے اور پیادل کو ایک حصہ دیا (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ) اور امام الرضیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیے اور پیادل کو ایک حصہ دیا (حضرت ابن عباس سے یہ روایت نہیں ہے، سنن ابوداؤد میں شیخ بن جابر انصاری سے کھرا بی میں مقادیر بن عمرو سے اور سنن ابن مردودہ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ نصب الرایۃ ج ۳ ص ۴۱۷-۴۱۶) اور پیادل کو ایک حصہ دیا (سنن ابوالحسن میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یہ ہے کہ للفقار خمس مسلمان و للراجل مسعد۔ گھوڑے سوار کے دو حصے ہیں اور پیادل کا ایک حصہ ہے) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے گھوڑے سوار کو دو حصے دینے کی بھی روایت ہے اور جب ان کی روایت میں خود بھی تناقض ہے تو ان کی اس روایت پر عمل کیا جائے گا جو دوسرے صحابہ کی روایات کے مطابق ہے۔

علامہ ریفیانی معنی لکھتے ہیں: غلام و عورت، بے بیہوشی اور ذمی کو مالِ غنیمت سے پورا حصہ نہیں دیا جائے گا۔ البتہ ان کو شتر و اسانا حصہ دیا جائے گا کیونکہ رعایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں، بچوں اور غلاموں کے لیے مالِ غنیمت کا حصہ نہیں نکالتے تھے اور ان کو شتر و اسانا دیتے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیہوشیوں سے بیہوشیوں کے خلاف مدد حاصل کرتے تو ان کو مالِ غنیمت سے کچھ حصہ نہیں دیتے تھے، نیز جہاد و عبادت ہے اور ذمی عبادت کے مال نہیں ہیں، اور بچے اور عورتیں

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر زینبی فی معنی سنن ۱، ۵۹۳، ج ۱ اولین ص ۵۵۳-۵۵۴ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ عثمانیہ

يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ فَقُلْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ الشَّالِثَةَ فَقُلْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ صَدَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ سَكَبُ ذَلِكَ الْقَيْلِ عِنْدِي فَأَرْضِيهِ مِنْ حَقِّهِ وَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ لَا هَا اللَّهُ إِذَا لَا يُعْمَدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أَسَدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَعَنْ رَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَكْبَةً فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَأَعْطَانِي وَقَالَ فَبِعْتُ الدَّرْعَ فَأَبْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلَمَةَ فَإِنَّهُ لَا وَاقٍ مَالٍ تَأْتَلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كَلَّا لَا يُعْطِيهِ أُصَيْبٌ مِنْ كَرَيْشٍ وَيَدْعُ أَسَدًا مِنْ أَسَدِ اللَّهِ وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ لَا وَاقٍ مَالٍ تَأْتَلْتُهُ.

۲۲۵۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ الْمُبَارِقِيِّ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَشِمَالِي فَإِذَا أَنَا بَيْنَ غُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثُهُ أَشْنَأُ نُهُمَا كَمَتَّتِ لَوْ كُنْتُ بَيْنَ أَضْلَعٍ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِي أَحَدُ هُمَا فَقَالَ يَا عَوْفُ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ

دیں کہ یہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے، حضرت ابو بکر صدیق نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! اگر گز نہیں! ایک انکر کا شیر اندر اور اس کے رسول کی طرف سے لڑے اور وہ اپنا سبب (چھینا، ہوا مال) نہیں دے دے! ایسا اگر گز نہیں ہو سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر نے سچ کہا، تم وہ مال ان کو دے دو، سو اس نے وہ مال مجھے دے دیا میں نے وہ زرہ فرخت کر دی اور اس کی قیمت سے بنو سلمہ کے محلہ میں ایک باغ خرید لیا، یہ وہ سب سے پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام میں حاصل کیا، لیث کی روایت میں ہے: حضرت ابو بکر نے کہا یہ نہیں ہو گا کہ حضور فریش کی ایک لومڑی کو یہ مال دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ دیں اور لیث کی روایت میں یہ بھی ہے، یہ پہلا مال تھا جس کو میں نے حاصل کیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن میں صفت میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ انصار کے دو کم سن لڑکے کھڑے ہیں، میرے دل میں خیال آیا کہ کاش میں طاقتور آدمیوں کے درمیان ہوتا، اتنے میں ان میں سے ایک لڑکے نے مجھے اشارہ کر کے کہا اے چچا کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، تمہیں اس سے کیا کام ہے اس نے کہا مجھے یہ پتا چلا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے، تمہیں اس بات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری

جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میں اس سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک تم میں سے وہ نہر مائے جس کی موت پہلے مفدر ہو چکی ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں مجھے اس کی باتوں پر ثقیب ہوا، پھر وہ کسی نے مجھ اسی طرح کہا، ابھی کچھ ہی دیر گذری تھی کہ میری اچھل پر نظر پڑی جو لوگوں میں گشت کر رہا تھا، میں نے کہا کیا تم کو دیکھ نہیں سبے یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں یہ سنتے ہی وہ اس پر بچھڑے، اور اپنی تلواروں سے اس پر وار کیا حتیٰ کہ ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا! پھر ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے فرمایا: تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنی تلواروں سے خون پر نچھو دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے ان کی تلواروں کی طوط دیکھا اور فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے؟ اور یہ حکم دیا کہ اس کا سلب چھیننا ہو اسامان (معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا جائے اور وہ دونوں معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عمرو تھے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ حبیر کے ایک شخص نے دشمنوں سے ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس کے سلب (پھینے ہوئے سامان) کو لینے کا ارادہ کیا، حضرت خالد بن ولید نے اٹ کر شاہ کیا کیونکہ وہ اس منکر کے امیر تھے، حضرت عوف بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ان کی شکایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد سے فرمایا تم نے اس کو وہ سلب کیوں نہیں لیا؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس سلب کو بہت سمجھا! آپ نے فرمایا وہ سلب اس کو دے دو، پھر حضرت خالد

قَالَ قُلْتُ نَعَمْ وَمَا حَاجَتَكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي قَالَ أَخْبَرْتُ أُمَّتَهُ يَسْبُكُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ سَأَيْتُهُ يَبْعَارًا قَوْسًا وَدَفِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِثْلًا قَالَ فَتَعَبَيْتُ لِنَدَائِكَ فَغَسَرَ فِي الْأَخْرِ فَقَالَ مِثْلَهَا قَالَ فَلَمْ أَكُفِّبْ أَنْ تَنْظُرْتُ إِلَيَّ فِي جَهْلِ يَزُولُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ أَلَا تَرِيَانِ هَذَا صَاحِبُكُمْ الَّذِي نَسَا لَدُنَّ عَنَّا قَالَ فَابْتَدَأَ رَأَاهُ فَصَرَّيَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا حَتَّى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَبَرَاهُ فَقَالَ أَتَيْتُمَا قَتَلَهُ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُ فَقَالَ هَذَا مَسْحُومًا سَبَفْتُمَا قَاتِلًا لَا تَنْظُرْ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَا كَمَا قَتَلَهُ وَقَضَى بِسَلْبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرٍو وَبِالنَّجْمِ وَالرَّجُلَانِ مُعَاذُ بْنُ عَمْرٍو وَبِالنَّجْمِ وَالرَّجُلَانِ وَمُعَاذُ بْنُ عَمْرٍو.

۴۴۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو وَبْنُ سُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَبْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ جَمَيْرٍ جَلَدًا مِنَ الْعَدُوِّ فَسَأَرَادَ سَلْبَهُ فَمَنَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَكَانَ وَالِيًا عَلَيْهِمْ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَوْفُ ابْنُ مَالِكٍ فَخَبَرَهُ فَقَالَ لِمَا مَنَعَكَ

أَنْ تُعْطِيَهُ سَلْبَةً قَالَ اسْتَكَثَّرْتُهُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِذْ نَعَدْتُ إِلَيْهِ قَمَرًا
تَحَالِدُ بَعُوفٍ فَجَعَلَ يَرِدُ آيَةً ثُمَّ قَالَ
هَلْ أَنْتُ جَزْتُ لَكَ مَا ذَكَرْتُ لَكَ مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَسْتُغْضِبُ فَقَالَ لَا تُعْطِيَهُ يَا
تَحَالِدُ لَا تُعْطِيَهُ يَا خَالِدُ هَلْ أَنْتُمْ
تَأْتِرُونَ لِي أَمْرَأَتِي إِشْمًا مَثَلَكُمْ وَمَثَلُهُمْ
كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتُرِعِيَ إِبِلًا أَوْ غَنَمًا
فَرَعَاهَا ثُمَّ تَحَيَّنَ سُقْيَهَا فَأَوْرَدَهَا
حَوْضًا فَشَرَعَتْ فِيهِ فَشَرِبَتْ صَفْوَةً
وَتَرَكَتْ كِزْرَةً فَصَفْوَةٌ لَكُمْ وَ
كِزْرَةٌ عَلَيْهِمْ

۲۲۵۶ - وَ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ
حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا
صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
جَبْرِ بْنِ تَقِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ تَخَرَّجْتُ
مَعَ مَنْ تَخَرَّجَ مَعَنَا يُدِيبُ حَايَرًا شَمًّا
فِي غَزْوَةٍ مُؤْتَةً وَرَأَيْتُنِي مَدْدِي
مِنَ الْيَمِينِ وَسَاقِ الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَحْوِيمِ غَيْرِ
أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ عَوْفٌ
فَقُلْتُ يَا خَالِدُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى
بِالسَّلْبِ لِلْقَاتِلِ قَالَ بَلَى وَ لِكَيْتِي

حضرت عوف کے پاس سے گذرے تو انہوں نے حضرت
خالد کی چادر کھینچی اور کہا میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا کیا میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی پورا نہیں کر لیا؟ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن لیا، آپ ناراض ہوئے اور
فرمایا: اسے خالد (اب) اس کو مت دینا، اسے خالد (اب)
اس کو مت دینا، کیا تم میرے (مقرر کردہ) امیروں کی اطاعت
کو چھوڑنے والے ہو، میری اور تمہاری مثال ایسی ہے
جیسے کسی شخص نے اونٹ اور بکریاں چرانے کے لیے لیں
پھر ان کو چرایا، پھر ان کو پانی پلانے کا وقت آیا وہ ان کو حوض
پر لے گیا، انہوں نے صاف صاف پانی پی لیا اور تلچٹ
چھوڑ دیا تو کیا صاف چیزیں تمہارے لیے ہیں اور تلچٹ
امیروں کے لیے ہیں؟

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں جو لوگ حضرت زید بن عاصم کے ساتھ غزوہ مؤتہ میں گئے
تھے ان کے ساتھ میں بھی گیا تھا اور میں سے بھی مجھ کو مدد
پہنچی اس کے بعد حسب سابق حدیث بیان کی البتہ اس حدیث
میں یہ ہے کہ حضرت عوف نے کہا: اسے خالد (اب) کو علم نہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو (مقتول کا) سلب
دلوایا ہے، حضرت خالد نے کہا کیوں نہیں! میرے خیال
میں یہ زیادہ ہے۔

۲۲۵۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا
صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
جَبْرِ بْنِ تَقِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ تَخَرَّجْتُ
مَعَ مَنْ تَخَرَّجَ مَعَنَا يُدِيبُ حَايَرًا شَمًّا
فِي غَزْوَةٍ مُؤْتَةً وَرَأَيْتُنِي مَدْدِي
مِنَ الْيَمِينِ وَسَاقِ الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَحْوِيمِ غَيْرِ
أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ عَوْفٌ
فَقُلْتُ يَا خَالِدُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى
بِالسَّلْبِ لِلْقَاتِلِ قَالَ بَلَى وَ لِكَيْتِي

حَدَّثَنَا عَنْ مَرْوَانَ بْنِ مُوسَى الْأَحْمَقِيِّ حَدَّثَنَا
عِكْرِمَةُ بْنُ عَبْدِ رَحْمَةَ بْنِ إِيَّاسِ بْنِ
سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبِي سَلَمَةَ بْنُ الْأَكْوَعِ
قَالَ عَزَّ وَكَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَّارَيْنَ قَبِينَا نَحْنُ
نَتَصَخَّحُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرٍ
فَأَنَاخَهُ ثُمَّ انْتَزَعَ طَلْقًا مِنْ حَقْبِهِ
فَقَبَّطَهُ بِهَ الْجَمَلِ ثُمَّ تَقَدَّمَ يَتَعَدَّى
مَعَ الْقَوْمِ وَيَجْعَلُ يَنْظُرُ وَفِينَا ضَعْفَةٌ
وَرِيقَةٌ فِي الظَّهْرِ وَبَعْضُنَا مُمَشَاةٌ إِذَا
خَرَجَ يَشْتَدُّ فَأَنْفِي جَمَلَهُ فَأَطْلُقُ
فِيمَهُ لَوْ أَنَاخَهُ وَقَعَدَا عَلَيْهِ
فَأَنَاخَهُ لَوْ أَنَاخَهُ بِهَ الْجَمَلِ فَاتَّبَعَهُ
رَجُلٌ عَلَى نَاقَةٍ وَرِيقَاءٌ قَالَ سَلَمَةُ
وَأَخْرَجْتُ أَشْتَدُّ فَكُنْتُ عِنْدَ وَرِيكِ
النَّاقَةِ ثُمَّ تَقَدَّمَ مَتَّى حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ
وَرِيكِ الْجَمَلِ ثُمَّ تَقَدَّمَ مَتَّى حَتَّى
أَحْدَثَ بِخَطَامِ الْجَمَلِ فَأَنَاخَهُ فَلَمَّا
وَضَعُ رُكْبَتَهُ فِي الْأَرْضِ اخْتَرَطَتْ سَيْفِي
فَضَرَبَتْ رَأْسَ الرَّجُلِ فَتَدَّرَتْ ثُمَّ جِئْتُ
بِالْجَمَلِ أَقْوَدُكَ عَلَيْهِ رَحْلُهُ وَسَلَّحُهُ
فَأَسْتَقْبِلُنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ
الرَّجُلَ قَاتِلُوا ابْنَ الْأَكْوَعِ قَالَ لَهُ سَلْبُهُ
أَجْمَعُ -

۴۴۵۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ
بْنُ عَبْدِ رَحْمَةَ بْنِ إِيَّاسِ بْنِ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قبیلہ ہوازن کے غزوات
جہاد کرنے گئے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح
کامنا شہتہ کر رہے تھے، اس اثناء میں سرخ اونٹ پر سوار
ایک شخص آیا اس نے اونٹ کو بٹھایا پھر اس نے اپنی کمر سے
ایک تہہ نکال کر اس کے ساتھ اونٹ کو باندھ دیا۔ اور
لوگوں کے ساتھ ناشتہ کرنے لگا اور ادھر ادھر دیکھنے
لگا، ہم میں کچھ لوگ کمزور تھے، کچھ سوار یوں سے غالی تھے
اور کچھ پیدل تھے انہیں وہ تیزی سے دوڑا اور اپنے اونٹ
کے پاس آیا، اس کو تہہ کھول کر اس کو بٹھایا اور اس پر سوار
ہو گیا، اس نے اونٹ کو دوڑایا اور اونٹ اس کو سنے کر
دوڑا، ایک شخص نے خاک رنگ کی اونٹنی پر اس کا ناقب کیا،
سلمہ کہتے ہیں میں بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا جھاگا، پیٹے
میں اونٹنی کی سرین کے پاس تھا پھر میں اور آگے بڑھا
حتیٰ کہ اونٹ کی سرین کے پاس پہنچ گیا، پھر میں نے آگے
بڑھ کر اونٹ کی نیکل پکڑ لی۔ میں نے اس اونٹ کو بٹھایا،
جو نبی اس اونٹ نے اپنا گھنٹا زمین پر نہیا میں نے تلوار
سے آدمی کے سر پر ایک وار کیا وہ آدمی گر پڑا پھر میں اس
آدمی کے ہتھیار اور کیا دس سمیت اس اونٹ کو سنے آیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مجھے سامنے سے آتے ہوئے ملے۔
آپ نے فرمایا اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے
کہا سلمہ بن اکوع نے، آپ نے فرمایا اس کا سارا سلب ابن
اکوع کا ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
ہم نے قبیلہ ہوازن کے ساتھ جہاد کیا، اس جہاد میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جہاد

أَبِي قَالَ غَرَدْنَا فَنَزَرَهُ وَعَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ
 أَمْرًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 عَلَيْنَا فَلَمَّا كَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمَاءِ
 سَاعَةً أَمَرَنَا أَبُو بَكْرٍ فَعَرَّسَنَا ثُمَّ
 شَقَّ الْقَامَرَةَ فَوَرَدَ الْمَاءَ فَقَتَلَ
 مَنْ قَتَلَ عَلَيْهِ وَسَبَى وَأَنْظَرُ إِلَى
 عُنُقٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِمُ الذَّرَارِيُّ لَخَشِيتُ
 أَنْ يُسَبِّقُونِي إِلَى الْجَبَلِ فَرَمَيْتُ بِسَهْمٍ
 بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ فَلَمَّا رَأَوْا السَّهْمَ
 وَقَفُوا وَجِئْتُ بِهِمْ أَسْوَفَهُمْ وَفِيهِمْ
 أَمْرًا مِنْ بَنِي فِزَارَةَ عَلَيْهَا قَشْعٌ مِنْ
 أَدَمٍ قَالَ الْقَشْعُ النِّطْعُ مَعَهَا ابْنَةُ تَهَا
 مِنْ أَحْسَنِ الْعَرَبِ فَسُقَّتْهُمْ حَتَّى أَتَيْتُ
 بِهِمْ أَبَا بَكْرٍ فَنَقَلَنِي أَبُو بَكْرٍ ابْنَتَهَا
 فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا
 فَلَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي السُّوقِ فَقَالَ يَا سَلَمَةُ هَبْ لِي الْمِرْدَاةَ
 فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ أَجَبْتَنِي
 وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا ثُمَّ لَقِيَنِي رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَدِي فِي
 السُّوقِ فَقَالَ لِي يَا سَلَمَةُ هَبْ لِي
 الْمِرْدَاةَ لِي أَبُوكَ فَقُلْتُ هِيَ لَكَ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ فَوَاللَّهِ مَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا فَبَعَثَ
 بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ فَقَدَى بِهَا نَاسًا مِنَ
 الْمُسْلِمِينَ كَانُوا أُسْرُوا بِمَكَّةَ -

امیر بنایا تھا جب ہمارے اور پانی کے درمیان کچھ دیر کی
 مسافت رہ گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں
 حکم دیا، ہم رات کے آخری حصہ میں اتر سے پھر ہر طرف سے
 حملہ کا حکم دیا، اور ان کے پانی پر نیچے اور اس جگہ جس کو
 قتل کرنا تھا اس کو قتل کیا اور قید کیا، میں کفار کے ایک
 گروہ کو دیکھ رہا تھا میں میں کفار کے بچے اور عورتیں تھیں
 مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ کہیں مجھ سے پہلے پہاڑ تک نہ پہنچ
 جائیں۔ میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیرا مارا
 جب انہوں نے تیر کو دیکھا تو وہ سب ٹھہر گئے، میں ان
 سب کو گھیر کر لے آیا، ان میں بنو فزارہ کی ایک عورت تھی
 جس نے چڑھے کی کھال کو منڈھور رکھا تھا اور اس کے
 ساتھ ایک لڑکی تھی جو عرب کی حسین ترین دو شیرہ تھی، میں ان
 سب کو پکڑ کر حضرت ابو بکر کے پاس لے آیا، حضرت ابو بکر نے
 وہ لڑکی مجھ کو انعام میں دے دی، ہم مدینہ میں پہنچے ابھی میں
 نے اس لڑکی کے کپڑے اتارے بھی نہ تھے کہ میری رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بازار میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا
 اے سلمہ! یہ لڑکی مجھے بہہ کر دو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!
 خدا کی قسم یہ لڑکی مجھے بہت پسند ہے، اور میں نے ابھی تک
 اس کا لباس نہیں اتارا ہے، لگے دن میری پھر رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ نے مجھ سے فرمایا:
 اے سلمہ! یہ لڑکی مجھے بہہ کر دو، تمہارا باپ بہت اچھا تھا،
 میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ آپ کی ہے، خدا کی قسم! —
 میں نے اس کا لباس تک نہیں اتارا، رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لڑکی اہل مکہ کو بھیج دی اور اس کے
 بدلہ میں مکہ کے کئی مسلمان قیدیوں کو چھڑا لیا۔

غزوہ حنین کا مختصر بیان | غزوہ حنین اشرہ مجری میں واقع ہوا، صغیر حکماء کا خلف کے درمیان ایک طاری کا نام ہے یہ مکہ سے تین میل پر واقع ہے۔

فتح مکہ کے بعد یعنی قبائل نے اسلام لانے میں پیش قدمی کی تھی لیکن ہوازن اور ثقیف پر فتح مکہ سے اٹھا اثر ہوا یہ فزن جنگ کے ماہ اور نہایت جنگجو قبیلہ تھے، اسلام کے غلبہ سے انھوں نے یہ محسوس کیا کہ اب ان کی ریاست اور اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس بنا پر ہوازن اور ثقیف کے سرداروں نے مل کر ملے کیا کہ مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کر دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ان واقعات کی خبر پہنچی تو آپ نے مسالط کی چھان بین کے لیے حضرت عبداللہ ابن ابی بدر رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ جاؤس کین رضین میں آئے اور کئی دن تک وہاں رہ کر حالت کی تحقیق کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کی تیاری کی۔ شمالاً، ہجر میں بارہ ہزار مسلمان تھے اس قدر ساز و سامان کے ساتھ تھے کہ بعض صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے کہ آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے؟ اس وجہ سے یہ آیات نازل ہوئیں :

اس سے پہلے بہت مرقوں پر اللہ تعالیٰ مدد فرمایا ہے اور یہ تم میں بھی آتم اس کی مدد کا تجربہ کر چکے ہو، جب تم اپنی کثرت تعداد پر زور برس گئے تھے لیکن وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور جو دوائی وسعت کے زمین تم پر تنگ ہو گئی، اور تم پیڑ پھیر کر جاگ نکلتے، پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنین پر اپنی "سکینہ" (طمانین قلب) نازل فرمائی اور اپنے لشکر تار سے جڑتیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی بی سزا ہے۔

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرة ویوم حنین اذا محبتکم کثرتکم فلوہ تغن عنکم شیئاً وضائق علیکم الارض بمارحبتہ و لیتم مدبرین ہ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المؤمنین و انزل جنوداً لہم و روہا و عذب الذین کفروا و ذلک جزاء الکافرین۔

(توبہ: ۲۶-۲۵)

اس جنگ میں قبیلہ ہوازن کے تیر اندازوں نے مسلمانوں کا مزہ بھیر دیا اور لشکر اسلام بڑی طرح تتر بتر ہو کر پسا ہوا، اس وقت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شمش بھر جانا ہوا تھے جن کے قدم اپنی جگہ پر جمے رہے اور ان کی ثابت قدمی کا نتیجہ تھا کہ دوبارہ فوج کی ترتیب تمام ہوئی اور بالآخر فتح مسلمانوں کے اتر رہی وہ فتح مکہ سے جو کچھ حاصل ہوا تھا اس سے بہت زیادہ زمینیں کمو دینا پڑتا۔

شکست کے مختلف اسباب تھے متعدد الجیش میں زیادہ تر فوسلم فرماں تھے جو جوانی کے زعم میں نہہ جن کو بھی نہیں آئے تھے۔ فوج میں دو ہزار ملٹاؤ بھی تھے (جو اعلیٰ اسلام نہیں لائے تھے) (دوسری لوت ہوازن تیر اندازوں کے اندر تمام عرب میں مشہور تھے، میدان جنگ میں ان کا ایک تیر بھی غالب نہیں جاتا تھا، کفار نے میدان جنگ میں بیچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا، اور بیازوں کی گئی تھیں، کھانوں اور دھولوں میں جگہ جگہ اپنے تیر اندازوں سے جھاد دیے تھے، اسلامی فوج نے نہ اندر سے حملہ کیا، میدان جنگ اس قدر تشیب میں تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں نہیں جم پاتے تھے، مسلمانوں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے جہازوں کو نہیں مل آئی اور کہیں گاہوں سے تیروں کی بارشیں ہونے لگی، متعدد الجیش انہی کے ساتھ گہرا کر دیچے ہوا اور تمام فوج کے پاؤں اکٹھے گئے، تیروں کا میدان برس راقا ہوا، ہوازن فوج ہوا اور گئی تھی لیکن ایک قبیلہ شجاعت

تھا جو تیر و تھک کے اس طوفان میں چٹان کی طرح ڈٹا ہوا تھا فقط اتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسك وہ آپ اللہ کی راہ میں جنگ کیجئے آپ اپنی ذات کے سوا اور کسی کے جواب دہ نہیں یہ (نساد: ۴۰/۴۸) کی شان کا نزول ہوا تھا، اس وقت آپ کی ذات تنہا ایک فوج تھی، ایک اقلیم تھی بلکہ غلامہ کائنات تھی! آپ بار بار یہ فرماتے تھے: انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

آپ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ ہاجرین اور انصار کو آواز دو، حضرت عباس نے پکارا یا معشر الانصار یا اصحاب الشجرۃ یہ پڑا آواز کانوں میں کیا پڑی کہ تمام فوج ایک دم پلٹ پڑی اور دفعتاً جنگ کا پانسہ پلٹ گیا کفار جاگ نکلے اور جرماتی بچے وہ گرفتار ہو گئے، بزمک (ثقیف کی ایک شاخ) جم کر ٹڑے لیکن ان کے ستر آدمی مارے گئے اور جب ان کا سالاری ملا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ ہو سکے۔

اس حدیث (۲۲۵۳) میں حضرت البرقادہ رضی اللہ عنہ نے اسی فزہ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب اس جنگ میں لوگ جاگ نکلے تو میں نے دیکھا کہ ایک کافر ایک مسلمان کے سینہ پر سوار ہے میں نے عقب سے اس کے شانہ پر تلوار ماری جو فزہ کاٹ کر امداد تر گئی اس نے پلٹ کر مجھ کو اس زور سے دبوچا کہ میری جان پر بن گئی لیکن پھر وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا: میں شخص نے کسی کو قتل کیا تو اس کا سلب (چھینا ہوا سامان) اس کو ملے گا بشرطیکہ اس کے پاس گواہ ہو، تو ترجمیر مجھے اس شخص کی سلب لینے کا خیال آیا لیکن میں نے کہا، میرا گواہ کون ہے؟ ————— الحدیث

سلب کا لغوی معنی | علامہ زبیدی کہتے ہیں اس سلب معنوں کے معنی میں ہے یعنی سلب، یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کو جگ میں ایک شخص دوسرے شخص کے پاس سے چھین کر حاصل کرتا ہے، یہ چیزیں اس کا باسی اس کے ہتھیار اور اس کی سواری ہے۔ ہر وہ چیز جو کسی انسان کے پاس ہو وہ سلب ہے اور انسان مال غنیمت میں سے جو چیز چھین کر حاصل کرتا ہے وہ بھی سلب ہے، حدیث میں ہے من قتل قتیلاً فله سلبہ ”جو شخص کسی کو قتل کرے وہ اس کی سلب کا حقدار ہے، اس کی جمع اسلاب ہے۔“

سلب کی تفسیر میں مذاہب فقہاء | علامہ ابی مالکی کہتے ہیں: سلب کی تفسیر میں اختلاف ہے اوزاعی اور ابن عباس کہتے ہیں کہ گھوڑا اور اس کی زین سلب میں داخل ہے خواہ زین میں سونا،

چاندی اور جواہرات ہوں، اور مقتول کے اوپر جو باس، ہتھیار اور زیورات ہوں اور اس کا گھوڑا اور ٹپکا اور سگن اور انگوٹھی اور طوق اور تاج وغیرہ یہ سب سلب ہیں، امام شافعی کا بھی ایسا ہی قول ہے البتہ سگن اور جزیورات جنگ میں نہیں ہونے چاہتے ان میں امام شافعی کو تردد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا گھوڑا اور ہتھیار سلب ہیں، یہی امام مالک کا مذہب ہے امام سمون مالکی نے امام شافعی کی طرح کہا ہے کہ گھوڑا، ہتھیار اور زیورات سلب ہیں، امام احمد کوڑے کے نقل (افہام) میں داخل کرتے ہیں اور تلواروں میں انہوں نے ترقف کیا ہے، اور یہ قول شاذ ہے، اور ابن عباس نے کہا ہے کہ اگر منظرہ میں سونا اور چاندی ہو تو وہ سلب ہے۔ دشمن کے لشکر میں مقتول کے جواہر پائے جائیں ان کے متعلق امام شافعی کے دو قول ہیں۔ لہ

۱۔ سیید محمد تفسیر صحیح زبیدی صفحہ ۱۲۰۵، تاج المعرفہ ص ۱۵۱، مطبوعہ مطبعہ الخیر بہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی نے اپنی کتاب التتمہ ص ۸۲۸، احوال کامل المسلمین ص ۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

حافظ ابن جریر مستوفی شافعی کہتے ہیں: جوہر کے نزدیک لڑنے والے کے پاس جو طبریں وغیرہ پایا جاتے وہ سلب ہے امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اس میں سواری داخل نہیں ہے اور امام شافعی سے ایک روایت ہے کہ یہ آلات جنگ کے ساتھ محفوظ ہے۔ لہ

علامہ ابن قدامہ منہلی کہتے ہیں:

مقتول جو چیزیں پہنے ہوئے ہو وہ سب سلب ہے، مثلاً کپڑے، عمامہ، ٹوپی، منقحہ، زره، نمود، تاج، انگن اور موزے وغیرہ اور ان چیزوں میں جو زیورات ہوں وہ بھی سلب ہیں، کیونکہ سلب سے لباس کا معنی سمجھ میں آتا ہے، اسی طرح تلوار، نیزہ اور چھری وغیرہ بھی سلب ہیں، کیونکہ ان سے جنگ میں مدد حاصل کی جاتی ہے اس لیے یہ سلب میں بطریق اولیٰ داخل ہیں، اسی طرح سواری سے بھی جنگ میں مدد حاصل ہوتی ہے اس لیے وہ بھی سلب میں داخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سواری والا عمار مال قیمت سے زیادہ حصے کا حقدار ہوتا ہے، اسی لیے سواری کا ہتھیاروں سے زیادہ جنگ میں دخل ہے البتہ جو مال مقتول کے قبیلے میں ہو وہ سلب نہیں ہے کیونکہ وہ طبرس میں شامل ہے جس سے لڑنے میں مدد ملتی ہے، اسی طرح اس کا گناہ اور اس کا سامان اور جو مال اس کی ملکیت میں نہیں ہے وہ سلب نہیں ہے امام ازہلی، محمول اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے لیکن امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جن چیزوں کی جنگ میں ضرورت نہیں پڑتی وہ سلب نہیں ہیں جیسا کہ تاج، انگن اور طرق وغیرہ اور عیال بھی جس میں خرچ کے لیے مال ہو۔

علامہ ابن قدامہ منہلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت برابر رضی اللہ عنہ نے مہربان سے مبارکت کی (یعنی اس کو نکالا) اور اس کو قتل کر دیا، اس کے انگن اور منقحہ کی قیمت میں ہزار تھنی اور حضرت عمر نے وہ انگن اور منقحہ حضرت برادر کو دے دیے اور حضرت عمر بن ممدی کرب نے ایک شخص پر حملہ کیا اور اس کی پیشینہ میں نیزہ مار کر اس کو گرا دیا پھر اتر کر اس کے ہاتھ کاٹ دیے اور اس کے انگن آتا ہے اور اس کی تلوار اور منقحہ بھی ان کو دی گئیں، نیز یہ چیزیں مقتول نے پہنی ہوئی ہوتی ہیں اس لیے یہ چیزیں طبرس میں شامل ہیں اور خلفہ سلجوقیوں میں داخل ہیں سواری کے متعلق امام احمد سے مختلف روایات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ یہ سلب میں داخل نہیں ہے اور عمر بن ممدی کرب کی حدیث میں انگن اور منقحہ لینے کا ذکر ہے اور سواری کر لینے کا ذکر نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عرف بن مالک سے روایت ہے کہ انھوں نے غزوہ موتہ میں ایک رومی گھوڑے سوار کو قتل کر دیا اور حضرت خالد بن ولید سے اس کے گھوڑے اور ہتھیاروں کو سلب میں لے لیا، اور شریبن معلق سے روایت ہے کہ انھوں نے بھی گھوڑے کو سلب میں لیا تھا اور امام احمد کا اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ گھوڑے سے بھی جنگ میں مدد حاصل کی جاتی ہے اس لیے وہ ہتھیاروں کے مشابہ ہے اور جب سواری کا سلب ہونا ثابت ہو گیا تو سواری پر جو زین اور گام ہے وہ بھی سلب ہے اور زین میں جو زیورات ہوں وہ بھی سلب ہیں اور سواری کے باقی آلات بھی سلب ہیں۔ سواری سلب اس وقت ہوگی جب مقتول اس پر سوار ہو اور جو سواری اس کے گھریں ہو یا کسی اور کے پاس ہو وہ سلب نہیں ہے اسی طرح ہتھیاروں کا حکم ہے۔ ۱۷

۱۷۴۱ھ - حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر مستوفی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۰، مطبوعہ دار نشر کتب الاسلامیہ بیروت
 ۱۷۴۰ھ - علامہ موفق الدین مہاشین احمد بن قدامہ منہلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی عن الشرح ج ۱ ص ۴۲۳-۴۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۴۰ھ

علامہ المرغینانی حنفی کہتے ہیں: مقتول کے کپڑے، اس کے ہتھیار اور اس کی سواری سلب ہے، اسی طرح اس کی سواری پر جو زین اور دیگر آلات، ہوں وہ بھی سلب ہیں، اسی طرح اس کی سواری میں جو مال ہو یا اس کی بیان (دگر سے بندھی ہوئی پتیلی) میں جو مال ہو وہ بھی سلب ہے، اور ان کے علاوہ جو چیز ہر وہ سلب نہیں ہے، اسی طرح اگر دوسری سواری پر اس کا غلام ہو تو وہ بھی سلب نہیں ہے۔ لہ

سلب کے احکام اور شرائط میں فقہاء کے نظریات | علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: اس میں

سب علماء کا اتفاق ہے کہ قاتل مقتول کے سلب کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جو شخص کسی کو قتل کرے گا اس مقتول کا سلب قاتل کو ملے گا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد)

سلب ہر قاتل کے لیے ہے خواہ وہ مال غنیمت میں سے حصہ کا مستحق ہو یا معمولی چیز کا جس شخص کو مال غنیمت سے حصہ نہیں ملا اس کے متعلق امام شافعی کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ سلب کا مستحق نہیں ہوگا کیونکہ مال غنیمت کا حصہ زیادہ ہوگا ہے اور جب وہ اس کو نہیں ملے گا تو وہ سلب کا بطریق اولیٰ مستحق نہیں ہوگا کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غلام جب اپنے مولیٰ کی اجازت سے مبارزت کرے اور کسی کو قتل کر دے تو وہ سلب کا مستحق نہیں ہے البتہ اس کو معمولی چیز دی جائے گی، اور غلام، عورت، بچے اور مشرک مال غنیمت سے حصہ کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ ان کو عتوڑی ہی کوئی چیز دی جاتی ہے اس لیے وہ سلب کے بھی مستحق نہیں ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ احادیث میں بالعموم حکم ہے جس نے کسی کو قتل کیا وہ سلب کا مستحق ہے نیز اس لیے کہ لشکر کا امام امیر اگر کسی ایسے کام پر جس میں مسلمانوں کا نفع ہو کسی شخص کے لیے انعام مقرر کرے تو وہ اس انعام کا مستحق ہوتا ہے تو جس شخص کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انعام مقرر کریں وہ بطریق اولیٰ اس انعام کا مستحق ہوگا۔

علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں: سلب کے استحقاق کی چار شرطیں ہیں: (۱) مقتول ان رٹنے والوں میں سے ہو جن کا قتل کرنا جائز ہے، اگر کسی شخص نے عورت، بچے، شیخ خانی یا بہت کمزور شخص کو قتل کر دیا اسی طرح جو لوگ جگ نہیں کرتے ان کو قتل کرنے سے سلب کا مستحق نہیں ہوگا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، ہاں اگر ان میں سے کوئی جگ کر رہا ہو تو پھر اس کو قتل کرنے سے سلب کا مستحق ہوگا۔

(۲) اگر ایک شخص نے مقتول کے اعضاء کاٹ کر اس کو بیس کر دیا اور دوسرے شخص نے اس کو قتل کر دیا تو سلب کا مستحق اعضاء کاٹنے والے ہے کیونکہ اس کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ کرنے والا وہی ہے، حضرت مساذ بن عمرو بن جوح نے تلوار لے کر ابو جہل کو گرایا اور حضرت ابن مسعود نے اس کا سر کاٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سلب کا فیصلہ حضرت مساذ کے لیے کیا اور حضرت ابن مسعود کو اس کی سلب سے کچھ نہیں دیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ

۱۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی www.marfat.com پر مکتبہ المدینہ حیدرآباد

جلد خامس

لوگوں میں سے ہے۔

(۱۲)۔ اگر ایک شخص کسی کو زخمی کر دے اور اس کا اچھی طرح علاج نہ ہو تو زخمی بھی مکمل متعطل ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ سلب مرف قائل کے لیے ہے اگر کوئی شخص کسی کو قید کرے تو وہ اس کی سلب کا مستحق نہیں ہوگا خواہ اس کو ملام قتل کرے یا نہ کرے، کیونکہ جنگ بدر میں مسلمانوں نے کافروں کو قید کر لیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں میں سے عقبہ ابن نضر بن حارث کو قتل کر دیا اور قید کرنے والوں کو ان کی سلب نہیں دی۔

(۱۳)۔ قتل کرنے والا اس قتل میں مستقل اور مفرد ہو اگر اس نے مسلمانوں کی صفوں میں سے کسی کو تیرا مارا اور وہ مر گیا تو سلب کا مستحق نہیں ہے، امام احمد نے کہا ہے کہ قائل کے لیے سلب اس وقت ہوگی جب وہ مہازرت (مکہ سے) کرے، اسی طرح اگر مسلمانوں کی ایک جماعت نے مل کر کسی کو قتل کیا تو وہ بھی اس کی سلب کے مستحق نہیں ہوں گے۔

علامہ ابن ندر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں: سلب میں سے محس نہیں لیا جاتے گا، حضرت سعد بن ابی وقاص، ابن منذر اور ابن جریر کا بھی یہی قول ہے اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس میں سے محس لیا جائے گا امام ابو داؤد علیٰ ہذا معقول کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ** (انفال) ۸۷، ہاتھ اور گھوڑے مال غنیمت میں سے جو کچھ حاصل کیا ہے اس میں سے اللہ کے لیے پانچواں حصہ ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عوف بن مالک اور

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائل کے لیے سلب کا فیصلہ کیا اور اس میں سے محس نہیں نکالا۔ (سنن ابوداؤد) اور حضرت عمر کا قول بھی ہماری دلیل ہے انہوں نے فرمایا: ہم سلب میں سے محس نہیں نکالتے تھے، ابن سیرین نے روایت کیا ہے کہ برادر بن مالک نے بحرین میں مرزبان سے مبارزت کی

اور نیزہ مار کر اس کو قتل کر دیا اور اس کے ننگوں اٹھا لیے جب حضرت عمر تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہم پہلے سلب میں سے محس نہیں نکالتے تھے لیکن برادر کی سلب مال کو پہنچتی ہے میں اس میں سے محس نکالوں گا، اسلام میں سب سے پہلے برادر کی سلب سے محس نکالا گیا اور برادر کی سلب تیس ہزار کو پہنچتی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کے در حضورت اور حضرت عمر کے ابتدائی ایام میں بھی معمول تھا کہ سلب میں سے محس نہیں نکالا جاتا تھا، اور آپ کی

اتباع اہل ہے، جو زجانی نے کہا جس چیز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے کوئی ہدایت آچکا ہے اس چیز میں آپ کی ہدایت کے سوا اور کسی کی اتباع جائز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کی بنیاد پر قرآن مجید کی آیت (انفال: ۱۸) کے عزم میں جنسوں کی جلتے گا کیونکہ آپ قرآن مجید کے شارح ہیں اور قرآن مجید کی مراد آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر جنابلی کہتے ہیں: امام نے سلب لینے کے لیے کہا، ہویا نہیں، ہر حال میں قائل سلب کا مستحق ہوگا۔ امام ابو داؤد، لیث، امام شافعی، اسحاق، ابو سعید اور ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو سعید اور خودی نے یہ کہا ہے کہ قائل سلب کا اس وقت مستحق ہوگا جب امام یا امیر لشکر قائل کے لیے سلب کی شرط لگنے لگا، امام مالک نے کہا ہے کہ امیر لشکر کہے گا تو قائل سلب کا مستحق ہوگا، امام احمد سے بھی ایک قول ان کے قول کی طرح متقول ہے کیونکہ امام مسلم

اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضرت عوف بن مالک نے ایک کافر کو قتل کر دیا حضرت خالد نے اس کی سلب کی یاد رکھی کہ وہ حضرت عوف کو نہیں دی، جب حضرت عوف نے اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو پہلے آپ نے حضرت عوف کے حق میں فیصلہ کیا لیکن جب حضرت عوف نے اس فیصلہ کی وجہ سے حضرت خالد کی

تخفیف کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے خالد اس کو سلب مسموم دو" نیز حضرت عمر نے حضرت
برادر کی سلب سے غم سے لے لیا اگر سلب کن کا حق ہوتا تو وہ اس سے غم نہ لیتے!

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من قتل قتیلًا فلہ سلبہ" جس
شخص نے کسی کو قتل کیا اس کی سلب کا وہی حقدار ہے! "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور فیعل ہے جس پر
علاقائے راشدین نے عمل کیا ہے، حضرت عمر کا یہ کہنا کہ "ہم سلب میں سے غم نہیں لیتے تھے" اس پر دلیل ہے
کہ یہ حکم ہر قاتل کے لیے عام اور مستحب ہے اور اس پر ہر غزوہ میں عمل ہوتا رہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت عوف کو جو سلب نہیں دی یہ اس کی سزا تھی کہ انہوں نے حضرت خالد کی تخفیف کی تھی اور امام احمد کے قول کی توجیہ
یہ ہے کہ سلب لینے کے لیے امام کی اجازت حاصل کرنا مستحب ہے۔

سلب کے حکم میں فقہاء و احناف کے نظریات اور دلائل

علامہ بدر الدین عینی حنفی کہتے ہیں: امام
ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد پر

کہتے ہیں کہ سلب بھکر کے مال غنیمت سے ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو مال غنیمت کا ہے (یعنی اس سے غم
نکالا جائے گا) البتہ اگر امام نے یہ کہہ دیا کہ "جس شخص نے کسی کو قتل کیا تو اس کی سلب اس کو ملے گی" اس وقت میں
سلب کا صرف قاتل مستحق ہوگا (اور اس سے غم نہیں نکالا جائے گا)۔

علامہ ابو الحسن المرغینانی حنفی کہتے ہیں: جب سلب قاتل کو نہیں دی جائے گا تو اس کا شمار مال غنیمت سے
ہوگا، اس میں قاتل اور غیر قاتل دونوں برابر ہیں، امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب قاتل غنیمت لینے کا اہل ہو تو صرف وہی
سلب لینے کا مستحق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "من قتل قتیلًا فلہ سلبہ" جس
نے کسی شخص کو قتل کیا تو اس کے لیے مقتول کی سلب ہے، اور بظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک شرعی
حکم بیان کیا ہے کیونکہ آپ شرعی حکم بیان کرنے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور قاتل نے اس کو قتل کرنے میں
زیادہ مشقت اٹھائی ہے اس لیے وہ اس کی سلب کے ساتھ مختص ہوگا تاکہ اس میں اور دوسروں میں فرق واضح ہو۔

علامہ المرغینانی حنفی کہتے ہیں: قاتل نے مقتول کو بھکر کی قوت سے قتل کیا ہے اس لیے اس سے چھینا ہوا سلب
مال غنیمت میں شمار ہوگا اور مال غنیمت کی طرح اس کی تقسیم کی جائے گی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبیب بن لہاسلمہ
(مسلمہ سعیدی غزالی) سے فرمایا لیس لك من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امارک۔ "مقتول
کی سلب سے تم کو وہی چیز ملے گی جس کو امام، تمہیں خوشی سے دے گا" اور امام شافعی نے جو حدیث بیان کی ہے
"جس شخص نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے مقتول کی سلب ہے" اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ شرعی حکم بیان کیا ہو جیسا کہ امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کا مذہب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ بطور نفل اور انعام کے فرمایا ہو اور ہم اس کو جبیب بن ابی مسلمہ کی روایت کی بنا پر نفل اور انعام پر محمول

۱۔ علامہ موفق الدین حلی شریح الحدیث ج ۲۰ ص ۲۲۰۔ ۲۔ المنہج مع الشرح ج ۱ ص ۲۲۰۔ ۳۔ مختصراً مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ھ

۴۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۷۰۸ھ ص ۱۰۰۔ ۵۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۲۸ھ

کہتے ہیں اور کسی کی زیادہ مشقت اس کے لیے زیادہ غزیت کی مقتدی نہیں ہے۔ لہ

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: علامہ الرضائی نے جرعیب بن ابی سلمہ کی روایت سے استدلال کیا ہے یہ بہت خوب سے بشطہ طیکہ یہ حدیث صحیح یا حسن ہو لیکن اس حدیث کو امام طبرانی نے مجموعہ اوسط اور صحیح کبیر میں روایت کیا ہے کہ عبید بن مسلمہ کو یہ خبر پہنچی کہ قرظ بن کاعبیر آذربائیجان کے راستہ سے جا رہا ہے اور اس کے ساتھ زمرہ، یا قوت اور موقت وغیرہ ہیں، انہوں نے جا کر اس پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا اور اس کا نام مال لے آئے، حضرت ابو عبیدہ نے اس مال سے قسم نکالا جا تا تو عبید بن مسلمہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دیا ہے تم مجھ کو اس سے محروم نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کر قائل کا حق قرار دیا ہے، اس پر حضرت حماد نے کہا اے عبید بن مسلمہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، انسان کا حق اسی چیز پر ہے جو اس کا امام اس کو خوشی سے دے! یہ حدیث عمرو بن ولید کی وجہ سے مجہول ہے۔

اس حدیث کو اسحاق بن راہوی نے بقیہ بن ولید سے، انہوں نے ایک شخص سے، انہوں نے جناد بن ابی امیہ سے روایت کیا کہ عبید بن مسلمہ پانچ چھروں پر ریح یا قوت اور زمرہ ولا کر لائے، عبید بن مسلمہ نے یہ تمام مال لینا چاہا اور حضرت ابو عبیدہ ان کو اس میں سے سب دینا چاہتے تھے، عبید بن مسلمہ نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے کسی کو قتل کیا اس کے لیے مقتول کی سلب ہے، حضرت ابو عبیدہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لیے یہ قانون نہیں بنایا، حضرت حماد رضی اللہ عنہ بھی یہ گفتگو سن رہے تھے، انہوں نے عبید سے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے اس چیز کو لے رہے ہو جس کو دینے پر تیار راہم راجحی نہیں ہے، تم ہی چیز کو لے سکتے ہو جو تم کو امام خوشی سے دے، اور حضرت حماد نے اس بارے میں ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی، پھر ان کا اس پر اتفاق ہو گیا اور عس نکالنے کے بعد مال عبید کو دے دیا گیا اور عبید نے اس مال کو ایک ہزار میں فروخت کر دیا۔ اس حدیث کی سند مجہول ہے کیونکہ بقیہ بن ولید اور جناد بن امیہ کے درمیان ایک مجہول راوی ہے۔

علامہ الرضائی (صاحب ہلیم) نے کہا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبید بن ابی سلمہ سے فرمایا "مقتول کی سلب سے تم کو وہی چیز ملے گی جو تم کو امام خوشی سے دے گا" حالانکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں بلکہ حضرت حماد کا عبید سے خطاب ہے، نیز علامہ الرضائی نے ان کا نام عبید بن مسلمہ لکھا ہے حالانکہ ان کا نام عبید بن مسلمہ ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: ہر چیز کو یہ حدیث ضعیف ہے (لیکن سند معلول ہے اور دوسری مجہول) لیکن اس کا ضعف ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی تائید ہے جنگ بدر میں ابو جہل کے تعلق حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حماد بن عمرو بن جموح اور حضرت حماد بن عمرو رضی اللہ عنہما کی تلواروں کو دیکھنے کے بعد دونوں سے فرمایا: تم دونوں نے اس کو

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرضائی صنفی سنہ ۵۹۳ھ، ہلیم اولین ص ۵۵۹، مطبوعہ مکتبہ المدنیہ مٹان

قتل کیا ہے اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کی سلب فقط حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی مگر قاتل سلب کا مستحق ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو اس کی سلب عطا فرماتے۔

امام بیہقی نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ نفس کتاب سے ثابت ہے کہ بدر کمال غنیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک تھا آپ جس کو چاہیں عنایت فرمادیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے ان صحابہ کو کمال غنیمت سے حصہ دیا جو اس معرکہ میں حاضر نہیں تھے، پھر معرکہ بدر کے بعد کمال غنیمت کے متعلق آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کو قاتل کے ساتھ خاص کر دیا اور پھر یہی قاعدہ مقرر ہوا۔ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ جنگ بدر میں بھی سلب قاتل کے لیے تھا کیونکہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن فرمایا من فقتل قتیلاً فذلہ مسلماً۔ جس نے کسی شخص کو قتل کیا اس کی سلب قاتل کے لیے ہے، یہ حدیث اگر صحیح لیکن اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جنگ بدر میں بھی سلب قاتل کے لیے تھی۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ متعدد احادیث سے یہ ثابت ہے کہ سلب کا قاتل کے لیے ہونا ہمیشہ کے لیے قاعدہ نہیں ہے اور ہر چند کہ یہ احادیث ضعیف السند ہیں لیکن متعدد طرق روایت سے یہ درجہ حسن کو پہنچے ہیں اور صحیح مسلم ابن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت عوف بن مالک کی سلب میں جب ان کا اور حضرت خالد بن ولید کا مناقبہ ہوا تو پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوف کے حق میں فیصلہ کیا لیکن جب حضرت عوف نے حضرت خالد کی تخفیف کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور حضرت خالد سے فرمایا: اے خالد! ان کو سلب واپس نہ کرنا، کیا تم میرے امراء (کی اطاعت) کو ترک کر رہے ہو؟ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سلب کا قاتل کے لیے ہونا کوئی لازمی اور لہجہ قانون نہیں ہے اور علامہ خطابی کا یہ جواب دنیا صحیح نہیں ہے کہ چونکہ حضرت عوف نے حضرت خالد کی تخفیف کی تھی اس لیے آپ نے ان کو سلب نہیں دی تاکہ کوئی شخص امیر کے فیصلہ کے خلاف جرأت نہ کرے یہ جواب اس لیے غلط ہے کہ اگر سلب قاتل کا حق ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی بنا پر ان کو ان کے حق سے محروم نہ کرتے اس سے ثابت ہوا کہ سلب کا قاتل کے لیے ہونا کوئی ابدی قاعدہ نہیں ہے بلکہ یہ امام کی مرضی پر موقوف ہے خواہ وہ قاتل کو دے یا نہ دے اور جب یہ قاتل کا حق نہیں ہے تو پھر یہ مال غنیمت ہے اور اس سے غصہ نکالا جائے گا یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ لہ

جنگ بدر میں حضرت معاذ بن عمرو کو سلب کے ساتھ خاص کرنے کا سبب | حدیث نمبر ۴۲۵۲

قتل کرنے کا واقعہ ہے حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں نے ابو جہل پر تلواروں سے وار کر کے اس کا خون بہایا تھا لیکن کسی اور مہلک جگہ حضرت معاذ بن عمرو نے کیا تھا جس کے لہاس کا جلاک ہو جانا یقینی ہو گیا تھا اسی وجہ سے اس کی سلب اس کو دی گئی، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سترن سے جدا کیا تھا یہ تیوں صحابہ اس کے قتل میں شریک تھے لیکن فیصلہ کن وار حضرت معاذ بن عمرو بن جموح

لہ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حوالہ ۸۱۱، فتح القدر ج ۱ ص ۲۴۳ - ۲۵۱، مطبوعہ مکتبہ ندویہ رضویہ مکر

نے کیا کیا۔
 علامہ بدرالدین یعنی مکتفی ہی، امام طحاوی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سلب پر قائل کا حق نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عمرو سے دووں سے فرمایا، تم دونوں نے ابو جہل کو قتل کیا ہے لیکن سلب صرف حضرت معاذ بن عمرو کو دی اس سے معلوم ہوا کہ سلب پر قائل کا حق نہیں ہے ورنہ دونوں کو سلب دیتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ متفقہ نہیں ہے کہ آپ ایک کا حق چھین کر دوسرے کو دے دیں کیونکہ اگر امام یہ اعلان کرے کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کو مقتول کی سلب ملے گی اور دو عرصوں میں کسی ایک آدمی کو قتل کریں تو امام اس کی سلب ان دونوں میں تقسیم کرے گا اور امام کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک کو مردم کر کے دوسرے کو مکمل سلب دے دے اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک یہ نہیں فرمایا کہ قتل کرنے والے کو مقتول کی سلب ملے گی اس لیے آپ نے وہ سلب دو میں سے ایک کر دے دی، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت معاذ بن عمرو بن جرح کا تلوار سے وار کرنا زیادہ قوی تھا اس وجہ سے آپ نے تنہا ان کو سلب دی۔ لہ

اس باب کی آخری حدیث میں جنگی قیدیوں کو فدیہ میں دے کر مسلمان قیدیوں کے چھڑانے کا ذکر ہے، ہم اس پر بحث اس سے پہلے طے ہے اب میں (یعنی باب ۵۹) کرچکے ہیں اور اس پر مفصل گفتگو اور محکم تحقیق انشاء اللہ العزیز اب نمبر ۵۹۶ میں کریں گے۔

فنے کا حکم

بَابُ ۵۹ حُكْمُ الْفَيْءِ

حضرت ابو جہرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس بستی میں جاؤ اور وہاں قیام کرو تو تمہارا حصہ اس بستی میں ہوگا۔ جو بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے (یعنی اس نے مسلمانوں سے جنگ کی) تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور باقی تمہارا ہے۔

۴۳۵۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ سَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهِ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّ أَحَادِيثٌ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا قَرْيَةٍ آتَيْتُمُوهَا وَأَقَمْتُمْ فِيهَا فَسَهَبْتُمْ فِيهَا وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَيْتُمْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَاتَ مُحَمَّدٌهَا اللَّهُ وَيُرْسُولُهُ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بوزغیر

۴۳۶۰ - حَدَّثَنَا كُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ

کے اموال ان اموال میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر فرمادے تھے، مسلمانوں نے ان کے حصول کے لیے گھوڑے دوڑائے تھے، زاونٹ، یہ اموال بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھے، آپ ان اموال میں سے اپنے اہل کے لیے ایک سال کا خرچ نکال لیتے تھے اور جو مال باقی بچتا اس کو جہاد کی سواریوں اور ہتھیاروں کی تیاری پر خرچ کرتے تھے۔

مَحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَ الْفَظْزَلِيُّ بْنُ أَبِي
شَيْبَةَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَخْزَوْنِ
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ
أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى
رَسُولِهِ مِمَّا لَمْ يُوجِفْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ
بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَكَانَ يُنْفِسُ عَلَى
أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَةٍ وَمَا بَقِيَ يَجْعَلُهُ
فِي الْكُرَاعِ وَالسَّلَاحِ عِدَّةً فِي
سَبِيلِ اللَّهِ -

امام مسلم نے اس حدیث کا ایک اور سند بیان کی ہے۔

۲۲۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ
أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ قَعْمَرِ
عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْوَسْنَانِ -

حضرت اوس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا میں دن پڑھنے کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ گھر میں خالی تخت پر چڑھے کے ایک تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، درمیانے لگے اسے مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ جلدی جلدی آئے تھے، میں نے انہیں تھوڑی سی چیزیں دینے کا حکم دے دیا ہے، تم وہ چیزیں لے کر ان کے درمیان تقسیم کر دو، میں نے کہا آپ میرے علاوہ کسی اور کے ذمہ یہ کام لگا دیجئے تو اچھا تھا، حضرت عمر نے فرمایا: اسے مالک! تم یہ چیزیں لے لو! اتنے میں (ان کا غلام) بیزاد اندر آیا اور کہنے لگا: حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد کے متعلق کیا حکم ہے؟ (یعنی وہ اندر آئے کی

۲۲۶۲ - وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ
بْنِ أَسْمَاءَ الصُّبَيْعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ
مَالِكِ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ مَالِكَ بْنَ أَوْسٍ حَدَّثَنَا
قَالَ أَسْأَلُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَجِئْتُهُ
حِينَ تَعَالَى التَّهَارُ قَالَ فَوَجَدُ شَيْئًا
فِي بَيْتِهِ جَالِسًا عَلَى سِرٍّ مُفَضِّلًا إِلَى
رَمَالِهِ فَتَكَلَّمَ عَلَيَّ وَ سَادَةً هِيَ أَدْمِرُ
فَقَالَ لِي يَا مَالُ إِنَّكَ قَدْ دَفَعْتَ أَهْلُ
أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ
بِرَضَخٍ فَخُذْ لَكَ قَائِسًا بَيْنَهُمْ قَالَ
قُلْتُ لَوْ أَمَرْتُ بِهَذَا غَيْرِي قَالَ خُذْ
يَا مَالُ قَالَ فَجَاءَ يَوْفَا فَقَالَ هَلْ لَكَ
يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عُثْمَانَ وَ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَ الزُّبَيْرِ وَ سَائِرِ

جلد خامس

اعلیٰ انداز کے کی اجازت سے دی اور وہ افراد گئے پھر برہنہ آئے اور کہا حضرت علی اور حضرت عباس کے بارے میں کیا حکم ہے حضرت عمر نے کہا اچھا! اور ان کو بھی اجازت دے دی حضرت عباس نے کہا: اسے امیر المؤمنین میرے اولاد میں جوڑے، خطا کار، غیبت کن اور غاسک کے درمیان فیصلہ کر دیجئے! باقی صحابہ نے بھی کہا: ہاں اسے امیر المؤمنین ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور ان کو راحت دلائیے! حضرت مالک بن اوس نے کہا میرا خیال تھا کہ ان دونوں نے ان صحابہ کو اس لیے پہلے بیجا تھا، حضرت عمر نے کہا تمہارے میں تیس امیر تھے اور تم دوتا ہو جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، انھوں نے کہا ہاں! پھر حضرت عمر حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تم دونوں کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم دونوں یہ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے ان دونوں نے کہا ہاں! حضرت عمر نے کہا جسے تک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چیز کے ساتھ خاص کیا تھا جس کے ساتھ کسی اور کو خاص نہیں کیا تھا، یہ سبھیوں کے وہ احوال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لڑا دیے تھے یہ احوال اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں لہذا احوال خیر راوی کہتے ہیں مجھے علم نہیں کہ انھوں نے اس سے پہلے والی آیت پر بھی غصہ یا نہیں! پھر حضرت عمر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے درمیان بزنغیر کے احوال تفسیر کر دیے، بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احوال کو اپنے ساتھ خاص نہیں کیا، اور نہ تمہیں چھوڑ کر ان احوال کو خود رکھا،

عَمَّا نَعْمَ قَاذِنَ لَكُمْ قَدْ تَحَلَوُا شَرَّ جَاءَ
فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ قَالَ نَعْمَ
قَاذِنَ لَكُمْ فَقَالَ عَبَّاسُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
أَقِضْ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْأَشِيرِ
الْعَادِيهِمُ الْعَارِيْنَ فَقَالَ الْقَوْمُ يَا أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ فَأَقِضْ بَيْنَهُمْ وَآرَاهُمْ فَقَالَ
مَالِكُ بْنُ أَدْرَسٍ يُحْتَمِلُ إِلَى أَكْثَمُ قَدْ كَانُوا
قَدْ مَرُّهُ لِيذَلِكَ فَقَالَ عُمَرُ أَتَيْدَ أَتَشُدُّكُمْ
يَا اللَّهُ الَّذِي يَا ذِيهِ تَقْوَمُ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ
أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ قَالَ لَا تُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً
قَالُوا نَعْمَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ وَعَلِيٍّ
فَقَالَ أَتَشُدُّكُمْ يَا اللَّهُ الَّذِي يَا ذِيهِ تَقْوَمُ
السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُورَثُ مَا
تَرَكْنَا صَدَقَةً قَالَا نَعْمَ فَقَالَ عُمَرُ
إِنَّ اللَّهَ جَمَلٌ وَعَرٌّ كَانَ يَخْضُ رَسُولُكَ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يُخَوِّضْ
يَهَا أَحَدًا غَيْرَهُ فَقَالَ مَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى
رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلْيَنْهَ وَ لِلرَّسُولِ
مَا أَذْرِي هَلْ قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي قَبْلَهَا أَمْ لَا
قَالَ فَحَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِتَكْلِمِ أَمْوَالِ بَنِي النَّضِيرِ قَوْلَهُ مَا اسْتَأْذَنَ
عَلَيْكُمْ وَلَا أَحَدٌ هَادٍ وَتَكْمُ حَتَّى يَقِي هَذَا
الْمَالُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهُ تَقْفَةً سَتَبَةً لَمْ يَجْعَلْ
مَا يَقِي أَسْوَأَ الْمَالِ ثُمَّ قَالَ أَتَشُدُّكُمْ يَا اللَّهُ
الَّذِي يَا ذِيهِ تَقْوَمُ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ
أَتَعْلَمُونَ ذَلِكَ قَالُوا نَعْمَ ثُمَّ كَشَدَّ عَبَّاسًا

وَعَلَيْتَابِئِشِيلَ مَا كُنْتُمْ بِهِ الْقَوْمَ اتَّعَلَمْتَانِ
ذَلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَلَمَّا تَوَفَّى رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ
أَنَا وَوَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ
وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا
فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَوَرَّثْتُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً
قَرَأْتُمَاهُ كَاذِبًا إِشْنَا غَادِرًا خَائِنًا وَاللَّهُ
يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَاطِلٌ وَإِشْدُ تَابِعٌ
لِلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَوَلِيُّ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ ابْنِ
بَكْرٍ قَرَأْتُمَا فِي كَاذِبًا إِشْنَا غَادِرًا خَائِنًا
وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَاطِلٌ وَإِشْدُ تَابِعٌ
لِلْحَقِّ فَوَلِيَّتُمَا ثُمَّ جِئْتُمْنِي أَنْتَ وَهَذَا
وَأَنْتُمَا جَبِيئَةٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ فَقُلْتُمَا
أُدْفَعْنَا إِلَيْنَا فَقُلْتِ إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا
إِلَيْكُمَا عَلَى أَنْ عَلَيْكُمَا عَهْدُ اللَّهِ أَنْ
تَعْمَدَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذْتُمَاهَا
بِذَلِكَ قَالَ أَكْذَابُكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ ثُمَّ
جِئْتُمَا فِي لَأَقْضِي بَيْنَكُمَا وَلَا وَاللَّهِ
لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى
تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا
فَرُدَّاهَا إِلَيَّ -

حق کہ یہ مال باقی رہ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے
ایک سال کا خرچ لے لیتے تھے، باقی جو بچتا وہ بیت المال
میں رکھ لیتے، حضرت عمر نے پھر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا
ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم کو اس
کا علم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں پھر حضرت عمر نے حضرت عباس اور حضرت علی
کو بھی وہی قسم دی جو باقی صحابہ کو دی تھی، اور کہا کیا تم کو اس
کا علم ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمر نے کہا جب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابو بکر نے کہا
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں، پھر تم دونوں
آئے، تم اپنے بھتیجے کی میراث سے طلب کرتے تھے اور
یہ اپنی زوجہ کے لیے ان کے والد کی میراث سے طلب کرتے
تھے تو حضرت ابو بکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا
سے وہ صدقہ ہے۔ سو تم دونوں نے حضرت ابو بکر کو جھوٹا،
گنہگار، عہد شکن اور خائن گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا
تھا کہ حضرت ابو بکر سچے، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کی
پیروی کرنے والے ہیں، پھر حضرت ابو بکر فوت ہو گئے
اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کا خلیفہ
بنایا گیا پس تم دونوں نے مجھے بھی جھوٹا، گنہگار، عہد شکن
اور خائن گمان کیا (یہی میرے ساتھ وہ سلوک کیا جو چھوٹے
اور خائن کے ساتھ کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ
میں سچا، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والا
ہوں پھر میں ان اموال کا دل بنایا گیا پھر تم اور یہ میرے پاس
آئے وہاں مالیکہ تم دونوں کی لائے متفق تھی تم دونوں نے
کہا ان اموال کی نگہداشت ہمارے سپرد کر دیجئے، میں نے
کہا اگر تم چاہو تو میں یہ اموال اس شرط کے ساتھ تمہارے
سپرد کر دیتا ہوں کہ تم ان اموال میں اسی طرح تصرف کرو گے
جس طرح ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصرف کرتے
تھے تم دونوں نے اس کا اقرار کیا حضرت عمر نے کہا کیا یہی

طرح معاہدہ ہوا تھا؛ انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمر نے کہا اب پھر تم دونوں میرے پاس آئے ہو کہ میں تم دونوں کے درمیان فیصلہ کروں، نہیں! غلامی قسم! قیامت تک میں تمہارے درمیان اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا! اگر تم ان اموال کا انتظام کرنے سے عاجز ہو گئے ہو تو پھر یہ مجھے والہیں کر دو۔

حضرت مالک بن ادریس بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور فرمایا تمہاری قوم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال میں سے اپنے الی وویل کے لیے ایک سال کا خرچ نکالتے تھے اور ممکنہ روایت میں ہے کہ ان اموال میں سے اپنے ال کے لیے ایک سال کی خریدار رکھتے تھے۔ اور باقی مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کے لیے رکھ لیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیج کر ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں سے اپنا حصہ طلب کریں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا ان کے لیے یہ سوال جائز نہیں ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا۔ ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

۴۴۳ - حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حَنِيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاُخْرَانِ اُخْبَرَنَا هُبَيْرُ الزُّوْرِيْ اِقْ اُخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ مَالِكِ بْنِ اَدْرِيسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ اُرْسِلَ اِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ حَصَرَ اَهْلَ اَنْبِيَاْتٍ مِنْ قَوْمِكَ يَخْرُوْ حَيْثُ مَالِكٌ غَيْرَ اَنْ فِيْهِ تَكَانٌ يَشْفِقُوْ عَلَى اَهْلِيْهِ مِنْهُ سِتْمَةٌ وَرَبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ يَخْبِسُ قُوْتِ اَهْلِيْهِ مِنْهُ سِتْمَةٌ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ مِنْهُ وَيَجْعَلُ مَالِ اللّٰهِ حَرًا وَجَلًا -

۴۴۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اِثْنَا اَرْبَاعًا اَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُوِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَدُّنَ اَنْ يَّبْعُنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اِلَى اَبِيْ بَكْرٍ فَيَسْأَلُوْهُ مِيْرَاثَهُمْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَهُنَّ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ رَسُوْلٌ مَّا تَرَ كُنَّا قَوْمًا صِدْقَةً -

۴۲۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَالِمٍ
أَخْبَرَنَا حَاجِبُ بْنُ حَدَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ عَقِيلِ
عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ
عَنْ عَائِشَةَ أَسْمَاءَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ قَاطِمَةَ
بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ تَسْأَلُهُ
مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِمَّا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ
وَقَدَّكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسٍ خَيْبَرَ
فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا
صَدَقَةً إِلَّا مَا يَأْكُلُ الْوَجَدُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا
الْمَالِ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ
صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا
فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَا عَمَلِكُمْ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَهَا إِلَى قَاطِمَةَ شَيْئًا
فَوَجَدَتْ قَاطِمَةَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي
ذَلِكَ قَالَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تَكَلِّمْهُ حَتَّى
تُوفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَلَمَّا
تُوفِّيَتْ دَفَنَهَا نَزَّ وَجْهًا عَلَى بَنِي أَبِي
طَالِبٍ لَيْلًا وَنَزَّ يَوْمَئِذٍ بِهَا أَبُو بَكْرٍ
وَصَلَّى عَلَيْهَا عَلَى وَكَانَ يَخْلَعُ مِنَ
الْقَاسِ وَجْهًا حَيًّا قَاطِمَةَ فَلَمَّا
تُوفِّيَتْ اسْتَنْكَرَ عَلَيْهَا وَجْهًا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیج کر یہ سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں جو مال نے دیا ہے اور خیبر کے خمس میں سے جو مال بچا ہے اس کی میراث میں سے میرا حصہ دیں، حضرت ابو بکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اس مال سے کھاتی رہے گی اور میں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تبدیلی نہیں کر دوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس طرح وہ مال خرچ ہوتا تھا اس میں کوئی تغیر نہیں ہوگا۔ اور میں ان احوال میں اسی طرح تصرف کرتا رہوں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تصرف کرتے تھے، سو حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کو (بطور میراث) کچھ دینے سے انکار کر دیا، حضرت فاطمہ کو اس وجہ سے حضرت ابو بکر پر غصہ آیا اور انھوں نے حضرت ابو بکر سے (مناجنا) چھوڑ دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں اور تادم مرگ حضرت ابو بکر سے بات نہیں کی۔ جب حضرت فاطمہ فوت ہو گئیں تو حضرت علی بن ابی طالب نے رات میں ان کو دفن کر دیا اور حضرت ابو بکر کو اس کی خبر نہیں دی، حضرت فاطمہ کی زندگی میں لوگوں کا حضرت علی کی طرف کچھ میلان تھا، حضرت فاطمہ کے فوت ہونے کے بعد حضرت علی نے لوگوں کے رقیب میں کچھ تبدیلی محسوس کی، تو انھوں نے حضرت ابو بکر سے صلح اور بیعت کرنا چاہی اس عرصہ میں انھوں نے حضرت ابو بکر سے بیعت نہیں کی تھی انھوں نے حضرت

اور آپ کے ساتھ ہمارے ہاں اور کوئی نہ آئے کیونکہ
وہ حضرت عمر بن الخطاب کا انا بنا پسند کرتے تھے، حضرت
عمر نے حضرت ابو بکرؓ کو مشورہ دیا، بسنا! آپ ان کے ہاں
تنبہ نہ جائیں، حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہا مجھے یہ تو فتح نہیں ہے
کہ وہ میرے ساتھ کوئی ناگوار سلوک کریں، خدا کی قسم! میں
ان کے ہاں ضرور جاؤں گا، حضرت ابو بکرؓ ان کے ہاں گئے،
حضرت علی بن ابی طالب نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا اے
ابو بکر! ہم آپ کی فضیلت کو بیچنا تھے، اور اللہ نے
جو آپ کا منبر عطا کیا ہے اس سے واقف ہیں، اور
جو خلافت اللہ نے آپ کو دی ہے اس کو آپ سے
چھیننے میں رغبت نہیں رکھتے لیکن آپ نے خود ہی یہ
حکومت حاصل کر لی (یعنی ہم سے مشورہ نہیں لیا) حالانکہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت کی بنا پر اس
(مشورہ) میں اپنا حق سمجھتے تھے، پھر وہ اس مسئلہ میں حضرت
ابو بکرؓ سے مسلسل گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت ابو بکرؓ
کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے، پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا:
خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربت داروں
سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قربت داروں سے
زیادہ عزیز ہے، اور جن احوال کی وجہ سے میرے اور
توہارے درمیان اختلاف ہوا ہے میں نے ان میں کسی
حق کو ترک نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احوال
کو جہاں جہاں صرف کرتے تھے میں نے ان میں کوئی کمی
نہیں کی، حضرت علی نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا اے صحابہ
کے وقت ہم آپ سے بیعت کریں گے اور جب حضرت
ابو بکرؓ طبرک کی نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ منبر پر
چڑھے، کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علی کا معاملہ بیان کیا اور
بیعت میں ان کی تائید کرنے کا فیصلہ بیان کیا جو حضرت علی
نے بیان کیا تھا پھر استفتاء کیا (اور منبر سے اتر آئے)
پھر حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابو بکرؓ کے

قَالَتَسِ مَصَالِحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَ مَبَايِعَتَهُ
وَلَمْ يَكُنْ نَايِبَةً لِّتِلْكَ الْاُمَّةِ قَامَا سَلَّ اِلَى
اَبِي بَكْرٍ اِنْ اٰثِنَا وَلَا يَاثِنَا مَعَكَ اَحَدًا
كَمَا هِيَ مَخْضِرٌ عَمْرٍو بِنِ الْعَطَابِ فَقَالَ
عُمَرُو لِي يَا بَكْرُ وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ
وَحَدَلَةٌ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ وَمَا عَسَا هُوَ اَنْ
يَفْعَلُوْا اِيَّايَ وَاللّٰهِ لَا يَتَّبِعُهُمْ فَدَخَلَ
عَلَيْهِمْ اَبُو بَكْرٍ فَشَهِدَ عَلَيْهِمْ بِنِ اَبِي طَالِبٍ
ثُمَّ قَالَ لَمَّا قَدَّ عَرَفْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ
فَضِيْلَتَكَ وَمَا اَعْطَاكَ اللّٰهُ وَلَمْ تَنْفَسْ
عَلَيْكَ خَيْرًا سَأَفُ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَكِنَّكَ
اسْتَبَدَدْتَ عَلَيْنَا يَا اَمْرُو كَمَا تَحُوْ
تَزُو لَنَا حَقًّا لِقَرَّةِ اٰبَتِنَا مِنْ رَّسُوْلٍ
اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ
يُكَلِّمُ اَبَا بَكْرٍ حَتّٰى قَاضَتْ عَمَلًا اَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا
تَكَلَّمَ اَبُو بَكْرٍ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ
لَقَرَّةِ اَيْتَةِ رَّسُوْلٍ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ كَرَمِ اَبِي
وَاَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ فَمِنْ
هٰذِهِ الْاَمْوَالِ فَمَا قِي لَمَّا اَلِ فِيْهَا عَنِ
الْحَقِّ وَلَمْ اَنْزِلْهُ اَمْوَالًا اَيْتِ رَّسُوْلٍ
اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ
فِيْهَا اِلَّا صَنَعْتُهُ فَقَالَ عَلِيٌّ لِي يَا بَكْرُ
مَوْعِدَةُ الْعَشِيْرَةِ لِبَيْعَتِهِ فَلَمَّا صَلَّى
اَبُو بَكْرٍ صَلَاةَ الظُّهْرِ تَرَقَّى عَلَي الْمُنْبَرِ
فَشَهِدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَمْرٍو وَتَخَلَّفَهُ
عَنِ الْبَيْعَةِ وَعَدَّ رَاكِبًا لَّذِي اِغْتَدَّرَ
اِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَعْفَرَ وَشَهِدَ عَلَيْهِ بِنِ اَبِي
طَالِبٍ تَعَطُّهُ حَتّٰى اَبِي بَكْرٍ قَا اَمْرُو كَم

يَعْمَلُهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَهُ نَفَاسَةً عَلَى
 آبِي بَكْرٍ وَلَا انْكَارًا لِذِي فَضْلِهِ اللَّهُ بِهِ
 وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي الْأَمْرِ نَصِيبًا
 فَأَسْتَبَدَّ عَلَيْنَا بِهَا فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا
 فَسَّرَ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبَتْ
 نَكَاحَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ
 رَاجَعَهُ الْأَمْرَ الْمَعْرُوفَ -

حق کی عظمت کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ انہوں نے جو تائیر کی
 اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ حضرت ابو بکر کے خلاف خلافت
 میں کچھ رغبت رکھتے تھے اور نہ وہ حضرت ابو بکر کی عداوت
 فضیلت کا انکار تھے بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت
 (کے مشورہ) میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے اور ہم اس مشورہ
 لیے بغیر یہ حکومت بنالی گئی اس وجہ سے ہمارے دلوں کو
 رنج پہنچا۔ مسلمان اس بیان سے خوش ہوئے اور کہا آپ
 نے ٹھیک فرمایا، اور جب حضرت علی نے اس معروف راستہ کو
 اختیار کیا تو لوگ ان کی طرف پھر مائل ہو گئے۔

۳۶۶ - حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ
 وَمُحَمَّدُ بْنُ سَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ
 قَالَ ابْنُ سَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْأَخْرَانِ
 أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ عَنْ
 الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرٍوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ
 فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ آتِيَا أَبَا بَكْرٍ بِلَيْمَانَ
 مِيرَاتِهِمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَهُمَا حَيْثُ يُطْلَبَانِ
 أَرْضًا مِنْ قَدِيقٍ وَسَهْمًا مِنْ خَيْبَرَ
 فَقَالَ لَهُمَا أَبُو بَكْرٍ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقِ
 الْحَدِيثِ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ عَقِيلِ
 عَنِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَامَ
 عَلِيٌّ تَعَظَّمَ مِنْ حَقِّ أَبِي بَكْرٍ وَذَكَرَ
 فَضِيلَتَهُ وَسَابَقَتَهُ ثُمَّ مَطَى إِلَى أَبِي
 بَكْرٍ فَبَايَعَهُ فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَى عَلِيٍّ
 فَقَالُوا أَصَبَتْ وَأَصَبَتْ فَكَانَتْ
 النَّاسُ قَرِيبًا إِلَى عَلِيٍّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت
 فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکر کے
 پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے اپنا
 حصہ طلب کرنے لگے، وہ دونوں فدک کی زمین اور خیبر کے
 حصہ میں سے مطالبہ کر رہے تھے، حضرت ابو بکر نے ان سے
 کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے
 اس کے بعد حسب سابق حدیث بیان کی البتہ اس میں یہ ہے
 کہ پھر حضرت علی کو اس سے ہونے اور انہوں نے حضرت ابو بکر
 کے حق کی عظمت ان کی فضیلت اور دین میں ان کی سبقت
 بیان کی پھر حضرت ابو بکر کے پاس جا کر ان کی بیعت کی پھر
 مسلمان حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا آپ نے سچ
 اور مناسب کام کیا، اور جب حضرت علی نے اس نیک کام کو
 اپنا لیا تو لوگ ان کے قریب ہو گئے۔

marfat.com

قَاتَبَ الذَّمْرَ النَّعْرُوفَ -

۳۶۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ سَمُرَةَ عَنْ
يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو حَرَسٍ وَ
حَدَّثَنَا هَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَالْحَسَنُ بْنُ
عَلِيٍّ الْخَلَوَائِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ
وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ
صَالِحِ بْنِ عَيْنِ بْنِ شَهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ
بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ عَزَّ وَجَرَ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ
قَاتِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ
وَقَاتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَفْسَحَ لَهَا مِيرَاقَهَا مِمَّا تَرَكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ
إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا تَرَبُّنَ مَا تَرَكَنَا صَدَقَةً قَالَ
وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ وَكَانَتْ
قَاتِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ تَصِيْبَهَا مِمَّا تَرَكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ تَخْيِيرٍ وَفَدَاكَ وَصَدَقْتَهُ بِالْمَدِينَةِ
قَالَ أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذَلِكَ وَفَدَاكَ كَسْتُ
تَارِكًا مَشِيئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِذَا عَمِلْتُ
بِهِ إِذِي أَخْضَى إِنْ تَرَكَتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ
أَنْ آتِيَنِي فَاصْصَدَقْتُهُ بِالْمَدِينَةِ
فَدَعَا عُمَرَ إِلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَتْ
عَلَيْهَا عَلِيٌّ وَأَمَّا عُبَيْدٌ وَفَدَاكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ترکہ سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے بطور نسیء دیا تھا ان کی میراث تقسیم کریں، حضرت ابوبکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہمارا تمام ترکہ صدقہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ چھ ماہ زندہ رہیں اور حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ترکہ سے اپنے حصے کا سوال کرتی رہیں جو آپ کو ترکہ، خیر اور مدینہ کے صدقات سے حاصل تھا، حضرت ابوبکر نے ان کو دینے سے انکار کیا اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کا میں سے کسی کو ترک نہیں کروں گا، مجھے یہ حدیث ہے کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کو کسی کام کو ترک کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا، اسی حدیث کے صدقات تو حضرت عمر نے وہ حضرت علی اور حضرت عباس کی تولیت میں دے دیے سو ان پر حضرت علی غالب آگئے، اور خیر اور ترکہ کو حضرت عمر نے اپنی تولیت میں رکھا، اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقوق اور ریاست کی ضروریات میں خرچ کرتے تھے اور یہ اس شخص کی تولیت (زیر انتظام) میں رہیں گے جو مسلمانوں کا علیہ ہوگا سو آج تک ان کے ساتھ ہی معمول ہے۔

فَأَمْسَكْنَاهُمْمَا عُمَرُ وَقَالَ هُمَا صَدَقَةٌ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَتَا لِحُقُوقِهِ النَّبِيِّ تَعَرُّوهُ وَتَوَائِبُهُ
وَأَمْرُهُمَا إِلَى مَنْ وَكَلِي الْأَمْرُ قَالَ فَهَمَّا
عَلَى ذَلِكَ إِلَى الْيَوْمِ -

۲۲۶۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ
قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ
الْأَعْمَرِ جَعْفَرِ بْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَّقِسُهُ
وَرِثَتِي دِينَارًا أَمَا تَرَكْتُ بَعْدَ تَفَقُّهِ
نِسَائِي وَمَسْئُونَةِ عَامِلِي فَهُوَ
صَدَقَةٌ -

۲۲۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى
بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ
أَبِي الزِّنَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ -

۲۲۷۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلْفٍ
حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ بَدْرٍ عَدِيُّ بْنُ أَحْبَبَةَ ابْنُ
الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ
الْأَعْمَرِ جَعْفَرِ بْنِ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَرَّثُ مَا تَرَكْنَا
صَدَقَةٌ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ترکہ میں سے
میرے وارث ایک دینار بھی نہیں خرچ کر سکتے، میری اولاد
اور میرے مال کے خرچ کے بعد جو کچھ باقی بچے گا وہ صدقہ
ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے
گا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

فہی کا لغوی معنی اور اس کی شرعی تفسیر

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: فہی کا معنی ہے حالت محمودہ کی طرف
لڑنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حتی تفرغ الی امر اللہ۔ یعنی کہ

باقی جماعت اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، فہی اس مال قیمت کو بھی کہتے ہیں جس کو دشمن سے حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں نے
کوئی مشقت یا اٹھائی ہوئی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ لَئِنْ أَرَادَ أَنْ يَنْزِلَ لَقُلْنَا يَا مَعْزُومِينَ إِذْ جَاءَ السَّيْفُ بِغَنَمِكُمْ لَمَكَلْتُمْ بَعْضُكُمُ الْآخَرِينَ وَاللَّهُ يَخْتَصِمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ فَمَنْ تَبَوَّأَ مِنْكُمْ مَقَامًا يَتَّخِذُ فِيهِ آلِهَتِكُمْ إِحْشَاءً فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ الَّذِي هُوَ عَذَابٌ أَلِيمٌ
جو اموال پلٹا دیے۔

علامہ ابو کبیر جعاف لکھتے ہیں: اہل شرک کے جو اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں وہ فہی ہے، لہذا قیمت سمجھیے

۱۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۷۴۰ھ، بلخ وادی میں ۳۳۰ھ، ۱۰۰۰ھ تک تفسیر تفسیر ایران، ۱۳۴۲ھ

علمہ خاص

اور خراج یہ سب نئے ہیں، کیونکہ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کی ملکیت میں داخل کر دیں، ہر چند کہ قیمت بھی نئے ہے لیکن وہ بہت خصوصیات کی وجہ سے نئے سے الگ ہو گئی، کہ جو اموال کفار سے بذریعہ جنگ حاصل ہوں ان کو قیمت کہتے ہیں ماوراء ان اموال میں سے خمس (۱/۵) نکالنے کے بعد ان کو جہاد پر تہنیت کر دیا جاتا ہے اور جو مال نئے ہوں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر انتظام رہتے ہیں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فریاد یا اپنے اقربا، فقراء، مساکین، مسافروں اور عام مسلمانوں کی فلاح اور بہبود پر خرچ کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کا مصرف فقراء، مساکین، مسافر اور عام مسلمانوں کی فریاد یا تہنیت ہیں، کیونکہ حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنو نضیر کے اموال نئے تھے ان اموال کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشادیا، ان کی حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے اوزار اور گھوڑے تیار کیے دوٹائے تھے، یہ اموال خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھے، آپ ان اموال میں سے اپنے اہل عیال کے لیے بیک سال کا خرچ نکالتے تھے، اور باقی اموال کو جہاد کی سبیل اللہ کے لیے سواریوں اور ہتھیاروں میں خرچ کرتے تھے۔ علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں: یہ وہ اموال تھے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصرف کرتے تھے، ان اموال میں کسی کا حق نہیں ہے الا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال میں سے کسی کو کچھ عطا فرمادیں، ان اموال میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل پر خرچ کرتے تھے اور باقی اموال کو سواریوں اور ہتھیاروں پر خرچ کرتے تھے، کیونکہ ان اموال کو مسلمانوں نے جنگ کے ذریعہ حاصل نہیں کیا تھا بلکہ صلح کے ذریعہ حاصل کیا تھا، ارض فدک اور عربینہ کے اموال کا بھی یہی حکم ہے۔ قرآن مجید میں نئے کے متعلق سورہ حشر کی جو آیات ہیں ان میں یہ دلیل ہے کہ کفار کے جو اموال نیز جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہوتے ہوں ان کو مسلمانوں کے بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ ان کو ان معاصرت میں خرچ کیا جائے گا جن معاصرت میں خراج اور جزیہ کے اموال کو خرچ کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ اموال بنو نضیر کے اموال کے حکم میں ہیں کیونکہ ان کے حصول کے لیے مسلمانوں نے کوئی جنگ کی ہے نہ کوئی مشقت اٹھائی ہے۔ ۱۰

مال غنیمت اور مال نئے کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ | کفار سے

کے بھی اموال حاصل ہوتے ہیں ان سب کی حقیقت یہ ہے کہ کفار کے باطنی جو مال نے کی وجہ سے کچھ نہ کر سکتے ضبط ہونے کے بعد وہ اموال ان کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں اور مالک حقیقی (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اس لیے اموال کے اللہ کے طرف پلٹ آنے کو اناء اور قیمت سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن جن اموال کے حصول میں مسلمانوں کی جنگ اور جہاد کا دخل ہوتا ہے اس مال کو اللہ تعالیٰ نے لفظ غنیمت سے تعبیر فرمایا ارشاد ہوا: **واعلموا انما غنمنا من شئ الا یہ** "جان لو کہ جو مال تم نے بطور غنیمت حاصل کیا ہے" اور کفار کے جن مال کے حصول میں جنگ اور جہاد کی ضرورت نہیں پڑتی اللہ تعالیٰ نے اس کو نئے سے تعبیر فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا

۱۰۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص مؤلف ترمذی ۳۶۰، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۳۰-۴۳۹، مطبوعہ سبیل الایضی لاہور ۱۳۰۰ھ

مَا فَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى - یعنی بنو نضیر اور بنو قریظہ کے جو اموال اللہ تعالیٰ نے بغیر جنگ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پٹا دے۔

سورہ حشر کی ابتدائی آیات میں بنو نضیر کی ان جائیدادوں اور املاک کا ذکر ہوا ہے جو پہلے بنو نضیر کی ملک تھیں اور ان کی جلا وطنی کے بعد وہ اسلامی حکومت کے قبضہ میں آگئیں، ان آیات میں ان متروکہ جائیدادوں کے انتظام اور ان کے اموال میں تصرف کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ ایک علاقہ کے فتح ہونے کے بعد اس کے اسلامی مقبوضات میں شامل ہونے کا پہلا موقع تھا اور اس کے بعد ہی اس قسم کے بہت سے علاقے فتح ہونے والے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی میں اراضی مفترقہ کا قانون بیان فرما دیا۔ اس آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے رسول کی طرف پٹا دیا“ ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زمین اور یہاں کی ساری چیزیں اللہ کے باغیوں کا حق نہیں ہیں، اگر وہ ان چیزوں پر تصرف ہیں تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے ڈاکو اور باغی حکومت کے اموال پر قبضہ کرنے کے اس میں تصرف کرنے لگیں، درحقیقت تمام اموال میں اصل یہ ہے کہ ان اموال کو ان کے حقیقی مالک الشریب العالمین کے احکام اور اس کی اطاعت اور عبادت میں خرچ کیا جائے اور ان اموال میں اس طرح کا خرچ صرف صالحین مؤمنین ہی کر سکتے ہیں۔ اس لیے جو اموال بھی ایک جائزہ اور صحیح جنگ کے نتیجے میں کفار کے قبضہ سے نکل کر اہل ایمان کے قبضہ میں آجائیں ان کی حقیقی حیثیت یہ ہے کہ ان کا مالک انہیں اپنے خائن ملازموں کے قبضہ سے نکال کر اپنے فرمانبردار ملازموں کی طرف پٹاتا ہے۔ اس لیے ان املاک کو اسلامی قانون کی اصطلاح میں فتنے (پٹا کر لائے ہوئے اموال) کہا جاتا ہے۔

مال غنیمت اور مال فتنے کا فرق | مال غنیمت وہ مال ہے جس کو مسلمان فوج دشمن سے جگہ کے اور مقابلہ میں فتحیاب ہو کر دشمن سے حاصل کرتی ہے لیکن فوج میں اس مال کو تقسیم

کرنے کی صرف یہ وجہ نہیں ہے کہ چونکہ اس فوج نے لڑ کر یہ مال جیتا ہے اس وجہ سے یہ مال اس کا حق ہے، بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو اس جگہ میں فتح عطا کی ہے اور درحقیقت یہ اس اسلامی نظام کی فتح ہے جس کو قائم کرنے کے لیے مسلمانوں نے جگہ کی تھی اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ محض نکلنے کے بعد مال غنیمت کے عنوان سے ان کو جرمال دیا جائے اس مال کو وہ اللہ کے احکام اور اس کی اطاعت اور عبادت میں صرف کریں تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ جب کفار کے ہاتھ میں پیسہ ہو تو وہ اس کو کس طرح خرچ کرتے ہیں اور جب مسلمانوں کے ہاتھ میں پیسہ آئے تو وہ اس کو کس طرح خرچ کرتے ہیں۔

مال غنیمت کے برخلاف مال فتنے کی یہ نوعیت نہیں ہے کہ اس مال کو اسلامی فوج نے میدان جنگ میں لڑ کر جیتا ہے اور اس بنا پر اس مال کو اسلامی فوج میں تقسیم کر دیا جائے۔ بلکہ مال فتنے کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اپنے رسول اور مسلمانوں کو کفار پر غالب کر دیا اور اسلام کے رعب اور ہیبت سے کفار اپنے اموال کو چھوڑ کر بھاگے اور بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں کفار کے اموال آگئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے: فَاَوْجِفْهُمْ عَلَيْهِمْ مِنْ خَيْلٍ وَوَلَدٍ كَابٍ۔ ”یہ ایسے اموال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے ہوں“ اس وجہ سے اموال فتنے کا حق نہیں ہے کہ مال غنیمت کے طرح مال فتنے کو بھی ان میں تقسیم کر دیا جائے۔

اسلام میں غنیمت اور فتنے کا حکم الگ الگ مقرر کیا ہے، غنیمت کا حکم سورۃ انفال کی آیت نمبر ۱۴ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مال غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں، چار حصے لڑنے والی فوج میں تقسیم کر دیے جائیں اور ایک حصہ بیت المال میں داخل کر کے اس کو تباہی، مساکین، مسافروں اور مسلمانوں کے عام رفائی امور میں خرچ کیا جائے (اس کی تفصیل باب نمبر ۵۸۵ میں بیان کی جا چکی ہے) اور فتنے کا حکم سورۃ حشر کی آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اموال فتنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے قرابت داروں، یتیم، مساکین اور مسافروں پر خرچ کیا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا حصہ ساکنہ نظر ہو گیا، امام شافعی کے نزدیک یہ حصہ اب امام اور خلیفہ پر خرچ کیا جائے گا، اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ فراق اور مساکین میں آگیا اور یہ تقسیم کی دہی مورت ہے جو خمس میں بیان کی گئی ہے۔ غنیمت اور فتنے کا یہ ایک اجمال فرق ہے اس کی تفصیل آئندہ سطور میں ہم فقہاء اسلام کے مذاہب کے ذکر میں بیان کریں گے اس سے پہلے کہ فتنے اور غنیمت کی مزید وضاحت کریں پہلے سورۃ حشر کی ان آیات کو بیان کرتے ہیں جرفنے کے احکام کا اصل ماخذ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قرآن مجید سے اموال فتنے کے وقف ہونے پر دلائل

اور اموال اللہ نے کفار کے قبضہ سے نکال کر اپنے رسول کی طرف لوٹا دیے وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ روڑائے ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس چیز پر چاہتا ہے غلبہ عطا فرماتا ہے، اور اللہ تم پر چڑتا رہے، اور جو کچھ بھی اللہ نے بستیروں کو لوگوں (بنو نضیر) سے اپنے رسول کی طرف لوٹا دیا وہ اللہ رسول، (رسول کے) رشتہ داروں، یتیم، مساکین، اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ یہ مال تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش کرتا نہ رہے۔

وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتہ علیہ من خیل ولا رکاب ولا لکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علی کل شیء قدير وما افاء اللہ علی رسولہ من اهل القرای فذلہ وللرسول ولذی القربی وللمسکین ولذی القربی وللمسکین واہل السبیل لا ینالون دولتہ بین الاغنیاء منکم

(حشر: ۶-۷)

اس کے بعد فرمایا:

والذین جاءہ من بعدہم

(حشر: ۱۰)

کے بعد آئے ہیں۔

اور (یہ مال ان لوگوں کے لیے نہیں ہے) جو پہلوں

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ مال خمس اور مال فتنے کے معارف ایک جیسے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اموال کسی شخص کی شخصی ملکیت میں نہیں دیے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان اموال کا شخصی مالک نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ اموال آپ کی قرابت اہل اہل نظام میں کر دیے اور ان کے معارف متین کر دیے تاکہ آپ ان اموال کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں، اپنے قرابت داروں میں صرف کریں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کریں پھر چنانچہ اس باب کا احوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال کو اسی طرح خرچ کرتے تھے، نیز اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے کہ

ان اموال کے یہ صاف ہیں لیے مقرر کیے ہیں تاکہ یہ مال تباہ نہ ہو بلکہ ان کے وہاں ہی رکھیں کہ تا دوسرے اس سے واضح ہو گیا کہ مال فنی کا کوئی قسم نہیں مانگ نہیں ہے اور وہ اس میں ملاقت جاری ہو سکتی ہے نیز ان اکیٹ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین جاءو من بعدہم۔ (آئینہ مال ان لوگوں کے لیے لکھا ہے) جو یہوں کے بعد آئے ہیں۔ اس آیت سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ اموال فنی کسی شخص کی ہی اور شخص کی ہی نہیں ہوتے بلکہ یہ مسلمانوں کے مفاد عامہ اور غنیوں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے قیامت تک وقف ہوتے ہیں اور اموال فنی کے وقف ہونے پر سورہ مشرک یہ نص میں قطعیہ ناطق اور شاہد ہیں۔

احادیث آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے اموال فنی کے وقف ہونے پر دلائل | امام عبدالرزاق

عن عبد الرزاق عن الثوري قال الفیء والغنیمۃ مختلفان اما الغنیمۃ فما اخذ المسلمون فصار فی ایديهم من الکفار والخمس فی ذلک الی الامیر یضعہ حیث ما امر الله والاربعۃ الاخماس الباقیۃ للذین فغنموا الغنیمۃ ، والفیء ما وقع من صلح بین الامام والکفار ، فی اعناقهم ، وارضعهم ، ووزرعهم ، وفیما صلحوا علیہ مما لم یأخذوا المسلمون عنوة ، ولم یحرزوه ولم یقهروه علیہ ، حتی وقع فیہ بینہم صلح ، قال ، فذلک الصلح الی الامام ، یضعہ حیث امر الله .

امام عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ امام ثوری نے کہا کہ فنی اور غنیمت دو مختلف چیزیں ہیں، غنیمت وہ مال ہے جس کو مسلمان میدان جنگ میں کفار کے قبضے سے حاصل کرتے ہیں۔ اس مال کا پانچویں حصہ نکال کر امیر کو دیا جاتا ہے اور وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچہ کرتا ہے، اور باقی چار حصے (۸۰٪) مجاہدین میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ اور فنی مال وہ ہے جو مسلمانوں کے امیر اور کفار کے درمیان معاہدہ صلح سے حاصل ہوتا ہے، یہ مال کفار کی گدازوں، ان کی زمینوں، ان کی کھیتوں اور دیگر ان چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے جن پر صلح ہو جائے اور یہ وہ اموال ہیں جن کو مسلمانوں نے بذریعہ جنگ حاصل نہ کیا ہو، حتیٰ کہ ان کی ان اموال پر صلح ہو گئی ہو، یہ صلح امام کی رائے پر موقوف ہے اور وہ ان اموال کے کراہت دانے کے احکام کے مطابق خرچہ کرے گا۔

اس حدیث میں اموال غنیمت اور اموال فنی کا وہی فرق بیان کیا ہے جو ہم اس سے پیشتر سورہ انفال کی آیت نمبر ۱۱ اور سورہ مشرک کی آیت نمبر ۱۰۶ کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں۔

جب مسلمان، کفار کے کسی علاقے کو جنگ سے فتح کریں تو اس علاقے کے مکان اور زمینیں وہی طور پر اپنی غنیمت میں شمار نہیں ہوتیں۔ بلکہ مسلمانوں کے امیر کو یہ اختیار ہے کہ اس علاقے کی زمینیں، مکانات اور دیگر اموال کو مسلمانوں کا امیر فنی کے احکام کے مطابق خرچہ کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر فرمائی کہ جس علاقے کو فتح کیا

۱۔ امام عبدالرزاق میں امام صفوانی مترجم اور تفسیر جامعہ میں سورہ انفال، ۱۱۳۰ھ

مختصر

کو بیہوشیوں کے ہتھیاروں پر دے دیا اور اس کی آمدنی کو آپ نے کے احکام کے مطابق خرچ کرتے تھے۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن نافع بن عبد اللہ بن عمر اخبرنا
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاملاً
اہل خیبر بشطر ما ینخرج منها من
نارع او ثمر وکان یعطی ازواجہ ما تآ
وسق ثماضون وسق تمر وعشرون وسق
شعیر وقسم عمر فخیبر ازواج النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ان یقطع لهن من السماء
والارض او یمضی لهن فمتنهن من اختار
الارض - - - - - ومنهن
من اختار الوسق وکانت عائشۃ اختارت
الارض .

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے بیہوشوں سے یہ سادہ
کیا کہ وہ خیبر کے کھیتوں اور باغات کی نصف آمدنی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس آمدنی میں سے سو وقت (ایک وقت ۲۲۰ کلوگرام کے
برابر ہے) ازواج مطہرات کو دیتے تھے، اتنا وقت چھوڑیں
اور بیس وقت جو حضرت عمر نے بھی اس تقسیم کو قائم رکھا سو
انہوں نے ازواج کو یہ اختیار دیا کہ وہ زمین میں کھیتی باڑی
کا انتظام خود سنبھالیں اور چاہیں تو حسب دستور غلہ یعنی
دیں بعض ازواج نے غلہ لینا پسند کیا اور بعض نے زمین
میں کاشت کاری کرانے کو پسند کیا، حضرت عائشہ ان ازواج
میں سے تھیں جنہوں نے زمین میں کاشت کاری کرانے کو
پسند کیا تھا۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ ۱۷

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسافر ملاقا ترک زمینوں کو لانا مال غنیمت قرار نہیں دیا جاتا اور اس کو اسلامی فوج پر
تقسیم نہیں کیا جاتا اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ وقف ہرگز سے کہنے کو نہ خیبر کی بعض زمینوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کسی کو مالک نہیں بنایا۔ جہاں اس کی آمدنی کرنے کے احکام کے مطابق خرچ کرتے رہے اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے
ہوتی ہے:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن مالک بن اوس بن الحدثان قال
کان فیما احتجبہ بن عمر انه قال کانت لرسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث صفایا بنو
النضیر، وخیبر وفدک، فاما بنو النضیر
فکانت لنواشبہ واما فدک فکانت حبشاً

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان
کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے ملاقا کے زمینوں
کے فتح ہونے پر اس سے استدلال کرتے تھے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جن زمینیں مخصوص تھیں: بنو نضیر
خیبر اور فدک، بنو نضیر کی زمینوں کی آمدنی کو آپ اپنی ضرورتاً

۱۷۔ الام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد اجمع المطابع کراچی ۳۹۱ھ

۱۸۔ الام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲، مطبوعہ نور محمد اجمع المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

لابناء السبیل واما خیبر فجزاها رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة اجزاء
 جزئين بين المسلمين وجزء لنفقة
 اهله فما فضل عن نفقة اهله جعله
 بين الفقراء المهاجرين ۱
 عن سهل بن ابی حثمة قال قسم رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر نصیبین
 نصفاً لنواثبه وحاجته ونصفاً بین
 المسلمین قسمها بینہم علی ثمانیۃ عشر سہماً ۲
 عن بشیر بن یسار قال لما افاء اللہ علی
 نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر قسمها علی ستة
 وثلاثین سہماً جمع کل سہم مائة سہم
 فعزل نصفها لنواثبه وما ينزل به الوطیحة
 والکتیبة وما اجیز معہما وعزل نصف
 الآخر فقسمہ بین المسلمین الشق والنطاء ۳
 وما اجیز معہما وكان سہم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فیما اجیز
 معہما ۴

عن بشیر بن یسار ومولی الانصار عن
 رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما ظہر
 علی خیبر قسمها علی ستة وثلاثین
 سہماً فكان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ

پر خرچ کرتے تھے اور فک کی زمینوں کو آپ نے مسافروں
 کے لیے وقف کر دیا تھا اور خیبر کی زمینوں کی آمدنی کے
 اپنے تین حصے کر دیے تھے دوسرے آپ نے مسلمانوں کے لیے وقف کر
 دیے تھے اور ایک حصہ آپ نے اندراج مطہرت کے لیے وقف کر دیا تھا اور انفاق
 خرچ سے جو آمدنی بچی اس کو آپ فقراء و مہاجرین پر خرچ کرتے تھے۔
 حضرت سهل بن ابی حثمة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال خیبر کے دوسرے
 حصے کو مسلمانوں کے درمیان اٹھارہ حصوں پر تقسیم کر دیا۔
 حضرت بشیر بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
 خیبر کو پیش کیا (یعنی خیبر کی زمین بطور فدی عطا کی) تو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چھتیس حصے کیے اور
 ہر حصے کے سو حصے کیے، اس میں سے نصف حصہ یعنی
 اٹھارہ حصوں کو (کو اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیا، یہ وہ
 زمین تھی جو بطبیحہ، کتیبہ اور ان دونوں سے ملتی تھی، اور
 باقی نصف کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرما دیا یہ وہ زمین
 تھی جو شق و نطاء اور ان دونوں سے ملتی تھی۔ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی ان دونوں زمینوں سے
 ملتی تھا۔

بشیر بن یسار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ
 سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 خیبر کو فتح کیا تو آپ نے اس کو چھتیس حصوں میں تقسیم فرما
 دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم اور مسلمانوں کے لیے اس میں سے نصف تھا اور

۱۔ امام البراد و سلیمان بن اشعث مترقی ۲، ۵، سنن البراد و ج ۲ ص ۵، مطبوعہ مطبع مجتہدی لاہور پاکستان ۱۳۰۶ھ
 ۲۔ سنن البراد و ج ۲ ص ۶۹
 ۳۔ سنن البراد و ج ۲ ص ۶۹
 ۴۔ سنن البراد و ج ۲ ص ۶۹

عنوة افتحوها على صلح فقسما النبي صلى الله عليه وسلم بين المهاجرين لم يعط الانصار منها شيئاً الا رجلين كانت بهما حاجة له

کہتے ہیں کہ بنو نضیر کی زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھیں ان کو مسلمانوں نے جگ سے نہیں فتح کیا تھا جبکہ صلح سے فتح کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مهاجرین پر تقسیم فرمایا اور سوا دو ضرورت مند انصار ہوں گے اور کسی انصاری کو ان میں سے کچھ نہیں دیا۔

عن الزهري وعبد الله بن ابي بكر وبعض ولد محمد بن مسلمة قالوا بقية بقية من اهل خيبر فتحصنوا فسألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يحقن دما ثمهم ويسيرهم ففعل فسمع بذلك اهل فداك فتزلوا على مثل ذلك فكانت لرسول الله صلى الله عليه وسلم خاصة لا ته لم يوجف عليها بتخيل ولا ركاب له

امام زہری حضرت عبد اللہ بن ابی بکر اور حضرت محمد بن مسلمہ کے بعض بڑوں نے بیان کیا کہ اہل خیبر سے جو لوگ پنج گئے وہ قلعہ میں محصور ہو گئے پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ انہیں معاف کر دیں اور ان کو یہاں سے جانے کی اجازت دے دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منظور کر لیا، جب اہل فداک نے یہ سنا تو انہوں نے بھی اس شرط پر اپنا قلعہ کھول دیا سو فداک اور خیبر کی یہ زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھیں کیونکہ ان پر گھوڑے دوڑائے گئے تھے نہ اونٹ۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بنو نضیر، خیبر کے بعض علاقے اور فداک کی زمینیں فنی تھیں اور ان کی آمدنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ضروریات اور مفاد عامہ کے لیے وقف تھی اور ان زمینوں کو مال غنیمت میں شمار کیا گیا تھا نہ یہ کسی کی میراث تھیں۔ ان احادیث کو بیان کرنے کے بعد اب ہم عراق کی مفتوحہ زمینوں کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف بیان کریں گے۔

سواہ عراق اور دیگر مفتوحہ زمینوں کو وقف کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

فیصلہ

قرآن اور سنت کی تصریحات کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جب مسلمانوں کا لشکر کسی علاقے کو فتح کرے تو میدان جنگ میں جو سواریاں، سامان حرب اور مال و متاع مسلمانوں کے ہاتھ آئے وہ مال غنیمت ہے لہذا اس میں سے خمس نکالنے کے بعد وہ مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا اور اس علاقہ کی زمینیں اور نہریں وغیرہ مال فنی ہیں ان زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ ان زمینوں کو ان زمین والوں کے قبضہ میں رہنے دیا جائے گا اور

۱۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متول ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۵۹-۵۸، مطبوعہ مطبع مجتہد پاکستان لاہور ۱۳۰۶ھ

marfat.com

ان پر خراج مقرر کر کے ان کا آمدنی کو بیت المال میں داخل کیا جائے گا تاکہ اس مال کو عام مسلمانوں کی ضروریات، جہاد کے سائرومان، مفاد عامہ اور پھر اسے دے دے مسلمانوں کی نفع اور بہبود پر خرچ کیا جا سکے۔ بسن صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے سے اختلاف کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن اور حدیث سے کٹوس دلائل فراہم کر کے اسے مسلمین کو دیا یعنی کہ تمام صحابہ کا اس فیصلے پر اجماع ہو گیا، حسب ذیل احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موقوفہ اور ان کے دلائل کا بیان ہے۔

اہم بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن یزید بن ابی حبیب قال کتب
عمر الی سعد رضی اللہ عنہما حین
افتتح العراق، اما بعد فقد بلغنی کتابک تذکر
ان الناس سالوک ان تقسم بینہم مغانہم
وما افاع اللہ علیہم فاذا جاءک کتابی ہذا
فاظنر ما اجلب الناس علیک الی العسکر
من کوا عوامال فاقسمہ بین من حضر
من المسلمین واترک الارضین والانشام
لعمالہا فیکون ذلک فی اعطیات المسلمین
فانک ان قسمتہا بین من حضر لہ یکن
لہن بقی بعد ہد شیء ۱۰

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عراق فتح کر لیا تو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے خط کے جواب میں لکھا:
حمد و صلاۃ کے بعد واضح ہو کہ مجھے تمہارا خط ملا جس میں
تم نے یہ لکھا کہ لوگ تم سے مال غنیمت اور مال فوج کی
تقسیم کا مطالبہ کر رہے ہیں سو جب تمہارے پاس
میرا یہ خط پہنچے تو مال غنیمت یعنی سواروں اور دیگر اموال
کو لشکر اسلام میں تقسیم کر دو اور زمینوں اور شہروں کو ان
کے کارکنوں کے پاس رہنے دو تاکہ ان کو مسلمانوں
کے بیت المال میں داخل کیا جاسکے، اگر تم نے اس
کو عملی لشکر میں تقسیم کر دیا تو تمہیں آنے والی نسلوں کے
لیے کچھ نہیں بچے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے
یہ ارادہ کیا کہ مفتوحہ زمینوں کے کارکنوں کو مسلمانوں میں
تقسیم کر دیں سو آپ نے ان کو گھنٹے کا حکم دیا تو مسلمان
(صحابہ) کے حصہ میں تین کسان آ کر رہے تھے، حضرت
عمر نے اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابہ سے مشورہ کیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا
آپ ان کو مسلمانوں کے بیت المال کے لیے رہتے
دیکھئے، پھر حضرت عمر نے عثمان بن عفیف کو بھیجا اور ان
کسوں پر حسب حیثیت اڑتالیس، چوبیس اور بارہ

عن حارثہ بن مضرب عن عمر رضی
اللہ عنہ انہ اراد ان یقسم اهل السوادین
المسلمین وامریعہم ان یحصوا فوجہ و
الرجل المسلم یصیبہ ثلاثۃ من الفلاحین
یعنی العلویہ فشاؤرا اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فی ذلک فقال علی رضی
اللہ عنہ دعہم یكونون ما دة للمسلمین
فبعث عثمان بن حنیف فوضع علیہم
ثمانیۃ واربعین واربعۃ وعشرین و

۱۰۔ الام البرکة احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۱۳۴، مطبوعہ نذر السنۃ عمان

اشتی عشر - ۱۰

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال: قال
عمر: اجتمعوا لهذا الفیء حتی ننظر فیہ -
فالی قرأت آیات من کتاب اللہ استغنیت
بما قال اللہ: ما افاء اللہ علی رسولہ
من اهل القری فله وللرسول ولذی القربی
والیتامی والمساکین وابن السبیل الی قوله
واللہ شدید العقاب واللہ ما هولہولاء
وحدہم، ثم قرا للفقراء المهاجرین
الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم
الی قوله ہم الصادقون واللہ ما
ہولہولاء وحدہم، ثم قرا
الذین جاءو من بعدہم الی آخر
الآیة - ۱۰

درہم مقدمہ کیے دیے۔
زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آؤ بیٹو گرنی کے معاملہ میں
غور کریں، مجھے تو قرآن مجید کی چند آیات سے اس کا حکم معلوم
ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے
رسول کو جن بستیوں (مذہبوں، خیموں اور فدک وغیرہ) کا مال
بطور فحی دیا ہے وہ اللہ کے لیے ہے اس کے رسول
کے لیے ہے اور رسول کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں
اور مسافروں کے لیے ہے۔ (اس کے بعد اللہ شدید
العقاب تک یہ آیت پڑھی) بخدا! یہ اموال صرف لشکر
اسلام کے لیے نہیں ہیں پھر پڑھا یہ اموال ان فقراء
مہاجرین کے لیے ہیں جو اپنے گھروں اور مالوں سے
نکال دیے گئے (اور ہم الصادقون تک یہ آیت پڑھی)
پھر پڑھا یہ اموال ان مسلمانوں کے لیے بھی ہیں جو بعد
میں آئیں گے۔

اس سے پہلے ہم سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۵۷) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے
موقف پر اس سے بھی اصلاح فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر، حبیبر کی بعض زمینوں اور
فدک کی زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا تھا بلکہ آپ نے ان زمینوں کو وقف قرار دیا تھا اور اس آمدنی کو اپنے اہل
عیال اور فقراء مہاجرین پر خرچ کرتے تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ قرآن اور سنت کی محبت پر مبنی تھا۔

اس سلسلہ میں بعض احادیث سے شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں
نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ سنا "سنو!
اس فات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے
اگر مجھے بعد میں لوگوں کے فقراء و احتیاج کا خوف نہ
ہوتا تو جو علاقہ میں فتح ہوتا میں اس کو (مجاہدین) میں ہی

عن زید عن ابیہ انہ سمع عمرو بن
الخطاب یقول اما والذی نفسی بیدہ
لولا ان اتوک اخرج الناس بیاگانا لیس لہم
شیء ما فتحت فویتہ ۱۰ قسمتہا کما
قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبیبر

۱۰۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ نشر السنۃ طمان

۱۱۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی اسحاق بن علی بن ابی حمزہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۳۰۶ھ

جلد خامس

ولکنی اترکھا خزانتہ لعمہ یقسمونہا

طرح تقسیم کر دیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کو تقسیم کیا تھا۔ میں اس علاقہ کو وقف کر رہا ہوں تاکہ وہ اس کی آمدنی کو تقسیم کر سکیں۔

عن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمہ قال لولادنا اخرجنا المسلمین ما فتحت علیہم قریۃ الا قسمتها کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو خیال نہ ہو تا تو جو علاقہ بھی فتح ہوتا ہے اس کو مجھ یا بدین میں تقسیم کر دیتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا۔

ان حدیثوں سے یہ شہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا تھا حالانکہ ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی ان اراعی کو تقسیم کیا تھا جو جنگ کے بعد فتح ہوئی تھیں اور خیبر کی جو اراعی صلح سے حاصل ہوئی تھیں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ حافظ ابن حجر مستطانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ”جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا“ امام طحاوی نے کہا ہے اس سے حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ آپ نے خیبر کے بعض علاقہ کو تقسیم کیا تھا جو کہ حضرت نبی بن یسار سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تو آپ نے اس کے نصف حصہ کو اپنی ضروریات اور بعض دیگر امور کے لیے الگ کر لیا تھا اور باقی نصف حصہ کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا، اور چونکہ مسلمانوں کے پاس کاشتکاری کے لیے آدمی نہیں تھے اس لیے اپنے یہودیوں کو و زمین نصف پیداوار کے عوض ثنائی پر دے دی۔ (الحمدیث) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت بشیر بن ہارث کی مراد یہ ہے کہ جو نصف علاقہ جنگ سے فتح ہوا تھا اس کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا اور جو نصف علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا اس کو آپ نے اپنی ضروریات اور مفاد عامہ کے لیے وقف کر دیا۔

حافظ بدرالدین عینی نے اس بحث کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی تمام اراعی کو تقسیم نہیں کیا تھا، خیبر کے بعض علاقوں کو تقسیم کیا اور بعض علاقوں کو تقسیم نہیں کیا، ”شوق“ اور ”نطاقہ“ کو تقسیم کیا تھا اور باقی تمام اراعی کو وقف کر دیا تھا، سو امام کے لیے جائز ہے کہ منقولہ مرز مینوں میں جو نام سب لکھے کرے۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۸، مطبوعہ دارالمصاحف المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۸، ۳۱۴، ۳۱۵، مطبوعہ دارالمصاحف المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن مسلم بن حجر مستطانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح البدر ج ۶ ص ۲۳۵، مطبوعہ دارالمنار والکتاب اللہیار لاہور، ۱۳۸۱ھ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ زمینوں کو تقسیم نہ کرنے پر سورہ حشر کی آیات سے استدلال کیا کہ یہ استدلال صحیحاً اس سے تھا "اور اموال فئی ان لوگوں کے لیے بھی ہیں جو بعد میں آئیں گے" حضرت عمر نے فرمایا اس آیت نے تمام مسلمانوں کا احاطہ کر لیا اور اس مال (فئی) میں ہر مسلمان کا حق ہے حتیٰ کہ میرے بعد آنے والے چرواہوں کا بھی اس مال میں حق ہو گا۔ عراق اور شام کی مفتوحہ زمینوں کو وقف کرنے کے متعلق حضرت عمر اور بعض صحابہ کا مباحثہ | حضرت بلال اور بعض دوسرے صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ سے اختلاف کیا تھا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس بحث کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت بلال اور ان کے اصحاب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے عراق اور شام کے اموال فئی کو تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ان زمینوں کو بھی ہمارے درمیان اسی طرح تقسیم کر دو جس طرح لشکر کے مال غنیمت کو تقسیم کیا جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس مطالبہ کو نہیں مانا اور ان کے سامنے سورہ حشر کی آیات تلاوت کیں اور خاص طور پر اس آیت سے استدلال کیا "اموال فئی میں بعد میں آنے والے مسلمانوں کا بھی حصہ ہے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو بھی اس فئی میں شریک کر دیا، اگر میں نے ان زمینوں کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیا تو تمہارا بعد میں آنے والوں کے لیے کچھ نہیں بچے گا، اور اگر میں زندہ رہا تو صنعا کا چرواہا بھی اس فئی میں سے اپنا حصہ لے لیگا۔ امام ابو یوسف لکھتے ہیں کہ متعدد اسانید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق اور شام کے فئی (مفتوحہ زمینوں) کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین سے مشورہ کیا، بعض لوگوں کی رائے یہ تھی کہ مفتوحہ زمینوں کو لشکر اسلام میں تقسیم کر دیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر آنے والے مسلمانوں کے لیے کیا بچے گا؟ حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ زمین اور کسان مجاہدین کا حق ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف پٹا دینے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عراق اور شام کی زمینیں کسانوں سمیت لشکر پر تقسیم کر دی گئیں تو سرحدوں کی حفاظت کا کیا ذریعہ ہو گا؟ اور شام، عراق اور اس شہر کی بیواؤں اور بچوں کی کفالت کا کیا ذریعہ ہو گا؟ ان لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے مطالبہ پر اصرار کیا اور یہ کہا کیا آپ یہ فئی ان لوگوں کو دیں گے جو ہمارے ساتھ جہاد میں شریک تھے نہ شہید ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری رائے یہی ہے، انہوں نے کہا آپ اس معاملہ میں مشورہ کر لیں، حضرت عمر نے کہا میں اولین سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ کی تو رائے یہی تھی کہ عراق کی مفتوحہ زمینوں کو لشکر میں تقسیم کر دیا جائے، اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی رائے حضرت عمر کے موافق تھی، پھر حضرت عمر نے انصار سے مشورہ کیا اور اس اور خدیج سے پانچ پانچ بزرگ صحابہ کو بلا لیا، جب یہ سب جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا میں نے آپ لوگوں کو صوف اس میں بے زحمت دی ہے کہ آپ ان امانتوں کی ادائیگی میں میرے شریک ہوں جو میرے سپرد کی گئی ہیں، کیونکہ میں آپ ہی کی طرح ایک شخص ہوں اور آپ لوگ اس زمانہ میں حق و صداقت کی علامت ہیں۔ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے میری مخالفت

کی اور بعض نے میری مخالفت کی، میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ لوگ میری رائے کی حمایت کریں، آپ کے سامنے اللہ کی کتاب ہے جس میں حق بات کو بیان کیا گیا ہے اور میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے میرا ارادہ صرف حق بات کا اظہار ہے، انھوں نے کہا: اے امیر المؤمنین آپ اپنا موقف بیان کیجئے، حضرت عمر نے فرمایا: یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان کی حق تلفی کر رہا ہوں یا حالانکہ میں کسی کی حق تلفی کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، البتہ میرا خیال ہے کہ کس کس کی فتح کے بعد اور کس کی غلامت لائق فتح نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال، ان کی زمینیں اور ان کے کسان کو ہم کو بطور غنیمت عطا فرمائے ہیں میں نے مال غنیمت میں سے جس نکالتے کے بعد اس کو فوج میں تقسیم کر دیا، اور میری رائے یہ ہے کہ میں مفتوحہ زمینوں اور کسانوں کو دو قعات کر دوں اور ان زمینوں پر خرچ مقرر کروں اور اہل ذمہ پر جزیرہ مقرر کروں، تاکہ یہ آمدنی عام مسلمانوں، افواج اسلام اور یتیموں پر خرچ کرنے کا ذریعہ ہو اور اموال فنی میں اس کا شمار ہو، کیا آپ کے خیال میں سرحدوں کی حفاظت کے لیے فوج کا انتظام کرنا ضروری نہیں ہے؟ اور کیا شام، جزیرہ، کوفہ، بصرہ اور مصر ایسے اہم علاقوں کی حفاظت کے لیے افواج کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر بیت المال کی آمدنی کے وسائل تلاش نہ کیے جائیں اور ان زمینوں اور کسانوں کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے تو ان افواج کو تنخواہیں کہاں سے دی جائیں گی؟

حضرت عمر کی یہ تقریر سن کر تمام صحابہ نے یکے بعد دیگرے کہا آپ کی رائے درست ہے اور آپ کا فیصلہ صحیح ہے! اگر اسلامی شہروں اور سرحدوں کا تحفظ نہ کیا گیا تو کفار ان شہروں پر قبضہ کر لیں گے۔

امام ابو یوسف، حبیب بن ابی ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کی یہ خواہش تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی زمینوں کو ان میں تقسیم کر دیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں عمیرہ کی زمین کو تقسیم کر دیا تھا، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہما شری شدت سے یہ مطالبہ کر رہے تھے، حضرت عمر نے فرمایا اگر ایسا ہوتا تو بعد کے مسلمانوں کے لیے کچھ نہیں بچتا! پھر آپ نے دعا کی اے اللہ! بلال اور اس کے ساتھیوں سے میرا بچھا چھڑا دے۔

امام ابو یوسف زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف پر استدلال کرتے ہوئے سورہ حشر کی آیت ۶۱ تا ۶۲ سے استدلال کیا، (ہم اس بحث کے شروع میں ان آیات کو مع ان کے ترجمہ کے بیان کر چکے ہیں۔ سعید بن غفران)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف کتاب اللہ کے مطابق تھا اور اس میں تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی اور اگر مفتوحہ زمینوں کی آمدنی کو مسلمانوں کے لیے وقف نہ کیا جاتا تو سرحدوں کا تحفظ نہ ہوتا اور جہاد کے لیے لشکر اسلام کی قوت کا سامان نہ ہوتا اور اسلامی مقبرہ نشانات کفار کے حلوں سے محفوظ نہ رہتے۔ ۱۰

سواد عراق کو وقف کرنے کے متعلق حضرت علی اور حضرت معاذ کی رائے | امام ابو سعید خدری سے

وہ چاہے تو اس کو فوجی قزاق دے، اس چیز کی وضاحت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق کار سے ہوتی ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کر رہے ہیں کہ آپ نے حیرہ کو تقسیم کر دیا تھا اور دوسری طرف وہ خود ہی یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اگر مجھے بدر میں لگانے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر مشغورہ علاقہ کو (مسلمان فاتحین میں) اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرہ کو تقسیم کیا تھا۔

یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو زمینیں غلبہ اور فوجی طاقت کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں ان میں مسلمانوں کے امیر کو یہ اعتبار ہے کہ وہ کسی ایک طریقہ پر عمل کرے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت عمر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے دانستہ تجاوز نہ کرتے۔ ۱۷

مسلمانوں کی مقبوضہ اراضی مطلقاً فنی ہیں خواہ ان پر جنگ سے قبضہ ہوا ہو یا صلح سے | حیرہ کو بعض علاقہ جنگ

سے فتح ہوا تھا اس وجہ سے حیرہ کی ساری زمین نئے نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرہ کی زمین کے تین حصے کیے تھے دو حصے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اور ایک حصہ اپنی ازدواج کے خرچ کے لیے رکھ لیا اور ازدواج کے خرچ سے جو بیچ جاتا اس کو آپ فقرا و مہاجرین میں تقسیم کر دیتے (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۵۰، ۵۱)۔ امام ابو سعید کا مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرہ کی زمین مسلمانوں میں تقسیم کر دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرہ کی زمینوں کے ساتھ کعبۃ غنیمت کا معاملہ کیا۔ کعبۃ نامی فانی کا معاملہ کیلئے اپنے خصوصی اختیارات سے حیرہ کی زمینوں میں تصرف کیا، البتہ بنو نضیر اور فدک کی زمینیں جنگ سے حاصل نہیں ہوئی تھیں اس لیے وہ ساری زمینیں وقف تھیں، اور ان میں صرف وہی تصرف جانتے جو تصرف فنی میں جائز ہیں۔

جو اسلامی مقبوضات جنگ سے حاصل ہوئے ہوں ان میں اجماع صحابہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہاں جنگ میں جو منقولہ اشیاء قبضہ میں آئیں وہ مال غنیمت ہیں مثلاً سامان حرب اور سواریاں، اور تمس نکالنے کے بعد ان کو اسلامی حکمران میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور جو اشیاء غیر منقولہ ہیں مثلاً قابل کاشت اراضی اور باغات وغیرہ وہ فنی ہیں اور ان کے ساتھ دہی مالا کیا جائے گا جو فنی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور جب مہاجرین اور انصار تمام صحابہ نے اس پر اجماع کر لیا کہ جنگ سے حاصل ہونے والی مقبوضہ زمینیں بھی فنی ہیں تو اب بعد کے لوگوں کو اس میں رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں رہا کیونکہ اجماع صحابہ بھی حجت شرعیہ ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ کفار کے جو علاقے قبیلہ جنگ کے حاصل ہوئے ہوں وہ تو سورہ حشر کی آیات تطبیق کے بموجب فنی ہیں اور ان کی آمدنی یمینوں، مسکینوں، مسافروں اور سامان حرب اور مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف ہوگی جیسے بنو نضیر اور فدک کی زمینیں وقت یقین اور کفار کے جو علاقے جنگ سے حاصل ہوئے ہوں جیسے عراق اور شام وغیرہ ان مقبوضہ علاقوں کی زمینیں اجماع صحابہ سے فنی ہو گئیں اور ان کی آمدنی بھی مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف ہو گئی۔

۱۷۔ امام ابو سعید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ، کتاب الاموال (مترجم)، ج ۱ ص ۱۹۱، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

میں کہتا ہوں کہ جنگ سے فوج ہونے والے ممالک کی زمینوں کے متعلق صحابہ کرام کے اس اجماع کی نظیر یہ ہے، جیسے شراب کی حد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کوئی مسیبن سزا نہیں تھی، بیسن دفعہ شراب پینے والے کو چند گونڈے لگانے جاتے اور بیسن دفعہ اس کو چند جرتے مارے جاتے لیکن بعد میں صحابہ کرام نے غور و خوض اور کافی بحث اور تمحیص کے بعد اس پر اتفاق کر دیا کہ شرابی کی حد ساتھی کوڑھے ہوگی سوا اب اس پر اجماع ہو گیا اور اب شراب کی حد میں اسی کوڑوں سے کم ملنا جائز نہیں ہے اس طرح جنگ سے فوج ہونے والے علاقوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تین احکام تھے یعنی علاقوں کو فوج پر تقسیم کیا گیا جیسا کہ خیبر کے بعض علاقے دیے گئے، بعض علاقے دانا کے باشندوں کو بخش دیے گئے جیسے مکہ مکرمہ اہل مکہ کو دیے دیا گیا اور بعض علاقوں کی زمینوں کو مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کی خاطر وقف کیا گیا جس طرح خیبر کے نصف علاقہ کو مسلمانوں کی ضروریات کی خاطر وقف کر دیا گیا اور جب بعد میں صحابہ کرام کا ایک طویل بحث اور کافی غور و فکر کے بعد اس پر اجماع ہو گیا کہ عراق اور شام کی متصرفہ زمینوں کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا جائے تو اب یہی شکل میں ہو گئی اور اب ان زمینوں کو مشرک اسلام پر تقسیم کر دینا جائز نہیں ہے، امام مالک کا یہی مذہب ہے، اور باقی ائمہ ثلاثہ اس معاملہ کو مسلمانوں کے امیر کی سوا اب دہر پر چھوڑتے ہیں۔

مفتوحہ علاقہ کی زمینوں کے متعلق فقہاء کی آراء اقسام میں:

اول: جس علاقہ کو مسلمانوں نے جنگ سے فتح کیا ہو اس میں مسلمانوں کے امیر کو اختیار ہے خواہ اس زمین کو لشکر اسلام میں تقسیم کر دے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے نصف حصہ کو لشکر میں تقسیم فرما دیا تھا اور باقی نصف کو وقف کر دیا تھا (سنن البرادق) اور اگر امیر مناسب سمجھے تو اس نام زمین کو مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف کر دے جس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہر، عراق، شام اور تمام مفتوحہ ممالک کی زمینوں کی آمدنی کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

ثانی: جس علاقہ کے کفار مسلمانوں کے خوف سے بھاگ گئے ہوں اور اس علاقہ پر مسلمان قابض ہو گئے ہوں اس علاقہ کی زمینیں وقف ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ سنیے ہیں داخل ہیں۔

ثالثاً: جس علاقہ کے کفار سے مسلمانوں کے امیر نے اس شرط پر صلح کی ہو کہ وہ زمین مسلمانوں کی ملکیت ہوگی اور اگر کفار ان زمینوں پر کاشت کاری کریں گے تو ان کو خراج ادا کرنا ہوگا تو یہ زمین بھی وقف ہوگی کیونکہ یہ بھی فتحی ہیں داخل ہے، اور اگر امام نے اس شرط پر صلح کی ہے کہ وہ زمینیں کفار کی ملکیت میں رہیں گی اور وہ کاشت کاری کر کے خراج ادا کریں گے تو یہ صلح صحیح ہے اور زمینیں ان کی ملکیت میں رہیں گی اور ان کو خراج و جزیرہ کی طرح ادا کریں گے اور اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے خراج سا نڈھ ہو جائے گا۔

علاقہ شریفی ثانی تھے ہیں: اس زمانہ میں اگر مسلمانوں کے امیر کے نزدیک مسلمانیت یہ ہو کہ جنگ سے فتح شدہ علاقہ

۱۔ علاء مسعود بن یونس بن مسعود بن ادریس بھوق من تون المادی العشر کثات القناع ج ۳ ص ۹۷-۹۸ مطبوعہ دارالکتب بیروت۔

کی زمینوں کو وقف کیا جائے تو وہ وقف کر سکتا ہے بلکہ وہ منقول اشیاء کو بھی وقف کر سکتا ہے، بشرطیکہ لشکر اس میں
پر راضی ہو جائے اور اس کی دلیل سواد عراق کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریق کار ہے۔ ۱۷

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے لکھا ہے کہ امام عطاء نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے
یہ ہے کہ جنگ سے فتح ہونے والی زمینوں کا معاملہ مسلمانوں کے امیر کے اجتہاد پر موقوف ہے خواہ وہ ان میں سے
خمس نکال کر باقی کو مجاہدین پر تقسیم کر دے خواہ ساری زمین کو وقف کر دے، امام ابو عبید اور ثوری کی بھی یہی رائے
ہے۔ ۱۸

علامہ درویر مالکی لکھتے ہیں: کفار کی قابل کاشت اراضی پر جب مسلمان جنگ کے بعد قابض ہو جائیں تو وہ از خود
مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف ہو جاتی ہیں، اس میں امیر کے فیصلہ کرنے کا دخل نہیں ہے اور نہ اس سلسلہ میں
مجاہدین کو راضی کرنے کی ضرورت ہے۔ ۱۹

غالباً فقہاء مالکیہ نے اپنے اس قول کی بنیاد اجماع صحابہ پر رکھی ہے اور اجماع صحابہ ایک قوی حجت ہے، ہمارے
نزدیک یہی قول صحیح ہے یہاں تک جو ہم نے بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے جو علاقے جنگ
سے فتح ہوں ان کی زمینوں کے بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، لیکن کفار کے جو علاقے صلح سے حاصل ہوئے
ہوں جیسے خیبر کے بعض علاقے، بنو نضیر کی اراضی اور فدک، ان کے بارے میں تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ یہ اراضی مسلمانوں
کے مفاد عامہ، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے وقف ہیں، ان زمینوں کا کوئی شخص شخصی مالک نہیں ہے،
ان کو بیچا جاسکتا ہے نہ خریدا جاسکتا ہے اور نہ ان میں وراثت جاری ہو سکتی ہے۔

مسئلہ فدک | اس باب کی حدیث نمبر ۲۲۶۲ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی سے
فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابو بکر خلیفہ منتخب ہو گئے تو تم دونوں
حضرت ابو بکر کے پاس آئے، تم اپنے بیٹے کی وراثت طلب کرتے تھے اور یہ اپنی زوجہ (حضرت فاطمہ) کے لیے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کرتے تھے، حضرت ابو بکر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جلا
دارت نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ بھی چھوٹا ہے وہ صدقہ ہے، سو تم دونوں نے حضرت ابو بکر کو چھوٹا، گنہ گار،
خائن اور عہد شکن گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابو بکر سچے، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے
والے ہیں۔ الحدیث۔

علامہ اہل سنت اور علماء شیعہ کے درمیان یہ ایک بہت معرکہ آرا مسئلہ ہے، علماء شیعہ کہتے ہیں کہ فدک کا
علاقہ حضرت فاطمہ کا حق تھا جو حضرت ابو بکر نے ان کو نہیں دیا، اس کی تفصیل میں کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ فدک کا علاقہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں حضرت فاطمہ کو ملنا تھا لیکن حضرت ابو بکر نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ

۱۷۔ علامہ محمد شریبی الخلیف من قرن العاشر، معنی المحتاج ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۔ علامہ بدر الدین ابو عبد محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲، مطبوعہ ادارۃ المطابع المشرقیہ مصر، ۱۳۲۰ھ

۱۹۔ علامہ ابو البرکات سید احمد درویر مالکی متوفی ۱۱۹ھ، الشرح المکرم علی مشی السوئی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا وارث ہمیں بنایا جائے گا اور کبھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں حضرت فاطمہ کو فدک، بلکہ دیا تھا، حضرت فاطمہ نے اس ہبہ کے ثبوت میں حضرت علی اور ام المومنین کو بلکہ گواہ پیش کیا لیکن حضرت ابو بکر نے اس گماہی کو تسلیم نہیں کیا اور ان کو فدک نہیں دیا، علماء اہل سنت کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کر دیا تھا البتہ حضرت فاطمہ نے وراثت کی شکل سے اپنا حصہ مانگا تھا کیونکہ ان کا راسخ یہ تھی کہ اہل بیت کی مزدوریات کے بعد جو حضور کا ترکہ باقی بچے گا اس میں وراثت جاری ہوگی، وہ اس حدیث میں تخصیص کی قابل تھیں اس کے برخلاف حضرت ابو بکر اس حدیث کو علوم پر رکھتے تھے، ابتداء میں حضرت فاطمہ نے اس سے اختلاف کیا، لیکن جب حضرت ابو بکر نے یقینی دلایا کہ وہ فدک کی آمدنی کر اہل بیت کی مزدوریات پر خرچ کرتے رہیں گے تو حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں۔

اس مسئلہ کی تحقیق میں پہلے ہم فدک کا جغرافیائی محل وقوع اور اس کی لغوی تحقیق بیان کریں گے، اس کے بعد قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور مستند کتب شیعہ کے حوالوں سے یہ بیان کریں گے کہ فدک از قبیل فنی تھا اور فنی وقت ہوتا ہے اور جو چیز وقت ہوتی ہے وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتی، وہ کسی کو ہبہ کی جا سکتی ہے اور اس میں میراث جاری ہو سکتی ہے پھر معتبر کتب شیعہ سے یہ بیان کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہذا فدک کے بطور وراثت لینے کی بنیاد نہ رہی۔ علماء شیعہ نے اہل سنت کی من کتابوں سے یہ دلیل پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اس کا جواب بیان کریں گے اور اس سلسلہ میں تمام شبہات کا ازالہ کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جملہ کی وضاحت کریں گے ”سوم دونوں (یعنی حضرت عباس اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہما) نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو ہٹا، گنہگار بنائے اور عہد شکن گمان کیا، فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانتہ یتلیق۔

فدک کا لغوی معنی، جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ

(فدک محرکہ بخیبیر) فیہا نخل و عین
افاء اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم
عام طور پر اس لفظ کو فدک پڑھا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے، صحیح لفظ فدک ہے۔ (سیدی غفرلہ)
علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

فدک قریۃ بخیبیر وقیل بناحیۃ الحجاز
فیہا عین ونخل افاء اللہ علی نبیہ صلی اللہ
علیہ وسلم

۱۔ سید محمد رفیع حسینی زبیدی مفتی ۱۲۵ھ، تاج الرواس ج ۱، ص ۱۶۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیرہ مصر، ۱۳۰۶ھ
۲۔ علامہ جمال الدین محمد بن کرم ابن منظور انفریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۰، ص ۴۶۳، مطبوعہ نشر دار المعرفۃ قم ایران، ۱۴۰۰ھ

علامہ اسماعیل جوہری لکھتے ہیں:
 فَذَكَ، اسے قرابتاً بخیبیہ
 علامہ شہاب الدین حموی لکھتے ہیں:

فَذَكَ خَيْبَرَ كَمَا لَمْ يَكُنْ سَمِيًّا

فَذَكَ كَلَامٌ مَعْنَى رَوْنِي وَهَنْكُنَا بِرَوْنِي وَهَنْكُنَا كَمَا لَمْ يَكُنْ سَمِيًّا
 اور یہ مدینہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔
 اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات ہجری میں فذک صلح سے بطور فوجی عطا فرمایا تھا، اور اس کا قصہ یوں ہے
 کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں پہنچے اور تین قلعوں کے سوا تمام قلعوں کو فتح کر لیا اور ان تین قلعوں کا بشاافت
 محاصرہ کیا تو ان قلعوں والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ انہیں یہاں سے بلا وطن ہونے دیں تو
 وہ قلعہ کے دروازے کھول دیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اتفاق کر لیا، جب اہل فذک کو یہ خبر پہنچی تو
 انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ فذک کے پھلوں اور دیگر اموال کا نصف دے کر صلح پر تیار
 ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ فذک کا علاقہ ان علاقوں میں سے تھا جس کو فتح کرنے
 کے لیے مسلمان مجاہدین نے اپنے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے، اس میں کبیرت کھجور کے درخت اور
 بیٹے ہوئے چشے تھے، اور یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعریف میں تھا۔

علامہ حموی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فذک میں کافی اختلاف ہوا اور اس مسئلہ
 میں مختلف روایات ہیں بہر حال میرے نزدیک جو چیز محبت کے ساتھ ثابت ہے وہ یہ ہے جس کو بلاندی نے
 کتاب الفتوح میں ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے لوٹے تو آپ نے حمید بن مسود کو فذک
 بھیجا اس وقت فذک کا رئیس یوشع بن نون یہودی تھا آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، فذک والے خیبر
 کی خیبر میں سن کر پہلے ہی مرعوب ہو چکے تھے انہوں نے فذک کی اُدھی زمین دینے پر صلح کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے اس پیشکش کو قبول کر لیا اور وہ زمین خاص آپ کے تعریف میں رہی کیونکہ اس کو جنگ سے حاصل نہیں
 کیا گیا تھا، آپ اس زمین کی آمدنی سے مسافروں پر خرچ کرتے تھے۔ فذک واسے اس جگہ رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت
 عمر نے ان کو بلا وطن کر دیا اور باقی نصف کی قیمت یہودیوں کو لوٹا کر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد
 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فذک ہبہ
 کر دیا تھا اور اس پر حضرت علی بن ابی طالب اور ام المین کی گواہی پیش کی، حضرت ابو بکر نے کہا: اسے بنت رسول اللہ
 دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سوا گواہی مقبول نہیں ہوتی تو وہ واپس چلی گئیں اور ام المین سے روایت ہے کہ حضرت
 فاطمہ نے حضرت ابو بکر سے پوچھا تمہارا کون وارث ہوگا؟ حضرت ابو بکر نے کہا میری بیوی اور میری اولاد! حضرت فاطمہ
 نے کہا کیا وجہ ہے کہ تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہو اور ہم نہ ہوں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: اسے
 بنت رسول اللہ میں سونے چاندی یا فلاں فلاں چیز کا وارث نہیں ہوں، حضرت فاطمہ نے کہا خیبر میں جو بھلا

ہر ہے اور فک میں جو ہمارے صدقات ہیں، حضرت ابو بکر نے کہا اے بنت رسول اللہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے میری زندگی میں مجھے عطا کی ہیں اور میرے بعد یہ مسلمانوں پر صدقہ ہیں، اور عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے سے اپنی میراث کا سوال کیا حضرت ابو بکر نے یہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہم کروہ انبیاء کو کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے، اور یہ مال آل محمد کی ضروریات اور ان کے مہمانوں کے لیے ہے اور جب میں فوت ہوا جاؤں گا تو اس کا میری وہ شخص ہوگا جو میرے بعد مسلمانوں کا ولی ہوگا۔ اس حدیث کو سننے کے بعد ازواج مطہرات میراث کے سوال سے باز رہیں۔

جب عمر بن عبد العزیز غلیقہ پر تھے تو انھوں نے خطبہ دیا اور کہا کہ فک کہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور اس کی آمدنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضروریات پر خرچ کرتے تھے اور جو مال بچ جاتا اس کو مسافروں پر خرچ کرتے تھے اور یہ بیان کیا کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کو فک دیکھ کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا اور فرمایا نہ تمہارے لیے فک کو مہرب کرنے کا سوال کرنا جائز ہے اور نہ میرے لیے اس کو دینا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آمدنی سے مسافروں پر خرچ کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی فک کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کرتے رہے، جب حضرت معاویہ حاکم ہوئے تو انھوں نے فک مروان بن الحکم کو دے دیا اور جب مروان حاکم ہوا تو اس نے عبد العزیز کو فک مہرب کر دیا اور عبد الملک نے اپنے بیٹوں کو دے دیا پھر بیٹھے سلیمان اور ولید کو مل گیا اور جب ولید حاکم ہوا تو میں نے اس سے اس کا حصہ مانگ لیا اس نے مجھ کو اپنا حصہ دے دیا سو میں نے فک کے تمام حصوں کو جمع کر لیا اور میرے نزدیک فک سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی مال نہیں ہے اور میں تم تمام لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے پھر فک کو اسی طرح ٹوٹا دیا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں فک پر عمل کرتا تھا (یعنی اس کو اپنی ملکیت سے نکال کر پھر وقت کر دیا۔ سیدی غفران) پھر عمر بن عبد العزیز کے بعد صفوان کی آمدنی سے مسافروں پر خرچ کرتے تھے (یعنی اس کو بہ ستر وقت برقرار رکھا۔)

پھر ۲۱۰ھ میں مامون الرشید نے حکم دیا کہ فک حضرت فاطمہ کی اولاد کو دے دیا جائے اور مدینہ کے گورنر قثم بن جعفر کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو فک دے دیا تھا، اور ان پر فک کو صدقہ کر دیا تھا اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں مشہور اور معروف تھی، پھر حضرت فاطمہ اس کا غلیقہ سے مطالبہ کرتی رہیں، مامون کی رائے یہ تھی کہ حضرت فاطمہ کے وارثوں میں سے محمد بن یحییٰ بن اکیسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اور محمد بن عبد اللہ بن اکیسین بن علی بن اکیسین بن علی بن ابی طالب کے حوالے فک کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی آمدنی کو اپنی ضروریات پر خرچ کریں۔

پھر جب جعفر متوکل غلیقہ ہوئے تو انھوں نے فک کو پھر اسی طرح ٹوٹا دیا جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بعد کے خلفائے فک کے ساتھ وقت کا وہی سال مکہ گیا ہے، اس لیے یہ روایات صحیح نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ نے فک پر ہجرت کا دعویٰ کیا تھا اور عقرب ہم اس پر قوی دلائل قائم کریں گے اور مشورے شراہہ پیش کریں گے، علامہ حموی نے مورخین کے عام اسلوب کے مطابق فک کے سلسلہ میں تمام روایات کو جمع کر دیا، اللہ تعالیٰ علامہ حموی کی مغفرت فرمائے حضرت فاطمہ کا دامن اس سے پاک ہے کہ انھوں نے فک پر ہجرت کا دعویٰ کیا ہو اور اس کے ثبوت میں اپنے شہرہ اور ایک عورت کی شہادت پیش کی ہو، حضرت فاطمہ قبول اور زاہدہ عجب دنیا اور اس کی متاع سے مستغنی تھیں ان کا تمام اس سے بہت بلند تھا کہ وہ متاع دنیا کے حصول کے لیے اس قدر سی اور جدوجہد کرتیں، اللہ دنیا کا مال نہ بننے پر علیہم رسول سے ترک تعلق کر لیتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنے کو حرام کر دیا ہے اور حضرت فاطمہ مال دنیا نہ بننے کے غم اور غصہ میں چھ ماہ تک حضرت ابو بکر سے بات نہ کریں اور تا دم مرگ یہ مقاطعہ جاری رکھیں یہ ان کی سیرت حمیدہ اور اسوۂ جمیلہ پر ایک ناروا تہمت اور بدنامی داغ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غلاموں اور ملاحوں کے ذمہ میں قائم رکھے اور اسی گروہ میں ہمارا حشر کرے۔ (آئین)۔

ابن اللہ دشیر لکھتے ہیں:

فک؛ شمالی حجاز میں خیبر کے قریب ایک تہذیبی قبیلہ جو یا قزت کے بیان کے مطابق مدینہ منورہ سے دو ہاتھ دن کی مسافت پر واقع تھا۔ بظاہر اس نام کی کوئی بستی اب موجود نہیں ہے البتہ حافظ دہب نے بیان کیا ہے کہ اس کو قیظ کا گاؤں جو کہ حرہ خیبر کے آخری سرے پر واقع ہے، فک کہ یہی کی پرانی بستی کی جگہ آباد ہوا ہے، حمیر کی طرح فک بھی بیرونی کاشتکاروں کی ایک آبادی تھی، یہاں پانی کے چشمے تھے اور گھوڑا اور اونٹ کی پیداوار ہوتی تھی یہ قبیلہ دستکاری کے لیے بھی مشہور تھا اور یہاں کھل بننے کا کام کیا جاتا تھا۔ لہ

شعبہ عالم ترقی حسین فاضل لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ نے فک کا دعویٰ کیا تھا تو اس کے جواب میں حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہم پتھروں کا کوئی وارث نہیں ہوگا، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں گے، وہ صدقہ ہوگا، حضرت فاطمہ الزہراء نے گواہوں اور تقریر کے ذریعہ اسے حق پر روشنی ڈالی (الاحتجاج، ص ۵۹، دلائل الامامة، ص ۳۱، ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغہ، ۴: ۶۹)، بیسکھ حضرت ابو بکر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کام کو کرتے رہے ہیں اس کو اسی طرح کروں گا۔ حضرت فاطمہ یہ سن کر کہیں وہاں

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۵ ص ۲۱۰، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۳۹۵ھ

۲۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت فاطمہ غضب ناک ہوئیں اور حضرت ابو بکر سے قطع تعلق کر لیا۔ اس سے وہ ترک مراد نہیں جو شرفاً مذہب سے کہ سلام و کلام بھی رکھا، بلکہ آپ کو حضور شہین ہو گئی تھیں، امام بیہقی نے شبلی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ بیمار ہو گئیں تو حضرت ابو بکر آپ کی عیادت کے لیے آئے اور کہا میرا تمام مال، اور میری تمام اولاد سب اللہ، اس کے رسول اور اے اہل بیت آپ کی رضا کے لیے وقف ہے، میری آنحضرت فاطمہ زہرا بھی ہو گئیں، امام بیہقی کہتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۱۰)۔

۳۔ اقرع عیسیٰ نے بھی حضرت ابو بکر کی عیادت کرنے کا ذکر کیا ہے، (مجلد المصنوع مترجم ج ۱ ص ۲۲۳)

واپس چلی آئیں اور حضرت ابو بکر سے ناراض رہیں (بخاری: جامع الصحیح مطبوعہ دہلی ۱۲۹۶، کتاب الغزیر، ۴: ۲۲۷)۔ حضرت عمر نے اجتناد فرمایا اور فدک کی تزیینت حضرت علی اور عباس کو دے دی (یا قوت مجمل البلدان، ۳: ۸۵۵ تا ۸۵۸)۔ حضرت علی کے عہد میں بھی فدک مسلمانوں کے لیے صدقہ تھا (بخاری: جامع الصحیح، مطبوعہ دہلی ۱: ۴۲۶)۔ امیر معاویہ نے اپنے بھائی یہ جاگیر مروان بن الحکم کو دے دی۔ مروان نے اپنے فرزند عبدالعزیز کو دے دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہوتے ہی یہ علاقہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب یا امام زین العابدین کو واپس کر دیا لیکن یزید بن عبدالملک نے پھر اسے واپس لے لیا (یا قوت حوالہ، مذکور)۔

نور عباس کے پہلے حکمران ابو العباس السفاح نے فدک اہل بیت کے وارثوں کو دے دیا، لیکن المنصور نے ضبط کر لیا المہدی نے پھر واپس کر دیا (مدۃ الاخیار ص ۳۹۵)۔ جب المامون خلیفہ ہوا تو اس نے فدک نوراشم کو دے دیا (ابن ابی الحدید، ۴: ۸۱)۔ ۳۳۲ھ میں المتوکل تخت نشین ہوا تو اس نے فدک پر قبضہ کر کے عبداللہ بن الباریار کو جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد فدک ویران ہو گیا۔ لے شیعوں کے مشہور امام ابو جعفر کلینی کہتے ہیں:

فقال له المهدی، یا ابا الحسن
حد ہالی، فقال حد منها جبل احد و حد
منها عریش مصر، و حد منها سیف البحر
و حد منها دومة الجندل، فقال له، کل
هذا؟ قال: نعم یا امیر المؤمنین هذا
کلہ ما لم یوجف علی اہلہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بخیل ولا رکاب فقال کثیر
وانظر فیہ۔ لے

خلیفہ مہدی نے امام ابوالحسن سے کہا:
اے ابوالحسن! فدک کی حدود بیان کیجئے، امام ابوالحسن
نے کہا اس کی ایک حد اجد پلٹ ہے، اور ایک حد
عریش مصر ہے اور ایک حد ہندو کا کنارہ ہے اور ایک
حد دومتہ الجندل ہے، مہدی نے کہا کیا یہ سب فدک
ہے؟ امام ابوالحسن نے کہا ہاں! اے امیر المؤمنین! یہ تمام
وہ علاقے ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ مہدی نے کہا
یہ تو بہت ہے میں اس پر خود کھدی گا۔

یہ ہے فدک کی تاریخی اور جغرافیائی حیثیت، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک خیبر سے دو یا تین دن کی مسافت پر
ایک دیہات تھا جس میں بکثرت باغات اور چشے تھے، ۳۳۲ھ کے بعد فدک دیوان ہو گیا اور اب اس نام کی وہاں کوئی مسجد
نہیں ہے البتہ حافظ دہب کے بیان کے مطابق حزرہ خیبر کے آفری سرے پر الحویط نامی ایک گاؤں ہے اور یہ اسی جگہ
پر واقع ہے جہاں کسی زمانہ میں فدک تھا۔

علاء شیعہ نے فدک کی تحدید میں ناقابل فہم مبالغہ کیا ہے ابھی اصول کائن کے حالات سے بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوالحسن
نے بتایا کہ اُمّد سے لے کر مصر تک فدک ہے اور طاہر مجلسی نے لکھا ہے کہ امام موسیٰ کاظم نے اروک رشید سے کہا کہ فدک

لے۔ اُردو دائرہ مدون اسلام، ۱۵ ص ۲۱۲-۲۱۳، مطبوعہ زبیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور طبع اول ۱۳۹۵ھ
لے۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، اہل بیت علیہم السلام، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ، تہران طبع اول ۱۳۹۵ھ

کی ایک حد مدن ہے، دوسری سمرقند ہے تیسری صافر لیر ہے اور چوتھی حد سند کا وہ کنارہ ہے جو آرمین سے ملا ہوا ہے۔ کتاب المغن بحث فذک، بحار الافراس، شعبہ حضرات کے دیگر خلافت واقع و دادی کی طرح یہ بھی ایک افسانوی دعویٰ ہے جس کا تاریخ اور جغرافیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے فذک کا مطالبہ کیا

فذک کے متعلق علماء شیعہ دو متضاد اور متضاد دعوے کرتے ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں، ایک دعویٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے حضرت فاطمہ نے اپنا حصہ مانگا اور فرمایا مجھے اپنے والد کی وراثت سے صدمہ فذک دو، اور وراثت اسی مال میں جاری ہونی سے جس کی زندگی میں کسی کو حصہ نہ کیا گیا ہو لہذا اس دعویٰ میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو اپنی زندگی میں فذک نہیں دیا تھا کیونکہ اگر زندگی میں فذک ہر کر دیا تھا تو بعد از وصال اس کی وراثت سے مطالبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، لیکن اس کے برخلاف علماء شیعہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں حضرت فاطمہ کو فذک ہر کر دیا تھا اور جو چیز کسی کو زندگی میں دے دی گئی، ہوا اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کیونکہ وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کو زندگی میں حصہ نہ کیا ہو، لہذا اگر مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح ہے تو حصہ کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر ہر کر دیا گیا ہے تو مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ دونوں دعوے ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ ایک صاف اندک سیدھی بات ہے جس کو ہر صاحب عقل اور صاحب انصاف درست قرار دے گا۔

پہلے علماء شیعہ کی معتبر تصانیف سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر سے فذک کا مطالبہ جو میراث کیا تھا۔

شیخ ابو نصر طبری لکھتے ہیں:

روى عبد الله بن الحسن باسناده عن آباءه
عليهم السلام انه لما أجمع أبو بكر وعمر على منة
فاطمة عليها السلام فدكا وبلغها
ذالك

عبد الرحمن الحسن اپنی سند کے ساتھ اپنے آباء علیہم
السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو بکر اور عمر رضی اللہ
عنہما نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فذک نہ دینے پر
اتفاق کر لیا اور حضرت فاطمہ کو یہ خبر پہنچی

اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ دو بڑے کر حضرت ابو بکر کے پاس گئیں درآن حالیکہ حضرت ابو بکر کے
پاس ہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے، حضرت فاطمہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور ایک بہت طویل اور فصیح و
بیخ غلبہ دیا جس میں اپنے نفعی اور مناقب بیان کیے اور انبیر میں فرمایا:

ایما المسلمون الغلب علی امرائی یا
ابن قحافة انی کتاب اللہ توٹ ابانک ولا
ما یکن گن؟ اے ابو بکر! تو نے مجھے کیا کتاب اللہ میں

ارث ابی؛ لقد جئت شیثاً فریاً افعلی
 عمدتوکتہ کتاب اللہ ونبذتموه وراء
 ظہورکم؛ اذ یقول وورث سلیمان داؤد
 و قال؛ فیما اقتص من خیر یحیی بن زکریا
 اذ قال؛ قہب لی من لدنک ولیاً یرثنی
 و یرث من آل یعقوب و قال اولوالارحام
 بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ و قال
 یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل
 حظ الانثیین و قال ان ترک خیر
 الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف
 حقا علی المتقین و نرعمتم ان لا حظوۃ
 لی ولا ارث من ابی وکلا حم
 بیننا، افخصکم اللہ بآیۃ اخرج
 ابی منها امرہل تقولون ان اهل
 ملتین لا یتوارثان اولست انا
 و ابی من اهل ملت واحدۃ؟ امر
 انتم اعلم بنحصوص القرآن
 وعموم من ابی و ابنت
 عسی؛ فد و نکما مخطومت
 مرحولۃ تلقاک یوم حشرک
 فنعم الحکم اللہ والزعیم
 محمد الموعد القیامتہ وعند
 الساعۃ ینحسروالمبطلون
 ولکل نبأ مستقر وسوف تعلمون
 من یاتیہ عذاب ینحزینہ ویحل

یہ لکھا ہے کہ تم تو اپنے باپ کے وارث ہو گے اور میں اپنے
 باپ کی وارث نہیں ہوں گی؟ یہ تو تم نے اپنے خدا پر جھوٹ
 باندھا ہے! کیا تم نے خدا کتاب اللہ کو چھوڑ دیا اور
 اور اس کے احکام کو پس پشت پھینک دیا؟ کیونکہ اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے سلیمان داؤد کے وارث ہیں، اور اللہ
 تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا کا یہ قول نقل کیا ہے اے اللہ!
 مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو
 اور فرمایا بعض رشتہ داروں کا حق بعض سے زیادہ ہے،
 اور فرمایا: اللہ تمہاری اولاد کے متعلق وصیت کرتا ہے
 کہ مرد کو دو لڑکیوں کا حصہ ملے گا اور فرمایا اگر کسی شخص نے
 مال چھوڑا تو اس پر لادہ ہے کہ وہ والدین اور رشتہ داروں
 کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے، یہ متقین پر
 فرض ہے، اور تم نے یہ گمان کیا ہے کہ میرا اپنے والد
 کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ہے اور ہمارے وہی
 کوئی رشتہ داری نہیں ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں میراث
 کا کوئی خاص حکم بتایا ہے جس کی بنا پر تم نے میرے
 والد کو میراث کے احکام سے خارج کر دیا یا تم یہ کہتے ہو
 کہ میرا والد میرے والد کا ایک دین نہیں ہے اور میں کے
 دین مختلف ہوں وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے؟
 یا تم میرے والد اور میرے شوہر کی نسبت قرآن کے خاص اور عام
 کو زیادہ جانتے ہو، سو آج تم فلک کو بغیر کسی ماسخن اور
 مناسنہ کے لے لو کل حشر کے دن تم سے ملاقات ہوگی،
 سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور حق کو طلب
 کرنے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، تم سے قیامت
 کا وعدہ ہے اور اس دن اہل باطل نقصان اٹھائیں گے

۱۔ شیخ احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی متوفی ۶۲۰ھ نے احتجاج ص ۱۳۸ (مطبوعہ ایران) اور طاہر مجلسی متوفی ۱۱۰۰ھ نے

حق الیقین ص ۱۹۹ (مطبوعہ ایران) میں حضرت فاطمہ کے خطبے میں یہ لکھا ہے کہ یحییٰ بن زکریا نے دعا کی کہ میرا

حضرت زکریا نے دعا کی کہ میرا وارث بنے اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔

جلد خامس

(حضرت) ابو بکر نے جو یہ دعویٰ کیا تھا کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی یہ سخن جھوٹ اور افتراء ہے اور اس پر استدلال یہی:

اول یہ حدیث قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ انبیاء میراث لیتے تھے حضرت یحییٰ نے زکریا سے میراث لی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ علم اور پیغمبری کی دراصلت مراد ہے تو اس کے متعدد جوابات ہیں:

پہلا جواب لغت اور عرف میں جب میراث کا لفظ ملتا بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی دراصلت مراد ہوتی ہے خصوصاً اس آیت میں مال کی دراصلت پر قرآن میں ذکر ہوگا اس آیت میں فرمایا ہے: **واجعل لہ ما رزقنا منہ** اسے میرے رب اس لڑکے کو پسندیدہ بنا۔ اس آیت میں یہ دعا کی ہے کہ اس لڑکے کو اچھے اور صالح کردار کا بنا اور یہ بات معلوم ہے کہ پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں (اس لیے اگر دراصلت سے دراصلت نبوت مراد ہو تو) یہ شرط بے فائدہ ہوگی، نیز حضرت زکریا کو اپنے رشتہ داروں کے ہاں سے مال کے خدشہ کی وجہ تو قریبی کیونکر ہو سکتا ہے کہ مال کی وجہ سے وہ فسخ اور فساد میں مبتلا ہو جائیں، اسی وجہ سے یہ حدیث اس آیت کے بھی خلاف ہے جن میں ہے کہ حضرت سلیمان داؤد کے وارث بنے، اسی طرح یہ حدیث ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں میراث کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبوت رشتہ داروں کو دراصلت سے محروم کرنے کا سبب ہو۔

دوسرا جواب (حضرت) ابو بکر کی اس حدیث پر شہادت اس لیے محدود ہے کہ یہ حدیث ان کے حق میں حصول نفع کا سبب ہے اور وہ کئی وجہ سے اس حدیث کے سلسلہ میں مستہم ہیں۔

پہلی وجہ (حضرت) ابو بکر چاہتے تھے کہ اس مال میں جس طرح چاہیں تصرف کریں جس کو چاہیں اس میں سے مال دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں جیسا کہ جامع الاموال میں ابو الطفیل سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ (عظ) ابو بکر کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث طلب کی اور ابو بکر نے یہ کہا کہ میں نے پیغمبر سے یہ سنا ہے کہ انہوں نے پیغمبر کو یہ طعمہ (خوراک یا غذا) دی ہے اور یہ ان کے بعد اس کے تصرف ہوگی جو ان کے بعد خلیفہ ہوگا۔

دوسری وجہ قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس پر یقین ہے کہ وہ اہل بیت کو گنہگار کرنا چاہتے تھے کیونکہ ان کے ساتھ خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں، اور یہی وجہ نبوت کے لیے کافی ہے اور باقی جن دوسرے لوگوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور ابو بکر کی تصدیق کی ہے وہ سب اس حدیث میں شریک تھے اور اہل بیت کی عدالت میں معروف تھے اور ان لوگوں پر یہ نہمت بالکل ظاہر ہے۔

دوم اس حدیث کے باطل اور ممنوع ہونے پر دوسری دلیل ہے کہ اخبار متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی (ع) اس حدیث کو باطل اور ممنوع گردانتے تھے کیونکہ صحیح مسلم میں مالک بن انس سے یہ روایت ہے کہ (حضرت) عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے یہ کہا کہ حضرت ابو بکر نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بن چھوڑا وہ صدقہ ہے پس تم دونوں نے حضرت ابو بکر کو مہرنا، مسکار، خاخن اور گورگان کیا اور انہوں نے خراب جانتا ہے کہ ابو بکر بچے، نیک اور حق کی پیروی

کرنے والے تھے، پھر ابو بکر فرمت ہو گئے اور میں رسول اللہ کا علیہ السلام پھر تم دونوں نے مجھ کو جھوٹا، مکار، خائن اور گنہگار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ صحیح بخاری میں بھی اسی حدیث کی مثل مروی ہے، اور ابن ابی الحدید نے بھی اس مضمون کو کئی اسانید سے روایت کیا ہے اور احادیث متواترہ میں ہے کہ حضرت علی سے حق الگ نہیں ہوتا، اور آیت تطہیر، اخبار ثقلین اور حدیث سفینہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمہ کا بھی اس حدیث کا انکار اس حدیث کے موضوع ہونے پر حجت قاطعہ ہے۔

سوم اگر یہ حدیث حق ہوتی تو چاہیے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کو اس حدیث کی تعلیم کرتے تاکہ وہ ناحق دعویٰ نہ کرتیں اور حضرت علی کو بھی اس حدیث کی تعلیم کرتے جو آپ کے وصی اور معدن علم تھے اور کوئی صاحب عقل اس کو جائز نہیں کہے گا کہ سیدہ نسلا عالمین نے اس حدیث کو اپنے والد سے سنا ہو اور اس کے باوجود مہاجرین اور انصار کے محج میں اس قدر شدت سے میراث کا مطالبہ کیا ہو اور مسلمانوں کے امیر پر ظلم اور بے انصافی کی تہمت لگائیں اور لوگوں کو اس کے خلاف قتال پر آمادہ کریں اور اس وجہ سے مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت نے ابو بکر کو ظالم اور غاصب گردانا ہو اور قیامت کے دن تک ابو بکر اور اس کے مددگاروں پر لعنت کریں اور اگر حضرت علی یہ جانتے کہ حضرت فاطمہ حق پر نہیں ہیں اور حق پر ابو بکر ہیں تو وہ کس طرح حضرت فاطمہ کو میراث کے مسئلہ میں ابو بکر کے پاس جانے کی اجازت دیتے۔ کیا کوئی مسلمان یہ تصور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا اور تبلیغ احکام میں اس طرح کا سہوا اور تسامح کر سکتے تھے کہ اپنے اہل بیت اور خصوصاً اپنے جڑو بدن کو اس قدر ضروری حکم نہ بتلاتے پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افتراء اور جھوٹ ہے۔

چہارم اس حدیث کے جھوٹ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ جو چیز عرف اور عادات کے خلاف ہو اس کے روایت کرنے والے متعدد افراد ہوتے ہیں اور حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم تک یہ سنت جاری ہے کہ اولاد کو ماں باپ کی وراثت ملتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہے کہ انبیاء کے احوال اور ان کی سیرتوں کو اور ان کے خصائص کو منضبط کرنے میں بہت اہتمام کیا جاتا ہے سو اگر عام عرف اور عادات کے خلاف اگر انبیاء کے خصائص میں یہ ہوتا کہ وہ کسی کو وارث نہیں بناتے تو تمام تواریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ امر مذکور ہوتا اور جب صرف ابو بکر اور دو تین منافقوں کے علاوہ اور کوئی شخص اس خلاف عادت حکم پر مطلع نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افتراء اور جھوٹ ہے۔ اور جیسا کہ صحاح سے ظاہر ہوتا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ سنان نے ابو بکر کے اور کسی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا، اور یہ جو ذکر کیا ہے کہ عمر کے زمانہ میں علی اور عباس نے ان کے سامنے منازعہ کیا اور عمر نے _____ طلحہ، زبیر، عبداللہ بن عوف (عبدالرحمن بن عوف، سعیدی) اور سعد بن ابی وقاص سے اس حدیث پر شہادت طلب کی اور ان سب نے بالاتفاق اس حدیث پر شہادت دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے ڈر اور خوف کی وجہ سے اس حدیث پر شہادت دی تھی۔

۱۵۔ ہم صحیح مسلم کی اسی حدیث کی شرح کر رہے ہیں، صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ ہے مگر اس میں یہ اغلاط نہیں ہیں تم نے

ابو بکر کو جھوٹا، مکار، خائن اور گنہگار گمان کیا۔ ۱۳۔ سعیدی غفرلہ

۱۶۔ علامہ باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۸۰ھ، حقا، ثقلین، ص ۲۰۶، مطبوعہ خانبان ناصر خسرو، ایران، ۱۳۴۷ھ

دراشت کے لفظ سے علم اور معرفت کی دراشت مراد لینا اسلوب قرآن کے مطابق ہے۔ !!

قرآن مجید میں ہے: **حِزْبٌ رَّكَبَانَةٌ دَعَاكَ: فَغَبِلَ مِنْ لَدُنْكَ وَيَلِيَا يَرْشِي وَبِوَيْتٍ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ** علماء شیعہ کہتے ہیں اس آیت میں یہ ثبوت ہے کہ انبیاء کے ماٹ ہوتے ہیں، علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مال کی دراشت مراد نہیں ہے بلکہ علم کی دراشت مراد ہے۔ ماباقر مجلسی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ لغت اور عرف میں جب مطلقاً دراشت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی دراشت مراد ہوتی ہے لہذا قرآن مجید کی اس آیت کو بھی مال کی دراشت پر محمول کیا جائے گا اور اس کو علم کی دراشت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

ماباقر مجلسی کا یہ کہنا لغت اور اسلوب قرآن سے بے خبری اور لاعلمی کی وجہ سے ہے لغت میں درشت کا معنی استعمال اور بقا ہے، امام راضی اصفہانی لکھتے ہیں:

الارث انتقال قتیۃ الیک من غیر عقد و قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اراثتموا علی مشاعرکم فانکم علی اراثت الیکم ای اصلہ و بقیۃ۔ لہ

علامہ زبیری لکھتے ہیں:

الوارث الباقی، و فی التفسیر یروشی و یوٹ من آل یعقوب ای بقی بعدی و فی الدعاء النبوی اللہم امتعنی بسمعی و بصری واجعلہ الوارث معی ای ابقہ معی حتی اموت۔ لہ

کسی کو کافی کا بیز وقت کے تمہاری طرف منتقل ہونا دراشت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے مشاہد پر ثابت قدم رہو کیونکہ تم اپنے باپ کی دراشت یعنی اس کی اہل اور بقیہ پر ہو۔

دراشت کا معنی ہے باقی، قرآن مجید میں حضرت

یحییٰ کی دعا ہے مجھے ایسا دل دے جو میرا وارث ہو اور آل یقوتب کا وارث ہو، یعنی اس کو میرے بعد باقی رکھو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، اے اللہ میرے کان اور آنکھوں سے مجھے نماندہ پہنچا اور اس کو میرا وارث کر یعنی ان کو میرے ساتھ تاحیات باقی رکھو۔

زندگی اور موت ہم ہی دیتے ہیں اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

اور انجام کار ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

مذکر السورہ آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں دراشت کا لفظ صرف دراشت المال میں ہی استعمال نہیں

وانا لنحن نحی و نمیت و نحن

الوارثون۔ احجرو ۲۳

وکننا نحن الوارثین (قصص ۵۸)

۱۔ علامہ حسین بن محمد راضی اصفہانی مترقی ۵۰۲، المعرقات ص ۵۱۸، مطبوعہ مکتبہ رضویہ ایران، ۱۳۶۲ھ

۲۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی مترقی ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، مطبوعہ المطبوعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ہوا بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں وراثت کا لفظ بقا کے لیے استعمال ہوا ہے اس لیے دو مہات سلیمان داؤد اور یوشی و یوث من آل یعقوب میں علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے عین مطابق ہے اور یہ دعویٰ غلط ہے کہ عرف اور لغت میں وراثت کا استعمال صرف وراثت بالمال میں ہوتا ہے۔

لفظ وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر ملامت مجلسی کے اعتراض کا جواب ملاحظاً بقرا

جس آیت میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر بحث کی ہے وہ یہ ہے: حضرت زکریا دعا کرتے ہیں نبی فہب لی من لدنک ولیتاہ یوشی و یوث من آل یعقوب واجعلہ رب رضیآہ (مریم: ۵-۶)

ترجمہ ایک وارث عطا کر دے جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے اور اے میرے رب! اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔

ملاحظاً بقریہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت زکریا کی دعا کا یہ مطلب تھا کہ مجھے ایسا فرزند عطا کر جو نبی ہو تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ واجعلہ رب رضیآہ۔ اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا، کیونکہ ہر نبی اللہ کا پسندیدہ ہوتا ہے، اس لیے یہاں وراثت نبوت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت مال مراد ہے اور جو شخص مال کا وارث ہوگا تو ہو سکتا ہے کہ وہ مال کی وجہ سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اس لیے دعا کی اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔

الجواب ملاحظاً بقرا مجلسی کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب حضرت زکریا نے اپنے فرزند کے لیے نبوت کی دعا کی تو پھر ان کے پسندیدہ ہونے کی دعا کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نبی تو ہوتا ہی پسندیدہ ہے، اس لیے کہ نبوت کے ذکر کے بعد بھی ان اوصاف کا ذکر تاکید اور ترویج کے لیے کیا جاتا ہے اور اس کا قرآن مجید میں بکثرت مثالیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و بشرنہ بأسحق نبیاً من الصالحین۔ (الصافات: ۱۱۲)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحق کی بشارت دی، ایک نبی تھے صالحین میں سے۔

کیا اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے پھر نبی کے بعد صالحین میں سے کہنے کی کیا ضرورت تھی! فرشتوں نے حضرت زکریا کو ندا کی:

ان اللہ یدشرك بیحیی مصداً بکلمۃ من اللہ وسیداً وحصوئاً ونبیاً من الصالحین۔ (ال عمران: ۳۹)

اللہ آپ کو یحییٰ کی (ولادت کی) خوشخبری دیتا ہے جو کلمۃ اللہ کے مصداق ہوں گے، سردار ہوں گے، عورتوں سے بچنے والے ہوں گے، نبی ہوں گے صالحین میں سے۔

سبب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ حضرت یحییٰ نبی ہوں گے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے؟ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے، قرآن مجید میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں ہم نے صرف دعوتیں پر اکتفا کی ہے اور جب ملاحظاً بقرا مجلسی کا یہ اعتراض دہرا ہو گیا تو یوشی اور یوث من آل یعقوب۔ میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینا بے فہار ہو گیا۔

لیجئے امام مجتہد صادق نے مان بیان کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد کے علم کے وارث تھے یہ لفظ وراثت کو وراثت علم میں استعمال کرنے کی نص مریخ ہے اور وراثت سلیمان داؤد کی تفسیر ہے اور اسی حقیقت کو بیان کرنے کے ہم مد پے ہیں۔

عن ضریح الكناسی قال كنت عند ابي عبد الله عليه السلام وعنده ابو بصير فقال ابو عبد الله عليه السلام: ان داود وراثت علم الانبياء وان سليمان وراثت داود وان محمدا صلى الله عليه وسلم وراثت سليمان وانا وراثت محمدا صلى الله عليه وسلم
عن ابراهيم عن ابيه عن ابي الحسن الاول عليه السلام قال: قلت له جعلت فداك اخبرني عن النبي صلى الله عليه وسلم وراثت النبيين كلهم قال نعم انا قول فخر بن ابي اسفانان الله عز وجل واورثنا هذا الذي فيه تبیان كل شیء

ضریح کناسی بیان کرتے ہیں کہ میں ابو عبد اللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے پاس ابو بصیر بھی تھے، ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: حضرت داؤد و علوم انبیاء کے وارث تھے اور حضرت سلیمان داؤد کے وارث تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کے وارث تھے اور ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔

ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام سے پوچھا: میں آپ پر قرآن ہوں! یہ بتائیے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے وارث ہیں؟ فرمایا ہاں! پس ہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور ہم کو اس کتاب کا وارث بنا دیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے

اس روایت میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے وارث ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ آپ تمام انبیاء کے مال کے وارث نہیں تھے بلکہ ان کے علم کے وارث تھے اور اس سے زیادہ واضح یہ ہے کہ ابو الحسن نے فرمایا کہ ہم اہلبیت قرآن مجید کے وارث ہیں اور یہ علم کی وراثت ہے۔ ان تمام روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ وراثت کا لفظ وراثت علمی میں استعمال ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت، وراثت علمی ہے، شیعہ علماء اس کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان روایات کو ائمہ شیعہ نے تفسیر بیان کیا ہے کیونکہ ان روایات کو ائمہ نے اہل بیت کی فضیلت علم ظاہر کرنے کے لیے بیان کیا ہے، یہاں کسی ڈر اور خوف کا معاملہ نہ تھا۔

اس بات کا جواب کہ حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ کو وراثت نہ دے کر احکام میراث کی مخالفت کی

حضرت ابو بکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم گمراہ انبیاء کسی کو وراثت نہیں بناتے اور اس روایت کی بنیاد پر حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے وراثت نہیں دی، اس پر بلا باقر مجلسی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کی یہ روایت قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں وراثت کے عام احکام بیان کیے گئے ہیں، اس وجہ سے یہ روایت مردود ہے۔ نیز یہ خبر واحد اور نقلی ہے اور خبر واحد قرآن مجید

۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

www.marfat.com

جلد خامس

کے احکام کے علم کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے لیے یہ حدیث خبر واحد اور ظنی نہیں تھی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یہ حدیث سنی تھی اور ان کے پیلے یہ حدیث اسی طرح قطعی تھی جس طرح احکام میراث کی آیات قطعی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے اس حدیث کی وجہ سے احکام میراث کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس حدیث کی وجہ سے احکام میراث کے علم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربت واروں کا مخصوص اور مستثنیٰ ہونا بیان کیا ہے یہی بات یہ ہے کہ احکام میراث میں موت اس حدیث کی وجہ سے قطعی نہیں ہوئی بلکہ ان آیات کے علم سے اور جس کئی چیزیں مستثنیٰ ہو چکی ہیں، دیکھئے کافر کی اولاد، باپ کی وارث نہیں ہوتی، غلام، باپ کا وارث نہیں ہوتا، قاتل، باپ کا وارث نہیں ہوتا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر بغیر محال حضرت ابو بکر نے احکام میراث کی مخالفت کی اور حضرت فاطمہ کو ترک نہیں دیا تو حضرت علی نے اپنے دُورِ خلافت میں اس کو کیوں برقرار رکھا؟ اور اولاد فاطمہ کو اس مال کا وارث کیوں نہیں بنایا؟
نبی کے ترکہ کے وارث نہ ہونے کی وجہ | محرم کر کے کا سبب کیسے ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ:

علامہ بدرالدین حنفی کہتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی میراث نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص ان کے متعلق یہ بدگمانی نہ کرے کہ انھوں نے اپنے رشتہ داروں کے لیے مال میں کیا ہے اور نبوت کا دعویٰ اور شاعت، دین کی تمام سہی حصول مال کے لیے تھی، ایک قول یہ ہے کہ کہیں ان کے اقرباء ان کی موت کی تائید کرنے لگیں اور ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں، اور ایک قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی تمام عزت کے لیے بمنزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی تمام امدت ان کے لیے بمنزلہ اولاد ہوتی ہے اس لیے ان کا تمام مال ان کی تمام اولاد کے لیے صدقہ کر دیا جاتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

کیا حضرت ابو بکر نے ذاتی مفاد اور خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے حدیث کا نوڈٹ بیان کی تھی؟

زیر بحث حدیث کو موضوع قرار دینے کے لیے ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت ابو بکر اس حدیث کی روایت میں دو وجہوں سے متہم ہیں، اول یہ کہ وہ اس مال میں اپنی مرضی سے تصرف کرنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے یہ حدیث گھڑی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اہل بیت کو کھڑو کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ ان سے خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں، یہ دونوں وجہیں باطل ہیں اول کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابو بکر پر تہمت تب ہوتی جب اس مال میں سے وہ کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرتے یا اپنی ذات یا اپنے آقارب پر اس مال کو خرچ کرتے، حالانکہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ حضرت ابو بکر

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ ادارۃ المطبوعۃ العلمیۃ بیروت ۱۳۲۸ھ

نے اس مال سے کوئی ذاتی فائدہ اٹھایا نہ بیت المال سے کوئی نفع حاصل کیا جو معمولی و طبعیہ یا تجارت سے پہلے اس کو بی بیعت المال کو واپس کر دیا اور فذک کے احوال میں حضرت ابو بکر نے اپنی مرضی سے کوئی تصرف نہیں کیا، بلکہ وہی تصرف کیا جو تصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ نیز یہ حدیث صرف حضرت ابو بکر سے تو مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی سمیت متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے جیسا کہ انشاء اللہ شرح معتزب دلائل سے بیان کریں گے۔

دوسری وجہ کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ اگر حضرت ابو بکر کا منشاء اپنی خلافت کو مستحکم کرنا ہوتا تو ان کو چاہیے تھا کہ فذک حضرت فاطمہ کے حوالے کر دیتے تاکہ ان کو اہل بیت کی ہمدردیاں اور تعاون حاصل ہوتا اور ان کے خلاف کوئی محاذ نہ بناتا ان کا کوئی فریق ہوتا اور عام لوگ بھی خوش ہوتے اس کے برخلاف جب کہ عام لوگوں کا میلان اہل بیت کی طرف تھا اور پھر انہوں نے حضرت فاطمہ کا حق ان کو نہیں دیا تو اہل بیت بھی ناراض ہو کر ایک فریق بن گئے اور لوگوں کی ایک جماعت بھی ان سے کٹ گئی، لہذا بلا باقر مجلسی کا یہ کہنا کہ حضرت ابو بکر نے اہل بیت کو فذک اس لیے نہیں دیا۔ تاکہ وہ خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں بالکل الٹ اور برعکس ہے کیونکہ خلافت میں مناقشہ سے بچنے کے لیے تواضع چاہیے تھا کہ سیاسی رشوت کے طور پر ان کو فذک دے کر اپنے ساتھ ملا لیتے اور فذک کا نہ دینا تو خلافت میں مناقشہ اور ناراضگی کا سبب ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ بے نفس اور نیک لوگ تھے حضرت فاطمہ کا مطالبہ میراث بھی نیک نیتی پر مبنی تھا اور حضرت ابو بکر کا فذک نہ دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے تھا اور خلافت کو کمزور یا مستحکم کرنا کسی فریق کا بھی مسلح نظر نہیں تھا۔

کیا حضرت علی نے حدیث کا نورث کی روایت میں حضرت ابو بکر اور عمر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہگار گمان کیا تھا؟

ملا باقر مجلسی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صحیح مسلم میں مالک بن انس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا حضرت ابو بکر نے تم دونوں سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے پس تم دونوں نے ابو بکر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہگار گمان کیا، اور اللہ عرب جانتا ہے کہ ابو بکر سچے، نیک اور حق کی پیروی کرنے والے تھے پھر ابو بکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوا، پھر تم دونوں نے مجھ کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہگار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں! ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علی، حضرت ابو بکر کو اس روایت میں جھوٹا گروانتے تھے اور حضرت علی کا اس روایت کو جھوٹا قرار دینا اس روایت کے باطل اور موضوع ہونے پر واضح دلیل ہے، کیونکہ حضرت علی حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ہی اس حدیث کی صداقت کے معتزب تھے جیسا کہ مالک بن انس

کی روایت میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہما: www.marfat.com

پھر حضرت عمر، حضرت عباس اور حضرت علی کی طوت متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کی اجازت سے زمین ابد آسمان قائم ہیں، کیا تم دونوں کو یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، حضرت عباس اور حضرت علی دونوں نے کہا، ہاں! (زبہن علم ہے۔)

ثم اقبل على العباس وعلى فقال
انشدكها بالذي باذنه تقوم السماء والارض
اتعلمان ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا
صدقته قالوا نعم

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی کو اس حدیث کا علم تھا اور جب انھیں علم تھا تو حضرت فاطمہ کو بھی یقیناً علم ہوگا تو پھر ان حضرات نے حضرت البرکبر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا اور پھر دوبارہ حضرت عمر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا؟

حافظ ابن حجر مستقانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت عباس اس حدیث کے تو مؤثر تھے لیکن اس حدیث کو عام نہیں سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے کسی چیز کا بھی کوئی وارث نہیں ہوگا، ان کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے بعض چیزوں کا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ اور باقی متر وکات میں وراثت جاری ہوگی اور خیر کی ضمن اور فی ذلک کے متعلق ان کا گمان تھا کہ اس میں وراثت جاری ہوگی اس وجہ سے وہ ان میں وراثت کو طلب کرتے تھے، اس کے برعکس حضرت البرکبر، حضرت عمر اور دیگر صحابہ اس حدیث کو عموم پر محمول کرتے تھے اور اس حدیث کی تعمیر اور تخصیص میں ان کی آرا اور اجتہاد میں اختلاف ہو گیا، حضرت علی اور حضرت عباس کو اپنے موقف پر اصرار تھا اس وجہ سے پہلے انھوں نے حضرت البرکبر سے اور پھر حضرت عمر سے میراث کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو حضرت عباس اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم دونوں نے پہلے البرکبر کو اور پھر مجھے چھوٹا جو دشمن اور خائن گمان کیا اس کا کیا عمل ہے؟ علامہ آبی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ اب تنزل سے ہے یعنی تم دونوں نے حضرت البرکبر کے استدلال اور حجیت کو تسلیم نہیں کیا اور برابر میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے رہے، علامہ بیہ کے کہ تم نے سچے شخص کے ساتھ جوڑے شخص کا معاملہ کیا نہ یہ کہ تم نے ان کوئی الاقہ چھوٹا سمجھا۔ علامہ آبی مالکی لکھتے ہیں کہ بیان ہمزہ استعجاب محذوف ہے یعنی اذنا ابتداء کا ذبا غادہ اسخا شتا آشتمنا۔ کیا تم نے البرکبر کو چھوٹا جو دشمن، خائن اور گمراہ سمجھا تھا؟ اور یہ استعجاب انکار ہی ہے، یعنی جب تم حضرت البرکبر کو چھوٹا اور جو دشمن نہیں سمجھتے تھے تو پھر کیوں بار بار میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے تھے؟

۱۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ۲ ج ۹۰، مطبوعہ دار المعتمد اجم المطابع کراچی ۵۰، ۱۱۳

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر مستقانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ۶ ج ۲۰۴، (معملاً) مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ کراچی

۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف ابی دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اكمال الکمال المسلم ۵ ج ۵۸، ۵۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

میں کہتا ہوں کہ ان توجیہات کے صحیح اور صحاب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے وفدِ خلافت میں ان اراخا کو حضرت فاطمہ کی اولاد کی ملکیت میں نہیں دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بعد میں حضرت علی کو یہ شرح صدر ہو گیا کہ اس حدیث کے بارے میں حضرت ابو بکر کا اجتہاد صحیح اور صحاب تھا اور یہ کہ یہ حدیث اپنے علوم پر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متردکات میں سے کسی چیز میں دراثت جاری نہیں ہوگی۔

ہم نے جو اس حدیث کی تحقیق کی ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت علی اور حضرت عمر کا اس حدیث سے استدلال میں اختلاف تھا اور اس حدیث کی صحت میں اہل بیت کا اختلاف نہیں تھا نہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت عباس میں سے کسی نے اس حدیث کا انکار کیا تھا جیسا کہ ملاحقہ مجلسی نے سمجھا ہے بلکہ انہوں نے تم کھا کر اس حدیث کا اعتراف کیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ائمہ شیعہ نے بھی اس حدیث کو کئی اراخا سے روایت کیا ہے جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو حدیث لا نوزت پر مطلع نہیں فرمایا تھا؟

ملاحقہ مجلسی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر واقعی کوئی ایسی حدیث ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، اور حضرت فاطمہ کو اس پر ضرور مطلع فرماتے تاکہ وہ حضرت ابو بکر سے دراثت کے معاملہ میں ناحق جھگڑانہ کرتے اور جب آپ نے ان کو اس حدیث پر مطلع نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افتراء اور جھوٹ ہے۔

ابجواب | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پر حضرت علی اور حضرت عباس کو بھی مطلع کیا تھا کیونکہ امام مسلم نے حضرت مالک بن انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت عباس اور حضرت علی کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے اور حضرت عباس اور حضرت علی دونوں نے فرمایا: ہاں! اور جب حضرت عباس اور حضرت علی اس حدیث پر مطلع تھے تو یقیناً حضرت فاطمہ بھی اس حدیث پر مطلع تھیں اور اہل بیت کے نزدیک یہ حدیث ثابت اور غیر متنازعہ نہیں تھی کیونکہ اہل بیت نے اس حدیث کو خود بیان کیا ہے چنانچہ شیخ کافی کلینی نے اس حدیث کو امام ابو عبد اللہ سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا، پہلے یہ کہ جب حضرت فاطمہ کے نزدیک یہ حدیث ثابت تھی تو انہوں نے پھر حضرت ابو بکر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا تو اس کا جواب ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے نزدیک اس حدیث کا حکم عام نہیں تھا صحیحی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متردکات کو شامل ہوا اور حضرت ابو بکر کے نزدیک اس حدیث کا حکم عام تھا اور آپ کے تمام ترکہ کو شامل تھا۔

حدیث لا نوزت روایت کرنے والے صحابہ کرام کا تعدد اور تکثر ملاحقہ مجلسی نے اس حدیث پر آخری اعتراض یہ کیا ہے

قال لا نورث ما تركنا صدقة يورثه
بذلك نفسه قالوا قد قال ذلك يله

اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے
گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، انہوں نے کہا
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے امام ابو داؤد، امام نسائی، امام احمد، امام بیہقی، اور شیخ علی متقی نے بھی روایت
کیا ہے۔

امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد
حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، سو کہتے ہیں:

وفی الباب عن عمر، وطلحة والزبير
وعبدالرحمن بن عوف وسعد وعائشة و
حدیث ابی ہریرة حدیث حسن
غریب ہے

اس باب میں حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر،
حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد اور حضرت عائشہ
سے بھی روایت ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث حسن
غریب ہے۔

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عباس
اور حضرت علی نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا!
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال ملك انطلقت حق ادخل على
عمر اذا جاءه حاجبه يرفا فقال هل
لك في عثمان وعبدالرحمن والزبير
وسعد يستأذنون قال نعم فاذن لهم
قال فدخلوا وسلموا فجلسوا ثم لبث

حضرت مالک بن اوس بن عثمان روایت کرتے
ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت
ان کا دربان یرفاد آیا اور کہا حضرت عثمان، حضرت
عبدالرحمن، حضرت زبیر اور حضرت سعد آنے کی اجازت
مانگ رہے ہیں، آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے

۱۳۸۷ھ

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴،

یروفاً قليلاً فقال لعمر هل لك في علي
و عباس قال نعم فاذن لهما فلما
دخلتا فلماً وجلسا فقال عباس
يا امير المؤمنين اقص بيني وبين هذا
فقال الرهط عثمان واصحابه يا امير
المؤمنين اقص بينهما و ارح احد هما
من الآخر فقال عمر اتشد و اتشد كما
بالله الذي بأذنه تقوم السماء و الارض
هل تعلمون ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة
يرويه رسول الله صلى الله عليه وسلم
نفسه قال الرهط قد قال ذلك
فاقبل عمر علي و عباس فقال
انتد كما بالله هل تعلمان ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال ذلك قال
قد قال ذلك . له

کہا ہاں اور اجازت دی وہ لوگ آئے، سلام کیا اور بیٹھ
گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر آیا اور کہنے لگے حضرت عباس
اور حضرت علی کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے کہا ہاں!
اور ان کے اجازت دے دی پھر وہ دونوں اگر سلام کر کے
بیٹھ گئے حضرت عباس نے کہا ات امیر المؤمنین امیر ہے
اور اس شخص (حضرت علی) کے درمیان فیصلہ کیجئے، حضرت
عثمان اور ان کے اصحاب نے بھی کہا: اے امیر المؤمنین!
ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ایک دوسرے سے رخصت دلا دیجئے حضرت
نے کہا پھر وہ ایسا تم کو کہتا تم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین
تلازم ہیں کیا تمہیں یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو
کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، (اس سے حضور کی اپنی ذات
مراد تھی) اس جماعت نے کہا ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا،
پھر حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ
ہوئے اور فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: حضرت
علی اور حضرت عباس نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے، امام بیہقی نے، اور امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔
ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن، حضرت سعد اور حضرت زبیر نے حضرت عمر کے خوف
سے یہ شہادت دی تھی چونکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس لیے مردود ہے۔
امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:
عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا وارث نہیں بنایا

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴

صدقۃ - ۱۷
اس حدیث کو امام احمد، امام بیہقی اور شیخ علی متقی نے بھی روایت کیا ہے۔
عافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ترکنا صدقۃ رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح - ۱۷

اس حدیث کو شیخ علی متقی نے بھی بیان کیا ہے - ۱۷

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت ابو بکر کے پاس کسی کو بھیج کر میراث کا سوال کریں۔ حضرت عائشہ نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا ہمسالا وارث نہیں بنایا جائے گا۔ ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

عن عائشۃ ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اردن ان یبعثن الی ابی بکر یسئلنہ میراثن فقالت عائشۃ الیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانورث ما ترکنا صدقۃ - ۱۷

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابو داؤد، امام مالک، اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۱۷۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۱۸۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۱۹۔ امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ نشر السنۃ لمتان
- ۲۰۔ شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۰، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
- ۲۱۔ عافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الکتب العربی، ۱۴۰۲ھ
- ۲۲۔ شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۰، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
- ۲۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۶، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۴۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۵۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۹۶ھ
- ۲۶۔ امام مالک بن انس اصمعی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۳۳، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور
- ۲۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہم نے مقدمہ کتب حدیث کے حوالہ جات سے اس حدیث کی روایت اور تصدیق کرنے والے بن صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: (۱) حضرت ابو بکر (۲) حضرت عمر (۳) حضرت عثمان (۴) حضرت عباس (۵) حضرت علی (۶) حضرت طلحہ (۷) حضرت زبیر (۸) حضرت عبدالرحمان بن عوف (۹) حضرت سعد بن ابی وقاص (۱۰) حضرت البرہہ (۱۱) حضرت عذیبہ (۱۲) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چونکہ تمام ہاجرین، انصار اور اہل بیت کے سامنے یہ حدیث روایت کی تھی اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو اس پر تمام صحابہ اور اہل بیت کا اجماع ہو گیا، امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن فضول بن مرزوق قال قال زید بن علی بن الحسين بن علی اما انا فلو كنت مكان ابی بکر رضی اللہ عنہ لحكمت بمثل ما حکم بہ ابو بکر رضی اللہ عنہ فی ذلك۔
عن فضیل بن مرزوق کہتے ہیں کہ زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو خود ک کے بارے میں نہیں بھی وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابو بکر نے کیا تھا۔
یہ اہل بیت کی شہادت ہے، اور بیشتر کتب اہل حدیث میں حضرت علی کی تصدیق ہے نیز حضرت علی نے اپنی خلافت کے دوران حضرت ابو بکر اور عمر کے طریقہ کو برقرار رکھا سو یہ تمام احمد اس حدیث کی صحت اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے موقع کی صداقت پر محسوس دلائل اور ثوابد ہیں۔ اہل حدیث اہل سنت پیشین کرنے کے بعد اب ہم اس حدیث کے ثبوت میں اہل تشیع کی اہل حدیث پیش کر رہے ہیں۔

حدیث کا ثبوت سے شیعہ کی اسانید سے ثبوت

ابو البختری عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان العلماء وراثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لہ یورثوا دہما ولا دیناراً، وانما ادرثوا احادیث من احادیثہم۔
ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی کو درہم اور دینار کا وارث نہیں کرتے، انبیاء علیہم السلام صرف اپنی احادیث کا وارث کرتے ہیں۔
اس حدیث میں تصریح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی صرف ان کے علم میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

عن القدر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سلك طریقاً یطلب فیہ علماً
قواح بیان کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جائے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے

۱۔ امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ ندر السنۃ - دمشق

۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یحییٰ متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من احکامی ۱۵ ص ۳۲، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۵۰ھ

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ: قرآن مجید کی آیت
 ” مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ “
 کفار کی بستیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے یہ بستیوں
 تزیینہ اور نواغزیر کی بستیوں ہیں جو مدینہ میں تھیں اور مذکورہ
 یہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور خبر ہے
 اور مدینہ کی بستی اور متبع ہے، ان سب بستیوں کو اللہ
 تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر دیا،
 آپ ان میں جو چاہتے وہ تصرف فرماتے، اور اللہ تعالیٰ
 نے یہ خبر دی کہ یہ تمام بستیوں آپ کے تصرف میں ہیں۔

شیخ محمد حسین لمباطانی نے بھی حضرت ابن عباس کی اس روایت کو بحیثیت نقل کیا ہے۔ لہ
 نیز شیخ لمباطانی لکھتے ہیں:

تہذیب الاحکام میں اپنی سند کے ساتھ صحابی سے
 روایت ہے کہ امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس
 آیت ” مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ “ (الحج) کی تفسیر
 میں فرمایا ” ان اموال کو کہتے ہیں جن کے حصول کے لیے
 جگہ کی گئی جو نہ خون بہایا گیا ہو۔ “

وفي التهذيب باسناد عن الحلبي
 عن ابي عبيد الله عليه السلام قال ما آفاء
 الله على رسول الله من اموال الكفار
 الاية قال الغي ما كان من اموال لم يكن فيها
 هراقة دم او قتل لله
 شيخ محمد جواد منتبه لکھتے ہیں:

لغت میں فحی کا معنی لوشانا ہے اور فقہاء کے اصطلاح
 میں اس کا معنی ہے جو چیز کفار سے بغیر جگہ کے
 حاصل کی گئی ہو۔

ومعنى الغني في اللغة الرجوع وفي اصطلاح
 الفقهاء ما اخذ من الكفار من غير
 قتال لله

علامہ رشیدی کی مذکورہ تصدیقات سے یہ واضح ہو گیا کہ فحی اس زمین کو کہتے ہیں جو بغیر جگہ کے حاصل
 ہوئی ہو اور مذکورہ فحی بھی تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر جگہ کے حاصل ہوا تھا اب دیکھیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فحی
 کے کیا احکام نازل فرمائے ہیں: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ بستیوں کے لوگوں سے

مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ

۱۔ شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی مشرقی ۵۳۸ ہ، مجمع البیان ج ۹ ص ۲۶، مطبوعہ کتاب فروعی اسلامیہ تبران، طبع دوم ۱۳۳۰ھ

۲۔ شیخ محمد حسین لمباطانی مشرقی ۱۲۹۳ھ، المیزان ج ۹ ص ۲۴۱، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تبران، طبع چہارم، ۱۳۲۲ھ

۳۔ المیزان ج ۹ ص ۲۴۱،

۴۔ شیخ محمد جواد منتبه، لفظ الامام جعفر الصادق ج ۲ ص ۲۶۶، دارالمعلم بیروت

فدثہ وللرسول ولذی القربی والیتھی و
 المسلمین وابن السبیل کی لا یكون دولة بین
 الاغنیاء منکم رالی قوله تعالیٰ (للفقراء
 المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم
 و اموالهم یتبتغون فضلا من اللہ و
 رضواننا رالی قوله تعالیٰ) والذین تبوءوا الدار
 والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر
 الیہم رالی قوله تعالیٰ) والذین جاءوا
 من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا
 ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔

(حشر: ۵۹/۱۰-۶)

اپنے رسول کی طرف لوٹا ہے، وہ اللہ، رسول اور رسول کے
 رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے
 تاکہ یہ مال نہا سے دولت مند لوگوں کے درمیان گردش
 نہ کرتا رہے، اور یہ ان فقراء مهاجرین کے لیے ہے
 جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال دیے گئے۔
 درآن حالیکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے
 تھے، اور یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو مهاجرین کے آنے
 سے پہلے دار ہجرت میں رہتے ہیں اور مهاجرین سے محبت
 کرتے ہیں، اور یہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ان (پہلوں)
 کے بعد آئیں گے اور یہ کہیں گے اے ہمارے رب
 ہماری مغفرت فرما اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

سورہ حشر کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ فحیٰ کی آمدنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے
 رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، فقراء مهاجرین، انصار صحابہ اور بعد میں آنے والے مسلمانوں پر خرچ
 کی جائے گی، اور جب علماء شیعہ کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ فحیٰ ہے تو اردو سے قرآن مجید فدک کی آمدنی
 کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور فقراء مهاجرین، انصار صحابہ
 اور بعد میں آنے والے مسلمانوں پر خرچ کیا جانا ضروری ہے اور جس جائیداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ
 یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مهاجرین، انصار اور بعد کے مسلمانوں کا بھی حصہ ہو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 وراثت کیسے جاری ہو سکتی ہے۔

وراثت اس جائیداد میں جاری ہوتی ہے جو کسی شخص کی شخصی ملکیت ہو اور سورہ حشر کی ان آیات سے واضح
 ہو گیا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی ملکیت نہیں تھا بلکہ اس کی آمدنی عبد رسالت کے مستحق مسلمانوں سے
 لے کر بعد میں آنے والے مسلمانوں تک کے لیے وقف تھی اور وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اگر اللہ تعالیٰ فدک
 کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی ملکیت میں دے دیتا تب اس میں وراثت کا سوال اٹھ سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ
 نے فدک کو شخصی ملکیت قرار نہیں دیا بلکہ شخصی ملکیت کی یہ فرمائش ہے کہ کی لا یكون دولة بین الاغنیاء
 منکم۔ ” تاکہ یہ مال نہا سے دولت مند لوگوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ “ اگر علماء شیعہ کے قول کے
 کے مطابق فدک وراثت میں اہل بیت کی طرف منتقل کر دیا جاتا تو یہ جائیداد نسل در نسل اہل بیت کے دولت مندوں میں
 گردش کرتی رہتی اور یہ قطعاً صحیح قرآن کے خلاف ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فدک کو شخصی ملکیت میں نہیں دیا، بلکہ اللہ کے لیے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے قرابت داروں اور اس فحیٰ کے اور بعد کے عام مستحق مسلمانوں کا مندرجات کے لیے اس

نہ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرنے کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کیا جائے۔

کے فوج کو متین کر دیا، اسی وجہ سے حضرت ابو بکر نے فدک میں آپ کی وراثت نہیں جاری کی اور اس کی آمدنی کو ازواج مطہرات، اہل بیت، اہل دیار و دیگر مستحق مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کیا اور کہا میں اس کی آمدنی کو اعلیٰ منافع پر خرچ کرتا رہوں گا جن مدت پر اس کی آمدنی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے، اور میں اس خرچ میں سے کسی چیز کو کم نہیں کروں گا، اور مجھے یہ نذر شہ ہے کہ اگر میں نے اس خرچ میں سے کسی چیز کو کم کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۵) اور حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی نے ہی حضرت ابو بکر کے طریقہ کار کو برقرار رکھا اور فدک بدستور قری ملکیت میں رہا اور اس کی آمدنی ازواج مطہرات، اہل بیت اور دیگر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہوتی رہی۔

ہمارے اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک فنی تھا اور فنی اداروں سے قرآن و سنت، ہوتا ہے لہذا فنی وقف ہوا اور فنی ہی وراثت جاری نہیں ہوتی، اس لیے فدک میں وراثت جاری نہیں ہوگی، اخیر میں ہم فدک کے فنی ہونے پر علماء شیعہ کا ایک اور مطالبہ پیش کر رہے ہیں :-

مؤرخ شہیر میزاعمہ تقی لکھتے ہیں:

و چون فتح فدک بر لشکر سوارہ و پیادہ بود، تا مدت خاص پیروز گشت، و ایں آیت مبارکہ مفاد ایں معنا تو اندر بود۔

جب فدک شہسواروں اور پیادہ فوج کے ہنر فتح ہوا تو وہ پختہ کے ساتھ خاص ہو گیا، اور اس آیت مبارکہ کا مصداق ہو گیا۔

اور جو مال اللہ تعالیٰ نے کفار کے قبضہ سے نکال کر اپنے رسول کی طرف لٹا دیا ہے وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑانے پر بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تعریف عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

وما افاء الله على رسولہ منہم فمما اوجفتم علیہ من خیل و کلاب و لکن الله یسلط رسالہ علی من یشاء و الله علی کل شیء قدیر الخ لہ

میزاعمہ تقی نے اس عبارت میں یہ تصریح کر دی ہے کہ فدک فنی تھا اور سورہ مشرک ان آیات کا مصداق تھا اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ سورہ مشرک ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فنی کے یہ مصداق بیان کیے ہیں، اللہ کے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قرابت داروں کی ضروریات کے لیے، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مہاجرین، انصار اور یتیم خانوں کے لیے، اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ جس چیز میں ان منافع پر خرچ کرنا مستحسن ہو وہ ضمنی ملکیت نہیں ہو سکتی، کیونکہ ضمنی ملکیت میں یہ قید نہیں ہوتی کہ اس کو فلاں فلاں مدبر خرچ کیا جائے آدمی جس چیز کا ضمنی طور پر مالک ہو وہ چاہے تو اس تمام قرابت داروں پر خرچ کرے اور چاہے تو وہ سارا مال اپنے قرابت داروں کو دے دے یا سب راہ خدا میں (چاہا تو وہ ہر) خرچ کر دے یا کسی ایک یتیم کو دے دے علیٰ ذالعیناں اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی جائیداد کو ان ذمہ داروں پر خرچ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فنی کو ان نعمات پر خرچ کرنا لازم کر دیا ہے اس سے مسلم ہوا کہ فنی ضمنی ملکیت نہیں ہوتی اور فدک بالاتفاق فنی ہی ہے تو ثابت ہو گیا کہ

فدک کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہے اور جو چیز شخصی ملکیت نہ ہو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہذا فدک میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔

سورہ عسکر کا ان آیات سے جس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ فدک کو وراثت میں نہیں دیا جاسکتا اسی طرح ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کو ہبہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ فدک نئی ہے اور نئی وقت ہوتا ہے اور جو چیز وقت ہو اس کو نہ بیچا جاسکتا ہے نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے۔

علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا

فدک کے متعلق علماء شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا کو اپنی حیات مبارکہ میں فدک ہبہ کر دیا تھا۔ ہم پہلے اس سلسلہ میں علماء شیعہ کی تصریحات پیش کریں گے پھر بکثرت دلائل سے یہ واضح کریں گے کہ آپ نے حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ نہیں کیا تھا اور یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن علی بن اسباط بیان کرتے ہیں کہ جب ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام (خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور یہ دیکھا کہ وہ لوگوں کے حقوق واپس کر رہے ہیں تو ان سے کہا اے امیر المؤمنین کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے حقوق واپس نہیں کرتے؟ مہدی نے کہا آپ کے کون سے حقوق ہیں؟ ابو الحسن نے کہا فدک اور اس کا قرب و جوار، جن پر گھوڑے دوڑائے گئے بتھے نہ اونٹ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی: "قربت واروں کو ان کا حق دیکھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پتہ نہ چلا کہ کون سے قربت وار مراد ہیں، آپ نے جبرئیل سے پوچھا اللہ جبرئیل نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل کی کہ آپ حضرت فاطمہ کو فدک دے دیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور فرمایا: اے فاطمہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو فدک دے دوں، حضرت فاطمہ نے کہا یا رسول اللہ!

عن علی بن اسباط قال: لما وراہ ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام علی المہدی راہ یورد المظالم فقال یا امیر المؤمنین ما بال مظلمتنا لا ترد؟ فقال لہ: وما ذاک یا ابا الحسن؟ قال ان اللہ تبارک و تعالیٰ لما فتح علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فذک وما والاہا لم یوجف علیہ بنحیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وات ذالقرنی حقہ فلم یدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہم فراجع فی ذلک جبرئیل وجبرئیل علیہ السلام ربه فوحی اللہ الیہ ان ادفع فذک الی فاطمہ علیہا السلام فدعاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہا یا فاطمہ ات اللہ امرنی ان ادفع الیک فذک فقال لہ

قبلت یا رسول اللہ من اللہ و منک ۱۰
 احمد بن ابی یوسف کہتے ہیں:

حضرت حسین کے فرزندوں میں سے ایک فرزند علیہ نامن رشید کے پاس گئے اور یہ شکایت کی کہ پیغمبر نے حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا تھا، پیغمبر کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ نے (حضرت) ابوبکر سے مطالبہ کیا کہ فدک ان کے حوالے کر دیں (حضرت) ابوبکر نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کریں، انہوں نے گواہی میں حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اہم الامین کو پیش کیا۔ ۱۰
 شیخ ابوالفضل بن حسن طبرسی کہتے ہیں:

حضرت ابوسید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قرابت داروں کو ان کا حق دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کو فدک عطا کر دیا کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیت حضرت فاطمہ کے بارے میں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا۔

عن ابی سعید الخدری قال لما نزل قوله و ات ذالقرنی حقه اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فدک ۱۰
 شیخ علی بن البراء تمی و ات ذالقرنی حقه و انزلت فی فاطمۃ علیہا السلام فجعل لها فدک ۱۰
 لا باقر مجلسی کہتے ہیں:

پھر جب حضرت فاطمہ علیہا السلام تک یہ خبر پہنچی کہ (حضرت) ابوبکر نے فدک پر قبضہ کر لیا تو وہ جبراً ہاشم کی عورتوں کے ساتھ (حضرت) ابوبکر کے پاس گئیں اور کہا اے ابوبکر! تم مجھ سے وہ زمین لینا چاہتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے کر دی تھی اور مجھ پر صدقہ کر دی تھی، اور یہ وہ زمین ہے جس پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ! ۱۰

ثم ان فاطمۃ علیہا السلام بلغها ان ابا بکر قبض فدکاً فخرجت فی نساء بنی ہاشم حتی دخلت علی ابی بکر فقالت یا ابا بکر تویدان تاخذ منی ارضاً جعلها لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تصدق بها علی من الوجیف الذی لہ یوجب المسلمون علیہ بحمل ولا رکاب ۱۰

- ۱۰ شیخ ابوجعفر محمد بن یوسف کلینی متوفی ۳۲۰ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۵۴۳، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تبرک، ۱۳۷۵ھ
 ۱۱ شیخ احمد بن ابی یوسف متوفی ۲۶۰ھ، تاریخ یعتوی ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ مرکز انتشارات ملی دفتر مجلس ایران ۱۳۶۲ھ
 ۱۲ شیخ ابوالفضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۵ ص ۴۱۱، مطبوعہ کتب فروشی اسلامیہ، طبع دوم، ۱۳۸۰ھ
 ۱۳ شیخ ابوالحسن علی بن البراء تمی متوفی ۳۳۹ھ، تفسیر تمی ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ مطبعۃ النجف، ۱۳۸۷ھ
 ۱۴ ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۰۰ھ، بحار الانوار ج ۲۸ ص ۳۰۳، مطبوعہ، المطبعۃ الاسلامیہ طہران، ۱۳۳۹ھ

(بقیہ آئندہ پر)

(فائدہ) بحار الانوار، ملا محمد علی کی ایک بہت ضخیم کتاب ہے جس کی ایک سرحدی ہی، اس کی انجیل سے چونتیس

مورخ شہسیر میرزا محمد تقی لکھتے ہیں :

چوں این فرمان بر سید کہ حق خورشیاں نا باد وہ پیلبر
 فرمود! این خورشیاں کو آمدن حق کرد فاطمہ علیہا السلام است۔
 حوائط فدک را با او گذار حق خورشیش مطلب، چه خداوند نیز
 حق خود با او گذاشت و این فدک جھاری در شیب
 خیبر بود اگر چه با ستواری خیبر جھار گذاشت، لکن
 خواستہ و فرمائتا تا پیش افزون بود،

جب یہ حکم پہنچا کہ قرابت داروں کا حق انہیں دو تو پہنچے
 نے فرمایا کہ وہ قرابت دار کون ہیں؟ تو بتایا کہ وہ فاطمہ علیہا السلام ہیں
 فدک کے باغات انہیں دے دو اور اپنا حق مدت طلب کر دو، کیونکہ اللہ
 تعالیٰ نے ہی اپنا حق ان کے لیے چھوڑ دیا ہے، فدک خیبر کے فطیشی علاقے
 میں ایک قلعہ تھا، چند کہ خیبر جیسی اس کی تفصیل نہ تھی لکن اس کے محال
 اور اس کے ارد گرد کھجوروں کے باغات بہت زیادہ تھے۔

لاہجہ رسول خدای فاطمہ را طلب داشت و این
 آیت را بر او قرأت فرمود و اموالی کہ از فدک بدست
 کردہ بود، تسلیم داد و حوائط فدک را برود گذاشت، فاطمہ
 عرض کرد آنچه بفرمان خدا بہرہ من گشت، باز گذاشتم
 پیغمبر فرمود این جملہ از بہر خورشیتن و فرزندان خود بدار
 دانستہ باش کہ بعد از من این فدک را از توستانند
 و با تو منازعت و مناہزت آغازند۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کے سامنے
 یہ آیت تلاوت کی اور فدک سے جو اموال حاصل ہوئے
 تھے حضرت فاطمہ کے حوالے کر دیے اور فدک
 کے باغات انہیں دے دیے۔ حضرت فاطمہ نے کہا
 اللہ کے حکم سے جو چیز میرا حصہ قرار پائی ہے وہ میں
 آپ کو دیتی ہوں، پیغمبر نے کہا یہ تمام علاقہ اپنے اور
 اپنی اولاد کے لیے رکھو اور یاد رکھو کہ میرے بعد یہ
 فدک تم سے لے لیا جائے گا اور اس کے سلسلہ میں تم
 سے جھگڑا کیا جائے گا۔

اس وقت بفرمود تا منادید صحابہ را انجمن کردند
 و در مجلس ایشان حوائط فدک را باہر ملک و ہرمان کہ از
 آنجا ماخوذ داشت، بہ تسلیم فاطمہ داد و ثبوتی نگاشت
 کہ فدک بای خواستہ خاص فاطمہ و فرزندان حسن و حسین

اس گفتگو کے بعد آپ نے اکابر صحابہ کو جمع کیا اور
 ان کی مجلس میں فدک کو اس کی ہر ملکیت اور اس کے تمام محال
 سمیت حضرت فاطمہ کو دے دیا اور یہ دستاویز لکھ دی
 کہ فدک ان تمام محال سمیت فاطمہ اور ان کے فرزندان

(گذشتہ سے پیوستہ)

جلد میں کتاب الفتن ہے جس میں منافقین اور مرتدین کے احوال بیان کیے گئے ہیں، فدک پر بھی اس جلد میں بحث کی گئی ہے لیکن ملاحظہ
 ملاحظہ فرمائیے کہ کتاب الفتن میں صحابہ کرام پر اس قدر شدید اور ظہیم تبرا کیا ہے کہ کتاب الفتن کو اب ایران اور بیروت کا کوئی
 پبلشر نہیں چھاپتا اور تمام ناشروں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ اس کتاب کی ۲۹ سے ۳۲ جلد کو نہیں چھاپا جائے گا، ہمارے
 پیش نظر اس وقت ایران کا چھاپہ ہوا نسخہ ہے جس میں ۲۹ سے ۳۲ تک کی جلدیں نہیں ہیں۔ ۱۲ - سودی غزلہ،

است، پس دست تعریف فرا داشت، وہاں احوال و اشغال بر مسلمین بخش کر دے ہر سال قرت فریضہ را از فدک برے گرفت و آنچه بر زیادات بود بر مسلمین بذل میفرمودہ چنانکہ از مستقی و دیگر کتب مستفاد سے شہود مردم شہیں و بسیار کس از اہل سنت و جماعت بر این سخن متنعن اند کہ رسول خدا فدک را بفاطمہ بخشید و در روزگار خویش بقرن اول و ثانیہ و عامل فاطمہ ضبط فدک میکر و بعد از آنکہ رسول خدا از این جہاں رستے بہنفت ابو بکر عامل فاطمہ را از فدک معزول داشت و خود مضبوط ساخت

حسن اور حسین کا ہے اور آپ نے اس سے اپنا دست تعریف اٹھایا اور اس کے احوال اور خزانے مسلمانوں کو بخش دیئے، آپ ہر سال اپنی نورگاہ کو فدک کی آمدنی سے لیتے تھے اور اس کی آمدنی سے جو کچھ بچتا اس کو مسلمانوں پر خرچ کرنے تھے، جیسا کہ مستقی اور دیگر کتابوں میں لکھا ہوا ہے، علامہ شیعہ اور سنوین کی بھی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول خدا نے فدک حضرت فاطمہ کو عطا کر دیا تھا۔ اور اپنی زندگی میں فدک کو حضرت فاطمہ کے تصرف میں دے دیا تھا، اور حضرت فاطمہ کا مقرر کردہ عامل فدک کا حساب کرتا تھا۔ اور جب رسول خدا نے اس جہاں سے پردہ فرمایا تو (حضرت) ابو بکر نے حضرت فاطمہ کے مال کو فدک سے معزول کر دیا اور فدک کو اپنے قبضہ میں لے لیا

میرزا محمد تقی نے جو یہ تاریخ حقائق بیان کیے ہیں یہ خود متعارض اور متضاد ہیں، ایک طرف انھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے و ات ذا القربیٰ حقاً کے نازل ہونے کے بعد فدک حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیا تھا، حضرت فاطمہ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور وہ ان کے تصرف میں آ گیا تھا اور حضرت فاطمہ نے فدک پر اپنا مال منقر کر دیا تھا جو فدک کی آمدنی کا حساب سے وصول کرتا تھا اور دوسری طرف یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سال کے اخراجات فدک کی آمدنی سے لیتے تھے اور جو کچھ باقی بچتا وہ مسلمانوں کو عطا کر دیتے تھے اور اسی عبارت کا یہی مطلب ہے کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل اور تصرف میں تھا آپ نے وہ کسی کو ہمہ نہیں کیا تھا اور آپ قرآن مجید کے حکم کے مطابق فدک کی آمدنی کو ان بذات پر خرچ کرتے تھے جن پر خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔

فدک کے دعویٰ ہر جہ کا قرآن مجید کی روشنی میں ایک جائزہ | ہم ابھی اجی "فدک میں وراثت استدلال" کے زیر عنوان یہ بیان کر چکے ہیں کہ علامہ شیعہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ فدک نبی سے اور سورہ شکر کی آیات سے ثابت ہے کہ جو چیز نبی پر ہو وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ وقف ہوتی ہے، لہذا فدک وقت قرار پایا اور جو چیز وقت ہو اس کو ہمہ کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے فدک کو ہمہ کرنے کا دعویٰ از روئے قرآن باطل قرار پایا۔ دعویٰ ہر جہ کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ علامہ شیعہ نے و ات ذا القربیٰ حقاً سے فدک کو ہمہ

۱۔ مؤرخ شیعہ میرزا محمد تقی مشرف ۱۲۹۲ھ، ناخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۷، مطبوعہ مکتبہ فروشنی اسلامیہ طبع دوم، ۱۳۶۳ھ

کرنے پر استدلال کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے فدک حضرت فاطمہ کو دے دیا، یہ دلیل اس لیے باطل ہے کہ یہ آیت سورہ بنی اسرائیل اور سورہ روم میں ہے اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں اور مکہ میں فدک تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حضرت فاطمہ کو دے دیا، مؤدبیت میں تشریف لانے کے سات سال بعد خیبر فتح ہوا ہے اور اس کے بعد صلح کے نتیجے میں بغیر جنگ کے فدک حاصل ہوا۔ چنانچہ بعض محققین شیعہ نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اس آیت سے فدک کو سب کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

شیخ محمد حسین طباطبائی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وبالآیة یظہر ان ایتاء ذی القربی و
المسکین وابن السبیل ما شرع قبل الهجرة لانها
آیة مکیة من سورۃ مکیة .
اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رشتہ داروں،
مسکینوں اور مسافروں کو دینا ہجرت سے پہلے مشروع
ہو چکا تھا کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور یہ سورہ مکی کا جز ہے۔
شیخ طباطبائی نے دوسرے مفسروں کی طرح یہ نہیں لکھا کہ اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ حضرت فاطمہ کو فدک دے دو بلکہ اس کے برخلاف یہ لکھا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور
مکی سورت کا جز ہے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرنے کا حکم مکہ میں مشروع ہو چکا تھا۔
دعویٰ ہبر کے بطلان کی از روئے قرآن تیسری وجہ یہ ہے کہ ذات ذوالقربیٰ کا سیاق و سباق اس چیز کو
ظاہر کرتا ہے کہ اس آیت میں بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں ہے بلکہ عام افراد امت سے خطاب
ہے ملاحظہ کیجئے:-

اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ
اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ
حسن سلوک کرو، اگر تمہارے پاس والدین میں سے کوئی
ایک یا دونوں بڑھاپے میں رہیں تو انہیں اُن تک نہ کہو
اور ان کے سامنے نرمی اور رحم دل کے ساتھ جھک کر
رہو، اور یہ دعا کرو: اے پروردگار ان پر رحم فرما کیونکہ
انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا، تمہارا رب خوب جانتا
ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے، اگر تم نیک چلنی اختیار
کرو تو وہ توبہ کرنے اور رجوع کرنے والوں کو مہمان
فرمانے والا ہے، رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور
مسکین اور مساکر کو اس کا حق دو، فضول خرچی نہ کرو،
بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں
اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے، اگر تم نہ رشتہ داروں

وقضى ربك ألا تعبدوا الا اياي و بالوالدين
احساناً ما يبلغن عندك الكبر احدهما
او کلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما
وقل لهما قولا كريماً و اخفض لهما جناح
الذل من الرحمة و قل رب ارحمهما كما
اربتني صغيراً ربكم اعلم بما في نفوسكم
ان تكونوا صالحين فانه كان للادوا بين
غفوراً و ذات ذوالقربى حقاً والمسکين
وابن السبیل ولا تبذرا تبذیراً ان
البذرين كانوا اخوان الشیطين و کان
الشیطن لربہ کفوراً و اما تعرض عنهم اتقاء
رحمة من ربك ترجوها فقل لهما قولا
میسوراً و لا تجعل یدکم

عنقلک ولا تبسطها کل البسط فتعقد
فلوما محسورا۔

(اسرا: ۱۷، ۲۹-۲۳)

اور کینروی وغیرہ سے) اس وجہ سے ابراہیم کو کہا بھی
تم اپنے رب کی اس رحمت کے منتظر ہو جس کی تمہیں امید ہے،
تو انہیں نرمی سے جواب دے دو، نہ تو اپنا ہاتھ گروں سے
بندھا رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ رحمت زدہ
اور ملامت زدہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔!

وأت ذالقرنیٰ فی حقیقتہ۔ جن آبات کی سلک میں منسلک ہے ان کے سیاق و سباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بانی آیات
کی طرح اسی آیت میں بھی عام انسان کو خطاب ہے کہ وہ ماں باپ کے ساتھ خوشن سلوک کرے، سبک چینی اختیار کرے،
توبہ کرے، توبت دار کرے، مسکین اور مسافروں کو اس کا حق دے، فضول خرچی نہ کرے، سائل کو نرمی سے جواب دے،
بے معذرتی سے خرچ کرے نہ بہت تنگی سے۔ کوئی انصاف پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان آیات سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے۔ ایران سے ایک جدید تفسیر لائی ہے جس کو علماء شیعہ کی ایک جماعت نے
ترتیب کیا ہے اس میں بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے، لکھتے ہیں:

آیت ذی القربیٰ سے عام رشتہ دارم ادبیں یا
بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دارم ادبیں، اس
بات میں مفسرین نے بحث کی ہے۔

متعدد احادیث میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ یہ آیت پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کے قربات داروں کے ساتھ خاص ہے،
حتیٰ کہ بعض تفاسیر میں ہم نے اس آیت کے تحت
حضرت فاطمہ کو مذکور کیا کہ سزا میں بخشنے کی روایت بھی پڑھی
ہے۔

ذرا دیکھئے منظور از ذی القربیٰ در اینجا ہر خویشاوندان است
یا خصوص خویشاوندان پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم (ذریعہ مطاب و روایت
اوست) در بیان مفسران کنگسر است۔

درا حدیث متعددہ کی در نکات، بحث اس خواہر آمدے خوتم
کہ اس آیت پر ذی القربیٰ سے پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم تعبیر شدہ، وحقی
در بیضے می خوانیم کہ یہ داستان بخشیدن سرزمین مذکورہ بناط
ذہرا علیہا السلام نظر دارد۔

اور ہم نے بار بار بیان کیا ہے کہ اس قسم کی تفسیر
اور روایات آیت کے مفہوم عام کو معنی دار محمد و انہیں
کر سکتیں اور واقعہ میں اس کا مصداق بالکل ظاہر ہے۔

اس آیت میں وراثت کے ساتھ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنا اس حکم کے خاص ہونے کی
دلیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ ان آیات کے باقی تمام احکام عام
ہیں، مثلاً فضول خرچی سے منع کرنا، سائل اور محتاج کو
نرمی سے جواب دینا اور نیک اور زیادہ خرچ کرنے سے
منع کرنا اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ احکام اختصام کا

ولی ہما لکن ذکر بار بار لفظ ایم ایچوئے تفسیر با مقہوم و معنی آیات
را محمد دونے کند، و در واقع بیان مصداق روشن و واضح است۔

خطاب پر پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم درجملہ "وأت ذالقرنیٰ" دلیل
بر اختصاص این حکم بہ اذن نیست، زیرا سائر احکام کے در میں
سلسلہ آیات دار و شدہ، مانند نبی از تہیہ یا ملار اسی سائل و
ستند و یا نبی از بیکل و اسرار، ہر بہ صورت خطاب بہ
پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم ذکر شدہ در عالم کے دانیہ میں
احکام جنبہ اختصاص ندارد، و مفہوم اس کا عام است۔

لے جہان زاریستان، تفسیر قرآن، ج ۱۲ ص ۸۷، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۳۳ھ

کا پہلو نہیں رکھتے اور ان تمام آیات کا مفہوم کلیتہً عام ہے۔ سورہ روم میں بھی یہ آیت روایت ذوالقربیٰ حقدہ ہے لیکن شیعہ علماء نے موت سورہ اسراء کی آیت کی تفسیر میں فدک بہ کرنے کی روایات بیان کی ہیں، جبکہ سورہ روم بھی مکتا ہے اور وہاں بھی سیاق و سباق میں عام احکام بیان کیے گئے ہیں اور ہم چونکہ اختصار کے درپے ہیں اس لیے ہم ان آیات کا ذکر نہیں کر رہے تاہم سورہ روم کی آیت نمبر ۲۸ اور اس کے سیاق و سباق کو خود ملاحظہ فرمائیے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ سورہ ہشر کی آیات سے واضح ہو گیا کہ فحی وقف ہوتا ہے اور وقف کر بہ نہیں کیا جاسکتا اور چونکہ فدک بھی بالاتفاق فحی ہے لہذا اس کو بھی بہ نہیں کیا جاسکتا اور ذوالقربیٰ حقدہ سے فدک کو بہ کرنے پر استدلال دو وجہ سے صحیح نہیں ہے اول یہ آیت مکتا ہے دوم اس میں حکم عام ہے اور ان دونوں چیزوں کا علماء شیعہ نے بھی اعتراف کر لیا ہے۔ ولله الحمد۔

فدک کو بہ کرنے کے دعویٰ کا میراث کے دعویٰ سے بطلان | علماء شیعہ کی طرف سے جو یہ دعویٰ کیا گیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک بہ کر دیا تھا یہ اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ خود علماء شیعہ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ نے فدک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے لینے کا مطالبہ کیا تھا اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جو کسی کو بہ نہ کیا گیا ہو، لہذا مطالبہ میراث سے دعویٰ بہ باطل ہو گیا۔

فقیر سید محمد حسن قزوینی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ: حضرت زہرا اپنے والد کی ایک سے بہ اور عطاء کے عنوان سے فدک کو نہیں لے سکتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے میراث کا مطالبہ کیا اور صاحب حق کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے حق کو بہ جائز طریقہ سے لینے کی جدوجہد کرے۔ یہ غدر گناہ بدتر از گناہ ہے حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی طرف یہ منسوب کرنا کہ جو چیز میراث میں نہیں تھی آپ نے حصول دنیا کے لیے اس پر میراث کا دعویٰ کیا آپ کی طرف جھوٹ اور فریب کو منسوب کرنا ہے العیاذ باللہ!

کیا زمانہ جہاد اور تنگی اور عسرت کے دور میں حضرت فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا بہ کرنا متصوّر تھا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں حیرت فرمایا گیا اور اس کے بعد فدک آپ کے قبضہ اور تصرف میں آیا، اس زمانہ میں اشاعت اسلام، مسلمانوں کی حفاظت، ان کو کفار کے حملوں سے محفوظ رکھنے، ایچیوں اور مہانوں کے بھڑانے

۱۔ فقیر سید محمد حسن قزوینی، فدک بہ کرنے کی فاطمہ کی حقانیت پر مشتمل مکتبہ دارالعلوم دیوبند، طبع ۱۳۹۸ھ

اور جہاد کی تیاری کے لیے مال و دولت کی سخت ضرورت تھی، اہم عام مسلمان سخت تکلی اور انفاس میں مبتلا تھے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ کئی کئی روز ملتے سے نہ ہتے اور ضروری حاجات کو پورا کرنے کے لیے بھی پیسہ نہ تھا۔ ان حالات میں عام مسلمانوں کی کفالت، اشاعت اسلام اور جہاد کی تیاری کے لیے مال و دولت کی سخت ضرورت تھی کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کی آمدنی چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار سالانہ تھی، ان حالات میں کوئی بخشش مندر یہ باور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی جاگیر آئے اور آپ وہ تمام جاگیر اپنی ایک بیٹی کو بخش دیں، اہل اشاعت اسلام کا خیال کریں نہ جہاد کے مادہ سامان لینے کی فکر کریں نہ عام مسلمانوں کی ضروریات کا خیال کریں، سب کو نظر انداز کر کے یہ سارا مال وصاع اپنی بیٹی کو بخش دیں! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کا کردار ایسا ہی تھا؟ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ کے پاس جب مال غنیمت آتا تو آپ دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کو اس مال سے دیتے اور اپنے اہل بیت اور ایشارہ قرآنی کی تکفیل کرتے تھے کہ ایک موقع پر سیدہ فاطمہ زہرا نے آپ سے عہدت کے لیے ایک کینز مانگی تو وہ بھی نہیں دی اور ان کو تسبیح کرنے کی تلقین کی، بلا باقر مجلسی بیان کرتے ہیں:

برند معتبر جناب امیر سے روایت ہے جناب فاطمہ حضرت رسول کو محبوب ترین مردم تھیں اور اس قدر مخلیک سے پانی کے اٹانے کہ سینہ مبارک سے اثر اقبالہ ظاہر ہوا اور اس قدر چینی پیسی کہ ہاتھ مروج ہو گئے اور اس قدر گھر میں جھانڈ دی کہ کپڑے گد آؤد ہو گئے اور اس قدر کھانے پکانے اور آگ سلکانی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے لہذا کثرت کار و بار سے جناب سیدہ کو سخت تکلیف ہوئی۔ میں نے ایک روز کہا کہ اپنے پدر بزرگوار کے پاس جاؤ کہ مجھے کام کاج کے لیے ایک کینز ممل لے دیجیئے۔ جناب فاطمہ رسول خدا کے پاس گئیں لوگوں کا جھم دکھا کہ حضرت سے باتیں کر رہے ہیں اس وقت حیا مانے ہوئی کہ حضرت سے بات کریں، گھر میں پھر (درا میں) آئیں، جناب رسول خدا نے خیال فرمایا اور جانا کہ فاطمہ کسی کام کو آئیں تھیں، دوسرے دن صبح کہ حضرت ہمارے پاس آئے اور ہم دونوں ایک لحاف میں تھے، دوسرا کپڑا نہ تھا کہ اسے اور کھڑ کر باہر آتے، حضرت نے فرمایا السلام علیکم، ہمیں شرم آئی کہ اس حالت میں حضرت کے سلام کا جواب دیں، دوسری مرتبہ حضرت نے سلام کیا اور ہم نے حیا سے جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ حضرت نے سلام کیا ہم ڈرے اگر ہم جواب نہ دیں گے تو حضرت پھر جائیں گے اور حضرت کی یہی عادت تھی، میں نے کہا ولیکم اسلام یا رسول اللہ تشریف لائے۔ پس حضرت تشریف لائے نہ ہر آنے بیٹھے اور فرمایا: اے فاطمہ کل میرے پاس سیرن آئی تھیں؟ جب جواب سیدہ نے مارے شرم کے نہ دیا، میں ڈرا اگر جواب نہ دیا تو حضرت اللہ جائیں گے اس وقت میں نے لحاف سے سر نہ نکالا اور جناب فاطمہ کا مطلب عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمہارے لیے کینز سے بہتر ہو، میں فرمایا جب بہتر خواب پر جاؤ تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ، اور چرتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو، اس وقت جناب فاطمہ نے لحاف سے منہ نکال کر تین مرتبہ فرمایا میں خدا اور رسول سے راضی ہوں۔ لے

یہ التمشید کی بیان کی ہوئی روایت ہے، اور اس روایت سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ

۱۔ ملا محمد باقر مجلسی ترمذی ۱۱۰، جلد اول المیزان ۱۵ ص ۱۸۴-۱۸۶، (مترجم) مطبوعہ شیعہ مجاز بک انڈینیا لاہور۔

۲۔ اس سے پیشی ملتی روایت صحیح بخاری ۲ ص ۸۰۰-۸۰۱، ج ۱ ص ۱۲۰-۱۲۱، سیدی غفرلہ

خریج کرنے کے لیے دیا ہوا آپ اس مال کو بچائے حاجت مندوں اور غریبوں پر تقسیم کرنے کے وہ تمام مال اپنی بیٹی کو ہبہ کر دیں یا کیا یہ عمل نبی کی سیرت کے مطابق ہے، پھر اس نبی کی جن نے عین وعشرت سے زندگی بسر کرنے کے بجائے سادگی سے زندگی بسر کی ہر اور اسی کی امت کو تلقین کی ہو کیا یہ ممکن ہے کہ جماعت کو ویڈیو تودن علی افسسہہ۔ (اپنی مزید بات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں) کا وعظ کرنا ہو وہ عین تشکی اور عسرت کے زمانہ میں جب لوگوں کو حجاب کے لیے سواریاں میسر نہیں تھیں ایسے ہی وہ عام مسلمانوں کی ساری ضروریات اور اشاعت دین کے تمام تقاضوں کے مرت نظر کر کے اتنی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو ہبہ کر دے!

آخر دور رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد | جس زمانہ میں مذکر زمانہ میں مسلمانوں کی تنگی اور عسرت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ سات ہجری میں مذکر ملا اور دس ہجری میں حجة الوداع ہوا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج سے واپس آئے تو اس وقت بھی آپ کے پاس غیر ملکی وفد کی ضیافت کے لیے کچھ نہ تھا۔ شیخ کلین روایت کرتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجة الوداع سے واپس تشریف لائے اور یہ شیخے تو آپ کے پاس انصار آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! اللہ تبارک نے آپ کو ہمیں جوٹ فرا کر ہر بڑا احسان کیا ہے اور آپ کی تشریف آوری سے ہم کو منور فرمایا۔ آپ کی وجہ سے اللہ تبارک نے ہمارے دوستوں کو خوش کیا اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کیا، آپ کے پاس باہر سے وفد آتے ہیں اور آپ کے پاس آتا بھی نہیں ہوتا کہ آپ ان کو کچھ عطا فرمادیں، اس سے آپ کے دشمن ہنستے ہیں، اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا ایک تہائی مال قبول فرمائیں تاکہ جب آپ کے پاس کدہ سے وفد آئیں تو آپ ان پر خرچ کر سکیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حجاب نہیں دیا، اور اپنے رب کی وحی کا انتظار کرتے رہے، ہجر جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے لا استسکم علیہ اجلا لا العوذة فی القرآنی۔ اور آپ نے ان کے مال کو قبول نہیں فرمایا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں اخیر زمانہ تک عسرت اور تنگی کا دور دورہ تھا حتیٰ کہ آپ کے پاس

فلما رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم من حجة الوداع.... رآي قوله) فلما قدم المدينة آتته الانصار فقلوا يا رسول الله ان الله جل ذكره قد احسن الينا وشرفنا بك وينزولك بين ظهرانينا فقد فرح الله صديقنا وكتب عدونا وقد ياتيك وفود، فلا تجد ما تعطيههم فيشمت بك العدو وفتحب ان تاخذ ثلث امواتنا حتى اذا قدم عليك وفد مكة وجدنا ما تعطيههم، فلم يرد رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا وكان ينتظر ما ياتيه، من ربه فنزل جبرئيل عليه السلام، الا استسلكم عليه اجرا الا المودة في القرآني ولع يقبل اموالهم

۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاموال من الکافی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تبریز ۱۳۶۵ھ

بہانوں اور خوردکی خاطر مدارات کے لیے بھی کچھ نہ تھا، پھر کیے باور کیا ہا سکتا ہے کہ ایسی تنگی اور عسرت کے فذرمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخش دی اور تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کا کچھ خیال نہ کیا ہو۔

حضرت فاطمہ کا غزوہ تبوک میں کوئی صدقہ نہ دینا فدک کو ہبہ کرنے کے خلاف ہے |، ہجری میں فدک

حاصل ہوا اور ۹ ہجری میں غزوہ تبوک ہوا، اس غزوہ میں مسلمان بہت تنگی اور عسرت میں مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ جہاد میں شامل ہونے کے لیے مسلمانوں کے پاس سواریاں بھی نہ تھیں، اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد میں مالی امداد فراہم کرنے پر براہیگختہ کیا اور صحابہ کرام نے بڑی فراخ دلی سے اس جہاد میں مالی صدقات دیے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہجری میں حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا تھا تو چاہیے تھا کہ دیگر صحابہ کی طرح حضرت فاطمہ بھی غزوہ تبوک میں پیش ہوا امداد کرتی جب حضرت فاطمہ مال دنیاوی سے چاندی کے دو کڑے اور ایک پردہ بھی اپنے پاس نہیں رکھتیں تو اس موقع پر تیرہ ستر ہزار دینار سالانہ کی مالک تھیں چاہیے یہ تھا کہ وہ غزوہ تبوک کی امداد کے لیے ہزاروں دینار صدقہ کرتیں لیکن انہوں نے اس موقع پر حضرت صحابہ کرام کے صدقہ و خیرات کا تر بکرت ذکر ہے لیکن حضرت فاطمہ اور حضرت علی کی طرف سے غزوہ تبوک میں ایک دینار تک کے صدقہ کا ذکر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فدک کو ہبہ کرنے کا دعویٰ محض افسانہ اور داستان سرائی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ حضرت فاطمہ اتنی بڑی جاگیر کا مالک ہونے کے باوجود غزوہ تبوک کی مالی مہم میں کوئی حصہ نہ لیتیں۔

اب ہم شیبہ مؤرخین کے حوالوں سے پہلے غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی تنگی اور عسرت کا ذکر کریں گے اور پھر یہ بیان کریں گے کہ غزوہ تبوک میں درپیش مالی مہم میں حصہ لینے والے کون کون مسلمان تھے!

شیخ احمد بن ابی یعقوب لکھتے ہیں:

غزوہ تبوک میں رسول خدا ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ تبوک شام کی طرف روانہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبیلوں کی طرف ان کے سرداروں کو روانہ کیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو جہاد کی رغبت دلائیں اور اللہ کو آپ نے مالی صدقات دینے کی ترغیب دی، انہوں نے بہت صدقات دیے اور ناداروں کو تو نگرہ کر دیا، اور رسول خدا نے فرمایا افضل الصدقات جہد المقل۔ "بہترین صدقہ وہ ہے جس کو نادار مشکلات کے باوجود دیتا ہے" کئی مسلمان آپ کے پاس آکر رونے لگے اور یہ مطالبہ کیا کہ آپ ان کو جہاد کے لیے سواریاں دیں، ان میں عمر بن عوف، سالم بن عمیر، عمرو بن حمام، عبدالرحمن بن کعب اور مخزوم بن سلیمان وغیرہ تھے آپ نے فرمایا لا اجد ما احمک علیہ تمہیں سواریاں دینے کے لیے میرے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ لہ

ایک اور شیبہ مؤرخ غزوہ تبوک کے بیان میں لکھتے ہیں:

۱۳۶۲ھ شیخ احمد بن ابی یعقوب مؤرخ ۲۶۰ھ • www.marfat.com • ہر کون انتشارات علمی و فنی ہجری ایران،

جلد خامس

جب پہلے نے جہاد کی تیاری پر براہِ کجی کیا تو دین کے مسلمانوں میں جوش اور جذبہ پیدا ہوا، (حضرت) عثمان بن عفان نے اس وقت دو سو اونٹ اور دو سو اونٹ (آٹھ ہزار درہم) چاندی شام کی بھارت کے لیے رکھ رکھی، انہوں نے وہ تمام مال لاکر رسول اللہ کے سامنے اس لشکر کی تیاری کے لیے رکھ دیا، رسول اللہ نے فرمایا: لایضرب عثمان ما عمل بعد هذا۔ اس عمل کے بعد عثمان کو کسی عمل سے حذر نہیں ہوگا، اور ایک روایت میں ہے کہ تین سو اونٹ مع ساز و سامان اور ایک ہزار شتر مال سونے کے دینار پیش کیے، پیغمبر (علیہ السلام) نے فرمایا: انکم ارض عن عثمان فانی عنہ ہر ارض "اے اللہ! عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں بھی اس سے راضی ہوں" اور ایک روایت میں ہے کہ لشکر جو کہ میں تیس ہزار افراد تھے جن میں سے میں ہزار افراد و ستر عثمان نے جہاد کا سامان فراہم کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: من جہز جيش العسرة فله الجنة فجهزها عثمان۔ "جس نے تنگ دست لشکر ساز و سامان دیا اس کے لیے جنت ہے" پس (حضرت) عثمان نے اس لشکر کو ساز و سامان دیا۔

(حضرت) عمر بن الخطاب کہتے تھے کہ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں آج ابو بکر پر سبقت سے جاؤں گا اور اپنے تمام مال و متاع کا نصف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے گئے، اس وقت (حضرت) ابو بکر نے اور اپنا سارا مال و متاع لاکر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کے لیے کیا رکھا ہے کہا ادخرت اللہ وراہ رسولہ، میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو رکھا ہے، عمر نے کہا: اے ابو بکر! میں مجاہد ہو گئے، دہان میں تم پر سبقت نہیں کر سکتا۔

(حضرت) عبدالرحمن بن مومن نے چالیس اور تیرہ سزا پیش کیا، اور ایک روایت میں ہے چار ہزار درہم پیش کیے کہنے لگے میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے نصف ہلکا لہ میں دے دیے اور نصف اپنے اہل خانہ کے لیے رکھ لیے، خواہ یہ ہے جاس بن مطلب، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن عبادہ، محمد بن مسلمہ ان میں سے ہر ایک نے ایک متاع پیش کی، عامر بن عدی انصاری نے لشکر کی تیاری کے لیے ایک سو اونٹ (چوبیس ہزار اونٹ) گھوڑیں پیش کیں، ابو عقیل انصاری ایک صلح (بارگاہ) یا نصف صلح (آٹھ سو) گھوڑے کر کے اور کھانچے دو صلح اجرت ملی تھی آدھی اپنے اہل و عیال کے لیے رکھ لی اور آدھی کے کاغذ ہوا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کو باقی گھوڑوں کے اوپر رکھ دیا، منافقوں نے اس صلح کے کم ہونے کی وجہ سے اس کی خدمت کی اور کہا یہ صلح تو اس لیے لیا ہے تاکہ صدقات کے مال سے کوئی چیز سے اس مرتبہ پر یہ آیت نازل ہوئی:

الذین یلمزون بالمطوعین من
المؤمنین فی الصدقات والذین لا یجدون
الا جہدہم فیستخرون منہم سنخر
اللہ منہم ولہم عذاب الیم۔

(تورہ، ۷۹)

جو لوگ بدنام اور ذیبت صدقات دینے والے مسلمانوں
کے صدقات میں عیب نکالتے ہیں اور ان لوگوں کے صدقات
میں عیب لکھتے ہیں جن کے پاس عیب ان کی مزدوری کی
اجرت ہوتی ہے، اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ
انہیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا، اور ان کے
لئے دردناک عذاب ہے۔

بہت سی مسلمان عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے زیورات بیچے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قیمت کو لشکر کی ضروریات میں صرف کریں، اس وقت سلم بن عمیر، قتب بن زبید حارثی، ابو بلی عبد الرحمن بن کعب، عمر بن عتہ اسلمی، سلمہ بن ضمر، عراب بن ساریہ اسلمی، عبد اللہ بن مغفل، مہدی بن عبد الرحمن، عمر بن الحمام بن الجوح، اور ضمر بن غنسان نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں کہ آپ کے ساتھ جہاد کے لیے جاسکیں، آپ ہمیں سواریاں دیں تاکہ ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لیے جاسکیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس تمہیں سوار کرنے کے لیے سواریاں نہیں ہیں وہ لوگ واپس چلے گئے درآن حالیکہ جہاد پر نہ جاسکتے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

ولا علی الذین اذا ما اتوا للتعلم
قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا
اعینہم تفیض من الدمع حزناً
یجدوا ما ینفقون۔

(توبہ: ۲۹)

ان لوگوں پر کوئی خرچ نہیں ہے جو آپ کے پاس سواری (لینے) کے لیے حاضر ہوئے اور آپ نے فرمایا: تمہیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تو وہ لوگ واپس لوٹ گئے درآن حالیکہ اس غم کے سبب سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ ان کے پاس خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن یامین بن عمرو بن کعب نے ابو بلی اور ابو معقل کو ایک اونٹ دیا کہ اس پر ہاری باری بیٹھیں اور عباس بن عبد المطلب نے دو شخصوں کو اور عثمان بن عفان نے تین شخصوں کو زاد اور حملہ دیا، اللذان لوگوں میں سے غنم بن زبید وہ شخص تھے کہ جب لوگ مختلف صدقات لا رہے تھے تو انہوں نے عذر کو بطور صدقہ پیش کیا اور کہا یا رسول اللہ! لوگ صدقات لا رہے ہیں میرے پاس دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے میں اپنے آپ کو تصدق کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے صدقہ کو قبول کر لیا، ابو موسیٰ شمری کہتے ہیں کہ میں آخر میں ایک جماعت کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جہاد کے لیے سواریاں مانگنے گیا آپ نے فرمایا: ہنذا! میں تم کو سوار نہیں کروں گا، ہم غمگین ہو کر واپس لوٹے، بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ہم میں سے چھ افراد کو سواریاں دیں، النضر بن تیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر تبوک روانہ ہوا جس میں ایک ہزار سواری تھے اور باقی پیادہ تھے۔

شعبہ مؤرخ شیبہ میرزا محمد تقی نے غزوہ تبوک میں صدقات دینے والوں کا تفصیلی بیان کیا ہے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان تمام صحابہ کرام کے نام ذکر کیے ہیں جنہوں نے غزوہ تبوک میں صدقات دیے تھے کہ جس نے دو کو گھوڑی دی ان کا نام بھی ذکر کیا ہے، اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا غزوہ تبوک میں کوئی صدقہ دیتی اور اس جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرتی تو وہ اس کا بڑے طمطراق سے ذکر کرتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کسی شعبہ مؤرخ نے غزوہ تبوک میں حضرت فاطمہ کی طرف سے مال چڑھانے کا ذکر نہیں کیا، اور حضرت فاطمہ ایسی عابدہ، زاہدہ اور عدا میں فیاضی سے خرچ کرنے والی خاتون جنت سے یہ کسی طور مستحضر نہیں ہے کہ ان کے قبضہ اور تصرف میں دو سال سے قدر کی اتنی بڑی جاگیر ہو جس کی آمدنی

۱۔ مؤرخ شیبہ میرزا محمد تقی متون، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۱ء، ص ۱۱۹، کتاب توحی اسوہ بیلان، طبع ۱۳۶۳ھ

جلد خامس

بقول شیعہ علماء چرمین یا ستر ہزار دینار سالانہ ہو اور وہ ایسی تنگی اور محنت کے وقت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں مالی مدد کی بار بار اپیل کر رہے ہوں اور اس تنگی دست بشکر کے تیار کرنے والے کو جنت کی فریاد شناسی ہے ہوں، وہ اس فطرت کی مدد کے لیے ایک پانی بھی نہ دیں۔ یقیناً سیدنا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا دامن اس تہمت سے پاک ہے اور فدک کو ہیرا کرنے کا دعویٰ محض داستانِ سرانی اور افسانہ ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، ورنہ حضرت سیدہ فاطمہ پر ایک بڑی کمزور تہمت لازم آئے گی جو نثارِ قرآن مال دنیا میں سے چاندی کے دو کڑے اور ایک پردہ کا ٹکڑا بھی اپنے پاس رکھنے کی روادار نہیں ہیں اور اس کو حضرت درت مندوں میں تقسیم کے لیے دئے تھے ہیں ان سے یہ کب متصور ہے کہ وہ اس آزمائش کے وقت میں جب ہر شخص پر کچھ نہ کچھ صدقہ دینے کی دھن سوار تھی اگر کسی کے پاس گویا دو گولہ بھری تھیں تو وہ اسی کرے کر چلا آ کر یا تھا اور جس کے پاس کچھ نہ تھا وہ خود اپنے آپ کو صدقہ کر رہا تھا صدقات و خیرات کا ایک سیل رواں تھا، ایک طرف ان تھا جو اندھا چلا آ کر یا تھا اور ایسے میں حضرت فاطمہ کے پاس مفت میں ملی ہوئی اتنی بڑی جاگیر ہو اور وہ اس میں سے راہ خدا میں ایک جڑ بھی نہ دیں، وہ کبیرہ بنت کریم میں بخدا یہ ان سے متصور نہیں ہے اور یہ کہنا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک ہیرا کر دیا تھا اور اس کو ان کے قبضہ اور تصرف میں دے دیا تھا اور انہوں نے فدک پر اپنا ایک وکیل مقرر کر دیا تھا محض ایک جھوٹ ہے، دو رخ بے فروغ ہے اور حضرت سیدہ فاطمہ کی پاکیزہ سیرت پر ایک بڑنا اور ناروا تہمت ہے۔

اہل سنت کی کتابوں سے حضرت فاطمہ کو فدک کے ہیرا کرنے پر علماء شیعہ کا استدلال

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کے ہیرا کرنے پر علماء شیعہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جب ذاتِ القربیٰ حقہ اسراء: ۱۴/۲۶) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا۔ یہ روایت حافظ فرید الدین اہلبیت نے طبرانی کے حوالے سے ذکر کی ہے:

ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ جب ذاتِ القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کو فدک عطا فرمایا۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف اور منترک ہے۔

عن ابی سعید قال لما نزلت روات
ذات القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فاعطاها
فدک۔ دواہ الطبرانی وفیدہ عطیہ العوفی وهو
ضعیف مترک۔ ۱۶

۱۶ حافظ فرید الدین علی بن ابی بکر اہلبیت سنن ۸۰۰، مجمع الزوائد ج ۴، ص ۴۹، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے اور حافظ ابیہیثی نے امام بزار کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷
یہ حدیث کنز العمال اور معارج النبوة میں بھی مذکور ہے۔

علماء شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبدالعزیز سے | شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان روایات سے استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

شیعہ علماء کا ایک مکر یہ بھی ہے کہ تفاسیر اور سیر میں اہل سنت کی جو کتابیں قبیل الاستعمال ہیں اور چنداں شہرت نہیں رکھتیں اور نہ زیادہ دستیاب ہوتی ہیں ان میں وہ ایسی جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں جن سے شیعہ مذہب کا ثبوت ہو اور سستی مذہب کا بطلان ہو چنانچہ فدک کے ہرہہ کا قصہ بعض تفاسیر میں شامل کر دیا ہے اور اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وات ذا القربیٰ حقہ" - "تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور فدک دے دیا لیکن جھوٹے کا حافظہ کہاں ہوتا ہے ان کو یہ یاد نہ رہا کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں؟ پھر یہ بھی چاہیے تھا کہ آپ مساکین اور ابن سبیل کو بھی کچھ وقف فرماتے تاکہ تمام آیت پر عمل ہوتا اس کے علاوہ اعطا ہا فدک سے ہرہہ تملیک ثابت نہیں ہوتی اس کی بجائے وہ ہرہہ کا لفظ گھڑنا چاہیے تھا۔ ۱۸

فدک کو ہرہہ کیے جانے کے بارے میں روایت کردہ حدیث کی فتنی حیثیت | اس حدیث کو حافظ ابیہیثی نے

امام بزار کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ہم اس حدیث کو اس کی پوری سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس کے بعد ہر راوی کی فتنی حیثیت پر اسامہ رجال کی مستند کتابوں سے بحث کریں گے، حافظ ابیہیثی لکھتے ہیں:

حدیثنا عباد بن یعقوب ثنا ابو یحییٰ
تمیہی ثنا فضیل بن مزروق عن عطیة
عن ابی سعید قال: لما نزلت هذه الآية
روايت ذالقربیٰ حقہ) دعا رسول اللہ
فاطمہ فاعطاها فدک۔ ۱۹

اسی حدیث کے تمام راوی شیعہ ہیں آخری راوی بن کو ابو سعید لکھا ہے یہ محمد بن سائب کلبی ہے اس شخص نے جبل کے لیے کئی کئی تئیں اختیار کی تھیں ان میں سے ایک ابو سعید ہے، شیعہ علماء نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ تفسیر مجمع البیان اور دیگر کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ

- ۱۷۔ علامہ جلال الدین سیوطی مترن ۱۱ ص ۹۱، در منثور ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر، ۱۳۱۳ھ
- ۱۸۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر سیوطی مترن ۸۰۰، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۳۹۴ھ
- ۱۹۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مترن ۱۲۳۹، کشف استار عشرہ ص ۶۶-۶۷، مطبوعہ نور محمد دار فائدہ تجارت کتب کراچی
- ۲۰۔ حافظ نور الدین ابیہیثی مترن ۸۰۰، کشف الاستار ج ۲ ص ۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ
- ۲۱۔ اصل کتاب میں فاطمہ کو فدک دیا گیا ہے۔ لیکن بعض کتب میں لکھا ہے کہ فدک کو حضرت فاطمہ کو دیا گیا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلا کر فدک عطا کر دیا، حالانکہ یہ روایت ابو سعید الخدری سے ہے، کیونکہ علیؑ کی نہیں ہے، کیونکہ علیؑ کی نہیں ہے، اس کی روایت محمد بن مسلم سے ہے، یہ اس سند کے مرود ہونے کا ایک اجمالی بیان ہے اب ہم تفصیل سے ہر ایک راوی پر مشعل گفتگو کرتے ہیں، فاقول باللہ التوفیق وہ الاستعانة بلیق۔

عباد بن یعقوب | اس حدیث کی سند کا پہلا راوی ہے عباد بن یعقوب، شیخ عبد الوہاب اس کے متعلق لکھتے ہیں: عباد بن یعقوب رواجی متروک ہے، شیخ بیہقی نے کہا ہے کہ یہ کبار روافض میں سے ہے، ادھر مکر روایت کو بیان کرتا ہے۔ لے

حافظ ذہبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

عباد بن یعقوب اسدی رواجی کوئی، انتہائی غالی شیعہ تھا اور اہل بدعت کا سرخلی تھا، عبدان ابو زری نے ثقبات سے روایت کیا ہے کہ عباد بن یعقوب سلف کو گایا دیتا تھا اور صالح جزیرہ نے بیان کیا ہے کہ عباد بن یعقوب حضرت عثمان کو گایا دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے جنھوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد ان سے جگہ لی۔ ابو نعیم نے حافظ محمد بن جریر سے روایت کیا ہے کہ میں نے عباد کو یہ کہتے ہوئے سنا جو شخص ہر روز نماز میں اعداد آل محمد سے تہنیر نہ کرے اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا ابن حبان نے کہا یہ شخص ۲۵۰ھ میں فوت ہو گیا، یہ رضی کی دعوت دیتا تھا اس کے باوجود مشاہیر سے منکر امامدین روایت کرتا تھا یہ راوی ترک کیے جانے کا مستحق ہے۔ ۵

حافظ ابن حجر عسقلانی عباد بن یعقوب کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ شخص سلف کو گایا دیتا تھا اور اس میں تشبیہ تھا، ابن عدی نے کہا عباد غالی شیعہ تھا اس نے فضائل اور مثالب میں منکر روایات بیان کی ہیں، صالح بن محمد نے کہا یہ حضرت عثمان کو گایا دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ اس سے کہیں عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے، حالانکہ انھوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد ان سے جگہ لی۔

تاسم بن زکریا بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے مشائخ سے احادیث سنیں پھر میں عباد بن یعقوب کے پاس گیا درآن حالیکہ وہ اپنے شاگردوں سے استئذان سے رہا تھا اس نے مجھ سے پوچھا سمندر کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا اللہ نے، اس نے کہا شیک ہے لیکن اس کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا آپ بتائیں اس نے کہا حضرت علی نے، اس نے پھر پوچھا سمندر کو کس نے جاری کیا؟ میں نے کہا اللہ ہی دریاؤں کو جاری کرنے والا ہے، اس نے کہا یہ شیک ہے لیکن کس نے جاری کیا؟ میں نے کہا آپ بتائیں، اس نے کہا حضرت حسین نے سمندر کو جاری کیا۔ اس کے گھر میں ایک تلوار تھی ہماری تھی میں نے پوچھا یہ تلوار کس لیے ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ تلوار مہدی کے ساتھ جہاد کے لیے لیا۔

۱۔ شیخ عبد الوہاب بن مولیٰ محمد عروث مدرسی کشف الاحوال فی تقدیر رجال ص ۵۷، مطبوعہ مطبعہ علوی، ۱۳۰۳ھ

۲۔ حافظ شمس الدین ذہبی متروک ص ۴۵، میزان الاعتدال ص ۲۲، مطبوعہ مطبعہ محمدی کھنجر، ۱۳۰۱ھ

قرار دیا ہے۔ ۱۷۔

حافظان حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ عطیہ بن سعد بن عدلی قیسوی کوفی ہے، اس کی کنیت ابوالحسن ہے، امام احمد نے عطیہ بن عدلی کا ذکر کر کے فرمایا یہ ضیعت الحدیث ہے یہ کلبی کے پاس جاتا تھا اور اس سے تفسیر کے بارے میں پوچھتا تھا، اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھ دی اور کتنا تھا کہ ابوسعید نے کہا ہے ازرب رجعت حدیث کو عطیہ نے ابوسعید یعنی کلبی سے ہی روایت کیا ہے۔ سعیدی فرموا۔) بیستم عطیہ کی حدیث کو ضعیف کہتے تھے، امام احمد کہتے تھے کہ بن نے ابو احمد زہری سے سنا وہ کہتے تھے کہ کلبی نے کہا کہ عطیہ نے میری کنیت ابوسعید رکھ دی، ابن عدلی نے کہا اس کا شمار کردہ کے شیعوں میں ہوتا تھا، امام ابن حبان نے کہا کہ اس نے حضرت ابوسعید خدری سے کچھ احادیث سنی تھیں جب وہ فرات پر گئے تو یہ کلبی کے پاس بیٹھنے لگا اور جب کلبی یہ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے تو یہ اس کو یاد کر لیتا اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھ دی اور ابوسعید کے نام سے روایت کرتا تھا، جب اس سے پوچھا جاتا تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی تو یہ کہتا کہ ابوسعید نے لوگوں کو یہ دویم ہوتا کہ اس کی مدد ابوسعید خدری ہے حالانکہ یہ کلبی کو مراد لیتا تھا، اس کی حدیث کھنا جائز نہیں ہے، اور ابو خالد نے بیان کیا کہ کلبی نے کہا عطیہ نے مجھ سے کہا میں نے تمہاری کنیت ابوسعید رکھ دی ہے میں کہتا ہوں حدیث ابوسعید امام ابو بکر بنار نے کہا اس کا شیعوں میں شمار ہوتا تھا، امام ساجی نے کہا یہ حجت نہیں ہے یہ حضرت علی کو تمام صحابہ پر مقدم رکھتا تھا۔ ۱۸۔

حافظ عبدالرحمن بن ابی سالم رازی لکھتے ہیں:

ابوسعید | اس کا نام محمد بن سائب کلبی ہے، سفیان ثوری نے کہا کلبی حضرت ابن عباس سے جو تفسیر کی روایات بیان کرتا ہے وہ جھوٹ ہے اس کو روایت نہ کرو، قرۃ بن خالد نے کہا کلبی جھوٹ بولتا ہے، مردان بن محمد نے کہا کلبی کی تفسیر باطل ہے۔ یحییٰ بن مین نے کہا کلبی کی کچھ حیثیت نہیں۔ ۱۹۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

محمد بن سائب کلبی ابوالنضر، بصری، نساب اور شرج ہے، ابوصالح نے کہا یہ جو احادیث ابن عباس سے روایت کرتا ہے ان کو مت بیان کرو، سفیان کہتے ہیں کہ مجھ سے کلبی نے کہا جب میں ابوصالح سے حدیث روایت کروں تو وہ جھوٹ ہے، یزید بن زریع نے کہا کلبی سبائی تھا یعنی عبدالنضر بن سبائی کی طرف منسوب تھا یہ شخص فرقت شیعہ کا بانی تھا۔ سعیدی) ابن حبان نے کہا کلبی سبائی تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی فرات نہیں ہوتے وہ دو زبان دنیا میں آئیں گے اور اس کو عدل سے بھر دیں گے، اور جب بادل دیکھتا تو کہتا اس میں امیر المؤمنین ہیں، ابوعوانہ کہتے ہیں کہ کلبی نے کہا کہ جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کھرانا تھا اور جب حضور بیت الخلاء چلے جاتے تو پھر حضرت علی

۱۷۔ حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۴۳۵ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۸۸، مطبوعہ مطبع محمدی کھٹو، ۱۳۰۱ھ

۱۸۔ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۵۶۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۷، مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۴۷ھ

۱۹۔ حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۴ھ، کتاب المرح والاعتدال ج ۳ ص ۲۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۰ھ

کو وحی لکھواتا تھا، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ کلبی کی تفسیر کو دیکھنا جائز نہیں ہے، جو زبانی نے کہا کلبی کذاب ہے، امام دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا یہ متروک ہے، امام ابن حبان نے کہا اس کا درجہ دین میں جھوٹ پھیلاتا ہے، ابوصالح نے کہا اس کی کتابوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ ۱۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

محمد بن سائب بن بشر بن عمرو بن عبدالمحارب بن عبدالعزیٰ کلبی ابو النضر کوفی نسابہ مفسر، معتمر بن سلیمان نے کہا کوفہ میں دو کذاب تھے ان میں سے ایک کلبی ہے، لیث بن ابی سلیم نے کہا کوفہ میں دو کذاب ہیں ان میں سے ایک کلبی اور دوسرا سُندی ہے، یحییٰ بن معین نے کہا اس کی کوئی حیثیت نہیں، ابوعوانہ کہتے ہیں میں نے کلبی سے ایسی روایات سنی ہیں جن کا کہنا کفر ہے، ابو جزیہ نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے، یزید بن زریع کہتے ہیں کہ میں نے کلبی سے سنا وہ کہتا تھا میں سبائی ہوں میں سبائی ہوں۔ غصیل نے کہا سبائی رافضیوں کا ایک فرقہ ہے جو عبداللہ بن سبأ کا پیروکار ہے، ابراہیم نے محمد بن سائب سے کہا جب تک تم اس عقیدہ پر ہو ہمارے پاس نہ آنا اور یہ مرجئی تھا، ابوصالح نے کہا اس کی احادیث کے ترک کرنے پر تمام لوگوں کا اجماع ہے، یہ شخص کوفہ میں ۱۲۶ھ میں فوت ہو گیا، ابوصالح نے کہا اس کی روایات سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، ساجی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے اور یہ چونکہ تشیع میں بہت افراط کرتا تھا اس لیے یہ بہت ضعیف ہے، حاکم ابو عبداللہ کہتے ہیں یہ ابوصالح سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا۔ اور عطیہ کی سوانح میں یہ گزر چکا ہے کہ اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھی تھی اور اس کنیت کے ساتھ اس سے احادیث روایت کرتا تھا۔ ۲۔

اسامہ رجال کی ان مستند کتابوں کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ اس حدیث کے پانچوں راوی کوفہ کے کثر شیعہ اور رافضی تھے، اور جھوٹی اور موضوع روایات بیان کرنے اور گھڑنے میں مشہور تھے اس لیے یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے اور امام بزرگ امام طبرانی، علامہ سیوطی، علامہ علی متقی اور علامین کاشفی نے اپنی کتابوں میں احادیث صحیحہ درج کرنے کا التزام نہیں کیا ہے، ان لوگوں کو جس قسم کی سند سے بھی حدیث مل جائے یہ اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں اور حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا معاملہ اس کی سند پر موقوف ہے اس لیے صرف بعض اہل سنت کی کتابوں میں اس روایت کے مندرج ہونے سے اس کا مقبول ہونا لازم نہیں آتا اور شاہ عبدالعزیز کا یہ کہنا بھی بعید نہیں ہے کہ شیعہ علماء نے ان کتابوں میں یہ حدیث درج کر دی ہے، نیز اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدری کی طرف شیعوں کا منسوب کرنا خالص تبلیغ اور جھوٹ ہے، یہ شخص ابوسعید کلبی ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب کے حوالوں سے واضح ہو چکا ہے۔

یہ اس روایت پر سند کے لحاظ سے بحث تھی، اور یہ روایت متن کے لحاظ سے اس لیے مردود ہے کہ حضرت فاطمہ کامیراث میں نہ کہ مالک اس پر دلیل ہے کہ وہ آپ کو مہر نہیں کیا گیا تھا نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

۱۔ حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۴۳۵ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۲۔ ۲۔ مطبوعہ مطبعہ محمدی کھنجر، ۱۳۰۱ھ۔

۳۔ حافظ محمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۰۸ھ، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

حضرت فاطمہ کے لیے مال دنیا کو پسند نہ فرماتا، اور فک پر قبضہ کے بعد راہِ خدا میں امداد کے موقع پر حضرت فاطمہ کا راہِ خدا میں کسی چیز کو نہ دینا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فک نہیں دیا تھا، جبکہ ہم شروع میں وضاحت سے بیان کر چکے ہیں۔

فک کے تنازعہ پر حضرت فاطمہ کا حضرت ابو بکر سے ناراض ہونا، حضرت ابو بکر کے حق میں

کسی عتاب کا موجب نہیں

ملا باقر مجلسی اور دیگر علماء شیعہ نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبہ میراث پر حضرت ابو بکر نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا"، تو حضرت فاطمہ ناراض ہوئیں اور حضرت ابو بکر سے ملنا جھنا جھڑ دیا اس کے بعد آپ چھ ماہ زندہ رہیں اور تادمِ مرگ حضرت ابو بکر سے بات نہیں کی، اگر فی الواقع یہ حدیث ہوتی تو حضرت فاطمہ یہ حدیث سن کر حضرت ابو بکر سے ناراض نہ ہوتیں!

پیر محمد کرم شاہ الانزہری نے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ سے اور حضرت فاطمہ کے ناراض ہونے کا ذکر صرف عبدالعزیز کی روایت میں ہے، نیز حضرت فاطمہ نے خود تو نہیں فرمایا کہ میں ابو بکر سے ناراض ہوں اور نہ ہی یہ حضرت عائشہ کا قول ہے بلکہ بعد کے راویوں میں سے کسی راوی نے یہ قیاس آرائی کی ہے اور ہر کتاب ہے کہ اس راوی نے حالات کا تجزیہ کرنے میں مغالطہ کیا یا ہوا۔ پھر صاحب کا یہ جواب صحیح نہیں ہے یہ حدیث حضرت عائشہ کی روایت سے صحیح بخاری میں ایک جگہ ہیں دو دیگر پر دو مختلف سندوں کے ساتھ ہے اور صحیح مسلم میں بھی ہے ان کے علاوہ یہ حدیث دیگر کتب حدیث میں بھی ہے اور یہی کسی اور راوی کی قیاس آرائی نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی قول ہے پہلے ہم ان روایات کے اقتباس ذکر کریں گے، جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ پیر صاحب کا جواب صحیح نہیں ہے پھر اس کا صحیح جواب بیان کریں گے:

امام بخاری عبدالعزیز کی سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں:

فخصبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجرت ابا بكر فله تول مهاجرة، حتى توفيت ربه

امام بخاری بیہی بن بکیر کی سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں:

فوجدت فاطمة على ابي بكر في ذلك مهاجرة، فله تكلمه حتى

۱۔ پیر محمد کرم شاہ الانزہری، ماہنامہ ضیاء، ص ۳۵۸-۳۵۹، حصلا، (۱۳۵۳ھ)، ۱۹۳۳ء، فاروق انٹرنیشنل پبلشرز، لاہور۔

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری سنو فی ۲۵۲ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۸۱ھ۔

توفیت ۷

بات نہیں کی۔

اس حدیث کو انہی الفاظ کے ساتھ امام مسلم نے محمد بن رافع کی سند سے بیان کیا ہے۔ ۱۷
 دراصل بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کی وجہ سے ناراض نہیں ہوئیں، کیونکہ وہ اس حدیث سے
 پہلے ہی باخبر تھیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، حضرت فاطمہ کا خیال یہ تھا کہ یہ حدیث موم پر نہیں ہے اور
 فدک کی جاگیر اس کے موم سے مستثنیٰ ہے، جبکہ حضرت ابو بکر کی لائے پر تھی کہ حدیث اپنے موم پر ہے، کیونکہ تخصیص پر
 کوئی قرینہ اور دلیل نہیں ہے۔ لہذا حضرت ابو بکر اور حضرت فاطمہ میں اس حدیث کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا
 بلکہ ان کے درمیان لائے اور اجتہاد کا اختلاف تھا، حضرت ابو بکر کے نزدیک یہ حدیث اپنے موم پر تھی جبکہ حضرت
 فاطمہ کے نزدیک اس حدیث سے فدک کی جاگیر مستثنیٰ تھی۔ اب رہا یہ سوال کہ کیا حضرت ابو بکر پر یہ لازم تھا کہ اجتہاد کا
 ائمہ میں بھی حضرت فاطمہ کی موافقت کریں تو اس کا جواب واضح ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ ایک مجتہد پر
 دوسرے مجتہد کی موافقت لازم نہیں ہے، دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے قصاص کے معاملہ میں
 حضرت عائشہ سے اختلاف کیا، نہ صرف اختلاف کیا بلکہ ان سے جنگ کی، حالانکہ جس طرح حضرت فاطمہ کو ناراض کرنا
 حضور کو ناراض کرنا ہے، اسی طرح حضرت عائشہ کو ایذا دینا بھی حضور کو دینا ہے کیونکہ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ
 جب بعض ازواج مطہرات نے حضرت ام سلمہ سے حضور کے پاس یہ سفارش کرائی کہ لوگ صرف حضرت عائشہ کی باری کے
 دن حضور کو ہدیے اور تحفے نہ بھیجیں بلکہ حضور جس زوجہ کے ہاں بھی ہوں ہدیے اور تحفے دیں اور حضرت عائشہ کی تخصیص
 نہ کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا:

لا تودینی فی عائشۃ فان الوحی لہ
 یاتنی وانا فی ثوب امواة الا عائشۃ ۷
 مجھے عائشہ کے سلسلہ میں اذیت مت دو، کیونکہ
 کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی، البتہ
 عائشہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

دیکھیے اگر لوگوں کو حضرت عائشہ کی تخصیص سے منع کر دیا جاتا تو حضرت عائشہ کو اذیت پہنچتی لیکن آپ نے فرمایا
 مجھے اذیت مت دو، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کو اذیت دینا حضور کو اذیت دینا ہے۔ اس کے باوجود حضرت علی
 نے وہی کیا جو ان کی رائے میں حق اور صواب تھا اور حضرت عائشہ کے اجتہاد کی موافقت نہیں کی حالانکہ جب حضرت علی نے
 حضرت عائشہ کی رائے کے خلاف فرمی قصاص نہیں لیا بلکہ ان سے جنگ کی تو اس سے حضرت عائشہ کو اذیت پہنچی۔
 اس سے معلوم ہوا کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے اختلاف کر سکتا ہے اور اس سلسلہ میں اذیت کا اعتبار نہیں ہے،
 اور یہ حدیث جو بیان کی جاتی ہے:

عن المسور بن مخرمۃ ان رسول اللہ
 حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

۱۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۱۸۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۶۵ھ

۱۹۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بضعت منی یریبنی ما ارا بها ویو ذینی
ما اذاها۔ لہ

کو طلاق دے دیں تو پھر ان کی بیٹی سے نکاح کر سکتے ہیں
کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا جزو ہے، جو چیز اس کو بہین
کرتی ہے وہ مجھے بے بہین کرتی ہے اور جو چیز اس کو
ایزا دیتی ہے وہ مجھے ایزا دیتی ہے۔

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کے اوپر دو سال نکاح کرنے کا ارادہ کیا جس سے حضرت
فاطمہ کو اذیت پہنچی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس اقدام سے حضرت فاطمہ کو اذیت دینے کا ارادہ نہیں کیا
تھا بلکہ اپنی رائے اور اجتہاد سے ایک شرعی اباحت اور گنجائش پر عمل کرنے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ ایک مسلمان بشرط عدل
بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ حضرت فاطمہ بہ تقاضائے بشریت اس پر ناراض ہوئیں تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی دل جوئی کی خاطر ان کو اس ارادہ سے باز رکھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ
حضرت علی نے کوئی حرام اور ناجائز کام نہیں کیا تھا اس لیے فرمایا میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا
ہوں، اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ شبیہ علماء نے بھی ذکر کیا ہے۔

مآ باقر مجلسی کہتے ہیں:

کتاب عمل الشرائع ویشارة المصطفیٰ وخوازمی میں سند طے معتبر ابو ذر اور ابن عباس سے روایت کیا ہے: جب
جعفر طیار مدینہ آئے ایک کنیز کو بطور تحفہ اپنے بھائی علی بن ابی طالب کے پاس بھیجا وہ کنیز جناب امیر کی خدمت کرتی تھی،
ایک دن جناب فاطمہ گھر میں آئیں تو دیکھا کہ جناب امیر کا سر اس کے دامن میں ہے، جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو متعجب ہو
گئیں اور پوچھا: اس کنیز کے ساتھ کیا تم نے کوئی تعلق قائم کیا ہے؟ جناب امیر نے فرمایا سو گند بچا اے دختر محمد
میں نے اس کے ساتھ کوئی تعلق قائم نہیں کیا، اب جو کچھ تم کو منظور ہو بیان کرو، میں بجا لاؤں۔ جناب سیدہ نے کہا مجھے میرے
پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو، جناب امیر نے فرمایا، میں نے اجازت دے دی، پس جناب فاطمہ نے چادر
سُر پداڑھی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ جبرائیل از خداوند جلیل نازل ہوئے اور کہا حق تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا
ہے اور ارشاد کرتا ہے، اس وقت فاطمہ تمہارے پاس علی کی شکایت کرنے آئی ہے تم حق علی میں فاطمہ کی کوئی شکایت
قبول نہ کرنا، جب جناب فاطمہ داخل دولت سرانے پدر بزرگوار ہوئیں، حضرت رسول نے فرمایا، فاطمہ علی کی شکایت
لے کر آئی ہو، فاطمہ نے کہا ہاں برب کعبہ، حضرت رسول نے فرمایا علی کے پاس پھر جاؤ، اور کہو میں تم سے راضی ہوں،
پس جناب فاطمہ جناب امیر کے پاس آئیں اور تین مرتبہ فرمایا میں تم سے راضی ہوں، جس میں تمہاری رضا ہے، جناب امیر
نے فرمایا تم نے میری شکایت میرے دوست، میرے حبیب اور میرے یاد رسول خدا سے کی۔ رسول خدا کے
سامنے اس قسم منگی پر مجھے افسوس ہے۔ اے فاطمہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور اس کنیز کو محض میرے حق تعالیٰ
میں نے آزاد کیا۔ لہ

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۷، ص ۲۸۳، مطبوعہ مطبع مجتہدی پاکستان لاہور، ۱۳۸۵ھ

۲۔ ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلد العیون ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ مطبعہ مشرقیہ لاہور، ۱۳۸۵ھ

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اپنی رائے اور اجتہاد سے ایک جاؤ کام کیا اور اپنی کینہ کو خدمت سے مشرف کیا، حضرت فاطمہ اس کام سے پر تھامانے بشریت ناراضی ہوتی لیکن ان کی یہ ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی پر منتج نہیں ہوئی بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، علی کے پاس جاؤ اور کہو میں تم سے راضی ہوں، اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت فاطمہ کا مطلقاً ناراضی ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت ہے جب کوئی شخص تمہارا اور تمہارا حضرت فاطمہ کو ناراض کر دے گئے لیے کہ تو کام کرے، علی ہذا القیاس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے پیش نظر ایک ماہر اور صحیح کام کیا بلکہ وہ کام کیا جس کا کرنا ان پر بحیثیت خلیفہ فرض تھا اور حضرت فاطمہ اس پر بے تقاضا نے بشریت ناراض ہوتی قرآن کی یہ ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو ہرگز مستلزم نہیں ہے۔

اس بحث میں ماباقر مجلسی نے ایک نہایت عجیب اعتراض کیسے دہکتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا (صحیح مسلم) اور حضرت فاطمہ تا دم مرگ حضرت ابو بکر سے ناراض رہیں اور گویا ان کو امام نہیں مانا، اب یا کہہ کر حضرت فاطمہ جاہلیت کی موت مر رہیں (العیاذ باللہ) اور یا کہہ کر حضرت ابو بکر خلیفہ نہیں تھے یہ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابو بکر کو امیر اور خلیفہ مانتی تھیں بھی قرآن کے پاس مطالبہ میراث سے کہ گئی تھیں، ناراضی تو آپ حضرت علی سے بھی ہوئی تھیں لیکن کیا جس وقت آپ حضرت علی سے ناراض ہوئیں تو کیا اس وقت آپ نے حضرت علی کو امیر نہیں مانا تھا؟ نیز ماباقر مجلسی اور دیگر شیعہ علماء نے تصریح کی ہے کہ حضرت علی مطالبہ میراث کے وقت بھی حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور امام کا ماننا کیا ہوتا ہے؟

دراصل بات یہ ہے کہ بے تقاضا نے بشریت وقتی طور پر حضرت فاطمہ کو اختلاف رائے کی وجہ سے ملال ہوا تھا، بعد میں آپ بیمار اور گرجہ نشین ہو گئیں اس سے راولوں نے سمجھ لیا کہ آپ نے حضرت ابو بکر سے ترک تسلیں کر لیا، حالانکہ سلام، کلام اور ملنا جملنا، آپ نے منقطع نہیں کیا تھا، امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عربی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکر نے ان سے ملنے کی اجازت طلب کی، حضرت علی نے کہا اسے فاطمہ ابو بکر آپ سے ملنے کی اجازت طلب کرتے ہیں، حضرت فاطمہ نے کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں؟ حضرت علی نے کہا ہاں! حضرت فاطمہ نے اجازت دی، حضرت ابو بکر نے اگر حضرت فاطمہ کو راضی کیا اور کہا بخدا میرے ترکہ سے میرا مکان، میرا مال، میرے اہل اور میرے رشتہ دار اور جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کی رضا کے لیے

عن الشعبي قال لما مرضت فاطمة رضي الله

تعالى عنها أتاه أبو بكر الصديق رضي الله عنه فاستأذن عليها فقال علي رضي الله عنه يا فاطمة هذا أبو بكر يستأذن عليك فقالت تعجب ان أذن له قال نعم فاذن له فدخل عليها يترضاها وقال والله ما تركت الدار والمال والأهل والعشيرة إلا ابتغاء مرضاة الله ومرضاة رسوله ومرضاة تكلم أهل البيت ثم ترضاهما حتى رضيت هذا

نہ۔ سلامحمد باقر مجلسی مترجم ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ص ۲۰۵-۲۰۴، مطبوعہ نیا بان حرکت سماوی، تہران ۱۳۴۰ھ

مرسل حسن باسناد صحیح۔ لہ

ہے اللہ کے لیے رسول کی رضا کے لیے اور اہل بیت آپ کی رضا کے لیے ہے، پھر حضرت فاطمہ کو راضی کیا حتیٰ کہ راضی ہو گئیں۔ یہ حدیث صحیح السند ہے۔

پھر چند کہ بعض احادیث اور علماء شیعہ کی روایات میں فدک کے معاملہ میں حضرت فاطمہ کی حضرت ابوبکر سے ناراضگی بیان کی گئی ہے لیکن یہ قطعی اور یقینی بات نہیں ہے کیونکہ علماء شیعہ کی بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر کے اس فیصلہ سے راضی ہو گئی تھیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جو آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے بے رغبتی تھی اس کے مطابق بھی یہی روایات ہیں۔

شیخ کمال الدین البجرائی لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کی گفتگو سننے کے بعد حضرت ابوبکر نے کہا: اسے تمام عورتوں سے بہتر! اسے خیر آباد کی دختر! بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے سزا تجاویز نہیں کیا، میں نے صرف آپ کے حکم پر عمل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی سے اپنی خداداد لیتے تھے اور باقی آمدنی کو مستحقین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے، اسی آمدنی سے جہاد کے لیے سواریاں مہیا کرتے تھے، اور میں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر یہ کہتا ہوں کہ میں اس کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کر دوں گا جس طرح اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے اس پر حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں اور اس پر عمل پیرا ہونے کا پختہ وعدہ کر لیا۔ لہ
خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کا اس معاملہ میں حضرت ابوبکر سے ناراضی ہونا اول تو قطعی اور یقینی نہیں ہے کیونکہ آپ کی رضا مندی کے بارے میں روایات ہیں اور اگر بالفرض آپ ناراض بھی ہوئی ہوں تو یہ ناراضگی بہ تعاضاتے بشریت ہے اور یہ ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراضی ہونے کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ ہم نے حضرت علی کی مثال سے واضح کر دیا ہے جبکہ آپ بالآخر حضرت ابوبکر سے راضی ہو گئی تھیں جیسا کہ امام بیہقی نے روایت کیا ہے، واللہ الحمد علی ذلک۔

کیا عمر بن عبدالعزیز نے آل فاطمہ کو فدک واپس دے دیا تھا؟

بسن علماء شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "عمر بن عبدالعزیز نے فدک کی جاگیر آل فاطمہ کو واپس کر دی تھی، پس ثابت ہوا کہ اس کے بارے میں حضرت ابوبکر کا فیصلہ غلط تھا اور یہ حضرت فاطمہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث تھی" ایک شیعہ عالم نے مجھ پر یہ اعتراض کیا میں نے کہا حیرت ہے کہ تم علی پر عمر بن عبدالعزیز کو ترجیح دیتے ہو! اگر فدک آل فاطمہ کا تھا تو حضرت علی نے اپنے پانچ سالہ دور خلافت میں حق داروں کو یہ حق کیوں نہیں دیا؟ حضرت فاطمہ کو فدک نہ دینے پر حضرت ابوبکر کو غاصب کہا جاتا ہے جبکہ حضرت علی نے بھی فدک پر غلامانہ نشانہ کے عمل کو برقرار رکھا، یہ عجیب ناانصافی ہے، مگر حضرت علی کا طریق کار صحیح تھا تو غلامانہ نشانہ کو غاصب کیوں کہا جاتا ہے!۔

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ ۶ ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۲۔ شیخ کمال الدین بیہقی بن علی بن بیہق البجرائی متوفی ۶۰۱ھ شرح صحیح مسلم البجرائی ۱۰ ج ۱، مطبوعہ مکتبۃ النشر ایران ۱۳۸۶ھ

جلد خامس

دوسرا جواب یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے درحقیقت فدک آل فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا بلکہ اس کی آمدنی کو اس کے مصارف سابقہ پر لٹا دیا تھا۔ مزید یہ کہ عمر بن عبدالعزیز نے فدک کو ذاتی جاگیر بنالیا تھا، عمر بن عبدالعزیز نے مروانوں سے فدک کو واپس لے کر اس کو اسی طریقہ پر لوٹا دیا جس طریقہ پر یہ خلفاء راشدین کے عہد میں تھا۔
امام ابو داؤد کی روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة بن عمرو بن عبد العزيز بن مروان حين استخلف فعقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت له فدك فكان ينفق منها ويعود منها على صغيره بنى هاشم ويزور منها ائمه وان فاطمة سالت ان يجعلها لها فابي فكانت كذلك في حياته رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى مضى لسبيله فلما كان ولي ابو بكر عمل بما عمل النبي صلى الله عليه وسلم في حياته حتى مضى لسبيله فلما ان ولي عمر عمل فيها ببثل ما عمل حتى مضى لسبيله ثم قطعها مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزيز قال عمر يعق ابني عبد العزيز فرايت امرا منعنا النبي صلى الله عليه وسلم فاطمة ليس لي يعق وافي اشهدكوا في قدر ردة علي ما كانت يعق في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم - له

مغیرہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے غلیفہ بننے کے بعد نومردان کو جمع کیا اور یہ کہا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھا اور آپ اس کی آمدنی سے خرچ کرتے تھے اور نذرانہ شرم کے کم سونوں پر خرچ کرتے تھے اور ان کی بیواؤں کی شادیاں کرتے تھے، اور حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فدک کا سوال کیا کہ آپ انھیں فدک دے دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسی پر عمل ہوتا رہا، حتیٰ کہ آپ کاصال ہو گیا، پھر جب حضرت ابو بکر غلیفہ ہوتے تو انھوں نے بھی اپنی زندگی میں اسی پر عمل کیا، حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی، پھر جب حضرت عمر غلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی حضرت ابو بکر کی طرح عمل کیا حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا، پھر مروان نے فدک پر قبضہ کر لیا، پھر یہ عمر بن عبدالعزیز کے حصے میں آیا، عمر بن عبدالعزیز نے کہا میں نے یہ سوجا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو نہیں دیا اس پر میرا حق نہیں ہے اور میں تم لوگوں کو گمراہ بنانا ہوں کہ میں نے فدک کو اسی حال پر لوٹا دیا جس حال پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا۔ یعنی وقف کر دیا۔

امام ابو داؤد کی اس روایت سے یہ واضح ہو گیا کہ عمر بن عبدالعزیز نے فدک آل فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا بلکہ اس کو عہد رسالت کے مصارف پر لوٹا دیا تھا، باقی رہا یہ کہ حضرت علی نے بھی فدک آل فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا بلکہ اس کو خلفاء ثلاثہ کے فدک کے دستور کے مطابق برقرار رکھا اس پر علماء شیعہ کے یہ تحریر دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے :-
شیخ فقیر تو زینی لکھتے ہیں:

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۵۹ مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

در طول تاریخ اول کسی کہ فدک را اہل بیت پیغمبر و اس اہل گرو دانید
 عمر بن عبدالعزیز بود، ہنگامیکہ نجلافت رسید اعلام کرد، اسے
 مردم سن فدک را بفرزدان رسول اللہ (ص) و فرزدان علی بن ابی
 طالب (ع) رد کرد و مادامی کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بود فدک در
 دست آنہا بود، ابن ابی الحدید
 از ابابکر جو ہری نقل میکند: ہنگامی کہ عمر بن عبدالعزیز
 حکومت رسید اولین دادخواستی کہ انجام داد: حسن بن
 حسن بن علی (ع) را طلبید و بعضی گفتہ اند مولیٰ زین العابدین
 (ع) را طلبید و فدک را با نحرقت رد کرد۔ ۱۰

طویل تاریخ میں اگر کسی شخص نے سب سے پہلے پیغمبر
 علیہ السلام کے اہل بیت کو فدک واپس کیا تو وہ عمر بن عبدالعزیز
 تھے، جس وقت ان کو خلافت ملی تو انہوں نے یہ اعلان کیا کہ
 اسے لوگرا میں نے فرزدان رسول اور فرزدان علی بن ابی
 طالب کو فدک واپس کر دیا اور جب تک عمر بن عبدالعزیز
 خلیفہ رہے، فدک ان کے (اہل بیت کے) پاس رہا، ابن
 ابی الحدید ابو بکر جوہری سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت عمر
 بن عبدالعزیز کو حکومت ملی تو انہوں نے سب سے پہلے یہ اعلان
 کیا کہ حسن بن حسن بن علی کو طلب کیا اور بعض روایات میں ہے کہ
 مولیٰ زین العابدین کو طلب کیا اور فدک ان کو واپس
 کر دیا۔

نیز شیخ کمال الدین میثم بن علی میثم البحرانی لکھتے ہیں:

وکان یاخذ غلتھا فیدفع الیہم منها ما
 یکفیہم ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذلک الی ان وئی
 معاویۃ فاقطع مروان ثلثھا بعد الحسن علیہ السلام
 ثم خلصت لہ فی خلافتہ و قد اولھا اولادہ الی
 انتہت الی عمر بن عبدالعزیز فردھا فی خلافتہ
 علی اولاد فاطمۃ علیہا السلام قالت
 الشیعۃ فکانت اول ظلامۃ
 ما دھا۔ ۱۰

حضرت ابو بکر فدک کی آمدنی وصول کرتے اور اس
 میں سے اہل بیت کو ان کی ضروریات کے مطابق دیتے،
 بعد میں خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا، حتیٰ کہ حضرت حسن کے بعد
 جب معاویہ کی حکومت آئی تو مروان نے تہائی فدک کو اپنی ملک
 میں لے لیا، اور جب مروان حکمران ہوا تو اس نے پورا فدک
 لے لیا اور پھر یہ اس کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ جب عمر
 بن عبدالعزیز کی حکومت آئی تو اس نے فدک اولاد فاطمہ کو
 واپس کر دیا، علماء شیعہ کہتے ہیں کہ یہ پہلا شخص تھا جس
 نے اس حق کو واپس کیا۔

شیخ قزوینی اور شیخ میثم کی ان عبارات میں یہ تصریح ہے اور فدک کی اس طویل تاریخ میں سب سے پہلے عمر بن عبدالعزیز
 نے اہل بیت کو فدک لوٹا دیا، اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اہل بیت کو فدک واپس نہیں
 کیا تھا اور یہ اس پر قوی دلیل ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب کے نزدیک فدک کی جاگیر حضرت فاطمہ کو سب سے گئی تھی اور نہ وہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی میراث تھی، ورنہ حضرت علی بھی عمر بن عبدالعزیز کی طرح فدک اولاد فاطمہ کو لوٹا دیتے۔
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے دور خلافت میں فدک کو صحابہ و خلفاء کے طریقہ اور ان کے دور کے دستور پر قائم رکھنا اس بات

۱۰۔ شیخ فقیر سید محمد حسن قزوینی، فدک ص ۲۸۸، مطبوعہ کتاب خانہ مدرسہ چہل ستون مسجد جامع طہران

۱۱۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی میثم البحرانی، شرح صحیح مسلم، مطبوعہ مؤسسۃ النصر، ایران ۱۳۸۴ھ

جلد خامس

کی بہت مضبوط شہادت ہے کہ مذکورہ کے متعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نظریہ ہی برحق تھا، ورنہ الحمد للہ -
 مذکورہ کی تحقیق کے سلسلہ میں یہ وہ آخری بات تھی جن کو ہم بیان کرنا چاہتے تھے، مذکورہ کے متعلق علماء اہل سنت ہمیشہ
 سے اہل سنت کے موقف کی وضاحت کرتے رہے ہیں، متاخرین میں اسے خاص طور پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور
 محسن الملک سید محمد مہدی علی خان نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور ہم نے بھی اس مضمون میں ان کی تحقیقات سے استفادہ
 کیا ہے ہم نے اس مسئلہ کو بہت تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے اور قرآن مجید، علماء شیعہ کی تعریف اور عقلی
 دلائل سے اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان نعمات کو طابا بن حنظل کے لیے
 رشد و ہدایت کا سبب بنائے اور مصنف کے لیے اس تحریر کو مغفرت اور دواہین کی فلاح کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو
 نایابیت باقی رکھے اور قبول عام عطا فرمائے و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة و
 السلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین شقیعہ المذنبین و علی آلہ واصحابہ
 واذواجہم وذریتہم واولیاء امتہ وعلماہ ملتہ اجمعین۔

مسئلہ خلافت | اس باب کی حدیث نمبر ۲۴۶۵ میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک حضرت
 طاہر رضی اللہ عنہما کی بیعت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اور حضرت فاطمہ کے وصال
 کے بعد مسجد میں آکر حضرت ابو بکر سے بیعت کی، اس کی تفصیل حضرت عائشہ نے اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت علی
 مسجد میں آئے، کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابو بکر کے حق کی عظمت کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ انہوں نے بیعت میں رچھ
 ماہ کی تاخیر اس وجہ سے نہیں کی کہ وہ حضرت ابو بکر کے خلاف خلافت میں کچھ رغبت رکھتے تھے اور نہ وہ حضرت ابو بکر
 کی فضیلت کا انکار کرتے تھے، لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت (کے مشورہ) میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے اور چونکہ
 یہ حکومت ہمارے مشورہ کے بغیر بنائی گئی تھی اس وجہ سے ہمارے دلوں کو رنج پہنچا، مسلمان اس بیان سے خوش ہو
 گئے اور کہا آپ نے ٹھیک فرمایا! اور جب حضرت علی نے اس صورت رائے کو اختیار کر لیا تو لوگ ان کی طرف پھر مائل
 ہو گئے۔

مشیر حضرات، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل نہیں ہیں، اس لیے ہم اس حدیث کی شرح میں قرآن مجید
 کی آیات اور عقلی دلائل کی روشنی میں حضرت ابو بکر کی خلافت کا حق ہونا بیان کریں گے اور مسئلہ خلافت میں علماء شیعہ کے اہم
 شبہات کے جوابات ذکر کریں گے فنقول بحمد اللہ التوفیق وجہ الاستعانة بلیق۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر قرآن مجید سے استدلال | (۱) قرآن مجید میں
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین
 سے پھر تباہی تو وہ یہ سن لے کہ) عنقریب اللہ تعالیٰ
 ایسی قوم کو لائے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ قوم اللہ
 سے محبت کرے گی، یہ لوگ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر

یاریا الذین امنوا من یرتد منکم عن
 دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ
 اذلتہ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین
 یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة

لا تدر ذلک فضل اللہ یؤتیہ من
یشاء و اللہ واسع علیم
(ما تدر ۵۳:۵)

سخت ہوں گے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور
کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے
یہ اللہ کا فضل ہے، جسے وہ چاہتا ہے اس کو یہ عطا فرماتا
ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت کا مالک اور علم والا ہے۔

اس آیت میں جس قوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کو محبوب ہوگی اور اس کو اللہ محبوب ہوگا، اس قوم سے حضرت ابو بکر
اور ان کے موافقین مراد ہیں، کیونکہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے جہاد کیا اور اس سلسلہ
میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کی۔

علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر اطراف علم میں پھیلی تو بہت سارے عرب
اسلام سے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان سے قتال کے لیے تیار ہو گئے، حضرت
عمر اور بعض دوسرے صحابہ نے حضرت ابو بکر کو اس اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن حضرت ابو بکر نے اس کی طرف التفات
نہیں کیا اور فرمایا: بخدا اگر یہ لوگ اس رسی یا اس بکری کے بچے کو دینے سے بھی انکار کریں گے جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی زندگی میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا، اور فرمایا جس شخص نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس
قتال کروں گا حتیٰ کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے اتفاق کر لیا۔

حضرت ابو بکر نے حضرت خالد کو بنی اسد اور غطفان کی طرف روانہ کیا انہوں نے کچھ مرتدوں کو قتل کیا اور کچھ کو قید
کر لیا اور باقی لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے، پھر حضرت ابو بکر نے حضرت خالد کو مسیلہ کذاب سے جہاد کرنے کے لیے
یمامہ بھیجا، جہاں کئی روز تک بہت خون ریز جنگ ہوئی حتیٰ کہ حضرت وحشی (قاتل حمزہ) نے مسیلہ کذاب کو قتل کر دیا،
حضرت نکرہ بن ابی جہل کو عمان کے مرتدین کی طرف روانہ کیا اور حضرت مہاجر بن امیہ کو مرتدین کے ایک ٹولہ کی طرف روانہ
کیا، حضرت زیاد بن بیدہ انصاری کو مرتدین کے ایک دوسرے ٹولہ کی طرف روانہ کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو
سات سو سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا۔

شیخ مؤرخ شیخ احمد بن ابی یعقوب نے بھی بہت تفصیل سے مرتدین کے خلاف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے

جہاد کا ذکر کیا ہے۔

اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے نزدیک یہ امر اتفاقی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر اور ان کے
رفقاء نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا، اس لیے اس آیت کا مسدوق حضرت ابو بکر اور ان کے متبعین ہیں اور سورۃ مائدہ کی
یہ آیت اس مقصد میں نص صریح ہے کہ حضرت ابو بکر اور ان کے متبعین اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محتب ہیں، مسلمانوں پر نرم اور
کفار پر سخت ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور نڈر ہیں اور ان پر اللہ کا فضل ہے، سو اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
شیعہ نامیب اور ظالم ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی شان میں یہ آیت نازل نہ فرماتا۔

جہاد کا انتظام کرنا، مسلمانوں پر نرمی اور کفار پر سختی کرنا، ان صفات سے وہی شخص متصف ہوگا جو شخص صاحب امتداد

ہو کر نکرہ پر مملکت اور امیر یا مسند کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں ہوتا، اس لیے اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو قوم مرتدین کے خلاف جہاد کرے گی وہ برسر اقتدار ہوگی اور اس قوم کا برسر اقتدار ہونا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا اور چونکہ مرتدین کے خلاف سب سے پہلے حضرت البرکرت نے جہاد کیا ہے اس سے ثابت ہوگا کہ اس آیت کا مصداق حضرت البرکرت ہیں اور ان کا برسر اقتدار، اور امیر مملکت ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے واللہ اعلم علیٰ ذلک۔ (۲) اور اگر ان مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل للمخلفین من الاعراب ست دعون الی قوم اولی باس شدید تقا تلونہم اویسملون ط فان قطعوا یتوکم اللہ اجراً حسناً وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعد بکم عذاباً الیما . (فتح: ۱۶)

(اے) (غزوہ حدیبیہ میں) پیچھے رہ جانے والے بدوں سے کہیے کہ: عنقریب تم کو ایسی قوم (مرتدین ال یامم) سے جنگ کے لیے بلا یا جائے گا جو بہت جنگ اور زور آدر ہے، تو ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے اگر تم نے اس وقت الاحکام جہاد کی اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر دے گا اور اگر تم نے اس حکم جہاد سے روگردانی کی جس طرح تم پہلے روگردانی کر چکے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا۔

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد سب سے پہلے حضرت البرکرت نے ان بدوں کو بجزئیہ یامین نکرہ اور دیگر مرتدین کے خلاف جنگ کے لیے بلا یا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان بدوں پر جہاد کی دعوت دینے والے امیر کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اور اس کی اطاعت پر ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اس کی نافرمانی پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جس امیر کی اطاعت واجب ہوگی اس کی خلافت واجب ہوگی اور جب ان بدوں کو جہاد کے لیے بلانے والے حضرت البرکرت تھے تو ان کی خلافت واجب ہو گئی۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ معن مفسرین نے کہا ہے کہ اس جنگ جو قوم سے فارس اور روم ماوراء النہر میں کوئی منافق نہیں کیونکہ فارس اور روم کے خلاف نکل کر حضرت البرکرت نے تیار کیا تھا اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ہاتھوں یہ علاقے فتح ہوئے اور ان دونوں کی خلافت حضرت البرکرت کی خلافت کی فرغ ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت میں جس دعوت دینے والے کا ذکر ہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی کیوں ماوراء النہر ہو سکتے، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے ماوراء النہر میں لڑا اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سیعول المخلفون اذا انطلقت الی معانہم لتأخذنہما ذرونا نتیعکم ۵ یوریدون ان یمیدلوا کلہما اللہ قتل سن تتبعوننا کذلک قال اللہ من قبل

(جب تم اموال غنیمت لینے جاؤ گے تو غزوہ حدیبیہ سے) پیچھے رہ جانے والے بدو عنقریب یہ کہیں گے: "ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو" یہ تو اللہ کے کلام کو تبدیل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے: تم

(فتوح : ۱۵)

ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے، اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی اس طرح فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے اور آپ نے مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لیے اجازت کیونکہ آپ کو قرآن سے جنگ کا بھی احتمال تھا تو اس موقع پر عرب کے وہ بدو جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا جان چڑا کر بیٹھ رہے اور آپس میں کہنے لگے بھلا ہم ایسی قوم کی طرف جاؤ گے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر (مدینہ) آکر ان کے سانچوں کو قتل کر گئی ہے! حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر پر حملہ کرنے کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو خبر دی کہ جو بدو حدیبیہ میں آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے اب وہ موکہ خیبر میں آپ کے ساتھ چلنے کے لیے کہیں گے کیونکہ وہاں خطر کم اور مال غنیمت ملنے کی توقع زیادہ ہے، آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی یہ بتلا چکا ہے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے اب اگر تم ہمارے ساتھ جاؤ گے تو گویا اللہ کا کلام تبدیل ہو جائے گا اور یہ تو ہو نہیں سکتا لہذا تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ یہ بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں جائیں گے، ان عنقریب ان کو ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا اس وقت اگر انہوں نے اطاعت کی تو ان کو اچھا اجر ملے گا! اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ اس سخت جنگجو قوم سے جہاد کرنے کے داعی کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا ہے یہ بدو آپ کے ساتھ نہیں جائیں گے اور اس داعی کا مصداق حضرت علی بھی نہیں ہیں کیونکہ حضرت علی نے اپنی خلافت میں دعوت اسلام کے لیے کوئی جنگ نہیں کی، حضرت علی نے اپنی زندگی میں جتنی لڑائیاں کیں وہ سب اپنی خلافت کی بقا اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے تھیں اور بعد کے حکمران بالاجماع مراد نہیں ہیں، پس متعین ہو گیا کہ دعوت اسلام کے لیے ایک سخت قوم کے خلاف جس شخص نے بدووں کو جہاد کی دعوت دی اور جس داعی کی اطاعت پر اللہ تعالیٰ نے اجر حسن اور جس کی حکم عدولی پر اللہ تعالیٰ نے عذاب کو واجب کیا وہ خلفاء ثلاثہ میں سے کوئی ایک شخص ہے اور ہر تقدیر پر حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقانیت ثابت ہوگی کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت کا تا ہوتا حضرت ابوبکر کی خلافت کے حق ہونے کی فرع ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ اس آیت میں حضرت ابوبکر کی خلافت کے حق ہونے کی قوی دلیل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون. (حشر : ۸)

(نیز وہ مال) ان فقراء و مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے، یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ صادق ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے صادق ہونے کی خبر دی ہے، اور حضرت ابوبکر کو مہاجرین نے غلبہ بنا یا تھا اور یہ کہا تھا کہ حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے اور کوئی شخص خلافت کا مستحق نہیں ہے سو اگر حضرت ابوبکر کو خلیفہ برحق نہ مانا جائے تو مہاجرین جو صحابہ کرام ہیں ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم صحیح نہیں ہے، لہذا حضرت ابوبکر خلیفہ برحق تھے۔

مہاجرین کا جو نامہ برنا خلافت قرآن ہے پس ثابت ہوگا کہ حضرت ابو بکر کا خلیفہ برحق نہ ہونا بھی خلاف قرآن ہے۔ نیز اس آیت میں بلا تخصیص ابداء استثناء تمام مہاجرین کو سچا فرمایا ہے اور حضرت ابو بکر بھی مہاجر ہیں بلکہ مدینہ کی طوفان ہجرت کرنے والے عظیم صحابی ہیں۔ اور اگر بقول شیعہ آپ خلیفہ برحق نہ ہوں بلکہ ظالم، فاسق اور کاذب، ہوں تو تمام مہاجرین صادق نہیں رہیں گے اور یہ قرآن کے خلاف ہے اس لیے اردو نے قرآن حضرت ابو بکر کو صادق ماننا ناقص ہے اور حضرت ابو بکر کو صادق ماننا اس کو مستلزم ہے کہ آپ کی خلافت برحق ہو، پس اس آیت سے حضرت ابو بکر کی خلافت کا حق ہونا دو طریقوں سے ثابت ہوگا، اولاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَرَضُوا عَنْهُمْ وَأُغْرِمَتْ بِهِمُ الْجَنَّةَ يُجْرُونَ تَحْتَهُمُ الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ الْقَوْمُ الْعَظِيمُ۔

وہ لوگ جو سب سے پہلے اور بڑھ چڑھ کر ہجرت کرنے والے اور نصرت کرنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ابد تک ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

(توبہ: ۱۰۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے اپنی رضامندی اور اخروی انعامات کی بشارت دی ہے جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی اور سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی اور تمام سنی اور شیعہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت، اور نصرت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے سابق اور اقل ہیں (ناسخ التزاحم کے حوالہ سے فزودہ بکرم میں حضرت ابو بکر کی سب سے زیادہ نصرت کا بیان گذر چکا ہے) پس اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جن سے راضی ہے اور جن کو اللہ نے عظیم کامیابی کی بشارت دی ہے ان میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں، سو اگر بقول شیعہ حضرت ابو بکر ظالم، فاسق اور فاسق یا کافر ہوتے تو وہ ان اخروی انعامات کا مصداق نہ ہوتے، لہذا اس آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے تبھی وہ اللہ کی رضامندی اور آخرت کی عظیم کامیابی کے حامل ہوئے۔

اس آیت میں مہاجرین اور انصار صحابہ کے بعد میں آنے والے ان لوگوں کے لیے بھی اللہ کی رضا، جنت اور آخرت کی عظیم کامیابی کی بشارت ہے جو ان سابقین اور تابعین کی نیکی کے ساتھ اتباع کریں یا ان کے حق میں کلمہ تحریر کریں سو جو لوگ اخروی انعامات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ حضرت ابو بکر اور دیگر خلفائے راشدین کے مسلک اور عقائد میں شامل رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلفاء راشدین کے متبعین بالاحسان میں شامل رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے ہم سے راضی ہو جائے اور ہمیں راضی کرے اور ہمیں وہ دائمی جنات عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور عظیم الشان کامیابی عطا فرمائے (آمین)

حضرت ابو بکر کے خلیفہ برحق ہونے پر عقلی دلائل تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ خلافت کا مستحق تین شخصوں میں سے کوئی ایک تھا، حضرت ابو بکر

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم، پھر حضرت علی اور حضرت عباس نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے اختلاف نہیں کیا بلکہ ان دونوں حضرات نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی، پس تمام صحابہ کا حضرت ابوبکر کی بیعت پر اجماع ہو گیا۔

نیز اگر حضرت ابوبکر خلیفہ برحق نہ ہوتے تو حضرت علی حضرت ابوبکر سے اسی طرح جنگ کرتے جس طرح انھوں نے حضرت معاویہ سے جنگ کی تھی جبکہ معاویہ بیس سال سے شام میں حکمران تھے اور ان کو فوج اور اسلحہ کی بڑی بھاری طاقت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ طویل عرصہ تک جنگ کرنے کے بعد بھی ان کو زیر نہیں کر سکے، اس کے برخلاف حضرت ابوبکر کو ایسی عسکری قوت حاصل نہیں تھی اور تمام نبوا شتم حضرت علی کی پشت پر موجود تھے اور حضرت معاویہ کی بہ نسبت حضرت ابوبکر سے جنگ کرنا بہت آسان تھا پس اگر حضرت ابوبکر خلیفہ برحق نہ ہوتے تو حضرت علی بھی ان کی بیعت نہ کرتے جس طرح حضرت حسین نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی اور ان سے ضرور جنگ کرتے جس طرح حضرت علی نے حضرت معاویہ سے جنگ کی تھی۔

انعتاد بیعت کے وقت انصار نے یہ کہا تھا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں (مہاجرین) سے ہو، حضرت ابوبکر نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا شتمتہ من قریش "امام قریش میں سے ہو گا" انصار نے اس حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی، حضرت علی کے حامی انصار سے زیادہ تھے اور عام مسلمانوں کو بھی خانوادہ نبوت سے محبت اور ہمدردی تھی اگر ان کے پاس اپنی خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی تو انصار کی بہ نسبت وہ معارضہ کرنے کے زیادہ حقدار تھے اور ان کے حمایتی اور مددگار انصار سے بہت زیادہ تھے، اس لیے وہ اس نص کو ضرور پیش کرتے اور ثابت کرتے کہ وہ خلافت کے حقدار ہیں، اور تمام مسلمان ان کا ساتھ دیتے۔

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی؟ امام بخاری

شہاب زہری کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے حیات فاطمہ میں چھ ماہ تک حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی، اور حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد انھوں نے حضرت ابوبکر سے صلح کر کے بیعت کر لی۔ ۱۷

امام مسلم نے بھی ابن شہاب زہری کی سند سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ ۱۸
ہر چند کہ حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس صحیح یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت عام کے وقت ابتداء ہی میں بیعت کر لی تھی، اور تمام مسلمانوں کے اجتماعی عمل سے الگ نہیں رہے تھے۔ امام بیہقی، امام بخاری اور امام مسلم کی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۷۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ دار المعرفہ، کراچی، ۱۳۸۱ھ

۱۸۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار المعرفہ، کراچی، ۱۳۷۵ھ

مہر کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا یہی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت فاطمہ کتنے دن زندہ رہیں زہری نے کہا چودہ ماہ، پھر ایک شخص نے زہری سے کہا: کیا حضرت فاطمہ کے انتقال تک حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی؟ زہری نے کہا: خراشم میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی! اس حدیث کو امام بخاری نے عمر سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام سلم نے اسحق بن راہویہ سے اور دوسروں نے عبد الرزاق سے روایت کیا ہے اور زہری کی یہ روایت منقطع ہے کہ حضرت فاطمہ کے انتقال تک حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح ہے کہ جس وقت عام بیعت ہوئی تھی حضرت علی نے اسی وقت حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی تھی اور شاید کہ زہری کی یہ مراد ہو کہ حضرت علی بیعت کرنے کے بعد چودہ ماہ تک گھر بیٹھے رہے اور اس کے بعد دوبارہ (چھ ماہ بعد) حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور بیعت کے تقاضوں کو پورا کیا۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

امام ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال

لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام

خطباً الا نصاراً فجعل الرجل منهم يقول

يا معاش المہاجرین ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کان اذا استعمل رجلاً منكم

قرن معه رجلاً منا فترى ان یلی هذا

الامر رجلاً واحداً همنا منكم والآخر همنا

قال فتتابعت خطباً الا نصاراً علی ذلک

فقام نریدن یثابت فقال ان رسول اللہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو انصار کے خطبہ دیکھ کر اے ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے جماعت ہاجرین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم میں سے کسی شخص کو حاکم بناتے اور اس کے ساتھ ہمارے ایک آدمی کو بھی حاکم بناتے، سو ہمارا خیال یہ ہے کہ اس خلافت کے لیے بھی دو شخص مقرر کیے جائیں، ایک ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے، پھر انصار کے سب خطیبوں نے

۱۔ امام احمد بن حسین بیہقی مشرفی ۴۵۸، سن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۰ مطبوعہ دفتر السنۃ لمطان

صلی اللہ علیہ وسلم کان من المهاجرین و ان الامام یكون من المهاجرین و نحن انصارہ کما کنا انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقار ابو بکر رضی اللہ عنہ فقال جزاکم اللہ خیرا یا معشر الانصار و ثبت قائلکم ثم قال اما لو فعلتم غیر ذلك لما صالحناکم ثم اخذتہ بنی ثابت بید ابی بکر فقال هذا صاحبکم فبايعوه ثم انطلقا فلما قعد ابو بکر علی المنبر نظر فی وجوه القوم فلم یر علیا فسأل عنہ فقام ناس من الانصار فاتوا بہ فقال ابو بکر ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختنہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبايعہ ثم لم یر الزبیر بن العوام فسأل عنہ حتی جاء و بہ فقال ابن عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحواریہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال مثل قولہ لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبايعاہ هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولہ یخرجاہ یلع

اسی طرح کہنا شروع کیا، اس وقت حضرت زبیر بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مهاجرین میں سے تھے اور امام بھی مهاجرین میں سے ہونا چاہیے اور ہم اس کی نصرت کریں گے جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا، اے جماعت انصار اللہ تعالیٰ تم کو جزا خیر دے اور تمہارے قائل کو ثابت قدم رکھے، اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرتے تو ہم اس کو قبول نہ کرتے، پھر حضرت زبیر بن ثابت نے حضرت ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ تمہارے صاحب ہیں ان سے بیعت کرو، پھر سب نے بیعت کی، جب حضرت ابو بکر منبر پر بیٹھ گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا، حضرت علی نظر نہیں آئے، آپ نے ان کے متعلق دریافت کیا، انصار میں سے کچھ لوگ حضرت علی کو بلا کر لائے، حضرت ابو بکر نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور آپ کے داماد، کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں، حضرت علی نے کہا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ملامت نہ کریں، سو آپ نے بیعت کر لی، پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت زبیر بن عوام بھی نہیں ہیں تو ان کے متعلق دریافت کیا، پھر لوگ ان کو لائے، آپ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹی زاد اور آپ کے مددگار، کیا آپ مسلمانوں کی بیعت کو توڑنا چاہتے ہیں؟ حضرت زبیر نے بھی کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ملامت نہ کریں پھر دونوں نے بیعت کی، یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابن حبان اور دیگر محدثین نے صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابو بکر سے بیعت کر لی تھی اور یہ روایت بخاری اور مسلم کی اس روایت سے زیادہ صحیح اور اس پر راجح ہے اور بر تقدیر تسلیم بخاری اور مسلم کی روایت کا عمل یہ ہے کہ حضرت علی نے دوبارہ اگر بیعت کی، کیونکہ حضرت فاطمہ کی تیمارداری میں مشغولیت کے باعث وہ حضرت ابو بکر کی مجلس سے غیر حاضر رہے تھے اس لیے لوگوں کے

اطینان کی خاطر دوبارہ اگر بیعت کی تجویز کی۔ لے
حضرت ابوسعید کی روایت کا تاہم اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

امام ابن سعد روایت کرتے ہیں:

عن الحسن قال، قال علی لما قبض النبی
صلی اللہ علیہ وسلم نظر نافی امرنا فوجنا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وقد قدم ابابکر فی الصلوة
فرضینا لہ نیناً فامن رضی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لدیننا فقد منا ابابکر۔ لے

حسین کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا جب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم رماں لگ گئے تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا پس ہم
نے یہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو نماز میں مقدم کیا
نہا، پھر ہم اپنی دنیا کے معاملوں کی اس شخص سے لڑائی ہو گئے
جس شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے معاملہ
میں راضی تھے۔

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری اور امام ابن سعد کی ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی اسی
وقت بیعت کر لی تھی جب بیعت عام منعقد ہوئی تھی اور امام بخاری اور امام مسلم نے صحیح کے حوالے سے جو بیعت میں چھ ماہ تاخیر کی
روایت بیان کی ہے وہ زہری کا قول ہے اور غیر متصل ہے اس لیے حجت نہیں ہے۔ اور بعض فریق محال اگر یہ روایت صحیح ہو بھی
تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حضرت علی کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ بیعت کی صحت کے لیے ہر فرد کا
بیعت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ ابابکر صلوات اللہ علیہ سے جو علماء اور رؤسا میسر ہوں ان کا بیعت کرنا صحت بیعت کے لیے کافی
ہے۔ البتہ باقی لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کی اطاعت کریں اور اس کی مخالفت نہ کریں اور جماعت مسلمین سے باہر نہ ہوں
سو حضرت علی نے ایسا ہی کیا ہر چند کہ انہوں نے بیعت عام کے وقت بیعت نہیں کی، لیکن انہوں نے اتحاد مسلمین کی لاشعری کو نہیں
ٹوڑا اور نہ حضرت ابوبکر کی مخالفت کی اور جب ان کا حضرت فاطمہ کی تیمارداری سے فرصت ملی تو انہوں نے اطینان سے آخر شرح صدر
سے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے تاخیر بیعت کا خود یہ غدر بیان کیا ہے کہ ہمیں حضرت ابوبکر کی افضلیت اور
خلافت میں ان کے استحقاق سے کوئی اختلاف نہیں ہمیں صرف یہ شراکت ہے کہ مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا،
حضرت ابوبکر، عمر اور دوسرے صحابہ کی طرف سے اس غدر کا یہ جواب ہے کہ خلافت کا معاملہ بے حد اہم تھا اور اس مسئلہ
کو جلد از جلد حل کرنا مقصود تھا، اسی وجہ سے اس قضیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین پر مقدم کیا گیا، اور حضرت علی
رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے اور تجہیز و تکفین میں مشغول تھے اس بنا پر ان کو مشورہ کے لیے نہیں بلا یا جا
سکا، بہر حال یہ تو رجحانات حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کی بنا پر ہیں ہونے چاہیے کہ حضرت علی نے ابتداء میں بیعت نام
کے وقت بیعت کر لی تھی، اہل تشیع کی روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہم منترتب بیان کریں گے۔

لے۔ حافظ شباب الدین احمد بن علی بن حجر مستوفی مترقی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲، ص ۴۹۵، مطبوعہ دار نشر مکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۰۱ھ

لے۔ امام محمد بن سعد مترقی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳، ص ۱۸۳، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

حضرت ابو بکر کی خلافت پر حضرت علی کا تبصرہ | حضرت علی کے نزدیک حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت صحیح تھی، اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے ان کی خلافت کے خلاف کوئی مناقشہ نہیں کیا، کوئی محاذ آرائی نہیں کی بلکہ خلفاء ثلاثہ کے ساتھ وہ مسلسل تعاون اور ان کی حمایت کرتے رہے۔ چوبیس سال تک گاتار خلفاء ثلاثہ کی اقتدار میں نازیں پڑھیں، خلفاء ثلاثہ کی سونپی ہوئی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے پورا کیا اور ہمیشہ ایک رفیق اور عریف کی حیثیت سے ان کے ساتھ تعاون کرتے رہے۔

حافظ البیہقی بیان کرتے ہیں:

عن علی انما قال یوم الجمل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعهد الینا عهداً ناخذ بہ فی امارۃ و لکنہ شیء رایتا ہ من قبل انفسنا ثم استخلف ابو بکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر فاقام واستقام ثم استخلف عمر رحمۃ اللہ علی عمر فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ۔

جنگ جمل کے دن حضرت علی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے متعلق ہمیں کوئی وصیت نہیں کی تھی جس پر ہم عمل کرتے، ہم نے خود اپنے اجتہاد سے خلیفہ مقرر کیا، پھر ابو بکر کو خلیفہ بنایا گیا، ابو بکر پر اللہ کی رحمت ہو انہوں نے خلافت کو درستگی کے ساتھ قائم کیا اور خود بھی راہ راست پر رہے پھر عمر کو خلیفہ بنایا گیا، عمر پر اللہ کی رحمت ہو انہوں نے بھی کار خلافت کو صحیح رکھا اور خود بھی راہ استقامت پر گامزن رہے حتیٰ کہ دین کے تمام معاملات درست ہو گئے۔

اہل تشیع کی تصانیف میں حضرت علی کے بیعت کرنے کا نقشہ | یہاں تک ہم نے علماء اہل سنت کی احادیث اور دیگر تصانیف سے حضرت ابو بکر کے اہل تشیع پر حضرت علی کے بیعت کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے اب ہم تعاقب جائزہ کے لیے علماء اہل تشیع کی تصانیف سے حضرت علی کے بیعت کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

جب حضرت عمر نے دیکھا کہ جمیع مہاجرین و انصار نے یغیر حیدر کرار اور چار نفر خواص اصحاب رسول دین کو دنیا سے فروخت کر ڈالا اور حضرت ابو بکر سے بیعت کی، اس وقت ابو بکر سے کہا علی کو بیعت کے لیے کیوں نہیں بلاتے واللہ جب تک وہ بیعت نہ کریں گے تب تک تم پر خلافت قائم نہ رہے گی کہ وہ خلیفہ برحق رسول خدا ہیں اور عالم تر اور شجاع تر اور فاضل تر اس امت کے ہیں، لوگ ان کی طرف بہت رجوع کرتے ہیں، ابو بکر نے جناب امیر کو بیعت کے لیے بلایا، جناب امیر نے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں بعد چند روز کے قرآن ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور حزدان میں رکھ کر سر بھر کر دیا پھر مسجد میں تشریف لاکر مجھے مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن ہوؤں ان زمان سے فارغ ہو، بلا حکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول

ہوا اور مع آیات و دعوے قرآن کو میں نے جب کیا اور کئی آیت آسمان سے نازل نہ ہوا جو حضرت نے مجھ سے سنایا ہو، اور اس کی تعظیم مجھے مذکور ہو، چنانچہ اس قرآن میں چند آیات کفر و فحاشی و منافقین و آیات نص خلافت جناب امیر مہر کی تھے اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے الکار کر دیا۔ جناب امیر عثمان کا اپنے حرم و طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا اب اس قرآن کو تو روگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔ نہ

اس اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ علامہ شہید کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی اصحاب کے سوا باقی تمام صحابہ بیعت کی، اہل تشیع نے جس ذلت و رسوائی کے ساتھ حضرت علی کو مسجد میں بلوانے اور جبراً بیعت لینے کا واقعہ بیان کیا ہے وہ کسی تصدیق و محتاج نہیں ہے، اس کے ساتھ ہی حضرت خاتونِ جنات سیدنا خاظمہ رضی اللہ عنہا کا شدید توہین کی سے حضرت علیؑ کی بزدلی بیان کی ہے۔ حضرت خاتونِ جنات پر دروازہ گرا کر ان کا مکمل ساقط کر دیا اور وہ کچھ نہ کر سکے، ایسا بھی کیا تھی حضرت علیؑ کی پاری جی پاری اور رسول اللہؐ کی عزت کو پامال ہوتے ہوتے، کچھ سے اور اسد اعلیٰ قوت سے کوئی مہامت نہیں کی۔

ابلا تاجلی سکتے ہیں، ایک گروہ منافقین نے صلح کی بنا پر قتل کر دیں اور باہم کس بھاری بھاری صلح نہ ہوگی جب تقیب کا جواب لکھ کر قتل کر دیں، جیسا ابوجہنم نے سکھایا ہے، یہ جلاہ کی عزت نہیں کر سکتا، قرآنی نے ایک آدمی کو بھیج

کر خالد بن ولید کو بلا لیا اور کہا تم کو میں نے ایک امر عظیم کے لیے بلائے ہے، بلا جو کچھ کہو کچھ کہو منظور ہے، اگرچہ قتل علیؑ کیوں نہ ہو، کہا اسی لیے تم کو بلائے ہے، خالد نے پوچھا کس وقت ملی کر قتل کروں۔ نے کہا وقت نماز میں علیؑ کے پہلو میں کھڑا ہو جب میں سلام کہوں تو علیؑ کو قتل کر۔ اسامہ بنت عمیس کہ پہلے زن جعفر لیا رخصت اس وقت زد و کوب ہو کر تھیں جب اس نے لوگوں کے اس مشورہ کو سنا اپنی کینزہ سے کہا علیؑ اور خاتم کے گھر جا اور ان کے گھر میں پھرتی اور یہ آیت پڑھتی ہے: ان خدا یا تہرون بلک و لیقتلواک فاحذروا لی لک من النساء صحتین، جب وہ کینزہ آئی اور یہ آیت پڑھی۔ جناب امیر نے فرمایا اپنی لی لی سے کہہ دے، خاتمہ پر رحمت نازل کرے وہ لوگ یہ قدرت نہیں رکھتے۔

اس لیے کہ اگر وہ مجھے قتل کر لیں تو ناشدیں و تاسطین و مارقین سے کون لڑے گا پس جناب امیر نے وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے اور مشغول نماز ہوئے۔ خالد بن ولید بھی پہلو میں آکھڑا ہوا اس وقت ابوجہر ناز پڑھانے تھے، اذد سے کہ جناب امیر نے اگر تلوار کھینچ لی تو پہلے میں ہی نہ مارا جاؤں اس خیال سے تشہد کہ بہت طول دیا، اب ایک کہ نزدیک ہوا آفتاب لہو، بر جائے، عورت دوسرا یہ بھی تھا اگر سلام کہی اور خالد بن ولید اپنی حرکت ناپاک کرے، خنز و خاد دبر یاد ہو جائے، پس بن سلام ابوجہر نے کہا اے خالد! جس بات کا میں نے تم کو حکم دیا ہے وہ نہ کرنا، اور اگر کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر سلام ناز کیا اس وقت جناب امیر نے خالد کے کہا تجھے ابوجہر نے کیا حکم دیا تھا اس نے کہا تمہارے قتل کا۔ فرمایا کیا تو مجھے قتل کرتا۔ خالد نے کہا ہاں واللہ! اگر ابوجہر میں نہ دیکھتے تو میں تم کو قتل کر دیتا۔ یہ سن کر جناب امیر نے خالد کو بلند کر کے زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر یہ پڑھ گئے اور تلوار اٹھائی کہ تم کاٹ لیں مہر نے چلا کر کہا کبھی پروردگار کہ علی ابن ابیطالب خالد کو مارے نہ طاقت ہیں۔ سب مل کر چھڑاؤ۔ یہ سن کر تمام حاضرین مسجد میں جمع ہو گئے مگر جناب امیر کے اٹھ سے نہ چھڑا سکتے تھے۔

۱۔ ملاحظہ ہوا مجلسی حنفی ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷

ملا باقر مجلسی کے بیان کردہ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت علی حضرت ابوبکر کی اقتدار میں ناز پڑھتے تھے اسی
 عذر بیان کرنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت علی نے تقیۃً یہ نمازیں پڑھی ہیں کیونکہ اسی عبادت میں یہ رکھا ہے کہ حضرت علی اتنے
 زور آور تھے کہ انہوں نے حضرت خالد بن ولید کو پکڑ لیا تو تمام حاضرین مسجد مل کر بھی ان کو نہیں چھڑا سکتے تھے۔ اور جب حضرت
 علی کو اپنی جان کا خوف اور خطرہ نہیں تھا کیونکہ وہ بار بار فرماتے تھے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو تقیۃً
 کی کوئی وجہ نہ تھی اور جب ان کے نزدیک حضرت ابوبکر کا مرتبہ (العباد بالشر) تو پھر کافر کے پیچھے نمازیں پڑھ کر نازوں کو برباد کرنے کی
 کیا ضرورت تھی!

نیز اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن ناتمام اور محرف ہے اصل قرآن اب تک فاش ہے، حتیٰ کہ حضرت علی نے اس
 قرآن کو اپنے دور خلافت میں بھی ظاہر کیا اور تمام امت مسلمہ کو اب تک اس سے محروم رکھا ہے جب تاں آل محمد (یعنی
 امام جہدی) کا ظہور ہوگا تب اس قرآن کا ظہور ہوگا۔!

ملا باقر مجلسی حضرت علی کو مسجد میں بولنے کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثانی (حضرت عمر) نے کسی کو مسجد میں بیچ کر اپنے ساتھیوں سے اور کل منافقین سے نصرت و مددگاری چاہی یہ سن
 کر منافقین فوج فوج... کی نصرت و مددگاری کو آئے۔ یہاں تک کہ انہوہ واژدحام ہو گیا۔ خالد بن ولید نے شمشیر پھینچ
 کر جناب امیر پر حملہ کیا۔ جناب امیر نے اس پر حملہ کر کے چال تزلزل کر دیں مگر لوگوں نے بجن رسول خدا جناب امیر کو قسم دی۔ جناب امیر
 نے خالد کو چھوڑ دیا۔ سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، بریدہ اسلمی (رضوان اللہ علیہم) جناب امیر کی نصرت و مددگاری کو اڑھ کھڑے
 ہوئے اور قریب تھا کہ فتنہ عظیم برپا ہو۔ جناب امیر نے ان کو منع کیا۔ اور فرمایا مجھے ان اشتیاق کے ساتھ چھوڑ دو اس لیے
 کہ انہوں نے مجھے حکم نہیں دیا کہ اس وقت ان سے جہاد کروں۔ وہ اشتیاق سے امت گوتے مبارک حضرت میں رستیاں ڈال کر
 مسجد میں لے گئے۔ و بر روایت دیگر۔ جب دروازہ در دولت پر پہنچے اور جناب فاطمہ اندر آنے سے مانع ہوئی اس
 وقت فتنہ نے بر روایت دیگر ثانی نے تازیانہ بازو سے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازو جناب سیدہ کا مضروب ہو کر سوچ
 گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے اٹھنا اٹھایا۔ اور ان لوگوں کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ
 دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں تھا حضرت رسول نے جس کا
 نام محسن رکھا تھا شہید کر دیا اور سیدہ نے بھی اسی مدثر ضربت سے انتقال کیا۔ و بر روایت دیگر مغیرہ بن شعبہ نے حکم
 حضرت دوم (حضرت عمر) دروازہ شکم محترم جناب فاطمہ پر گرا دیا۔ اور ان کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید کیا پھر جناب امیر کو
 مسجد میں لے گئے جفا کار و اشتیاق سے اہل بیت پیچھے پیچھے تھے اور کوئی نصرت و مدد حضرت کی نہ کرتا تھا۔ سلمان، ابوذر،
 مقداد، عمار، بریدہ اسلمی روتے پیتے اور کہتے تھے، کیا جلد حضرت رسول خدا سے تم لوگوں نے خیانت کی۔ کینہ ہائے
 سینہ کو ظاہر کیا۔ اور انتقام حضرت کا ان کے اہل بیت سے لیا۔ اس وقت بریدہ اسلمی نے کہا اے... سب قریش
 تیری اصلیت و نسب کو جانتے ہیں اور تجھے پہچانتے ہیں کہ کتنی مرتبہ کے... سے تو پیدا ہوا ہے ایسا شخص خانہ اہل بیت
 میں آئے اور پیغمبر کی بیٹی کو مجروح کرے برادر اور وصی رسول کو اس رسوائی سے مسجد میں لے جائے جب ابوبکر
 کی نظر جناب امیر پر پڑی لوگوں سے کہا چھوڑ دو۔ جناب امیر نے فرمایا اے ابوبکر کس حق اور کس میلٹ اور کس فضیلت
 پر تو نے خلافت میں تصرف کیا۔ کل حکم پیغمبر سے ہے۔ اور حکم پیغمبر پر بااقتدار

تو نے سلام کیا۔ یہ سن کر... سب مشیر فلان سے کہیں گے کہ بلائے سرہ جناب امیر کھڑا ہو گیا اور کہا ان باتوں کو جاننے دو اور بیعت کرو۔ جناب امیر نے فرمایا اگر بیعت نہ کروں کیا کرے گا؟ ثنائی نے کہا اگر بیعت نہ کرو گے تو قتل کروں گا جناب امیر نے فرمایا رسول کے جہانی کو قتل کرے گا؟ بخدا سو گند اگر مجھے خیال حکم خدا اور اطاعت رسول نہ ہوتا تو اچھی طرح معلوم ہو جاتا کہ کون زیادہ ضعیف ہے۔ پس بریدہ اٹھی اٹھے اور کہا اے ابوبکر و عمر! یہ تم نہیں تھے کہ جناب رسول خدا نے تمہیں اور ہمیں فرمایا کہ جا کر جناب امیر پر بامارت و بادشاہی سلام کریں۔ تم لوگوں نے پھر بھی حکم آپ از جانب حق تمہارے دیتے ہیں، حضرت رسول نے فرمایا ان حکم خدا دیتا ہوں اس وقت ہم لوگ گئے اور سلام کیا اور کہا السلام علیکم یا ایہ الذین امنوا! عمر نے کہا اے بریدہ تمہیں ان باتوں سے کیا۔ بریدہ نے کہا بخدا سو گند میں اس شہر میں نہ رہوں گا جہاں تم لوگ امیر ہو اور خلیفہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا۔ اس کلام کے بعد باعزازت حضرت عمر، بریدہ اٹھی کہ مار کر مسجد سے نکال دیا۔ بعد ازاں سلمان فارسی اٹھے اور کہا اے ابوبکر! خدا سے خوف کرو اور جس جگہ بیٹھنے کا سزا دار نہیں وہاں سے اُٹھ جا۔ اور حق خلافت اہل بیت کو دے اور جمیع امت کو جہالت و ضلالت میں تار و تہ قائم نہ ڈال۔ یہ سن کر عمر نے آواز دی سلمان تم کون ان باتوں سے کیا کام۔ سلمان نے کہا بخدا! سو گند اگر میں جانا اپنی طوار سے اہل دین کی خدمت کرتا۔ بے شک تلوار کھینچ کر مرواؤں یا وہ خدا میں بہاؤ کرتا کہ تم وصی رسول سے ایسا سلوک نہ کر سکتے۔ پس اور لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا تم نے کیا کیا دیکھا اور کیا دیکھا۔ کیا دین میں آئے اور کیا دین میں سے خارج ہو گئے۔ اب میں تم کو بلا میں مبتلا ہونے اور نعمت کراخی سے ناامید کی بشارت دیتا ہوں۔ واضح ہو کہ ایک گروہ مشگرتہ پر مسلط ہو گا اور بخود و ستم سے سلوک کرے گا۔ کتاب خدا اور اس کے احکام کو بدل ڈالے گا، اس کے بعد ابوذر، مقداد و عمار اٹھے اور ہر ایک نے بیعت اٹھے بلکہ اور دلیل اٹھے کہ انہیں ان اشقیاء پر تمام نہیں اور جناب امیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا، آپ کیا فرماتے ہیں اگر حکم دین تو ہم مشیر ہے ان لوگوں کے ساتھ جہاد کریں یہاں تک کہ اسے جائیں جناب امیر نے فرمایا خلافت پر رحمت کرے۔ ان اشقیاء سے دست بردار ہو جاؤ اور وصیت رسول خدا یاد کرو۔ ابوبکر منبر پر چپ چاپ بیٹھے تھے..... نے کہا بیٹھا ہے علی زبیر منبر مقام مبارک میں ہے اور بیعت نہیں کرتے۔ مجھے اجازت دے کہ ان کو قتل کر دوں۔ اس وقت حسین سر ہانے اپنے پردہ رگوار کے کھڑے تھے۔ اس کلام سے روئے اور چلے گئے۔ اور قبر رسول کی طرف منہ کر کے فریاد کرنے لگے۔ یا جعد ۵۱ یا ما رسول اللہ - ہم کو آپ اس حالت میں دیکھیں کہ ہم بے یار و مددگار رہیں پس جناب امیر نے حسین کو اپنے بیٹے سے لگا کر فرمایا اے جانان! پورا نہ رو۔ بخدا سو گند یہ اشقیاء تمہارے باپ کے قتل پر تھوڑے نہیں اور اس سے زیادہ ذلیل و بے منتظر ہیں جو یہ ارادہ کر سکیں۔ پس ام سلمہ زوجہ رسول خدا آرام امین مریدہ آنحضرت اپنے اپنے مکان سے روتی ہوئی دوڑیں اور بوسے سے روگاہن بیت جلد اپنے کینہ ہائے دینیکو بعد رسول خاں کیا۔ ثنائی نے کہا ان عورتوں کو مسجد سے نکال دو اور ان کے کلام سے کیا کام۔ پس جناب امیر اٹھے اور مہاجرین و انصاف سے اپنے فضائل و مناقب ایک ایک بیان کیے اور ان سے انصاف رسول خدا پر اپنی خلافت کے مقدمہ میں گواہی چاہی اور روزِ فدویہ دیگر مقامات مستندہ اعلیٰ یاد دلائے اور جمعیت اہلی ان پر تمام کی۔ ان لوگوں نے کہا باحضرت اگر آپ اس سے پہلے فرماتے تو ہم ابوبکر بیت نہ کرتے اس گفتگو سے عمر کو خوف ہوا کہ لوگ ایسا نہ ہو ابوبکر کی خلافت سے معترف ہو جائیں لہذا پھر جناب امیر سے کہا یا علی! بیعت کرو ورنہ میں تم کو..... کر دوں گا۔ جناب امیر نے فرمایا تو صبر کرتا ہے۔ بخدا سو گند میرے اوپر نہیں قدرت نہیں۔

یہ من کر خالد بن ولید دوڑا اور تلواریں غلات سے کھینچ کر بولا۔ بخدا سو گندہ میت کرو ورنہ قتل کر دوں گا۔ جناب امیر نے گریہاں پکڑ کر دوڑ پھینک دیا اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی بد اس کے ہر چند کوشش کی مگر جناب امیر نے بیعت نہ کی۔ لوگوں نے جن میں عمر بھی تھے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ لیا زبردستی۔ اور ابو بکر نے اپنا ہاتھ دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا احادیث معتبرہ میں منقول ہے جب جناب امیر کو مسجد میں لائے آپ نے مرتد مگر جناب رسول کی طرف منہ کر کے کہا: یا ابن عبد ان القوم استضعفوا وکادوا یقتلوننی۔ اسے براور من! تیری قوم نے مجھے ضعیف کیا اور نزدیک ہوا مجھے مار ڈالیں پس حضرت رسول کی قبر سے ایک ہاتھ نکلا۔ سب نے کہا پہچان کر۔ یہ حضرت رسول کا ہاتھ ہے اور ایک آواز آئی کہ سب نے پہچانی رسول کی آواز ہے اور وہ آواز یہ تھی: یا ایہا یکر اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفة ثم سواک ما جلا۔ اسے ابو بکر! کافر ہو اس خدا سے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا۔ لے

ملا باقر مجلسی نے متعدد بار لکھا ہے کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا خیال مانع تھا ورنہ چار کے سوا تمام صحابہ کو مار ڈالتے، سوال یہ ہے کہ جب چار کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے تو رسول اللہ کا تو یہی حکم ہے کہ مرتد کو قتل کر دو اور قرآن مجید میں بھی یہی حکم ہے کہ کفار اور منافقین کو قتل کر دو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ محض افتراء ہے کہ آپ نے کافروں، مرتدوں، ظالموں اور غاصبوں کو قتل کرنے سے منع کیا تھا، اور یہ بھی ایک جھوٹا حیلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تک تمہارے ساتھ ایک جماعت نہ ہو ان سے جنگ نہ کرنا، جب حضرت علی تنہا ان سب پر بھاری تھے تو پھر جماعت کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ بھی غلط ہے کہ آپ کے ساتھ جماعت نہیں تھی تمام بڑا شتم اور اہل بیت آپ کے ساتھ تھے اور اہل تشیع کے زعم کے مطابق یہ صحابہ کافر تھے تو پھر ان کافروں سے جنگ کرنا واجب تھا خصوصاً اس وقت جب کہ حضرت علی کو یہ یقین تھا کہ یہ ان کو قتل کرنے پر قدرت نہیں رکھتے حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلا جبر و اکراہ بطیب خاطر عزت و کرامت کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور ہمیشہ خلفائے ثلاثہ کے ہم فراء، مساوین اور علیین رہے، ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے رہے اور ان کے احکام پر خوش دلا سے عمل کرتے رہے، حضرت علی کا حضرت ابو بکر کی اقتدا میں نمازیں پڑھنا جلاۃ العیون کی اس عبارت سے ثابت ہے اور ہم نے دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علی تقیۃ نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے پر قرآن مجید، احادیث، عقل صریح اور کتب شیعہ سے دلائل پیش کیے ہیں۔ اب ہم حضرت ابو بکر کی خلافت پر اہل تشیع کے اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کریں گے فنقول وبالله التوفیق۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابو بکر میں شجاعت کی کمی تھی | اہل تشیع کا ایک اعتراض یہ ہے کہ خلیفہ کو شجاع اور بہادر ہونا چاہیے اور حضرت ابو بکر شجاع اور بہادر نہیں تھے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر

کو کسی جہم کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔

المجاہد

صحیح بخاری میں حضرت سلم بن اکوع سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسافر تھے، غزوات میں شریک ہوا اور فدائی جہات میں شریک ہوا، جن میں سے بعض میں حضرت ابو بکر امیر تھے اور بعض میں حضرت اسام بن زید امیر تھے۔ اور فدائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو حج کا امیر بنا کر بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی یہ اعتراف کرتے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ بہادر تھے، مسند بنار میں ہے حضرت علی نے مکرر سے پوچھا بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا آپ ہیں، حضرت علی نے فرمایا میں نے جس کو بھی مقابلہ کی دعوت دی میں اس سے برابر رہا، لیکن مجھے بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا میں ظلم نہیں! حضرت علی نے کہا جنگ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھپر بنایا، ہم نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اس چھپر میں کون رہے گا تاکہ کوئی مشرک آپ پر عہد نہ کر سکے! بخیر! ابو بکر کے سوا ہم میں سے کوئی شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس چھپر میں نہیں گیا، حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے آپ کے پاس رہتا تھا، یہی کھڑے تھے، پس ابو بکر ہی صحابہ میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ حضرت علی نے فرمایا میں نے دیکھا کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچر دیا اور آپ کو ایذا پہنچانے لگے، اور کہنے لگے کہ تمہی وہ شخص ہو جو ہمارے تمام مسبودوں کو باطل معلوم قرار دیتے ہو، حضرت علی کہتے ہیں کہ بخیر! حضرت ابو بکر کے سوا ہم میں سے کوئی شخص بھی حضور کے نزدیک نہیں پہنچا، حضرت ابو بکر ان کو روکتے اور کہتے تھا ہاں اس جگہ تم اس شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے! پھر حضرت علی نے اپنی چادر اٹھائی اور رونے لگے حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔ پھر حضرت علی نے سوال کیا کہ آل فرعون کا مومن بستر ہے یا ابو بکر بہتر ہے؟ جب لوگ خاموش رہے تو حضرت علی نے فرمایا بخیر! ابو بکر کے ساتھ ایک خط لکھا کہ آل فرعون کے مومن کی مثل سے بہتر ہے، کیونکہ آل فرعون کا مومن ایمان چھپاتا تھا اور ابو بکر نے اپنے ایمان کو بستر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی زندگی میں سب سے مشکل مرحلہ سفر ہجرت تھا اور اس سفر میں آپ نے جس کی شجاعت پر اعتماد کیا وہ حضرت ابو بکر تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے سوال کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ایذا دیکھا، بیچانی تمہی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناز پر چڑھے تھے اس حالت میں عقب بن ابی معیط نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر زور سے آپ کا گلہ اٹھانا شروع کر دیا، اس وقت حضرت ابو بکر نے آکر اس کو دھکا دیا اور کہا تمہیں اس شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس دلائل ہے کہ آیا ہے!

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شجاعت میں سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے بد چلے پھر حرب متدد ہو گئے اور لڑاکا دھینے سے انکار کر دیا اور دوسری طرف مدعیان نبوت کھڑے ہو گئے تو حضرت ابو بکر نے ان تمام قتلوں کا پامردی سے مقابلہ کیا اور ان تمام داخلی قتلوں کے باوجود حضرت ابو بکر نے حضرت اسام کی قیادت

میں شام کی طرف لشکر روانہ کیا، حالانکہ بعض صحابہ کی طرف سے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کی مخالفت کی گئی اور شام میں لشکر بھیجنے کی بھی سب نے مخالفت کی کہ اس وقت حالات سازگار نہیں ہیں لیکن حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تجویز کردہ لشکر کے بھیجنے کو مقدم رکھا اور مصلحت وقت کا خیال نہیں کیا اور یہی حضرت ابو بکر کی بہت بڑی دلیری اور شجاعت ہے۔ حضرت ابو بکر کی شجاعت پر یہ بھی بڑی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پرخطر سفر میں اپنی رفاقت اور حفاظت کے لیے تمام صحابہ میں سے صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد رسالت کی فتوحات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا حصہ ہے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب شجر اسلام قوی اور ثمر آور ہو چکا تھا حضرت ابو بکر نے اس وقت اسلام کی خدمت کی ہے جب اسلام ایک چھوٹا سا پودا تھا جی بقیوں کی کثرت تھی مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی حضرت علی اس وقت کم سن تھے اس وقت کفار اور مخالفین کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر حملے کیے جاتے تھے ان کے سامنے صرف حضرت ابو بکر سینہ سپر ہوتے تھے شیعہ حضرات کی مستند کتاب رجال کشی میں لکھا ہے حضرت علی نے فرمایا جس شخص نے مجھ کو ابو بکر اور عمر پر نصیحت دی میں اس کو کذاب اور مغتری کی سزا دوں گا۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ اعلان برائت کے وقت حضور نے حضرت ابو بکر کو امارت سے معزول کر دیا تھا

اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ نور ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی اعضاء پر سوار کر کے بھیجا تاکہ وہ مشرکین مکہ کو سورۃ برآۃ (توبہ) اکتھا تبارکی آیات پڑھ کر سنا دیں۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ حضور نے حضرت ابو بکر کو معزول کر کے حضرت علی کو امیر بنا دیا تھا۔

حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ تودہ کرنے کے اعلان کے لیے بھیجا تھا تاکہ مشرکین پر حجت ہو کیونکہ ان کے نزدیک صاحب سائلہ کے قریبی رشتہ دار کا اعلان ہی حجت اور مؤثر ہو سکتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ صرف یہ اعلان تھا ورنہ حج کے تمام احکام میں حضرت ابو بکر امیر تھے اور حضرت علی نے بھی حضرت ابو بکر کی امارت اور ان کی تابعت میں فریضہ حج انجام دیا تھا۔ اس اعتراض کا تفصیلی جواب ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثمانیہ کتاب الحج میں لکھا ہے تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

”من کنت مولاه فعلی مولاه“ سے استدلال کا جواب

اہل تشیع کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر خدیجہ کے مقام پر تمام صحابہ کرام کے مجمع میں فرمایا: کیا میں تمہارے نفسوں سے زیادہ تمہارا ولی نہیں ہوں؟ سب صحابہ نے اس کا اعتراف کیا اور تعبدین کی، پھر آپ نے حضرت علی کے ہاتھ اور پر اٹھا کر فرمایا:

من کنت مولاه فعلی مولاه

marfat.com

جلد خامس

من والاہ وعاد من عاد اداہ - ۱

اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے۔

اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مولیٰ یعنی اولیٰ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص پر اولیٰ بالتعرف ہیں اس پر حضرت علی اولیٰ بالتعرف ہیں اور جو شخص اولیٰ بالتعرف ہو وہ امام معصوم ہوتا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے لہذا حضرت علی امام معصوم ہیں اور ان کی اطاعت فرض ہے اور سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو امام قرار سے دیا نہ ان کی موجودگی میں حضرت ابو بکر کی امامت صحیح نہیں ہوتی۔

الجواب | یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بکثرت اسناد سے روایت کی ہے لیکن اہل تشیع کا اس حدیث سے حضرت علی کی امامت اور خلافت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اور ان کے اس استدلال کے مستند جہاات ہیں:

(۱) غلام مولیٰ سے ماخوذ ہے اور اہل تشیع کا اس استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس حدیث میں ولی بھی اولیٰ ہے، اس لیے ہم پہلے دیکھتے ہیں کہ اس غلام کے منت میں کیا معنی ہیں۔ علامہ زبیدی نے قاموس کے حوالے سے ولی کے حسب اولین معنی ذکر کیے ہیں: (۱) محب، (۲) صدیق (دوست)، (۳) نصیہ (۴) سلطان، (۵) مالک، (۶) عبد (۷) آزاد کرنے والا، (۸) آزاد کیا ہوا، (۹) قریب (۱۰) جہان (۱۱) شریک (۱۲) عصبہ (۱۳) رب (۱۴) منعم (۱۵) تابع (۱۶) سرسری رشتہ دار (۱۷) بھانجہ۔

ولی کے یہ تمام حقیقی معانی ہیں اور ولی کا معنی اولیٰ بالتعرف نہیں ہے، اس لیے یہاں مولیٰ کے تلفظ کو اولیٰ بالتعرف پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے نیز یہ کہا جاتا ہے کہ غلام شخص غلام کا مولیٰ ہے، یہ نہیں کہا جاتا کہ غلام شخص نواسے مولیٰ ہے، یعنی اولیٰ ہے۔

(۲) بدین حال اگر یہ مان لیا جائے کہ یہاں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اولیٰ بالاماتہ کے معنی میں ہو بلکہ یہ اولیٰ بالاتباع اور اولیٰ بالقریب کے معنی میں ہے، جیسا کہ ترمذی جمیع میں ہے ان اولیٰ الناس بأبواہم للذین اتبعوہ (أل عمران: ۶۸) "ابراہیم سے اولیٰ بالتغزب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے" اگر یہ غلام اولیٰ بالاماتہ کے معنی میں ہی مان لیا جائے تو اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جب حضور نے یہ فرمایا تھا اس وقت حضرت علی اولیٰ بالاماتہ تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی مال کے اعتبار سے اولیٰ بالاماتہ ہیں یعنی جس وقت حضرت علی کی خلافت کا موقع ہو گا اس وقت وہی اولیٰ بالاماتہ ہوں گے اور غلام غلام کا اس سے پہلے خلیفہ اور امیر ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر فرض ہوتی تو حضرت علی اس سے حضرت ابو بکر کی خلافت کے خلاف اپنی خلافت پر استدلال کرتے لیکن حضرت علی اور حضرت عباس میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ سید محمد قاسم حسینی زبیدی معنی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاریخ البروس ج ۱ ص ۳۹۸-۳۹۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریتہ، ۱۳۰۶ھ

(۵) مسند بزار میں ہے حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو میں کسی کو کیسے اپنا خلیفہ بنا سکتا ہوں۔ اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر لھی ہوئی تو حضرت علی اس طرح نہ فرماتے۔

(۶) اس حدیث میں مولیٰ دوست محب اور ناصر کے معنی میں ہے جیسا کہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں: اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے۔ یہ دعا اس پر قرینہ ہے کہ من کنت مولاه فقد علی مولاه کا معنی ہے میں جس کا دوست یا محب یا ناصر ہوں علی اس کے دوست یا محب یا ناصر ہیں۔

اہل تشبیح کے اس اعتراض کے اور بھی متعدد جوابات ہیں لیکن ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف اہل جوابات پر

اکتفا کر کے ہے۔

اس باب کی احادیث کی ہم نے بہت مبسوط شرح کی ہے اور خراج اور فنی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے اس پر دلائل فراہم کیے ہیں، اس کے بعد مسئلہ فدک اور مسئلہ خلافت پر نہایت بسط سے بحث کی ہے ہر چند کہ ان مسائل پر علماء اہل سنت نے کافی کچھ لکھ دیا ہے لیکن اس کی ترتیب اور تدوین ایسی نہیں ہے جس سے آج کا سہل پسند قاری استفادہ کر سکے، ہم نے اس دور کی تحریر کے اسلوب اور تصنیف و تالیف کے جدید تقاضوں کے پیش نظر لکھا ہے اور اہل سنت کے موقع کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو دلائل ہمیں اتنا دیے ان کو بھی بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے بہت محنت کی ہے، مختلف لائبریریوں میں جا کر چھان پھشک کر کے کتب شیعہ سے مواد فراہم کیا اور بہت محنت، عرق ریزی اور جالسوزی سے حوالہ جات تلاش کیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا دشمن کو نفع آدر نہائے۔ اہل سنت کے لیے اس تحریر کو استقامت اور طمانیت کا سبب بنائے اور شیعہ حضرات کے لیے اس کو موجب رشد و ہدایت بنائے، اللہ تعالیٰ مصنف، ناشر، مصحح، کاتب، جملہ معاونین اور قارئین کو تعظیم صحابہ اور محبت اہل بیت پر قائم رکھے، اسلام پر زندہ اور ایمان پر خاتمہ فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، دنیا اور آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ اور مومن رکھے اور اپنے فضل و کرم اور سرکار کے توسل سے جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی محمد وآلہ الطیبین سید المرسلین اول الشافعیین وللشفیعین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہم واولیاءہم وعلیٰ ملتہم اجمعین الی یوم الدین۔

مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم کرنے کا طریقہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو مال غنیمت سے دو حصے دیے اور آدمی کو ایک حصہ دیا۔

باب ۵۹۱ کيفية قسمة الغنمة بين الحاضرين

۴۴۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كَامِلٍ فَضِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ كِلَاهُمَا عَنْ سَلِيمٍ قَالَ

يَحْيَى أَخْبَرَنَا سَلِيمُ بْنُ أَحْمَرَ عَنْ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ حَدَّثَنَا

جلد خامس

بْنِ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَسَمَ فِي التَّقْدِيلِ بِالْفَرَسِ سَمْعَمِينَ وَذَلِكَ
سَهْمًا -

امام مسلم نے ایک اور سند سے اس حدیث کا
ذکر کیا ہے اس میں قیمت کا ذکر نہیں ہے۔

۴۴۷۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كَيْسَانَ
أَبِي حَدَّ قَتْنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ مِثْلَهُ
وَلَمْ يَذْكُرْ فِي التَّقْدِيلِ -

گھوڑے کو دو حصے دینے پر جمہور فقہاء کی احادیث
ماخذ بدر الدین مینے کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی اور اس کے گھوڑے کے لیے تین حصے دیے، ایک حصہ اس کے
بیٹے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے، اور امام نسائی نے حضرت زبیر سے روایت کیا ہے کہ فتح خیبر کے
سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو چار حصے دیے، ایک حصہ حضرت زبیر کو، ایک حصہ ذی القربیٰ
سے حضرت زبیر کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کو اور دو حصے گھوڑے کے لیے، اور امام احمد نے
حضرت علی، حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
گھوڑے کے لیے دو حصے نکالتے تھے اور امام دارقطنی نے حضرت ابی رحم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
کہ میں اور میرا بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لیے گئے اور ہمارے ساتھ دو گھوڑے
تھے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھ حصے عنایت کیے چار حصے ہمارے (دو گھوڑوں کے لیے)
اور دو حصے ہمارے بیٹے۔ امام دارقطنی نے ابو کبشہ اناری، حضرت ابن عباس، حضرت ضباعتہ بنت الزبیر، حضرت
مقداد، حضرت جابر، حضرت ہبل بن ابی حمزہ اور حضرت ابو ہریرہ سے بھی اس مضمون کی احادیث روایت کی ہیں۔
جمہور فقہاء اسلام امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام محمد نے ان احادیث کے پیش نظر یہ کہا
ہے کہ مال قیمت سے گھوڑے سوار کرتے ہیں، دیے جائیں گے جس میں سے دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے
اور ایک حصہ خود اس کے لیے۔

گھوڑے کو ایک حصہ دینے پر امام ابوحنیفہ کی احادیث
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ گھوڑے کو صرف
ایک حصہ ملے گا اور ایک حصہ گھوڑے سوار کو

ملے گا، امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے، امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ حضرت مقداد بن عمرو رضی
اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جنگ بدر کے دن مسجد نام کے ایک گھوڑے پر سوار تھے، نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے ان کو مال قیمت سے دو حصے دیے، ایک حصہ ان کے لیے اور ایک حصہ ان کے گھوڑے کے لیے
بیزلام واقعہ میں منافذی میں اپنی سند کے ساتھ حمزہ بن خارجہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ میں جو قرظیہ کے خلاف جنگ میں ایک گھوڑے پر سوار ہو کر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
حصہ مجھے اور ایک حصہ میرے گھوڑے کو دیا، اور امام ابی حنیفہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیے اور پیادے کو ایک حصہ دیا۔ اور ابن مرد
نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو مصطلق کی عورتیں قید ہو کر ہاتھ
آئیں آپ نے ان میں سے خمس نکال کر باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، آپ نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیے
اور پیادے کو ایک حصہ دیا اور امام دارقطنی نے کتاب المتوفات والمختلف میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر
رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیتے تھے۔
گھوڑے کو ایک حصہ دینے پر امام ابو حنیفہ کے عقلی دلائل | توضیح میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے
تمام اگلے پچھلے علماء کی مخالفت کی ہے

اور یہ کہہ لیا ہے کہ گھوڑے کو صرف ایک حصہ ملے گا، امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ گھوڑے کو دو حصے اور انسان کو ایک حصہ
دینے میں انسان پر گھوڑے کی فضیلت ہے اور میں انسان پر جانور کو فضیلت دینا مکروہ سمجھتا ہوں، امام ابو حنیفہ
کے اصحاب نے بھی ان کی مخالفت کی ہے اور تمام فقہاء کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ تنہا رہ گئے، علامہ ابن سحنون
نے بھی کہا ہے کہ یہ صرف امام ابو حنیفہ کا قول ہے، اور وہ اس میں منفر د ہیں، علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ اس
قول میں امام ابو حنیفہ منفر د نہیں ہیں، بلکہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

احادیث ابی حنیفہ پر جرح کا جواب | امام ابو حنیفہ نے امام واقدی کی سند سے بھی استدلال کیا ہے،
اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام واقدی کی ثقاہت میں قلیل مقال

ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام واقدی پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے، مصعب زہری سے ان کے متعلق سوال کیا گیا تو
انہوں نے کہا واقدی ثقہ اور امون ہیں۔ اسی طرح سیسی نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا اور ابو عبید القاسم بن سلام
نے بھی کہا کہ واقدی ثقہ ہیں، داؤدی نے کہا کہ واقدی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔

جمہور فقہاء کی احادیث پر جرح | جمہور فقہاء نے امام ابو داؤدی جو روایت امام احمد سے بیان کی ہے اس
میں ایک راوی سعودی ہے اس پر جرح کی گئی ہے، اور امام دارقطنی نے

جو حدیث ابو ریم سے روایت کی ہے اس کی سند میں قیس بن زبیب ہے، تصحیح میں لکھا ہے اس کو بعض ائمہ نے
ضعیف قرار دیا ہے اور ابو ریم کی صحابیت میں اختلاف ہے اور امام دارقطنی نے ابی کبشہ انباری سے جو روایت
بیان کی ہے اس کی سند میں محمد بن عمران عیسیٰ ہے اس کو امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس میں ایک راوی
عبداللہ بن بشر ہے، اس کو امام نسائی، یحییٰ قطان، ابو حاتم اور خود امام دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام دار
قطنی نے مفاد سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں موسیٰ بن یعقوب ضعیف راوی ہے۔

امام ابو حنیفہ کے موقف پر علامہ عینی کے دلائل | اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر چہ کہ جمہور فقہاء کی حدیث
بعض اسانید سے ضعیف ہے، لیکن یہ اسانید صحیح

سے بھی مروی ہے چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے لہذا ان اسانید صحیح سے یہ
حدیث امام ابو حنیفہ پر حجت ہوگی۔ علامہ بدرالدین عینی نے ان احادیث کے جواب میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں ہے

واعلموا انما عتتم من شیء فان عدنا لہ من شیء | اور جان لو کہ تم نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے

خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتیمی والمساکین (الانفال، ۴۱)
اس کا پانچواں حصہ اللہ، اس کے رسول (رسول کے) رشتہ داروں
یتیموں اور مسکینوں کے لیے ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں تمام مال غنیمت حاصل کرنے والوں کو خطاب ہے اور اس کا یہ تقاضا ہے
کہ گھوڑے سوار اور پیادے کے درمیان مساوات ہو اور جن احادیث میں گھوڑے کے لیے دو حصہ دینے کا
ذکر ہے وہ بطور عطیہ اور انعام پر محمول ہیں۔ ۱۷
علامہ عینی کے اس استدلال پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت کا کوئی نفاذ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ گھوڑے
سوار اور پیادہ کا حصہ مساوی ہو اور بقرض تسلیم یہ امام ابوحنیفہ کو بھی منصر ہے کیونکہ وہ بھی گھوڑے سوار کو دو حصے
اور پیادہ کو ایک حصہ دینے کے تاقی ہیں۔

علامہ المرغینانی کے دلائل اور مصلحت بحث | علامہ المرغینانی (صاحب ہدایہ) نے ان احادیث مجیدہ کے
جواب میں یہ لکھا ہے کہ ان احادیث میں گھوڑے کے لیے

دو حصے دینے کا ذکر ہے اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں گھوڑے کے لیے
ایک حصہ دینے کا ذکر ہے اور یہ دونوں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے مشتق ہیں جو آپس میں
متعارض ہیں، اس کے برخلاف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کی یہ قولی حدیث روایت کی ہے:
وقد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام للفارس
سهمان وللراجل سهم۔
سوار کے لیے دو حصے ہیں اور پیادہ کے لیے ایک
حصہ ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں: جب فعلی احادیث متعارض ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر عمل کرنا
چاہیے کیونکہ یہی ہے کہ گھوڑے سوار کو دو حصے دیے جائیں اور پیادہ کو ایک، اور اس سے امام ابوحنیفہ
کے نزعت کی تائید ہوتی ہے ۱۸

علامہ المرغینانی کی یہ دلیل بہت قوی تھی بشرطیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ قولی حدیث موجود ہوتی، حافظ
زبیلی لکھتے ہیں یہ حدیث بہت غریب ہے اور جس نے اس حدیث کی نسبت امام ابن شیبہ کی طرف کی ہے
اس نے خطا کی ہے کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا۔ ۱۹
حاصل بحث یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہ نظر یہ بہت قوی ہے
کیونکہ اہل حق نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان کی اسانید بلاشبہ ان احادیث کی اسانید سے زیادہ قوی
ہیں جن سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے۔

۱۷۔ علامہ عبد الباقی ابو محمد محمد بن احمد بن حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ دارۃ الطبائع المشرقیہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۱۸۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اور میں ص ۵۵۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، ۱۴۰۷ھ

۱۹۔ حافظ جمال الدین ابو محمد عبدالرشید متوفی ۶۲۲ھ، نصاب الراہب ج ۳ ص ۴۱، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند

بَابُ الْإِمْدَادِ بِالْمَلَائِكَةِ فِي غَزْوَةٍ بَدْرٍ وَإِبَاحَةِ الْغَنَائِمِ

۴۶۶ - حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيحِ
حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ
عَتَّارٍ حَدَّثَنِي يَسْمَاكُ الْخَنَفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ
ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ حَرَّ وَحَدَّثَنَا
زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا
عَمْرُ بْنُ يُونُسَ الْخَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ
بْنُ عَتَّارٍ حَدَّثَنِي أَبُو زَيْدٍ هُوَ يَسْمَاكُ
الْخَنَفِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَبَّاسٍ
قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا
كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ
وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُمِائَةٍ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا
فَأَسْتَقْبَلَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْقَيْلَةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَهْتِفُ
بِرَبِّهِ اللَّهُ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي
اللَّهُمَّ إِنِّي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ إِن تَهْلِكْ
هَذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تَعُدُّ
فِي الْأَرْضِ قِمَاتًا أَلْ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ مَا دَامَ
يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقَيْلَةِ حَتَّى سَقَطَ
بِرَأْسِهِ عَنْ مَتَكِبِيهِ فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ
فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى مَتَكِبِيهِ ثُمَّ
الْتَزَمَهُ مِنْ وَرَائِهِ وَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ
كَفَاكَ مَنَاشِدُكَ رَبِّكَ فَإِنَّهُ سَيُجِزُ
لَكَ مَا وَعَدَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذْ
تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنْزِلْ

غزوه بدر میں فرشتوں کی امداد اور غنیمت
کے مباح ہونے کی بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا غزوه بدر کے
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا
تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھ تین سو انیس مرد
تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور
لوٹنا شروع کرنا شروع کیا اور اپنے رب سے یہ دعا کی: اے
اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما،
اے اللہ! تو نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ ظاہر
فرما، اے اللہ! اسلام کی یہ جماعت اگر ہلاک ہو گئی تو
پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی، آپ
لوٹنا پھیرا کر بار بار بلند مسلسل دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ
کے شانوں سے چادر گر گئی، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
آپ کے پاس آئے اور چادر پکڑ کر آپ کے کندھوں پر
ڈالی اور پھر پیچھے سے آپ کے ساتھ بیٹھ گئے اور کہنے
لگے یا نبی اللہ! اللہ سے آپ کی یہ دعا کافی ہے، آپ کا رب
آپ سے کیے ہوئے وعدہ کو عنقریب پورا فرمائے گا پھر
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "جب تم اپنے
رب سے مدد طلب کر رہے تھے تو اس نے تمہاری
دعا قبول فرمائی، میں تمہاری لگاتار ایک ہزار فرشتوں سے
مدد فرماؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آپ کی مدد
فرمانی۔۔۔ ابو زید نے کہا حضرت ابن عباس نے
یہ حدیث بیان کی اس روز ایک مسلمان ایک مشرک کے
پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا، اتنے میں اس نے
اپنے اوپس سے ایک کوزے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے
سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا: اے عیزم آگے بڑھ۔۔۔
پھر وہ اس فرشتے کے گھوڑے کا نام پتا پھر اچانک

مُهَدِّئًا كُمْ يَا لَيْفَ مَنَ النَّبَلِ كَمَا مُرَدِّفِينَ فَاسَدًا
 اللَّهُ يَا سَلَامًا رَبِّكَ قَالَ أَبُو ثَوْرٍ مِثْلَ قَهْدَةٍ شَيْءٍ
 ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
 يَوْمَئِذٍ يَشْتَدُّ فِي أَيْدِي رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
 أَمَامَهُ لَأَسْمِعَ صَوْرَةَ بَيْتِ السُّوْطِ فَرَدَّ وَ
 صَوَّتَ الْفَارِسُ يَقُولُ أَقْدِمْ رَحِيمُؤْمُ فَتَنْظُرُ
 إِلَى الْمُشْرِكِ أَمَامَهُ فَخَرَّ مُسْتَلْقِيًا فَتَنْظُرُ
 إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ قَدْ حُطِمَ أَنْفُهُ وَ شَقَّتْ
 وَجْهُهُ كَفَضَّ بَيْتَ السُّوْطِ فَأَخْضَرَ ذَلِكَ
 أَجْمَعُ فَجَاءَ الْأَنْصَارِيُّ فَحَدَّثَ بِذَلِكَ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ صَدَقَ ذَلِكَ مِنْ مَدْيَةِ السَّمَاءِ
 الثَّلَاثَةَ فَتَقَاتَلُوا يَوْمَئِذٍ سَبْعِينَ وَاسْتَرَدَّ
 سَبْعِينَ قَالَ أَبُو ثَوْرٍ مِثْلَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
 فَلَمَّا اسْتَرَدَّ الْأَسَدَانِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْ بَكْرٍ وَ عَمْرٍ
 مَا تَرَوُونَ فِي هَذَا الْأُسَارَى فَقَالَ
 أَبُو بَكْرٍ يَا نَبِيَّ اللَّهِ هُمْ بَنُو الْعَمْرِ وَ
 الْعَشِيرَةُ أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فَنِيَسَهُ
 فَتَكُونُ لَنَا قُوَّةٌ عَلَى الْكُفَّارِ فَعَسَى اللَّهُ
 أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَى يَا
 ابْنَ الْعَطَّابِ قُلْتَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولُ
 اللَّهِ مَا أَرَى لَنْ فِي رَأْيِ أَبِي بَكْرٍ وَ لَكِنَّ
 أَرَى أَنْ تَمْلِكُنَا فَتَضْرِبَ أَعْمَسًا قَهْمُ
 فَتَمْلِكُنَا عَلِيًّا مَنَ عَقِيلٍ فَيَضْرِبَ
 عُنُقَهُ وَ تَمْلِكُنِي مَنَ فَلَكَ بِنَ كَسْبِيْنَا لَعْمَرٍ
 فَاضْرِبْ عُنُقَهُ فَإِنَّ هَذَا لَأَيُّمَةُ الْكُفْرِ
 وَصَنَادِي يَدَهَا فَهَرَوَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چپٹ ہو گیا، اس
 مسلمان نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ پڑی
 اور اس کا چہرہ اس طرح بھٹ گیا جیسے کڑا انگہ ہو اور اس کا
 ہر اہم نہیا پڑ گیا تھا، اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا تم نے
 سچ کہا یہ عیب آسمان سے مدد آئی تھی، اس دن مسلمانوں نے
 ستر مشرکوں کو قتل کیا اور ستر لوگوں کو قتل کیا، ابو بکر نے
 کہا کہ حضرت ابن عباس نے کہا جب مسلمانوں نے قیدیوں
 کو گرفتار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
 ابو بکر اور حضرت عمر سے کہا تمہارا ان قیدیوں کے بارے
 میں کیا خیال ہے، حضرت ابو بکر نے کہا یا نبی اللہ! یہ ہمارے
 علم زاد اور ہمارے قبیلے کے لوگ ہیں، میری لاش یہ ہے
 کہ آپ ان سے فدیے لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف
 قوت حاصل ہوگی اور شاید اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی ہدایت
 دے دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے
 ابن الخطاب تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا نہیں، بنیاد
 یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو حضرت ابو بکر کے
 سے، لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے
 کیجئے تاکہ ہم ان کی گردنیں اتار دیں، آپ عقیل کو حضرت علی
 کے حوالے کیجئے کہ وہ اس کی گردن اتار دیں، اور میرا خیال
 رشتہ دار میرے حوالے کریں کہ میں اس کی گردن مار دوں۔
 یہ لوگ کافروں کے بڑے اعدا ان کے سر طرہ ہیں، رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو بکر کے رائے پسند آئی اور
 میری رائے پسند نہیں آئی، دوسرے دن جب میں رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر بیٹھے ہوئے
 در سے ہیں، میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بتلائیے کہ
 آپ اور آپ کا صاحب کس وجہ سے در سے ہیں، اگر
 مجھے بھی روٹا یا تو میں روٹوں گا اور اگر مجھے روٹانا یا تو میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَلَمْ يَسْمَعْ
مَا قُلْتُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَدِجِثِ قِيَادًا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
أَبُو بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي مِنْ آتِي شَيْءٍ بِتَبَكِّي
أَنْتَ وَصَاحِبُكَ فَإِنِ وَجَدْتُ بُكَاءً
بَكَيْتُ وَإِنِ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ
لِبُكَائِكُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْكِي لِذِي عَرَضٍ عَلَيَّ
أَمْحَابُكَ مِنْ أَخَذِهِمُ الْفِدَاءَ لَقَدْ
عَرَضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ آذَنِي مِنْ هَذِهِ
الشَّجَرَةِ شَجَرَةٍ قَرِيبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْوَلَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ
أَسْرَى حَتَّى يُشْحَنَ فِي الْأَمْرِ مِنْ إِي قَوْلِهِ
فَكُلُّوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا فَأَحَلَّ اللَّهُ
الْغَنِيمَةَ لَهُمْ -

آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے ایسی صورت بنالوں
کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس واقعہ کی وجہ
سے روبرو ہوں جو تمہارے ساتھ تیرے گنہگاروں کی وجہ
سے مجھ پر پیش آیا ہے، بلاشبہ مجھ پر ان لوگوں کا عذاب
پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا وہ
درخت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا اور اللہ تعالیٰ
نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) کسی نبی کی شان
کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کفار کا زمین پر خون بہانے سے
پہلے ان کو قیدی بنائے۔ سو تم کو جو مال غنیمت
حاصل ہے اس کو کھاؤ، ورنہ اس کا ایک یہ حلال اور طیب ہے
پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا۔

علامہ نووی کہتے ہیں بدر وہ جگہ ہے جہاں پر ایک بہت عظیم اور مشہور جنگ واقع ہوئی، یہاں پر ایک
مشہور پانی کی جگہ اور ایک بہتی تھی یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھی اور مدینہ منورہ سے چاند میل
دور تھی، ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ بدر ایک شخص کا کنواں تھا اس شخص کا نام بھی بدر تھا، اسی کے نام پر اس کنواں کا نام بدر رکھ
دیا گیا، ابوالیقظان نے کہا ہے کہ بنو غفار کے ایک شخص کا یہ کنواں تھا، غزوہ بدر سترہ رمضان دو ہجری کو جس کے دن واقع
ہوا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں دن غزوہ بدر ہوا وہ سخت گرم دن تھا یہ
جنگ بدر کے دن اللہ تعالیٰ کے وعدہ فتح کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت

گر یہ وزاری سے دعا کی حکمت

اس باب کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی فتح اللہ نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغاثہ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوازی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، ص ۱۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۱۳۷۵ھ

جلد خاص

گریہ و زاری کے ساتھ دعا کی اس حال میں حضرت ابو بکر نے آپ کو تسلی دی اور کہا یا جنی اللہ! آپ کی یہ دعا کافی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے کیے ہوئے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا۔ علامہ نووی سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر شدت کے ساتھ اس لیے دعا کی تھی تاکہ آپ کے اصحاب آپ کو دعا کرتے ہوئے دیکھ لیں، اور آپ کی دعا کی وجہ سے ان کے دل قوی ہو جائیں، علاوہ ازیں دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ سے عزت و کرامت مانگنا عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آپ کو کفار کے لشکر سے — یا کفار کے قافلہ میں سے کسی ایک پر فتح عطا فرمائے گا، اور قافلہ مکمل چکا تھا، اس لیے اب کفار کے لشکر پر آپ کو فتح عطا کرنا مقصود ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے اس لیے شدت سے دعا کی تاکہ یہ فتح جلد حاصل ہو اور مسلمانوں کو زیادہ ضرر پہنچے۔ یہ فتح حاصل ہو جائے۔ لے

ماقتد بن عمر مسقلانی سمجھتے ہیں، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ گمان کرنا جائز نہیں ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکر اللہ کی نصرت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہر امید ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر گریہ و زاری سے دعا کرنے کی وجہ آپ کی صحابہ پر شفقت اور ان کے دلوں کو تقویت دینا تھی کیونکہ یہ صحابہ کا پہلا جہاد تھا اس لیے آپ نے سخت آہ و زاری سے دعا کی کیونکہ صحابہ کو یہ یقین تھا کہ آپ کی دعا مستجاب ہوتی ہے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام خوف میں تھے اور یہ نبرد کا انتہائی کمال مقام ہے اور آپ کے نزدیک یہ جائز تھا کہ اس دن مدونہ آئے کیونکہ مد کا وعدہ مجمل تھا یہ حال یہ وہم کرنا قطعاً باطل ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر کو زیادہ طمانیت حاصل تھی بلکہ حضرت ابو بکر کو یہ یقین تھا کہ حضور نے اس قدر شدت گریہ سے دعا کی ہے جو ضرور باریاب ہو کر رہے گی۔ لے

کیا جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا تھا؟ اس باب کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آپ کی مدد فرمائی، اور حضرت ابن عباس نے فرمایا جنگ بدر

کے دن کبھی مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑا تھا، اتنے میں اس نے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز سنی دی جو کہہ رہا تھا "اے جیڑوم آگے بڑھ" پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چپٹا گر پڑا۔ اس کی ناک پر چوٹ تھی اور تیرہ پھٹ گیا تھا اور اس پر نیل کا سبز نشان تھا جیسے کوڑا لگا ہو، اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا، آپ نے فرمایا: تم یہ کہتے ہو میرے آسمان سے مدد آئی تھی۔

علامہ اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں نے بھی جنگ میں حصہ لیا تھا یا نہیں؟ صحیح مسلم کی اس مریخ حدیث کے پیش نظر زیادہ تر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ فرشتوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا، اور بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ فرشتوں کا نازل ہونا صرف مسلمانوں کو تقویت اور بشارت دینے کے لیے تھا کیونکہ قرآن مجید میں فرشتوں کے نازل کرنے کا ذکر سورہ آل عمران اور سورہ انفال میں ہے اور دونوں جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: وما جعدہ اللہ الا بشرای لکم ولتطمئن قلوبکم بیکم بہ اللہ تعالیٰ نے صرف تمہارے دلوں کو مطمئن کرنے اور تمہیں

لے۔ علامہ کبیری بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ موزع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
 لے۔ حافظہ شباب الدین احمد علی ابن عمر مسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۸۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

عزیز دینے کے لیے فرشتوں کو نازل کیا ہے۔ لہذا اس صریح آیت کے مقابلہ میں ان روایات کو ترک کر دیا جائے گا جن میں فرشتوں کے قتل کرنے اور جگ کرنے کا ذکر ہے، ہمارے نزدیک یہی نظر یہ راجح ہے اس بحث کو پوری طرح واضح کرنے کے لیے پہلے ہم قرآن مجید کی وہ آیات ذکر کریں گے جن میں فرشتوں کو نازل کرنے کا ذکر ہے پھر اس کے بعد مفسرین کی آراء کا ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اذ تقول للمؤمنین ان یکنیکم ان
یمدکم ربکم بثلاثة الاف من الملائکة منزلین
بلی ان تصبروا و اتقوا و یا توکم من فوہم
هذا یمدکم ربکم بخمسة الاف من الملائکة
مسومین و ما جعلہ اللہ الا بشری
لکم و لتطمین قلوبکم بہ و ما النصر الا
من عند اللہ العزیز الحکیم
ال عمران : ۱۲۶-۱۲۷

جب آپ مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ کیوں نہیں اگر تم ٹھہرے رہو اور اللہ سے ڈرو اور وہ اسی وقت یکدم تم پر ٹوٹ پڑیں تو (اُسی دن) تمہارا رب تمہاری پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے مدد فرمائے گا اور اللہ نے اس کو تمہارے لیے صرف خوشخبری بنایا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ غالب، حکمت دانے کی طرف سے ہے۔

جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا سن لی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں اور اس کو اللہ نے صرف خوشخبری بنایا ہے، اور اس لیے کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے بیشک اللہ بہت غالب، (اور) نہایت حکمت والا ہے۔

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم
ان یمدکم بالاف من الملائکة مردفین
و ما جعلہ اللہ الا بشری و لتطمین
بہ قلوبکم و ما النصر الا من عند اللہ
ان اللہ عزیز حکیم
(انفال : ۱۰-۹)

امام بلاذری سورہ آل عمران کی آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فرشتوں کی نعمت کی کیفیت میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فرشتوں نے مومنوں کے ساتھ قتال کیا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ صرف مسلمانوں کے دلوں کو تقویت دیا تھا، اور ان کو یہ خبر دیا تھا کہ ان کا لشکر بوسگی اور کافروں کے دلوں پر رعب ڈال دیا تھا، اور ظاہر یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑتی تو وہ لشکر کے ساتھ جگ میں شریک ہوتے اور ہر جگہ ہے کہ جگ میں ان کی ضرورت پیش نہ آئی ہو، اور مسلمانوں کے دلوں کی تقویت کے لیے صرف ان کا میدان جگ میں حاضر ہونا کافی ہو اور زیادہ مفسرین کا یہ زعم ہے کہ فرشتوں نے صرف جگ بدر میں قتال کیا تھا اور کسی جگہ میں قتال نہیں کیا۔

۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر بلاذری متوفی ۳۰۸ھ

ام ہادی سدرۃ انفال کی آیات کے تحت لکھتے ہیں:

اس بات میں اختلاف ہے کہ فرشتوں نے جگ بدر کے قاتل میں حصہ لیا تھا یا نہیں، ایک قوم نے کہا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پانچ فرشتوں کے ساتھ میمو پر تھے جس میں حضرت ابوبکر تھے، اہل میکہ میں علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میسرہ پہنچے جس میں حضرت بل بن ابیطالب تھے، یہ فرشتے سفید کپڑے پہنے ہوئے انسانوں کی صورت میں تھے، اور انہوں نے قاتل کیا، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے صرف جگ بدر میں قاتل کیا اور جنگ اعزاب اور جگ حنین میں قاتل نہیں کیا، ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود سے ابوجہل نے کہا وہ آواز کہاں سے آ رہی تھی جس کو میں سن رہا تھا، اور برنے والا نظر نہیں آ رہا تھا، حضرت ابن مسعود نے کہا وہ فرشتوں میں سے تھا۔ ابوجہل نے کہا پھر فرشتوں نے تم کو شکست دی ہے مگر تم نے! اور ایک روایت ہے کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا اچانک اس نے اوپر سے کرنا مارنے کی آواز سنی۔ اس نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو وہ زمین پر چوت گر پڑا درآن حالیکہ اسی کا چہرہ چمٹ چکا تھا، اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ آسمان سے مرد آئی تھی۔

دوسری قوم نے یہ کہا کہ فرشتوں نے قاتل نہیں کیا وہ صرف لشکر کی تعداد میں اضافے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے آئے تھے اور صرف ایک فرشتہ ہی تمام دنیا کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے، کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے اپنے صوف ایک بڑے ملاح میں قوم لوط کو ہلاک کر دیا تھا اور قوم صالح اور نوح کے شہروں کو صرف ایک جہنم سے ہلاک کر دیا تھا، اور اس امداد کی کیفیت کا سورہ آل عمران میں تفصیلاً ذکر ہے، فرشتے قاتل کے لیے نہیں آئے تھے اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بَشَرًا** "اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نازل کرنے کو صرف خوشخبری کے لیے بنایا ہے؟"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جگ بدر کے دن ایک چھپر کے نیچے بیٹھ کر دعا کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب تھے آپ کے ساتھ احد کرنی نہیں تھا، اس وقت آپ کو اذان گونجا، گونجا، پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت ابوبکر کی لان پر مارا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ کی مدد کی بشارت سنو، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جبرائیل ایک لشکر کی پیشوائی کر رہے ہیں، یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتوں کے نازل کرنے سے صرف اسی بشارت کا بیجنا متعمر تھا، اور یہ حدیث فرشتوں کے قاتل کرنے کی نفی کرتی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بَشَرًا** "حضرت صرف اللہ کی جانب سے ہے؟" اس آیت سے اس بات پر شبہ کرنا ہے کہ ہر چند کہ فرشتے مسلمانوں کی موافقت کے لیے نازل ہوئے ہیں، لیکن مسلمانوں پر نازل ہے کہ وہ فرشتوں کے نزول پر اعتماد نہ کریں، بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت اور اس کی ہدایت کو کافی سمجھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے جو بھی مغلوب نہیں ہوتا اور وہی حکیم ہے اور جس جگہ عداوت حضرت کی فرزندت ہو وہیں مدد پہنچانا ہے۔
تاکہ پیٹھا وہی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جبرئیل فرمایا ہے **وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بَشَرًا** کم ولتطمئن قلوبکم بہ وما لیتنصروا من عندنا اللہ۔

۱۔ ام خرویدین محمد بن حیان مدین عمرانی حنفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ۷۵ ص ۳۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

وما رمیت اذا رمیت ولكن الله
ما لى
(انفال : ۱۷)

قتل نہیں کیا، لیکن ان کو اللہ نے (حقیقتاً) قتل کیا ہے
اور (اے محمد) آپ نے (حقیقتاً) قتل نہیں بھیجی جس
وقت (نظاہر) آپ نے (خاک) پھینکی تھی، وہ خاک اللہ
نے بھیجی۔

نظاہر اصحاب بدر نے کافروں کو قتل کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم نے ان کو حقیقتاً قتل نہیں کیا،
اللہ نے ان کو قتل کیا ہے، اگر فرشتوں نے نظاہر قتل کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ان کو فرشتوں نے حقیقتاً قتل نہیں کیا اللہ
نے قتل کیا ہے اور اگر نظاہر اصحاب بدر نے قتل کیا ہوتا اور حقیقتاً فرشتوں نے قتل کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا
اے مسلمانو! تم نے ان کافروں کو حقیقتاً قتل نہیں کیا ان کو تو درحقیقت فرشتوں نے قتل کیا ہے، لیکن جب اللہ
تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف قتل کی نسبت ظاہر کیا نہ حقیقتاً، تو معلوم ہوا کہ بدر کے کافروں کو قتل کرنے میں فرشتوں
کا کوئی دخل نہیں ہے نہ ظاہر نہ حقیقتاً اور بدر میں حملہ آور کافروں کو قتل کرنا صرف اور صرف صحابہ کرام رضوان
اللہ علیہم اجمعین کا کارنامہ ہے اور بدر میں فرشتوں کا نزول صرف مسلمانوں کے اطمینان اور ان کو بشارت
دینے کے لیے تھا، اور جو فرشتے بدر میں اترے انھیں دوسرے فرشتوں پر تفصیلت حاصل ہوئی، اس لیے
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض فرشتوں کو عزت اور تفصیلت دینے کے لیے بدر میں فرشتوں کو اتارا ہوا!
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن رفاعة الزماني عن ابيه وكان
ابوه من اهل بدر قال جاء جبرئيل الى النبي
صلى الله عليه وسلم فقال ما تعدون اهل بدر
فيكفر قال من افضل المسلمين واكلمة نحوها
قال وكذلك من شهد بدرًا من
الملائكة له

حضرت معاذ بن رفاعہ اپنے والد سے روایت
کرتے ہیں (ان کے والد اہل بدر سے تھے) کہ حضرت
جبرائیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے!
آپ اہل بدر کو کون سا درجہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا
وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں یا اس کی مثل کوئی
اور گھر فرمایا، حضرت جبرائیلؑ نے کہا ہم بھی اسی طرح فرشتوں
میں بدری فرشتوں کو سب سے افضل قرار دیتے ہیں۔

اس لیے فرشتوں کو بدر میں نازل کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض فرشتوں کو عزت اور تفصیلت دیا جائے۔
قرآن مجید کی صریح آیات اور بعض احادیث سے ہم نے یہی سمجھا ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتوں کا نزول صرف بشارت
دینے یا مسلمانوں کی تائید اور تقویت کے لیے ہوا تھا اور فرشتوں نے قاتل میں حصہ نہیں لیا، ہمیں نے اس مسئلہ میں بہت
چھان بین کی لیکن میں نے کبھی کہ اکثر مفسرین نے اس مسئلہ کو بیان کرنے سے پہلو تہی کی ہے، اسی طرح شارحین تفسیر
اور متقیین سیرت نے بھی اس مسئلہ پر بحث کرنے سے دامن بچایا ہے، قابل ذکر علماء میں سے صرف امام رازی نے
اس مسئلہ پر بحث کی ہے، بہر حال میرے نزدیک جو حق تقارہ میں نے بیان کر دیا، اگر یہ فی الواقع حق ہے تو اللہ کی

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۹، مطبوعہ نور محمد دار المعرفۃ کراچی ۱۳۸۰ھ

جانب سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فہم کا نقص ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔
اس حدیث کے اخیر میں مال قیمت کے حلال ہونے کا بھی بیان ہے اس کی مفصل تحقیق ہم ابواب سابقہ میں بیان
کر چکے ہیں۔

بَابُ رَبِطِ الْأَسِيرِ وَحَبْسِهِ وَجَوَازِ الْمَنْ عَلَيْهِ

قیدیوں کو گرفتار کرنا اور ان کو احساناً رہا کرنے
کا جواز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سواروں کو نجد کی طرف
بھیجا، وہ لوگ بنو عینہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے
اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا اور وہ اہل پیامہ کا سردار تھا، انھوں
نے اس کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور
فرمایا: اے ثمامہ! تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا:
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خیر ہے، اگر آپ قتل
کریں گے تو ایک طاقتور شخص کو قتل کریں گے، اور
اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان
کریں گے، اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال
کیجئے، آپ جو مال چاہیں گے آپ کو مل جائے گا۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چھوڑ کر چلے گئے، دوسرے
دن پھر آپ نے فرمایا: اے ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟
اس نے کہا وہی جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں، اگر آپ
احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے،
اور اگر آپ قتل کریں گے تو ایک طاقتور شخص کو قتل کریں
گے، اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کیجئے آپ
جو مال چاہیں گے، وہ آپ کو مل جائے گا، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم پھر اس کو چھوڑ کر چلے گئے، حتیٰ کہ اگلے
روز پھر آپ نے فرمایا: اے ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟
اس نے کہا میری وہی بات ہے جو میں آپ سے کہہ
چکا ہوں، اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار

۴۴۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَاهُ يَرَوُهُ يَقُولُ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَبْلَ
نَجْدٍ وَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ
يُقَالُ لَهُ ثَمَامَةُ بْنُ أَثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ
الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَتَيْنِ مِنْ سَوَارِي
الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاذَا عِنْدَكَ يَا
ثَمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ
إِنْ تَقْتُلُ تَقْتُلُ ذَا دِمٍ وَإِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ
عَلَى شَاكِرٍ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ
تُعْطِيهِ مَا شِئْتَ فَتَرَكْنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَانَ
بَعْدَ الْغَدَا فَقَالَ مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ
قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ عَلَى
شَاكِرٍ وَإِنْ تَقْتُلُ تَقْتُلُ ذَا دِمٍ وَإِنْ
كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطِيهِ مَا
شِئْتَ فَتَرَكْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَانَ مِنَ الْغَدَا
فَقَالَ مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ فَقَالَ
عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ عَلَى
شَاكِرٍ وَإِنْ تَقْتُلُ تَقْتُلُ ذَا دِمٍ

كُنْتُ تَرِيْدُ الْمَالَ فَسَلَّ تُمْطَ مِنْهُ مَا
 سَيْتَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَظْلَقُوا ثِمَامَةَ فَأُتِلِقَ إِلَى
 نَحْلِ قَرِيْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَعْتَمَلَ شَحْرَةً
 دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ
 إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
 يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَيَّ
 الْأَرْضُ مِنْ وَجْهِ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ
 فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهَكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ مَوْلَاهَا
 إِلَيَّ وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينِ أَبْغَضَ إِلَيَّ
 مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ
 نَحْلِكَ إِلَيَّ وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ
 إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ
 إِلَيَّ مِنْ مَوْلَاهَا إِلَيَّ وَإِنْ خِيَلْتَ أَخَذْتُ
 وَأَنَا أُمْرًا يُدْعَى الْعُمَرُ فَكَأَنِّي أَتْرَى قَبْشَرَةَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
 أَمْرًا أَنْ يَعْتَمِرَ فَمَا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ
 لَهُ قَائِلٌ أَصَبْتُ فَقَالَ لَا وَ لَكِنِّي
 أَسْكُمْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَلَا وَاللَّهِ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ
 حَيَّةٌ حِنْطَطِرَتْ حَتَّى يَأْتِيَنَّ فِيهَا رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

مغض بر احسان کریں گے، اور اگر آپ نقل کریں گے تو
 ایک طاقتور شخص کو نقل کریں گے، اور اگر آپ مال کا اللہ
 کرتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جو مال چاہیں گے وہ آپ
 کو دیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثمامہ
 کو کھول دو، وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت
 کے پاس گیا اور غسل کر کے مسجد میں داخل ہو گیا اور کہنے
 لگا: اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمدًا
 عبدہ ورسولہ۔

اے عمر (صلی اللہ علیہ وسلم) بخدا پہلے میرے نزدیک دین سے
 زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چہرہ
 نہیں تھا اور اب آپ کا چہرہ اللہ مجھے تمام چہروں سے
 زیادہ محبوب ہے، بخدا! پہلے میرے نزدیک آپ
 کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسندیدہ نہ تھا، اور اب
 مجھے آپ کا دین تمام دینوں سے زیادہ محبوب ہے بخدا پہلے
 میرے نزدیک آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ
 تھا اور اب آپ کا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب
 ہے، آپ کے سواروں نے مجھے گمراہ کر لیا وہاں مالیکہ
 بیوا اللہ عمرہ کرنے کا تھا، اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بشارت دی اور عمرہ
 کرنے کا حکم دیا، جب وہ مکہ پہنچے تو کسی شخص نے ان
 سے کہا: کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ انھوں نے کہا
 نہیں، مگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے
 آیا ہوں، اور سن لو خدا کی قسم اب تمہارے پاس اس
 وقت تک پیام رسالت کا کوئی وارہ نہیں پہنچے گا جب تک
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ دیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری طرف گھوڑے
 سواروں کی ایک جماعت بھیجی، وہ لوگ ایک شخص کو
 گمراہ کر کے لائے جس کا نام ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ

۴۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا
 أَبُو بَكْرِ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ
 جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ
 أَنَّ سَعِيدَ أَبَاهُ يَوْمَ يَقُولُ بِعَنكَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا لَهُ نَحْوُ
أَرْبَعِينَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ يُقَالُ
لَهُ ثَمَامَةُ بْنُ أَثَالِ الْخَنْفِيُّ سَيِّدُ أَهْلِ
الْيَمَامَةِ وَسَأَلَ الْخَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ
الَّتِي إِلا أَنَا قَالَ إِنْ تَقَاتَلْتُمْ تَقْتُلُوا
كَادِمًا

اہل یامہ کا سرور تھا باقی حدیث حسب سابق ہے البتہ
اس میں یہ ہے کہ اگر آپؐ مجھے قتل کریں گے تو
ایک طاقتور شخص کو قتل کریں گے۔

اس حدیث میں جنگی قیدیوں کو احساناً آزاد کرنے کا ثبوت ہے۔ ابواب سابقہ میں ہم اس پر تفصیلی بحث
کر چکے ہیں، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں قیدی کو باہر منے اور اس کو قید کرنے کا ثبوت ہے اور
اس حدیث میں کافر کو مسجد میں داخل کرنے کے جواز کا بھی ثبوت ہے، امام شافعی کے نزدیک مسلمان کی اجازت
سے کافر کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے، خواہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی، امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے، امام
ابو حنیفہ کے نزدیک اہل کتاب کو داخل کرنا جائز ہے اور غیر کتابی کافر کو مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں ہے، ہم شرح
صحیح مسلم جلد ثانی میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ
ثمامہ نے اسلام قبول کرنے
سے پہلے غسل کیا، علامہ نووی لکھتے ہیں: جب کوئی کافر اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرے تو فوراً اسلام قبول کرنے
اور غسل کی وجہ سے اس کو مؤخر نہ کرے، اور نہ کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کو غسل کی اجازت دے بلکہ اس کو
فوراً اسلام لانے کا حکم دے، اور اس کے بعد وہ شخص غسل کرے، علامہ نووی کہتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر
زمانہ کفر میں وہ جنبی تھا تو اس پر غسل واجب ہوگا خواہ اس نے غسل کیا ہو یا نہ، بعض مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ اسلام کی وجہ
سے اس سے غسل ساقط ہو گیا جیسا کہ دوسرے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے، اور اگر اسلام سے قبل
وہ جنبی نہ ہو تو پھر اس کا غسل کرنا مستحب ہے، یہ ہمارا، امام مالک کا اور دوسرے فقہاء کا مذہب ہے، امام احمد اور دیگر
فقہاء نے کہا ہے کہ اس پر غسل کرنا واجب ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ قبول اسلام سے پہلے تو غسل کرنے کے اسلام قبول کرنے میں تاخیر جائز نہیں ہے لیکن اسلام
قبول کرنے کے بعد غسل کرنا فرض ہے، کیونکہ زمانہ کفر میں جو جنابت لاحق ہوئی ہے وہ ان کے غسل سے نہیں
اترے، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اسلام لانے
کے بعد حضرت ثمامہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا، اور امام حاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے:
محمد بن عقیل اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے غسل کرنے کا حکم دیا، اور امام ابو نعیم نے واسط سے روایت کیا ہے کہ جب میں مسلمان ہو گیا تو نبی صلی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۲۷ھ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۷۵ھ

جلد خامس

اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں بیڑی کے پتوں کے پانی سے غسل کروں اور فرمایا زمانہ کفر کے بال کاٹ دو، اور کتاب قرآنی میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص سلمان ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غسل کرنے کا حکم دیا۔ طالب اسلام کو کلہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں بلکہ خدا شکر کفر ہے اگر کوئی کافر کسی مسلمان ہونا چاہتا ہوں تو وہ اس میں تاخیر نہ کرے اور اس کو فریاد نہ پڑھادے، مگر فوراً لوگ اس شخص کو کسی عطلہ دین کے پاس لے جا کر کلہ پڑھواتے ہیں یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ اس کو کلہ پڑھانے میں تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ وہ غسل آنتی دیر اس کے کفر پر راجحی ہے اور کفر پر راجحی ہونا بھی کفر ہے اور اگر بالفرض وہ اس وقت ہی ہو گیا تو ایسا ذیبا شر کفر پر ہے گا۔ اس لیے جو شخص اسلام کا طالب ہو اس کو فریاد نہ پڑھادینا چاہیے اور جہد میں اس کو قتل کرنے کا حکم دین اور اس کو اسلام کے احکام کی تعلیم دیں۔

بہودیوں کو سرزمین حجاز سے نکال دینے کا بیان

بَابُ إِجْلَاءِ الْيَهُودِ مِنَ الْحِجَازِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور فرمایا یہودیوں کے پاس چلو، ہم آپ کے ساتھ اٹھ کر یہودیوں کے پاس گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان سے یہ آواز بلند فرمایا: اے یہودیو! مسلمان ہو جاؤ تم سلامت رہو گے، انہوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ نے تبلیغ کر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم اعتراف کر لو، اسام سے آؤ اور سلامت رہو، انہوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ نے تبلیغ کر دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا: میں بھی یہی چاہتا ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو ازمیں اللہ اور اس کے رسول کی ہے، اہل میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کو اس زمین سے

۲۲۷۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَأَلَّفْتُ عَنْ عَدْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا رَأَى الْيَهُودَ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ حَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَا هَهُمْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَأَدَّاهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ يَهُودَ اسْلِمُوا تَسْلَمُوا فَقَالُوا قَدْ بَلَغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُ لِكَ أُرِيدُ اسْلِمُوا اسْلِمُوا أَتَقَالُوا قَدْ بَلَغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُ لِكَ أُرِيدُ فَقَالَ لَهُمُ الْقَائِلَةُ فَقَالَ اَعْلَمُوا أَتَقَالُوا

۱۳ - علامہ بدر الدین ابو محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳۸، مطبوعہ ادارۃ المطابع النخعیہ بہ مصر ۱۳۴۸ھ

الْأَرْضِ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ
مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِتَالِيهَا
شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ وَإِلَّا فَاَعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ
وَرَسُولِهِ

نکال دوں۔ لہذا تم میں سے جو شخص اپنے مال کو چھاپا ہے
اس کو بیچ دے ورنہ جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول
کا ہے۔

۴۴۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَ
إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ ابْنُ مَرْثَدَةَ حَدَّثَنَا
وَقَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَرَّاقِ أَخْبَرَنَا
ابْنُ جُبَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ رَافِعِ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ يَهُودَ بَنِي النَّضِيرِ وَ قُرَيْظَةَ
حَارِبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَنِي النَّضِيرِ وَأَقْرَبُ قُرَيْظَةَ وَمَنْ عَلَيْهِمْ حَتَّى
حَارَبَتْ قُرَيْظَةَ بَعْدَ ذَلِكَ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ
وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ
بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِذْ أَنْ بَعْضُهُمْ لِحِقْوَةِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا
وَاجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَهُودَ الْمَدِينَةَ كُلَّهُمْ بَنِي قَيْنِقَاعَ وَهُمْ
قَوْمُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ
وَكُلَّ يَهُودِيٍّ كَانَ بِالْمَدِينَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا، اور بنو قریظہ کو برقرار
رکھا، اور ان پر احسان فرمایا۔ اس کے بعد بنو قریظہ نے
جنگ کی آپ نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی
عورتوں اور بچوں کو اور ان کے اموال کو مسلمانوں میں تقسیم
کر دیا۔ البتہ ان میں سے بعض یہودی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ جا ملے آپ نے ان کو امن دے دیا
اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا، ان میں
جو قبیلے تھے حضرت عبداللہ بن سلام کی قوم تھی اور بنو حارثہ
کے یہودی تھے اور یہ یہودی تھے جو مدینہ میں رہتا
تھا۔

۴۴۸۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي حَفْصُ بْنُ
مَيْسَرَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ بَهْدَانَ إِسْنَادُ هَذَا
الْحَدِيثِ وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ أَكْثَرُ
أَنَّهُ

امام مسلم نے اس حدیث کا ایک اور سند بیان کی
ہے۔

۴۴۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ
حَدَّثَنَا الطَّعْنَانِيُّ بْنُ مَخْلَدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ
وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَرْثَدَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَرَّاقِ أَخْبَرَنَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہودیوں کو چھپو
اور ان کے مال کو لو لو اور مسلمانوں کے مال

کسی اور کو نہیں رہنے دوں گا۔

أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي حَمْرُ بْنُ الْعَطَابِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا خَيْرَ جَنِّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى آدَعَا إِلَّا مُسْلِمًا.

اسلام نے اس حدیث کا دو سندیں اور بیان کی

ہیں۔

۳۳۸۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا رُوْحُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنَا سُيُتَانُ الشُّوْرِيُّ عَنِ حَرْبٍ وَحَدَّثَنِي سَكْمَةُ بْنُ شَيْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلُ بْنُ وَهْرَانَ عُبَيْدُ اللَّهِ بِحَدِّهِمَا عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ مِثْلَهُ -

اس حدیث سے یہ سند ثابت ہوا کہ جس قوم سے معاہدہ ہو وہ لوگ یا ذی فرمیوں کی عہد شکنی کی سزا اگر عہد فرزدین تو پھر وہ حربی ہو جاتے ہیں اور ان پر اہل حرب کے احکام جاری ہوتے ہیں اور امام کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے قید کرے اور جس پر چاہے احسان کرے اور اس معاہدے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام نے کسی قوم پر احسان کیا اور اس نے جنگ کی تو اس سے کیا ہوا معاہدہ ٹوٹ جائے گا، نیز قریظہ لہان میں تھے پھر انھوں نے عہد شکنی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ میں قریش کی مدد کی ان کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :

وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهُمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا -

(احزاب : ۲۶)

اور جن اہل کتاب نے ان عملہ آؤں (قریش مکہ) کی مدد کی تھی، اللہ نے ان کے قلوبوں سے نکال دیا، اور ان کے دلوں میں (مسلمانوں کا) ایسا رعب ڈال دیا کہ قرآن میں سے ایک گروہ کو قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید کرتے ہو۔

عہد شکنی کرنے والوں کو قتل کرنے کا جواز اور اہل قلعہ کو کسی عادل شخص کے فیصلہ پر قلعہ سے نکالنے کا جواز

بَابُ جَوَازِ قِتَالِ مَنْ نَقَضَ الْعَهْدَ وَجَوَازِ انْزَالِ أَهْلِ الْحِصْنِ عَلَى حُكْمِ حَاكِمٍ عَدْلٍ لِأَهْلِ الْحُكْمِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۳۳۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُغْتَنِي وَابْنُ بَشَّارٍ وَالْفَاظِلَةُ
 مُتَقَارِبَةً قَالَ أَبُو بَكْرِ حَدَّثَنَا عَنْ
 شُعْبَةَ وَقَالَ الْأَخْرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
 جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ
 قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَامَةَ بْنَ سَهْلٍ بْنَ حَنِيفٍ
 قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدَيْرِيَّ قَالَ نَزَلَ
 أَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعِيدِ بْنِ مُعَاذٍ
 فَأُرْسِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِلَى سَعِيدٍ فَأَتَاهُ عَلَى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَرِيبًا
 مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَلَا نَصَارَ قَوْمُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ سَعِيرِكُمْ
 ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ
 قَالَ تَقْتُلُ مَقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِي ذُرِّيَّتَهُمْ
 قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللَّهِ وَرُبَّمَا قَالَ قَضَيْتَ
 بِحُكْمِ الْمَلِكِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ الْمُغْتَنِي وَرُبَّمَا
 قَالَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ.

ہیں کہ بنو قریظہ، حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر تلے سے
 نکل آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح ہو کر دیا،
 وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آپ کے پاس آئے جب وہ مسجد کے قریب
 پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا
 اپنے سردار یا اپنے انقل کی طرف کھڑے ہو، پھر فرمایا یہ
 لوگ تمہارے فیصلے پر تلے سے نکلے ہیں، حضرت سعد بن معاذ
 نے کہا ان میں سے جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں ان کو قتل کر
 دیجئے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیجئے، نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ
 کیا ہے، اور کبھی کہا تم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق
 فیصلہ کیا ہے۔ ابن منشی نے یہ آخری جملہ ذکر نہیں کیا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے
 اس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے
 اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور کبھی فرمایا تم نے
 بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جنگ
 خندق کے دن حضرت سعد بن معاذ کو قریش کے ایک
 شخص نے تیر مارا، اس شخص کا نام ابن العرقہ تھا، یہ تیر آپ
 کے بازو کی ایک رگ میں لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت سعد کے لیے مسجد میں ایک عیوہ لگا دیا، اور

۲۲۸۲ - وَحَدَّثَنَا مُرْهَبِيُّ بْنُ حَرْبٍ
 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ
 بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ حَكَمْتُمْ
 فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ وَقَالَ مَرَّةً لَقَدْ
 حَكَمْتُمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ.

۲۲۸۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
 وَحَمَّادُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْهَمْدَانِيُّ بِإِسْنَادَيْنِ ابْنِ
 نُمَيْرٍ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ وَحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ
 حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ
 قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ
 رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْعَرَقَةِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ جندق سے واپس لوٹے تو آپ نے ہتھیار اتار کر غسل کیا، اس وقت آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے درآن مالیکہہ اپنے سے فبار جہاز سے تھے انہوں نے کہا آپ نے ہتھیار اتار دیے، پھر انہوں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے، ان کی طرف روانہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کہاں؟ تو انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر فلاح سے نکل آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فیصلہ حضرت سعد کی طرف موعظ کر دیا، انہوں نے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے جنگجو افراد کو قتل کیا جائے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کیا جائے اور ان کے اسوا ل کو تقسیم کر دیا جائے۔

رَمَاهُ فِي الْأَعْلَى فَصَرَبَتْ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَثَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ يَعُودُ لَهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَتْدِ وَقَدِ انْتَصَرَ فِي السَّلَاحِ فَأَغْتَسَلَ فَأَنَا هُجَيْرِيلٌ وَهُوَ يَنْقُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغَبَا فَقَالَ وَصَعَتِ السَّلَاحُ وَاللَّهِ مَا وَصَعَتَا إِخْوَرِيهِمُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتِنِ قَاتِنَهُ فَإِنَّمَا إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَقَاتَلَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَزَلُّوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُكْمَ فِيهِمْ إِلَى سَعْدِ قَالَ قَاتِنِ أَخِيهِمْ فَإِنَّمَا قَاتَلُوا الْمُفَاتِلَةَ وَإِنَّمَا تَسْبِي السُّبْرِيَّةِ وَالنِّسَاءِ وَتَقَسَمَ أَمْرَهُمْ

مشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت سعد سے) فرمایا: تم نے اللہ عزوجل کے احکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

۴۴۸۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ قَالَ أَبِي قَاتِنِ أَخِيهِمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد کا زخم بھرنے کے قریب تھا تو انہوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! خوب جاننا ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور آپ کو شہر سے نکالا مجھے تیری راہ میں ان کے خلاف جہاد کرنے سے کوئی چیز زیادہ عزیز نہیں ہے، اے اللہ! گرفتاریوں کے خلاف جنگ ابھی رہتی ہو تو مجھے ابھی زندہ رکھ تاکہ میں ان سے جہاد کر سکوں، کیونکہ یہ امکان یہ ہے کہ تو نے ہمارے

۴۴۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شَيْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَاصِمَةَ أَنَّ سَعْدًا قَالَ وَتَحْتَجَّرَ كَلِمَةُ الْبُرْءِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَمَا بُوَا رَسُولُكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْرَجُوهُ اللَّهُمَّ فَإِن كَانَ بَعْضِي مِنْ تَحْرِبِ قُرَيْشٍ فَتَنِي فَأَجَاهِدْهُمْ فِيكَ

یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ اس میں حضرت سعد بن مسعود کا موت کی تائید کرنے کا ذکر ہے، حالانکہ موت کی تائید کرنا منکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ زیادتی اہام اور تعلقوں سے گہرا گرفتار تھا کہ تائید کرنا منع ہے اور حضرت سعد بن مسعود نے شہادت کے حصول کی وجہ سے موت کی تائید کی تھی۔

مجلس میں آنے والے شخصوں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء۔

اس حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: قوموا الی سیدکم "اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو"۔ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی مستدرک اسناد سے روایت کیا ہے، لہذا امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ علامہ بیہقی بن شرف نواری شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب معتز لوگ آئیں تو ان کی تعظیم اور اکرام کے لیے قیام کیا جائے، اسی طرح جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے قیام کے استحباب پر استدلال کیا ہے، فاضلی عیاض نے کہا ہے کہ یہ وہ قیام نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے، قیام شروع ہونے سے پہلے کہ ایک شخص بیٹھا ہو اور دوسرے لوگ اس کی تعظیم کے لیے جب تک وہ بیٹھا ہو کھڑے رہیں، (علامہ نووی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اہل نفل کے آنے کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔ اس کے متعلق احادیث موجود ہیں۔ اور اس کی ممانعت میں ممانعت سے کوئی چیز ثابت نہیں، میں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں مانعین کے تمام مشکوک اور شہادت کزنائل کیا ہے۔

علامہ دشتستانی ابی ماملی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاضلی عیاض نے کہا اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ قوم کے رئیس اور اہل خیر اور اہل نفل کی تعظیم کے لیے قیام کرنا چاہیے، کیونکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سے زیادہ افراد کے لیے کھڑے ہوئے اور یہ وہ قیام نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے، قیام ممنوع یہ ہے جیسے عہد بادشاہ میٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور لوگ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے رہتے ہیں، صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ آپ نے صرف انصار کو حضرت سعد کے لیے قیام کا حکم دیا تھا یا تمام باہرین اور انصار کو یہ حکم دیا تھا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سلطان یا حاکم مسلمانوں کے سردار کی تعظیم کا حکم دے، اور سلطان کی مجلس میں

المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری سنن ۲۵۶، ص ۱۵، صحیح بخاری ۵، ص ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ۲، ج ۱، ص ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲، ص ۲۳، ۲۴، ۲۵، مطبوعہ مطبع مجتہدانی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۴۔ علامہ بیہقی بن شرف نواری متوفی ۶۶۶ھ، صحیح مسلم ج ۲، ص ۹۵، مطبوعہ دار الفکر، کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دشتستانی ماہی متوفی ۸۲۸ھ، اکال اکال المصلح ج ۵، ص ۹۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت

اہل فضل کی تنظیم کرنا اور ان کی تنظیم کے لیے اٹھنا جائز ہے، اور تمام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سید کی تنظیم کریں۔ ایک قوم نے قیام تنظیمی سے منع کیا ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: امام ابو داؤد و امام ابن ماجہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے آئے، ہم آپ کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھوں کی طرح کھڑے نہ ہو، علامہ طبری نے کہا یہ حدیث ضعیف اور مضطرب السند ہے اور اس میں ایک راوی مجہول ہے، نیز یاقین کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے جس کو حاکم نے حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد حضرت معاویہ کے پاس گئے اور ان کو یہ حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو یہ پسند ہو کہ لوگ اس کی تنظیم کے لیے کھڑے ہوں اس کے لیے جہنم واجب ہے۔ علامہ طبری نے کہا یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو قیام سے خوش ہوتا ہے، اس شخص کے لیے یہ وعید نہیں ہے جس کی تنظیم کے لیے قیام کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام عادل اور رئیس فاضل کے لیے قوم کو اور عالم کے لیے متعلم کو قیام کرنا مستحب ہے، ہاں جو شخص امام عادل اور عالم نہ ہو اس کے لیے قیام کرنا مکروہ ہے۔ ۱۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے، علامہ نووی کے دلائل اور ان پر علامہ ابن الحاج کے اعتراضات ذکر کیے ہیں اور کہیں کہیں محاکمہ کیا ہے، اخیر میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اگر قیام کا ترک کرنا اہانت کا سبب ہو یا اس سے کوئی خرابی لازم آتی ہو تو قیام واجب ہوگا، علامہ ابن عبدالسلام نے بھی یہی کہا ہے، اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بعض محققین سے یہ تفصیل نقل کی ہے: اگر قیام کو عادت بنا لیا جائے جیسا کہ عجمیوں کا طریقہ ہے تو یہ مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص سفر سے آئے، یا حاکم کے لیے عدالت میں قیام کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی شخص کو کوئی نعمت ملی ہو تو اس کو مبارکباد دینے کے لیے قیام کیا جائے یا عاجز کی اعانت کے لیے یا مجلس میں دست کرتے کے لیے یا اور کسی جائز مقصد کے لیے قیام کیا جائے تو قیام درست ہے، امام غزالی نے کہا ہے کہ کسی کی تنظیم کے لیے قیام کرنا مکروہ ہے اور کسی کی عزت افزائی کے لیے قیام کرنا مکروہ نہیں ہے اور یہ بہت اچھی تفصیل ہے۔ ۲۔

ملا علی قاری حنفی نے بھی اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ ۳۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس بحث میں وہی لکھا ہے جو ملا علی قاری نے لکھا ہے۔ ۴۔

علامہ علاؤ الدین الحسکلی حنفی لکھتے ہیں:

آنے والے کی تنظیم کے لیے اٹھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے، جیسا کہ عالم کے سامنے پڑھنے والے کے لیے بھی تنظیمی

۱۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی سننی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۱-۲۵۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۹۸ھ

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۹۸ھ

۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۸۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان، ۱۳۹۰ھ

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۲۲ھ، شرح الصحاح ج ۲ ص ۱۸۴، مطبوعہ مکتبہ دار الفکر، ۱۳۹۸ھ

کھڑے ہونا مستحب ہے۔ لے

علامہ ابن عابدین شامی اس عبارت پر عاشریہ کہتے ہیں:

یعنی اگر وہ شخص تنظیم کا مستحق ہو (تو اس کے آنے پر کھڑے ہونا مستحب ہے)۔ تغیر میں ہے جو شخص مسجد میں بیٹھا ہو اس کا آنے والے کی تنظیم کے لیے کھڑے ہونا مکروہ نہیں ہے اس کی طرح قرآن مجید پڑھنے والے کا بھی آنے والے کی تنظیم کے لیے کھڑے ہونا مکروہ نہیں ہے، البتہ جس شخص کے لیے قیام کیا جائے اس کا قیام کو پسند کرنا مکروہ ہے۔ علامہ ابن ربیان نے کہا ہے کہ جہاد سے زمانہ میں قیام مستحب ہے، کیونکہ قیام نہ کرنے سے کینہ، بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے، خاص طور پر جس شخص کے لیے عموماً رگ قیام کرتے ہوں وہاں قیام کرنا مستحب ہے، بات قیام پر جو روئید ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں، جیسا کہ ترک اہل عجمی کرتے ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عمار بن دغیرہ میں ہے کہ شیخ حکیم ابوالقاسم کے پاس جب کوئی غنی آتا تو اس کی تنظیم کے لیے کھڑے ہوتے اور فقرا اور طلباء کے لیے نہیں کھڑے نہیں ہوتے تھے، جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا عجمی مجھ سے تنظیم کی ترغیب رکھتا ہے اگر میں اس کی تنظیم نہ کروں تو اس کو تکلیف ہوگی، اور فقرا اور طلباء مجھ سے صرف سلام کے جواب اور علمی مباحث میں گفتگو چاہتے ہیں۔ لے

ایک قوم صحیفہ میں دیکھو کہ قرآن مجید پڑھ رہی ہو یا ایک ایسا شخص پڑھ رہا ہو اور اس کے پاس معتز اور منظم لوگوں میں سے کوئی شخص آنے اور پڑھنے والا اس کی خاطر کھڑا ہو تو فقہانہ نے کہا کہ اگر آنے والا عالم دین، اس کا والد یا اس کو علم دین سکھانے والا اسٹاذ ہے تو اس کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔ لے

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک اشران اور معتز لوگوں کے لیے قیام تنظیمی جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور اگر کوئی شخص سفر سے واپس آئے، یا کسی کو مبارکباد دینی ہو یا اور کوئی جائز مقصد ہو تو پھر قیام کے حوازی میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، فقہاء مالکیہ میں سے علامہ ابن الحاج اور فقہاء حنبلیہ میں سے علامہ ابن تیمیہ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے لیکن مضر الذکر صورتوں میں وہ بھی قیام کو جائز کہتے ہیں۔

قوموا الی سیدکم سے قیام تعظیمی کے استدلال پر ایک اشکال کا جواب !!!

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ ترمذی نے شرح المعانی میں یہ اعتراض کیا ہے کہ قوموا الی سیدکم کا معنی ہے سید کی اعانت اور اس کو سوار کی سے اتارنے کے لیے اس کی طرف کھڑے ہو، کیونکہ حضرت سعد بن معاذ بیمار تھے اور اگر تنظیمی اور ہوقی قرآب قوموا الی سیدکم فرماتے!۔

علامہ عینی نے اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ علامہ ترمذی نے ال اور لام کا جو فرق بیان کیا ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ اس جگہ الی میں لام سے زیادہ تعظیم ہے اور یہ حدیث اس تاویل میں ہے "قوموا معشوا الیہم تعلقیا و اکراما"

لے۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی سنن فی ۱۰۸۸، درمنازل علی لامش رد المحتار ج ۵ ص ۳۳۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۳۶ھ

لے۔ علامہ سیب محمد بن ابن عابدین شامی سنن فی ۱۲۵۲، رد المحتار ج ۵ ص ۳۳۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

لے۔ علامہ حسن بن منصور اور جندی المعروف بہ قاضی حان، سنن فی ۲۹۵، رد المحتار قاضی حان ج ۳ ص ۴۲۲، علی ہاشم الہندی مطبوعہ مصر، ۱۳۳۱ھ

احادیث کے بیان پر اکتفا کی ہے، اب ہم ان احادیث کا ذکر کریں گے جن کو قیام تنظیمی کے مخالفین بیان کرتے ہیں اور ان احادیث کے جوابات بھی بیان کریں گے۔

قیام تنظیمی کے خلاف احادیث اور ان کے جوابات | امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ قال خرج علینا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم متوکثراً علی عینی فقمنا الیہ
فقال لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم
بعضہا بعضاً ۱۶

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاً پر ٹیک لگاتے ہوئے
ہمارے پاس تشریف لائے ہم آپ کے لیے کھڑے
ہو گئے، آپ نے فرمایا عجیروں کی طرح مت کھڑے ہو جو
بعض بعض کی تنظیم کرتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ امام طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مضطرب السند ہے۔ اور اس کی سند میں مجہول
راوی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح کی حدیث کے معارض سے جن میں آپ
نے قیام کا حکم دیا ہے اور خود بھی قیام کیا ہے، تیسری بات یہ ہے کہ اس میں مطلقاً قیام سے منع نہیں فرمایا بلکہ عجیروں کے
قیام سے منع فرمایا ہے جس میں سردار بیٹھا رہتا ہے اور لوگ اس کی تنظیم کے لیے کھڑے رہتے ہیں، اس کی وضاحت
اس حدیث سے ہوتی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال: اشتکی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فصلینا وراۃ وهو قاعد وابوبکر
یسمر الناس تکبیرہ۔ فالتقت الینا فرآنا
قیاماً فاشامر الینا فقعنا فصلینا بصلوتہ
قعوداً فلما سلم قال ان کدتم لتفعلوا
فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم
وهو قعود فلا تفعلوا۔ الحدیث ۱۷

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، ہم نے آپ کے پیچھے
نماز پڑھی درآں حالیکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت
ابوبکر نماز کی تکبیریں کہہ رہے تھے، آپ نے ہم کو کھڑے
ہونے دیکھ لیا، پھر آپ نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا ہم
بیٹھ گئے، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا مجھے خدشہ ہے
کہ تم اہل روم اور فارس کی طرح کام کرنے لگو گے، جو اپنے
بادشاہوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں درآں حالیکہ وہ
بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں سو ایسا نہ کرو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال لم یکن شخص احب الیہم
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وكانوا اذا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ
کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب

۱۶۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مرقی ۲۷۵، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۱۷۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری مرقی ۲۵۱، سنن ابوالخیر ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مکتبۃ الشریعہ ساکنہ لہور

راوہ لریقوموا لئما یعلمون من کواہتہ
لذٰلک ہذا حدیث صحیح عن نبی ﷺ

ہیں قتال اس کے باوجود وہ حضور کو دیکھ کر کھڑے نہیں
ہوتے تھے کیونکہ انھیں علم تھا کہ آپ قیام کو ناپسند فرماتے
ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی سے اس حدیث کے دو جواب نقل کیے ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کا قیام کرنا اس لیے ناپسند تھا کہ آپ کو یہ عذر تھا کہ کہیں وہ تنظیم میں زیادہ افراط نہ کرنے لگیں
یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: لا تطوفی میری تنظیم میں زیادہ مال لے کر نہ رو اور آپ نے آپس میں
صحابہ کا قیام کرنا ناپسند نہیں کیا، کیونکہ بعض صحابہ کے لیے آپ نے خود قیام کیا اور آپ کے سامنے صحابہ دوسروں کی تنظیم
کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ ان کو مقرر اور ثابت رکھا اور اس کا حکم دیا۔ دوسرا جواب
یہ ہے آپ کے اور صحابہ کے درمیان اس قدر اہم اور محبت تھی جس میں قیام تنظیمی کی گنجائش نہیں تھی، اور جب لوگ
کمال محبت کے ساتھ آپس میں گھل مل کر رہتے ہیں تو پھر قیام کے تکلف کی ضرورت نہیں رہتی۔

علامہ ابو حامد نے لکھا ہے: ہر چند کہ قیام، ثناء اور اعتقاد وغیرہ محبت کے حقیقی میں سے ہیں، لیکن ان میں ایک جگہ
اجنبیت اور تکلف ہے اور جب ما بین میں مکمل اتحاد ہوتا ہے تو تکلف کی بساط بالکلہ لپیٹ دی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے
کہ صحابہ کا قیام کرنا اور قیام کرنا یہ دونوں امر ثابت ہیں اور ان دونوں کا ثبوت ازمنہ و احوال اور اشخاص کے اختلاف
کی وجہ سے تکلف ہے۔ نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ابوہلبلز بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ آئے تو حضرت

عن ابی مجلز قال خرج معاویۃ فقام

عبداللہ بن الزبیر اور ابن صفوان ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے
حضرت معاویہ نے کہا بیٹھ جاؤ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ سنا ہے جو اس سے خوش ہونا ہو کہ لوگ اس
کے سامنے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

عبداللہ بن الزبیر وابن صفوان حین راوہ
فقال اجلسا سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول من سارہ ان یتمثل الرجال
قیاماً فلیتبعوا مقعدہ من النار

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی سے اس حدیث کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے قیام کی محبت کے
ممانعت ہے اور اس میں مطلقاً قیام کی ممانعت کا بیان نہیں ہے، جس شخص کے دل میں قیام کی محبت نہ ہو، اس کے لیے
لوگ قیام کریں یا نہ کریں اس پر کوئی ممانعت نہیں ہے اور اگر کسی شخص کے دل میں قیام کی محبت ہو تو وہ ملامت کا مرتکب ہو گا
غواہ لوگ اس کے لیے قیام کریں یا نہ کریں، لہذا اس حدیث سے ترک قیام پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے
کہ قیام کی وجہ سے کوئی شخص اس کی محبت میں مبتلا ہو گا جس سے منع کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں
کہ ممنوع قیام کی محبت سے قیام کرنا ممنوع نہیں ہے۔

۱۔ امام ابویوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۰۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور

۳۔ امام ابویوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۰۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور

بَابُ الْمُبَادَرَةِ بِالْعَزْوِ وَتَقْدِيمِ أَهْلِ الْأَمْرَيْنِ الْمُتَعَارِضَيْنِ

۴۳۸ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ
بْنُ إِسْمَاعِيلَ الصَّبَّغِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ
إِسْمَاعِيلَ عَنْ كَافِرِ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
تَأَدَّى فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَوْمَ مَا نَصَرَفَ عَنِ الْأَحْزَابِ أَنْ
لَا يَصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الظُّهْرَ إِلَّا فِي بَيْتِي فَرِيضَةً
فَعَيَّرَ النَّاسُ قَوْلَ السَّوْفِيِّ وَقَالُوا
كُذِّبَتْ بَيْتِي فَرِيضَةً وَقَالَ الْخُرُونُ كَلِمَاتٍ
إِلَّا حَيْثُ أَمَرَ نَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ قَاتَلْنَا السَّوْفِيَّ
قَالَ هُمَا عَنَّتْ وَاحِدًا مِنْ الْفَرِيقَيْنِ -

جہاد میں سبقت اور اہم کام کی تقدیم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ جب ہم غزوہ احزاب سے واپس لوٹے تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے یہ ننگی کہ بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے
کوئی شخص ظہر کی نماز نہ پڑھے، بعض صحابہ نے وقت ختم
ہونے کے خوف سے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ
لی، اور دوسرے صحابہ نے کہا ہم اسی جگہ نماز پڑھیں گے جہاں
نماز پڑھنے کا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم
دیا ہے، عوام نماز قضا ہوا جائے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ملامت نہیں کی۔

بنو قریظہ میں نماز پڑھنے کی ہدایت میں روایات کا تعارض اور ان میں تطبیق | علامہ نووی لکھتے ہیں
امام مسلم نے اس

واقعہ میں ظہر کی نماز بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے نہ پڑھنے کی ہدایت کو روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے (باب صلوٰۃ الخوف میں)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی اس واقعہ میں عصر کی نماز کا ذکر کیا ہے، حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوہ
احزاب سے لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں سے کوئی شخص بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے
بعض صحابہ کو راستہ میں عصر کا وقت آگیا، بعض نے کہا ہم بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے عصر نہیں پڑھیں گے، اور بعض نے
کہا نہیں! ہم نماز پڑھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشاء نہیں تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا گیا تو
آپ نے دونوں فریقوں میں سے کسی کو بھی ملامت نہیں کی۔

حضرت ابن عمر کی یہ دونوں روایتیں متعارض ہیں، صحیح بخاری میں عصر کی نماز کا ذکر ہے اور صحیح مسلم میں ظہر کی نماز کا ذکر
ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ نے یمن سے ظہر کی نماز کا فرمایا اور یمن سے عصر کی نماز کا فرمایا، کیونکہ آپ نے
یمن میں ظہر کی نماز پڑھ لی تھی، اور بعض صحابہ نے آپ کے ساتھ ظہر پڑھ لی تھی اور یمن نے نہیں پڑھی تھی، جن صحابہ نے
ظہر کی نماز پڑھ لی تھی ان کو عصر کے لیے تاکید فرمائی اور جنہوں نے ظہر نہیں پڑھی تھی ان کو یہ حکم دیا کہ اب وہ ظہر بنو قریظہ
میں پڑھیں، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ظہر اور عصر دونوں نمازیں بنو قریظہ میں پڑھنے کا حکم دیا تھا، اور یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ پہلے روز ہر گئے تھے ان میں حکم دیا کہ وہ ظہر بنو قریظہ میں پڑھیں اور جو بعد میں روانہ ہوئے تھے ان کو حکم دیا کہ
وہ عصر بنو قریظہ میں پڑھیں۔ واللہ اعلم،

صحابہ کرام کے اجتہاد کا ثبوت | جب راستہ میں نماز کا وقت آگیا اور وقت تنگ ہونے لگا تو صحابہ کرام میں اس جگہ نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کا جو اختلاف ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ دلائل متعارض تھے

اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے کام لیا، کیونکہ شریعت میں یہ حکم ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی جائے اس لیے بعض صحابہ نے یہ اجتہاد کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں تھا کہ نماز خواہ قضاء ہو جائے پھر بھی بنو قریظہ میں نماز پڑھنا بلکہ آپ کا منشا یہ تھا کہ سفر جلدی طے کرنا حتیٰ کہ نماز عصر تک بنو قریظہ میں پہنچ جانا اور وہاں نماز پڑھنا، لیکن اب چونکہ نماز عصر کا وقت جا رہا ہے تو ہم کو نماز عصر راستہ میں ہی پڑھ لینا چاہیے اس کے برخلاف دوسرے صحابہ نے آپ کے ارشاد کے ظاہری معنی پر عمل کیا کہ نماز بنو قریظہ میں پڑھنی ہے خواہ قضا ہو جائے۔ گویا ایک فریق نے قیاس اور اجتہاد سے کام لیا اور دوسرے فریق نے ظاہر حدیث پر عمل کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فریق کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں مجتہد تھے اور دونوں نے دلیل شرعی پر عمل کیا۔

بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر مجتہد معصوم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ہر فریق کی تصویب نہیں کی بلکہ کسی کو ملامت نہیں کی، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب مجتہد اپنی پوری صلاحیت صرف کر کے اجتہاد سے کوئی حکم حاصل کرے تو ہر چند کہ وہ حکم خطا پر ہو اس کو ملامت نہیں کی جاتی۔ لہ

ہاجرین کا غنی ہونے کے بعد انصار کے عطایا کو لوٹانا

بَابُ رَدِّ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى الْأَنْصَارِ
مِمَّا مَحْتَمُّومٍ مِنَ الشَّجَرِ وَالشَّمْرِ حِينَ
اسْتَفْتَوْا عَنْهَا بِالْفَتْوحِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو ان کے ہاتھ خالی تھے، اور انصار کھیتوں اور زمینوں کے مالک تھے تب انصار نے ہاجرین کو اپنی زمینیں دیں کہ وہ ہر سال پیداوار کا نصف انصار کو دے دیں اور باقی رکھ لیں اور زمینوں پر انصار کی جگہ کام کریں۔ حضرت انس بن مالک کی والدہ جن کو ام سلیم کہا جاتا تھا، وہ حضرت عبد اللہ بن ابی طلحہ کی والدہ بھی تھیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گھوڑے کا درخت دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ درخت اپنی آزاد کردہ باندی حضرت ام المین کو دے دیا جو حضرت اسامہ بن زید کی والدہ تھیں، ابن شہاب ہری

۴۴۸۸۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الْقَاسِمِ وَحَرَمَلَةُ
قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
لَقَدْ قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ مِنْ مَكَّةَ الْمَدِينَةَ
قَدِيمًا وَوَأَنَسٌ بِأَيْدِيهِمْ شَيْءٌ وَكَانَ
الْأَنْصَارُ أَهْلَ الْأَرْضِ وَالْعَقَارِ فَقَامَتْهُمْ
الْأَنْصَارُ عَلَى أَنْ أُعْطُوا هُمْ أَنْصَافَ
تِمَارِ أَمْوَالِهِمْ كُلِّ عَامٍ وَيَكْفُونَهُمُ
الْعَمَلَ وَالْمَوْنَةَ وَكَانَتْ أُمَّرُ أَنَسِ
بْنِ مَالِكٍ وَهِيَ تُدْعَى أُمَّرُ سَلِيمٍ وَكَانَتْ
أُمَّرُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ كَانَ أَخًا

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف زوی مترقی ۶۷۶ ص ۱۹۲ مطبوعہ دارالعلوم اسلامیہ کراچی، ۱۳۷۵ھ

جلد خامس

لَا تَكُنْ لِذِي قَبِيلِهِمْ وَكَانَتْ أَعْطَتْ أَمْرًا لَكُنَّ
 رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدًّا أَفَّا
 لَعْنَا أَعْطَاهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَمْرًا يَمُنُّ مَوْلَاتُهُمْ أَمْرًا سَامَةً بَيْنَ
 تَمِيْدٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَاتِلَ خَبْرَةَ فِي أَكْسَى
 بَنِي مَالِكٍ أَنْ تَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ لَعْنًا فَهَرَعٌ مِنْ قِتَالِ أَهْلِ خَبْرَةَ
 وَالصَّرْفِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُونَ
 إِلَى الْأَنْصَارِ مَنَاصِعَهُمْ السَّيِّئِ كَالْقَوَا
 مَنَحُوهُمْ مِنْ تَمَارِهِمْ قَالَ فَوَدَّ رَسُوْلُ
 اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحْجِ
 عِدًّا أَفَّا وَأَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا يَمُنُّ مَكَانَهُ مِنْ
 حَاطِطِهِمْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ مِنْ تَمَانٍ
 أَمْرًا يَمُنُّ أَمْرًا سَامَةً بَيْنَ تَمِيْدٍ أَتَقَهَا
 كَانَتْ وَصِيْفَةً لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
 وَكَانَتْ مِنَ الْحَبَشَةِ فَلَمَّا وَكَلَتْ أَمِيْنَةً
 رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ
 مَا تُوُوِيَّ أَبُوهُ فَكَانَتْ أَمْرًا يَمُنُّ حُضْنَةً
 حَتَّى كَبِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَأَعْتَقَهَا ثُمَّ أَنْكَحَهَا تَمِيْدُ بْنُ حَارِثَةَ ثُمَّ
 تُوُوِيَّتْ بَعْدَ مَا تُوُوِيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
 اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَمْسَةِ أَشْهُرٍ

کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر
 دی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر سے جہاد کر
 کے مدینہ واپس لوٹے تو ہاجرین نے انصار کو ان کے وہ
 عطایا واپس کر دیے جو انھوں نے پھولوں کی شکل میں ان کو
 دیے تھے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر ہی
 والدہ کو ان کا گھوڑا کا درخت واپس کر دیا، اور حضرت
 ام ایمن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت
 کے عوض اپنے باغ سے ایک اور درخت دے دیا۔ ابن
 شہاب زہری کہتے ہیں کہ حضرت ام ایمن جو حضرت اسامہ
 بن زید کی والدہ تھیں وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی
 باندی تھیں، اور حبشہ کی رہنے والی تھیں، جب رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد حضرت آمنہ
 کے ہاں پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ام ایمن آپ کی
 پرورش کرتی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے
 ہوئے تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا اور پھر ان کا نکاح حضرت
 زہیر بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت ام ایمن رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے پانچ ماہ بعد انتقال
 کر گئیں۔

۴۳۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
 وَحَامِدُ بْنُ عَمْرٍو الْبَكْرِيُّ وَوَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ
 عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَيْسِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ الْمُعْتَمِرِ وَ
 اللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ
 سُلَيْمَانَ الْقَيْسِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آكُنَّ
 آتٍ سَجَلًا وَقَالَ حَامِدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ الرَّحْمَنِيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگ اپنے درخت
 پیش کرتے تھے حتیٰ کہ جب بوزقر بیٹھ اور بوزقر فتح
 ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے
 دیے ہوئے درخت واپس کر دیے۔ حضرت انس کہتے
 ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھ سے کہا کہ میں نبی صلی اللہ

أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّخَلَّاتِ مِنْ أَرْضِهِ حَتَّى قَتِيحَتْ عَلَيْهِ قَرْيَظَةٌ وَالنَّضِيرُ فَجَعَلَ بَعْدَ ذَلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِ مَا كَانَ آعْطَاهُ قَالَ أَنَسٌ وَإِنَّ أَهْلِي أَمَرُوا فِي أَنْ أِقِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْأَلَهُ مَا كَانَ أَهْلُهُ آعْطَوْهُ أَوْ بَعْضَهُ وَكَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ آعْطَاهُ أُمَّرًا يَمَنُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيهِمْ فَجَاءَتْ أُمَّرًا يَمَنُ فَجَعَلْتُ الشُّوبَ فِي عُنُقِي وَقَالَتْ وَاللَّهِ لَا يُعْطِيكُمْ وَقَدْ آعْطَانِيهِمْ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أُمَّرًا يَمَنُ أَتُرَكِّيهِ وَلَكِ كَذَا وَكَذَا وَتَقُولُ كَلًّا وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَجَعَلَ يَقُولُ كَذَا حَتَّى آعْطَاهَا عَشْرَةَ أَمْثَالِهِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ عَشْرَةِ أَمْثَالِهِ

علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں اور یہ سوال کروں کہ ہمارے گھر والوں نے آپ کو جو درخت دیے تھے وہ سب یا اس میں سے بعض واپس کر دیں، در اُس حالیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حضرت ام المین رضی اللہ عنہا کو دے چکے تھے، میں ہی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے وہ درخت مجھے دے دیے، اتنے میں حضرت ام المین آگئیں انہوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہا بجز میں تم کو وہ درخت نہیں دوں گی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دے چکے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام المین وہ درخت چھوڑ دو، اور تم کو اتنے اور اتنے درخت مل جائیں گے، وہ کہنے لگیں ہرگز نہیں! قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ فرمانے لگے میں تم کو اتنا دوں گا، حتیٰ کہ ان کو تقریباً دس گنے زیادہ درخت عطا فرمائے۔

انصار کا ایشار، مہاجرین کی خود داری اور حضرت ام المین کی ناز برداری | بیان کیا ہے کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار نے بطور ایشار اپنے درخت مہاجرین کو دے دیے، بعض مہاجرین نے ان درختوں کو محض علیہ کے طور پر قبول کیا اور بعض نے ان درختوں کو بطور مساقاة قبول کیا وہ ان درختوں کو پانی دیتے اور ان کے پھلوں کی نگہداشت کرتے آدھے پھل اجرت میں خود رکھتے اور آدھے انصار کو دیتے، اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے ساتھ انصار کے اس حسن سلوک اور ایشار کی تعریف فرمائی ہے، ارشاد باری ہے:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يَحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَحْمَ نَفْسِهِ فَاُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

جو لوگ مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی دارالہجرت اور دارالایمان مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے اور وہ اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت رکھتے ہیں، اور انہوں نے (مہاجرین کو) جو کچھ دیان کے لیے اپنے دل میں طلب نہیں رکھتے، اور باوجود شدید ضرورت کے وہ اپنے اوپر ایشار کرتے ہیں، اور جو لوگ اپنے نفس کے نکلنے سے بچانے لگے

قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث میں انصار صحابہ کی واضح فضیلت ہے، کیونکہ وہ اسلام سے محبت کرتے تھے، اور اہل اسلام کی عزت کرتے تھے اور انہوں نے جرہ باجرین کے لیے ایثار کیا اس سے ان کے اخلاق جمیلہ اور ان کی پاکیزہ فطرت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو درخت دیے تھے وہ بطور مساقاۃ نہیں تھے، بلکہ اس کے پھل آپ کو ہبہ کر دیے تھے تاکہ آپ اس میں جو چاہیں تصرف کریں خواہ خرید لکھائیں، اپنے اہل و عیال کو کھلائیں اپنے مہانوں کو کھلائیں یا کسی کو ہبہ کر دیں اور اگر ان پھلوں کو صرف آپ کے لیے مباح کیا ہوتا تو آپ حضرت ام ایمن کو یہ درخت عطا نہ فرماتے کیونکہ جو چیز فی نفسہ مباح ہو اس کو دوسرے کے لیے مباح نہیں کیا جاسکتا۔

مہاجرین نے انصار کو جو درخت واپس کیے اس میں یہ دلیل ہے کہ ان درختوں کے پھلوں کا کھانا مہاجرین کے لیے مباح کیے گیا تھا اگر انصار نے مہاجرین کو ان درختوں کا مالک بنا دیا ہوتا تو یہ وہ ان کو واپس نہ لیتے، کیونکہ قبضہ کے بعد ہبہ لازم ہو جاتا ہے۔ اور اہانت میں بلا کہ مہرت رجوع کیا جاسکتا ہے، اس کے باوجود انصار نے مہاجرین سے اس وقت تک رجوع نہیں کیا جب تک کہ وہ مرفہ الحال نہیں ہو گئے، فتح خیبر کے بعد جب ان میں وصعت اور خوشحالی آگئی اور انہوں نے انصار کو ان کے عطیات واپس کئے تو پھر انہوں نے قبول کر لیا۔ اور اس سے مہاجرین کی خود داری اور بے بسی کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ اول تو ان مہاجرین نے مساقاۃ کا معاہدہ کر کے انصار کی امداد کو قبول کیا اور محض عطیہ نہیں لیا اور جن مہاجرین نے محض عطیات لیے تھے تو انہوں نے بلا ضرورت بارگاہ انہاں اور ذرا منت ملتے ہی انصار کے عطیات واپس کر دیے، اس سے یہ سبب حاصل کرنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ کچھ نیکی کرے تو اس کو بالکل مؤذ لینے کا قصد نہ کیا جائے۔

حضرت ام ایمن نے جو اس درخت کو دینے سے انکار کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ یہ وطنی ہبہ ہے اور حضور نے ان کو اس درخت کا مالک بنا دیا ہے، جبکہ ان کو اس درخت کے ثمر ملے دیے گئے تھے، چونکہ حضرت ام ایمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اس لیے آپ نے ان کا مان رکھا اور اس درخت کے ثمر میں انہاں کو حصہ دیا تھا حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ ۱۰

دار الحرب میں مال غنیمت کے طعام سے
کھانے کا جواز

بَابُ جَوَازِ الْأَكْلِ مِنْ طَعَامِ
الْغَنِيمَةِ فِي دَارِ الْحَرْبِ

حضرت عبداللہ بن مغل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ غزوہ خیبر کے دن مجھے پہلی ہی ایک تمغلی ملی تھی اس کو
رکھ لیا، اور میں نے کہا کہ آج میں اس میں سے کھی کر

۲۲۹۰ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ حَسْرٍ وَرَحِمَهُ
حَدَّثَنَا سَيْمَانُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا
عَمْرُو بْنُ هَرَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَخْلَبٍ

کچھ نہیں دوں گا، میں نے مگر جو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے مسکرا رہے تھے۔

قَالَ أَصَبْتُ جَرَابًا مِنْ شَحْمِ يَوْمِ خَيْبَرَ قَالَ
فَالْتَزَمْتَهُ فَقُلْتُ لَا أُعْطِي الْيَوْمَ أَحَدًا
مَنْ هَذَا شَيْئًا قَالَ فَالْتَفَتْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَيِّمًا -

حضرت عبداللہ بن مسفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ جنگ خیبر کے دن کسی نے ہماری طرف ایک تھیلی پھینکی
جس میں طعام اندر چربی تھی میں اس کو اٹھانے کے لیے
وڑھا، مگر جو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے
تھے، پھر مجھے شرم آئی۔

۲۲۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ
حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَبِي حَدَّادٍ ثنا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا
حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ
مَعْقِلٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ هُوَ تَبَّتْ لِأَخِيهِ قَالَ
فَالْتَفَتْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ -

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔
اس میں تھیلی کے اندر چربی کا ذکر ہے، طعام کا ذکر نہیں
ہے۔

۲۲۹۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى
حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ وَغَيْرَ آتَةٍ قَالَ جَرَابٌ مِنْ شَحْمٍ
وَلَمْ يَذْكُرِ الْقَطْعَامَ -

دارالحرب میں حربیوں کا مال کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء
علامہ فروری لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے
کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع
ہے کہ جب تک مسلمان دارالحرب میں ہوں وہ حربیوں کے مال سے بقدر ضرورت کھا سکتے ہیں اور اس کے لیے مسلمانوں
کے امیر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور زہری کے سوا کسی نے بھی اس کے لیے امام سے اجازت لینے کی شرط نہیں لگائی، جبکہ
فقہاء کہتے ہیں کہ اس قسم کی چیز کو دارالسلام میں لے جانا جائز نہیں ہے، اگر لے گیا تو اس کو واپس کرنا ہو گا، امام اوزاعی کہتے
ہیں کہ اس کو واپس کرنا لازم نہیں ہے، فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس قسم کی چیز کو بیچنا بھی جائز نہیں ہے، دارالحرب میں
نہ دارالسلام میں۔

حالت جنگ میں حربیوں کی سواروں پر سواری کرنا، ان کے کپڑے پہنا اور ان کے ہتھیاروں کو استعمال کرنا بالاجماع
جائز ہے اور اس میں امیر سے اجازت لینا شرط نہیں ہے، امام اوزاعی نے اس میں بھی امام سے اجازت لینے کی شرط
عائد کی ہے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ میں مذاہب فقہاء
اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ یہودیوں کے ذبیحوں کی چربی
حلال ہے، اگرچہ ان پر چربی حرام تھی، امام مالک، امام شافعی،
امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کا یہی نظریہ ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس میں کراہت بھی نہیں ہے
اور امام مالک کے نزدیک یہ مکروہ ہے، امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء جلیبیہ کے نزدیک یہ حرام ہے

امام شافعی اور جمہور فقہاء کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے، و طعام الذین ادنوا للکتاب حل لکم۔ اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے، مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس طعام سے اہل کتاب کا ذبیحہ مراد ہے، اس آیت میں گوشت، چربی، یا کسی اور چیز کا کرنی استثناء نہیں ہے، اور اسی آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اور اس میں ما سوا خبیثہ کے تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے، ہمالہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ اس پر بسم اللہ پڑھیں یا نہ پڑھیں (یعنی ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں یا نہ لیں) اور ایک قوم کا نظریہ یہ ہے کہ اگر خود نے ذبح کے وقت بسم اللہ کا نام لیا تو ان کا ذبیحہ جائز ہے اور اگر انہوں نے ذبح کے وقت مسیح یا گرجے کا نام لیا تو پھر ہمارے نزدیک وہ ذبیحہ جائز نہیں ہے اور جمہور فقہاء اسلام کا بھی یہی نظریہ ہے۔ لے

اہل کتاب کے ذبیحہ میں فقہاء و احناف کے نظریات | علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: فاذنی

کے جواز کے لیے اس کا اسرائیلی ہونا شرط ہے اور نصرانی کے ذبیحہ کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کو عملاندانتا ہو، ہالیہ اور دوسری کتب فقہیہ نے جواس مسئلہ کو مطلقاً سمجھا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے مستصحب میں لکھا ہے کہ عیسائی عورتوں سے نکاح کے جواز کی شرط یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کا اعتقاد نہ رکھتی ہوں، اور بیسوط میں ہے کہ اگر عیسائی حضرت مسیح کو خدا مانتے ہوں اور یہودی حضرت مری کی الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہوں تو واجب ہے کہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کریں، اور اس لائم نے بیسوط میں لکھا ہے کہ نصاریٰ کا ذبیحہ مطلقاً جائز ہے خواہ وہ تثلیث کے قائل ہوں یا نہیں۔ اور دلائل کا تقاضا بھی مطلقاً جواز ہے، جبکہ علامہ ترمذی نے اپنے فاذنی میں لکھا ہے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ بیسوط کے ان کا ذبیحہ کھایا جائے تو ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے، علامہ ابن جام کا بھی یہی تحقیق ہے، ہمعراج میں ہے کہ اہل کتاب میں یہ شرط لگانا عام روایات کے خلاف ہے۔ لے

علامہ ملازالدین مصحفی حنفی لکھتے ہیں: اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے البتہ اگر کوئی شخص ذبح کرنے والے سے ذبح کے وقت مسیح کا نام سن لے تو پھر جائز نہیں ہے۔ لے

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص اس سے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لے لیکن وہ حضرت مسیح کو اللہ اعتقاد کرتا ہو تب بھی فقہانے کہا ہے کہ اس کا ذبیحہ جائز ہے ان اگر وہ یہ کہے کریں اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں جو تین میں سے پھر اسے تو پھر اس کا ذبیحہ جائز نہیں ہے (ہندیہ) اسی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر اس کے پاس نصرانی کا ذبح کیا ہو گوشت لایا جائے تو اس کو کھایا جائے گا (غنائیہ) جیسا کہ اس کے سامنے صرف اللہ کے نام پر ذبح کیا ہو گوشت کھا جااتا ہے۔ لے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ شرح مسلم ۲۵ ص ۹۷، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۹-۲۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۳۔ علامہ ملازالدین مصحفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، رد مختار صلی ہاشم رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۴۔ علامہ ابراہیم بن سید محمد اوسلی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: اگر یہودی اور عیسائی ذبح کے وقت غیر اللہ مثلاً عزیر اور عیسیٰ (علیہما السلام) کا نام لیں تو کیا ان کا ذبیحہ جائز ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے اور یہی ربیعہ کا قول ہے، اور اکثر اہل علم نے کہا یہ جائز ہے اور یہ شعبی اور عطاء کا قول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحوں کو حلال کر دیا حالانکہ اس کو علم تھا کہ وہ ذبح کے وقت کیا کہتے ہیں، حسن بصری نے کہا ہے کہ جب تم یہ سو کہ یہودی یا نصرانی نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا ہے تو اس ذبیحہ کو مت کھاؤ، اور جب تمہارے سامنے ذبیحہ نہ کیا جائے تو کھاؤ، کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ میں مصنف کی تحقیق | مصنف کے نزدیک حسن بصری کا قول صحیح ہے اور شعبی اور عطاء کا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے

طعام کو حلال فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے: وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْهُمُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَنْذَرْنَاهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِهِمْ بِطِغْنَاتِ الْوَعْدِ (جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ فسق ہے۔ نیز فرمایا: إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَاللَّحْمَ الْمَخْتَرَةَ وَمَا أَهْلَ بِهِ لغيرِ اللَّهِ (بقولہ: ۱۶۳) تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کے گوشت اور اس جانور کو حرام کیا ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اس لیے اگر اس کے سامنے اہل کتاب ذبیحہ نہ کریں تو وہ طعام الذین اوتوا الكتاب حل لکم۔ کے پیش نظر ان کا کھانا کھالے خواہ انہوں نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہو، اور اگر اس کے سامنے اہل کتاب غیر اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کریں تو ان آیات کے پیش نظر وہ اس ذبیحہ کو نہ کھاؤ۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات | قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الذَّيْنِ اوتوا الكتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اھدان۔ (ماخذہ: ۲۵)

اسی طرح تمہارے لیے اہل کتاب کی آزاد اور پاکدامن عورتیں حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو، وہاں جا لیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ ظاہر ابد کاری کرنے والے ہو اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے ہو۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حربی عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔ یہ آیت ذمی عورتوں کے ساتھ خاص ہے، حضرت ابن عباس نے اس آیت سے استدلال کیا جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں: آپ ان لوگوں کو ان سے محبت کرنے والا ہے پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت نہ

لا تجد قوما یؤمنون باللہ و الیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ۔ (بجادہ: ۲۲)

رکھتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ محبت اور مودت رکھنے سے منع فرمایا ہے اور نکاح مودت کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن آياتنا ان خلقنا لکم من انفسکم
ازواجاً لئلا تکونوا الیہا وجعل بینکم
مودۃ ورحمۃ۔
(دوم: ۲۱)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے
تہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑ پیداکیے
تاکہ تم ان سے محبت پاؤ اور اللہ نے تمہارے درمیان
محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔

علامہ ابو بکر حصار نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس دلیل سے کراہت ثابت ہوتی ہے اور ہمارے اصحاب
حربی عورتوں سے نکاح کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور شیعہ حضرات حربی عورتوں سے نکاح کرنے کو ناجائز کہتے
ہیں۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان مہاجر
عورتوں کے ساتھ تمام عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسلام کے سوا کسی اور دین کی عورتوں سے
نکاح کرنے کو حرام فرمایا ہے، اور امام عبدالرزاق اور امام ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے
پہرہ دی اور نصرانی عورتوں سے نکاح کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہم نے شیخ زکریا کے زمانہ میں
جب مسلمان عربی کثرت سے دستیاب نہ تھیں، ان سے نکاح کیا اور جب ہم واپس لوٹے تو ان کو طلاق دے دی
ابن جریر نے من بصری سے روایت کیا ہے: ان سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی شخص اہل کتاب کی لڑکی سے نکاح کر سکتا
ہے؟ انہوں نے کہا اس کا اہل کتاب ہے کیا واسطہ؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عہد میں بکثرت پیدا کی ہیں، اگر اس
نے کتابیہ سے نکاح کرنا ہی ہوتو غیر منافق سے نکاح کرے۔ پوچھا: انھ کو کون ہے؟ کہا: جس کو وہ آسکھو سے
اشارہ کرے تو وہ اس کے ساتھ میل کرے۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے متعلق مصنف کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ دارالغرب میں حربی
عورتوں سے نکاح مکروہ ہے۔

اور دارالاسلام میں بلا ضرورت مکروہ تنزیہی ہے، آج کل انگلینڈ اور امریکہ وغیرہ اس مسئلہ میں دارالغرب کے حکم میں
ہیں، اس لیے وہاں حربی عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ دارالاسلام میں کتابیہ
کو مسلمان کرنا آسان ہے اور اس سے اسلامی احکام پر عمل کرنا بھی سہل ہے اور اولاد کو اسلام کے تابع کرنا
اور مسلمان قرار دینا بھی کوئی مشکل نہیں اس کے برخلاف جہاں عیسائیوں کی حکومت موجود ہے وہاں یہ تمام امور بے حد
دشوار اور مشکل ہیں۔

بیروت

۱۔ علامہ شہاب الدین ابراہیم نقل سید محمود آفری مرتبی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ۶/۶۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی

بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَ قُلْ يَدْعُوهُ إِلَى الْإِسْلَامِ
 دعوت اسلام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ہرقل کے نام مکتوب

۴۴۹۳ - حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ
 الْحَنْظَلِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَافِعٍ
 وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَالتَّفِظُ لِابْنِ سَافِعٍ قَالَ
 ابْنُ سَافِعٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا وَقَالَ
 الْاُخْرَانِ اُخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اُخْبَرَنَا
 مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
 اَبَا سُوَيْبَانَ اُخْبَرَهُ مِنْ فِينِيَا إِلَى فِينِيَا قَالَ
 اَنْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَتْ بَيْنِي وَ
 بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا بِالشَّامِ
 اِذْ جِيءَ بِكِتَابٍ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى
 هِرَ قُلْ يَعْنِي عَظِيمَ الرُّومِ قَالَ وَكَانَ دِخْيَةُ الْكَلْبِيُّ
 جَاءَهُ فَدَفَعَهُ إِلَى عَظِيمٍ بَصْرِي فَدَفَعَهُ عَظِيمٌ بَصْرِي
 إِلَى هِرَ قُلْ فَقَالَ هِرَ قُلْ هَلْ هُمْنَا اَحَدٌ
 مِنْ قَوْمِ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يُزْعِمُ اَنَّهُ
 نَبِيٌّ قَالُوا نَعَمْ قَالَ قَدْ عَيْتُ فِي نَفَرٍ مِنْ
 قَرَيْشٍ قَدْ تَخَلْنَا إِلَى هِرَ قُلْ فَاجْلَسْنَا
 بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ لَسَبِيَا
 مِنْ هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يُزْعِمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ
 فَقَالَ اَبُو سُوَيْبَانَ قُلْتُ اَنَا فَاجْلَسُونِي
 بَيْنَ يَدَيْهِ وَاجْلَسُوا اَصْحَابِي عَلَيَّ ثُمَّ دَعَا
 بِتَرْجُمَانِهِ فَقَالَ لَهُ قُلْ لَهْمُ قُرَيْشٍ سَاقِلٌ
 هَذَا عَنِ الرَّجُلِ الَّذِي يُزْعِمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ
 قَالَتْ كَذَبِيٌّ فَكَذَّبُوهُ قَالَ فَقَالَ اَبُو سُوَيْبَانَ
 وَانَّمَا اللَّهُ لَوْلَا مَتَاعُكُمْ اَنْ يُوَدَّعُوا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان نے مجھے خود رو برو بیان کیا کہ جس مدت میں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا، اس دوران میں ایک شام گیا، شام میں تیار کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بادشاہ روم ہرقل کے نام مکتوب پہنچا، حضرت دجیہ کلبی اس مکتوب کو لے کر گئے اور بصری کے حاکم کو وہ مکتوب پہنچایا، اس نے وہ مکتوب ہرقل تک پہنچایا۔ ہرقل نے کہا کہ یہاں اس شخص کی قوم کا کوئی شخص حاضر ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں؟ لوگوں نے کہا ہاں، حضرت ابوسفیان نے کہا پھر مجھے قریش کا ایک جماعت کے ساتھ بلایا گیا پھر ہم ہرقل کے پاس گئے، ہرقل نے ہمیں اپنے سامنے بٹھایا اس نے کہا تم میں سے اس شخص کا تعلق ہی رشتہ دار کون ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں؟ حضرت ابوسفیان نے کہا میں ہوں، پھر انہوں نے مجھے ہرقل کے سامنے بٹھایا اور میرے سامنے کو میرے پیچھے بٹھایا پھر اس نے مترجم کو بلایا اور اس نے کہا ان سے کہو میں اس شخص کے بارے میں سوال کر رہا ہوں جس کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں مگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم بتا دینا کہ یہ جھوٹا ہے، حضرت ابوسفیان نے کہا بھلا اگر مجھے یہ غلط نہ ہوتا کہ یہ جھوٹا ہے تو میں ضرور جھوٹ بولتا، پھر اس نے اپنے مترجم سے کہا اس سے پوچھو کہ ان کا تم میں حسب ذرا ہے کیا ہے؟ میں نے کہا ہاں ہم میں اچھے حسب ذرا ہے، اس نے پوچھا کیا ان کے آباء میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے؟ میں نے کہا نہیں، اس نے پوچھا کیا اس دعویٰ سے پہلے تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا نہیں، اس نے پوچھا ان کی بیرونی اعلیٰ طبقہ کے لوگ کیا تھے؟ میں نے کہا اعلیٰ طبقہ کے، میں نے کہا اعلیٰ طبقہ کے

الْكَذِبِ لَكِنَّ بَيْتَكُمْ قَالَ لَعَلَّ جَمَانِهِ سَلَهُ
 كَيْفَ حَسَبَهُ فَيَكْفُرُ قَالَ قُلْتُ هُوَ فَيْتَنَا
 وَوَحَسْبُ قَالَ قَوْلُكَ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ
 قُلْتُ لَا قَالَ قَوْلُكُمْ تَقِيَهُمْ مَوْتُهُ بِالْكَذِبِ
 قَوْلُ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ وَمَنْ
 يَتَّبِعُهُ الْأَشْرَافُ النَّارِيسَ أَمْ صَعَقًا وَهُمُ
 قَالَ قُلْتُ بَلْ صَعَقًا وَهُمُ قَالَ أَلَيْسَ يُدُونَ
 أَمْ يَنْقُصُونَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يَزِيدُونَ
 قَالَ هَلْ يَزِيدُ أَحَدًا مِنْهُمْ عَنْ وَبَيْتِهِ
 بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخَطُهُ لَمْ قَالَ
 قُلْتُ لَا قَالَ قَوْلُ مَا تَلَّيْتُمْوهُ قُلْتُ
 لَعَمْرُكَ قَالَ كَلَيْفَ كَانَ وَقَاتِلْكُمْ إِيَّاهُ
 قَالَ قُلْتُ تَكُونُ الْعَرُوبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ
 يَسْجُدُ يُصَلِّي وَمِنَّا وَنُصِيبُ مِنْهُ قَالَ
 قَوْلُ يَتَعَدَّى قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِي
 مُدَّةٍ لَكِنَّ دَرِي مَا هُوَ صَانِعٌ فِيهَا قَالَ
 قَوْلُهُ مَا أَمَكْتُخِي مِنْ كَلِمَتِهِ أَدْخِلْ
 فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هِدْيَةٍ قَالَ قَوْلُ مَا
 هَذَا الْقَوْلُ أَحَدٌ قَبْلَكَ قَالَ قُلْتُ
 لَا قَالَ لَكِنَّ جَمَانِهِ قُلْتُ لَمْ إِي فِي سَأَلْتُكَ
 عَنْ حَسَبِهِ فَزَعَمْتَ أَنَّكَ فِيكُمْ دُونَ
 حَسَبٍ وَكَذَلِكَ الرَّسُلُ تَبَعَتْ فِي أَحْسَابٍ
 قَوْلُهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ مَلِكٌ
 فَزَعَمْتَ أَنْ لَا قُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ
 مَلِكٌ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مَلِكَ آبَائِهِ وَ
 سَأَلْتُكَ عَنْ أَتْبَاعِهِمْ أَصْعَقًا وَهُمُ أَمْ
 أَشْرَافُهُمْ فَقُلْتُ بَلْ صَعَقًا وَهُمُ وَهُمُ
 أَتْبَاعُ الرَّسُلِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ
 تَقِيَهُمْ مَوْتُهُ بِالْكَذِبِ قَوْلُ أَنْ يَقُولَ مَا

اس نے پوچھا ان کے پیروکار زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ میں
 نے کہا نہیں بلکہ وہ دن (دن زیادہ ہو رہے ہیں، اس نے
 پوچھا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کیا کرنی ان
 ملازم ہو کر ان کے دین سے پلٹ (مترجم جاتا ہے)۔
 میں نے کہا نہیں، اس نے پوچھا کیا تم نے کبھی ان سے
 جگمگ کی ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے پوچھا ان کا تمہارے
 ساتھ جگمگ میں کیا نتیجہ رہا؟ میں نے کہا ہمارے اور
 ان کے درمیان جگمگ ایک ڈول کی طرح ہے کبھی وہ
 بلیغ لیتے ہیں اور کبھی ہم، اس نے پوچھا تمہیں انھوں نے
 عہد شکنی کی؟ میں نے کہا نہیں، لیکن جس دوران ہم یہاں
 ہیں ہمیں ان کا حال معلوم نہیں حضرت ابرسغیا کہتے ہیں
 بڑا اس ایک جہل کے سوا مجھے اور کسی بات کو اپنی گفتگو میں
 داخل کرنے کی گنجائش نہیں ملی، اس نے پوچھا کیا ان سے
 پہلے کسی اور نے بھی دعویٰ کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں،
 پھر اس نے اپنے مترجم سے کہا اس کو بتاؤ، میں نے تم سے
 ان کے حسب کے متعلق پوچھا تو تم نے یہ بتایا کہ وہ تم میں اچھے
 حسب والے ہیں، اور تاہم یہی ہے کہ انبیاء اپنی قوم
 کے سب سے اچھے حسب میں مہرور ہوتے ہیں، پھر
 میں نے تم سے پوچھا کیا ان کے آباء اجداد میں کوئی بادشاہ
 گنوا ہے؟ تم نے کہا نہیں میں نے سوچا کہ اگر ان کے
 آباء میں کوئی بادشاہ ہوتا تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ انھوں
 نے اپنے آباء کی حکومت حاصل کرنے کے لیے یہ دعویٰ
 کیا ہے! پھر میں نے پوچھا کہ ان کے پیروکار کس قدر
 ہیں یا ذی حیثیت؟ تم نے کہا بلکہ وہ پس ماندہ لوگ ہیں،
 اور رسول کے پیروکاروں میں پس ماندہ لوگ ہی ہوتے
 ہیں، پھر میں نے تم سے پوچھا کیا اس دعویٰ سے پہلے
 تم ان پر مہرور کی تمہیں لگاتے تھے؟ تم نے کہا نہیں! اس
 میں نے جان لیا کہ جو شخص بندوں پر مہرور نہیں باندھتا
 وہ اللہ پر کب مہرور باندھے گا! اور میں نے تم سے

قَالَ فَرَعَمْتُ أَنْ لَا فَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ
لَمْ يَكُنْ لِيَدْعُرَ الْكَيْدَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ
يَذْهَبَ فَيَكْذِبُ عَلَى اللَّهِ وَسَأَلْتِكَ هَلْ
يُرِيدُ أَحَدٌ قَتْلَهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ
تَدْخُلَهُ سَحَابَةٌ لَهُ فَرَعَمْتُ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ
الْإِيمَانُ إِذَا خَالَطَ بِشَاشَةِ الْقُلُوبِ وَسَأَلْتِكَ
هَلْ يَزِيدُ وَنَ أَوْ يَنْقُصُونَ فَرَعَمْتُ أَنَّهُمْ
يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَنْتَهَى
وَسَأَلْتِكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ فَرَعَمْتُ أَنَّكُمْ
قَدْ قَاتَلْتُمُوهُ فَتَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَ
بَيْنَهُ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُونَ مِنْهُ
وَكَذَلِكَ الرَّسُلُ تُبْتَلَى ثُمَّ تَكُونُ لَهُمُ
الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتِكَ هَلْ يَغْدِرُ فَرَعَمْتُ
أَنَّهَا لَا يَغْدِرُ وَكَذَلِكَ الرَّسُلُ لَا تَغْدِرُ
وَسَأَلْتِكَ هَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ
قَبْلَهُ فَرَعَمْتُ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ قَالَ هَذَا
الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلِ
قَيْلٍ قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمِثْلِ مَرْكُومٍ
قُلْتُ يَا مُرُونَا يَا لَهْلُؤَةَ وَالرَّكَاتَةَ وَالصَّلَاةَ
وَالْعَفَافِ قَالَ إِنْ يَكُنْ مَا تَقُولُ فِيمَا
حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّ
خَارِجِيٍّ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ مِنْكُمْ وَكُوِّرَ فِي
أَعْلَمُ آتِيَّ أَخْلَصُ إِلَيْهَا لَأَخْبِيْتُ لِقَاءَهُ
وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَأَفْسَدْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ
وَلَيَبْلُغَنَّ مِنْكُمْ مَا تَحْتَ قَدَمَيْ قَالَتْ ثُمَّ
دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَرَأَ آيَةَ قَدْ أَفْتَيْنَا بِسُؤَالِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ مِنْ مَحْتَدِيٍّ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هِرَاقِلَ
عَظِيمِ الزُّؤْمِ سَلَامًا وَعَلَى مَوِيَّةَ

کیا کیا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص
ان سے ناراض ہو کر ان کے دین سے مرتد ہو جاتا ہے؟
تم نے کہا نہیں اور دل میں ایمان کے زچ جانے کے بعد
یہی ہوتا ہے، میں نے تم سے سوال کیا ان کے پیروکار
زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ تم نے کہا وہ زیادہ ہو رہے ہیں
اور ایمان لانے کا یہی قاعدہ ہے حتیٰ کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ
جاتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کیا کبھی تم نے ان سے
جنگ کی ہے؟ تم نے کہا ہاں جنگ کی ہے اور ہماری
جنگ ڈول کی طرح ہے کبھی اس کو وہ کھینچ لیتے ہیں اور
کبھی ہم، اور یہی قاعدہ ہے پہلے رسولوں کے ساتھ اسی
طرح ہوتا رہا ہے پھر آخری فتح الہی کی ہوتی ہے، اور میں نے
تم سے پوچھا کیا انھوں نے کبھی عہد شکنی کی ہے؟ تم نے کہا
وہ عہد شکنی نہیں کرتے، اور یہی قاعدہ ہے رسول مہد شکنی نہیں
کرتے، اور میں نے تم سے پوچھا کیا ان سے پہلے بھی
کسی نے یہ دعویٰ کیا تھا، تم نے کہا نہیں، میں نے سواگت
ان سے پہلے کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا تو میں یہ کہتا کہ اس
شخص نے اس پہلے قول کا اتباع کیا ہے پھر یوسفیان نے کہا
کہ پھر ہرقل نے پوچھا وہ تم کو کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے
کہا وہ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، صلہ رحمی کرنے اور
پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں، اس نے کہا اگر تم نے سچ
بیان کیا ہے تو وہ واقعی نبی ہیں اور مجھے علم تھا کہ اس نبی کا
ظہور ہونے والا ہے لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اس کا
تم میں ظہور ہو گا! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں ان تک پہنچ
جاؤں گا تو میں ان سے ملاقات کر لیتا کرتا، اور اگر میں
وہاں موجود ہوتا تو ان کے مبارک قدموں کو دھوتا، ان
کی حکومت یہاں تک ضرور پہنچے گی، پھر اس نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب منگوا اور اس کو پڑھا
اس میں لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ

أَتَابَعْنَا قَائِمًا أَدْعُوكَ بِهَا حَيَاتِهِ الْإِسْلَامَ
 أَسْلَمَ تَلِيْمًا وَ أَسْلِمَهُ يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ
 مَوْتَيْنِ وَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ
 إِثْمَ الْوَالِدَيْنِ يَسِيْرَيْنِ وَ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ
 تَقَالُوبًا إِلَىٰ كَلِمَتِي سَوَاءٌ بِئْسَ مَا
 بِيْتَكُمُ أَنْ كَلِمَةُ اللَّهِ وَ لَا تُشْرِكْ
 بِهِ شَيْعًا وَ لَا تَتَّخِذُوا بَعْضُنَا بَعْضًا
 أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلُوا
 أَشْهَدُ بِأَيْتَانَا مُسْلِمُونَ " فَكَلَّمَا فَرَعًا
 مِنْ قِيْرَاءَةِ الْكِتَابِ ارْتَفَعَا - الْأَصْوَاتُ
 عِنْدَهُ وَ كَثُرَ اللَّعْنُ وَ أَمْرٌ بِنَا فَأَخْرَجْنَا
 قَالَ قَعْلْتُ لَا ضَعْفَىٰ جِئْنَا نَعْرِضُنَا لِقَدِّ
 أَمْرًا مُرْئِينَ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ لِيَرْخَافُنَا
 مَيْلِكَ بِنِي الْأَصْفَرِ قَالَ قَمَارٍ لَتُ مَوْعِنَا
 يَا مُرْسَلَهُ لِي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَ سَلَّمَ
 أَنْتَا سَيِّظُهُمْ حَتَّىٰ أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَيَّ
 الْإِسْلَامَ -

ولایت کا پیرو کا ہے اس کو سلام ہو، اس کے بعد واضح
 ہو کر میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام سے آؤ،
 سلامتی سے روگے، اسلام قبول کرو، اور اللہ نے تم کو
 دو چیز اجزا عطا فرمائے گا، اور اگر تم نے ان اجزا کو تہمت کے
 پیرو کاروں کے اہل ان کا گناہ جو تم پر ہوگا، اسے اہل کتاب
 آؤ اس بات کو قبول کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان
 اتفاقی ہے، یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں
 گئے، اور اللہ کے سوا کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور
 ہم میں سے کوئی ہمارے سوا کسی کو معبود نہیں بلتے
 گا، اگر وہ اس سے اہل ان کو یہ تو کہہ دو گوارا، جو ہم مسلمان
 ہیں، جب ہر تہمت اس کو پڑھ کر فارغ ہوا تو اس
 کے سامنے شہدہ گچ گیا اور کثرت آوازوں آنے لگیں، اس
 نے ہمیں باہر نکالنے کا حکم دیا، اور ہم نکال دیا گیا، باہر
 آنے کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابن ابی کبشہ
 (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی اہمیت اب بہت بڑھ گئی
 ہے کیونکہ وہم کا بادشاہ بھی ان سے بہت ڈرتا ہے اس
 کے بعد مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو عنقریب علیہ ماسل ہوگا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے
 دل میں اسلام داخل کر دیا۔

۴۲۹۴ - وَ حَدَّثَنَا هُ حَسَنُ الْهَلَوَانِيُّ
 وَ عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ
 وَ هُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي
 عَنْ صَالِحِ بْنِ عَيْنِ بْنِ شَهَابٍ يَهْدِي الْأَسَدِيَّةَ
 وَ تَرَادَفَ فِي الْحَدِيثِ وَ كَانَ قَبِيضَهُ لَمَّا كَشَفَ
 اللَّهُ عَنْهُ جُنُودَ قَارِئِ مَسْ مَشَىٰ مِنْ حِمَاصٍ
 إِلَىٰ أَيْلِيَاءَ فَسَكَّرَ أَلْمَا أَبْدَلَا اللَّهُ وَ قَالَ
 فَأَلْحَدِيْثُ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ
 وَ قَالَ إِثْمُ الْوَالِدَيْنِ وَ قَالَ يَدْرِعِيَّةَ
 الْإِسْلَامَ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بھی ذکر کی
 ہے، اس میں ہے کہ ناسر (ایران) کی افواج کو شکست
 دینے کے بعد نبی قیصر روم تمھیں سے ایلیاہ (بیت
 المقدس) کی طرف روانہ ہوا تاکہ اس امتحان میں سرخروئی پر
 اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اور اس حدیث میں ہے کہ محمد
 عبد اللہ و رسول کی جانب سے اور ایسین کی لگی رہیں
 کا لفظ ہے اور دعاۃ کی بجائے داعیہ الاسلام کا لفظ ہے۔

حدیث ہرقل کے مسائل اور مباحث

اس حدیث میں متعدد فلائڈ ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
 (۱)۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہرقل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صادق ہونے کو جانتا تھا، لیکن جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ارادہ کو ظاہر کیا تو اس کے دربار کے تمام اراکین اور سردار اس سے متنفر ہو گئے اور بالآخر اس نے اُحمرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا اور روم کی حکومت پر قائم رہا، یہ نسبت ہمیشہ کے بادشاہ نجاشی کے مقدر میں تھی وہ آپ پر ایمان لے آیا تھا۔

(۲)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ کو اسلام کی دعوت دی اس میں یہ دلیل سے کہ قتال اور جہاد سے پہلے اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور دعوت اسلام سے پہلے قتال کرنا حرام ہے اور اگر ان کو پہلے دعوت اسلام پہنچ چکی ہو تو پھر دوبارہ دعوت دینا مستحب ہے۔

(۳)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ کلبی کے ہاتھ پر پیغام بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے۔
 (۴)۔ کافر کی طرف دیکھے جانے والے خط میں بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا جائز ہے، کیونکہ آپ نے اس مکتوب میں بسم اللہ لکھی۔

(۵)۔ بعض روایات میں ہے کہ امور عظیمہ کو بسم اللہ سے شروع کیا جائے اور بعض میں ہے کہ الحمد للہ سے شروع کیا جائے، اس مکتوب کو آپ نے بسم اللہ سے شروع کیا اس سے معلوم ہوا کہ الحمد للہ سے مراد بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا نام ہے، کیونکہ یہ مکتوب بھی ایک عظیم امر تھا۔

(۶)۔ دوسرے انبیاء اور رسول کی نظر پہلے اپنی طرف اور پھر اللہ کی طرف ہوتی ہے اور آپ کی نظر پہلے اللہ کی طرف اور پھر اپنی طرف ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا: ان معی ما جی "میرے ساتھ میرا رب ہے" آپ نے فرمایا: ان اللہ معنا "اللہ ہمارے ساتھ ہے" حضرت سلیمان نے مکتوب میں لکھا: انما من سلیمان وانما بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آپ نے لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم من عند رسول اللہ الی ہرقل عظیم الروم حضرت موسیٰ اور سلیمان نے پہلے اپنا اور پھر اللہ کا نام لیا اور آپ نے پہلے اللہ کا اور پھر اپنا نام لیا۔

(۷)۔ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے علاقہ میں قرآن مجید لے کر جانے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ہرقل کی طرف مکتوب بھیجا جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئیں علامہ نووی نے اس کا یہ جواب لکھا ہے کہ دو تین آیات کر لے جانا ممنوع نہیں ہے اور پورے قرآن کو لے کر جانا ممنوع ہے، میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جن کفار سے بالفعل جنگ ہو رہی ہو اور حالت حسب قائم ہو وہاں قرآن کو لے جانا ممنوع ہے اور کفار کے جو علاقے برس جنگ نہ ہوں وہاں قرآن مجید لے کر جانا جائز ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے دشمن کی سرزمین میں قرآن کو لے کر سفر نہ کیا جائے اور یہ معنی ان علاقوں کے مناسب ہے جہاں حالت جنگ موجود ہو۔

(۸)۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کافر اور بے وفو کا کسی ایسی کتاب کو چھونا جائز ہے جس میں قرآن مجید کی چند آیات لکھی ہوئی ہوں۔

(۹)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نیک کو نیک روم نہیں سمجھا کیونکہ نیک اور سلطنت اللہ اور اس کے رسول کی ہے یا جن کو اللہ اور رسول نیک اور سلطنت دے دیں یا جو کسی نیک پر اللہ اور اس کے رسول کی نیابت کرے اور اس کو نیک روم اس لیے سمجھا تاکہ اس کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی ہو کیونکہ تبلیغ میں نرمی اور ملاطفت مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اذعوا لیسئل ربکم بالحقمکة والموعظة الحسنیة (نحل ۱۲۵)۔ اپنے رب کے دین کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے۔

(۱۰)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اسلام تسلیم اس میں نہایت اختصار، جامعیت، بلاغت اور حسن عبارت ہے یعنی اسلام قبول کرنے کے بعد تم دنیا میں اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لو گے، تمہارا ملک غارت گری سے محفوظ رہے گا اور افرادی عذاب سے مامون اور سلامت رہو گے۔

(۱۱)۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص دوسروں کی گمراہی کا سبب ہو گا، وہ ان کے نذاب کا بھی مستحق ہو گا کیونکہ آپ نے فرمایا اگر تم نے دعوت اسلام سے انھیں کیا تو تم کو اپنے پیروکاروں کے اعمال میں کا بھی گناہ ہو گا، قرآن مجید میں ہے: ولیدخلن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم (عنکبوت: ۲۶) اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ بھی اٹھائیں گے، اس آیت سے یہی سزا (۱۲)۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص جہاد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اس کو جہاد اجرت ملے گا۔

(۱۳)۔ اس حدیث میں خطبہ کے بعد ابا بکر نے کہا جی ثبوت ہے۔

(۱۴)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نیک کے لیے سمجھا کہ سلام علی من اتبع الهدی اور سلام علیکم نہیں سمجھا، اسی میں یہ دلیل ہے کہ کافر کو ابتداء اسلام نہیں کرنا چاہیے، بعض متقدمین نے کافر کو ابتداء اسلام کرنے کو بھی جائز کہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، اگر کافر ابتداء اسلام کرے تو جہاد میں کہے وعلیکم ما علیکم اور اگر فتح کا خوف ہو تو فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت سے وعلیکم السلام کہنا جائز ہے۔

(۱۵)۔ یزید خاتم کا ایک شخص تھا جو شہری (ایک ستارہ) کی عبادت کرتا تھا اور اہل عرب میں سے کوئی اس کے موافق نہیں تھا اس کا نام ابن ابی کثیر تھا، البرسغان نے آپ کو ابن ابی کثیر کے مشابہ قرار دے کر آپ کو ابن ابی کثیر کہا کیونکہ اس وقت زیادہ تر عرب آپ کے دین کے مخالف تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ ابو کثیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا کا نام تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ابو کثیر حضرت حمید کے والد کے چچا کا نام تھا اس وجہ سے آپ کو ابن ابی کثیر کہا۔

(۱۶)۔ ہر نیک نے کہا وکن لک الرسول تبعث فی احساب قومہا۔ «اور اسی طرح قادمہ ہے کہ رسول اپنی قوم کے سب سے اچھے نسب میں سمجھتے ہوئے ہیں، ۱۹۵۳ء میں جب پاکستان میں سب سے پہلے قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی اور تمام مسلمانوں کے علماء کلمے ہوئے تو ایک مجلس میں میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے شیخ اور میں کا نہ معلوم سے کہا آپ نے اپنی کتاب علم الکلام میں لکھا ہے کہ نبی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا نسب اپنے زمانہ کے انساب سے افضل ہو اور یہ صحیح نہیں ہے، شیخ کا نہ معلوم نے کہا میں نے تو مریدان کا ترجمہ کیا ہے وکن لک الرسول تبعث فی احساب قومہا، حضرت نے فرمایا حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی

کانشب اپنی قوم کے انساب سے افضل ہوتا ہے کہ اپنے زمانہ کے انساب سے افضل ہوتا ہے، شیخ کا بدھوی نے کہا زمانہ کے انساب میں کیا اشکال ہے، حضرت لکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراہیم اسماعیل و اصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانہ واصطفیٰ من قریش بنی ہاشم واصطفانی من بنی ہاشم (جامع ترمذی ص ۵۱۹ مطبوعہ تہ محمد کراچی) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد سے حضرت اسماعیل کو فضیلت دی، اور حضرت اسماعیل کی اولاد سے بڑکانہ کو فضیلت دی اور بڑکانہ سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیل کانشب حضرت اسماعیل سے افضل تھا اور حضرت اسماعیل کی اولاد میں انبیاء ہوئے اور اس وقت یہ انبیاء مبعوث ہوئے اس وقت حضرت اسماعیل کی اولاد بھی موجود تھی اور ان کا نسب ان انبیاء کے نسب سے افضل تھا، سو اگر نبی کے لیے یہ ضروری ہو کہ اس کا نسب اپنے زمانہ کے تمام انساب سے افضل ہو تو بنو اسرائیل کے کسی نبی پر نبی کی تعریف صادق نہیں آئے گی کیونکہ ان کا نسب اپنے زمانہ میں موجود اولاد اسماعیل سے افضل نہیں تھا، اس لیے نبی کی یہی تعریف ہے کہ اس کا نسب اپنی قوم کے انساب میں سے افضل ہوتا ہے۔ جب حضرت نے یہ اشکال قائم کیا تو شیخ کا بدھوی سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور تمام مامزین دم بخود رہ گئے۔

دعوت اسلام کے لیے کافر بادشاہوں کے
نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط

بَابُ كُتُبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِلَى مُلُوكِ الْكُفَّارِ يَدْعُوهُمْ
إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری اور قیسریہ کی طرف خط لکھا اور نجاشی کی طرف خط لکھا اور ہر حاکم کی طرف خط لکھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناز بنانہ پڑھا تھا۔

۴۴۹۵ - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَمَّادٍ
الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدِ
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَإِلَى
قَيْصَرَ وَإِلَى النَّجَاشِيِّ وَإِلَى كُلِّ جَبَتٍ بِ
يَدِ عُوْهُمُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَكَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ
الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی، اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں تھا جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناز بنانہ پڑھا تھا۔ ایک اور سند سے بھی یہ روایت صحیح ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناز بنانہ پڑھا تھا۔

۴۴۹۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
الرَّمِثِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ
مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَقُلْ وَكَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ

تھامیں کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

صَلَّى عَلَيْكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ
وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَعْمَشِيُّ أَخْبَرَنَا
أَبُو حَدَّادٍ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ قَيْسٍ عَنْ قَتَادَةَ
عَنْ أَنَسٍ وَكَرْبَةَ كُرَيْبٍ وَكَيْسِ بْنِ مَرْثَدَةَ
أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مختلف اقوام کے بادشاہوں کے القاب کے

ایراہوں کے بادشاہ کا لقب کسری ہے، روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہے، اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نسما شوم ہے اور ترک کے بادشاہ کا لقب خاقان ہے اور قطیفیوں کے بادشاہ کا لقب افروز ہے اور مصر کے بادشاہ کا لقب عزیز ہے۔ اسی طرح ہندوؤں اور کھنوں کے بادشاہ کا لقب راجہ اور مہاراجہ ہے، انگریزوں کے بادشاہ کا لقب جارج اور ایڈورڈ ہے۔ مسلمانوں کے بادشاہ کا لقب سلطان ہے، تمام مسلم ریاستوں کے سربراہ کو خلیفہ کہا جاتا ہے اور کسی ایک مسلم ریاست کے سربراہ کو سلطان کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں حکمرانوں کی طرز خطوط کھننے کا ثبوت ہے۔ اور یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھننے سے اور آپ کا کھنا آپ کے اتنی ہونے کے سناں نہیں ہے کیونکہ اتنی کا معنی ہے جس نے اپنی ماں سے پیدا ہونے کے بعد کسی دنیاوی استاد سے کھنا اور پڑھنا نہ سیکھا ہو، اور آپ نے دنیا کے کسی شخص سے کھنا اور پڑھنا نہیں سیکھا۔ جس طرح استاد نے آپ کو باقی تمام چیزوں کا علم ملا پڑا اسی طرح آپ کو کھننے اور پڑھنے کا علم بھی ملا پڑا، اور آپ نے وہاں سے پہلے کھا بھی اور پڑھا بھی اور یہ بھی آپ کا معجزہ ہے۔ اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق انشاء اللہ باب نمبر ۱۰۵ میں بیان کی جائے گی۔

غزوة حنین کا بیان

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوة حنین میں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میں اور حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہا۔ اور آپ سے بالکل الگ نہیں ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفید رنگ کی نچ پر سوار تھے جراب کو فروہ بن مظاہرہ جدامی نے ہریہ کی تھی، حبیب مسلمانوں اور کفار کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیچھے پھیر کر بھاگے، رسول اللہ

بَابُكَ فِي غَزْوَةِ حُنَيْنٍ

۲۲۹۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ
بْنُ عَمْرٍو بْنِ سَرْجٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهَّابٍ أَخْبَرَنَا
يُؤُسُ بْنُ عَيْنِ بْنِ شَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنَا
كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ
قَالَ عَبَّاسُ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا مَتَّ
أَنَا وَأَبُو سَلَيْمَانَ بْنُ الْعَامِرِثِ بْنِ عَبْدِ
الْمُطَّلِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۰۔ علامہ بخاری بنی بن شرف نے کہا متوفی ۶۷۱ھ شرح مسلم ۲/ص ۹۹، مطبوعہ دار المعرفۃ (کراچی) ۱۳۷۵ھ

فَلَمْ نَفَارِقَهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءُ أَهْدَاهَا لَهُ قُرَّةُ بْنُ نَفَاسَةَ الْجَدَايِيُّ فَلَمَّا اتَّقَى الْمُسْلِمُونَ وَالْكَفَّارُ وَالِ الْمُسْلِمُونَ مَدِيرِينَ فَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قَبْلَ الْكُفَّارِ قَالَ عَبَّاسٌ وَأَنَا إِخْدُ بِلِجَامِ بَغْلَتِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْفُهَا إِرَادَةٌ أَنْ لَا تُسْرِعَ وَأَبُو سُفْيَانَ إِخْدُ بِرِكَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ عَبَّاسٍ قَادِ أَصْحَابِ السَّمَرَةِ فَقَالَ عَبَّاسٌ وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا فَقُلْتُ يَا عَلِيُّ صَوِّقِي أَيْنَ أَصْحَابِ السَّمَرَةِ قَالَ قَوْلَ اللَّهِ لَكَانَ عَطَفْتَهُمْ حِينَ سَمِعُوا صَوِّقِي عَطَفَةُ الْبَقْرِ عَلَى أَوْلَادِهَا فَقَالُوا يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ قَالَ فَاقْتَتَلُوا وَالْكَفَّارُ وَالِدَعْوَةَ فِي الْأَنْصَارِ يَقُولُونَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالَ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلَى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَقَالُوا يَا بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ يَا بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَتَنَزَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا إِلَى قِتَالِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا حَيْثُ حَيِقَ الْوَطِيسُ قَالَ ثُمَّ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصِيَّاتِ قَرْمِي يَهُونَ وَجُوزَةَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ انْفَرُوا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ قَالَ فَجَبَّ

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیر کفار کی جانب دھاڑتے تھے، حضرت عباس نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر کی نگاہ قائم کر اس کو تیز جاگنے سے روک رہا تھا، اور حضرت ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رباب بکٹے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابے عباس! اصحابِ سمرہ کو آواز دو، حضرت عباس کبند آواز شخص تھے وہ کہتے ہیں میں نے با آواز بند پکارا اصحابِ سمرہ کہاں ہیں؟ حضرت عباس نے کہا نندابہ آواز سنتے ہی وہ اس طرح پلٹے جیسا کہ گائے اپنے بچوں کی طرف پلٹتی ہے، وہ یا بیک، یا بیک کہتے ہوئے دوڑے آئے اور انہوں نے کافروں سے لڑنا شروع کر دیا، اور انہوں نے انصار کو بلایا اور کہتے تھے اے انصار کی جماعت! اے انصار کی جماعت! پھر بنو حارث بن خزرج کو بلایا گیا اور کہا اے بنو حارث بن خزرج! اے بنو حارث بن خزرج پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن اٹھا کر ان کی طرف دیکھا دیکھ مالکیہ آپ خیر پر سوار تھے، آپ ان کی جگہ کا منتظر دیکھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت نور گرم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنگریاں اٹھائیں اور کفار کے چہروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا رب محمد کی قسم یہ ہار گئے، حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا لڑائی اسی تیزی کے ساتھ جاری تھی میں اسی طرح دیکھ رہا تھا کہ اچانک آپ نے کنگریاں پھینکیں بھلا! میں نے دیکھا کہ ان کا روڈ ٹوٹ گیا اور وہ میٹھ پھیر کر جا گئے گے۔

marfat.com

جلد خامس

أَنْظُرُ فَإِنَّ الْقِتَالَ عَلَى هَيْئَتِهِ فِيمَا
أَرَى قَالَ قَوْلَ اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ تَمَاطَهُمْ
بِخَصِيصِيَّتِهِمْ فَمَا زِلْتُ أَرَى حَدَّهُمْ كَيْلِيذًا
وَأَمْرَهُمْ مُدْبِرًا۔

۴۳۹۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو اسْمَعِيلَ بْنُ أَبِي هَيْمٍ
وَمُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ وَعَمِيدُ بْنُ حَسَنٍ جَمِيعًا
عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ عَنِ
الرُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوًا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ
قَرَوَهُ بِنُوعَامَةَ الْجَدَارِيِّ وَتَالَ
أَنْهَزَ مُوَاوَرَاتِ الْكَعْبَةِ أَنْهَزَ مُوَاوَرَاتِ
الْكَعْبَةِ وَتَرَافِي الْحَدِيثِ حَتَّى هَرَمَ مَسْمُومُ
اللَّهُ قَالَ وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُكُضُ خَلْفَهُمْ عَلَى
بَعْلَتِهِ۔

۴۳۹۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو اسْمَعِيلَ بْنُ أَبِي هَيْمٍ
سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الرَّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي
كَشِيرُ بْنُ الْعَبَّاسِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ
حَنْبِنٍ وَتَسَاقَى الْحَدِيثَ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ
يُونُسَ وَحَدِيثَ مَعْمَرِ الْكُفْرِ

مِنْهُ وَأَنَّهُ۔
۴۵۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا
أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ أَبِي اسْمَعِيلَ قَالَ قَالَ
رَجُلٌ لِدَاوُدَ يَا أَبَا عَمَّادٍ أَفَرَأَيْتُمْ يَوْمَ
حَنْبِنٍ قَالَ لَا وَاللَّهِ مَا دَلَّى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لَيْكُنْ خَرَجَ
فَتَبَّانِ أَحْمَابِهِمْ وَأَخْفَأُ وَهُمْ حَسْرَةً لَيْسَ
عَلَيْهِمْ سِلَاحٌ أَذْ كَيْفُ سِلَاحٌ فَلَقُوا قَوْمًا
رُمَاهُ لَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ جَمْعُهُ هَوَارِنُ

الحکم مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت ذکر کی ہے
اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اب کبھی کہ تم یہ ارگئے ،
رب کبھی کہ تم یہ بل گئے ، اور اس حدیث میں یہ اضافہ ہے
حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی ، مگر با کہ میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا
ہوں کہ آپ ان کے پیچھے اپنا حجر دوڑا رہے ہیں۔

کثیر بن عباس اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ تھا ، اس کے بعد حسب سابق حدیث روایت کی ہے
البتہ یونس اور معمر کی روایت زیادہ تام ہے۔

الواسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت
بلاد سے کہا اے ابوعمارہ کیا تم جنگ حنین کے دن
جھاگ پڑے تھے ، انہوں نے کہا نہیں ، خدا کی قسم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھو نہیں پھیر سی تھی ، بلکہ اور واقعہ
یہ تھا کہ آپ کے اصحاب میں سے چند جلد باز اور نچتے
فوجان آگے نکلے اور ان کا مقابلہ
ہوازن اور بنو نضر کے تیرا نمازوں سے ہوا میں کا کوئی
تیرا نما نہیں مانا تھا ، انہوں نے اس طرح تاک تاک کر تیر

وَبَنِي نَضْرٍ فَرَشَقُوهُمْ رَشَقًا مَا يَكَادُونَ
يُخَطِّطُونَ فَأَقْبَلُوا هُنَاكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ
وَأَبُو سَفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
يَقُودُ بِهِ فَتَنَزَلَ فَاسْتَنْصَرَ وَقَالَ ه
أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

ثُمَّ صَفَّهُمْ -

۲۵۰۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ
الْمِصْبِغِيُّ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ
زَكْرِيَاءَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ
إِلَى الْبَرَاءِ فَقَالَ أَكُنْتُمْ وَكَيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ
يَا أَبَا عَمْرَةَ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دَلَى وَلَيْكِنِّي انْطَلَقَ
أَخْفَاءً مِنَ النَّاسِ وَحَسَرْتُ إِلَى هَذَا
النَّحْيِ مِنْ هَوَانِمْ وَهُمْ قَوْمٌ مِمَّا
قَرَمَوْهُمْ بِرَشَقٍ مِنْ نَبَلٍ كَأَنَّهَا
رَجُلٌ مِنْ جَرَادٍ فَا نَكْشَفُوا فَأَقْبَلَ
الْقَوْمُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَبُو سَفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ يَقُودُ
بِهِ بَغْلَتَهُ فَتَنَزَلَ وَدَعَا وَاسْتَنْصَرَ وَ
هُوَ يَقُولُ ه

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

اللَّهُمَّ نَزَلْ نَصْرَكَ قَالَ الْبَرَاءُ كُنَّا وَ
اللَّهُ إِذَا احْتَمَى النَّاسُ تَقِي بِهِ وَإِنَّ
الشَّجَاعَ مِمَّا لِلَّذِي يُعَاذِي بِهِ يَغِي النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

برساتے کہ ان کا کوئی تیز خطاب نہیں گیا، پھر یہ جوان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹ آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ایک سفید فخر بدر سوار تھے، اور ابو سفیان بن حارث بن
عبد المطلب اس کے آگے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فخر
سے اترے اور اللہ سے مدد طلب کی اور آپ نے فرمایا:
میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے، میں عبد المطلب کا بیٹا
ہوں، پھر آپ نے ان کی صفت بند کی۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت براء
کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے براء کیا تم جگت حنین
کے دن جاگ گئے تھے، انہوں نے کہا میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پشت نہیں
پھیر لی، لیکن چند جلد باز اور نبتے فرجوان ہوازن کی طرف
بڑھے وہ لوگ تیر انداز تھے انہوں نے تیروں کی اس طرح
برچار کی جیسے ٹڈی دل، تو یہ لوگ ان کے سامنے سے
بٹ گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے، حضرت ابو سفیان بن حارث آپ کے فخر کے
آگے تھے، آپ فخر سے اترے، دعا کی اور اللہ سے مدد
مانگی اور آپ یہ فرما رہے تھے، میں نبی ہوں یہ جھوٹ
نہیں ہے، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، اے اللہ اپنی
مدد نازل فرما۔ حضرت براء نے کہا خدا کی قسم جب جگت تیز
ہوتی تو ہم خود کو آپ کی پناہ میں پکارتے تھے اور ہم میں
بہادر وہ شخص ہوتا تھا جو جگت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ رہے۔

۲۵۰۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى
وَأَبْنُ بَشَّارٍ وَكَالْفِطْرِيُّ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ
عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَقَالَ لَهُ
رَجُلٌ مِّنْ قَبْلِ أَقْرَبْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُتَيْنَ
فَقَالَ الْبَرَاءُ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَفْعَلُ وَكَانَتْ
هَوَازِنُ يَوْمَئِذٍ رَمَاءً وَإِنَّمَا حَمَلْنَا
عَلَيْهِمْ أَنْكَشَفُوا فَأَكْبَدْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ
فَأَسْتَقْبَلُونَا يَا لَيْسَ بِهَا وَقَدْ رَأَيْتَ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَيْتِهِ
الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ الْحَارِثِ
أَخِيًّا يَلْجَأُ بِهَا وَهُوَ يَقُولُ
أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

۲۵۰۳۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ
وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلْدَوَيْهِ
قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ
قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ
قَالَ لِمَا رَجَلٌ يَا أَبَا عُمَارَةَ هَذَا كَرَّ
الْحَدِيثُ وَهُوَ أَقْلٌ مِنْ حَدِيثِهِمْ وَ
هُوَ لَرَأٍ أَكْثَرُ حَدِيثًا.

۲۵۰۴۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ
حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا
عُكَيْمَةُ بْنُ عَتَّارٍ حَدَّثَنِي إِيَّاسُ بْنُ سَلَمَةَ
حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ عَزَّ وَرَأَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُتَيْنًا فَكَلَّمَا
وَاجْهَتَا الْعَدُوَّ فَتَعَدَّ مَتَّ فَاغْلُوا فَنِيَّةً

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ قبیلہ قیس کے ایک شخص نے
حضرت بلاد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا تم غزوة حنین کے دن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جھاگ گئے تھے حضرت
براد نے کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے سامنے
سے نہیں ہٹے، ہولانک کے جوان اس دن تیر اندازی کر
رہے تھے ہم نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ جھاگ گئے اللہ
جب ہم ملل ٹینٹوں ٹھٹے لگے تو انہوں نے ہمیں تیروں پر
رکھ لیا، اللہ ہی نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید
نچر پر سوار تھے اور حضرت البر سفیان بن عمارؓ، اس کی کلام
پکڑے ہوئے تھے اور آپ فرما رہے تھے: میں نبی ہوں
یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت بلاد رضی اللہ عنہ بیان کرنے میں کہ ان سے
ایک شخص نے کہا اے ابوعمارہ! اس کے بعد حسب سابق
حدیث ہے اسی روایت میں کہ الفاظ ہیں اللہ و دیگر روایات
اس کی بہ نسبت مکمل ہیں۔

ایسا بن سلمہ کہتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ
نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ غزوة حنین میں گئے، جب ہولانک کے
ساتھ مقابلہ ہوا تو ہمیں آگے بڑھ کر ایک گھاٹی پر سڑھ گیا،
دشمن کو ایک شخص سامنے سے آیا، میں نے اس کے تیر
مارا، وہ چھپ گیا اور مجھ کو تیرا زبل سکا اس نے کہا کہا،

فَأَسْتَقْبَلَنِي رَجُلٌ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَنزَمَنِيهِ
 بِسَهْمٍ كَتَبُوا نَامِي عَيْتِي كَمَا دَرَبْتُ مَا صَنَعَهُ
 وَنَظَرْتُ إِلَى الْقَوْمِ فَإِذَا هُمْ قَدْ طَلَعُوا
 مِنْ ثِيَابِي أُخْرِي فَأَلْتَقُواهُمْ وَصَحَابَةُ
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَلَّى
 صَحَابَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَأَرْجَعُ مُنْهَرًا مَا وَعَلَى بُرْدَتَانِ مُتَزِرًا
 بِأَحَدِاهُمَا مُزْتَدِيًا بِالْأُخْرَى فَاسْتَنْطَلَقَ
 إِزَارِي فَجَمَعَهُمَا جَمِيعًا وَمَرَّتْ عَلَى
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُنَّ مَا
 وَهُوَ عَلَى بَغْلِيَةِ الشَّهْبَاءِ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَى
 ابْنُ الْأَكْوَعِ فِرْعَانَ فَلَمَّا غَشُوا رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنْ
 الْبَغْلِيَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ
 مِنَ الْأَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهِ وَجُوهَهُمْ
 فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوهَ فَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْهُمْ
 إِنْسَانًا إِلَّا مَلَأَ عَيْنِيهِ تُرَابًا بِأَيْتِكَ الْقَبْضَةَ
 فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَهَذَا مَهُمُ اللَّهُ هَذَا وَجَلَّ
 وَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 عَنَّا يَوْمَهُم بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ

میں نے قوم کی طرف دیکھا تو وہ دوسری گھاٹی سے چڑھ رہے
 تھے، ان کا اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا مقابلہ
 ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پشت پھیر کر بھاگے، میں
 بھی شکست خوردہ لڑتا، درآن حالیکہ مجھ پر دو چادریں تھیں،
 ایک میں نے باندھی ہوئی تھی اور دوسری اوڑھی ہوئی تھی،
 میرا تہبند کھل گیا تو میں نے دونوں چادروں کو اکٹھا کر لیا،
 اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکست خوردہ
 لڑتا، درآن حالیکہ آپ اپنے نچر شہباز پر سوار تھے، رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن الاکوع غوغ زود ہو کر دیکھ
 رہا ہے۔ جب دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
 گھیر لیا تو آپ نچر سے اترے اور زمین سے خاک کا ایک
 مٹھی اٹھا کر دشمن کے چہروں کی طرف پھینکی اور فرمایا ان
 کے چہرے قیح ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس مٹھی سے
 ان کے ہر انسان کی آنکھ میں مٹی بھری اور وہ پیٹھ پھیر
 کر بھاگے، سو اللہ عزوجل نے ان کو شکست دی، اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال غنیمت مسلمانوں
 میں تقسیم کر دیا۔

غزوة حنین کا اجمالی ذکر | مکہ اور طائف کی درمیان وادی کا نام حنین ہے، یہ غزوة شوال ۵ھ ہجری میں واقع ہوا،
 اس کی تفصیل باب نمبر ۵۸۹ میں گزر چکی ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ
 حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمَّا تَغَنَّ عَنكُمْ
 ثِيَابًا وَصَافَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِهَارِ حَبِيبٍ
 ثُمَّ وَلَيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۚ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ مَكِّيَّةً عَلَى
 رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ

بے شک اللہ تعالیٰ نے بکثرت مواقع پر تمہاری
 مدد فرمائی اور غزوة حنین کے دن تمہاری مدد کی جب تم
 اپنی کثرت پر اترا رہے تھے، اور یہ کثرت تم سے کسی
 منکر کو ٹال نہ سکی، اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم
 کو گھیر لیا اور تمہاری پشت پھیرتے ہوئے واپس لے گئے

تروها و هذا من الذين كفروا و ذلك جزاء
الكاثرين -

(توبہ، ۲۶-۲۵)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر طمانیت قلمبائل
فرمائی اور ایسے لشکر تیار سے جن کو تم نے نہیں دیکھا، اور
کافروں کو غناب دیا اور کافروں کی بھی سزا ہے۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمودہ جن کا وہ تمام ماجرا بیان فرمایا ہے، جن کی تفصیل اس باب کی احادیث میں
کفار اور مشرکین سے ہدیے قبول کرنے کی تحقیق

نہج پر ملاحظہ تھے، علامہ فردوسی لکھتے ہیں: تاحی عیاض نے کہا ہے کہ اس شخص کے اسلام قبول کرنے میں اختلاف ہے، طبری
نے کہا ہے کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے طویل عمر گزاری، اور دوسرے مورخین نے کہا ہے کہ یہ اسلام نہیں لایا، صحیح
بخاری میں ہے کہ ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو فخر ہدیر کی تختی، اور اس کا نام: تحفہ بن رعدہ تھا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر سے ہدیہ قبول کیا اور دوسری احادیث میں آپ
نے عاتل کو ہدیہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ابن اللبنیہ کی حدیث میں ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ
نے مشرکین کے ہدیے والین کو دیے اور فرمایا ہم مشرکین کی بخشش قبول نہیں کرتے، سوال احادیث میں تضاد
ہے۔ تاحی عیاض نے کہا یہ احادیث ہدیہ قبول کرنے کے لیے مانع ہیں، اور جہور فقہاء نے کہا یہ حدیث منسوخ نہیں ہے
کیونکہ آپ کا اس ہدیہ کو قبول کرنا از قبیل نئی ہے اور آپ کی خصوصیت ہے، عام مسلمان مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کر سکتے
نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مشرک سے ہدیہ قبول کرتے تھے جس کے اسلام کی توقع ہو یا ہدیہ قبول کرنے میں مسلمانوں کے
لیے کوئی مصلحت ہو اور ان میں کو آپ ہدیہ کا عرض دیتے تھے اور جن شخص کے اسلام لانے کی توقع نہ ہوتی یا جس کے ہدیہ
قبول کرنے میں مسلمانوں کی کوئی مصلحت نہ ہوتی اس کا ہدیہ آپ روک دیتے تھے، کیونکہ ہدیہ محبت اور مودت کو واجب
کرتا ہے اور کفار اور مشرکین سے محبت اور مودت منسوخ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جو عمال اور حکام ہیں ان کا اپنے لیے ہدیہ قبول کرنا جہور فقہاء اسلام کے نزدیک
جائز نہیں ہے، اور اگر انہوں نے قبول کر لیا تو وہ نئی قرار پائے گا، کیونکہ کافر نے ان کو وہ ہدیہ اس لیے دیا ہے کہ
وہ مسلمانوں کے امام ہیں، اور جس قوم کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا ہوا ہے اگر اس کے کسی فرد نے ہدیہ دیا تو اس کا شمار
مال غنیمت میں ہوگا، امام اوزاعی، امام محمد بن الحسن، ابن القاسم اور ابن جنیب کا یہی قول ہے، اور امام ابو یوسف اور
ماکی فقہاء میں سے علامہ اشعری اور امام سخزنی کا قول یہ ہے کہ وہ ہدیہ صرف امام کے لیے ہوگا۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے صرف ان ہدیوں کو روک دیا جو انہوں نے آپ کو ذاتی حیثیت
سے دیے تھے اور جو ہدیے انہوں نے اس حیثیت سے نہیں دیے تھے ان کو آپ نے مسلمانوں کے مفاد کے لیے
قبول کر لیا، اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مشرکین سے ہدیہ لینے کا جواز منسوخ ہو گیا، اور آپ کے بعد اللہ کو جو ہدیے دیے
جائیں ان کا شمار یہ اتفاقاً کے حال نئی یا غنیمت میں ہوگا۔

تاحی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار اہل کتاب سے ہدیے قبول کیے ہیں مثلاً موقوفہ اور
شام کے بادشاہ وغیرہ جو دین نصرانیت پر تھے اور جن مشرکین کے ہدیے قبول کرنے سے منع فرمایا ہے وہ غیر اہل کتاب

بَابُ عَزْوِ الطَّائِفِ

عزوه طائف کا بیان

۲۵۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ ثُمَيْزٍ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الْأَعْمَلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَاصِرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الطَّائِفِ فَكَلِمَةُ يَدُلُّ مِنْهُمْ شَيْئًا فَجَاءَ إِتْقَانُ فَيُلُونَ إِنَّ هَذَا اللَّهُ قَالَ أَوْضَحَابُهُ فَرَجَعَهُ وَكَلِمَةُ لَفْتَتِيحَهُ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتُوا عَلِيَّ الْقِتَالِ فَغَدَا عَلَيْهِ فَأَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتُوا فَيُلُونَ غَدَا قَالَ فَأَعَجَبْتَهُمْ ذَلِكَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کا محاصرہ کیا اور وہاں سے کچھ حاصل نہیں کیا تو فرمایا ہم انشاء اللہ لوٹ جائیں گے، آپ کے اصحاب نے کہا کیا ہم بیرون قح کے لوٹ جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل صبح ان سے جگک کرنا، صحابہ نے صبح حملہ کیا اور زخمی ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ہم کل صبح والپن چلے جائیں گے، صحابہ اس سے خوش ہو گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرم فرمایا۔

طائف کا جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ علامہ حموی لکھتے ہیں: طائف کا عرض بلد اکیس درجہ ہے۔ مکہ سے آتے ہوئے یہ ایک دن کی مسافت پر واقع ہے اور مکہ کی طرف جاتے ہوئے آدھے دن کی مسافت پر ہے۔ اس شہر کو حسین بن سلام نے آباد کیا تھا۔ علامہ حموی نے یہ بھی لکھا ہے کہ طائف تعین کے شہروں کی ایک وادی ہے اور یہ مکہ سے بارہ فرسخ (چھتیس شرعی میل) دور ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف پر حملہ کیا اور فوجی میں اس کو صلح سے فوج کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ ہجری میں جب وادی حنین سے لوٹے تو طائف میں اترے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کر لیا، اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات لہجی دباہ اور مغنیق وغیرہ استعمال کیے گئے، بیس دن تک محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہو سکا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ محاصرہ اٹھایا جائے، صحابہ نے عرض کیا کیا آپ ان کی ہلاکت کے لیے دعا کریں؟ آپ نے یہ دعا دی: اے اللہ! تعین کے ہواہریت دے اور ان کو یہ ترفیق دے کہ میرے پاس آجائیں " آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور اگلے سال بنیر جگک کے اہل طائف نے جنت کرائی۔ لہ

۱۳۹۹ھ

علامہ شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی متروک ۲۲۶ھ، معجم البلدان ج ۴ ص ۱۲ - ۸، مختصراً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

طائف: عرب کا ایک شہر جو مکے کے جنوب مشرق میں واقع ہے یہاں سے مکے تک جانے والی سڑک چونکہ کئی پیچیدہ گھاٹیوں سے گزرتی ہے، اسی لیے موٹر کو تقریباً پچھتر میل طے کرنا پڑتے ہیں۔ براہ راست مسافت اس سے خاصی کم ہے۔ یہ ایک سطح مرتفع میں واقع ہے، جو سلسلہ کورہ سمراتہ میں سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ ایک دلچسپ بدوی افسانے کے مطابق جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجرہ کے ساتھ شام سے صحرائے عرب روانہ ہوئے تو خدانے مرغزار شام کا ایک ٹکڑا اساتھ کر دیا اور یہی طائف ہے۔ سردیوں میں یہاں بعض اونگھات پانی جم جاتا ہے۔ قبل اسلام ہی سے طائف اور مکہ توأم شہر رہے ہیں۔ طائف کی پیداوار کی مکے میں نکاسی ہوتی ہے۔ اگر ایک طرف مالدار اہل مکہ، بالخصوص بنو امیہ، طائف میں زمینیں خریدنے اور گرمیاں گزارنے آیا کرتے تھے تو طائف کے مستعد باشندے بھی تجارتی کاروبار کے سلسلے میں مکے میں بود و باش رکھتے تھے۔ قرآن مجید ۴۲ [الذخرف: ۳۱] میں مکے اور طائف کو ملا کر "قریتین" (دو شہر) کہا گیا ہے۔ آغاز اسلام کے وقت یہ مغربی عرب کے بڑے شہروں میں سے ایک تھا۔ یہاں کا بت خانہ مکے کا حریف تھا۔ اب سعودی دور میں اس شہر نے گرمائی قیام گاہ کے طور پر بڑی ترقی کر لی ہے۔ یہاں کثرت سے یورپی، امریکی لوگ بھی نظر آیا کرتے ہیں۔ قبل اسلام یہاں سے میروں اور ترکاری کے علاوہ انگور کی شراب، گیہوں اور لکڑی، نیز دباغت شدہ کھالیں برآمد ہوتی تھیں۔ حکومتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک میں، جو اہل طائف کے نام ہے، غبیاد (مکئی کی تہ) کو بھی حرام سمجھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

جیسا کہ مادہ نقیض میں بیان ہوا، طائف میں جسے اکثر فوج سے بھی موسم کرتے ہیں۔ شروع میں عام بن النظر کا قبیلہ عدوان بستا تھا۔ پھر نقیض اور ایادائے اور بعد ازاں بعض دیگر قبائل، جو احواف کے نام سے مشہور ہیں۔

خاندان بنو ہاشم کی طائف میں رشتہ داریاں تھیں۔ بنو عبدہ یا لیل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموؤں کا خاندان کہا جاتا ہے۔ ابوہب کی بیٹیوں کی اہل طائف سے شادیاں ہوئی تھیں۔ حضرت عباسؓ کا بھی طائف سے رتی اور تجارتی کاروبار بہت تھا۔ اسی لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہوٹان مکہ سے مایوسی ہوئے تو انھوں نے اپنے ماموؤں کا رخ کیا، اگرچہ ان سے طائف میں جسمانی اور روحانی تکلیف اور مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ ہجرت کے بعد جلد ہی رجب ۲ھ میں سر یہ نخلہ (ما بین مکہ و طائف) پیش آیا، جو اگرچہ خالصتاً اہل مکہ پر ماسی دباؤ ڈالنے کے لیے تھا، مگر مکے سے تجارت میں رکاوٹ پڑنے پر طائف کا متاثر ہونا ناگزیر تھا۔ اور مدینے کی جگہوں میں طائف ہمیشہ اہل مکہ کی تائید کرتا رہا۔ اہد میں بھی چند باشندگان طائف خوجی علی سے شریک تھے اور غزوہ خندق میں تو (البلاذری: کتاب الانساب، ۱: ۱۶۵، کی صراحت کے مطابق) نقیضوں کا ایک پورا دستہ مدینہ کے محاصرے میں شریک تھا۔ اہل طائف کی تجارت یمن اور مکے کے علاوہ غالباً عرب کے شمالی حصے سے بھی اچھی خاصی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابو عبیدہ نے صلح نامہ حدیبیہ [رٹ باں] کا جو متن دیا ہے اس میں صراحت ہے کہ جو مسلمان تجارت کے لیے طائف یا یمن جاتے ہیں، ان کے گھوڑوں اور اونٹنیوں کو انہیں امن و امان حاصل ہے گا۔

۸ھ میں اہل طائف اور ان کے ہم عصری رشتہ داروں (بہنوہانوں) نے فتح مکہ پر چراغ پا ہو کر شدید مخالفت دکھائی۔ غالباً انہیں مکہ کی منشی کے ہاتھ سے نکل جانے کا بھی صدمہ رہا۔ اس پر سنین [ارک بان] میں پہلی تکفیش ہوئی۔ پھر اس کا سلسلہ خود طائف میں جاری رہا، جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ہفتوں تک محاصرہ رکھا۔ وہاں بے، جنجیق اور دیگر تلوہ شکن آلات کے استعمال کے باوجود طائف نے کامیاب مخالفت کی۔ عام مؤرخوں کے بیان کے مطابق ایوان کے کئی کئی سردے ایک خانقہ تاجرنے وہ بارہاری سے عرش پر کر اس کی منہ لگائی مراد بھدی کی اور ایک ہندس اس غرض سے بھیجا کہ اس کی ہستی کے اطراف میں ایک تفصیل تعمیر کئے اور یہی طائف تھا امام سہیل نے ایک مختلف روایت بیان کی ہے، لیکن یہ کہ بسن یعنی مساروں نے یہ کام انجام دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید محاصرہ جاری رکھنے کے بجائے تفت کے بعض حرفیت نفاذ کر، جو مسلمان ہو گئے تھے، اس پر امداد کی کہ طائف پر ساتھی باؤ ڈالے تھے۔ سال ہجری ۱۰ھ کو خانہ اہل طائف نے پریشان ہو کر اطاعت قبول کر لی۔ شہر میں تو اس کے وفد نے چاکر نماز پڑھیں، نذر کرا دیں، نہ اپنا بت خانہ توڑیں اور نہ شراب و زنا و سود کی حرمت کو مانیں۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھاننے پر وہ شہر اٹے اسی پر آگسٹا کی کر کے خاک کے آنے والے پیلے میں سابقہ سردی توڑوں کی ادائیگی کے آئندہ سود سے اجتناب کریں گے، نذر کرا دیں اور جہاد سے مستثنیٰ نہ رہیں گے اور ان کے شہر کو ایک حرم قرار دیا جائے گا، جہاں جہاد پر بند لگانا اور جنگ کی قطع و برید ممنوع رہے گی، نیز اپنا بت خانہ وہ اپنے ہاتھ سے مسمار نہیں کریں گے۔ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیرہ بن شعبہ اشقیق اور ابوسفیان کو بھیجا کہ بت خانہ زلات کو مسمار کر دیں۔ کہتے ہیں کہ طائف کا موجودہ مرکزی مہمان خانہ اسی بت خانے کی جگہ تعمیر ہوا ہے۔ شہر طائف کی موجودہ ضلع زرگ دور کے سے لیکن یقیناً اس کا کچھ حصہ قدیم وادری کی جگہ تعمیر ہوا ہے کیونکہ ابن ہشام کے قول کے مطابق مسجد ابن عباس اس جگہ تعمیر ہوئی ہے جہاں حصار طائف میں نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈیوہ نصب ہوا تھا۔ یہ مسجد، نیز مذہب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محاصرہ طائف کے شہداء کا قبرستان موجودہ ضلع کے باہر واقع ہے۔ کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ بھی اسی میں دفن ہیں۔ ترکی دور میں مسجد ابن عباس کا کتب خانہ ہزاروں مخطوطات پر مشتمل تھا۔ ۱۳۲۳ھ میں وہاں بمشکل سرحدیوں سے مسمار مخطوطے نظر آئے اور بتایا گیا کہ باقی مختلف ترک ریاض سے گئے ہیں۔

عہد اسلام میں طائف کبھی بڑا سیاسی مرکز نہ رہا لیکن اس کی سرپرستی مسلمان شیخیت سے ضرور جاری رہی۔ حضرت عرب بن العاص نے (دوح سے تین میل کے فاصلے پر) وہاں میں ایک بہت بڑا ہاگستان لگایا اور پھر اسے وقت علی الاولاد کر دیا۔ یہ وقت نامہ ابن ماجہ نے (الستبصر، مخطوطہ بیروت، ورق ۱۱۲/ب) نقل کیا ہے۔ امیر معاویہ نے اس کے منشا میں ایک بڑا نالاب تعمیر کیا، جس کا کتب خانہ ۵۸۵ھ عربی زبان کے قدیم ترین کتبوں میں شمار ہوتا ہے (دیکھیے ...

EARLY ISLAMIC: GEORGE C. MITES JOURNAL, INSCRIPTIONS TAIF IN THE HIJAZ,
 .. ۲۲۲ تا ۲۳۴ (۱۹۷۵ء) ۴/۷۷ USA OF - NEAR EASTERN STUDIES

روایت ہے کہ درر عباسیہ میں نیز بیدہ کی تعمیر کے بعد اس کی نگہداشت کے لیے مکہ زبیدہ نے طائف کے صحن رتے وقت کر دیے تھے۔ مکے سے جبل کراہ (ایک چٹے کا نام) ہو کر طائف کو جوڑتا ہے جہاں بے وہ مسلسل غفلت اور بائبلوں کی وجہ سے خواب ہو جانے کے باوجود اب بھی گھروں کے خانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اقامت کے رہنا نے بتا کر وہ عہد عباسی میں تعمیر ہوا تھا۔

پہلی صدی ہجری اور بعد کے عرب جنرالیہ نگار اسے "بلدۃ صغیرۃ" ایک چھوٹا شہر بتاتے ہیں۔ ترکی دور میں

شریف مکہ آمد کر کے گزر کر میان یہاں گزارتے تھے۔ ۱۸۰۲ء میں سعودی نجدیوں نے اس پر قبضہ کیا اور ۱۸۱۳ء میں طوسون پاشا کی سرکردگی میں مصری فوجوں نے اسے واپس لے لیا۔ ایک سال بعد برکھارٹ (Berkhardt) نے اس کی سیر کی۔ وہ لکھتا ہے اودھا شہر کھنڈر ہے۔ اس نے وہاں بڑے بڑے انگوڑ کھائے جو نہایت لذیذ اور خوشبودار تھے۔ اس کے علاوہ بہی، انجیر اور انار کھائے، بائیس سے زیادہ تر نفی ہیں۔ یہاں بہت سے مالدار اہل مکہ کے مکان ہیں۔ غیر ملکوں میں بہت سے ہندوستانی مسلمان ہیں۔

۱۹۱۸ء میں لکھتا ہے: کہ یہاں پانچ ہزار سے زیادہ آبادی نہیں، البتہ گرمیوں میں بیس ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ اپریل ۱۹۲۲ء میں شریف حسین سے جنگ کر کے نجدیوں نے اس پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور اب یہ سعودی مملکت کے بہت زیادہ ترقی یافتہ شہروں میں سے ہے، ۱۹۳۹ء میں مجھے یہاں پندرہ ہزار آبادی بتائی گئی، اور ۱۹۴۶ء میں چالیس ہزار کے لگ بھگ (موجودہ آبادی پچاس ہزار کے قریب ہے) شہر اب فصیل کے باہر در در دور تک پھیل گیا ہے۔ ٹیلی فون، لاسکلی، ہوائی اسٹیشن، شاندار مکانات اور ہر قسم کی جدید سہولتیں تھیں ہیں۔ مکے اور ریاض سے ڈاک کے ٹکے نے بس سروس بھی جاری کر رکھی ہے۔ لے

بَابُ غَزْوَةِ بَدْرٍ

۲۵۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَتَّابُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ تَابِثِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَادَ مَا حِينَ بَلَغْنَا إِبْرَاهِيمَ قَالَ فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ يَا نَسْرُ تَرِيدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ آمَرْتَنَا أَنْ نَخِيضَهَا الْبَحْرَ لَأَخِيضْنَا هَا وَ لَوْ آمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ الْكِبَادَ هَا إِلَى بَرِّكَ الْفَمَاذِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَتَدَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَأَنْطَلَقُوا حَتَّى تَزَلُّوا بَدْرًا وَوَدَّتْ عَلَيْهِمْ رَدَّ آيَاتِ قُرَيْشٍ وَفِيهِمْ غُلَامٌ أَسْوَدٌ لِبَنِي الْحَبَابِ فَأَخَذُوهُ فَكَانَ أَحْسَبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

غزوه بدر
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان کے (قافلہ کے) آنے کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکر نے کوئی مشورہ دیا، آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر حضرت عمر نے کوئی مشورہ دیا، آپ نے ان سے بھی اعراض کیا، پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ! اس فات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے دوڑا دیں گے، اگر آپ ہمیں برک الغمام تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم ایسا کریں گے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو بلایا، لوگ آئے لہ وادی بدر میں اترے، وہاں قریش کے پانی پلانے والے تھے، ان میں بنی حجاج کا ایک سیاہ نام غلام تھا، صحابہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے ابوسفیان امداد کے ساتھیوں

کے بارے میں سوال کیا، اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں! لیکن یہاں ابوجہل، عقبہ، شیبہ اور امیر بن علف ہیں، جب اس نے یہ بتایا تو صحابہ نے اس کو بیٹھنا شروع کیا، اس نے کہا اچھا میں بتیں ابوسفیان کے متعلق جتنا جانتا ہوں، جب انھوں نے اس کو چھوڑ کر ابوسفیان کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں، لیکن یہاں لوگوں میں ابوجہل، عقبہ، شیبہ اور امیر بن علف ہیں، جب اس نے یہ کہا تو انھوں نے پھر بار بار شروع کر دیا اس وقت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، جب یہ سچ بولتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو اور جب یہ جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کو چھوڑ دیتے ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے، آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متھاوڑ نہیں ہوا۔ (یعنی جس جگہ آپ نے جس شخص کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا وہ کافر اسی جگہ گر کر مر گیا۔)

اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَكَ عَنِ ابْنِ مَرْثَدَانَ وَآخِيهِمْ، فَيَقُولُ مَا كَانَ لِأَخِيهِمْ أَنْ يُقَاتِلُوا وَلَئِنْ هَذَا إِلَّا بُجْهَلٌ وَعَقْبَةٌ وَشَيْبَةٌ وَ أُمَيَّةٌ ابْنُ خَلْفٍ فَأَذَا قَالَ ذَلِكَ صَبْرٌ بُوهُ فَقَالَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ أَمْ حَبِيبٌ كَرِهَ هَذَا أَبُو سَفْيَانَ فَأَذَا اسْرَكُوهُ فَمَا لَوْهَ فَقَالَ مَا لِي يَا بَنِي مَرْثَدَانَ عِلْمٌ وَلَئِنْ هَذَا إِلَّا بُجْهَلٌ وَعَقْبَةٌ وَ شَيْبَةٌ وَ أُمَيَّةٌ وَ أُمَيَّةٌ بَنُ خَلْفٍ فِي النَّاسِ فَأَذَا قَالَ هَذَا إِلَّا يَصْبُرُ بُوهُ وَ رَسُوهُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ قَا وَرُ يُصْبِرِي فَكَلِمَا رَايَ ذَلِكَ انْصَرَفَ قَالَ وَاللَّيْنِ فِي قَلْبِي يُبِيدُهُ لَتَصْرُبُوهُ إِذَا صَدَقْتُمْ وَتَتْرَكُوهُ إِذَا كَذَبْتُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ هَذَا امْصُرْ عُرْ فُلَانٍ قَالَ وَبَصُرْ بِيَدِي عَلَى الْأَرْضِ هَهُنَا وَ هَهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعٍ يَدِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّمَ .

بدر کا لغوی معنی، جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر میں فتح اور نصرت عطا کی، حالانکہ تم اس وقت کمزور تھے۔

ولقد نصرکم اللہ بیدر وانتم اذلتہ

(آل عمران: ۱۲۳)
سنت میں غزوہ بدر واقع ہوا، بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا، بدر مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کی مسافت پر واقع ہے۔ ملازمی لکھتے ہیں: بدر کا لغوی معنی ہے بہرنا، چروہوں رات کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ چرا ہوا اور مکھل ہوتا ہے۔ یہ کراہ مدینہ کے درمیان ایک وادی میں مشہور کنواں ہے، ایک قول یہ ہے کہ بزمزمہ کا ایک شخص رہتا تھا اس کے نام پر اس وادی کا نام پڑ گیا۔ ۷

۱۳۹۹ھ علامہ شہاب الدین یاقوت بن عبد اللہ حموی حنفی ۶۲۶ھ، معجم البلدان ۱۵، ص ۳۵۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

قریش مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے، اسی اثناء میں حمزہ کے قتل کا واقعہ پیش آیا جس سے قریش اور غضب ناک ہو گئے، انہی دنوں میں مکہ مکرمہ میں یہ جھوٹی خبر پھیل گئی کہ مسلمان قریش کے قافلہ کو دہشتے آ رہے ہیں اس پر قریش مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے چل پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے صحابہ کرام کو جمع کیا، ہاجرین صحابہ نے بڑی جانثارانہ تقریریں کیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی طرف دیکھ رہے تھے، کیونکہ انصار نے بیت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا کہ وہ اس وقت تلوار اٹھائیں گے جب دشمن مدینہ پر چڑھائیں۔ خذرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ نے اٹھ کر کہا: کیا آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے خدا کی قسم اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے اتار دیں گے۔ صحیح مسلم کے اس باب کی حدیث میں اسی طرز کی طرف اشارہ ہے۔

کون کہاں مرے گا اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم | اس باب کی حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں پیشگی فرمادیا تھا کہ فلاں کافر

اس جگہ مرے گا اور فلاں کافر اس جگہ مرے گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ جس کافر کا نام لے کر اشارہ کیا تھا وہ کافر اسی جگہ مرا اور اس سے سرور متجاوز نہیں ہوا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے اور آپ کے علم کی وسعت کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ علم دیا تھا کہ کون کہاں مرے گا اور یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے وما تدری نفس بای ارض تموت (لقمان ۳۲) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا کیونکہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی ہے یعنی وہ علم جو از خود ہوتا ہے۔ اور حدیث میں اس علم کا ثبوت ہے جو اللہ کی عطا ہے۔

فتح مکہ کا بیان

بَابُ فَتْحِ مَكَّةَ

عبداللہ بن سبا کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ ماہ رمضان میں متعدد جماعتیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں، ہم ایک دوسرے کے لیے کھانا تیار کرنے تھے، حضرت ابو ہریرہ ہم کو اپنے ٹھکانے پر بکثرت بلا کرتے تھے، میں نے سوچا کہ میں بھی کھانا تیار کر کے ان حضرات کو اپنے ٹھکانے پر کھانے کی دعوت کیوں نہ دوں! میں نے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا، پھر شام کے وقت میری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا آج رات میرے گھر دعوت ہے، حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا تم نے مجھ پر سبقت کر لی؟ میں نے کہا ہاں! میں نے ان سب کو بلایا اور ان کے گھر پہنچنے پر فرمایا اے گروہ انصار میں تم کو

۲۵۰۷ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ قَرْمٍ وَ
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا
ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْبَاجٍ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَقَدْ كُنْتُ وَهْوَ كَالِ
مُعَادِيَةِ وَ ذَلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ يُضِنَّهُ
بَعْضُنَا لِبَعْضٍ الطَّعَامَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ
مَتَا يَكْثُرُ أَنْ يَدْعُونَا إِلَى مَا حَلِمَ فَقُلْتُ
أَلَا أَضِنَّهُ طَعَامًا فَأَدْعُوهُمْ إِلَى مَا حَلِمَ
فَأَمَرْتُ بِطَعَامٍ يُضِنَّهُ ثُمَّ لَقَيْتُ أَبَا
هُرَيْرَةَ مِنَ الْعَشِيِّ فَقُلْتُ أَلَا تَدْعُوهُ عِنْدِي
الْيَوْمَ فَقَالَ سَبَقْتَنِي قُلْتُ

قَدْ عَوَّضْتُمْ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ الْأَمْوَالُ كَوَيْدِي
 بَيْنَ حَيَاتِي وَبَيْنَ كُمُ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَمَّا دَخَلَ كَرَى
 فَخَرَّ مَكَّةَ فَقَالَ أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَبَعَثَ
 الرَّبِيعَ عَلَى إِحْدَى الْمُجْتَبَيْنِ وَبَعَثَ
 تَحَالِدًا عَلَى الْمُجْتَبِيَةِ الْأُخْرَى وَبَعَثَ أَبَا
 سَعِيدَةَ عَلَى الْحُسَيْنِ فَاتَّخَذُوا بَطْنَ الْوَادِي
 وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
 كَتِيبَةٍ قَالَ فَتَنَظَّرَ قَرَأَنِي فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ
 قُلْتُ تَبَيْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ لَا يَا نَبِيَّ
 إِلَّا أَنْصَارِي ثُمَّ ادَّعَى تَمِيمَانَ فَقَالَ
 اهْتَفِ بِي يَا أَنْصَارِ قَالَ قَاتِلُوا خُزَاعًا
 وَوَبَشَّتْ قُرَيْشٌ أَوْ بَايَسًا لَهَا وَأَتْبَاعًا
 فَقَالُوا نَعْتِدُ مَرَهُ لَدَى قُرَيْشٍ كَمَا نَعْتِدُ
 نَعِيءُ لَكُمْ مَعَهُمْ وَلَا نُؤْتِيهِمْ وَأَعْطَيْنَا الْقَدِي
 سُمِلْنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ تَرَوْنَ إِلَى أَوْ بَايَسٍ قُرَيْشٍ وَأَتْبَاعِهِمْ
 ثُمَّ قَالَ يَسْكُرُوا إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى
 ثُمَّ قَالَ حَتَّى تَوَافُوا فِي بَالِصَنَاءِ قَالَ
 فَأَنْطَلَقْنَا فَمَا نَشَاءُ أَحَدًا مِمَّا أَنْ يَقُولَ
 أَحَدًا إِلَّا قَتَلَهُ وَمَا أَحَدٌ مِنْهُمْ يُؤْتِيهِ
 إِلَيْنَا شَيْئًا قَالَ فَجَاءَهُ أَبُو سُوَيْبَةَ فَقَالَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُبَحِّثُ حَضْرَاءُ قُرَيْشٍ لَأَقْرَبِشَ
 بَعْدَ الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُوَيْبَةَ
 كَلِمَةً مِنْ قَوْلِكَ إِلَّا نَصَّأْتُ بَعْضَهُمْ لِبَعْضٍ
 أَمَا الرَّجُلُ فَإِنَّهُ كَتَمَهُ رَحْبَةً فِي قُرَيْشٍ وَ
 دَأْبًا يَعْشُرُ بِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَجَاءَهُ
 الْوَسْطِيُّ وَكَانَ إِذَا جَاءَهُ الْوَسْطِيُّ لَا يَخْفَى عَلَيْكَ
 فَإِذَا جَاءَهُ فَلَيْسَ أَحَدٌ يَرُدُّهُ مَطْرُوقًا إِلَى رَسُولِ

تہار سے ہار سے میں ایک حدیث کی عبرتوں پر پھر حضرت
 ابوبہریرہ نے فوج کھرا کر دیکھا اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آپ نے
 ایک جانب حضرت ربیعہ کو بھیجا اور دوسری جانب حضرت
 خالد کو روانہ کیا اور حضرت ابو سعیدہ کو ان کا سردار مقرر کیا جو
 زرہوں سے خالی تھے۔ وہ بطن الوادی سے گزرے اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ایک حصہ میں تھے آپ
 نے مجھے دیکھا اور فرمایا: ابوبہریرہ! میں نے عرض کیا بیسک
 یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میرے پاس صرف انصاری آتے
 ہیں اور ایک عطیت میں ہے کہ آپ نے فرمایا انصار کو کبیر
 پاس بلاؤ، وہ سب آپ کے گرد جمع ہو گئے، اور قریش
 نے بھولنے میں ہی اور تابعیوں کو مارنے کے لیے اور کہا ہم
 ان لوگوں کو آگے بڑھاتے ہیں اگر ان کو کوئی فائدہ پہنچا تو
 ہم بھی اس میں شریک ہوں گے اور اگر یہ گرفتار ہو گئے تو
 ہم سے میں چیز کا سوال کیا جائے گا ہم اس کو حوالے کر
 دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قریش
 کی جماعتوں اور ان کے مشین کو دیکھ رہے ہو پھر آپ
 نے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر اشارہ کیا، (ان کو
 ملد) پھر فرمایا حتیٰ کہ تم مجھ سے صفا پر طو، پھر ہم روانہ
 ہوئے اور ہم میں سے جو شخص کسی کو قتل کرنا چاہتا اس کو
 قتل کر دیتا اور ان کا کوئی شخص ہمارا مقابلہ نہیں کر پاتا
 تھا، اتنے میں ابوسفیان آئے اور کہا، یا رسول اللہ!
 قریش کی جماعت ختم ہو رہی ہے اور آج کے بعد کوئی
 قریش باقی نہیں رہے گا! آپ نے فرمایا جو شخص ابوسفیان
 کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو ان سے ابھرانصار
 نے آپس میں کہا حضور پر اپنے ہم وطنوں اور اپنے قریب واروں
 کی محبت غالب آگئی۔ پھر آپ پر وحی آئی اور جب آپ پر وحی
 آتی تھی تو ہمیں تاج مل جاتا تھا اور جب آپ پر وحی نازل
 ہوتی تھی تو کوئی شخص آپ کی طرف نہ لگا، اٹھا کر نہیں دیکھ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَنْقُضِي
 الْوُحْيَ فَلَمَّا انْقَضَى الْوُحْيُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ
 قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُلْتُمْ مَا
 الرَّجُلُ فَأَذْرَكْتُمْ رَغْبَةً فِي قَرَابَتِهِمْ قَالُوا
 قَدْ كَانَ ذَلِكَ قَالَ كَلَّا إِنْ فِي عِبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
 هَا جَرَتْ إِلَى اللَّهِ وَاللَّيْكُمُ وَالْمَحْيَا مَحْيَا كُمْ
 وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ
 يَبْكُونَ وَيَقُولُونَ وَاللَّهِ مَا قُلْنَا الَّذِي
 قُلْنَا إِلَّا الضَّيْقَ بِاللَّهِ وَيَرْسُولِهِ فَقَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ
 وَرَسُولَهُ يُصَدِّقَانِيكُمْ وَيَعِدَانِيكُمْ
 قَالَ فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَى دَارِ أَبِي سَفْيَانَ
 وَأَغْلَقَ النَّاسُ أَبْوَابَهُمْ قَالَ وَأَقْبَلَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
 أَقْبَلَ إِلَى الْحَجْرِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ طَافَ
 بِالْبَيْتِ قَالَ فَاتَى عَلَى صَنْمٍ إِلَى جَنْبِ
 الْبَيْتِ كَانُوا يَعْبُدُونَ قَالَ وَفِي يَدِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْسٌ
 وَهُوَ اخْتِذَ بِسِيَةِ الْقَوْسِ فَلَمَّا آتَى عَلَى
 الصَّخْرَةِ جَعَلَ يَطْعُنُهُ فِي عَيْنِهِ وَيَقُولُ
 جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ فَلَمَّا قَدَّرَ
 مِنْ أَطْوَافِهِمْ آتَى الصَّخْرَةَ فَعَلَا عَلَيْهِ حَتَّى
 تَنظَرَ إِلَى الْبَيْتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَحْمَدُ
 اللَّهَ وَيَدْعُو بِمَا شَاءَ أَنْ يَدْعُوَا -

۲۵۰۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 هَاشِمٍ حَدَّثَنَا بَهْرٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ
 الْمُغِيرَةِ تَوْبَهُنَا إِلَّا سَنَادَهُ وَرَأَى فِي الْحَدِيثِ
 ثُمَّ قَالَ يَدَيْهِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْبَيْتِ

سکتا تھا، سچ کر وہی منقطع ہو جاتا ہے۔ جب وہی منقطع ہو گیا
 تو آپ نے فرمایا اسے جماعت انصار! انہوں نے کہا بیک
 یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم نے کہا تھا کہ اس شخص پر
 اپنے ہونٹوں کی محبت غالب آگئی ہے! انہوں نے کہا ہاں ایسا ہو
 سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں! میں اللہ کا بندہ
 اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجر
 کا ہے، ہمہری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔ انصار
 زار و قطار روتے ہوئے آپ کی طرف بڑھے اور کہا بخدا
 ہم نے جو کچھ کہا وہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں
 کہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک
 اللہ اور اس کا رسول تمہاری تعریف کرتے ہیں اور تمہارا
 عذر قبول کرتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ نے کہا پھر لوگ
 ابرسفیان کے گھر کی طرف پکٹنے لگے اور لوگوں نے اپنے
 گھروں کے دروازے بند کر لیے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم روانہ ہوئے اور حجر اسود کے پاس پہنچے، آپ نے
 حجر اسود کی تعظیم کی اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا، پھر
 ایک بت کے پاس گئے جو بیت اللہ کی ایک جانب تھا
 جس کی قریشیں پرستش کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ہاتھ ایک کمان تھا جس کا آپ ایک کونہ پکڑے
 ہوئے تھے، جب آپ اس بت کے پاس گئے تو آپ
 اس کی آنکھوں میں وہ کونہ چھبوانے لگے اور فرمانے لگے
 حق آگیا اور باطل چلا گیا، جب آپ طواف سے فارغ
 ہونے ترصفا پہنچے اور اس پر چڑھ کر بیت اللہ پر
 نظر ڈالی اور دونوں ہاتھ بلند کئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی
 پھر جو جاہلوں دعا کرتے رہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ حدیث
 روایت کی اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا میں
 اللہ کی حمد کرتا ہوں اور ایک حدیث میں ہے کہ

کہا یا رسول اللہ! ہم نے یہ کہہ ہے۔ آپ نے فرمایا میرا (م)
کیا ہے؟ بجز انہیں، میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

عبداللہ بن ربیع بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سعید
بن ابی سفیان کے پاس گئے، ہم میں حضرت ابوہریرہ رضی
اللہ عنہ بھی تھے، ہم میں سے ایک شخص ایک دن ساتھیوں
کے لیے کھانا پکاتا تھا، جب میری باری آئی تو میں نے
کہا اسے ابوہریرہ آج میری باری ہے، سب لوگ میرے
گھر آ گئے، اور ابھی ہمارا کھانا تیار نہیں ہوا تھا، میں نے
کہا اسے ابوہریرہ! کاش آپ کھانا تیار ہونے تک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنا میں، حضرت
ابوہریرہ نے کہا فتح مکہ کے دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عبداللہ بن ولید کو مینہ پر، حضرت زبیر کو میوہ پر اور حضرت
ابوہریرہ کو پیادوں پر مقرر کر کے وادی کے اندر روانہ
کیا، پھر آپ نے فرمایا، ابوہریرہ! انصار کو بلاؤ، میں نے انصار کو
بلایا وہ دوڑتے ہوئے آئے، آپ نے فرمایا: اسے
انصار کی جماعت کی تہ قریش کے کہنے لوگرن کو دیکھو رہے
ہو؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا ان کو دیکھ لو کہ یہ
ان سے مقابلہ ہو تو ان کو دیکھیں کی طرح (کاتھ کر رکھ
دینا، اور آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر اشارہ
کیا۔ اب تم سے صف پر ملاقات ہوگی، حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن ان کو جو آدمی
بھی دکھائی دیا اس کو انہوں نے سٹا دیا۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صف پر چڑھے، انصار آئے اور انہوں نے
صف کو گھیر لیا، پھر ابو سفیان آیا اور اس نے کہا یا رسول
اللہ! قریش کی جماعت ختم ہو گئی، آج کے بعد کوئی قریش
نہیں رہے گا۔ ابو سفیان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ابو سفیان کے گھر میں

اِحْصِدْ وَمَنْ حَصَصًا وَقَالَ فِي التَّحْيِثِ
قَالُوا قُلْنَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَتَمَّا
اسْمِي اِذَا كَلَّ اِذَا رَفِي عِنْدَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ۔
۳۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا
حَقَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا ثَابِتُ عَنِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبِيعٍ قَالَ وَصَدْنَا إِلَى الْمُعَاوِيَةِ
بِئْنَ أَبِي سَفْيَانَ وَفِيمَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ فَكَانَ
كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا يَصْنَعُ طَعَامًا يَوْمَئِذٍ مِمَّا بِهِ
كَانَتْ تَوْبَتِي فَقُلْتُ يَا أَبَاهُ بَرِيَّةُ الْيَوْمِ
تَوْبَتِي فَجَاءَهُ وَإِلَى الْمَنْزِلِ وَلَمْ
يُدْرِكْ طَعَامًا فَقُلْتُ يَا أَبَاهُ بَرِيَّةُ
كُلُّهُمْ شَتْنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُدْرِكَ طَعَامًا مِمَّا
فَقَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَجَعَلَ حَارِدُ بْنُ
الْوَلِيدِ حَتَّى الْمَجِيبَةَ الْيَمْنَى وَجَعَلَ
الزُّبَيْرُ حَتَّى الْمَجِيبَةَ الشَّرْقَى وَجَعَلَ
أَبَا عُبَيْدٍ عَلَى الْبَيْدِقَةِ وَبَطْنِ الْوَادِي
فَقَالَ يَا أَبَاهُ بَرِيَّةُ أَذْهَبُ لِي الْآنَ نَصَامًا
مَدَّ عَوْكُهُمْ فَجَاءَهُ وَفِيهِمْ وَلَوْ أَنَّ قَالُوا يَا
مَشْرَةَ الْآنَ نَصَامًا لَمْ تَكُونُوا أَذْ بَأَشْ قَرِيشِ
قَالُوا أَعْمَرَ قَالَ اَنْظُرُوا اِذَا كَلِمَتُهُمْ هُمْ
عَدَّ اَنْ تَحْصِدَ وَهُمْ حَصَصًا وَآخَفَى بِبَيْدِهِ
وَوَصَّه بِبَيْتِهِ عَلَى شِمَالِهِ وَقَالَ مَوْعِدُكُمْ
الْعَقَبَاتُ كَمَا أَشْرَفَ يَوْمَئِذٍ لَكُمْ
أَحَدًا اِلَّا اَنَا مَوْعِدٌ قَالَ وَصَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّغَا وَجَاءَتْ
الْآنَ نَصَامًا فَكَانُوا بِالْعَقَبَاتِ لِحَامًا بُوَسْفِيَانَ

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبِيدَتْ خَضْرَاءُ قُرَيْشٍ
لَا قُرَيْشٌ بَعْدَ الْيَوْمِ قَالَ أَبُو سَفْيَانَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
دَخَلَ دَارَ أَبِي سَفْيَانَ فَهُوَ مِنْهُ وَمَنْ
أَلْقَى التَّلَاحَ فَهُوَ مِنْهُ وَمَنْ آغْلَقَ
بَابَهُ فَهُوَ مِنْهُ فَقَالَتْ لِأَنْصَارِهِمْ
الرَّجُلُ فَقَدْ أَخَذَتْهُمُ رَأْفَةٌ بِعَشِيرَتِهِمْ
وَرَغْبَةٌ فِي قَرَيْبَتِهِمْ وَنَزَلَ الْوَحْيُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُمْ أَمَا الرَّجُلُ فَقَدْ
أَخَذَتْهُمُ رَأْفَةٌ بِعَشِيرَتِهِمْ وَرَغْبَةٌ
فِي قَرَيْبَتِهِمْ أَلَا قَسَامَةُ لِي إِذَا
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللَّهِ وَ
رَسُولُهُ مَا جَزَتْ إِلَى اللَّهِ وَإِلَيْكُمْ فَأَلْحِيَا
مَحْيَاكُمْ وَالسَّمَاةُ مِمَّا تَكُمُ قَالُوا وَاللَّهِ مَا
قُلْنَا إِلَّا صِدْقًا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَإِنَّ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ يُصِدِّقَانِيكُمْ وَيُعَذِّبَانِيكُمْ

۲۵۱۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَعَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ
لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ
عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ جَاهِدٍ عَنْ
أَبِي مَعْمَرٍ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ
الْكَعْبَةِ ثَلَاثًا فَبَاغَتْهَا وَسَيَّتُونَ نَصَبًا
فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ كَانَ بِيَدِهِ
وَيَقُولُ جَاءَ الْحَقُّ وَنَهَى مَنِ الْبَاطِلُ إِنَّ
الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا جَاءَ الْحَقُّ وَمَا
يُبْدِي الْبَاطِلُ وَمَا يَعْبُدُ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
عُمَرَ يَوْمَ الْفَتْحِ

داخل ہو جائے اس کو امان ہے! جو شخص اختیار چھیک
دے گا اس کو امان ہے! جو شخص اپنے گھر کے دروازے
بند کرے گا اس کو امان ہے! انصار نے کہا حضرت پر
اپنے رشتہ داروں کی محبت اور اپنے وطن کی الفت
غالب آگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل
ہوئی، آپ نے فرمایا تم نے یہ کہا تھا کہ اس شخص پر اپنے
رشتہ داروں کی محبت اور اپنے وطن کی الفت غالب آگئی ہے
تم جانتے ہو میرا نام کیا ہے؟ آپ نے تین بار فرمایا میں
محمد ہوں اور اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں
نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے، میری زندگی
تمہاری زندگی کے ساتھ اور میری موت تمہاری موت کے
ساتھ ہے، انصار نے کہا بخدا ہم نے یہ صرف اللہ اور
اس کے رسول کی محبت میں کہا تھا، آپ نے فرمایا اللہ
اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تم کو
معدور قرار دیتے ہیں

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے، وہاں کعبہ
کے گرد تین سو ساڑھے بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ
کے دست اقدس میں ایک لکڑی تھی، جو آپ بتوں کو
چھوتے تھے، اور فرماتے تھے حق آگیا اور باطل چلا
گیا، بے شک باطل جانے والی چیز ہے۔ حق آگیا،
باطل نہ کسی چیز کو بناتا ہے نہ لوٹاتا ہے۔

۲۵۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاةٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي
عُمَرَ يَوْمَ الْفَتْحِ

الْمَلُوفِ وَعَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ يَكْلَاهُمَا عَنْ
عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَحْمَرَ تَابَا الشُّوْبَاءِ عَنِ ابْنِ أَبِي
كَرْبٍ يَهْدِي هَذَا الْإِسْنَادُ إِلَى قَوْلِهِ ثُمَّ هُوَ وَتَا
وَلَمْ يَدْ كُوا الْإِيْمَةَ الرَّحْمِيُّ وَقَالَ بَدَل
مُصَنَّفًا.

۲۵۱۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَوَكَيْفٌ عَنْ زَكَرِيَّا
عَنِ الْقَعْقَبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَرْثُ
مُطِيعٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ فُتِحَ مَكَّةُ
لَا يُقْتَلُ فُرْشِيُّ صَبْرًا بَعْدَ هَذَا النَّيْزِ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

۲۵۱۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُنَبِّهٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا يَهْدِي الْإِسْنَادُ وَرَوَاهُ قَالَ
وَلَمْ يَكُنْ أَسْلَمَ أَحَدًا مِنْ عَصَاةِ فُرَيْشٍ
غَيْرَ مُطِيعٍ كَانَ اسْمُهُ الْعَاصِي فَسَبَّاهُ
دَسْوَلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُطِيعًا.

کہے، اس میں زحوظاً کے بعد مانی آیت نہیں ہے اور وہ
کی جگہ صدم کا عطا ہے۔

عبداللہ بن مطیع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا آج کے بعد قیامت
تک کسی قریشی کو ہاندھ کر قتل نہیں کیا جائے گا۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں
ہے کہ قریش کے جن لوگوں کا نام عامی تھا ان میں سے
عامی بن اسود کے سوا کوئی مسلمان نہیں ہوا۔ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کا نام مطیع رکھا۔

مکہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل اور دیگر فوائد | حدیث نمبر ۲۵۰۰ میں سے "عبداللہ بن رباح بیان کرتے
کہا تا پکا تا تھا" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب ساتھیوں کا بیچ ہو کر کھانا کھانا مستحب ہے، اور یہ کہ آپس میں بیٹھ کر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے غزوات اور دیگر احوال کا بیان کرنا اور سننا مستحب ہے اور یہ کہ سفر و فیرو
میں دینی امور میں گفتگو کرنا چاہیے، تاکہ فضول باتوں اور ایک دوسرے کی فہمیت وغیرہ سے محفوظ رہا جائے۔
اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخصیں اوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے
اس حدیث سے امان شافی اور ان کے موافقین نے اس پر استدلال کیا ہے کہ مکہ کے مکانات وغیرہ شخصی ملکیت پر
ہیں ان کو بیچنا اور ان کو کلائے پر دینا جائز ہے، کیونکہ اس حدیث میں مکان کی حدیث اوسفیان کی طرف اضافت کی
ہے، اور اودی کی طرف جب کسی چیز کی اضافت ہو تو اس کا اتفاقاً ملکیت ہوتی ہے۔ اس حدیث میں حضرت اوسفیان کی
دل جوئی امان کے شرف اور فضیلت کا بیان ہے۔

اس حدیث میں ہے: انھارے مکہ والوں کو امن دینے پر یہ کہا کہ حضور پر اپنے وطن اور وطن والوں کی محبت

قالب آگئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار صحابہ کو یہ حدیث ہو کہ کہیں حضور مکہ میں ہی سکونت اختیار نہ کریں اور مدینہ منورہ چھوڑ دیں، اس لیے انہوں نے جو کچھ کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منسوب ہو کر کہا، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قول پر مطلع کر دیا اور آپ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور آخر میں جو فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اس میں رسالت کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جہت رسالت سے آپ کو بذریعہ وحی مطلع کیا اور عبدیت کا ذکر اس لیے کیا کہ میں نے جو تم کو غیب کی خبر دی ہے اس سے تم کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جانا اور میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرنا جیسے جیسا نبیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کیا، میں ان تمام کمالات کے باوجود جدا نہیں ہوں، خدا کا بندہ ہوں۔

اس حدیث میں ہے: آپ نے کفار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ان کو کھیتی کی طرح کاٹ دو۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ جنگ سے فتح ہوا ہے، اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد، محمود فقہاء اور اہل سیرت نے یہ کہا ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے، اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور امام ماذری نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی اس قول میں متقدم ہیں، اور مجہور فقہاء کا استدلال اس حدیث سے ہے، نیز ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہتھیار پھینک دیے اس کو امان ہے اور جو ابوسنیان کے گھر میں داخل ہوا اس کو امان ہے، اگر مکہ صلح سے فتح ہوا ہوتا اور جنگ نہیں ہوتی تھی تو پھر کسی کو امان دینے کی کیا ضرورت تھی؟ نیز حدیث میں ہے کہ حضرت ام ہانی نے دو ایسے شخصوں کو امان دی جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل کرنا چاہتے تھے، یہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو تم نے امان دی اس کو ہم نے امان دی، اگر سب کو امان ہوتی اور مکہ صلح سے فتح ہوا ہوتا تو حضرت علی ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیوں کرتے! اور عام امان کے حصول کے بعد ان کو حضرت ام ہانی کی امان کی کیوں ضرورت پیش آتی؟

امام شافعی نے ان احادیث کی تاویلات کی ہیں کہ مکہ کے جن کفار نے لڑائی کی ان کو قتل کرنے کا حکم دیا، اور حضرت ام ہانی نے مزید مخالفت کے لیے امان حاصل کی، لیکن یہ تاویلات ضعیف ہیں، اگر کسی حدیث میں عام صلح کا ذکر ہوتا تو ان تاویلات کی گنجائش تھی، اس کے برخلاف صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو حرم قرار دیا اور فرمایا اس شہر میں جنگ کرنا جائز نہیں ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جنگ کی تھی اس سے استدلال نہ کیا جائے، کیونکہ اللہ نے اپنے رسول کو ایک ساعت کے لیے جنگ کی اجازت دی تھی اور تمہیں مکہ میں جنگ کی اجازت نہیں دی۔ لہ

بُرَانَامِ بَدَلِ دِينَ | اس حدیث میں ہے: قریش میں سے جن لوگوں کا نام عاص تھا ان میں سے عاص بن اسود کے سوا اور کوئی مسلمان نہیں ہوا، قاضی عیاض نے کہا ہے یہ عاص اسماء اعلام میں سے ہے، یعنی بن لوگوں کا نام عاص تھا جیسے عاص بن رائل سہمی، عاص بن ہشام ابوالبختری، عاص بن سعید بن عاص بن اُمیہ، عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی اور عاص بن منبہ بن حجاج وغیرہ ان میں سے کسی نے اسلام نہیں قبول کیا۔ البتہ عاص بن اسود عذر کا نے اسلام

قبول کر دیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام تبدیل کر کے مطیع رکھا۔ راوی نے ابو جندب بن سہیل بن عمرو کو ذکر کر دیا ان کا نام بھی حاصی تھا۔ ادا احمد نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا کہیں ان کے نام پر ان کی کنیت کا غلبہ تھا، اس وجہ سے راوی نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاصی نام نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ اس کا معنی مدنا فرمانی کرنے والا ہے اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہجین اسود کا نام تبدیل کر کے مطیع رکھا، مطیع کا معنی مدنا طاعت کرنے والا ہے اسکا طرح پر ویز نام نہیں رکھنا چاہیے پر ویز وہ شخص تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جاک کر دیا تھا، پھر جو وہ ہوں صدیق بن غلام احمد پر ویز نام کا شخص گذرا، یہ بھی پر ویز کے لقب سے مشہور تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حجیت کا انکار کیا۔ غرض جس نام میں کوئی شرعی قبضہ موجود نہ ہو رکھنا چاہیے۔ کتاب الادب میں انشاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

صلح حدیبیہ کی بیان

بَابُ صَلَاحِ الْحَدَيْبِيَّةِ

حضرت بلال بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن حضرت علی بن ابی طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان صلح نامہ لکھا، انھوں نے لکھا، یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا، قریش نے کہا رسول اللہ مت کھو، اگر تم کو یہ علم (یعنی) ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے جنگ نہ کرتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس لفظ کو مٹا دو، انھوں نے کہا میں اس لفظ کو مٹانے والا نہیں ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے اس لفظ کو مٹا دیا۔ حضرت بلال کہتے ہیں قریش نے جریش میں ماند کھینے، ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان مکہ میں داخل ہو کر صرف تین دن ٹھہریں اور ہتھیار لے کر نہ آئیں، البتہ ہتھیاروں کو غلاف میں رکھ کر لا سکتے ہیں۔

۳۵۱۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عُبَيْدُ اللَّهِ ابْنُ مَعَاذٍ أَعْتَدَ بَرِيٍّ حَدَّثَنَا آدِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الصَّلْحَ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْحَدَيْبِيَّةِ فَكَتَبَ هَذَا مَا كَاتَبَ عَلَيْكَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالُوا لَا تَكْتُبْ رَسُولُ اللَّهِ فَاذْكُرُوا نَعْلَكُمْ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ لَمْ نَعْلَمْ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ مَا أَنَا يَا لَيْلَىٰ أَلْحَاهُ فَتَمَعَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ قَالَ وَكَانَ فِيهِمَا اشْتَرَطُوا أَنْ يَذْهَبُوا بِكُمُومًا حَقِيقَةً مُؤَابَعًا فَذَكَرْنَا وَلَا يَدُ حُلْمًا بِسِلَاحٍ إِلَّا جُلْبَانِ السِّلَاحِ قُلْتُ لَا يَفِي إِسْحَاقَ وَمَا جُلْبَانِ السِّلَاحِ قَالَ الْقِرَابُ وَمَا فِيهِمَا

حضرت بلال بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۳۵۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ

ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ سے صلح کی تو حضرت علی نے صلح نامہ لکھا، اور کھا محمد رسول اللہ، یہ بھی حسب سابق حدیث ہے لیکن اس میں ہذا اما کاتب علیہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

ابن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابي اسحق قال سمعت البراء بن عازب يقول لما صالح رسول الله صلى الله عليه وسلم اهل الحديبية كتب على كتابا بينهم قال فكتب محمد رسول الله ثم ذكر بنحو حديث معاذ غير انك لم يدكر في الحديث هذا ما كاتبت عليه.

۲۵۱۶ - حدثنا اسحق بن ابراهيم الخطيب

واحمد بن جناب المصيصي جميعا عن

عيسى بن يونس واللفظ لاسحق اخبرنا

عيسى بن يونس اخبرنا تاركيا عن

ابي اسحق عن البراء قال لما احصى

الشيخ صلى الله عليه وسلم عند البيت

صالحه اهل مكة على ان يدخلها

فيقيم بها ثلاثا ولا يدخلها الا

بجلبان السلاح السيف وقا

ولا يخرج باحد معه من اهلها ولا

يمنع احدا يملك بها ممن كان معه

قال يعلي اكتب الشرط بيننا بسيم الله

الرحمن الرحيم هذا ما قاضى عليه

محمد رسول الله فقال له المشركون

لو تعلم انك رسول الله تابعناك ولكن

اكتب محمد بن عبد الله فامر علينا ان

يتمها فقال على لا والله لا امحها فقال

رسول الله صلى الله عليه وسلم ابر في

مكانها فارة امة مكانها فتمها وكتب

ابن عبد الله فامر بها ثلاثة ايام

قلما ان كان اليوم الثالث قالوا يعلي

هذا اخر يوم من شرط

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے سے روک دیے گئے تو اہل مکہ نے آپ سے اس شرط پر صلح کی کہ آپ مکہ میں صرف تین دن ٹھہریں اور مکہ میں ہتھیار لے کر نہ داخل ہوں، البتہ تلواروں کو میان میں رکھ کر جا سکتے ہیں اور اہل مکہ میں سے کسی شخص کو اپنے ساتھ لے کر نہ جائیں، اور جو شخص آپ کے ساتھ ہو اور مکہ میں رہنا چاہے، آپ اس کو مکہ میں رہنے سے منع نہ کریں، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہمارے درمیان یہ شرائط لکھو، بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا، اس پر مشرکین نے آپ سے کہا، اگر ہمیں یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی پیروی کر لیتے! البتہ آپ محمد بن عبد اللہ لکھیے، آپ نے حضرت علی کو اس لفظ کے مٹانے کا حکم دیا، حضرت علی نے کہا، نہیں بھلا میں اس لفظ کو نہیں مٹاؤں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس لفظ کی جگہ دکھاؤ، حضرت علی نے وہ جگہ دکھائی، آپ نے وہ لفظ مٹا دیا اور ابن عبد اللہ لکھ دیا، پھر آپ نے مکہ میں تین دن قیام کیا، جب تمیرا دن ہوا تو قریش نے حضرت علی سے کہا یہ تمہارے صاحب (نبی) کی شرط کا آخری دن ہے ان کو روانگی کے لیے کہو، حضرت علی نے آپ

Marfat.com

مدخل

گئے ایک روایت میں تابناک کی جگہ بایناک کا لفظ ہے۔

فَلْيَسْئَلُوا اللَّهَ مَا خَيْرٌ كَمَا بَدَأَ لَكَ فَقَالَ نَعَمْ فَتَعَوَّرَ
وَقَالَ ابْنُ جَنَابٍ فِي تَرَاوُعَاتِهِمَا مَكَانَ تَابِعْنَاكَ
بَابِعْنَاكَ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: کھو بسم اللہ الرحمن الرحیم، سہل نے اعزاز اہل کیم بسم اللہ تو ہم نہیں مانتے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا ہے، اللہ ہمارے مال بابت کونسا اللہ مروت ہے وہ کھو، آپ نے فرمایا کھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے، کفار قریش نے کہا اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی ضرور پروردی کر لیتے، لیکن آپ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھو محمد بن عبد اللہ کی جانب سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شرط طے کی، جو شخص تمہارے پاس سے آئے گا ہم اس کو تمہیں واپس نہیں کریں گے، اور ہمارا جو شخص تمہارے پاس جائے گا وہ تم کو ہمیں واپس کرنا ہوگا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اس شرط کو کھیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ہم میں سے جو شخص ان کے پاس جائے گا، اللہ ہم کو اس سے دور ہی رکھے، اور ہمارے پاس جو ان کا شخص آئے گا تو غنیمت ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے فریضہ اور کوئی عیبیل پیدا کر دے گا۔

۳۵۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ سَمِعْتُ ابْنَ عَمْرِوٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْيَى أَمْ كُتِبَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ مَا سَمِعَ اللَّهُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَ لَكِنِ اكْتُبَ مَا تَعْرِفُ بِاسْمِكَ اللَّهُ فَقَالَ اكْتُبْ مِنْ مَحَبَّةٍ وَسُئِلَ اللَّهُ خَالُوا لَوْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ لَأَبْعَثْنَاكَ وَ لَكِنِ اكْتُبْ اسْمَكَ وَ اسْمَ أَبِيكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَأَشْتَرَطُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ لَمْ تَرُدُّهُ عَلَيْنَا وَ مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ فَمَتَّارًا رَدُّدًا ثُمَّؤُا عَلَيْنَا فَعَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكُتِبَ هَذَا قَالَ نَعَمْ إِنَّهُ مِنْ ذَهَبٍ مِمَّا أَلَيْهِمْ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ وَ مَنْ جَاءَ نَائِمًا فَهُوَ مَسْتَجِيبٌ لِلَّهِ فَوَجَّحًا وَ مَخْرَجًا -

ابروائل بیان کرتے ہیں کہ جنگ حنین کے دن حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو لڑنے ہو کر کہنے لگے، اے لوگو! اپنے آپ کو قصور وار نہ قرار دو، ہم مدینہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اگر ہم جگمگ کرنا چاہتے تو ضرور جگمگ کرتے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریشین کے درمیان صلح کا

۳۵۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا اللَّهُ بْنُ مُعَيْبٍ وَ حَمَّادُ بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ سَمِعْتُ ابْنَ عَمْرِوٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْيَى أَمْ كُتِبَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ مَا سَمِعَ اللَّهُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَ لَكِنِ اكْتُبْ اسْمَكَ وَ اسْمَ أَبِيكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَأَشْتَرَطُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ لَمْ تَرُدُّهُ عَلَيْنَا وَ مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ فَمَتَّارًا رَدُّدًا ثُمَّؤُا عَلَيْنَا فَعَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكُتِبَ هَذَا قَالَ نَعَمْ إِنَّهُ مِنْ ذَهَبٍ مِمَّا أَلَيْهِمْ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ وَ مَنْ جَاءَ نَائِمًا فَهُوَ مَسْتَجِيبٌ لِلَّهِ فَوَجَّحًا وَ مَخْرَجًا -

أَيُّهَا النَّاسُ اتَّبِعُوا أَنْفُسَكُمْ لَقَدْ كُنَّا مَعَهُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَوْمَ الْاُحُدِ يَبْتِغِي وَكَوْنُوا يَتَأَلَّ لَفَاتِنًا
وَذَلِكَ فِي الصَّلْحِ الَّذِي كَانَ بَيْنَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ
فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَسْتَأْذِنُ عَلَى حَقِّ وَهُمْ عَلَى بَاطِلٍ قَالَ بَلَى
قَالَ أَلَيْسَ قَتَلْنَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتَلَاهُمْ فِي
النَّارِ قَالَ بَلَى قَالَ فَبَيْتَهُمْ نَعَطَى الدَّيْنِيَّةَ فِي
دِينِنَا وَنَرَجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللَّهُ بَيْنَنَا
بَيْنَهُمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ
وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللَّهُ أَبَدًا قَالَ فَأَنْطَلَقَ عُمَرُ
فَلَمْ يَضِبِرْ مُتَغَيِّظًا فَأَتَى أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ
أَسْتَأْذِنُ عَلَى حَقِّ وَهُمْ عَلَى بَاطِلٍ قَالَ بَلَى
قَالَ أَلَيْسَ قَتَلْنَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتَلَاهُمْ
فِي النَّارِ قَالَ بَلَى قَالَ فَعَلَّامٌ نَعَطَى الدَّيْنِيَّةَ
فِي دِينِنَا وَنَرَجِعُ لَمَّا يَحْكُمِ اللَّهُ بَيْنَنَا
بَيْنَهُمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنَّ رَسُولَ
اللَّهِ وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللَّهُ أَبَدًا قَالَ فَزَلَّ
الْقُرْآنُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِالْفَتْحِ فَأُرْسِلَ إِلَى عُمَرَ فَأَقْرَأَهُ
آيَاتَهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْفَتْهُ هُوَ قَالَ
نَعَمْ فَطَابَتْ نَفْسُهُ وَرَجِعَ -

۳۵۱۹ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَيْرٍ قَالَا
حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ
شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ
بِصِفَتَيْنِ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّبِعُوا أَنْفُسَكُمْ

ذکر ہے، حضرت عمر بن الخطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آکر عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر
اور یہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ کہا کیا
ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں
ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں! کہا پھر ہم اپنے دین میں جھکتا کیوں
قبول کریں؟ اور واپس لوٹ جائیں، حالانکہ ابھی تک اللہ
نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم صادر نہیں فرمایا،
آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب! میں اللہ کا رسول ہوں اور
اللہ مجھے کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر چلے گئے،
اور ان سے غصہ ضبط نہیں ہو سکا، وہ حضرت ابو بکر کے پاس
گئے اور کہنے لگے: اے ابو بکر! کیا ہم حق پر اور یہ باطل
پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! کہا کیا ہمارے
مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ کہا
کیوں نہیں! کہا پھر ہم اپنے دین میں جھکتا کیوں قبول کریں؟
یعنی جب شرائط کیوں مانیں! اور ابھی تک اللہ نے
ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم صادر نہیں فرمایا،
حضرت ابو بکر نے فرمایا: اے ابن الخطاب! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے
رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا، پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کی سورہ فتح کی
آیات نازل ہوئیں، پھر آپ نے حضرت عمر کو بلایا اور ان کو
پر سورت پڑھائی۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ
فتح ہے؟ فرمایا ہاں! پھر وہ خوش ہو کر لوٹ آئے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ جبک صفین
کے دن کھڑے رہے تھے، اسے دو گویا اپنی رائے کی غلطی
مان لو! بخدا اگر تم مجھے ابو جنبل کے دن دیکھتے رہتی
جس دن حضور نے معاہدہ کی رو سے ابو جنبل کو مشرکین
کہا اور ان سے معاہدہ کیا، حالانکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مانا تھا۔

لَقَدْ تَرَىٰ يَوْمَ الْآفِ جَنْدَلًا وَنَوَافِي أَسْتَطِيْعُهُ
 أَنَا أَسْرَدًا مَرَّةً سَوَّلَ اللَّهُ مَسْجِدًا عَلَيَّ
 وَسَلَّمًا كَرَدْتُ دَقْمًا وَاللَّهُ مَا وَضَعْنَا سَبُوقَاتَنَا
 عَلَى عَوَاقِفِنَا إِلَىٰ أَمْرِ قَطْلٍ إِلَّا أَسْهَلُنَّ بِمَنَّا
 إِلَىٰ أَمْرِ تَعْرِفُهُ إِلَّا أَمْرُكُمْ هَذَا الْوَرِيدُ كَرِي
 أَبُو بَكْرٍ إِلَىٰ أَمْرِ قَطْلٍ

۳۵۲۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ بْنُ أَبِي ذَيْبٍ
 وَأَسْحَقُ بْنُ جَبْرِ عَنْ جَبْرِ بْنِ جَبْرِ وَحَدَّثَنَا
 أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكَيْفَهُ وَلَا هُمَا عَيْنِ
 الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِهِمَا
 إِلَىٰ أَمْرِ يُفْطَعُنَا

تھے اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مسترد کر لے
 لی استطاعت رکھتا تو اس دن آپ کا حکم مسترد کر دیتا، لیکن
 ہم نے اپنی تلواریں اسی وقت اٹھائی ہیں جب ان سے کوئی
 امر سرور مقصود تھا، البتہ تم نے حمیرہ آپس میں جگہ شروع
 کر رکھی ہے

لیک اور سند سے بھی یہ حدیث مراد ہے اس میں
 ہے الی امر یفطعننا -

۳۵۲۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ
 الْجَوْنِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ عَنْ مَالِكِ
 بْنِ يَمْعُولٍ عَنْ أَبِي حَصْبَةَ عَنْ أَبِي دَاوُدَ
 قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حَنْظَلَةَ يَصِفُ بَنِي
 الْعُقُولِ التَّمُوزِ أَدَايَكُمْ عَلَىٰ دِينِكُمْ فَلَقَدْ
 دَايَكُنِي يَوْمَ الْآفِ جَنْدَلًا وَنَوَافِي أَسْتَطِيْعُهُ
 أَنَا أَسْرَدًا مَرَّةً سَوَّلَ اللَّهُ مَسْجِدًا عَلَيَّ
 وَسَلَّمًا مَا فَتَحْنَا مِنْهُ فِي مَحْضِهِ إِلَّا الْفَجْرَ عَلَيْنَا
 مِنْهُ نَحْنُ

۳۵۲۲ - وَحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عُلَيْبٍ الْجَعْفَرِيُّ
 حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ
 أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ
 حَدَّثَهُمْ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ
 فَتْحًا قَبِيْرًا لِيُغَيِّرَ لَكَ اللَّهُ إِلَىٰ قَوْلِهِ قَوْلًا
 عَظِيمًا مَرَّجَعًا مِنَ الْعَدُوِّ بَيْتَهُ وَهُم
 يُحَالِطُهُمُ الْخَزَنُ وَالْكَأْبِيَّةُ وَقَدْ نَحَوُ الْقُدْرَةَ
 بِالْعَدُوِّ بَيْتَهُ فَقَالَ لَقَدْ أَنْوَلْتُ عَلَىٰ أَيْمَتِي

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین
 کے دن فرمایا: اے لوگو تم اس دیکھی مسئلہ میں اپنی خطا تسلیم کر لو!
 کیونکہ میں نے ابن جندل کے دن دیکھا کہ اگر میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مسترد کر سکتا تو اس دن زور
 دیتا، تمہاری رائے ایسی ہے کہ جب ہم اس کا ایک کونہ
 کھولتے ہیں تو اس کا دوسرا کونہ خود بخود کھل جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا
 عَظِيمًا لِيُغَيِّرَ لَكَ اللَّهُ -
 اس وقت آپ حدیبیہ سے لوٹ کر آ رہے تھے، اور صحابہ
 کرام کو بہت حزن و ملال تھا، آپ نے حدیبیہ میں ایک
 اونٹ ڈبچہ کیا اور فرمایا مجھ پر یہ ایک ایسی آیت نازل ہوئی
 ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔

هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا۔

۲۵۲۳۔ وَحَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ
التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي
حَدَّثَنَا قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ
حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ
حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا
يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ جَمِيعًا عَنْ
قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ۔

امام مسلم نے تین سندوں کے ساتھ اس حدیث
کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

حدیبیہ کا جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ | علامہ حموی لکھتے ہیں: حدیبیہ میں وال پر تشدید بھی ہے اور تخفیف

اور جغرانہ میں رام پر تخفیف ہے، اور میں نے حدیبیہ کو وال کی تخفیف سے پڑھا اس نے عطارد کی، ایک قول یہ ہے
کہ دونوں طرح صحیح ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اہل مدینہ وال پر تشدید پڑھتے ہیں اور اہل عراق تخفیف۔

حدیبیہ ایک متوسط بستی ہے، یہاں حدیبیہ نام کا ایک کنواں تھا یہ اس درخت کے پاس تھا جس کے نیچے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیعت رضوان لی تھی۔ یہ مکہ مکرمہ سے ایک مرحلہ (ایک دن کی مسافت) پر ہے، اور مدینہ
منورہ سے نو مرحلہ پر ہے۔ حدیث میں ہے، حدیبیہ ایک کنواں ہے، اس کا بعض حصہ حرم ہے اور بعض خارج از حرم
ہے۔ اور حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام حدیبیہ حرم ہے، ہجرت نبوی کے ساٹھ پانچ سال بعد
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ حدیبیہ کیا تھا۔ ۱۷

ادب حکم پر مقدم ہے یا حکم ادب پر؟ | حدیث نمبر ۲۵۱۶ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے

اللہ عنہ نے فرمایا "میں ان الفاظ کو کاٹنے والا نہیں ہوں!" علامہ نووی لکھتے ہیں حضرت علی نے جو کچھ کیا یہ ادب مستحب
ہے، کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کو کاٹ دینے کا وجہی حکم نہیں دیا اور اگر آپ یہ وجہی حکم
دیتے تو حضرت علی سے آپ کی حکم عدولی ممکن نہ تھی۔ ۱۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے قول کو برقرار رکھا، اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کتابت کی غلطی سے
"محمد رسول اللہ" لکھا گیا یعنی لکھنا کچھ اور چاہیے تھا اور لکھا یہ لفظ، تو اس لفظ کو کاٹنا جائز ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں
الامرفوق الادب "یعنی حکم ادب پر مقدم ہے، جیسا کہ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف نماز پڑھا رہے تھے
اور اٹھنے نماز میں حضور تشریف لے آئے انھوں نے پیچھے ہٹنا چاہا حضور نے اشارہ فرمایا نماز پڑھتے رہو تو حضرت عبدالرحمن

۱۳۹۹ھ

۱۔ علامہ شہاب الدین یاقوت بن عبد اللہ حموی متوفی ۶۲۶ھ ص ۲۵، معجم البلدان ۲۵ ص ۲۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ ص ۲۵، شرح مسلم ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

جلد خامس

بن عون نماز پڑھتا ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں الادب فوق الا مہر ”یعنی حکم پر ادب مقدم ہے“ جس طرح ایسے ہی ایک مرتبہ حضرت ابو بکر کے نماز پڑھانے کے دوران جب حضور تشریف لے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود حضرت ابو بکر بیچھے آگئے، نماز کے بعد جب آپ نے پوچھا جب میں نے حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو تو پھر تم بیچھے کیوں ہوئے؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا: ابو قحافہ کے بیٹے سے یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے وہ نماز پڑھائے! اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر نے آپ کے حکم پر عمل کرنے کے بجائے آپ کے ادب اور آپ کی تعظیم کرنے کو مقدم رکھا۔ اور حضرت علی نے بھی ایسا ہی کیا، تاہم منامات مختلف ہوتے ہیں بعض جگہ ادب کو مقدم کرنا افضل ہوتا ہے اور بعض جگہ حکم پر عمل کرنا اور اس کو مقدم کرنا افضل ہوتا ہے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا اور پڑھنا آپ کے امی ہونے کے منافی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ جگہ دکھاؤ جہاں آپ نے وہ لفظ مشا دیا اور ابن عبد اللہ لکھ دیا، علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے ان الفاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پر استدلال کیا ہے، اور امام بخاری نے بھی ایسا ہی کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتب دیا اور لکھا، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں آپ اچھا نہیں لکھتے تھے (یعنی لکھنے کے ماہر نہیں تھے) سو آپ نے لکھا، ان علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر لکھائی کہ جاری کر دیا یا تو آپ کی بے خبری میں قلم نے آپ کے ہاتھ سے لکھ دیا یا جس وقت آپ نے لکھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنے کا علم دے دیا اور یہ آپ کے معجزہ میں زیادتی ہے، کیونکہ آپ امی تھے (کسی سے پڑھا لکھا سیکھا نہ تھا) پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کا علم دیا جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور ان چیزوں کو پڑھا جن کو آپ نہیں پڑھتے تھے اور ان چیزوں کی تلاوت کی جن کی پہلے تلاوت نہ کی تھی، اسی طرح آپ لکھتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنے کا علم دیا اور اعلان نبوت کے بعد آپ نے تحریر لکھی۔ ان علماء نے کہا ہے کہ لکھنا آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے اور انھوں نے اس سلسلہ میں متعدد آثار سے استدلال کیا ہے۔

شعبی اور بعض اصحاب سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے لکھا ہے، قاضی عیاض لکھتے ہیں: علامہ حاجی بھی آپ کے لکھنے کے جواز کے قائل ہیں اور علامہ سمانی نے اس کو ابو ذر وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اگر علماء آپ کے لکھنے کے قائل نہیں ہیں اور یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا آپ کے لکھنے کے منافی ہے، اور قرآن مجید میں ہے وہا کنت تتلو ما من کتاب ولا تھتھ بيمينك اس سے پہلے نہ آپ کوئی کتاب تلاوت کرتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا امیر امتی لا تکتب ولا تخطب۔ ہا تم ای لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ لکھتی ہو، اور اس حدیث میں کتب کا معنی ہے امر یا لکھنا یعنی لکھنے کا حکم دیا، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایت میں ہے آپ نے حضرت علی سے فرمایا محمد بن عبد اللہ لکھو۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو علماء آپ کے لکھنے کے قائل ہیں انھوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ کی تعظیم سے پہلے آپ نے لکھا نہ پڑھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (من قبلہ) کیا قید لگائی ہے، سو جس طرح تعظیم الہی سے

پڑھنا جائز ہے (تلاوت کرنا) اسی طرح تعلیم الہی سے نکلنا بھی جائز ہے، اور یہ آپ کے امتی ہونے کے منافی نہیں ہے، کیونکہ آپ کا فقط امتی ہونا معجزہ نہیں ہے (بلکہ معجزہ یہ ہے کہ باوجود امتی ہونے کے پڑھا اور لکھا) پھر آپ پر قرآن مجید نازل ہوا اور آپ نے وہ علوم بیان کیے جن کو لوگ نہیں جانتے تھے، اور صحیح بخاری کی روایت ولایحسب ان یکتب مکتب آپ کے لکھنے پر نفس مرید ہے اور اس کو لکھنے کے حکم دینے پر عمل کرنا مجاز ہے اور بلا ضرورت الفاظ کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا ایسے امتی کے معنی کی تحقیق قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امتی کا لفظ دو جگہ مستعمل ہوا ہے۔

امتی کے معنی کی تحقیق

جو لوگ اس رسول، نبی امتی کی پیروی کریں۔

الذین یتبعون الرسول النبى الا حق

(الاعراف : ۱۵۷)

اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امتی

فأمنوا بالله ورسوله النبى الا حق

(الاعراف : ۱۵۸)

ہیں۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

ومنهم امیون لا یعلمون الكتاب الا

امانی۔

(بقرہ : ۷۸)

اور ان میں بعض لوگ ان پڑھو ہیں جو زبان سے لفظوں کو پڑھنے کے سوا (اشرک) کتاب (کے معانی) کا کچھ علم نہیں رکھتے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جس نے ان پڑھو لوگوں میں انہیں میں سے

هو الذی بعث فی الامم رسولاً منهم۔

ایک عظیم رسول بھیجا۔

(جمعه : ۲)

ان کے علاوہ سورت آل عمران میں دو جگہ (۲۰، ۷۵) امیتین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے لیے امتی کا لفظ استعمال کیا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ہم اہل عرب امی لوگ ہیں، لکھتے ہیں نہ گنتی

عن ابن عمر عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم قال اننا

کستے ہیں،

امت امیة لانکتب ولا نحسب الحدیث۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

marfat.com

جلد خاص

آئی کے معنی کے متعلق ائمہ لغت کی تصریحات | علامہ راضی اعظمی نے ۵۰۰ مکتبے ہیں:

ہو، اس آیت میں آئی کا یہی معنی ہے۔ ہوا لغت بعثت فی الامم رسولاً منہم قطرب نے کہا امتیہ کے معنی غفلت اور جہالت ہیں سوائے اس کا معنی طیل العزیز ہیں، اسی معنی میں ہے ومنہم امیون لا یعلمون الکتاب الا اماناً۔ یعنی وہ بھی جی جب تک ان پر تلاوت نہ کی جائے وہ لاغور نہیں جانتے۔ قرآن نے کہا یہ وہ عرب لوگ ہیں جن کے پاس کتاب نہ تھی، اور قرآن مجید میں ہے والنبی الا ان الذی یجدونہ مکنتوا بآئینہم فی التوراء والا انجل ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آئی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ آئین کے ہی تھے، ایک قول یہ ہے کہ آپ کو آئی اس لیے فرمایا کہ آپ مکتبے تھے نہ کتاب سے پڑھتے تھے، اور یہ آپ کی فضیلت ہے کیونکہ آپ حفظ کرنے سے مستغنی تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر فرما دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنقر تک فلا تنسی "عقرب ہم آپ کو پڑھا میں گئے اور آپ نہیں بھولیں گے، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کو آئی اس لیے فرمایا کہ آپ ام القرآ یعنی مکتبہ محکم کے رہنے والے تھے۔ لہ

علامہ ابن اثیر حذری متوفی ۶۰۶ مکتبے ہیں:

حدیث میں ہے انامہ لا ینکتب ولا یحسب "ہم اہل عرب آئی ہیں مکتبے ہیں نہ گنتی کہتے ہیں، آپ کو یاد رہے کہ ہماری طرح میں جس طرح اپنی ماؤں سے پیدا ہوتے تھے، ایسی اپنی جبلت اولیٰ پر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ آئی وہ ہے جو مکتبہ نہ ہو۔ نیز حدیث میں ہے: بعثت الی امتیہ امتیہ "میں آئی امت کی طرف بھیجا گیا ہوں" یہاں آئی سے عرب مراد ہیں، کیونکہ عرب میں کوئی کتاب نہ تھا یا بہت کم تھا۔ لہ

علامہ ابن منظور الزبیدی متوفی ۷۱۱ مکتبے ہیں:

آئی اس شخص کو کہتے ہیں جو مکتبہ نہ ہو، زجاج نے کہا ہے اسی وہ شخص ہے جو اپنی پیدائش اور جبلت کے مطابق ہو اور اس نے کتاب کا علم نہ حاصل کیا ہو، ابراہیمان نے کہا اسی کا معنی ہے جو اس چیز کی طرف مغرب ہو جس پر وہ اپنی مال پیدا ہوا، یعنی مکتبہ نہ ہو، تروہ اپنے نہ گنے میں آئی ہے کیونکہ مکتبہ کسی ہے اور اسی اپنے حال وادوت پر ہوتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آئی کہا گیا ہے کیونکہ عرب کی قوم کھجی تھی نہ کتاب کو پڑھتی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا اور ان کا ایک آپ مکتبے تھے نہ کتاب سے پڑھتے تھے، اور یہ وہ وقت آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، کیونکہ آپ نے بار بار قرآن مجید کی آیات کو پڑھا اور اس کے الفاظ میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں کیا، اور مکتبہ عرب کے خطاوار جب فی البیدہ کوئی حلقہ پڑھتے تھے اس کو دوبارہ دہراتے وقت وہ اس میں کوئی نہ کوئی کمی یا زیادتی کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قرآن مجید اسی طرح یاد کرایا جس طرح اس کو آپ پر نازل کیا تھا اور اسی طرح آپ کو سب خطاوار سے ممتاز اور الگ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا یخطر بہینک الا الیٰ ربنا العظیم والکبیر "آپ اس سے پہلے نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے مکتبے تھے، (اگر ایسا ہوتا تو)

۱۔ علامہ حسین بن محمد راضی اعظمی متوفی ۵۰۲ھ، المعزات ص ۲۳، ۲۴، مطبوعہ المکتبۃ المرقیویہ ایران ۱۳۲۰ھ

۲۔ علامہ ابن اثیر حذری متوفی ۶۰۶ھ، تہذیب ص ۱۵، ۶۸، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ اسلامیہ ۱۳۶۲ھ

کفار شک میں پڑ جاتے، کیونکہ وہ کہتے ہیں جو مضامین بیان کرتے ہیں وہ آپ نے کسی کتاب میں پڑھے ہوں گے۔ لہ
علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

قاموس میں ہے: امی وہ شخص ہے جو لکھتا نہ ہو یا اپنی ماں سے پیدائش کے حال پر باقی ہو، اور امی غبی اور قلیل
الکلام کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی تشریح میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امی اس لیے کہا جاتا ہے کہ
عرب قوم کھیتی تھی نہ پڑھتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مہوش کیا دماغ مالک آپ لکھتے تھے نہ کتاب کو پڑھتے تھے، اللہ
یہ آپ کا معجزہ ہے، کیونکہ آپ نے بغیر کسی تغیر اور تبدل کے بارہا قرآن مجید کو پڑھا، قرآن مجید میں ہے وما کنت تتلوا
من قبلہ من کتاب الا یترا حافظ ابن حجر عسقلانی نے اعلامیہ رافعی کی تخریج میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
لکھنے اور شکر گوئی کو حرام کر دیا گیا تھا، یہ اس وقت ہے اگر آپ شکر گوئی اور لکھنے کو اچھی طرح بروئے کار لاتے اور زیادہ صحیح یہ ہے
کہ ہر چند کہ آپ کو شعر اور خط میں مہارت تو نہیں تھی لیکن آپ اچھے اور بڑے شعر میں تیسرے لکھتے تھے۔ اور بعض علماء کا یہ
دعویٰ ہے کہ پہلے آپ لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن بعد میں آپ نے لکھنا جان لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وما کنت
تتلوا من قبلہ الا یترا آپ اس سے پہلے نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور اس
سے پہلے، کی قید کا یہ معنی ہے کہ بعد میں آپ نے اس کو جان لیا، کیونکہ آپ کا پہلے نہ جاننا معجزہ کے سبب سے تھا
اور جب اسلام پھیل گیا اور لوگوں کے شکوک کا خطرہ نہ رہا تو پھر آپ نے اس کو جان لیا، اور امام ابن ابی شیبہ اور دیگر محدثین
نے مجاہد سے روایت کیا ہے: ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کتب وقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک کہ آپ نے لکھ نہیں لیا، اور پڑھ نہیں یا اور مجاہد نے شیبی سے کہا اس
آیت میں اس کے خلاف نہیں ہے۔ ابن دمیہ نے کہا کہ علامہ ابو ذر، علامہ ابو الفتح نبیسا پوری اور علامہ باجی مالکی کا
بھی یہی نظریہ ہے۔ علامہ باجی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، بعض افریقی علماء نے بھی علامہ باجی کی موافقت
کی ہے اور کہا ہے کہ امی ہونے کے بعد لکھنے کو جان لینا معجزہ کے منافی نہیں ہے، بلکہ یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے،
کیونکہ بغیر کسی انسان کے سکھانے کتاب کو پڑھنا اور لکھنا بھی معجزہ ہے، ابو عبد بن مغز نے علامہ باجی کی کتاب
کا رد لکھا ہے اور علامہ سمنانی وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ بغیر علم کے لکھتے تھے، جیسے بعض ان پڑھ بادشاہ بعض
حروف لکھ لیتے ہیں حالانکہ ان کو حروف کا تیز اور شناخت نہیں ہوتی۔ ۱۰

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

امی کے معنی کے متعلق مفسرین کی آراء

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، لکھتے تھے نہ کتاب کو پڑھتے
تھے اور نہ گفتی کرتے تھے، قرآن مجید میں ہے: وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بيمينک۔ اللہ
حدیث صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اہل عرب امی

۱۰۔ علامہ جمال الدین محمد بن کرم ابن منظور افریقی متوفی ۱۱، ۱۲، لسان العرب مطبوعہ لشرادب الحنفیہ قم ایران، ۱۲۰۵ھ
۱۱۔ علامہ سید محمد تقی حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، ۱۲، تاریخ اللغۃ العربیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۹۱۱ھ مطبوعہ المطبعة الخیر بیروت

لوگ ہیں کھتے ہیں نہ گنہگار تھے ہیں اور خاص نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے ہیں۔ لہ

علامہ آؤسی حنفی مترقی ۱۲۰۰ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی اس لیے کہا ہے کہ آپ امت عرب کی طرف منسوب ہیں جس کے اکثر افراد کھٹا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اور امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ تم اسی لوگ ہیں نہ کھتے ہیں نہ گنہگار تھے ہیں۔ امام باقر کے کہلے کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے تھے اس لیے آپ کو اسی فرمایا، یا آپ اپنی ام (معاں) کی طرف منسوب تھے، یعنی آپ اسی حالت پر تھے جس حالت پر اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے، آپ کا یہ وصف اس تنبیہ کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنی پیدائشی حالت پر قائم رہنے (یعنی کسی سے پڑھنا، کھٹنا نہ سیکھنے) کے باوجود اس قدر عظیم علم رکھتے تھے سو یہ آپ کا معجزہ ہے۔ اسی کا لفظ صرف آپ کے حق میں مدح ہے اور باقی کسی کے لیے ان پڑھ ہونا یا حدیث فضیلت نہیں ہے، جیسا کہ مجاہد کا نظرم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے باعث مدح ہے اور دوسروں کے حق میں باعث مذمت ہے۔

بیز علامہ آؤسی لکھتے ہیں: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی وقت کھٹے کا صدور ہوا ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ ان صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے صلح نامہ لکھا اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور عادیث ظاہرہ کا بھی یہی تقاضا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے بائبل نہیں لکھا اور آپ کی طرف لکھنے کی نسبت مجاہد ہے، اور بعض اہل بیت سے روایت ہے کہ آپ لکھے ہوئے الفاظ کو دیکھ کر پڑھتے تھے لیکن اس روایت کی کوئی مستند سند نہیں ہے، ہاں ابوالشیخ نے اپنی سند کے ساتھ عقبہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے پڑھا اور لکھا نہیں، شبلی نے اس روایت کی تعدیل کی ہے۔ لہ

شیخ اشرف علی تھانوی مترقی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

اور اسی کی سمتیہ میں جیسے آدمی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے کہ کسی کا شاگرد نہیں ہوتا آپ نے عمر بھر کسی کی شاگردی نوشت و خواند میں نہیں کی اور پھر یہ علوم عالیہ اور خفائی خاصہ نظر فرمائے یہ کتنا بڑا کمال ہے الخ تہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے اور پڑھنے پر تمام ان مجاہدین سے دلالت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما کنتم تتلو من قبلہ من کتاب ولا تحط بہمینکم اذا لاریتاب المبعطون۔

پڑھتے تھے اور نہ لپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا

اس کتاب کے نزول سے پہلے آپ کوئی کتاب

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ عمر بن احمد مالکی قرطبی مترقی ۶۸۵ھ، الجامع الکلیم القرآن ج ۷، ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ انتشارات ماہر خسر ویران، ۱۳۸۷ھ

۲۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین آؤسی مترقی ۱۲۰۰ھ، روح السانی ج ۹، ص ۷۹، مطبوعہ دارالحدیث الشریعہ العربیہ بیروت

۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی مترقی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن ج ۱، ص ۳۵۱، مطبوعہ مآج پبلیٹی لاہور

(عنکبوت : ۲۸)

ہوتا تو تو باطل پرستوں کو شہید پڑھا یا!

اس آیت کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی استاذ سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، قریش مکہ کے سامنے آپ کی پوری زندگی تھی، آپ کے اہل وطن اور رشتہ داروں کے سامنے، روز پیدائش سے اعلان نبوت تک آپ کی ساری زندگی گزری اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ نے کبھی کوئی کتاب پڑھی نہ قلم ہاتھ میں لیا اور یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آسمانی کتابوں کی تعلیمات، گذشتہ انبیاء و رسل کے حالات، قدیم مذاہب کے عقائد، تاریخ، تمدن، اخلاق اور عمران اور عائلی زندگی کے جن اہم مسائل کو یہ اُمّی شخص انتہائی فصیح و بلیغ زبان سے بیان کر رہے ہیں، اس کا وحی الہی کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہو سکتا، اگر انہوں نے کسی مکتب میں تعلیم پائی ہوتی اور گذشتہ مذاہب اور تاریخ کو پڑھا ہوتا تو پھر اس شہید کی بنیاد ہو سکتی تھی کہ جو کچھ یہ بیان کر رہے ہیں وہ وہاں ان کا حاصل مطالعہ ہے ہر چند کہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور تمام علمی وسائل بروئے کار لا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے تاہم اگر آپ نے اعلان نبوت سے پہلے لکھنے پڑھنے کا مشغلہ اختیار کیا ہوتا تو جھوٹوں کو ایک بات بنانے کا موقع ملتا مگر جانا لیکن جب آپ کا اُمّی ہونا فریق مخالف کو بھی تسلیم تھا تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی۔ اور یوں کہنے کو تو ضدی اور ماند گوگ پھر بھی یہ کہتے تھے :-

وقالوا اساطیر الاولین اکتبھا فہی

تعلی علیہ بکرۃ واصیلا۔

قصے ہیں جو اس (رسول) نے لکھوا لیے ہیں سو وہ جود
شام اس پر پڑھے جاتے ہیں۔

(فرقان : ۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے لکھنے اور پڑھنے کی نفی کو آپ کے اعلان نبوت سے پہلے کی قید سے معتد کیا ہے، اور یہی مقصود ہے کیونکہ اگر اعلان نبوت اور نزول قرآن سے پہلے آپ کا لکھنا پڑھنا ثابت ہوتا تو اس شبہ کی راہ نکل سکتی تھی اور اس آیت سے آپ کی نبوت اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے پر استدلال نہ ہو سکتا۔ اور اس قید لگانے کا یہ تقاضا ہے کہ اعلان نبوت کے بعد آپ سے لکھنے اور پڑھنے کا صدور ہو سکتا ہے اور بعد میں آپ کا لکھنا اور پڑھنا اس استدلال کے منافی نہیں ہے۔

علامہ آلوسی نے بعض اجلہ علماء کا یہ قول نقل کیا ہے :

یفہم من ذلک انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان

قادرا علی التلاوۃ والخط بعد انزال الکتاب

ولولا هذا الا اعتبار لکان الکلام رخلوا عن

الفاثۃ۔

اس قید سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید
کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے اور
پڑھنے پر قادر تھے اور اگر اس قید کا اعتبار نہ کیا جائے
تو یہ قید بے فائدہ ہوگی۔

اس استدلال پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک
مفہوم مخالف سے استدلال معتبر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مفہوم مخالف کا استدلال میں معتبر نہ ہونا اتفاقی

۱۔ علامہ ابراہیم الفضل شہاب الدین آلوسی متوفی ۱۱۱۲ھ درجہ اولیٰ کتبہ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

جلد خامس

نہیں ہے، کیونکہ باقی ائمہ عظیمہ طاعت کا اعتقاد کرتے ہیں، خصوصاً جب کہ بجز نجات احادیث صحیحہ سے بشت کے بعد آپ کا کھنا ثابت ہے، جیسا کہ ہم معتزب انشاء اللہ باحوالہ بیان کریں گے۔

علامہ ترمذی کہتے ہیں:

فكان ذلك عارقا للعادة، كما انه عليه السلام علمه عنده الاولين والاخرين من غير تعلم ولا اكتساب فكان ذلك ابلغ في معجزاته واعظم في فضائله ولا يزال عنه اسم الا في بئذ اللك - ۱۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھنا معجزہ ہے کیونکہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیکر کسی سے پڑھنے اور کسب کے علم آدھین و آدھین کو جان لیا، اسی طرح آپ نے بیکر کسب کے کھنا پڑھنا جان لیا، اور یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ اور بہت عظیم فضیلت ہے اور کھنے کی وجہ سے آپ کے امی ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر آپ نے مخلوق سے کھنا پڑھنا سیکھا ہوتا تو یہ آپ کے امی ہونے کے منافی ہوتا۔

مخصوص یہ ہے کہ جس طرح انہ تالی نے آپ کو دیگر علمی اور عملی کمالات عطا فرمائے ہیں، اسی طرح آپ کو کھنے پڑھنے کا بھی کمال عطا فرمایا ہے، کھنے کا علم ایک عظیم نعمت ہے۔ قرآن مجید میں ہے: **الذي علم بالقلم** ۵ **علم الانسان ما لم يعلم** (علق ۱۹۶/۳-۵) ”جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، اور انسان کو وہ علم دیا جس کو وہ جانتا نہ تھا“ امت کے ان گنت افراد کو پڑھنے اور کھنے کا کمال حاصل سے تو کیسے ہر سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کمال حاصل نہ ہو! اور اسی ہونے کا نغظ اتنا مفاد ہے کہ آپ نے کسی مخلوق سے کھنا پڑھنا نہیں سیکھا، اللہ تالی نے آپ کو براہ راست یہ علم عطا فرمایا ہے، اور بشت سے پہلے آپ کھنے اور پڑھنے میں مشغول نہیں رہے تاکہ آپ کی نبوت میں کسی کو شبہ نہ ہو اور بشت کے بعد آپ نے پڑھا اور کھا اور یہ ایک الگ معجزہ ہے کیونکہ بغیر کسی مخلوق سے کسب فیض کے پڑھنا اور کھنا خلاف عادت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھنے پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھنے پر اعتراض کرتے ہوئے سید مودودی کہتے ہیں: ان لوگوں کا جارت حیرت انگیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاندان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہاں قرآن صاف الفاظ میں حضور کے ناخاندان ہونے کو آپ کی نبوت کے حق میں ایک طاقتور ثبوت کے طور پر پیش کر رہا ہے، جن مقامات کا سہارا لے کر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضور کھنے پڑھنے سے یا بعد میں آپ نے کھنا پڑھنا سیکھا تھا وہ اول ترمذی ہی نظر میں نہ آ کر دینے کے لائق ہیں، کیونکہ قرآن کے خلاف کوئی روایت بھی

قابل قبول نہیں ہو سکتی، پھر وہ بچائے خود بھی اتنی کمزور ہیں کہ ان پر کسی استدلال کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی ان میں سے ایک بخاری کی یہ روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ جب لکھا جا رہا تھا تو کفار مکہ کے نمائندے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھنے جانے پر اعتراض کیا۔ اس پر حضور نے کاتب (یعنی حضرت علی) کو حکم دیا کہ چار رسول اللہ کا لفظ کاٹ کر محمد بن عبد اللہ لکھ دو، حضرت علی نے لفظ رسول اللہ کاٹنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور نے ان کے ہاتھ سے قلم لے کر وہ الفاظ خود کاٹ دیے اور محمد بن عبد اللہ لکھ دیا (الحرقہ) ہو سکتا ہے کہ صحیح صورت واقعہ یہ ہو کہ جب حضرت علی نے رسول اللہ کا لفظ لکھوانے سے انکار کر دیا تو آپ نے اس کی جگہ ان سے پوچھا کہ اور پھر ان سے یا کسی دوسرے کاتب سے ابن عبد اللہ کے الفاظ لکھو ادیے ہوں (الحرقہ) تاہم اگر واقعہ یہی ہو کہ حضور نے اپنا نام اپنے ہی دست مبارک سے لکھا ہو تو ایسی مثالیں دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ ان پڑھ لوگ صرف اپنا نام لکھنا سیکھ لیتے ہیں باقی کوئی چیز نہ پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ ۱۰

الجواب پہلی بات یہ ہے کہ سید مودودی کا یہ لکھنا غلط ہے کہ اعلان نبوت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا قرآن مجید کی اس آیت اور اس استدلال کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید نے آپ کے لکھنے اور پڑھنے کی مطلقاً نفی نہیں کی، بلکہ نزول قرآن سے پہلے آپ کے لکھنے اور پڑھنے کی نفی کی ہے، لہذا نزول قرآن کے بعد جن احادیث میں آپ کے لکھنے کا ثبوت ہے وہ روایات قرآن مجید کے خلاف نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر بکثرت کتب صحاح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا ثابت ہے اور سید مودودی کا ان احادیث کو بجائے خود کٹر کہنا لائق التذات نہیں ہے، تاہم سید مودودی نے جو یہ تاویل کی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی اور کاتب سے لکھا دیا ہو سو یہ احتمال بلا دلیل ہے اور الفاظ کو بلا ضرورت مجاز پر معمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ راجعاً اس بحث کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ سید مودودی نے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام ان پڑھ لوگوں پر قیاس کیا ہے اور لکھا ہے "اگر آپ نے اپنا نام اپنے ہی دست مبارک سے لکھا ہو تو ایسی مثالیں دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ ان پڑھ لوگ صرف اپنا نام لکھنا سیکھ لیتے ہیں، باقی کوئی چیز نہیں پڑھ سکتے نہ لکھ سکتے ہیں" عام لوگوں کا ان پڑھ ہونا ان کا نقص اور ان کی جہالت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا، آپ کا کمال ہے، کہ دنیا میں کسی استاد کے آگے زانو تلمذتہ نہیں کیا، کسی مکتب میں جا کر لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اور بلاہ راستہ خدا نے علم نازل سے علم پا کر اولین اور آخرین کے علوم بیان فرمائے اور پڑھ کر بھی دکھایا اور لکھ کر بھی دکھایا۔

نتیجے کے ناگزیر قرآن درست - کتب خانہ چند ملت بشت

اب ہم قارئین کے سامنے بکثرت حوالہ جات کے ساتھ وہ احادیث پیش کرتے ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھنے کا اسناد کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھننے کے ثبوت میں امام احمدیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت یونس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب لکھا یا کھننے کا ارادہ کیا، آپ کرتایا گیا کہ وہ (عجمی) صرت ہر شہہ مکتوب کر پڑھتے ہیں تو آپ نے چاہی کی الجھن (مہر) بنوالی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنفاہہ درد ہوا تو فرمایا کتاب (تلم ووات) لاف میں نہ کر ایک ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گئے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا (پھر ماہ ۹) حد بیبہ کا واقعہ بیان کیا اور کہا (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ لیا اور اس پر لکھ دیا یہ وہ ہے جس کا محمد بن عبد اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ.....

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا... سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ صلح نامہ لیا حالانکہ آپ کھننے کے ماہر نہیں تھے، آپ نے لکھا یہ وہ ہے جس کا محمد بن عبد اللہ نے فیصلہ کیا کہ کہ میں کوئی شخص ہتھیاروں کے ساتھ داخل نہیں ہو گا۔

سید محمد ودی نے لکھا ہے کہ حضرت براء کی روایات میں اضطراب ہے اور راویوں نے حضرت براء کے جن کے ترن الفاظ نقل نہیں کیے کسی روایت میں کھننے کا مطلقاً ذکر نہیں کسی میں صرت کتف ہے اور کسی میں سے لیس یحسن یکتب ۵

(۱) عن ابن عباس قال كتب النبي صلى الله عليه وسلم كتاباً واداراً يكتب فيه لما نهم لا يقربون كتاباً الا مختوماً فاتخذوا مما من فضة الحديث ۵

(۲) عن ابن عباس قال لما اشتد بابن أبي سفيان عليه وسلم وجده قال اتشوف بكتاب اكتب لكو كتاباً لا تضلوا بعده ۵

(۳) عن البراء بن عازب قال اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم ذى القعدة فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب فكتب هذا ما قاضى محمد بن عبد الله الحديث ۵

(۴) عن البراء بن عازب قال اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم ذى القعدة ذى القعدة فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب وليس يحسن يكتب فكتب هذا ما قاضى محمد بن عبد الله لا يدخل مكة السلاح الحديث ۵

۵ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۸۱ھ

۶ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲

۷ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۴۲

۸ صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۸۴

۹ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفسیر القرآن ۳۵ ص ۱۴۳، ملاحظاً مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

سید محمودی کا اس اختلاف کو اضطراب قرار دینا صحیح نہیں ہے، یہ ایسا اختلاف نہیں ہے جس کی وجہ سے ان روایات کا معنی مضطرب ہو جائے اگر اس قسم کا اختلاف اضطراب ہو تو پھر تمام احادیث سا قاطباً اعتبار قرار پائیں گی۔

(۵) عن سہل بن ابی حثمۃ ان عبد اللہ بن سہل و محیصہ خرجا الی خیبر من جہد اصابہم فاخبر محیصۃ ان عبد اللہ قتل و طرح فی فقیر او عین فاقی یہود (الی قولہ) فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ان یدوا و اصاحبکم و اما ان یوذنوا بحرب فکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہم بہ الحدیث لہ

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ کسی کام سے خیبر گئے، پھر حضرت محیصہ کو خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن سہل کو قتل کر کے گڑھ میں ڈال دیا گیا، وہ یہود کے پاس گئے (اس کے بعد ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تو یہود تمہارے مقتول کی ویت ادا کریں گے اور یا وہ اعلان جنگ کو قبول کر لیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (فیصلہ) یہود کی طرف مقرر کر بھیج دیا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷
اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۸
اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۹
اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ۲۰
اس حدیث کو امام مالک نے بھی روایت کیا ہے۔ ۲۱
امام نسائی روایت کرتے ہیں:

ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف ایک مکتوب لکھا جس میں فراتس، سنن اور ویت کے احکام بیان کیے، آپ

(۶) عن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابيه عن جده ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی اهل الیمن کتاباً فیہ الفرائض و السنن و الديات و یعث

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۶۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۶۵، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۵۵ھ
۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۲،
۶۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۲۶۱ھ، مؤثر الامام مالک مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور

یہ مع عمر و بن حزم الحدیث سے
 امام نسائی نے اس حدیث کو اس باب میں پانچ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔
 امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عجم کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا آپ کہ بتایا گیا کہ وہ لوگ صرف مہر شدہ خط کو قبول کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بھولی جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

(۶) عن انس بن مالک ان بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یکتب الی رھط او اناس من الاعداء فقیل لہ انھم لا یقبلون الا علیہ خاتم فاتخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم من فضة نقش محمد رسول اللہ الحدیث سے

اس حدیث کہ امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔
 امام ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔
 امام دارمی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو حمید ساعدی بیان کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا اور ایک سفید خچر آپ کو بدر میں بھیجی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو خط لکھا اور اس کو ایک چادر بدر میں بھیجی۔

(۸) عن ابی حمید الساعدی قال: بعث صاحب ایلة الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکتا ب و اھدی لہ بغلة بیضاء، فکتب الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اھدی لہ برداً۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر ہخامنشی اور ہر سردار کی طرف خط لکھا اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔

(۹) عن انس بن مالک ان بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی قیصر والی النجاشی والی کل جبار یدعوھم الی اللہ۔

امام ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ ابو جہم سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ملت

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- ۱۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۷ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۲-۸۴۳، مطبوعہ نور محمد جامع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۶، مطبوعہ نور محمد جامع المطابع کراچی، ۱۳۴۵ھ
- ۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی پاکستان لاہور، ۱۳۴۵ھ
- ۵۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۵۱، مطبوعہ نشر السنن۔ لبنان
- ۶۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد جامع المطابع کراچی، ۱۳۴۵ھ

اذا جاء الليل فابن النهار ثم قال اني قد كتبت
الى النجاشي فحرقته فحرقته الله فحرق الملك
فقال عباد فقلت لابي نعيم ايس قد اسلم
النجاشي و نعاة رسول الله صلى الله عليه وسلم
بالمدينة الى اصحابه فصرى عليه فقال بلى
وانما ذلك فلان بن فلان وهذا فلان بن
فلان يعنى ان ذلك النجاشي غير هذا النجاشي
ثم قال وكتبت الى كسرى كتابا فنزقه فنزقه
الله فمترق الملك وكتبت الى قيصر كتابا
الحديث ۱۰

آئے گی تو دن کہاں ہوگا، پھر فرمایا میں نے نجاشی کی طرف خط لکھا
اور نجاشی نے اس خط کو چھاڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ملک توڑ
دیا، (عباد نے ابی النخعیم سے کہا کیا نجاشی اسلام نہیں لایا تھا اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کی خبر صحابہ کو نہیں دی تھی اور
اپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، حضرت ابو النخعیم نے فرمایا
کیوں نہیں! لیکن وہ فلاں بن فلاں تھا اور یہ فلاں بن فلاں ہے
یعنی یہ اور نجاشی ہے اور وہ اور نجاشی تھا۔) پھر آپ نے فرمایا
میں نے کسریٰ کو خط لکھا اس نے اس خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر
کر دیے، اللہ نے اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر
دیے اور میں نے قیصر کو خط لکھا.....

یہ وہ احادیث ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کا ثبوت ہے، ہم نے ان احادیث کی بکثرت اسانید بیان
کی ہیں تاکہ انصاف پسند حضرات کے الطہیان کے لیے ایک محسوس بنیاد قائم ہو جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لکھتے بھی تھے، اور ان تمام احادیث کو بلا ضرورت مجاز پر عمول کرنا صحیح نہیں ہے اور عدل و انصاف سے بعید ہے۔
قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پر دلائل قائم کرنے کے بعد ہم اس سلسلہ میں فقہاء اسلام کے
اقوال پیش کر رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کے بارے میں فقہاء اسلام کی عبارات | علامہ بدر الدین عینی

قلت قد نقل انه عليه الصلوة والسلام كتب بيده ۱ -
وسلم نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔
نیز لکھتے ہیں:

وقد ثبت ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم كتب بيده ۲ -
اور یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔
صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ حدیبیہ پر مشرکین کے اتر ارض کے بعد عمر رسول اللہ کو کاٹ کر
لکھ دیا، ہذا ما قاضی محمد بن عبد اللہ علاء اللہ آپ لکھنے کی مہارت نہیں رکھتے تھے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
تو آپ کو انہی فرمایا ہے پھر آپ نے کیے لکھا، علامہ عینی نے اس کے تین جواب دیے ہیں:

۱۔ حافظ ابوالقاسم علی بن حسین شامی المعروف بابن عسکر متوفی ۸۵۱ھ، تاریخ دمشق الكبير ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبع ۱۳۸۶ھ

۲۔ علامہ ابو محمد بدر الدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ المطبعة المنيرية مصر ۱۳۲۸ھ

marfat.com

جلد خامس

یہاں جواب یہ ہے کہ اسی وقت سے جو مہارت سے
نہ کھتا ہر خود جو کہ (باجی) نہ کھتا جو۔ دوسرا جواب یہ ہے
کہ اس حدیث میں اسناد مجاہدی ہے، تیسرا جواب یہ ہے
کہ آپ کا یہ کھنا آپ کا معجزہ تھا۔

الاول ان الامی من لا یحسن الکتابة لا
من لا یتکتب، الثانی ان الامتداد فیہ مجاہدی
لثالث انه کتب بنفسه حرقاً للعادة علی
سبیل المعجزة۔ ۱

حافظان جو مستقلانِ شافعی نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے، دیکھتے ہیں:

علامہ ابو الولید باجی نے صحیح بخاری کی اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھنے پر استدلال کیا ہے، جس میں
ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا یہ محمد بن عبد اللہ کا فیصلہ ہے، حالانکہ آپ مہارت سے نہیں کھتے تھے۔
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۰ مطبوعہ کراچی) ان کے زمانہ کے علماء اندلس نے ان پر یہ اعتراض کیا اور کہا کہ یہ قول قرآن مجید کے خلاف
ہے، کیونکہ قرآن مجید ہے وما کنت تتلو امن قبلہ من کتب ولا تحطه بیدینک۔ آپ نزول قرآن سے پہلے نہ
کتاب سے پڑھتے تھے نہ کھتے تھے یہ علامہ باجی نے اس کے جواب میں کہا کہ قرآن مجید میں نزول قرآن سے پہلے آپ
کے پڑھنے اور کھنے کی نفی ہے، اور جب معجزات سے آپ کی نبوت ثابت ہو گئی اور آپ کی نبوت میں شک کا خطہ نہ رہا تو
پھر آپ کے کھنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی، اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے، علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ علماء کی ایک جماعت
نے علامہ باجی کے موقف کی حمایت کی، ان میں شیخ ابو ذرہ دی اور ابو الفتح نیشاپوری اور افریقیہ اور دوسرے شہروں کے علماء شامل
ہیں۔ میں علامہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کھنے پر امام ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: مجاہد، عون بن عبد اللہ
سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے کھنا اور پڑھنا نہیں کیا،
مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے شہی سے اس روایت کا ذکر کیا انھوں نے کہا عون بن عبد اللہ نے سچ کہا ہے، میں نے اس
روایت کو سنا ہے، (حافظانِ حجازی دیکھتے ہیں) اس میں بن حنظلہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ
سے کہا کہ وہ قرآن اور عید کے لیے نکلیں، عید نے اس پر کہا تھا کہ کیا خیال ہے کیا میں تمہیں کا حیفہ کے سر جاؤں گا؟
(یعنی تمہیں کچھ کا کچھ قرآن نہیں کھ دیا) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحیفہ پر نظر ڈالی اور فرمایا: معاویہ نے وہی کھلے
جو میں نے کہا تھا، عید سے کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول قرآن کے بعد کھانے، رسول بن حنظلہ کی
روایت مذکورہ میں آپ کے پڑھنے کا ثبوت ہے۔ سعید بن جبیر (تقریباً) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض آثار سے بتا جاتا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھنے اور خوش خلقی کا معرفت تھی، کیونکہ آپ نے کاتب سے فرمایا: تم اپنے کان پر رکھو یہ تم
کی یاد دلائے گا اور آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا دولت رکھو اور تم ایک کنارے رکھو، مبارک کہا کہ کہے کھو، اسین
دنڈنے دار رکھو اور میرا کمانت کرو (یعنی اس طرح نہ رکھو) میں قاضی عیاض نے کہا ہر چند کہ اس روایت سے آپ کا کھنا
ثابت نہیں ہوتا لیکن آپ کو کھنے کا علم دیا جانا مستبعد نہیں ہے، کیونکہ آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے۔ ۲

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن احمد بن محمد بن متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ الساری ج ۸ ص ۱۶۳، مطبوعہ ادارۃ المطابع السنیہ بیہر ۱۳۴۸ھ
تہ حافظ شہاب الدین ابن علی بن محمد مستوفی متوفی ۸۵۲ھ، فتح ابواب ج ۲ ص ۵۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔ ۱۳۱۰ھ
سے متعلق نام کے ایک شاعر نے حیرت کے بلاضہ سے اپنے بے نام خط لکھا یا اس نے خط میں لکھا کہ اس کے اقتداء پر کاتب اس کو نقل
کر دیا جلتے چنانچہ اس کو جلانے نقل کر دیا جو غلام طلب نیک کے لیے متکس کا حیفہ ضرب المثل بن گیا۔ متوفی ۹۵۸ھ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۵ھ

اس کے بعد حافظ ابن جریر مستطانی نے ان دلائل کو کمزور قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ کا کھنا ثابت نہیں، لیکن ہماری رائے علامہ ابو الولید باجی اور قاضی بیاضی وغیرہ کے ساتھ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمی ہونے کی تشریح میں نے بہت تفصیل اور تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے کیونکہ میں نے دیکھا اس زمانہ میں بعض لوگ بہت بے باک اور گستاخ ہیں اور حضرت کے اُمی ہونے کا معنی ان پڑھ کر گرتے ہیں اور حضور کو اعلان نبوت کے بعد بھی لکھنے اور پڑھنے سے عاری کہتے ہیں، اس لیے میں نے قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں آپ کے اُمی ہونے کا مطلب واضح کیا کہ آپ کا کوئی دنیاوی استاد نہیں تھا اور اعلان نبوت سے پہلے آپ کچھ پڑھتے نہیں تھے لیکن اعلان نبوت کے بعد آپ نے بعض مواقع پر لکھا اور پڑھا اور یہ آپ کا ایک الگ معجزہ ہے۔

والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على محمد الرسول النبي الامي وعلى آله واصحابه وازواجه واوليائه
امته وعلماؤه اللهم اغفر للمصنف ولوالديه ومشائخه ومعاونيه اجمعين۔

عہد کو پورا کرنا

بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بدر میں میرے شمال نہ ہونے کا وجہ صرف یہ تھی کہ میں اور میرے والد حسیل دونوں نکلے تو ہمیں کفار قریش نے پکڑ لیا اور کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا چاہتے ہو، ہم نے کہا ان کے پاس جانا نہیں چاہتے، ہم تو صرف مدینہ منورہ جانا چاہتے ہیں، انہوں نے ہم سے یہ عہد اور میثاق لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور آپ کے ساتھ لڑ جائیں گے، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تم لوٹ جاؤ ہم ان سے کیا ہوا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ

۲۵۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جَمِيلٍ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّيْلِ حَدَّثَنَا حَذِيفَةُ بْنُ الْيَمَانِ قَالَ مَا مَنَعَنِي أَنْ أَشْهَدَ بَدْرًا إِلَّا أَنِّي خَرَجْتُ أَنَا وَأَبِي حُسَيْلٍ قَالَ فَأَخَذَنَا كُفَّارُ قُرَيْشٍ قَالُوا إِنَّكُمْ تَرِيدُونَ مَحْتَدًا فَقُلْنَا مَا نُرِيدُ مَا نُرِيدُ إِلَّا الْمَدِينَةَ فَأَخَذُوا مِنَّا عَهْدًا اللَّهُ وَمِيثَاقًا لَنَنْصُرَنَّ إِلَى الْمَدِينَةِ وَلَا نُقَاتِلُ مَعَهُ فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْنَاهُ النَّخْبَةَ فَقَالَ انْصُرُوا فَانصُرْنَا هَذَا وَكَسْتَعِينُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

ضرورت کے وقت جھوٹ بولنے کی تفصیل

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب میں جھوٹ بولنا چاہتا ہوں لیکن اگر قریش سے کام لینا ممکن ہو تو

وہ زیادہ بہتر ہے تاہم جگ میں، لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اور بیوی کی رضا جوئی کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں اس کی تصریح ہے۔

کفار کے ساتھ کیے ہوئے عہد کے پورا کرنے میں مذموب فقہاء اگر کوئی مسلمان کفار کی قید میں ہو اور کفار اس سے یہ عہد لیں کہ وہ ان کے

پاس سے نہیں جائے گا تو اس عہد کو پورا کرنا صحیح ہے، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور فقہاء کوفہ یہ کہتے ہیں اس

أَنَّ اقْتَوْمَ قَالَ أَذْهَبَ فَأَتَيْتُ بِخَبَرِ الْقَوْمِ
وَلَا تَدْعُرُهُمْ عَلَيَّ فَلَمَّا وَكَيْتُ مِنْ
عِنْدِهِ جَعَلْتُ كَأَنَّمَا مَشَيْتُ فِي حَمَامٍ
حَتَّى أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُ أَبَا سَفْيَانَ يَصِلُنِي
ظَهْرًا بِرِأْسِ النَّارِ فَوَضَعَتْ سَهْمًا فِي كَيْدِ
الْقَوْسِ فَأَرَادْتُ أَنْ أَرْمِيَهُ فَذَكَرْتُ
قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَا تَدْعُرُهُمْ عَلَيَّ وَلَوْ رَمَيْتَهُ لَأَصْبَحْتَ
فَرَجَعْتُ وَأَنَا أَمْشِي فِي مِثْلِ الْحَمَامِ
فَلَمَّا أَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبَرِ الْقَوْمِ وَ
فَرَعْتُ فَرَدْتُ فَأَلْبَسَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَضْلِ عَبَاءَةَ
كَانَتْ عَلَيْهِ يُصَلِّي فِيهَا فَلَمَّا أَنْزَلْنَا مَاءً
حَتَّى أَصْبَحْتُ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ قَالَ قُمْ
يَا نَوْمَانَ -

کرمانے کا ارادہ کیا پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
لوٹا دیا دیا آیا کہ انہیں میرے غلامت میں نہ لانا، اگر میں اس وقت
تیر پھینک دیتا تو بلاشبہ نشانہ پر گتا، میں حاکم بن سہیل
کا بیگنہ مجھے یوں لگا رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں،
پھر جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں نے آپ کو کفار کے
احوال بیان کیے، جب میں فارغ ہوا تو مجھے غنڈہ لگنے لگی،
تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا ایک غلام لے لیا
اڑھا دیا جس کو اڑھ کر آپ نماز پڑھتے تھے، میں اس کو
اڑھ کر صبح تک ستا رہا، جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے
بہت سونے والے اڑھ جا!

غزوہ احزاب کا مختصر بیان | ذوالفقہ، ۵ ہجری میں، عربوں اور یہودیوں کی متفقہ اور متحدہ قوت جو مدینہ پر حملہ
ہوئی اس کو جنگ احزاب کہا جاتا ہے، حزب کے معنی جماعت اور گروہ ہیں اس
جگہ میں کفار کا نام جماعتیں متحد ہو کر مسلمانوں سے لڑی گئیں اس لیے اس کو غزوہ احزاب کہتے ہیں، اس جنگ میں مسلمانوں
نے شہر سے باہر نکل کر شامی جانب خندق کھودی تھی اس لیے اس کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں، اس کا تفصیل یہ ہے:
بنو نضیر جب مدینہ سے جلا وطن کیے جانے کے بعد غیر پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے
مدینہ پر حملہ کرنے کی اسکیم بنائی، ان کے سردار کریم گئے اور قریش سے کہا اگر تم ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استیصال کیا جا
سکتا ہے، قریش کو تو مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے پہلے ہی ادھار کھائے بیٹھے تھے، وہ فوراً تیار ہو گئے، اس
کے بعد یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور ان کو حیر کا نصف معاملہ دینے کا لالچ دے کر ان کو بھی ساتھ ملا لیا، بنو نضیر
غطفان کے حلیف تھے وہ بھی تیار ہو گئے، بنو سلمہ کی قریش سے رشتہ داری تھی وہ بھی ساتھ مل گئے، بنو سہیل یہودیوں کے
حلیف تھے انہوں نے بھی ساتھ دیا، غرض یہودیوں اور عرب کے تمام قبائل سے مل کر ایک لشکر گراں تیار ہو گیا، حافظ ابن
حجر عسقلانی نے لکھا ہے ان کا تعداد دس ہزار تھی، یہ لشکر من حصوں پر منقسم تھا، غطفان کی فوجیں عبید بن خزیمہ کی کمان
میں تھیں، بنو اسد طلحہ کے پرچم تھے، اور ابو سفیان سارے لشکر کا سپہ سالار تھا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبریں سنی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی
اللہ عنہ نے پہلے ہی کہنے میں آگے بڑھ کر کہا کہ یہ لشکر من حصوں پر منقسم ہے، ایک محفوظ مقام پر لشکر جمع کر

کے اسی گے گردنہندی کمزوری بلکہ اسی واسطے کہ سب نے پسند کر لیا، مدینہ کے تین جانب مکانات تھے اور غلستان کا سلسلہ تھا جو شہر بنیہ کا نام دیتا تھا، صوف شاہی رخ کھلا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر امی مقام پر خندق کی تیاریاں شروع کیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود محدود قائم کیں اور دس دس آدمیوں پر دس دس گوزین تقسیم کا حلقہ یا چکر لگا گیا اور بیس دن میں تین ہزار متر تک اس خندق سے یہ خندق تیار ہوئی۔ ۱۰۔
خندق کمزورنے کے مصلحتاً اتفاقاً ایک سخت چٹان اگلی جو کسی کی حرب سے نہیں ٹوٹتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرین لائے، مگر حکم دیا کہ تین دن کا فخر تھا اور حکم مبارک پر دو ہفتے بندھے ہوئے تھے آپ نے اپنے دست منکس سے ایک حرب لگائی تو وہ چٹان ایک توڑہ خاک تھی!

جو قرینہ کے یہود اب تک اگ تک تھے لیکن جو تعمیر کے امیر حتی بن اخطب نے بسیار کوشش کے میدان کو بھی اپنے ساتھ لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریم نے خبر لی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن معاذ کو ان کے پاس بھیجا لیکن انھوں نے معاہدہ توڑ دیا اور کہا ہم نہیں جانتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معاہدہ کیا چیز جو قرینہ کے مٹنے کے بعد کفار کی فوجی تقریر میں اور اضا فر ہو گیا اور یہودیوں، قریش اور دیگر قبائل عرب پر مشتمل دس ہزار فوجیں تین حصوں میں پھیل کر مدینہ کی طرف اس زور و شور سے بڑھیں کہ مدینہ کی سر زمین دہل گئی، اللہ تعالیٰ متحدہ کفار کے اس حملہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اذ جاءوكم من فوقكم ومن اسفل منكم و

اذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر و

تظنون بان الله الظنوناه هتالك ابتلى المؤمنون

وزلزلوا زلزالا شديداً

(احزاب: ۱۰-۹)

جب دشمن کا لشکر اوپر سے اور نیچے سے تم

پر چڑھو دھڑا، جب مارے خوف کے تہاری آنکھیں

بھڑانے لگیں اور کیجئے منکر آنے لگے، اور تم لوگ اللہ تعالیٰ

کے بار سے ہیں طرح طرح کے گمان کرنے لگے، اس

وقت صاحبان ایمان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ بڑی طرح

دہل گئے تھے۔

اور وہ وقت یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ

جن کے دلوں میں روگ تھا یہ کہہ رہے تھے، اللہ اور

اس کے رسول نے ہم سے جو وعدے کیے تھے وہ

غریب کے سوا کچھ نہ تھے، اور جب ان میں سے ایک

گروہ نے کہا اسے یثرب کے لوگ! تمہارے لیے

اب ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے، واپس لوٹ چلو، اور

واذ يقولون المنافقون والذين في

قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسوله الا غرورا و

واذ قالت طائفتهم يا اهل يثرب لا مقام

لكم فارجعوا ويستأذن فريق منهم

النبي يقولون ان ميوتنا عومة وما هي

بعورة ان يريدهن الا فورا۔

تو کہہ کر انھوں نے کہا:

اور وہ کہتے ہیں کہ منافقین اور ان کے

دلوں میں مرض ہے، اللہ اور اس کے رسول سے

وہ وعدے کیے تھے، اور وہ لوگ! تمہارے

مقام نہیں ہے، اور ایک گروہ نے کہا

ہمیں اللہ اور اس کے رسول سے کچھ نہیں

ہے، اور وہ لوگ! تمہارے لیے کچھ نہیں

ہے، اور وہ لوگ! تمہارے لیے کچھ نہیں

ہے، اور وہ لوگ! تمہارے لیے کچھ نہیں

ہے، اور وہ لوگ! تمہارے لیے کچھ نہیں

ہے، اور وہ لوگ! تمہارے لیے کچھ نہیں

(احزاب: ۱۲-۱۳)

جب ان کا ایک گدہ نبی سے جانے کی زحمت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گم خطرے میں ہیں حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے دراصل وہ (مخاذ جگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔

اور حضرات صحابہ کرام کو جب انخلاص اور آزمائش کی اس کسوٹی پر کسا گیا تو انہوں نے کہا:

اور جب مسلمانوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس واقعہ نے ان کے ایمان اور تسلیم میں زیادتی ہی کی۔

ولمّا ساء المؤمنون الأحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ایماناً وتسلیمًا۔

(احزاب: ۲۲)

تقریباً ایک ماہ کفار کا محاصرہ اس قدر سختی سے قائم رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ پر مسلسل تین تین دن غلتے سے گزرے۔ ایک دن صحابہ نے بے تاب ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے اپنے پیٹ کھول کر دکھائے کہ انہوں نے جو تکلیف کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیٹ دکھایا تو اس پر ایک کی بجائے دو پتھر تھے۔

عاصرین خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے اس لیے دور سے تیر اور پتھر برساتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں مقرر کر دی تھیں جو محاصرین کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں ایک حصہ خود آپ کے زیر اہتمام تھا جب محاصرین کو اس طرح کامیابی نہیں ہوئی تو انہوں نے طے کیا کہ اب عام حملہ کیا جائے، خندق کا عرض ایک جگہ سے اتنا قائم تھا تو انہوں نے وہی جگہ عام حملہ کے لیے منتخب کی، عرب کے مشہور جنگجو، ضرار، جبیر، نوفل اور عمرو بن عبدود نے خندق کے اس کنارے سے گھوڑوں کو بھاگایا تو خندق کے پار پہنچ گئے، عمرو بن عبدود ایک مشہور جنگجو شخص تھا اس نے عرب کے عام دستور کے موافق مبارزت کی اور کہا میرے مقابلہ پر کون آئے گا، حضرت علی کی مبارزت کے جواب میں اٹھے کچھ بحث و تمحیص کے بعد عمرو نے حضرت علی پر تلوار کا وار کیا حضرت علی نے اس کے وار کو ٹوٹھال پر روکا لیکن تلوار ڈھال میں ڈوب کر نکلی اور حضرت علی کی پیشانی پر لگی، دشمن کے وار کے بعد حضرت علی نے اس پر ایک ضرب ید الہی لگائی اور آپ کی تلوار اس کا شانہ کاٹ کر نیچے آئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور عمرو بن عبدود خاک پر پڑ گئے۔

حملہ کا یہ دن بہت سخت تھا تمام دن لڑائی رہی کفار ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برس رہے تھے اور تیروں کی یہ برسلا دھار بارش ایک پل کے لیے بھی نہ رکتی تھی اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیں مسلسل نمازیں تھیں جو ہمیں، کیونکہ مسلسل تیر اندازی اور سنگباری کے باعث اپنی جگہ سے ہٹنا ممکن نہ تھا۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن ابی شیبہ، مشہور ماہر تفسیر اکتب

جلد خامس

عاصمہ جس قدر طول پکھڑا تھا، عاصمہ کرنے والوں کی کمرہت فرٹ رہی تھی، دس ہزار آدمیوں کو دس دن پہنچانا اس کا کام تھا، پھر سخت سردی کے اس موسم میں اس زبرد سے آندھی چلی کہ طوفان اٹھی، عیوروں کی کتابیں اکوڑ گئیں، کھانے کی گچیاں چولہوں پر لٹ گئیں اور لشکر کفار میں زبردست اتبری پھیل گئی، قرآن مجید میں اسی آندھی کو لشکر الہی سے تعبیر فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا۔

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھائی تھیں جو تم نے ان سے ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیج دیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔

(احزاب: ۹)

اس آندھی پر مسز اور یہاں کہ کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور یہود اس جنگ سے الگ ہو گئے، جلالِ ربوبی کی شدت، عاصمہ کا طول، آندھی کا زور، سردی کی قلت اور یہود کی علیحدگی یہ تمام عناصر ایسے جمع ہو گئے کہ اب قریش کے لیے ہجر کرنا ممکن نہیں تھا، ابوسفیان نے فرج سے کہا ان حالات میں عاصمہ بے کار ہے اور کوچ کا عمل بجا دیا اور مدینہ کا اقی تقریباً ایک ماہ خبار آگور رہنے کے بعد صاف ہو گیا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَسُولَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بَغِيظَ لُحْمٍ لَعِينُوا حَيْدًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ۔

(الاحزاب: ۲۵)

اللہ تعالیٰ نے کفار کا منہ بھیج دیا اور وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جہن لیے پرینہی پلٹ گئے اور مومنوں کے لڑنے کی طرف سے اللہ کا فی ہر گیا۔

غزوہ احد کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے، آپ کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو قریشی تھے، جب کفار نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا ان کو ہمارے پاس سے کون دوڑ کرے گا؟ اس شخص کو جنت ملے گی، یا فرمایا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا، پھر انصار میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا، کفار نے پھر آپ کو گھیر

بَابُ غَزْوَةِ أُحُدٍ

۲۶ ۳۵ - وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَذْدِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَيْنِ بْنِ تَمِيمٍ وَثَابِتِ بْنِ أَبِي عَيْنٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُخْبِرَ بِبُيُوتِ أُحُدٍ فِي سَبْعَةِ مِائَةٍ أَلْفِ نَصَارٍ وَرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ فَلَمَّا رَهَقُوهُ قَالَ مَنْ يَبْرُؤُكُمْ هُمْ عَنَّا وَكُلُّ الْجِنَّةِ أَوْ هُوَ تَقِيهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَمَتَعَهُمْ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ

شہ۔ علامہ عبد الباقی ندائی ناظمی سنہ ۱۳۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ۲۴ ص ۱۲۴-۱۲۵، مخطوطات مصلح، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ ثُمَّ رَأَى هِقْوَةَ أَيْضًا فَقَالَ
مَنْ تَرِدُ هُمْ عَنَّا وَلَهُ الْجَنَّةُ أَوْ هُوَ رَفِيعِي
فِي الْجَنَّةِ فَتَنَّدَ مَرَّ جُلٌّ مِّنَ الْأَنْصَارِ
فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ
حَتَّى قُتِلَ السَّبْعَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبَيْهِ مَا أَنْصَفْنَا
أَصْحَابَنَا.

۲۵۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَارِثٍ مِرَّ عَنْ أَبِيهِ
أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ
أُحُدٍ فَقَالَ جُرْحٌ وَجَعٌ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُسِرَتْ رَأْسًا عَيْتُهُ وَ
هَشِمَتْ الْبَيْضَةُ عَلَى رَأْسِهِ فَكَانَتْ
فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَغْسِلُ الدَّمَ وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
يَسْكُبُ عَلَيْهَا بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةُ
أَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيدُ الدَّمَ إِلَّا كَثْرَةً
أَخَذَتْ قِطْعَةً حَصِيرٍ فَأَخْرَقَتْهُ حَتَّى
صَارَ دَمًا ذَا ثَمَّةٍ الصَّقَّةُ بِالْجُرْحِ
فَاسْتَمْسَكَ الدَّمَ.

۲۵۲۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِقَ
عَنْ أَبِي حَارِثٍ مِرَّ أَنَّ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ
سَعْدٍ وَهُوَ يُسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمْرٌ وَاللَّهِ
إِنِّي لَا عَرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ
يَسْكُبُ الْمَاءَ وَبِمَاذَا دُونَ

یا، آپ نے فرمایا ان کو ہم سے کون دفع کرے گا؟
اس کے لیے جنت ہوگی، یا وہ جنت میں میرا رفیق ہو
گا، پھر انصار میں سے ایک اور شخص آگے بڑھ کر لڑا حتی
کہ وہ شہید ہو گیا اور پھر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتی کہ
وہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے (ان قریشی) ساتھیوں سے فرمایا:
ہم نے اپنے اصحاب کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد
رضی اللہ عنہ سے جنگ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں
نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اندر زخمی ہو گیا
تھا اور سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا تھا اور سہر مبارک
پر خود ٹوٹ گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادہ
سیدہ فاطمہ زہرا آپ کے چہرہ سے، خون دھو رہی
تھیں اور حضرت علی بن ابی طالب ڈھال میں پانی لا کر
ڈال رہے تھے، جب حضرت فاطمہ نے یہ دیکھا کہ پانی
ڈالنے سے تو خون زیادہ نکل رہا ہے تو انہوں نے
پٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر بلایا اور اس کی راکھ کو زخم پر
لگا دیا، پھر خون بند ہو گیا۔

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد
رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم
کے متعلق سوال کیا گیا، انہوں نے کہا سنا خدا کا حکم
مجھے خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زخم کو کون دھو رہا تھا اور کون پانی ڈال رہا تھا اور کون
پٹیز سے آپ کے زخم کا علاج کیا گیا، عبد العزیز بن
روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ کا چہرہ اندر زخمی ہو گیا
تھا اور سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا تھا اور سہر مبارک
پر خود ٹوٹ گیا تھا۔

ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهَا بِثَمْبِ الْعَزِيدِ عَمِيرٍ
أَتَى نَادَ وَجُورَ وَجَهْمَ وَقَالَ مَكَانَ
هَشَمَتَ كَسْرَتْ

امام مسلم نے تین سندوں کے ساتھ حضرت سہل
بن سعد کی صحیحی حدیث علیہ السلام سے روایت بیان کی ہے
ابن ابی مال کی سند میں اصیب و جبر ہے اور ابن مطرف
کی سند میں جرح و جبہ کا لفظ ہے۔

۳۵۲۹- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَرُحَيْمِيُّ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
وَأَبْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ سَمِعُوا
حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَعْدٍ إِذْ أَلَمَّا مِرْيَةَ أَخْبَرَنَا
عَمْرُو اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ سَمِعَ حَدَّثَنَا شَيْبَةَ
مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ الْقُشَيْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
مَرْيَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ مَطْرَفٍ
كَاهَمَهُ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ
بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ الْأَصْنَبِيِّ
وَجَهْمًا وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مَطْرَفٍ جُورًا
وَجَهْمًا -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبکہ
اُمّہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنے
کا دانٹ ٹوٹ گیا اور آپ کے سر اقدس میں چوٹ لگی
آپ اپنے سر سے خون پر نچوڑ رہے تھے اور فرما رہے
تھے وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی
کا سر زخمی کر دیا اور سامنے کا دانٹ توڑ دیا، حالانکہ
وہ ان کو اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا، اس موقع پر
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لیس لکھ من اس
شیء۔

۳۵۳۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ
بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ
تَابِتِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَسِرَتْ رَأْسَهُ بِأَعْيُنِهِ يَوْمَ أُحُدٍ
وَشَجَّ فِي رَأْسِهِ فَجَعَلَ يَسْلُطُ الدَّمَ عَنْهُ
وَيَقُولُ كَيْفَ يُعَذِّبُهُ قَوْمٌ شَجَّوْا نَبِيَّهُمْ
وَكَسَرُوا رَأْسَهُ عَيْتًا وَهُوَ يَدْعُوهُمْ
إِلَى اللَّهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ لَكَ
مِنْ الْأَمْرِ شَيْءٌ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ جبکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ
رہا ہوں، آپ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی
کا واقعہ بیان فرما رہے تھے ان کی قوم نے ان کو

۳۵۳۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ
ثَمِيمٍ حَدَّثَنَا وَكَيْعَةُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ
شَيْبَةَ عَنْ عَمْرِو اللَّهِ قَالَ كَانَتْ الْأَنْظُرُ رَالِي
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي

يَتِيَانِ مِنَ الْاِنْبِيَاءِ حُرُوبَهُ قَوْمَهُ وَهُوَ يُنْسَخُ
الدَّامَ عَنْ وَجْهِهَا وَيَقُولُ تَابَتِ اَلْغِيْرَةُ لِي
لِقَوْمِي فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ -

۲۵۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَسْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَهُوَ يَنْصَحُ الدَّامَ
عَنْ جَبِيْنِهِ -

رو رو کو ب کیا وہ اپنے چہرہ سے خون پونہ رہے ہے
لہذا یہ فرما رہے تھے، اسے اللہ امیری قوم کی مغفرت فرما
ان کو علم نہیں ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت ذکر کی
ہے اس میں یہ اضافہ ہے آپ اپنی پیشانی سے خون پونہ
جاتے تھے۔

غزوہ احد کا مختصر بیان | بدر کی شکست کے بعد قریش انتقام لینے کے لیے بے چین تھے۔ قریش کے سردار
ابوسفیان کی قیادت میں جمع ہوئے اور ایک لشکر تیار کر کے مدینہ منورہ کی طرف

بڑھنا شروع کر دیا، پانچ شوال تین ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب
آگیا۔ مسلمانوں کے گھوڑوں نے مدینہ کی چوڑائی کو صاف کر دیا ہے، چونکہ شہر پر حملہ کا اندیشہ تھا اس لیے ہر طرف
پہرے بٹھا دیے گئے، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ مسلح ہو کر تمام رات مسجد نبوی پر پہرہ دیتے
رہے۔ صبح کو آپ نے جنگ کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ کیا، مہاجرین اور انصار کی رائے یہ تھی کہ شہر میں
پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے، عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بھی یہی رائے تھی لیکن نوجوان صحابہ کی رائے یہ تھی کہ شہر
سے باہر نکل کر کفار پر حملہ کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کی خاطر اسی رائے کو اختیار کر لیا۔
قریش بدھ کے دن مدینہ منورہ کے قریب پہنچے، اور احد پہاڑ کے نزدیک پڑاؤ ڈالا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلے، عبد اللہ بن ابی اپنے تین سوسا تھی لے
کر آیا تھا لیکن یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرا مشورہ نہیں مانا، اس طرح آپ کے ساتھ صرف
سات سو صحابہ رہ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صفت آرائی کی، حضرت مصعب بن
عمیر کو علم عنایت کیا، حضرت زبیر بن عوام کو ایک دستہ کا سالار مقرر کیا، اور حضرت حمزہ کو فرج کے اس دستہ کا افسر مقرر کیا
جو زرہ پوش نہ تھے، پہاڑ کی پشت کی طرف سے دشمن کے حملہ کا خوف تھا اس لیے حضرت عبد اللہ بن جبیر کی قیادت
میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر کیا اور انہیں یہ حکم دیا کہ خواہ فتح ہو یا شکست وہ اس جگہ سے نہ ہٹیں۔
عام جنگ شروع ہونے کے بعد حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت ابو جہلہ دشمن کی فوجوں کے اندر گھس گئے
اور فوجوں کو چرتے ہوئے دشمنوں پر لاشیں گراتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ اپنے غلام وحشی سے
یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے حمزہ کو قتل کر دیا تو وہ آزاد کر دیا جائے گا، حضرت حمزہ کی تاک میں تھا جیسے ہی حضرت حمزہ
اس کے نشانہ کی زد پر آئے اس نے حمزہ (ایک چھوٹا نیزہ) پھینک کر مارا جو آپ کی ناف میں لگا اور پلہ ہو گیا، حضرت
حمزہ لڑکھڑا کر گر گئے اور مدح پر ملا کر گئے۔

جنگ میں مسلمانوں کا پتہ بھاری تھا، حضرت علی اور حضرت ابو جہلہ کے حملوں کی وجہ سے دشمن کی فوج کے ہاتھوں
اکثر گئے، انہوں نے بدحواسی سے پھرتے پھرتے مسلمانوں کے مال غنیمتوں کو لوٹ لیا۔

کر دیا اور جو سیر افغانوں کا ہتھیار پختہ کر کے گئے تھے وہ مالِ غنیمت کی طرف چلے، حضرت عبداللہ بن جبیر نے ان کو بہت منع کیا لیکن وہ نہ مانے۔ تیر اندازوں کی عالی حجت دیکھ کر خالد بن ولید نے عقب سے حملہ کیا، حضرت عبداللہ بن جبیر چند جاٹوں کے ساتھ جو کرڑے لیکن سب کے سب شہید ہو گئے، اب راستہ صاف تھا، مسلمان مال لوٹنے میں مصروف تھے کہ اچانک ان کے سروں پر تلپاری برسے، پھر جاسی میں مسلمان خود ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے، حضرت مصعب بن عمیر جو تلپاری دہرتے وہ شہید کر دیے گئے اور پھر پانچ گیارہ برسوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، اس افواج سے اور بھی اجڑی پھیل گئی اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ نہ

سب سے پہلے حضرت کعب بن لکھ نے آپ کو دیکھا چہرہ اندر پر مغز تھا لیکن آنکھیں دکھائی دیتی تھیں انھوں نے پہچان کر پکارا مسلمان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں یہیں کرہ ہر طرف سے جاٹوں ٹوٹ پڑے کفار نے بھی اب ہر طرف سے حملہ کر رہی ریح پر زور دیا، ایک دفتر کھانے بند کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرن جو پر جان دینا ہے زیادتی لیکن پانچ انصاری ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے اور ایک ایک کر کے سب نے آپ پر اپنی جانیں نذا کر دیں۔ شہید عبداللہ بن جبیر نام کا ایک شقی صفوں کو چہرہ تاہرا آگے بڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اندر پر تلوار ماری اس کی جوت سے مغز کی دو گزیاں چہرہ اندر میں چھو گئیں، چاروں طرف سے تلواریں اندر تیر برس سے تھے، یہ دیکھ کر جاٹوں نے آپ کو دائرہ میں لے لیا، حضرت ابروہہ آپ کی ڈھال بن گئے اب جوتیر بھی آتا تھا ان کی بیٹھ پر گستاخا، حضرت طلحہ آپ کا مدافعت میں تلواروں کو روک رہے تھے اسی مالم میں ان کا ایک ہاتھ ناکارہ ہو گیا، جس وقت دشمن آپ پر تیروں کی بارش کر رہا تھا آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل رہے تھے "اللھم اغفر لقوی فانھم لا یعلمون"، "اے اللہ میری قوم کو بخش دے وہ بے علم ہیں۔" نہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدمی کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے، کیونکہ دشمن اس طرف نہیں جاسکتا تھا، ابو سفیان نے دیکھ لیا فرج لے کر پہاڑی بر چڑھا لیکن حضرت عمر اور چند صحابہ نے پتھر برسائے جس کی وجہ سے وہ آگے نہ بڑھ سکے۔

قریش نے انتقام ہار کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا ان کے ناک، کان کاٹ لیے، ہند نے ان پر بدہ اعشاء کا لہرنا کر اپنے گلے میں ڈالا، حضرت حمزہ کی لاش پر گئی اور ان کا بیٹ چاک کر کے ان کا کھینچ نکالا اور جاسی لیکن گلے سے دھڑکا اس لیے اگل دینا پڑا۔

جنگِ اُحد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ اُحد میں ستر مسلمان شہید ہوئے، اور ان میں انصاری کی تعداد بہت زیادہ تھی، حافظانِ حجرِ مصطفیٰ لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق نے بیٹھ شہداء کا شمار کیا ہے جس میں سے جبارہ باہر تھے اور باقی اسارت میں تھے۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر مصنف سنہ ۲۵۲ھ، فتح اُحدی ج ۲، ص ۳۳۰، مجلس مطبوعہ دارالسنن، بیروت، ص ۱۳۱۔

۲۔ علامہ محمد عبدالماقی زرقانی، مکی سنہ ۲۵۲ھ، شرح الروایب اللدیج ج ۲، ص ۳۵، مطبوعہ دار فکر، بیروت، ص ۱۳۰۔

۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر مصنف سنہ ۲۵۲ھ، فتح اُحدی ج ۲، ص ۳۳۰، مطبوعہ دارالسنن، بیروت، ص ۱۳۱۔

مذہب، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت شماس بن عثمان اور حضرت مصعب بن عمیر۔ ۱۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دانت کا ٹکڑا اگر گیا تھا اور پورا دانت نہیں نکلا تھا۔ ۱۶

بَابُ اشْتِدَادِ غَضَبِ اللَّهِ عَلَى مَنْ قَتَلَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کریں
اس پر غضب الہی کا نازل ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم
پر سخت غضب ناک ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ایسا کرے دہاں عا یکہ وہ اپنے دانت کی طرف
اشارہ فرما رہے تھے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت غضب ناک ہوتا ہے
جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راہِ خدا میں قتل کر دیں۔

۳۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ
مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ
أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى
قَوْمٍ قَعَلُوا هَذَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جُنْدٌ يُشِيرُ إِلَى رِأْسِ عَيْتِهِ
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُولُ
اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَتْرًا وَجَلًا -

(ف) راہِ خدا کی قید کے ساتھ ان سے احتراز کیا ہے جن کو آپ صیاقصا میں قتل کریں۔

مشرکوں اور منافقوں کی طرف سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو خور کا۔ ۱۷

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ
رہے تھے اذ ————— ابو جہل اور اس کے ساتھی
نیٹھے ہوئے تھے اور ایک دن پہلے ایک اونٹنی ذبح

بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنْ أَذَى الْمُشْرِكِينَ وَالْمُنَافِقِينَ

۳۳۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ
مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَانَ الْجَعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ
يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ عَنْ نَوْكَرِيَاءَ عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَيْمُونِ الْأَوْدِيِّ عَنِ

۱۷۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی مترجم ۱۵۲۲ء، فتح الباری ج ۱، ص ۳۱۵، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور۔

marfat.com

جلد خامس

ہوئی تھی اور جہل نے کہا تم میں سے کوئی شخص جا کر فلاں محلہ سے اور نیشکی کا اوجھ سے آئے اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ میں جائیں تو اس کو ان کے کندھوں پر رکھ دے، قوم کا سب سے بد بخت شخص (مقبیر بن ابی معیط) اٹھا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ میں سے تو اس نے اس اور مجھ کو آپ کے کندھوں پر رکھ دیا۔ پھر وہ آپس میں مذاق کرتے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے پر گہراتے۔ میں کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کاش محمد میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں اس اور مجھ کو سر لٹا کر صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے اٹھا کر چھینک دیتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ میں سے اور اپنا سر نہیں اٹھایا، حتیٰ کہ ایک شخص نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا، حضرت فاطمہ نے وہ اور جو اس کو آپ کی پشت سے چھینکی، حالانکہ اس وقت آپ کم سن بھی تھیں، پھر آپ نے ان کو گولا کی طوف متروہ پر کھینکا، جہلا کہا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناز کھلی کر لی تو آپ نے با آواز بلند ان کے حلقان دھاگے، آپ جب بھی دھاگے تھے تو تین تہ تہ دھاگے تھے، پھر آپ نے تین تہ تہ فرمایا اسے اللہ! تو تین تہ گرفت فرما، جب تو تہیش نے آپ کی آواز سنی تو ان کی جھنکی جاتی رہی اور وہ آپ کی دماغ سے خوف زدہ ہو گئے، پھر آپ نے دھاگے اسے اللہ! اور جہل بن شہام کی گرفت فرما اور مقبیر بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن مقبیر اور امیر بن علف اور مقبیر بن ابی معیط کی گرفت فرما، راوی کہتے ہیں کہ حضور نے ساتویں شخص کا نام بھی لیا تھا لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا، سو تم اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے جگہ بدر کے دن دیکھا کہ جن میں کا نام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرفت کی وہاں کی تھی وہ سب بدر کے کوئی نہیں اور نہ مجھے پڑے ہے۔ اور اسحاق نے کہا ولید بن مقبیر کے نام میں راوی نے لکھا ہے۔

ہے (یعنی ولید بن مقبیر ہے)

ابن مسعود قال بیئنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي عند البيت وابو جهل واصحاب له جلودس وقد نحرث حزوزا يلازمين فقال ابو جهل ايكفم يغرم الي سلا جزو ربيني فلان قباخذة فيصنع في كيني محقدا واما جد فانبعث اشقى القوم فاخذة فذما سمعنا النبي صلى الله عليه وسلم وصار بين كنيته قال فاستغضوا وجعل بعضهم يميل على بعض وانا قائم انظروا انوكانت لي منعة مخرجته عن ظهر رسول الله صلى الله عليه وسلم والنبي صلى الله عليه وسلم ساجدا ما يعرفه راسا حتى انطلق انسان فاخبر فاطمة فجاءت وهي جويرية فطرحتة عنه فمرا قبلت عليهم كفتهم فلما قضى النبي صلى الله عليه وسلم صلواته رجع صوته فمرا دعوا عليهم وكان اذا دعاهم فلما قبرا ذامال سال فقال انه قال اللهم عليك بقرئش ثلاث مرات فلما سمعوا صوته ذهب عنهم الضحك وناخوا دعوتة فمرا قال اللهم عليك يا بني جهل بن هشام وعتبة بن ربيعة وكنتة بن ربيعة والوليد بن عتبة وامية بن خلف وعقبة بن ابي معيط وذكواتة ولو احفظه قول الله حي بعت محمدا صلى الله عليه وسلم يا لحق لقد ما ايت الله من سخي صر على يوم بدر ثم سجدوا في انقلب قلبك بدريا قال ابو اسحق الوليد بن عتبة غلط في هذا الحديث

۲۵۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِرَبِّ بْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَقَ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا وَحَوْلَهُ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِذْ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مَعْبُطٍ بِسَلَاخٍ وَرَأَى فَقَدَفًا عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرَفْعْ رَأْسَهُ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَخَذَتْهُ عَنْ ظَهْرِهِ وَدَعَتْ عَلَى مَنْ صَنَعَ ذَلِكَ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ أَمْلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ أَبَا جَهْلَ بْنَ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَعُقْبَةَ بْنَ أَبِي مَعْبُطٍ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَأُبَيَّ بْنَ خَلْفٍ شُعْبَةُ الشَّافِعِيُّ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ قَتَلُوا يَوْمَ بَدْرٍ فَأَلْفُوا فِي بَيْتٍ غَيْرِ أُمَّيَّةٍ أَوْ أُبَيَّاتٍ تَقَطَّعَتْ أَوْصَالُهُ فَلَمْ يَلْقَ فِي الْبَيْتِ

۲۵۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَنَحْوَهُ وَنَرَادُ وَكَانَ يُسْتَحَبُّ فَلَا نَأْيُ قَوْلُ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثًا وَذَكَرَ فِيهِمُ الْوَالِدَ بْنَ عُكْبَةَ وَأُمَّيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَ لَمْ يَشْكُ قَالَ أَبُو إِسْحَقَ وَ نَسِيتُ الْقَائِمَ

۲۵۳۷ - وَحَدَّثَنَا سَلْمَةُ بْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَرَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے اور آپ کے گرد قریش بیٹھے ہوئے تھے، آپ انکے عقبہ بن ابی معیط اور ثنی کی اوجھ سے کرایا اور اس اوجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر پھینک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ پھر حضرت سیدہ فاطمہ نے اس اوجھ کو آپ کی پشت سے اٹھایا، اور ان لوگوں کو بد دعا دی جنہوں نے یہ حرکت کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی اور فرمایا: اے اللہ! قریش کی جماعت پر گرفت فرما! ابو جہل بن ہشام، عقبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کی گرفت فرما (شعبہ کو شک ہے) حضرت ابن مسعود کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ یہ سب جگہ بدر کے دن قتل کیے گئے اور ان کو وادی بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا، البتہ امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کو کنوئیں میں نہیں ڈالا گیا کیونکہ اس کے جڑ جوڑکٹ چکے تھے۔

امام مسلم نے اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ تین مرتبہ دعا کرنے کو پسند فرماتے تھے، اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما اور اس میں ولید بن عقبہ اور امیہ بن خلف کا ذکر ہے اور وادی بدر کے شک کا ذکر نہیں ہے، ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں ساتویں شخص کا نام بھول گیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی اور فرمایا: اے اللہ! قریش کی گرفت فرما، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما اور اس میں ولید بن عقبہ اور امیہ بن خلف کا ذکر ہے اور وادی بدر کے شک کا ذکر نہیں ہے، ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں ساتویں شخص کا نام بھول گیا۔

مقبہ بن ربیعہ، ہبیر بن ربیعہ اور عقبہ بن ابی معیط تھے، انہی
اظہار کی قسم کا کہہ کر گتیا ہوں، لیکن نے ان سب کو بدر کے
کوٹھی میں اور ہبیر سے ہونے دیکھا، دھوپ کی خدمت
سے ان کے رنگ ستیز ہو گئے تھے اور وہ سخت گرم
دن تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ اسْتَقْبَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ قَدْ عَا عَلِيٌّ سِقِيًّا نَفِيًّا مِنْ قُرَيْشٍ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ وَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلْفٍ وَ عُبَيْدُ بْنُ رَيْغَةَ وَ كَثِيبَةُ بْنُ رَيْغَةَ وَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُصَيْبٍ فَأُضِيَهُ بِاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَدَّ عَلَى عَلِيٍّ بَدْرٌ قَدْ غَيَّرَ مَسْمُومَ الشَّمْسِ وَ كَانَ تَيُّوْمًا حَاقِرًا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
عز میں کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا جو جنگ
اللہ سے زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا مجھے تمہاری قوم
سے بہت زیادہ تکلیف پہنچی اور سب سے شدید تکلیف
وہ تھی جو مجھے یوم عقبہ کہہ بیچی جب میں نے اپنے آپ کو
ابن عبد یامیل بن عبد کلال پر پہنچا کیا رہی اس کو دعوت
اسلام دی) لیکن اس نے وہ چیز قبول نہیں کی جو میں جانتا تھا
پس میں غمزہ ہو کر واپس چلا آیا اور قرآن تا سب پر پہنچ کر
مجھے انقار ہوا، اہل ایمان میں نے سزا شکر دیکھا تو مجھ پر
ایک بادل سے سایہ کیا ہوا تھا، میں نے دیکھا اس میں
جبرائیل تھے انھوں نے مجھے آواز دی اور کہا آپ نے
اپنی قوم سے جو کچھ کہا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور جو
انھوں نے آپ کو جواب دیا وہ بھی سن لیا، اور اللہ تعالیٰ نے
میں نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو
ان کا راز سے متعلق جیساں حکم کریں حضور نے فرمایا پھر پہاڑوں کے فرشتہ
نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا پھر کہا اسے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا اور میں
پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور مجھے آپ کے سب نے آپ
کے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو یا میں حکم دیں اگر
آپ یا میں قریش میں دونوں پہاڑوں کو ان پر بھیجا دوں، رضی اللہ

۲۵۲۸ - وَ حَدَّثَنِي أَبُو طَاهِرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ سَرْجٍ وَ حَرَمَلَةُ بْنُ يَعْقُبٍ وَ عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ وَ الْأَعَاظِمَةُ مَقَاتِرًا بَصْرِيٌّ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الرُّبَيْعِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا صَلَّيْتُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ حَتَّى نَحَى عَنْهَا فَتَأَلَّمْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا فِي عَلَيْكَ تَيُّوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمٍ أُحُدٍ فَقَالَ لَقَدْ لَقَيْتُكَ مِنْ قَوْمِكَ وَ كَانَ أَشَدَّ مَا لَقَيْتُكَ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُكَ لِنَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ بَارِئِيلِ بْنِ عَبْدِ كَلَّالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُكَ فَتَأَلَّمْتُكَ وَ أَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِ قَلَمٍ اسْتَفِضُّ إِذَا يَفْرَقَنَّ التَّعَالِيْبُ فَتَرَفَعْتُ رَأْيِي فَإِذَا أَنَا بِسَعَابِيَةٍ قَدْ أَظَلَّتْ نِيَّيَ فَتَقَطَّرْتُ قِيًّا خَارِفَهَا جِبْرِيلُ قَسَادًا فِي فَقَالَ لَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَسْبُكَ حَسْبُكَ قَوْمِكَ لَكَ وَ مَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَ قَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِيَأْمُرَكَ بِمَا شِئِمْتَ فِيهِمْ قَالَ قَسَادًا فِي مَلِكِ الْجِبَالِ وَسَلَّمَ

تَلَىٰ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ سَمِعَ
قَوْلَ قَوْمِكَ وَأَنَا مَلِكُ الْجِبَالِ وَقَدْ
بَعَثَنِي رَبُّكَ إِلَيْكَ لِنَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ فَمَا
شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطِيقَ عَلَيْهِمْ
الْأُخْشَبِينَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ أَرْجُوا أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ
أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا
يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا -

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ امید ہے کہ انترقال ان کی
پشتوں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو من اللہ کی عبادت
کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

۲۵۳۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَكُتَيْبَةُ
بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ
يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ
قَيْسٍ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سَفْيَانَ قَالَ دَمِيتُ
إِضْبَعُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي بَعْضِ تِلْكَ الْمَشَاهِدِ فَقَالَ -

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ کسی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی
خون آلود ہو گئی، آپ نے فرمایا: تو ایک انگلی ہے جو خون
آلود ہو گئی ہے اور تو نے جو تکلیف اٹھائی ہے وہ
اشک راہ میں اٹھائی ہے۔

هَذَا أَنْتِ إِلَّا إِضْبَعُ دَمِيتِ
وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيتِ

۲۵۴۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي
شَيْبَةَ وَاسْتَعْقُ بْنُ إِبرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ
عُيَيْنَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
وَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي غَارٍ لَقِيتِ إِضْبَعَهُ -

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹھکڑے میں تھے اور
وہاں آپ کی انگلی زخمی ہو گئی تھی۔

۲۵۴۱ - حَدَّثَنَا اسْتَعْقُ بْنُ إِبرَاهِيمَ
أَخْبَرَنَا سَفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ أَنَّكَ
سَمِعَ جُنْدُبًا يَقُولُ أَبْطَأَ حَبْرِيْلُ عَلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ
قَدْ وَدِعَ مُحَمَّدٌ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَ
الضُّعْبِي وَاللَّيْلِي إِذَا سَجَى مَا وَدَعَكَ مَا بَلَكَ
وَمَا قَلَى -

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک
مترجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل کے
آنے میں تاخیر ہو گئی، ہمشرکین کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو چھوڑ دیا گیا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل
کی کہ (ترجمہ) قسم ہے رزق دہن کی، اور قسم ہے نزلت کی جب
وہ اپنے گیسو پھیلائے (اسے نبی) تمہارے رعبہ کے
تو کہہ کر نہیں چھوڑا اور وہ ناراض ہوا۔

۲۵۴۲ - حَدَّثَنَا اسْتَعْقُ بْنُ إِبرَاهِيمَ

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور وہ یا تین
 طاہرین اور انہیں کے نزدیک نماز کے لئے اُٹھ کر کہا: اے عمر
 (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے یہ امید ہے کہ تمہارے شیطان نے
 تمہیں چھڑ دیا کیونکہ وہ دو یا تین طاہرین اور تمہارے پاس
 نہیں آیا۔ اب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ترجمہ:
 تم سے بعد روشن کی اور تم سے رات کی سب وہ اپنے
 گیسو دروازہ کھلے (اسے مجھو!) تمہارے رب نے
 تم کو چھڑ نہیں چھڑا اور وہ ناراض ہوا۔

وَمُحَمَّدٌ بْنُ سَافِرٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ
 إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا قَالَ ابْنُ رَافِعٍ سَمِعْتُ كُنَا
 يَحْيَى بْنُ أَدْرَجَةَ نَسَاءً هَبْرَ عَيْنِ الْأَسْوَدِ
 بِنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ سُلَيْمَانَ
 يَقُولُ اشْتَكَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَجَاءَتْهُ
 امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي لَأَرُجُّ أَنَّ
 يَكُونُ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ لَمْ أَرَكَ قَرِيبَكَ
 مِنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ
 هَرَجًا وَجَلَّ وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى مَا
 وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى -

(ف) لایہ بد بخت عورت ابولہب کی بیوی تھی۔

اہم مسلم نے اس حدیث کی دو احادیثیں بیان کی
 ہیں۔

۴۵۴۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
 وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَالْإِسْطَخْرِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا
 مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا
 إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمَلَاءِيُّ حَدَّثَنَا
 سُلَيْمَانُ كَلَامًا عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ
 بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِهِمَا -

۴۵۴۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
 الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ
 وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا
 وَقَالَ الْأَخْوَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا
 مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ أَسْمَةَ
 بِنْتُ رَبِيعَةَ أَخْبَرَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ رَكِبَ حِمَارًا عَلَيْهِ إِكْرَافٌ تَحْتَهُ
 قِطِيعَةٌ فَدَكَّ كَيْفَةً وَأَرْدَفَ وَرَأَتْ أَسْمَةَ
 فَهَوَّ يَقُولُ سَعِدْتُ بِنِ حِمَارٍ دَفَّ فِي بَنِي النَّعَارِثِ
 الْبَنِي الْعَوَزِ مَرَّةً وَذَلِكَ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ يَحْتَمِلُ
 مَرَّةً بِمَجْلِسِي فِينَا أَخْلَاطُ قَوْمِ الْمُشَلِّمِيِّينَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دروازہ گوش
 پر سوار ہوئے جس پر پالان تھا اور اس کے نیچے ننگ کی ایک
 چادر تھی، آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بیٹھے ہوئے
 تھے، آپ قبیلہ بنو مدلیح بن خزرج میں حضرت سہیل بن عمرو
 کی عبادت کے لیے جا رہے تھے، یہ واقعہ جنگ بدر
 سے پہلے کا ہے، آپ راستہ میں ایک ایسے جگہ سے
 گزرے جہاں مسلمان، بت پرست لوگ اور یہودی
 بیٹھے بٹھے تھے، ان میں سے بہترین ایمان والے اور بہترین صلہ
 بھی بیٹھے ہوئے تھے جب اس مجلس میں اس سوار کی
 گرد و پیش کو ترجمہ اللہ بن ابی اسامہ نے چادر سے اپنی ناک

وَالْمُشْرِكِينَ عَبْدًا الْأَوْثَانَ وَالْيَهُودَ
فِيهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قُرَيْبٍ فِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ
اللَّهِ ابْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ
مُجَاجِبَةُ الدَّائِبَةِ حَمْرَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي
أَنفَهُ بِرَدِّ آيَةٍ ثُمَّ قَالَ لَا تَغَيِّرُوا عَلَيْنَا
فَسَلَّمُوا عَلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثُمَّ وَقَفَ فَتَرَلَّ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللَّهِ وَقَرَأَ
عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي
أَيُّهَا الْمَرْءُ لَا أَحْسَنَ مِنْ هَذَا إِنْ كَانَ مَا
تَقُولُ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَا فِي مَجَالِسِنَا وَارْجِعْ
إِلَى دَحِيلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ مِنَّا فَاقْصُصْ عَلَيْهِ
فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ أَغَشَيْنَا فِي
مَجَالِسِنَا فَأَيُّهَا نَحْبُكَ ذَلِكَ قَالَ فَامْتَنَيْتِ
الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَقًّا هُمُ
أَنْ يَتَوَاتَبُوا فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ ثُمَّ تَرَكَ دَأْبَتَهُ
حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ أَيُّ
سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ إِلَى مَا قَالَ أَبُو جَبَابٍ
يُرِيدُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قُرَيْبٍ كَذَا وَكَذَا قَالَ أَعْطَى
عَنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَأَضْفَعُ لِقَوْلِ اللَّهِ لَقَدْ
أَعْطَاكَ اللَّهُ الَّذِي أَعْطَاكَ وَلَقَدْ أَعْطَاكَ
أَهْلُ هَذِهِ الْبَحِيرَةِ أَنْ يَتَوَجَّرُوا فَيَقْبِضُوا
بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا رَدَّ اللَّهُ ذَلِكَ بِالتَّعْقِيقِ الَّذِي
أَعْطَاكَ شَرِيقُ يَدُكَ فَذَلِكَ تَعَلَّ بِهَا
مَا آيَتُ فَعَفَا عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ

دو جانب لی، اللہ کہنے لگا ہم پر گروہ اڑاؤ ابھی علی اللہ علیہ
وسلم نے ان کو سلام کیا، پھر ٹھہر گئے، آپ سولہ سے
اترے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور ان پر
قرآن مجید کی تلاوت کی، عبد اللہ بن ابی نے کہا: اے شخص!
اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہے کہ اگر جو کچھ تم کہہ رہے
ہو وہ سچ ہے، تب بھی ہم کو ہماری مجلس میں اگر تکلیف نہ
پہنچاؤ اور اپنے گروہ واپس لوٹ جاؤ اور ہم میں سے جو شخص تمہارے پاس آئے اس کو
دعا کرو حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے کہا آپ ہماری مجلس میں آئیے ہم اس کو پندرہ گز
پھر مسلمان، یہ وہ اللہ رب پرست ایک دوسرے کو بڑا جلا
کہنے لگے اور ایک دوسرے پر حملہ کے لیے تیار ہو گئے
بھی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسلسل سننا کرتے رہے پھر
آپ اپنی سولہ پر سوار ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ کے
پاس گئے اور فرمایا: اسے سد کیا تم نے نہیں سنا کہ ابو جباب
یعنی عبد اللہ بن ابی نے کیا کہا ہے، حضرت سعد نے کہا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو معاف کیجئے اور اس سے
دور گزر کیجئے۔ بے محک لہذا تعالیٰ نے آپ کو جو مرتبہ دیا
ہے سو رہا ہے، اس شہر کے لوگوں نے یہ سنے کہ یہ آیا تھا
کہ اس کو تاج پہنائیں گے اور اس کے سر پر ردا و شابت
کا علامہ باندھیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے
ساتھ جبروت کر کے افسانہ کو مرتبہ دے کر اس کو مسترد
کر دیا اس وجہ سے یہ جل گیا اور جو کچھ آپ نے دیکھا
ہے اس کا سبب یہی ہے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس سے دور گزر کر لیا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے کہ
اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس وقت تک عبد اللہ بن ابی نے
مجلس میں نہیں کیا تھا۔

۲۵۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا
حُجْرُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا كَيْسُ بْنُ حَنِينٍ
عَنْ ابْنِ شَهَابٍ فِي هَذَا

وَنَادَىٰ ذَٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَسْلِمَ
عَبْدَ اللَّهِ -

۳۵۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى
الْقَاسِمِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِدُ عَنْ أَبِي بَرٍ عَنِ
أَخِي بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَبِلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَوَاحِيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ أَبِي
قَالٍ فَأَنْطَلَقَ إِلَيْهِ وَكَرِبَ حِمَارًا فَأَنْطَلَقَ
الْمُسْلِمُونَ وَرَىٰ مِنْ سِبْعَةٍ فَلَمَّا أَتَاهُ
الْكَبِيْرُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِلَيْكَ
تَعْلِيٌّ كَمَا نَالَهُ لَقْدَا إِذَا فِي نَعْنُ حِمَارِكَ
قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَالشُّو
لِحِمَارٍ رَسُولِي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَطْلِبُ رِيحًا مِنْكَ قَالَ فَغَضِبَ لِعَبْدِ
اللَّهِ وَرَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ قَالَ فَغَضِبَ لِكُلِّ
وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَوْضَاعًا قَالَ فَكَانَ
بَيْنَهُمْ حُرْمَةٌ بِالْحَرِيدِ وَيَا لَيْدِي وَ
يَا لَيْتَالِي قَالَ فَلَمَّا أَتَاهَا تَوَكَّلْتُ فِيهِمْ وَرَىٰ
طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَفْتَتَلُوا فَأَفْطَحُوا
بَيْنَهُمَا -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ کاش آپ عبد اللہ
بن ابی کے پاس دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لے جائیں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم دواز گوش پر سردار ہو کر اس کی طرف
گئے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ گئے، اذہ زمین شور
والی تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس پہنچے
تو وہ کہنے لگا: ایک طوت ہو، بھلا تمہارے گدھے
کی بوسے مجھے لذت برہ رہی ہے، ایک انصاری نے کہا
بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کی بوتھ سے
زیادہ خوشبو دار ہے، اس پر عبد اللہ بن ابی کی قوم کا ایک
شخص غضب ناک ہو گیا، پھر ہر طرف کے لوگ غصہ میں آ
گئے اور وہ اتوں پھڑپھڑوں کے ساتھ ایک دوسرے سے لڑنے
لگے، روکی جتے ہیں اور دم کو ریزہ ریزہ پہنچے ہے کہ ان کے بارے
میں یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں
اپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کر لو۔

لفظ "سلی" کی تحقیق | اس باب کی حدیث نمبر ۳۵۲۶ میں ہے، مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر
تازگی حالت میں اونٹنی کی "سلی" رکھ دی
علامہ سید قطب زہدی علیہ السلام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ باریک کمال جس میں انسان یا جانور کا بچہ پٹا
ہو، ہوتا ہے اس کو "سلی" کہتے ہیں جس وقت بچہ پٹیل
ہوتا ہے اس وقت اس کمال کو اگر بچہ کے منہ سے جٹا
لیا جائے تو قریباً روز اس کمال کی وجہ سے بچہ مر جائے
اس طرح اگر ماں کے پیٹ میں یہ کمال پیٹ جائے تو
بچہ مر جائے اور جب یہ کمال نکال لیا جائے تو قریباً
اٹھاس کا بچہ دونوں سلامت رہتے ہیں، اور اگر اونٹنی

السلی جلد تو رقیقہ تیكون فیہا الولد من
الناس والمواشی ان نزعت عن وجه النصل
ساعتہ یولد والاقتلہ وکن ذلک اذا فقطع السلی
فی البطن فاذا خرج السلی سلمت الناقۃ وسلم
الولد وان انقطع فی بطنہا حکمت وهدکت
الولد فکن ذکری الجوهری الا انہ خصہ بالمواشی
کالانہری والمشمۃ للناس وحمہ ابن سیدہ

وتبعہ المصنف

کے پیٹ میں یہ کھال کٹ دیا پھٹ جائے تو مال اور پتہ
دو فرما، ملاک ہو جاتے ہیں، علامہ جوہری نے بھی اس طرح
ذکر کیا ہے البتہ علامہ جوہری اور علامہ ہری نے سنی کو روٹیوں
کے ساتھ ٹھکنے کیا ہے اور مخیر کو انسانوں کے ساتھ خاص
کیلئے ہے اور علامہ ابن سید نے اس کو عام قرار دیا ہے اور
مصنف بھی انہیں کے تابع ہے۔

علامہ نووی، علامہ ابی مالکی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی نے بھی "سنی" کا یہی معنی بیان کیا ہے۔
اردو میں "سنی" کو جیلی کہتے ہیں، لیکن قرآن سے یہ متعین ہے کہ یہاں سنی سے جاننا اور جھڑی مراد ہے، کیونکہ مشرکین
کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت اور تکلیف پہنچانا تھا اور جیلی اس قدر ضعیف اور باریک ہوتی ہے کہ اس کو
پشت پر رکھنے میں کوئی ضرر اور تکلیف نہیں ہوتی، ثانیاً حدیث میں ہے کہ جب مشرکین نے آپ کی پشت پر سنی رکھی
تو آپ نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا تا وقتیکہ حضرت فاطمہ نے آکر اس کو آپ کی پشت سے اٹھا نہیں دیا، اس سے بھی معلوم
ہوا کہ سنی کوئی بھاری اور وزنی چیز تھی سو اس سے بجا متیلیں ہو گیا کہ وہ جیلی نہیں بلکہ اونٹنی کی اور جھڑی، ثانیاً علامہ نووی علامہ
ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی اور دیگر شارحین نے سنی کے رکھنے سے جو مسائل مستندہ کیے ہیں اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے
کہ یہ اور جھڑی تھی، علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ جب آپ کی پشت پر نجاست رکھ دی گئی تو پھر آپ کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے؟
فاضل عیاض مالکی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ نجس نہیں تھی کیونکہ گوہر اور بدن کی رطوبت دونوں پاک ہیں، ناپاک تو صرف خون ہے،
(علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ جواب صرف امام مالک اور ان کے موافقین کے مذہب پر صحیح ہے، کیونکہ ان کے نزدیک من جاوردوں
کا گوشت حلال ہے ان کی لید بھی پاک ہے اور امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ نجس ہے اور
فاضل عیاض نے جو یہ جواب ذکر کیا ہے یہ باطل ہے کیونکہ سنی نجاست کو قطعاً ہے کیونکہ اس سے عادتاً خون علیحدہ نہیں ہوتا،
بیزوہ بت پرستوں کا ذبیحہ تھا اس لیے "سنی" بھی نجس تھی اور اس کا گوشت بھی نجس تھا اور اس کے تمام اجزاء نجس تھے،
صحیح جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے اس لیے آپ نے طہارت سلبتہ
کے حکم کو باقی رکھا، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کیا زعفران تھی یا نہیں اس کا احاطہ واجب تھا یا نہیں اور اگر اس کا احاطہ واجب تھا
تو وقت میں بہر حال گنجائش تھی۔

- ۱۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج الروای شرح القاموس ص ۱۰۵ ص ۱۸۲، مطبوعہ المطبعة الخیرہ مصر، ۱۳۴۶ھ
- ۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۰ھ، شرح مسلم ص ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار المسماح المطابع کراچی، ۱۳۴۵ھ
- ۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المسلم ص ۵ ص ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ص ۱ ص ۲۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۵۔ حافظ بدرالدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، صحت القاری ص ۳ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت مصر، ۱۳۴۸ھ
- ۶۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۰ھ، شرح مسلم ص ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار المسماح المطابع کراچی، ۱۳۴۵ھ

حافظ ابن حجر مستطانی فرماتے ہیں: اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ حلال ہاروں کی گارہ پاک ہے اور اس استدلال کو مسترد کر دیا گیا ہے کہ سنی میں موت گوارا نہیں تھا بلکہ عربوں میں تھا جیسا کہ اسرارہ کی روایت میں ہے اور عربوں بالافتقار نجس ہے، اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ گوارا عربوں سنی کے اندر تھا اور سنی کی ظاہری طور پر پاک تھی لیکن یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ یہ ازمنہ قبل ہر حال بت پرستوں کا دوسرا تھی اور عربوں سنی کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ مردار کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں کہ قبیلہ تہذیبی ثبوت کے موت احتمال سے یہ نہیں کہا جاسکتا اور اس اشکال کا صحیح جواب یہی ہے جو علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ سنی رکھے جانے کے باوجود آپ بدستور نماز میں اس لیے مشغول رہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا رکھا گیا اور آپ نے استصحاب حال کے اعتبار سے طہارت سابقہ کے حکم کو باقی رکھا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے اس تمام بحث کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ سنی گوارا وغیرہ کی وجہ سے ناپاک تھی لیکن آپ کو اس کا علم نہیں تھا اور آپ نماز میں اس لیے مشغول رہے کہ اس وقت تک بت پرستوں کا ذبیحہ حرام نہیں قرار دیا گیا تھا اور یہ معنی احتمال نہیں ہے بلکہ آپ کا نماز میں بدستور مشغول رہنا اس پر قریب ہے کہ اس وقت تک اس کو حرام نہیں کیا گیا تھا کیونکہ آپ کسی ناجائز کام پر خود بدستور نہ سکتے ہیں نہ کسی اور کو بدستور کر سکتے ہیں آپ کی شان اس سے بند ہے۔

علامہ نووی، علامہ ابن حجر مستطانی اور علامہ عینی کی ان تشریحات سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر جو "سلی" رکھی گئی تھی اس میں گوارا تھا اور گوارا جلی میں نہیں ہوتا حالانکہ ادھر جہ میں ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں سنی کا اطلاق اور جھڑی پر کیا گیا ہے۔

اور جھڑی کمانے کا حکم | اس حدیث میں چونکہ اور جھڑی کا ذکر آ گیا ہے اس لیے ہم اور جھڑی کمانے کا شرعی حکم بیان کرنے چاہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبیحہ شدہ حیوان کے سات اجزاء کا کھانا حرام قرار دیا ہے اور ان کے ماسوا کو حلال قرار دیا ہے اور اور جھڑی چونکہ ان سات اجزاء میں شامل نہیں ہے اس لیے بظاہر ان کا کھانا حلال ہے، اسی طرح فقہاء نے بھی ذبیحہ شدہ جانور کے موت سات اجزاء کو حرام قرار دیا ہے اور ان میں اور جھڑی شامل نہیں ہے اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اور جھڑی حلال ہے لیکن نظر دقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اور جھڑی شانہ کی طرح مکروہ تحریمی ہے۔

اہم مدارق طہارت کرتے ہیں:

عاجز کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے (۱) خون (۲) فرج (۳) نصیبتین (۴) غدود (۵) ذکر (۶) شانہ

عن جہاد قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ من الشاة سبعاً الدم، والحیاء والانبیثین والغذاء والذکر والشانہ والدعارة

۱۔ حافظ صاحب الدین احمد بن علی ابن حجر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ دار الفکر، مکتبہ الامیر لایہ۔
 ۲۔ حافظ بدرالدین ابو محمد محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ السائلین ج ۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الفکر، مطبوعہ البیروت، مصر، ۱۳۴۸ھ۔

دکان يستحب من الشاة مقدما لها۔ ۱۵

۱۵ پتہ اور بکری کے گلے کے گوشے کو پسند فرماتے
۱۶۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۸

علامہ علاؤ الدین حاکمی لکھتے ہیں: بکری کی سات چیزوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے، فرج، خصیہ، نردود، شانہ، پتہ،
بہنے والا خون اور ذکر، اس کے بعد ایک منکوم مشر لکھا ہے اس میں ہے جب تم بکری کو ذبح کرو تو اس کی سات چیزوں
کے سوا کھاؤ۔ ۱۹

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے سات اجزاء کو
مکروہ فرمایا ہے، ذکر، خصیتیں، فرج، نردود، پتہ، شانہ اور خون۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں خون حرام ہے اور باقی چھ
چیزیں مکروہ ہیں، کیونکہ خون کی حرمت قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حرمت علیکم
المیتة والدم الايتة اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں کیونکہ ان کو انسان مکروہ سمجھتا ہے اور قرآن مجید میں ہے ودموم
علیہم الخبائث۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبییت چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور چھ چیزیں نبییت ہی
ان سے گن آتی ہے، حضرت مجاہد کا روایت میں جو کراہت کا لفظ ہے اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ ان چھ چیزوں
اور خون کو کراہت میں جمع کیا ہے۔ ۲۰

۲۱۔ حکم العلماء علامہ کاسانی حنفی نے بھی ذبح شدہ جانور کے ان سات اجزاء کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ ۲۱

اور چونکہ ابو جہری ان سات چیزوں میں شامل نہیں ہے اس لیے اس کا کھانا بظاہر مکروہ تحریمی نہیں ہے، البتہ قیاس
کا تقاضا ہے کہ شانہ میں پیشاب ہوتا ہے اور اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح ابو جہری میں گوہر ہوتا ہے اس
لیے اس کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہونا چاہیے نیز ان چھ چیزوں کی کراہت کی یہ دلیل ہے کہ یہ اشیاء نبییت ہیں انسان ان سے
گن کرتا ہے اور متنفر ہوتا ہے اور قرآن مجید میں ہے ودموم علیہم الخبائث نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبییت
چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ابو جہری سے بھی انسان گن کرتا ہے اور متنفر ہوتا ہے اس لیے یہ بھی نبییت اور مکروہ تحریمی
میں نے ذابہب اربعہ کی کتب میں بالخصوص ابو جہری کا جو یہ لاکھن کا لیکن کچھ کریم بزیہ نہیں لے سکا اس لیے مجھ نے
یہ بیان کیا ہے کہ بظاہر حدیث اور عبارات فقہاء کا تقاضا ہے کہ یہ بلا کراہت حلال ہے اور قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ مکروہ

۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۵۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سنن بکری ج ۱ ص ۷۷، مطبوعہ نشر السنۃ طان

۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، مراسیل ابو داؤد ص ۱۹، مطبوعہ مجمع المطابع کراچی

۴۔ علامہ علاؤ الدین حاکمی متوفی ۱۰۸۸ھ، مختار علی المصنف رد المحتار ج ۵ ص ۶۵۵-۶۵۶، مطبوعہ مطبع استنبول، ۱۳۲۰ھ

۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۶۵۵، مطبوعہ مطبع استنبول، ۱۳۲۰ھ

۶۔ علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۴۸۵ھ، جامع العطار ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ دار الفکر کراچی، ۱۳۲۰ھ

فرمائی ہے لہذا آثار میں اور کہ کی وجہ سے اور جہڑی کھانے کو کر وہ تیز ہی قرار دینا چاہیے۔
اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کہیں کے لیے دہلا فرمایا اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم حرج صحیح مسلم جلد ثانی
باب نمبر ۲۱۱ میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اس جہڑی میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مہر کر بدو ما سے تیز کرنا
بہاؤ اور آگاہ ہے۔

ابو جہل کے قتل کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو جہل کی خبر کرنی
نے کر آئے گا، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ابو جہل کی خبر کرنی
در بیٹے اس کو قتل کر چکے ہیں اور اس کا ہم شہدا ہونے کے
قریب ہے، حضرت ابن مسعود نے اس کی وارثی پوچھی کہا: کیا
تو ابو جہل ہے، ابو جہل نے کہا: کیا اتنے بڑے کسی اور
شخص کو بھی تو نے قتل کیا ہے، یا کہا اس کی قوم نے لٹے
بڑے شخص کو قتل کیا ہے، ابو جہل کہتے ہیں کہ ابو جہل نے
یہ بھی کہا تھا کاش مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا
ہوتا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کوئی شخص آگہ نہ بنائے
گا کہ ابو جہل کا کیا ہوا، اس کے بعد اسکی سابق حدیث ہے۔

۲۵۴۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السُّعَدِيُّ
أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيَّةَ حَدَّثَنَا
سُكَيْمَانُ النَّسَائِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ يَنْظُرْ لَنَا مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ فَأَنْطَلِقِ
ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ كَقَدْ صَرَ بِنَاءِ الْبَنَاتِ
عَمْرًا حَتَّى بَرَدَ قَالَ فَأَخَذَ يَلْحِقُ بِهِ
فَقَالَ أُمَّتُ أَبُو جَهْلٍ فَعَالَ وَهَلْ فَوْقَ
رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ أَوْ قَالَ قَتَلْتُمْ قَوْمًا قَالَ
وَقَالَ أَبُو مِجَلَّةٍ قَالَ أَبُو جَهْلٍ فَلَوْ غَيَّرُ
أَكْبَابًا قَتَلْتُمُوهُ.

۲۵۴۸ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عَمْرٍو الْبَكْرِيُّ
حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ
حَدَّثَنَا أَنَسُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَنْظُرْ لِي مَا فَعَلَ أَبُو
جَهْلٍ يَمِشُّ حَذَائِيثَ ابْنِ عَلِيَّةٍ وَقَوْلِ آيَةٍ
مِجَلَّةٍ كَمَا ذَكَرَهُ إِسْمَاعِيلُ.

قتل ابو جہل کے سلسلے میں مختلف روایات کا بیان

اہم ہندی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ
حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
جنگ بدر کے دن میں ایک صف میں کھڑا تھا، میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو مجھے انصار کے دو کمروں کے نظر
آئے مجھے یہ خیال آیا کہ کاش میرے ارد گرد اللہ سے زیادہ طاقت دار لوگ ہوتے، پھر ان میں سے ایک نے مجھے اشارہ کر کے
کہا: اسے چکایا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اسے جیتے تم کو اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گایاں دیتا ہے اور تم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں یہی جانا ہے اگر میں نے اس

کہ دیکھو یا تو میں اس کے جسم سے اس وقت تک الگ نہیں ہوں گا اور تیکہ ہم میں سے وہ دھڑک جائے میں کی موت پہلے متھکدوی
 گئی ہو مجھے اس کا بات پر تعجب ہوا، پھر دوسرے نے مجھے اشارہ کیا اور اسی طرح کہا، ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میں نے ابو جہل
 کو لھکر میں گھومتے ہوئے دیکھا، میں نے کہا سفیر سے وہ شخص جس کے متعلق تم دونوں مجھ سے سوال کر رہے تھے، وہ دونوں
 تلواریں لے کر اس پر بھیڑے اور اس پر تلواروں سے مدد کیے تھی کہ ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا، پھر ان دونوں نے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے
 ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے، آپ نے فرمایا کیا تم دونوں نے اپنی تلواروں کو صاف کر لیا ہے؟ ان دونوں نے
 کہا نہیں، آپ نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اور اس کی سلب معاذ بن عمرو بن جوح
 کر لے گی، اور یہ دونوں معاذ بن عمرو اور معاذ بن عمرو بن جوح تھے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حارث تھا اور معاذ ان کی والدہ کا نام ہے
 انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیجا اور عمر کے بعد نفل پر ڈھنسنے کا ممانعت کا حدیث روایت کی ہے اور یہ حضرت علی رضی
 اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے، حضرت معاذ بن عمرو بن جوح اپنے والد حضرت عمرو بن جوح کے ہمراہ بیت المقدس میں
 حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور جنگ بدر میں بھی اپنے والد کے ہمراہ تھے ان کے والد جنگ احد میں شہید ہو
 گئے تھے۔

ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن جوح نے ابو جہل پر تلوار مار کر اس کی ٹانگ کاٹ دی تھی اور اس
 کو پھاڑ دیا تھا، ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے حضرت معاذ کے کندھے پر تلوار مار دی اور ہاتھ کاٹ دیا، پھر حضرت معاذ بن عمرو
 نے ابو جہل پر وار کیا اور اس کو ایسی حال میں چھوڑا کہ ابھی اس میں کچھ رت حیات تھی، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل
 کو تلاش کرنے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور اس کا سر کاٹ دیا۔ اس واقعہ کو حافظ ابن جریر
 نے بھی بیان کیا ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا: ابو جہل کو کون شخص دیکھ کر آگے گھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دیکھنے گئے اس وقت معاذ کے بیٹے اس کو
 قتل کر چکے تھے اور وہ ٹھنڈا ہونے کے قریب تھا، حضرت ابن مسعود نے اس کی واڑھی پکڑ کر کہا تو ابو جہل ہے؟ اس نے
 کہا کیا تم نے اس سے بڑے کسی شخص کو بھی قتل کیا ہے؟

حافظ ابن جریر مستکانی لکھتے ہیں حضرت انس کی روایت میں جو ہے کہ معاذ کے دو بیٹوں نے ابو جہل کو قتل کیا تھا یہ

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ حافظ ابو محمد محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۷، مطبوعہ المطبعۃ المصیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن حنبل ابن جریر مستکانی متوفی ۲۴۱ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۹۶، مطبوعہ دار الفکر کتب الاسلامیہ لاہور

۴۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ کراچی، ۱۳۸۱ھ

تھی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت مہاجرین عمرو بن لہویہ کی والدہ کا نام بھی عفرہ ہو۔ لے
 حافظ ابن جریر مستطانی نے امام حاکم سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابن مسعود ابو جہل کا شکر کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے تو آپ نے یہی بار فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اسلام اہل اسلام کو عزت دی۔ لے
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: عفرہ کے دو بیٹے معاذ اور مسود تھے جو دونوں آپس میں جھگڑتے، یہ ابو جہل
 کو ڈر دینے سے تھے جیسے ہی انھوں نے ابو جہل کو دیکھا یہ نقاب کا مانند اس پر بچھتے اور اس پر تلواروں سے حملہ کرتے تھے
 کہ اس کو زہن پر لگا دیا، حضرت مساذ کہتے ہیں میں نے تلوار مار کر ابو جہل کی ٹانگ کاٹ کر پھینک دی، ابو جہل کے بیٹے ٹکڑے
 نے پھر تلوار مار دی اور میرا ہاتھ کندھے سے الگ ہو گیا، میرا وہ ہاتھ میرے پہلو سے ٹک رہا تھا اور میں اسی حال میں جنگ
 کر رہا تھا آخر میں نے تنگ کر اس ہاتھ کو اپنے پیڑ کے نیچے دبا کر جھکے سے الگ کر دیا اس کے بعد حضرت مسوز بن عفرہ
 نے ابو جہل پر وار کر کے اس کو نیچے لگا دیا لیکن اسی میں پھر رت حیات باقی تھی، (یہ بھی حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کا شکر مانا)
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے ابن وہب سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں حاکم ان کا ہاتھ ان کی کھال کے ساتھ ٹکا ہوا تھا آپ نے پاماب دہن لگا کر اس کو
 بدن کے ساتھ جوڑ دیا اور یہی حضرت معاذ بن عفرہ حضرت عثمان کے زمانہ تک زندہ رہے اور حضرت مسوز جنگ
 ہی میں شہید ہو گئے تھے۔ لے

ابو جہل کے قتل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ شکر ادا کرنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: اہل حدیث
 صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کوئی شخص جا کر ابو جہل کی قبر لے کر آئے، حضرت ابن مسعود لکھتے ہیں ابو جہل کو اس حال میں پایا کہ عفرہ کے دو بیٹے اس کو قتل
 کر چکے تھے، حضرت ابن مسعود اس کے سینہ پر کینہ پر بیٹھ گئے اور اس کی نایاب داڑھی پکڑ کر کہا اے دشمن خدا تو ہی ابو جہل
 ہے واللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا! ابو جہل نے کہا مجھے اس کے علاوہ اور کوئی رنگ نہیں ہے کہ مجھے میری قوم نے مستحق نہیں کیا ہے
 کہ اس شخص مجھے کسان کے علاوہ کوئی اور قتل کرنا (اس کی مراد یہ تھی کہ انصار کا شکر ادا کرتے تھے اور اس کو روانہ فرما دیا)
 نے قتل کیا تھا، کہتے ہیں کہ ابو جہل کو اس صحت کا فرعون کہا گیا ہے لیکن یہ فرعون سے بڑھتا کیونکہ جب فرعون فریق ہوا تو اس
 نے حق کا اقتدار کر لیا اور یہ بد بخت مرتے دم تک اسی حال پر رہا اور بکتیہ پر قائم رہا، اللہ تعالیٰ علیہ۔ حضرت ابن مسعود اس
 کا شکر کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی شکر جس نے اسے دشمن خدا کو تھوڑا
 کر دیا، ایک نصیب میں ہے کہ آپ اس وقت سجدہ شکر بجالاتے، اسی وجہ سے بعض فقہاء اس کے قائل ہیں کہ جب کسی شخص
 کو نعمت حاصل ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور نہو تو اس کا سجدہ شکر بجالانا مستحب ہے۔ سجدہ تلاوت کے علاوہ
 خارج فلا سجدہ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسے سجدہ شکر یا سجدہ مناجات، جمہور علماء احناف اس کے قائل نہیں

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن جریر مستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۶۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۰۱۰ھ

۲۔ فتح الباری ج ۷، ص ۲۶۵، ۱

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مجمع التبتہ ج ۲، ص ۸۷، مطبوعہ مکتبہ لادینہ رضویہ سکھر

عن البراء قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم
خالد بن الوليد الى اهل اليمن يدعوهم الى
الاسلام فلم يجيبوه ثم ان النبي صلى الله عليه و
سلم بعث علي بن ابي طالب وامره ان يقفل خالداً
ومن كان معه الا رجل ممن كان مع خالد احب
ان يعقب مع علي رضي الله عنه فليعقب معه
قال البراء فكنت ممن عقب معه فلما دنونا
من القوم خرجوا الينا فصلى بنا علي رضي الله
عنه ووصفنا صفاً واحداً ثم تقدم بين ايدينا
فقرأ عليهم كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاسلمت همدان جميعاً فكتب علي رضي الله
عنه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم باسلامهم
فلما قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم
الكتاب خرساً جداً ثم رفع رأسه فقال
السلام علي همدان السلام علي همدان -
انخرج البخاري صدر هذا الحديث عن احمد
بن عثمان فلم يسقه بتمامه
وسجود الشكر في تمام الحديث
صححه علي شرطه - له

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو دعوت اسلام دینے کے لیے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا انہوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو واپس بھیج دیں البتہ اگر کوئی شخص ان کے ساتھ رہنا چاہے تو وہ رہ جائے، حضرت براء کہتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ تھا جو حضرت علی کے ساتھ رہ گئے تھے، جب ہم اہل یمن کے پاس پہنچے تو وہ مقابلہ کے لیے نکلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک صف میں کھڑا کر کے نماز پڑھائی پھر ہمارے آگے بڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا، تو ہمدان کا پورا قبیلہ اسلام لے آیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسلام لانے کی خوشخبری سن کر بھیجی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خط پڑھا تو آپ فرما سمجھ (شکر) میں گر گئے پھر آپ نے سر اٹھا کر فرمایا، ہمدان پر سلام ہو، ہمدان پر سلام ہو۔ امام بخاری نے اس حدیث کے شروع کا حصہ احمد بن عثمان سے روایت کیا ہے اور پوری حدیث کو روایت نہیں کیا، سجدہ شکر کا ذکر حدیث کے اخیر میں ہے اور یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس مضمون کی حدود و احادیث حضرت عمر اور حضرت عثمان کی روایات سے بیان کی ہیں
حافظ نور الدین نے طبرانی کے حوالے سے ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک طویل سجدہ کیا

حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے
بہت لمبا سجدہ کیا، آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب

فقال ابو بکر يا رسول الله اطلت السجود
فقال سجدت لربي شكراً فيما اعطاني

لعمري امام ابو بکر احمد بن حنبل بن حبان بن عساکر بن عیسیٰ بن عقیلی ترمذی ۲۵۸ھ، سنن کبریٰ ۲ ص ۳۶۹، مطبوعہ نشر السنن عمان

۷۰ - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی، سنن ابی بکر الہیثمی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں یا اعلان کر دیا تھا کہ اللہ
تعالیٰ نے ہماری قربہ قبول فرمائی ہے۔

جاء الفرج و اذن رسول الله صلى الله عليه وسلم
بتوبته الله علينا حين صلى صلوة الفجر
ماظ نور الدين البهشمي بيان کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈبیہ میں ان کو
کوئی چیز دی تھی، جب حضرت ابن الزبیر شہید ہوئے تو
وہ چیز گم ہو گئی، انھوں نے اس چیز کو ڈھونڈنا شروع
کیا جب وہ چیز مل گئی تو وہ سجدہ میں گر گئیں۔

عن اسماء بنت ابی بکر الصديق انه لما
قتل ابن الزبير كان عندها شيء اعطاه
اياها النبي صلى الله عليه وسلم في سبط فقدا
فأخذت تطلبه فلما وجدته خوت مساجدة رواه
الطبراني في الكبير واسناد حسن وفي بعض رجاله كلام بئ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب تازہ تازہ کوئی نعمت حاصل
ہو یا کوئی مصیبت دور ہو تو سجدہ شکر ادا کرنا مستحب

سجدہ شکر کے متعلق فقہاء حنابلہ کی رائے

ہے، امام شافعی، اسحاق، ابو ثور اور ابن مندک کا بھی یہی قول ہے، ابو نعیم، امام مالک اور امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ سجدہ شکر
مکروہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں توہمات ہوئیں اور آپ نے بارشس کی دعا کی اور بارشس نازل ہوئی لیکن
آپ کا اس موقع پر سجدہ کرنا منقول نہیں ہے اور اگر سجدہ شکر مستحب ہو تا تو آپ ان مواقع پر سجدہ شکر ادا کرتے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی خوشخبری آتی تو آپ سجدہ میں گر جاتے، (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی) اور حضرت ابو بکر کے
پاس جب پیامہ کی فتح کی خبر آئی تو وہ سجدہ میں گر گئے، اور حضرت علی نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ صفت
کے مطابق ایک شخص کو غار جیوں میں دیکھا تو سجدہ شکر ادا کیا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۰۷، سعیدی غفرلہ) اور صحابہ کرام
کی جماعت میں سجدہ شکر ادا کرنے کا طریقہ مشہور اور معروف تھا لہذا اس کا انکار کرنا باطل ہے اور بعض مواقع پر آپ
کا سجدہ شکر نہ کرنا اس کے استحباب کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ مستحب کام پر کبھی عمل کیا جاتا ہے اور کبھی اس کو
ترک کر دیا جاتا ہے اور سجدہ شکر ادا کرنے کی وہی شرائط ہیں جو سجدہ تلاوت کی شرائط ہیں۔

ناز کے اندر سجدہ شکر کو ادا نہیں کیا جائے گا اگر اس نے کیا تو نماز باطل ہو جائے گی (اگر اس نے بھول کر یا غلطی
کا بناؤ پر کیا ہو۔)۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: سجدہ شکر نماز میں داخل نہیں ہے،
یہ کسی نعمت کے تازہ حصول یا کسی مصیبت کے فوری

سجدہ شکر کے متعلق فقہاء شافعیہ کی رائے

کے وقت مستحب ہے، یا کسی شخص کو کسی بیماری یا غلطی جب میں مبتلا دیکھنے کے وقت یا کسی ناسحق مسلمان کو دیکھنے کے

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۷۹-۳۸۰، مطبوعہ نیشنل سنٹر طمان

۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۹-۲۹۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۳۔ علامہ مرفق الدین ابو سعید عبد اللہ بن محمد حنبلی متوفی ۴۷۳ھ سنن صغیر ج ۲ ص ۳۶۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

وتمتع مستحب ہے، فاسح کو دکھا کر سجدہ کرے لیکن کسی بیماری میں جہاد نہیں کرو دکھا کر سجدہ نہ کرے، سجدہ شکر کی وہی شرط نظر
ہیں جو سجدہ تلاوت کی شرط ہیں۔

علامہ شریفی طحطاوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: نیت کے حصول سے یہ مراسیہ مثلاً بچہ کا پیدا ہونا، کسی مرتبہ کا حاصل ہونا
لیال کا حاصل ہونا، یا کسی گوشہ یا خائب کا آنا یا دشمن کے صلوات مدد حاصل ہونا، اور مصیبت دور ہونے سے مراد یہ ہے
مثلاً کوئی شخص ڈوبنے سے یا جلنے سے بچ جائے۔ کیونکہ سنن ابو داؤد وغیرہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی
نوشہخیز آتی تو آپ سجدہ میں گر جاتے، اور امام ابو داؤد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
زیادہ میں سے اپنے رب سے اپنی امت کی شفا مت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت کی شفا مت عطا کی میں نے
اپنے رب کا سجدہ شکر ادا کیا، پھر سورہ سے سراٹھا کر اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت کی شفا مت عطا کی میں نے اپنے رب کا
سجدہ شکر ادا کیا میں نے پھر سراٹھا کر اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی تہائی امت کی شفا مت عطا فرمائی کہ سجدہ شکر کی نیت کے ساتھ
یا آدھ صلوات برحقہ لکائی گئی اس سے وہ نہیں بچتا بلکہ ہر وہ دم اور سترار کے ساتھ حال ہی میں بیٹھتا ہے اور اسلام فرما دیا جیسے ہوا، بانی، غذا اور صحت وغیرہ،
کیونکہ اگر نعمتوں پر سجدہ شکر مستحب ہو تو اس کا تقاضا یہ ہو گا کہ انسان ساری عمر سجدہ شکر میں گزارے۔ علامہ قزوینی نے
شرح المہذب میں نیت کے حصول اور مصیبت کے دور ہونے کو ظاہر کے ساتھ متعین کیا ہے یعنی وہ نیت ظاہری ہو
ناکہ باطنی نیتیں مثلاً علم اور معرفت وغیرہ نکل جائیں، اور غمخیزی یہ قید لگاتی ہے کہ وہ نیت غیر مشرتبہ ہو یعنی ایسی نیت حاصل
ہو جو اس کے دم و گمان میں بھی نہ ہو تو سجدہ شکر ادا کرے۔ سجدہ شکر کی ادائیگی کی کیفیت اور شرائط سجدہ تلاوت کی
طرح ہیں۔ یعنی یہ سجدہ با وضو قبل رخ ہو کر نماز ادا کیا جائے گا۔ مومن جاہل لوگ جو اپنے پیروں کو سجدہ کرتے
ہیں یہ حرام ہے خواہ قبل رخ ہو کر سجدہ کریں یا سجدہ میں اللہ کا تقدس کریں بلکہ بعض صورتوں میں کھڑا کھڑا سجدہ ہے، اللہ تعالیٰ
ہمیں اس سے محفوظ اور مومن رکھے۔ لے

سجدہ شکر کے متعلق فقہاء احناف کی آراء | علامہ ابراہیم علی حنفی لکھتے ہیں: فقہ زاہری نے کھلبے کو سجدہ کی
پانچ قسمیں ہیں سجدہ صلیبہ (نماز کا سجدہ) فرض ہے، سجدہ تلاوت
اور سجدہ سہر واجب ہی اسی طرح سجدہ نذر بھی واجب ہے۔ (ایک تم اور ہے وہ ہے سجدہ تخیل یا سجدہ تعلق
یہ سجدہ حرام ہے۔ جیسا کہ علامہ شریفی نے ذکر کیا ہے، اور اعلیٰ حضرت نے اس کی حرمت کے بیان میں الزبدۃ الزکیۃ
فی حرمت سجدۃ التعمیر کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے۔ سیدی خضر)

اور پانچویں قسم (لوگ چٹھی) سجدہ شکر ہے، امام عطاء دی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے: "میرے خیال میں سجدہ شکر
کوئی چیز نہیں ہے، علامہ ابو بکر رازی نے کہا ہے امام اعظم کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ شکر واجب یا مسنون نہیں ہے بلکہ
مباح ہے بدعت نہیں ہے، امام محمد سے ایک روایت ہے کہ سجدہ شکر مکروہ ہے، لیکن ہم اس کو مستحب قرار دیتے ہیں جب
انسان کسی نعمت کے حصول سے خوشی حاصل ہو یا جب کسی مصیبت کے دور ہونے سے خوشی ہو تو سجدہ شکر ادا کرنا
مستحب ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ سولیلے مرقع پر التذکرہ کہے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرے اس میں

شیخ محمد شریفی الطیبی من قولہ العاشر، صفحہ ۱۵۷، ۲۱۹-۲۱۸، دار احیاء التراث العربی بیروت

اللہ تعالیٰ کا حمد اور شکر کرے اور تسبیح پڑھے، اور پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سہرا اٹھائے (اس میں باوجود ہونا بھی شرط ہے سیدی) اور بغیر کسی سبب کے سجدہ کرنا عبادت نہیں ہے لیکن مکروہ بھی نہیں ہے، بعض جاہل لوگ نماز کے بعد جو سجدہ کرتے ہیں یہ مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کو سنت یا واجب گمان کرتے ہیں، اور ہر مباح کام جو کسی بدعتیہ کی طرف پہنچائے وہ مکروہ ہوتا ہے۔ (یہاں تک علامہ ابو بکر رازی کی عبارت ہے اس کے بعد علامہ علی لکھتے ہیں:) حجت میں نکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ سجدہ شکر واجب نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں اور ہر نعمت پر سجدہ کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے، اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ سجدہ شکر جائز ہے۔ صاحب حجت نے کہا میرے نزدیک امام ابوحنیفہ کا قول ایجاب پر محمول ہے یعنی سجدہ شکر واجب نہیں ہے اور امام محمد کا قول جواز اور استحباب پر محمول ہے اس لیے ان دونوں قولوں پر عمل کیا جانے کا ہر نعمت پر تو سجدہ شکر ادا کرنا واجب نہیں ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا لیکن جس نعمت کے حاصل ہونے سے خوشی ہو اس پر سجدہ شکر ادا کرنا جائز ہے اور یہ استحباب سے خارج نہیں ہے، اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت روایات منقول ہیں، اس لیے اللہ کے بندوں کو سجدہ شکر ادا کرنے سے منع نہ کیا جائے کیونکہ اس میں شعور اور مشورع ہے اور اللہ کی عبادت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے مصنفی میں نکھا ہے اکثر فقہاء نے کہا کہ امام اعظم کے نزدیک سجدہ شکر عبادت نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اس پر ثواب نہیں ملے گا اس لیے اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا کہ سجدہ شکر عبادت ہے اور اس پر ثواب ملے گا اور اس اختلاف کا شرہ یہ ہے کہ اگر سجدہ شکر کے لیے تم کیا تو آیا اس سے نفل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ لے

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کے نزدیک سجدہ شکر ادا کرنا مکروہ ہے، علامہ قدوسی اور علامہ ابن ہمام نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک رکعت سے کم نماز، شرفاً عبادت نہیں ہے البتہ وہ چیز مستثنیٰ ہے جنہوں سے ثابت ہو جیسے سجدہ تلاوت، لہذا سجدہ تلاوت کے سوا ایک رکعت سے کم نماز عبادت نہیں ہے۔ (یہاں علامہ ابن ہمام کی عبارت ختم ہوئی) امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے سجدہ شکر کو مکروہ کہا ہے اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ میرے خیال میں سجدہ شکر کوئی چیز نہیں ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس کے جواز کی نفی نہیں کی اور اس کے عبادت مشروع ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ سجدہ شکر واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اس لیے یہ مباح ہے، یا ان کی مراد یہ ہے کہ سجدہ شکر سے مکمل شکر ادا نہیں ہوتا مکمل شکر دو رکعت نماز پڑھنے سے ہوتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن دو رکعت نماز پڑھی جیسا کہ میر کبیر میں ہے۔ اور اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ سجدہ شکر ادا کرنا عبادت نہیں ہے بلکہ یہ مکروہ ہے اور اس پر کوئی ثواب نہیں ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدخلقت کر دیکھو کہ سجدہ شکر ادا کرنا منسوخ ہے۔ لے

علامہ طحاوی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: سجدہ شکر کو منسوخ کہنا مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ نے سجدہ شکر ادا کیا ہے، حضرت ابو بکر کے پاس جب پیام کی فتح اور سیلہ کلاب کے قتل کی خبر پہنچی تو انھوں نے

۱۔ علامہ ابراہیم بن محمد طبری حوتی ۹۵۶، فنیۃ المستملیٰ ص ۵۷۳-۵۷۴، مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی

۲۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی ترمذی ۶۹۹، ص ۱۱۱، مطبوعہ مطبعہ دارالحدیث دہلی، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ھ

سجدہ شکر کیا اور جب حضرت فرمے پاس پر مکہ (شام کی ایک گاوی) کی فتح کی خبر پہنچی تو انہوں نے سجدہ شکر کیا، حضرت علی نے ایک بھائی کو نروان میں مراہرا نامی جگہ پر سجدہ شکر کیا، اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور پھر سجدہ میں گر گئے اور تین بار اسی طرح کیا اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کمال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت کی شفاعت عطا کی میں نے اس پر اپنے رب کا سجدہ شکر کیا، اور میں نے پھر سجدہ سے سزا شکر اپنے رب سے اپنی امت کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت کی شفاعت عطا کی میں فرمایا، میں نے سجدہ سے سزا شکر پھر اپنے رب سے اپنی امت کی شفاعت کا سال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آخری نفلت عطا کر دی تو میری اپنے رب کے لیے سجدہ میں گر گیا۔ (سنن ابوداؤد) علیہ

علامہ شہنشاہی لکھتے ہیں: امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ سجدہ شکر کرنا عبادت ہے اور اس پر ثواب ملے گا، کیونکہ نساہی کے علاوہ باقی صحاح ستہ میں یہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام پر عرض کرتے یا آپ کے پاس کوئی خوشخبری پہنچتی تو آپ سجدہ شکر کرتے۔ علیہ

علامہ مطہری صحتی لکھتے ہیں امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر ہی فتویٰ ہے، درمختار میں ہے اسی پر فتویٰ ہے، ابن امیر غازی نے کتاب ہجرت میں لکھا ہے اور یہ قول اس طرح ظاہر اور منقول ہے نہیں بلکہ سجدہ شکر کے بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ درمختار میں ہے کہ سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے، اسی پر فتویٰ ہے، البتہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ حال لوگ اس کو واجب یا سنت اعتقاد کرتے ہیں اور ہر وہ مباح کام جسکی بدعت کی طرف پہنچانے مکروہ ہوتا ہے۔ علیہ

مصنف کہتا ہے کہ علامہ مطہری کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ فقہار حنفیہ بکیر کے فقیر نہیں ہیں اور قول امام کے اور پر حدیث کو مقدم کرتے ہیں ہر چند کہ امام اعظم سے سجدہ شکر کی کراہت منقول ہے لیکن جب یہ ظاہر ہو گیا کہ ان کا یہ قول بکثرت احادیث ہجرت اور آثار تواتر کے خلاف ہے تو فقہار احناف نے امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث کو اختیار کر لیا اور یہی صحابہ ہے، اور اصل مستقیم ہے اور سنت کی راہ ہے، ہم اسیں تقلید سے انشکایا مانگتے ہیں کہ احادیث اور آثار صحابہ کے واضح ہوجانے کے بعد بھی انسان اپنے امام کے قول سے چپکار ہے۔ اور بعض فقہار نے امام ابو حنیفہ کے اس قول کی توجیہ کی اور اس کو حدیث کے موافق کرنے کی کوشش کی، علامہ مطہری لکھتے ہیں:

رد المحتار میں لکھا ہے امام اعظم کے نزدیک سجدہ شکر جائز ہے، واجب نہیں ہے اور امام اعظم سے جو یہ مروی ہے کہ سجدہ شکر شروع نہیں ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ سجدہ شکر واجب نہیں ہے، اور امام اعظم اور صاحبین کا خلاف اس کے مسنون ہونے یا نہ ہونے میں ہے جواز یا عدم جواز میں نہیں ہے۔ تنازعہ میں ہی صاحب مجتہد کے خلاف ہے امام اعظم کے نزدیک سجدہ شکر واجب نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر جائز اور مستحب ہے علامہ مطہری نے لکھا ہے کہ سجدہ شکر کے استنباب پر یہ قریب ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابو جہل کا

۱۔ علامہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، حاشیہ المطہری علی مرقاۃ المفاتیح ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبعہ مطہریہ ابائی دارالادب مصر، ۱۳۵۶ھ

۲۔ علامہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، حاشیہ المطہری علی مرقاۃ المفاتیح ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبعہ مطہریہ ابائی دارالادب مصر، ۱۳۵۶ھ

۳۔ علامہ ابن عمر رضی اللہ عنہما، حاشیہ المطہری علی مرقاۃ المفاتیح ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبعہ مطہریہ ابائی دارالادب مصر، ۱۳۵۶ھ

مرکب کر لایا گیا تو آپ نے پانچ مرتبہ سجدہ شکر ادا کیا، قادی مالگیری میں لکھا ہے کہ میں شخص کو کوئی ظاہری نعمت حاصل ہوتی ہے یا کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال یا اولاد دی ہو یا اس کی کوئی گم شدہ چیز مل گئی ہو یا اس سے کوئی مصیبت و درد ہو گئی ہو یا اس کا بیمار شفا یاب ہو گیا ہو، یا کوئی غائب شخص آگیا ہو تو اس کے لیے سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے اور اس کی وہی شرط ہے جو سجدہ تلاوت کی شرائط ہیں، اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

علامہ علاؤ الدین حاکمی حنفی نے در مختار میں لکھا ہے کہ سجدہ شکر مستحب ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر ہے کہ سجدہ شکر مستحب ہے جیسا کہ امام محمد نے اس کی تصریح کی ہے، کیونکہ بخیرت اہل بیت میں سجدہ شکر کا ذکر ہے اور حضرت ابو بکر اور عمر نے سجدہ شکر ادا کیا ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو منسوخ کہنا صحیح نہیں ہے۔

سجدہ شکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کی آراء | علامہ ابو عبد اللہ خطاب مالکی مغربی لکھتے ہیں: سجدہ شکر مکروہ ہے سجدہ شکر کا قول کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ سجدہ شکر میں وضو

کو لازم و ضروری ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ سجدہ شکر میں وضو کرنا ضروری نہیں، کیونکہ جب اپنا تک کوئی مسرت حاصل ہو تو دل میں داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ سجدہ شکر میں گر جائے اور جتنی دیر میں وہ وضو یا تیمم کر کے آئے گا وہ داعیہ سر دہا جاتا ہے۔ علامہ ابو عبد اللہ العبدری مالکی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی چیز سے خوشی حاصل ہوتی تو آپ سجدہ شکر میں گر جاتے تھے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا کہ اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے اور امام مالک اس کے قائل نہیں ہیں، ابن العربی مالکی نے کہا امام مالک کیوں سجدہ شکر کے قائل نہیں ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنا ہمیشہ واجب ہے اگر سجدہ کرنے کا کوئی معمولی سبب بھی پایا جائے تو اس کو غنیمت شمار کرنا چاہیے۔

سجدہ شکر کے بارے میں حروف آخر | علامہ العبدری مالکی اور قاضی ابو بکر ابن العربی مالکی کا کہنا ہوتا ہے کہ جب بکریٹ احادیث اور آثار صحابہ سے سجدہ شکر کا استحباب ثابت

ہے تو محض اپنی رائے سے سجدہ شکر کو مکروہ کہنا غلط ہے اور اثنی عشرت کے احادیث میں بھی ایسے اسباب بعیرت علماء ہیں جو احادیث اور آثار کے مقابلہ میں اپنے امام کے قول کو اہمیت نہیں دیتے اور یہی عقیدہ کی صحیح روش ہے اور ائمہ نے اپنے منقلدین کو یہی تلقین کی ہے کہ اگر ہمارا کوئی قول حدیث کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کرو اور ہمارے قول پر عمل نہ کرو، اور امام مالک کی طرف سے یہی ترجیح کی جائے گی کہ ان تک یہ احادیث نہیں پہنچ سکیں ہوں گی درہم میں چیز کا بخیرت ادا

۱۔ علامہ احمد بن محمد طحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیہ الطحاوی علی مرقا المفردات ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ اہلبائی دارالحدیث مصر، ۱۳۵۶ھ

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن مابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عمر الخطاب مالکی الشرفی متوفی ۲۹۵ھ، مطابح الجلیل ج ۲ ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۲۹۰ھ، اتحاف الاکلیل ج ۲ ص ۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

سے استہباب ثابت ہے اس کی کوئی شک نہیں ہے، اہل امام ابوحنیفہ نے سجدہ شکر کو مکروہ نہیں کہا بلکہ اس کے وجہ کی نفی کی ہے اور اگر باقر بن اعین نے اس کو مکروہ کہا ہو تو ان کا بھی یہ قول لاحق امتحانات نہیں ہے اور فیہ سجدہ ہے یہاں وہ ہے کہ فتنہ احناف نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا بلکہ امام ابوحنیفہ سے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے جیسا کہ در مختار، شامی، فقہیۃ المستمل، مالکیہ اور حاشیہ عطاوی میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ فتنہ احناف اول آخر حدیث پر عمل کرتے ہیں اور اپنے امام کی امدادی تقلید نہیں کرتے واللہ اعلم بالصواب۔

نماز شکر کا حکم

ششاد بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اریقہ کو دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا انہوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کی خوشخبری ملی تو آپ نے پچاس رکعت کے دو رکعت نماز پڑھی یا جب آپ کے پاس ابوہریرہ کا سر لایا گیا۔

ابوہریرہ کا سر کاٹ کر لانے کے موقع کے متعلق روایات مختلف ہیں بعض میں سجدہ شکر کا ذکر ہے اور بعض میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ آپ نے پانچ بار سجدہ شکر بھی پڑھی ہو۔ اور نماز شکر بھی پڑھی ہو۔

نماز شکر پڑھنا بھی جائز ہے، البتہ شکر لانے کے نوافل کی جماعت کے ساتھ پڑھنا خلاف سنت ہے اور اگر کسی ایک شخص کی اقتدار میں چار یا چار سے زیادہ افراد جماعت کے ساتھ نفل پڑھیں تو یہ فتنہ احناف کے نزدیک بائتنا مکروہ تہنہ نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے غیر رمضان میں جماعت کے ساتھ نفل نہیں پڑھے۔

یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کے قتل کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا یا کوئی کون اس نے اشر اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے، سو حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: انہوں نے من کی پیچ

بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ
طَاغُوتِ الْيَهُودِ!

۴۵۴۹ - حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْنِ اَبِي هَيْمَةَ
التَّمِيمِيُّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْمَسْرُوبِيُّ الْزُّهْرِيُّ كِلَاهُمَا
عَنِ ابْنِ عَبَّاسَةَ وَالدَّقْنَطِيِّ الْزُّهْرِيِّ جَمَعْتُمَا
سَمِعَا عَنْ عَمْرِو وَسَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ
قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۰۔ امام ابو سعید خدری بن مبارک بن داری متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

مَنْ يَكْعِبُ بَيْنَ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ أَدَّى
 اللَّهُ وَرَسُولُهُ مُحَمَّدٌ بْنُ مَسْلَمَةَ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ أَتَيْتُ أَنْ أَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ
 أَثَدْتُ لِي فِلَا قُلْ قَالَ قُلْ فَإِنَّا نُهُ فَنَقَالَ
 لَهُ وَذَكَرَ مَا بَيْنَهُمَا وَقَالَ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ
 قَدْ أَرَادَ صَدَقَةً وَقَدَعْنَا نَا فَكَمَا
 سَبَعًا قَالَ وَابْتِغَاءً وَابْتِغَاءً لَسَمَكْتَهُ
 قَالَ إِنَّا قَدْ ابْتِغَيْنَاهُ الْإِنِّ وَكَرَاهَةُ أَنْ
 نَدَاعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى آتِي شَيْءٍ بِبُصَيْرٍ
 أَمْرَةٌ قَالَ وَقَدْ رَدَّتْ أَنْ تُسَلِّفِي سَلْفًا
 قَالَ فَمَا تَرَهْنِي قَالَ مَا تُرِيدُ قَالَ
 تَرَهْنِي نِسَاءً كُمْ قَالَ أَنْتِ أَجْمَلُ الْعَرَبِ
 أَنْ تَرَهْنِي نِسَاءً نَا قَالَ لَهُ تَرَهْنُونِي
 أَوْلَادِكُمْ قَالَ يُسَبُّ بِنِ أَحَدِنَا فَيُقَالُ
 رُ هِنَ فِي وَسَقَيْنِ مِنْ قَمَرٍ وَلَكِنْ تَرَهْنِيكَ
 الْأَمَّةَ يَعْنِي السَّلَاحَ قَالَ فَتَعَمَّرَ وَوَاعَدَهُ
 أَنْ يَأْتِيَهُ بِالْحَارِثِ وَابْنِ عَبَّاسِ بْنِ
 جَبْرِ وَعَبَّادِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ فَجَاءَهُ وَقَدْ هَوَّهُ
 لَيْلًا فَتَنَزَّلَ إِلَيْهِمْ فَتَالَ سَعْيَانُ قَالَ غَيْرُ
 عَمْرٍو قَالَتْ لَهُ أَمْرًا كُنَّا لِي لَا سَمْعَ صَوْتِنَا
 كَأَنَّ صَوْتُ دَمٍ قَالَ إِشْمَا هَذَا مُحَمَّدٌ
 بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيْعَةٌ وَأَبُو نَائِلَةَ إِنَّ
 الْكُرَيْمِ لَوُدُعِي إِلَى طَعْنَةٍ لَيْلًا لَأَجَابَتْ
 قَالَ مُحَمَّدٌ إِيَّيْ إِذَا جَاءَ فَصَوِّفْ أَمْدُ يَدَايِ
 إِلَى رَأْسِهِ فَإِذَا اسْتَمَكْتِ مِنْهُ فَدُؤُوكُمْ
 قَالَ فَلَمَّا كَثُرَ نَزْلُ وَهُوَ مُتَوَشِّشٌ فَقَالُوا
 نَجِدُ مِنْكَ بِرَأْيِ الطَّيِّبِ قَالَ نَعَمْ قَحْتِي
 فَلَانَهُ هِيَ أَغْطُرُ نِسَاءً الْعَرَبِ قَالَ فَتَأَذَّنُ
 لِي أَنْ أَشْمَمَ مِنْهُ قَالَ لَعَمْرُ فَشَمَمَ فَكَلَّمَ

مجھے کچھ تو ترہنہ کرنے کا اہلادت دیکھئے، آپ نے فرمایا کہ بیٹا،
 میں وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے باتیں
 کہیں اور اپنا اور حضور کا فرعی معاملہ بیان کیا اور کہا یہ شخص ہم
 سے صدقات لیتا ہے اور ہم کو اس نے مصیبت میں
 ڈال رکھا ہے، جب کعب نے یہ سنا تو کہا: خدا کی قسم
 ابھی تو تم کو اور مصیبت پڑے گی، حضرت محمد بن مسلمہ نے
 کہا ہم اس کی اتباع کر چکے ہیں اب ہمیں اس کو چھوڑنا پڑا۔
 معلوم ہوتا ہے تا وقتیکہ ہم یہ نہ دیکھیں کہ اس کا مال کار
 کیا ہوتا ہے، حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا میں یہ چاہتا
 ہوں کہ تم مجھے کچھ تو تم دو، کعب نے کہا تم میرے پاس
 کیا چیز رہن رکھو گے! حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا جو تم
 چاہو، کعب بن اشرف نے کہا تم اپنی عورتیں میرے پاس
 رہن رکھ دو، حضرت ابن مسلمہ نے کہا تم عرب کے حسین
 ترین شخص جو ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی
 رکھ سکتے ہیں! کعب نے کہا پھر اپنے بچے گروی رکھ
 دو، حضرت ابن مسلمہ نے کہا پھر ہمارے بچوں کو یہ گالی
 دی جائے گی کہ یہ دو دوست کجور کے عوض گروی رکھا گیا
 تھا، البتہ ہم اپنے اختیار تمہارے پاس گروی رکھ دی
 گئے، کعب نے کہا اچھا، حضرت ابن مسلمہ نے کعب
 سے وعدہ کیا کہ حارث، ابوعبیس بن جبر اور عباد بن
 بشر کو لے کر تمہارے پاس آؤں گا، سو یہ لوگ اس
 کے پاس گئے اور رات کو اسے بلایا، کعب ان کی طرف
 جانے لگا، اس کی بیوی نے کہا مجھے ایسی آواز آرہی ہے
 جیسے خون کا اظہار ہو، کعب نے کہا یہ محمد بن مسلمہ، اس کا
 رضاعی بھائی اور ابونا تکہ سے اور حمزہ آدمی کو اگر رات
 کے وقت بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ چلا
 جاتا ہے، اور حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں
 سے کہہ دیا تھا کہ جب کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کاٹوں اور

جب کعب مجھے آنکارہ سر کر جاؤں سے چپائے ہوئے
مخاں درگاہ کے کہا آپ سے تو عرض ہو گی کعب آ رہی ہے
اس نے کہا ہاں میرے ہاں غلام عورت ہے جو عرب کی
سب سے مسطر عورت ہے، حضرت ابن مسعود نے
کہا کیا آپ مجھے یہ خوشبو دیکھنے کی اجازت دیں گے؟
کعب نے کہا ہاں سو ڈکھ لو، حضرت ابن مسعود نے اس کا
سر سرنگھا پھر کہا کیا آپ مجھے دوبارہ سر سو دیکھنے کی اجازت
دیں گے اور پھر اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا اور ساتھیوں
سے کہا حملہ کرو اور انھوں نے اس کو قتل کر دیا۔

فَقَعَّرَ ثُمَّ قَالَ آتَاؤُنِي مِنْ أَعْوَابٍ قَالَ
فَأَسْتَبْطِنُكَ مِنْ تَأْسِيبِهِمْ لَمْ يَكُنْ دُونَكَ
قَالَ فَقَتَلُوهُ ۝

کعب بن اشرف کی مختصر سوانح

حافظ ابن جریر مستطانی لکھتے ہیں: ابن اسحاق وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ کعب
بن اشرف یہودی عربی النسل تھا اور بنو نہبان کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا،
اس کا باپ زمانہ جاہلیت میں مدینہ آیا اور بنو نضیر سے ملاقات کا طعن اٹھایا اور ان میں فری حیثیت ہو گیا، اس نے عقیدہ
نبوت الی اللہ سے شادی کی اس سے کعب پیدا ہوا، یہ طویل القامت اور جسم شمع تھا، اس کا سر اور پیٹ بڑا تھا،
واقعہ بدر کے بعد اس نے مسلمانوں کی بجز کرنا شروع کر دی یہ مکہ میں وداع بھی کے پاس گیا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ
نے اس کی جرابا بجز کی، یہ پھر مدینہ منورہ واپس آ گیا اور اپنے اشعار میں مسلمان عورتوں کا ذکر کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس سے
مسلمانوں کو اذیت پہنچی، امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کعب بن
اشرف شاعر تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجز کرتا تھا اور آپ کے طعنات کفار قریش کو برا لگتے کرتا تھا، جب یہ صلی
اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو سب نے اس کی تعریف کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح کرنا چاہی، جب کہ
یہ سردار عربین مسلمانوں کو انتہائی اذیت پہنچاتے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو
عرب کا حکم دیا لیکن جب کعب بن اشرف مسلمانوں کو اذیت پہنچانے سے باز نہیں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
محمد بن مسلمہ کے ساتھ ایک حادثہ کو اسے قتل کرنے کے لیے بھیجا، امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ کعب بن اشرف کو
رجح الاول دو ہجری میں قتل کیا گیا تھا۔ ۱۰

کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دینے کی وجوہات

اس باب کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف نے اللہ اور
اس کے رسول کو اذیت پہنچانی ہے، حافظ ابن جریر مستطانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ابن عساکر نے کعبی سے روایت کیا ہے
کہ جب کعب بن اشرف کفار قریش کے پاس گیا تو اس نے غلام کعب کو قتل کر دیا کہ یہ قسم کھانی کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرے
گا، اور ابراہیم نے عورت سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف بھی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی بجز کرتا تھا اور قریش

۱۰۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن جریر مستطانی مترقی ۸۵۲ حواشی الباری ج ۲، ص ۳۲۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۰۱ھ

کو ان کے خلاف برا بیخونہ کرتا تھا، اور جب وہ کریش کے پاس گیا تو کریش نے اس سے پوچھا آیا تمہارا دین ہدایت ہے یا عتدہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہدایت پر ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ تمہارا دین ہدایت پر ہے، تب ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے ہم سے عداوت کا اعلان کر دیا ہے۔ جب حضرت ابن اسحاق غزاکسانی نے ایک سند ضعیف کے ساتھ عکرمہ سے ایک مہمل روایت بیان کی ہے کہ کعب بن اشرف نے یہودیوں کے ساتھ مل کر کھانا تیار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی اور بیہوش کیا کہ جب آپ آجائیں تو جا چاہے آپ کو قتل کر دیا جائے، آپ بھن صحابہ کے ساتھ تشریف لے آئے، جب آپ بیٹھ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو ان کی سازش سے مطلع کر دیا، آپ وہاں سے اٹھ کر گھر سے ہومے اور جبرائیل امین نے آپ کو اپنے پردوں کی حفاظت میں لے لیا، اس طرح آپ نکل گئے جب انہوں نے آپ کو گم پایا تو ڈھونڈنے لگے اس وقت ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ بھی کعب بن اشرف کے قتل کا سبب ہو کیونکہ اس حکم کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔

حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: یا رسول اللہ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں، انہوں نے کعب بن اشرف سے جو کچھ کہا کہ اس شخص یعنی حضور نے ہمیں بیت ننگ کر رکھا ہے یہ سب اس کو قتل کرنے کی اسکیم اور حکمت عملی کا بنیاد پر تھا اور جنگ کی ضرورت کے پیش نظر ایسا کہنا جائز ہے اس پر تفصیل سے بحث گذر چکی ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرِ

غزوة خیبر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے جہاد کیا، ہم نے خیبر کے پاس نہ اندھیرے نماز پڑھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور حضرت ابو طلحہ سوار ہوئے، میں حضرت ابو طلحہ کے پیچھے سوار تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں سواری دوڑائی، میرا گھنٹا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دان سے مس کر رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دان سے چادر ہٹ گئی تھی، اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دان کی سفیدی دیکھ رہا تھا، جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر خیبر دیکھنا ہو گیا، ہم جب کسی قوم کے میدانوں میں اترتے ہیں تو وہ دن ان لوگوں کے لیے

۲۵۵۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ قَالَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْقَدَاةِ يَغْلِبُ فَوَكِبَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَى أَبُؤُ طَلْحَةَ وَأَنَا مَا دَيْفُ أَجِي طَلْحَةَ فَأَجْرِي نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — فِي رُقَاةِ خَيْبَرَ وَ إِبْرَاهِيمُ كُنْتِي كُنْتِي فَخَيْبَةَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسْرَةَ إِلَّا زَارِعَتْ فَخَيْبَةَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا لَأَزِي

۱۔ حافظ شباب الدین احمد بن علی ابن حجر مستطاب رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، صحیح مسلم دار الفکر، ص ۱۳۱

بہا میں

جنہیں فذاب کی وعید سنائی گئی ہے بہت برا ہوتا ہے یہ علم آپ نے میں بار بار فرمایا، اس وقت یہودی اپنے گھروں سے اہام کاج کے لیے نکلے تھے، وہ کہنے لگے محمد رسول اللہ علیہ وسلم آگئے، بعض راویوں نے کہا لشکر کے ساتھ آگئے، حضرت انس نے کہا ہم نے خیر کر جگ سے فرغ کیا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جگ خیمہ کے دن میں سواری پر حضرت ابو طلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور میر نے قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے مس کر رہے تھے، ہم خیمہ میں اس وقت بیٹھے جب صبح نکل چکا تھا، اس وقت یہودیوں نے اپنے جانور نکالے تھے اور وہ خود دراتیان ٹوکریاں اور درختوں پر چڑھنے کی کرسیاں لے کر نکلے، انہوں نے کہا محمد رسول اللہ علیہ وسلم لشکر کے ساتھ آئے ہیں اپنے فریاد خیر تباہ ہو گیا ہم سب کی قوم کے میدانوں میں اترتے ہیں تو میں لوگوں کو فذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ دن ان کے لیے بہت برا ہوتا ہے، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر اللہ عزوجل نے ان کو شکست دے دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ پیچھے تو آپ نے فرمایا، ہم جب کسی قوم کے میدانوں میں اترتے ہیں تو میں لوگوں کو فذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ دن ان کے لیے بہت برا ہوتا ہے۔

حضرت طلحہ بن اکرع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیمہ لگے

بِمَا مَنَ قَبِيحًا يَوْمَ يَدْعِي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ تَعْرِيبُ خَيْبَرُ إِذَا تَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ كَسَاءَ صَبَاحِ الْمُتَدَارِينِ قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ وَقَدْ حَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَيْمِيسُ قَالَ وَاصْبِنَا هَاعْمُوًّا -

۴۵۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَكَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ آفِي طَلْحَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدِمْتُ مَسْ قَدَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتِنَا هُمْ حِينَ بَزَعَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ أَحْرَجُوا أَمْوَالَهُمْ وَحَرَجُوا بِقُوسِهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ وَمُرُورِيَهُمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ وَالْخَيْمِيسُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْرِيبُ خَيْبَرُ إِذَا تَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ كَسَاءَ صَبَاحِ الْمُتَدَارِينِ قَالَ فَبَرَّاهُمْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ -

۴۵۵۲ - حَدَّثَنَا الشَّحْقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ شَيْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ شَيْبَةَ أَخْبَرَنَا هُغَيْمَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا آفَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ قَالَ إِذَا تَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ كَسَاءَ صَبَاحِ الْمُتَدَارِينِ -

۴۵۵۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاللَّفْطَالِيُّ بْنُ عَبَّادٍ قَالَا

حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ
يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ
عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ
فَتَسَيَّرْنَا لَيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لِعَامِرِ
بْنِ الْأَكْوَعِ أَلَا تَسْمَعُنَا مِنْ هَنِيئَاتِكَ وَ
كَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَتَنَزَلَ بِالْقَوْمِ
لِقَوْلِهِ

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءَكَ مَا اقْتَفَيْنَا
وَوَدَّيْتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَا قِينَا
وَأَلْقَيْنَ سِكِّينَنَا عَلَيْنَا
إِنَّا إِذَا صِيعَرْنَا آتَيْنَا
وَبِالْصِّيَا حَرَّوْنَا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
هَذَا الشَّائِقُ قَالُوا عَامِرٌ قَالَ يَرْحَمُهُ
اللَّهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَّتْ يَا رَسُولَ
اللَّهِ لَوْلَا أَمْتَعْتَنَا بِهِمْ قَالَ قَاتَيْنَا خَيْبَرَ
فَخَاصَرْنَا نَاهُمْ حَتَّى أَصَابَتْنَا مُخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ
ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ فَتَحَهَا عَلَيْكُمْ قَالَ فَكُنَّا
أَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِي فَتَحَتْ
عَلَيْهِمْ أَوْ قَدْ وَابِنَا كَثِيرَةً فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذِهِ
النَّيِّرَانِ عَلَى آتِي شَيْءٍ تَوْقِدُونَ فَقَالُوا
عَلَى لَحْمٍ قَالَ آتِي لَحْمٍ قَالُوا لَحْمٌ حُرِي
الْإِسْيِيرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَهْرُ يُقْوَاهَا وَالكِيرُ وَهَذَا فَقَالَ رَجُلٌ
أَوْ يَهْرُ يُقْوَاهَا وَيَسْلُوهَا فَقَالَ

ہم رات بھر سو کر کھڑے رہے، لہذا میں سے ایک شخص
نے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ
میں اپنے کچھ اشارے نہیں لائیں گے، حضرت عامر شاعر تھے وہ طوی
سے اتر کر مدی خوانی کرنے لگے:

اے اللہ اگر تیری مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔
ہم رکوع ادا کرنے نہ ماز پڑھتے۔
ہماری طلب بس یہی ہے کہ تو ہمیں سزا کرنے ہم تجھ پر ظاہل۔
اور دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ۔
اور ہم پر تسلی نازل فرما۔
جب ہم کو بلایا جائے تو ہم پہنچ جاتے ہیں۔
اور ہذا میں لوگ ہم پر اہمنا دکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچیا یہ مدی خوانی کون سے
لوگوں نے کہا: یہ عامر ہیں، آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم
کرے، لہذا میں سے ایک شخص نے کہا اس پر رحمت
واجب ہوگئی، کاش آپ ہم کو بھی اس سے متبع فرماتے،
حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ پھر ہم خیمہ پہنچے اور ہم نے اہل خیمہ
کا حاصرہ کر لیا حتیٰ کہ ہم کو سخت بھوک لگ گئی، آپ نے
فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر عہد فرمایا کہ جیسا پھر فتح کے دن شام
کے وقت لوگوں نے بہت آگ دھن کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا یہ آگ کیسی ہے، کسی چیز کو بھانے کے
پے آگ جلا رہے ہو، لوگوں نے کہا گوشت پکا رہے
ہیں، آپ نے پرچیا کس چیز کا گوشت، لوگوں نے کہا کھانا
گدھوں کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں انہوں نے

جدا خاص

گرنے سے نہ ہائی تو عامر کو تلوار چھوٹی تھی، امروں نے ایک بیروگے کے پاؤں پر تلوار ماری تو وہ پلٹ کر ان کے گھسنے پیر لگی، اور وہ اسی ضرب سے شہید ہو گئے، جب مسلمان واپس لوٹے تو حضرت سلمہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں سے کر کہا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خاموش دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا آپ پر میرے ماں اللہ باپ قربان ہوں، لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ عامر کے سبیل برباد ہو گئے آپ نے پوچھا کس نے کہا ہے، میں نے کہا فلاں اور فلاں نے اور اسید بن حذیر انصاری نے آپ نے فرمایا جس نے یہ کہا ہے موت کہا ہے، عامر کے دو اجر ہیں، آپ نے اپنی دو انگلیوں کو جج کر کے فرمایا، اس نے اس طرح جہاد کیا ہے کہ عربوں میں اس کی مثال بہت کم ہے، تقیہ نے دو عورتوں میں راوی محمد کی مخالفت کی ہے اور ابن عباد کی طراوت میں اتنی سکیہ عیلتا ہے۔

قَالَ فَلَمَّا تَصَافَى الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ فِيهِمْ يَهْضُمُ قَتْنَا وَ لِي بِهَا سَائِقٌ يَهْزُودُ بِهَا يَضْرِبُ بِهَا وَيَرْجِعُ ذُبَابٌ سَيْفِهِ فَأَصَابَ ذَلِيَّةً عَامِرٌ كَمَا تَمَنَّى قَالَ فَلَمَّا قَعَلُوا قَالَ سَلَمَةُ وَ هُوَ اخْتِزِي يَدِي قَالَ فَلَمَّا تَرَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَائِقًا قَالَ مَا لَكَ قُلْتَ لَهُ قَدَاكَ آيَةُ وَ أَيْمِي تَرَعَمُوا أَنْ عَامِرٌ أَحْطَ عَمَلَهُ قَالَ تَرَنَّا فَالَكَ قُلْتَ فَلَاكَ وَ فُلَاكَ وَ أَسِيدُ بُرْتُ حَضِيرِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ كَذَبٌ مَنْ قَالَ لَهُ إِنَّ لَكَ لَأَجْرَيْنِ وَ جَمَعَهُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قُلْ عَمْرُؤُا مَشِي رِيحًا مِثْلَهُ وَ كَالْفِ قُتَيْبَةُ مُحَمَّدًا فِي الْوَعْدِ يَشِي فِي حَرْفَيْنِ وَ فِي رِدَايَةِ ابْنِ عَبَّادٍ وَ أَلْسِنِي سَكِينَةً عَلَيْنَا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن میرے بھائی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بڑھی شدید جنگ کی، اتفاق سے اس کی تلوار پلٹ کر اس کو لگی اور وہ شہید ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اس پر کچھ نکتہ چینی کی اور جو شخص اسے ہی اختیار سے قتل ہو جائے اس کی شہادت میں شک کیا، حضرت سلمہ نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس لوٹے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کچھ جزیرہ کلام پیش کرنے کی اجازت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا سوچ جھوٹا کہنا، پھر میں نے کہا:

۴۵۵۴ - وَ حَدَّثَنِي أَبُو الظَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ ابْنِ وَ هَبِ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَ كَسَبَهُ غَيْرُ ابْنِ وَ هَبِ فَقَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ قَالَ لَنَا كَانَ يَوْمَ خَيْبَرَ قَاتَلَ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْقَدِيدَ إِذَا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَدَّ عَلَيْهِ سَيْفُهُ فَقَتَلَهُ فَقَالَ أَمْعَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ وَ قَتَلُوا فِيهِ رَجُلًا مَاتَ فِي سِلَاحِهِ وَ قَتَلُوا فِي بَعْضِ آمِيرِهِ قَالَ سَلَمَةُ فَقَقَلِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

خَيْرَ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اشْتَدَّ لِي أَنْ
أَرْجُزَ لَكَ فَأَذِنَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اعْلَمْ
مَا تَقُولُ قَالَ فَقُلْتُ هـ

وَاللَّهِ لَوْلَا اللَّهُ مَا اهْتَدَيْتَنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَدَقْتَ هـ

وَأَنْزِلَنَ سَيِّئَتَنَا عَلَيْنَا
وَقَبِيتَ الْأَقْدَامَ إِنْ لَا قَيْنَا
وَالْمُشْرِكُونَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

قَالَ فَلَمَّا قَضَيْتُ رَجَزِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ هَذَا
قُلْتُ قَالَه أَخْبَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُهُ اللَّهُ قَالَ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ نَأَسَا لِيهَا بُونَ الصَّلَاةِ
عَلَيْهِ يَقُولُونَ رَجُلٌ مَاتَ بِسِلَاحِهِ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ
جَاهِدًا مُجَاهِدًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ
سَأَلْتُ ابْنَ سَلَمَةَ ابْنَ الْأَكْوَعِ
فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ مِثْلَ ذَلِكَ غَيْرَ أَنَّهُ
قَالَ حِينَ قُلْتُ إِنْ نَأَسَا لِيهَا بُونَ الصَّلَاةِ
عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَذَبُوا مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا أَقْلَهُ آجُرُهُ
مَرَّتَيْنِ وَأَشَارَ يَا صَبِيئَهُ -

خدا کی قسم! اگر اللہ کی مدد نہ ہوتی۔ تو ہم زکوٰۃ
ادا کرتے نہ نماز پڑھتے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا!
اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما۔
اور کفار سے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت
قدم رکھو۔

بے شک کفار نے ہم پر حملہ ہوا کیلئے

جب میں یربزد پورا کر چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
پوچھا یہ کس کے اشعار ہیں؟ میں نے عرض کیا یہ شریکوں
بھائی مامرنے کہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے، میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ! لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھنے میں ہچکچاہتے ہیں!
اور کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے ہتھیار سے مر رہا ہے، آپ نے
فرمایا وہ مجاہد ہے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا ہے
زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ کے ایک بیٹے سے
پوچھا تو اس نے اپنے والد سے یہ روایت اسی طرح بیان
کی: ابوتہ انھوں نے کہا جب میں نے کہا کہ لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھتے
ہوئے ہچکچاہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں! آپ نے فرمایا وہ مجاہد ہے
جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا ہے، اور اس کو وہ گناہ اچھے
گا اور پھر اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

خیمبر کا لغوی معنی، جغرافیائی محل وقوع، تاریخ اور غزوہ خیمبر کے اہم واقعات

خیمبر: ایک نخلستان، (سطح مندر سے ۲۸۰۰ فٹ بلند اور) جو مدینہ منورہ سے ۱۸۴ کلومیٹر (دکھن) شمال میں تھی
ساتھ سے آنے والے علاقے کی شاہراہ پر واقع ہے۔ مدینہ منورہ میں نخلستان کے درختوں سے گزرتے تھے اور

حیدرآبادی اڈے (مطلوبہ) سے اتفاق کی خاطر مشرقی سے گزرتے ہیں۔ تقریباً ایک سو کلومیٹر تک یہ راستہ تنگ اور چھوٹے مدوں میں سے ہوتا ہوا جاتا ہے، جس کے دونوں طرف بلند پہاڑ ہیں، اس ساری مسافت میں پتھر ہوں یا مٹی، حشرہ یعنی آفتل فٹانی سے بچنے ہوئے منام پر مشتمل ہیں۔ مدعت اللہ پانی نام کو نہیں، اکاڈر کا بکریاں کہیں جرتی نظر آتی ہیں جو بہت پست قدرتی ہیں۔ ان کے دودھ نہیں ہوتا، البتہ ان کا گوشت کھاتے ہیں۔ مدینے سے خیربک مشکل سے دو آبادیاں ملتی ہے۔ پہلی مصلحان ہے جو ۱۲۸ کلومیٹر پر واقع ہے اور کافی سرسبز ہے۔ مقامی لوگوں کا بیان ہے کہ بکری کے نصف سے بھی کموں کا پانی لڑوا ہے اور نصف حصے میں شیر پڑی ہے؛ ممکن ہے فڈنگ یہی ہو۔ اس سے آگے ایک دوسری چوٹی اور ویران سی ہوتی ہے۔

خیربک ایک حشرہ (رک باں) ہے۔ مدینے سے آئیں تو شہر کے پندرہ بیس کلومیٹر کے فاصلے پر سفید اور تال کا شہر لیکن افادہ زمینیں ملتی ہیں، جو دوسرا کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہیں۔ بعد ازاں پھر حشرہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس حشرے میں شہزاد کے دائیں جانب حرم (بہودی) کھنڈریوں تک پھیلے ہوئے ہیں، جن میں چھوٹا لاری کے منہم سے بند نظر آتے ہیں۔ گرمی میں پانی خشک ہو جاتا ہے تو ان کی تہ میں بھی ہوتی نہیں مٹی حشرہ دور تک نظر آتی ہے، امریکی انجینئر ٹریپل ... ۱۹۷۱ء کو سونے سووی رب کی زمی پیمائش کی رپورٹ میں یہاں سدا حیدر آباد پانچ دیگر تالابوں کا ذکر کیا ہے۔ غزوہ خیربک آتے اور جاتے دونوں وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سدا حیدر آباد میں قیام فرمایا تھا؛ وہ شاید یہیں کہیں ہو اس کے آگے ایک پست اور وسیع وادی ہے، جس میں شہر خیر آباد ہے۔ یہ تختانوں سے اس قدر پٹا ہوا ہے کہ کسی بلندی پر سے بھی شہر کے خطوط بالکل نظر نہیں آتے۔ عہد نبرکی میں محلہ اکتیتہ میں گورنر کے چالیس ہزار پٹریاں بیان کیے گئے ہیں (ابن الاثیر: البدایہ ۴: ۲۰۲)۔ آج کل بھی شہر کے جنوب میں ایک بلند پہاڑ کے دائیں میں کئی میل لبا ایک کھنا تختان ہے۔ خیربک اب (۱۹۶۴ میں) مقبوضہ قبیلے کے حشر آباد ہیں۔ کہتے ہیں کہ حشر کے زمانے میں ہنگامی آبادی پچیس تیس ہزار ہو جاتی ہے، اور مستقل آبادی پانچ ہزار کے گل جگ بیان کی جاتی ہے۔ شہر میں کئی بلند شیشے اور پہاڑیاں ہیں جن میں سب سے ممتاز وہ ہے جسے حشر جب کہا جاتا اور یہودی عہد کی یادگار سمجھا جاتا ہے۔ ترکی دور میں غالباً یہاں فوجی چھاؤنی تھی، اب اس میں سووی گورنر رہتا ہے۔

بعض مروجوں کی رائے میں خیربک بہودیوں کی بولی میں "خیربک" معنی قلعے کے تھے۔ البتہ یہ سہل بن محمد الکاتب سے اور یا قوت نے الزجاجی سے روایت کی ہے کہ یہ اس لہجے کے بانی خیر بن قانیر بن مہالیل کے نام سے منسوب ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسباب یہود کے گم گشتہ قبائل نے یہاں اور پشاور سے آگے وہ خیر بن بھی اپنی نشاندہی کے لیے یہ نام دیا ہو۔

خیربک کا قدیم ترین ذکر بابل کے آخری کھانی بادشاہ بنو ندر (نومید) (۵۵۶ تا ۵۳۹ ق م) کے مینی کہتے ہیں جو حمران کی منہم جان مسجد کے فرش کے ایک پتھر پر ملتا (سینوچ کی ممبر ستمبر سن ۱۹۷۱ء) محلہ ہے کہ جب اس بادشاہ نے تیار میں اپنا قادی پائے تختت بسا یا خیربک و فڈنگ وغیرہ سے ہوتے ہیں شہر تک کی سیاحت کی ایک دوسرا کتبہ بھی حمران کے قریب لجر میں دستیاب ہوا ہے، جو سیاتی ہندسوں کے ساتھ قریب میں ہے کہ میں نے ایمنی شریلی بن طلحہ نے ۱۱۱۷ھ کو ۴۶۳ میں خیربک (مصلحان) کے ایک سال بعد تعمیر کرایا۔ (R. S. 07) Eilatman

۱۹۱۱ء، ۱۹۱۲ء، ۱۹۱۳ء) کے مطابق اس تاریخ سے ہوا ۵۶۸ء ہے۔ ابن قتیبہ: کتاب المعارف، (ص ۳۱۳) کے مطابق عسائی حکمران الحارث بن ابی شمر جبکہ (۵۲۸ء تا ۶۵۰ء) نے اس رخ حملہ کیا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ خیبر والوں نے امیر المومنین اور حیرہ کے حکمران سے کچھ سازش کی ہو اور اس پر بزنطی قیصر روم نے اپنے ماتحت حکمران کو ادھر روانہ کیا تھا معلوم نہیں اس وقت خیبر میں کون لوگ تھے، لیکن ساڑھے سال بعد جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو یہاں صرف یہودی بستے تھے، جو بہت عموماً حال تھے؛ چنانچہ مکے میں شادی بیاہ کے موقع پر یہیں سے دیگیں اور زیورہ کرانے پر لیے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ زبور کھو گئے تو اہل مکہ نے دس ہزار دینار کا سر جانہ ادا کیا (ابن سعد ۱/۲۸۱)۔ السرخسی: شرح السیر الکبیر ۱/۱۸۶۔ بہت ممکن ہے کہ معاشی روابط نے شادی بیاہ تک نوبت پہنچا دی ہو اور یہاں کی یہودیوں سے بھجک عربوں سے نکاح کرتی ہوں؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم اور ان کے بھائی المطلب نے ایسا ہی کیا (ابن عساکر: المنقح، مخطوطہ مکتبہ، ص ۳۲۵) یہاں کجوریں بہت ہوتی ہیں، لیکن زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ یہاں کے میٹریا سے بہت گھبراتے تھے (بعض قصے القزوی: الآثار، ۲، ۹۰ تا ۹۱ اور ابن قتیبہ، الانوار، ص ۳۰ تا ۳۱ میں ملیں گے) یہودی خیبر کے لباس میں طیلسان بہت مشہور ہے (صحیح البخاری، کتاب ۶۴، باب ۱۰، حدیث ۱۲) عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو وہ ایک کی قربانی دیں گے۔ قرعہ فال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبدالمطلب پر پڑا۔ اس سلسلے میں جس کا ہرگز سے مشورہ کیا گیا تھا وہ سال کا کچھ عرصہ مدینے میں اور کچھ خیبر میں رہتی تھی۔ ابن ہشام: السیرۃ، ص ۹۸ تا ۹۹۔

یا قوت نے معجم البلدان میں مشاہیر خیبر میں سے ابن القاسم الجعفی اللخمی محدث کا خاص طور پر ذکر کیا ہے، لیکن عہد اسلامی کے جغرافیہ نگاروں میں سے ابوبکر بن محمد (مجم، ص ۳۳۱ تا ۳۳۳) نے کتاب الشکرانی کا جواقتباس دیا ہے وہ واقف حال شخص کا بیان معلوم ہوتا ہے؛ یہ مدینے سے آٹھ برد پر ہے۔ پیدل تین دن میں آسکتے ہیں۔ مدینے سے نکل کر پہلے غابہ علیہ، پھر سفلی کے بعد نقب یردوج آتا ہے، جہاں ایک مسجد نبوی ہے۔ پھر وادی اللہم آتی ہے، جہاں کنزین ہیں۔ پھر جبل اشمد، پھر حرقہ الشقیۃ، پھر نار آتا ہے، جو خیبر سے آٹھ میل پر علاقہ خیبر کی سرحد پر واقع ہے اس سے آگے خیبر اور اس کے قلعے ہیں۔ خیبر کا بازار المرطلہ ہے، جسے حضرت عثمان نے بسایا تھا۔ وہاں کے قلعے میں کچھ پرانے لوگ باقی ہیں جو حضرت عمر کی نسل سے ہیں۔ اس سے آگے حصن وجده ہے جس میں کعبہ دغیرہ کے درخت ہیں۔ یہ صرف خاص نبوی رہا ہے۔ پھر اسلام ہے، جس کا بڑا حصہ صرف خاص نبوی تھا پھر جبل الاہبل آتا ہے، جس میں یہودی بروج راطام ہیں۔ پھر مزرعہ اور باغات ہیں، جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور بنوالمطلب کے روزینے مقرر تھے۔ اس کو اوطیح کہتے ہیں۔ و طیح سے متعلق خاص تک ایک وادی آجاتی ہے، جسے الکتیبہ کہتے ہیں۔ یہ سب کی سب صرف خاص نبوی رہی ہے۔ یہ کتبہ خیبر کے قلعہ بند مقاموں میں سے ہے۔ یہیں العباد ہے، جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈال کر رات گزار دی تھی، یہ خیبر سے ایک برد کا مسافت پر ہے۔ خیبر کا سب سے بڑا قلعہ القومس ہے، جسے حضرت علی نے فتح کیا تھا؛ اسی کے حامن میں مسجد نبوی ہے۔ وہیں نطاہ اور اللہی وادیاں ہیں۔ ان دونوں کے مابین جرد تہ ہے اسے السیخہ اور العاضیہ کہتے ہیں۔ وہ اسی بڑی مسجد نبوی کے حامن میں ہے جہاں خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ تک مقیم رہے۔

جاء طائعات مستوره، پر ہوتی ہے، اس میں بڑے من گھڑی ہیں۔ وہاں چنان بھی ہے جسے سترہ (رک باں) بنا کر حضرت ابی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ آج کل یہاں ہمہ کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ نطاۃ میں مرحب کا قلعہ اور قمر ہے۔ یہ قمر حضرت الزہیر بن انعم کے حصے میں آیا تھا۔ الشق میں الحدیث نامی چشمہ ہے، جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”قمرۃ المؤمنین“ کا نام دیا تھا۔ اس کا دو تہائی پانی ایک نالے میں جاتا ہے اور ایک تہائی دوسرے میں، ملا کر نکلنا ایک ہی جگہ سے ہے۔ مہر بوری سے لے کر اب تک یہ ایک مہر بردار ہے۔ اس چشمے میں تین کھجوریں یا کھڑکی کے تین ٹکڑے ڈالو تو دس نالے میں چلے جاتے ہیں جس میں وہ تہائی پانی جاتا ہے اور ایک دوسرے نالے میں۔ یہ کسی کے لمب کی بات نہیں کہ اس میں تہائی سے زیادہ پانی لایا جائے۔ اگر کوئی اس نالے میں کھڑا ہو جائے جس میں دو تہائی پانی جاتا ہے تاکہ اسے دوسرے نالے میں لایا جائے تو پانی اس پر غالب آکر بہ نکلتا ہے اور دوسرے نالے میں تہائی سے زیادہ پانی نہیں آسکتا۔ رطل النطاۃ، وہاں کا بڑا چشمہ الحدیث کہلاتا ہے۔ خیبر میں سب سے پہلے دار کی تہ نفع ہوا، جو نطاۃ میں ہے اور اسی میں مرحب کا بجائی ایساں رہتا تھا۔ اسی کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ”دار نبی تمہ کی فتح سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی دہلی اور کھجور پیت بکر نہیں کھائی تھی“

قمر حب کے دامن میں آج کل ایک چھوٹی سی مسجد رکھی ہے اس کے قریب جو چشمہ ہے وہ اب حضرت علی سے منسوب ہے کہ مرحب پر وار کرنے میں ان کی تلوار زمین میں اتر گئی اور یہ چشمہ پھوٹ بہا۔ اس سے کچھ ناخلفے پر دوسرا بڑا چشمہ بھی باقی ہے دونوں سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

تاریخ اسلام میں خیبر کی شہرت، ۶۲۸ء کے فزودہ نبوی کے باعث ہے۔ مدینے سے نکلے ہوئے جو منافقین کے یہودی یہاں بسے تھے۔ محاصرہ خندق (رک باں) انہیں کی انجنت پر ہوا تھا۔ یہ مسلمانوں کی نئی مملکت کے لیے ایک مستقل علاقہ بن گئے تھے۔ انھی سے بننے کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ (رک باں) میں قریش کا مذہبی شرطن پر صلح کی تھی اور قریش سے صرف یہ اجازت کی تھی کہ وہ مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانبدار ہیں۔ اس معاہدے کی تکمیل کے بعد واپس آئے یہ آپ نے خیبر جانے کی تیاریاں شروع کر دیں اور مشکل ایک مہینہ گزرا تھا کہ پندرہ سو کی جمعیت کے کرا آپ مدینے سے رعاہ ہوئے۔ جب العسبا تک پہنچ گئے تو قبیلہ مطلقان کے لوگ آپ کے راستے میں حائل ہوئے کیونکہ وہ خیبر کے یہودیوں کی امداد کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب آپ نے العسبا سے وادی الزین (دیار مطلقان) کا رخ کیا تو وہ گھبرا کر فرار پانے لگی وہاں کی مخالفت کے لیے خیبر سے واپس آگئے اور پھر انہیں نقل و حرکت کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ تین دن الزین میں پھرتے کرا آپ خیبر آگئے۔

ابلی خیبر آپ کی پیش قدمی سے واقف اور مقابلے کے لیے تیار تھے۔ اس زمانے کی عربی بیستوں کی طرح خیبر بھی متحد و جبرستے چھوٹے تھکی ٹھکی مستقل تھا۔ ہر جگہ دوسرے سے کچھ ناخلفے پر آ رہا تھا اور ہر ایک کا نظام معیشت، یعنی کھیت، چراگاہیں، قلعے اور گرمیاں مستقل تھیں۔ جہاں تک دفاع کا تعلق ہے وہ ایک تو اپنے سات بڑے اور متعدد چھوٹے قلعوں میں محفوظ تھے۔ جن میں سے بعض میں بنیعیں بھی نصب تھیں؛ دوسرے الیعقوبی کے مطابق خیبر میں بیس ہزار مقاتل (جنگجو سپاہی) تھے۔ القرظی (الامتناع) کے مطابق دس ہزار کا مقابلہ پندرہ سو مسلمانوں کو کرنا تھا؛ جسے وہ اپنے کو اور گھر میں ہونے کے لیے عربی فریقیت بھی رکھتے تھے۔ آزدوقہ اور سادہ مسلمان بھی ان کے پاس بہت تھا۔ انخرسی (شرح السیر الکبیر) نے کہا،

الہدایات والا فیتہ) نے لکھا ہے کہ غیر کے ہر قلعے کو تین تین فیصلوں سے اس طرح گھیرا گیا تھا کہ سوار و فوج ان کے سامنے بیٹھا مٹی۔

پرانے نام اب بھلا دیسے گئے ہیں، اس لیے معلوم نہیں قلعہ ناظم کہاں تھا، جو موزوں کے مطابق سب سے پہلے سرحد پر اندرون شہر کا قلعہ قوس فتح ہوا، جو خاندان ابراہیم (اور ام المؤمنین حضرت صفیہ) کا مسکن تھا۔ اس کی فتح میں حضرت علی نے خاص کارگزاری دکھائی مٹی۔ پھر حصن الشق اور حصن النظاۃ اور حصن الکتیبہ سر ہونے۔ اس کے بعد حصن الوطیع اور حصن السلام (دو آخری قلعے) کوئی دو مہنتوں کی کٹش کٹش کے بعد فتح ہوئے بظاہر اخصی آخری دو قلعوں میں سارے یہودی باشندے جمع ہو گئے تھے۔ اگر یہودیوں کے ساتھ اخصی کی توریٹ کے احکام کے مطابق برتاؤ کیا جاتا تو سارے باطل و قتل اور عود میں بچے غلام بنائے جاسکتے تھے مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمہم اور درگزر سے کام لیا، سب کی جان بخشی کی کہ مال چھوڑ کر جسم کے کپڑوں کے ساتھ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ سیرۃ الشامی کے مطابق مدینے میں بنو نعیر کے پاس ایک کٹر تھا، یعنی وہ مال جو وہ اتفاقی مزیدیات (نواب) کے لیے جمع کیا کرتے تھے، شہر بدری پر لپیٹی یہ کٹر نعیر میں ساتھ لائے تھے۔ حسب معاہدہ جب یہ مسلمانوں کے سپرد نہ ہوا تو آنحضرت نے جواب طلبی کی تو صاحب الکنز نے یہ پیمانہ کیا کہ جنگ کا ایذا میں ختم ہو گیا ہے، لیکن رات کو اسے کھنڈروں میں ادھر ادھر پھرتے دیکھ کر شبہ ہوا؛ چنانچہ وہاں کھدائی کی گئی تو خزانہ برآمد ہو گیا اور صاحب الکنز کو فریب کاری کی سزا بھگتنی پڑی۔

ابتدائی ناکامیوں ہی نے یہودیوں کا حوصلہ لپٹ کر دیا تھا۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ حصن الذبیر اپنا استحکام کے باعث اس لیے باسانی فتح ہو گیا کہ پانی کے ذخیرے تک اس کا جو زمین دوز راستہ تھا اس کا پتا ایک مقامی یہودی ہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا۔

جب قبضہ مکمل ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرائط صلح میں مزید رعایت منظور فرمائی اور اجازت دی کہ وہ ساحل ثانی نعیر ہی میں رہیں اور بٹائی بھد کاشت کر کے نصف پیداوار لگان میں دیا کریں۔ یا قوت (معمم البلدان) نے صلحت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف علاقہ بحق حکومت محفوظ کر دیا اور اس میں کتیبہ اور سلام داخل ہوئے، باقی فائقوں میں بانٹ دیا اور شق و نظاۃ و متعلقات اس میں آئے (شکر اسلام میں بارہ سو پیدل اور تین سو گھڑ سوار تھے سواروں کو چونکہ دگنی قیمت ملی ہے اس لیے سارا علاقہ چھتیس حصوں میں بانٹا گیا۔ آدھا حکومت کے لیے وقف رہا۔ باقی اٹھارہ حصوں میں سے ہر ایک حصہ سو پیدل سپاہیوں یا پچاس سواروں میں بانٹا گیا)۔ الزہری کا جو بیان ابن کثیر (البدایۃ، ۲: ۲۰۲) نے نقل کیا ہے کہ کچھ نعیر بزرگ شمشیر فتح ہوا اور کچھ پر امن طور سے؛ اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ غیر جنگ فتح شدہ علاقہ بحق حکومت وقف کر دیا گیا۔ لیکن عام موزخ یہ کہتے ہیں کہ زمین کو فائقوں میں تقسیم کرتے ہوئے حسب معمول خمس حکومت کے لیے لیا گیا اور یہ کتیبہ کا تختستان تھا۔ یہاں کے لگان میں ہر سال جو کھجوریں وغیرہ آتی تھیں ان سے کچھ روزیئے بھی مستقل طور پر مقرر ہوئے، جس کی ابن ہشام وغیرہ نے تفصیل دی ہے۔

یہودیوں کا بٹائی پر کام کرنا حضرت عمر کی خلافت تک باقی رہا، پھر جب ان لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ کے قتل کا اقدام کیا تو ان کو وہاں سے شام مستقل کر دیا گیا اور مسلمان کسان ہی یہاں کاشت کرنے لگے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ کسی نعیر کے حصہ داروں نے کہا تھا، اسام قبیل کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے حکم دیا کہ تم ان سے دیکھو یہ ہے کہ روڑوں کو مارنے کے لئے جاکر چھوڑ دو تاکہ وہ عادت کے مطابق خود ہی مارنے لگے۔

القریزی نے الامتاع میں لکھا ہے کہ مال غنیمت میں قدریت کے جو کچھ ملے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو واپس دلا دیے۔

اس جگہ سے یہودی سردار حجاج بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی منجی قیدیوں میں مسلمانوں کے ہوتے آئیں۔ آپ نے انہیں حضرت دجیر کو بخش دیا، مگر پھر بعض صحابہ کے مشورے سے سات قیدیوں کے معاملے میں انہیں واپس لے لیا اور وہ پوری ہوئے۔ تک حضرت ام سلمہ کے پاس رکھا۔ صفیہ مسلمان ہو گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس کا قوری اثر یہ ہوا مسلمان سپاہیوں کا برتاؤ اپنے نبی کے سسرالیوں سے نرم ہو گیا۔ بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بھی نکاح سے ہی تھا۔ حضرت صفیہ اپنے غیر مسلم میکے والوں سے ہمیشہ عزیزانہ سلوک کرتی رہیں اور وفات پر وصیت کی کہ ان کے مردے کا ایک تہائی، لکھا ایک لاکھ درہم، ان کے غیر مسلم بھائیوں کو دیے جائیں۔ یہی مسلمانوں نے مخالفت کی اور حضرت عائشہ نے وہی دسے کہ وصیت کا نفاذ کر لیا کہ اسلامی قانون ایسا ہی حکم دیتا ہے۔

(ابن سعد: طبقات، ۸: ۹۱، ۹۲)

صلح ہوجانے اور یہودیوں کو اپنے ہاتھوں میں آجانے کی اجازت ملنے کے بعد بھی مسلمان سپاہی وہاں جا کر چلے، ترکہ بچھیننے لگے اور شکایت آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرار رکھا اور بتایا کہ اب وہ ہیز کا مال ہے جو اہل ایمان کا ہے۔ (فتح غیر کے موقع پر ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث زوجہ اسلام بن مخلم نے ایک بریاں بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور اس میں دہر ملا دیا۔ آپ نے ایک تہہ اٹھایا اور چاکر متحرک دیا اور فرمایا کہ یہ زہر آلود ہے۔ آپ کے سامنے حضرت بشیر بن البراد بن معمر نے زہر آلود گوشت کھا لیا جس کے اثر سے وہ مر گئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی عورت کو بلا بھیجا۔ اس نے جرم کا اقرار کر لیا مگر اسے آپ نے قتل نہ کیا۔ ایک اور روایت (الامتاع، ص ۳۲۲) میں آیا ہے کہ آنحضرت نے اسے بشیر کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا، جنہوں نے اسے قتل کر دیا۔)

ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق | اس باب کی حدیث نمبر ۲۵۵ میں ہے جو صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے چادر اٹھ گئی تھی اور میں آپ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ اس لیے یہاں یہ بحث ضرور طلب ہے کہ ران شرم گاہ ہے یا نہیں، امام مالک نے اس حدیث کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور جہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ران شرم گاہ ہے۔ جہور کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عن ابن عباس وجوہد و محمد بن جحش
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفخذ عوراً
حضرت ابن عباس، حضرت جریر اور حضرت محمد
بن جحش رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: "ران شرم گاہ ہے"

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۸۱ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں اس باب کی حدیث سے فقہاء مالکیہ اور ان کے موافقین نے لان کے شرمگاہ نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، جہاں اور جہاں علامہ کا مذہب یہ ہے کہ لان شرمگاہ ہے، کیونکہ لان کے شرمگاہ ہونے کے متعلق بکثرت احادیث مشہورہ ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی تاویل یہ ہے کہ حملہ کرنے اور سواری دوڑانے کی وجہ سے غیر اعتیاد کی طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر لان سے ہٹ گئی تھی اور حضرت انس کی اس پر اتفاقاً نظر پڑ گئی، اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا لان کو اسی طرح کھلے رہنے دیا، اور صحیح بخاری میں حضرت انس سے جو یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو ہٹایا وہ اس پر محمول ہے کہ چادر ہٹ گئی جیسا کہ صحیح مسلم کی اس روایت میں ہے۔

خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض؟

اس حدیث میں ہے کہ ہم نے خیبر کو جنگ سے فتح کیا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا

ہے کہ تمام خیبر جنگ سے فتح ہوا ہے، اور امام مالک نے ابن شہاب سے یہ روایت کیا ہے کہ خیبر کا بعض حصہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور بعض حصہ صلح سے فتح ہوا ہے، اور اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ سنن ابو داؤد میں یہ روایت ہے کہ آپ نے خیبر کے دو حصے کیے، نصف حصہ اپنی ضروریات اور حاجات کے لیے رکھا اور نصف حصہ مسلمانوں کو دیا، علامہ مازنی نے کہا اس کا جواب یہ ہے کہ خیبر کے ارد گرد زمینیں اور بستیاں تھیں جن میں آپ نے یہودیوں کو جلا وطن کر دیا تھا، یہ زمینیں خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھیں، اور ان کے علاوہ جو خیبر کی آمدنی تھی، وہ مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی، اور جن زمینوں اور بستیوں میں یہودیوں کو جلا وطن کیا گیا تھا وہ خیبر کا نصف تھیں اور جس حدیث میں ہے کہ خیبر کے دو حصے کیے ایک حصہ مسلمانوں کو دیا اور ایک حصہ آپ نے اپنے پاس رکھا اس حصہ سے یہی زمینیں مراد ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام خیبر جنگ سے فتح ہوا البتہ اس کے ارد گرد کی بستیاں صلح سے فتح ہوئیں جیسے فذک وغیرہ، آپ نے خیبر کے تمام اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اور ارد گرد کی بستیوں کی آمدنی جواز قبیل فحی تھی اس کو صرف اپنے تصرف میں رکھا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے "میں فدا ہوں" کہنے کی توجیہ

اس حدیث میں حضرت عامر بن اکوع کے اشارے میں

ہوں، میرے گناہوں کو معاف کر دے" علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علامہ مازنی نے کہا ہے کہ اس مصرعہ پر یہ اشکال ہے کہ یہ نہیں کہا جاتا کہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر فدا ہو جاؤں یا قربان ہو جاؤں، کیونکہ یہ اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کسی مصیبت اور تکلیف میں کسی شخص کے مبتلاء ہونے کا خدشہ ہو تو دوسرا شخص کہے تم پر قربان ہو کر اس مصیبت اور تکلیف میں میں مبتلاء ہو جاتا ہوں، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو کسی مصیبت میں مبتلاء ہونے کا خدشہ ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کے حقیقی معنی کا ارادہ نہیں کیا اور ان کی مراد یہ تھی کہ میں ہر حال میں تیری رضا کے حصول کے لیے جدوجہد کروں گا، جیسے کہتے ہیں قاتلہ اللہ، اللہ اس کو قتل کر دے" اور اس سے حقیقی معنی مراد نہیں لیا جاتا، یا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبت یداک و توبت یمینک

کا اشرقتالی کی جناب پر تامل سے اطلاق صحیح ہی ہو تب بھی جب تک کہ شریعت میں اشرقتالی پر اس لحاظ کے اطلاق کا ثبوت نہ ہو اس کا اشرقتالی پر اطلاق جائز نہیں ہے۔ لہ

غزوہ خندق کے اہم واقعات

حضرت براء بن مازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تھے اور ہم سے تھے وہاں مالیکہ گردوغبار کی کثرت سے آپ کے پیش کاغذی اٹی ہوئی تھی اور آپ یہ فرما رہے تھے:

خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہوتی تو ہم ہلاکت نہ پاتے۔ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ اسے اللہ تو ہم پر سکون نازل فرما۔ بے شک دشمن ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ اور کبھی بول فرماتے:

ان کافروں نے ہماری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جب وہ فساد کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔

جب آپ ابیہنا فرماتے تو آواز بلند فرماتے۔ حضرت براء بن مازب رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت مروی ہے البتہ اس میں ان الای قدا بغوا علیہنا ہے۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے

بَابُ غَزْوَةِ الْأَحْزَابِ وَهِيَ الْخَنْدَقُ

۴۵۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي اسْحَقٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ يُسْأَلُ مَعَنَا الْغُرَابَ وَالْقَدْ وَأَمَّا الْغُرَابُ يَا مَنْ بَطْنِيهِ وَهُوَ يَقُولُ ه

وَاللَّهِ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْتَنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَأَنْزَلْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا إِنَّ الْأُولَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا قَالَ وَرَبِّمَا قَالَ ه

إِنَّ الْمَلَاقَةَ أَبَوَا عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فَتْنَةَ آبِينَا وَيَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ

۴۵۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي اسْحَقٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَدْ كَرِهَ مَوْلَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الْأُولَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

۴۵۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي

۱۔ علامہ سید محمد رفیع ترمذی ص ۶۷۱، شرح مسلم ص ۲۵، ۱۱۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، لاہور، ۱۳۷۵ھ

حَازِمٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ
قَالَ جَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ
التُّرَابَ عَلَى الْكُفَّانِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ
إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ. فَاعْفِرْ لِمَنْ جَرَيْنَ
وَالْأَنْصَارِ.

۲۵۵۸. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ
بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ
كَرَّةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا

اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ

فَاعْفِرْ لِلْمُهَاجِرِ وَالْمُهَاجِرَةِ

۲۵۵۹. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ
بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا
أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ
عَيْشُ الْآخِرَةِ. قَالَ شُعْبَةُ أَوْ قَالَ: لَا

اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ

فَاكْرِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

۲۵۶۰. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ
شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ
شَيْبَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي
التَّيَّاحِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَقَالَ
كَانُوا يَرْتَجِرُونَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُمْ يَقُولُونَ: لَا

در آنجا سیکہ ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں
پر مٹی ڈھونڈ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے سو تو
مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! زندگی تو بس
آخرت ہی کی زندگی ہے، سو تو انصار، اور مہاجرین کی مغفرت
فرما۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: (شعبہ
نے کہا یا فرمایا) اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی
ہے۔ سو تو انصار اور مہاجرین پر کرم فرما۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ صحابہ رجز کرتے تھے اور ان کے ساتھ آپ بھی رجز
کرتے تھے اور صحابہ یہ کہتے تھے: اے اللہ! بھلائی
تو صرف آخرت کی بھلائی ہے، سو تو مہاجرین اور انصار
کی مدد فرما۔ اور شیبان کی حدیث میں قاصد کی جگہ
نا غفر ہے۔

اللَّهُمَّ لَا تُخَيِّرْ إِلَّا خَيْرًا وَلَا تُؤَخِّرْ إِلَّا خَيْرًا

فَاَنْصُرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرِينَ

وَفِي حَدِيثٍ فَتَيَانٍ يَدُلُّ فَاَنْصُرْ فَاغْفِرْ -

۲۵۶۱ - حَدَّثَنَا نُبَيْيٌ مُحَمَّدٌ بْنُ حَاتِمٍ

حَدَّثَنَا يَزِيدُ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلَمَةَ

حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَبِي أَنْصَابٍ مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَقُولُونَ

يَوْمَ الْمُتَنَدِّقِ

يَعْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا

عَلَى الْأِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

أَوْ قَالَ عَلَى الْهَيْمَاءِ سَلَفَ حَمَادٍ وَالتَّبِيئِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

اللَّهُمَّ إِنْ الْخَيْرَ خَيْرِ الْأَخْوَةِ

فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِينَ

(ف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا دے ہے

مسئلہ پر ہم نے شرع صحیح مسلم جلد ثانی میں منظر لکھی ہے ، اور اس پر مفصل بحث ہمارے رسالہ "ذکر الجاہد" میں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جنگ خندق کے

دن یہ کہہ رہے تھے :

ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تاحیات

اسلام پر بیعت کی ہے۔

خدا کو شک ہے کہ شاید اسلام کے بدل میں جہاد کہا تھا،

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرماتے تھے :

اے اللہ بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے

سرتو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا دے ہے اس میں

ذکر الجاہد کے کلمہ کی کائنات ہے اس میں ہے۔

غزوة ذی قرد وغیرہ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ ایک مرتبہ میں پہلی اذان سے پہلے دینہ سے

باہر نکل گیا، وہاں مقام ذی قرد میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اوشیاں چر رہی تھیں، وہاں مجھ سے عبد الرحمن

بن عوف کا غلام ملا اور کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی اوشیاں پڑھ لی گئی ہیں، میں نے پوچھا کس نے پکڑی

ہیں یا اس نے کہا غطفان نے، حضرت ابن اکوع کہتے

ہیں میں نے تین مرتبہ چیخ کر کہا: یا صباحا امیری یہ آواز

مدینہ منورہ کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے

تک پہنچی، پھر میں اپنی سیدھی میں چل پڑا اور میں نے

غطفان کو مقام ذی قرد میں جا پایا، وہاں جا لیکر وہ لوگ

بَابُ غَزْوَةِ ذِي قَرْدٍ وَغَيْرِهَا

۲۵۶۲ - حَدَّثَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا

حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ

أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ

يَقُولُ خَرَجْتُ قَبْلَ أَنْ يُؤَدَّ نِيبًا ذُو قَرْدٍ

وَكَانَتْ لِقَاعُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْحَلِي يَذِي قَرْدٍ وَقَالَ

فَلَقَيْتَنِي غَلَامًا يُعْبَدُ الرَّحْمَنَ بْنَ عَوْفٍ

فَقَالَ أَخَذْتُ لِقَاعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَّتُ مَنْ أَخَذَهَا

قَالَ غُطْفَانَ قَالَ قَصَّرْتُ حَيْثُ سَلَّتُ

صَرَخَاتٍ يَا صَبَاحًا قَالَ فَاَسْمَعْتُ

مَا بَيْنَ لَابَتِي الْمَدِينَةِ ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلَى
وَجْهِي حَتَّى آذَنَّا كَثْمًا بِذِي قَرْدٍ وَقَدْ
أَخَذُوا يَسْقُونَ مِنَ الْمَاءِ فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ
بِنَبِيٍّ وَكُنْتُ رَامِيًا وَأَقُولُ
أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ
وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرَّضَاعِ
فَارْتَجَزْتُ حَتَّى اسْتَنْقَذْتُ اللَّقَاحَ مِنْهُمْ وَ
اسْتَلْبَتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِينَ بُرْدَةً قَالَ وَجَاءَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّاسُ فَقُلْتُ
يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ
وَهُمْ عِطَاشٌ فَأَبْعَثْ إِلَيْهِمُ السَّاعَةَ
فَقَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ مَلَكْتُ فَاسْجُدْ
قَالَ ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُذَوْنِي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاقَتِهِ حَتَّى
دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ -

۴۵۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا قَاسِمُ بْنُ الْقَاسِمِ ح وَحَدَّثَنَا
إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ
كِلَاهُمَا عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ ح وَ
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ
وَهَذَا حَدِيثُهُ أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ
وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا ثَعْلَبِيُّ إِيَّاسُ بْنُ سَلَمَةَ
حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ قَدِمْنَا الْحُدَيْبِيَّةَ مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ
أَرْبَعٌ عَشْرَةَ مِائَةً وَعَلَيْهَا خَمْسُونَ شَاةً
لَا نُزْوِيهَا قَالَ فَقَعَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبَا الرُّكْبَةِ فَأَمَّا دَعَا
وَإِقَابَتُهُ فِيهَا قَالَ فَجَاشَتْ

پانی پلا رہے تھے، میں نے ان کو اپنے تیروں سے
مارنا شروع کیا اور میں تیر مارتے ہوتے یہ کہہ رہا تھا:
میں اکوع کا بیٹا ہوں!
اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

میں یہ جرح پڑھتا رہا حتیٰ کہ میں نے ان سے اونٹنیاں چھڑا
لیں اور ان کی تیس چادریں بھی لے لیں، اتنے میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کے ہمراہ تشریف لے آئے،
میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے ان کو پانی سے روک
رکھا ہے حالانکہ وہ پیاسے ہیں، آپ اسی وقت کسی کو
ان کے پاس بھیج دیجئے، آپ نے فرمایا: اسے بن اکوع
تم اپنی چیزیں توڑے چکے ہو، اب رہنے دو، اس
کے بعد ہم واپس لوٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے اپنی اونٹنی پر سوار کر لیا حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔

ایاس بن سلمہ کہتے ہیں کہ میرے والد بیان کرتے
ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ گئے،
ہم اس وقت چودہ سو افراد تھے، اور اس جگہ پانی کی اتنی
کمی تھی کہ وہاں بچاس بکریاں بھی سیراب نہیں ہو سکتی تھیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنز میں کی منڈیر پر بیٹھ گئے،
پھر یا تو آپ نے کوئی دعا کی اور یا آپ نے اس میں اپنا
عاب دھن ڈالا، سو کنز میں کا پانی جو شخص میں آگیا ہم نے
خود بھی پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا، پھر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی جڑ میں بیٹھ کر ہم کو
بیعت کے لیے بلایا، لوگوں میں سے سب سے پہلے
میں نے آپ سے بیعت کی، پھر اور لوگوں نے بیعت
کرنا شروع کر دی، حتیٰ کہ جب آدھے لوگوں نے بیعت
کر لی تو آپ نے فرمایا: اے سلمہ بیعت کرو، میں نے
بیعت کر لی اور آپ نے فرمایا: اے سلمہ بیعت کرو، میں نے

چکا ہوں، آپ نے فرمایا دوبارہ کرو، حضرت ابن کعب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کبیرہ پاس ہتھیار نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ڈھال عطا کی، اس کے بعد آپ نے پھر بیعت یعنی شرفیہ کی، حق کہ جب آپ سب سے بیعت لے چکے تو آپ نے مجھ سے پھر فرمایا: اسے سلم تم مجھ سے بیعت نہیں کرو گے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں تو پہلی بار سب سے پہلے اور دوبارہ درمیان میں آپ سے بیعت کر چکا ہوں! آپ نے فرمایا پھر سر بارہ، سو میں نے آپ سے پھر تیسری بار بیعت کی، پھر آپ نے مجھ سے فرمایا تمہاری ڈھال کہاں ہے جو میں نے تم کو دی تھی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے چچا عامر کے پاس ہتھیار نہیں تھے، میں نے وہ ڈھال ان کو دے دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا: تم بھی اس پہلے شخص کی طرح ہو جس نے کہا تھا اسے اللہ مجھے ایسا دوست عطا فرما جو مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہو، پھر مشرکین نے ہماری طرف صلح کا پیمانہ بھیجا یہاں تک کہ ہر جانب سے ایک شخص دوسری جانب جانے لگا، اور ہم نے صلح کر لی، حضرت ابن کعب نے کہا میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی خدمت میں تھا، ان کے گھوڑے کو پانی پلانا اور کھربا کر تانا، ان کی خدمت کرتا اور ان کے ساتھ کھانا کھانا، کیوں کہ میں نے اہل دیہات اور ان کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی، حبیب ہماری اہل مکہ سے صلح ہو گئی اور ہم ایک دوسرے سے ملنے لگے، تو میں ایک درخت کے پاس گیا اور اس کے نیچے سے کانٹے صاف کر کے اس کی جڑ میں لید لگا گیا، اتنے میں مشرکین کو میں سے چار شخص آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ کہنے لگے، مجھ ان پر غصہ آیا اور میں دوسرے

اسْتَعِينَا قَالَ ثُمَّ اِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَانَا لَبِيْعَةَ فِيْ اَصْلِ الشَّجَرِ قَالَ فَبَايَعْتُهُ الْاَوَّلَ النَّاسِ ثُمَّ بَايَعُوْهُ وَبَايَعَتْهُ لَ اِذَا كَانَ فِيْ وَسْطِ تَيْنِ النَّاسِ قَالَ بَايَعُوْهُ يَا سَلْمَةُ قَالَ قُلْتُ فَاَنْدَبًا يُّعْتَلِكُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِ النَّاسِ قَالَ وَآيُضًا قَالَ وَبَايَعُوْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْ لَابِيْعِيْ كَيْسَ مَعًا سَلَامًا قَالَ فَاَعْطَا فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقَّقَةً اَوْ دَرَقَةً ثُمَّ بَايَعَتْهُ لَ اِذَا كَانَ فِيْ اَنْحَادِ النَّاسِ قَالَ الْاَوَّلِيْنَ يُّعِيْهُ يَا سَلْمَةُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِ النَّاسِ وَفِيْ اَوْسَطِ النَّاسِ قَالَ وَآيُضًا قَالَ فَبَايَعْتُهُ النَّبِيَّةَ ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا سَلْمَةُ لَنْ حَبَقْتِكَ اَوْ دَرَقَتِكَ اَنْتِيْ اَهْطِيْنِكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقِيْتِيْ عَمِيْ عَامِرًا عَزَلًا فَاَعْطَيْتُهُ اِيَّاهَا قَالَ لَقِيْتِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِلَيْكَ كَالَّذِيْ قَالَ الْاَوَّلُ اَلْمُشْرِكُ اَبِيْ حَبِيْبًا هُوَ اَحَبُّ اِلَيْ مِنْ لِقَائِيْ ثُمَّ لَانَ الْمُشْرِكِيْنَ نَا سَلُوْنَا الصُّلْحَ حَتّٰى مَشِيْ بَعْضُنَا فِيْ بَعْضٍ وَاصْطَلَحْنَا قَالَ وَكُنْتُ بَيْنَهُمَا بَعْضُهُ بِنِ عَيْبِيْ اللّٰهُ اسْتَقِيْ قَرَسَهُ وَاَحْسَنَهُ وَاَخَذَ مِنْهُمَا كُلًّا مِنْ طَعَامِهِمْ وَتَرَكْتُ اَهْلِيْ وَمَا لِيْ مَعَهُمْ جَمًا لِيْ اللّٰهُ وَرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمَّا اَصْطَلَحْنَا نَعْنُ وَاَهْلَ مَكَّةَ وَاحْتَلَطَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اَتَيْتُ شَجَرَ تَا فَلَكَسَ حَتّٰى كَسُوْكَهَا فَاَصْطَلَحْتُ فِيْ اَصْلِيْهَا قَالَ فَاَتَانِيْ اَرْبَعَةٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ فَجَعَلُوْا يُّعْتُوْنَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَأَبْغَضْتَهُمْ فَتَحَوَّلْتُ إِلَى شَجَرَةٍ
 أُخْرَى وَعَلَّقُوا سِلَاحَهُمْ وَأَضْطَجَعُوا بَيْنِنَا هُمْ
 كَذَلِكَ إِذْ نَادَى مُعَاذٌ مِّنَ السَّوَادِ يَا
 لَلْمُهَاجِرِينَ قَتَلَ ابْنُ زَيْنِمٍ قَالَ فَأَخْتَرْتُ
 سَيْفِي ثُمَّ شَدَدْتُ عَلَى أَوْلِيكَ إِلَّا بَعَثَ
 وَهُمْ رُقُودٌ فَأَخَذْتُ سِلَاحَهُمْ فَجَعَلْتُهَا
 ضِغْنًا فِي يَدِي قَالَ ثُمَّ قُلْتُ وَالَّذِي كَرَّم
 وَجْهَ مُحَمَّدٍ لَا يَرْفَعُ أَحَدٌ مِّنْكُمْ رَأْسَهُ
 إِلَّا ضَرَبْتُ الَّذِي فِيهِ عَيْنًا قَالَ ثُمَّ
 جِئْتُ بِهِمْ اسْتَوْفَهُمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَجَاءَ عَتِيبُ عَامِرٌ
 بِرَجُلٍ مِّنَ الْعِبِلَاتِ يُقَالُ لَهُ مَكْرَزٌ يَقْتُودُهُ
 إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
 فَرَسٍ مُّجْتَفٍ فِي سَبْعِينَ مِنَ الْمَشْرِكِينَ
 فَنظَرَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ دَعُوهُمْ يَكُنْ لَهُمْ بَدْءُ الْفَجْزِ
 وَثَنَاهُ فَفَعَّاعَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ اللَّهُ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ
 عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ
 بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمُ الْاُذْيَةَ كُلَّهَا
 قَالَ ثُمَّ خَرَجْنَا رَاجِعِينَ إِلَى الْمَدِينَةِ
 فَزَلْنَا مَنَزِلًا بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي لُحْيَانَ
 جَبَلٌ وَهُمْ الْمُشْرِكُونَ فَاسْتَنْفَرَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَرَّ فِي هَذَا
 الْجَبَلِ اللَّيْلَةَ كَأَنَّ طَلِيعَةَ اللَّيْلِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ قَالَ سَلَمَةُ
 فَوَقَّيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا
 ثُمَّ قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِهِ مَرَّةً

حضرت کے پیچھے جا کر لیٹ گیا، انہوں نے اپنے ہتھیار
 لٹکائے اور لیٹ گئے، اسی مدلان وادی کے لشیب
 سے ایک آواز آئی: اسے مہاجرہ ابن زینم کو قتل کر
 دیا گیا، یہ سنتے ہی میں نے اپنی تلوار نکالی اور ان سے
 چاروں آدمیوں پر حملہ کر دیا، ان کے ہتھیاروں پر میں
 نے قبضہ کر لیا اور ان کا ایک گھڑ بنا کر اپنے ہاتھ میں لے
 لیا، پھر میں نے کہا قسم اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کو عزت دی ہے تم میں سے جس شخص نے بھی
 سر اٹھایا میں اس کے جسم کا وہ حصہ اڑا دوں گا، جس میں اس
 کی آنکھیں ہیں، پھر میں ان کو گھسیٹتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پاس لے گیا، ادھر میرے چچا حضرت عامر
 بھی قبیلہ عبلاط کے ایک شخص کو ستر مشرکوں کے ساتھ
 گھسیٹتے ہوئے لائے، اس شخص کا نام مکرز تھا، حضرت عامر ایک
 جھول پوش گھوڑے پر سوار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: ان کو چھوڑ دو، گناہ کی ابتداء
 اور تکرار ان کی طرف سے ہوئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
 نازل کی: "جس ذات نے ان کے ہاتھوں سے تم کو روکا
 اور تمہارے ہاتھوں سے ان کو بچایا جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو
 مکہ میں ان پر غالب کر چکا تھا، پھر ہم مدینہ منورہ جانے
 کے لیے واپس لوٹے، ہم نے راستہ میں ایک منزل پر
 قیام کیا جہاں ہمارے اور بنو لحيان کے مشرکوں کے
 درمیان ایک پہاڑ مائل تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کی جو اس رات کو
 پہاڑ پر چڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب
 کے لیے پہرہ دے، حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ میں اس
 رات کو اس پہاڑ پر دو یا تین بار چڑھا، جب ہم مدینہ
 منورہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دربار
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فلام کے ساتھ اپنے

اوتھ مراء کیے، میں بھی حضرت طلحہ کے گھوڑے پر ان اونٹوں کے ساتھ گیا، جب سب بھرتی تو عبدالرحمن فرمادی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو روٹ لیا اور سب کو ہٹکا کر لے گیا، اور ان کے چرواہے کو قتل کر دیا، حضرت ابن کوع کہتے ہیں کہ میں نے کہا اسے براج یا گھوڑا اور اس کے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے پاس پہنچا دو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دو کہ مضر کین نے آپ کی اونٹنیوں کو روٹ لیا ہے پھر میں نے ایک ٹیلہ پر گھڑے ہو کر مدینہ کی طرف رُخ کیا اور میں بار بلند آواز سے چلایا یا صاحبا پھر میں ان بیڑوں کے پیچھے تیرا مانا ہوا اور دروازہ کھولنا ہوا پھر میں کہہ رہا تھا: میں اگر آج کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی تباہی کا دن ہے، میں ان کے ہر شخص سے مقابلہ کرتا اور ان کو تیرا ماننا حتیٰ کہ وہ تیرا اس کے کندھے کے پادار کے نکل جاتا، اور میں کہتا کہ اب اس دار کو سنبھالو، میں اگر آج کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی تباہی کا دن ہے، بعد ازاں میں کو سسمل تیرا ماننا اور زخمی کرتا رہا، جب ان میں سے کوئی گھوڑے سواری میں طرف آتا تو میں درخت کے نیچے جا کر اس کی جڑ میں بیٹھ جاتا، پھر میں اس کو تیرا زخمی کر دیتا، حتیٰ کہ جس جگہ پہاڑ تنگ ہو گیا تھا وہ اس جگہ سے ایک تنگ راستہ میں داخل ہو گئے، میں پہاڑ پر چڑھا اور ان کو پتھر مارنے شروع کیے، میں اسی طرح ان کا پیچھا کرتا رہا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواریوں میں سے جس اونٹ کو بھی پیدا کیا تھا، میں نے اس کو پیچھے چھوڑ دیا، وہ میرے اور اونٹوں کے درمیان سے ہٹ گئے، میں تیرا ماننا ہوا ان کے پیچھے نکل رہا، حتیٰ کہ انھوں نے دفن کم کرنے کے لیے تیس سے زیادہ چادریں اودھیں نیزے سے پھینک دیئے وہ چوپڑ بھی پھینکتے تھے، میں اس کے اوپر پتھر سے نشان رکھ دیتا تھا، تاکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پہچان لیں، وہ چلتے

عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
 آتَانَا مَعَهُ وَبَحَرَجْتُ مَعَهُ بِعِيسَى بْنِ مَرْثَدَةَ
 أَنِّي نَبِيٌّ مَعَ الظَّهْرِيَّةِ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا عَيْدُ
 الرَّحْمَنِ النَّعْرَاجِيِّ قَدْ أَغَامَ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْتَأْذَنَّا أَجْمَعًا
 وَقَتَلَ رَاعِيَهُ قَالَ قَتَلْتُ يَا مَعْ بَأْسَ خَصْمٍ
 هَذَا النَّعْرَاسِ فَأَبْلَغُهُ مَلْحَتَ بَنِي مُخَبِّدٍ اللَّهُ وَ
 أَخْبِرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَنَّ الْمُشْرِكِينَ قَدْ أَغَارُوا عَلَيَّ سَرِحِيهِ قَالَ
 ثُمَّ قُمْتُ عَلَى أَكْمِيَّةٍ فَأَسْتَقْبَلْتُ الْمَدِينَةَ
 فَنَادَيْتُ فَمَا ثَابِتًا صَبَا حَاوِيًا ثُمَّ بَحَرَجْتُ
 فِي أَثَارِ الْعَدُوِّ أَمْرِيهِمْ بِاللَّيْلِ وَأَرْتَجِرُ
 أَقُولُ

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ

وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضْمَةِ

قَالَ حَقٌّ رَجُلًا مَنَّهُمْ فَاصْصِكَ سَهْمًا فِي
 رَجُلِيهِ حَتَّى خَلَصَ فَضَلَّ الشَّهْرَ إِلَى كَيْفِيهِ
 قَالَ قَتَلْتُ خَدْمًا

وَأَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ

وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضْمَةِ

قَالَ قَوْلَ اللَّهِ مَا نَدَيْتُ أَرْبَعَهُمْ وَأَعْقَبُ بِهِمْ
 يَا ذَا رَجَعَهُ إِلَى قَارِءٍ مِنْ أَتَيْتُ شَجَرَ
 فَجَدَسْتُ فِي أَصْلِهِ ثُمَّ مَاتَتْ قَعْدَتُهُ
 يَهْتَجِي إِذَا انْصَابَ الْجَبَلُ فَدَخَلُوا فِي
 كَفَا بَيْتِهِ عِلْوَتُ الْجَبَلِ فَجَعَلْتُ أَرْبَعَهُمْ
 بِالْحِجَارَةِ قَالَ قَوْلَهُ لَمْ كُنْ لَكَ أَتْبَعَهُمْ
 حَتَّى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِي مِنْ ظَهْرِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْإِ
 حْلَفْتُهُ وَرَأَى ظَهْرِي وَتَحَلُّوا بَيْنِي وَ

بَيْنَهُ ثُمَّ اتَّبَعْتُهُمْ أَمْ مِنْهُمْ حَتَّى
 الْقَوَا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ بَرْدًا وَثَلَاثِينَ
 رُمْحًا يَسْتَخِفُّونَ وَلَا يَطْرُقُونَ كَسِيئًا
 إِلَّا جَعَلْتُ عَلَيْهِنَّ أَمَّا مِنَ الْحِجَابَةِ
 يَغْرِبُهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَأَصْحَابُهُ حَتَّى أَتَوْا مَتَضَائِقًا مِنْ تَيْبَةَ
 فَإِذَا هُمْ قَدْ أَتَاهُ فُلَانُ بْنُ بَدْرٍ
 الْفَزَارِيُّ فُجِسُوا بِتَضَخُّونَ يَعْنِي يُتَغَدَّوْنَ وَ
 جَلَسْتُ عَلَى رَأْسِ قَرْنٍ قَالَ الْفَزَارِيُّ
 مَا هَذَا الَّذِي آتَى قَاتِلُوا لَيْعِينَا مِنْ هَذَا
 الْبُرْحِ وَاللَّهِ مَا قَاتَلْنَا مِنْهُمْ غَلَسَ يَوْمَئِذٍ
 حَتَّى انْتَزَعَ كُلَّ شَيْءٍ فِي آيَاتِنَا قَالَ
 فَلَيْتُمْ إِلَيْنَا نَفَرًا مِنْكُمْ أَرْبَعَةً قَالَ
 فَصَعِدَ إِلَيَّ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ فِي الْجَبَلِ قَالَ
 فَلَمَّا امْكُونِي مِنَ الْكَلَامِ قَالَ قُلْتُ
 هَلْ تَعْرِفُونِي قَالُوا لَا وَمَنْ أَنْتَ قَالَ
 قُلْتُ أَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ وَالَّذِي كَرَّمُ
 وَجْهَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
 أَطْلُبُ رَجُلًا مِنْكُمْ إِلَّا أَذْرَأُكُمْ وَلَا
 يَطْلُبُنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ كَيْدًا رَكِيئًا قَالَ
 أَحَدُهُمْ أَنَا أَظُنُّ قَالَ فَرَجَعُوا قَدِ ابْرَحُوا
 مَكَانِي حَتَّى رَأَيْتُ فَوَارِسَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُونَ الشَّجَرَ
 قَالَ فَإِذَا أَوْلَتْهُمُ الْأَخْرَمُ الْأَسَدِيُّ عَلَى
 إِثْرِهِ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ وَعَلَى
 إِثْرِهِ الْيَقْدَادِيُّ بْنُ الْأَسْوَدِ الْيَمَنِيُّ قَالَ
 فَتَأَخَذْتُ بِعُنَانِ الْأَخْرَمِ قَالَ فَتَوَلَّوْا
 مَدْيَنَ قُلْتُ يَا أَخْرَمُ أَحَدًا هُمْ لَا
 يَقْتَطِعُونَكَ حَتَّى يَلْحَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

چلنے ایک ٹنگ ولوی پر پیچھے وہاں فلاں بن ہمد فزاری
 بھی پہنچ گیا، وہ سب لوگ دوپہر کا کھانا کھانے بیٹھے اور
 میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، فزاری کہنے لگا یہ ہم کو کون
 دیکھ رہا ہے، وہ کہنے لگے اس شخص سے ہم نے بہت
 تکلیف اٹھائی ہے، خدا کی قسم! یہ تمہارا میرے سے ہم
 کو تیرا برابر ہے سچی کہ ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ اس
 نے چھین لیا، فزاری نے کہا تم میں سے چار شخص اس کی
 طرف جائیں، پھر ان میں سے چار میری طرف آنے کے
 لیے پہاڑ پر چڑھنے لگے، جب وہ اس قدر قریب آگئے
 کہ میری بات سن سکیں تو میں نے کہا کیا تم لوگ مجھے پہچانتے
 ہو کہ میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا نہیں تم کون ہو؟ میں
 نے کہا میں سلمہ بن اکوع ہوں، تم اس ذات کی جس نے
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے، میں تم میں
 سے جس شخص کو بھی چاہوں گا۔ اپنے تیر کا نشانہ بنا لوں
 گا، اور تم میں سے کوئی شخص مجھے نشانہ نہیں بنا سکتا،
 ان میں سے ایک شخص نے کہا میرا یہی گمان ہے! پھر
 ابن اکوع نے کہا پھر وہ لوگ واپس لوٹ گئے، میں ابھی
 جگہ سے نہیں ہٹا تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے سوا نظر آئے، وہ درختوں میں گھس گئے تھے، سب
 سے آگے حضرت اخرم اسدی تھے، ان کے پیچھے حضرت
 ابو قتادہ انصاری تھے اور ان کے پیچھے حضرت مقداد بن
 اسود کنزی تھے، میں نے حضرت اخرم کے گھوسے کا
 باگ منہ لیا، حضرت ابن اکوع نے کہا وہ لیٹر سے بیٹھ جائے
 مہا گئے، میں نے کہا اسے اخرم ان سے مخاطب بنایا
 تم کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں سچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور ان کے اصحاب تم سے آئیں، انہوں نے کہا اسے
 سلمہ! اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہو اسی
 یقین رکھتے ہو کہ جنت حق ہے اور جہنم حق ہے تو میرے
 ساتھ جاؤ، میں ان سے کہا کہ تمہارا حال ہے حضرت ابن اکوع

نے کہا پھر میں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا، پھر ان کا اور عبدالرحمن
 فزاری کا مقابلہ ہوا، حضرت اطم نے عبدالرحمن کے
 گھوڑے کو زخمی کر دیا، عبدالرحمن فزاری نے حضرت اطم
 پر نیزے سے وار کیا، اور ان کو شہید کر دیا، اور ان کے
 گھوڑے پر سوار ہو گیا، ان سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے شہسوار حضرت البرق اہ رضی اللہ عنہ نے آکر
 عبدالرحمن فزاری پر نیزہ ملا اور اس کو قتل کر دیا، پھر تم
 اس ذات کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت
 دی ہے، میں ان کا بیچھا کر بنا رہا اور پیدل ان کے پیچھے
 دوڑ رہا تھا کہ مجھے پیچھے کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا،
 اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بھی کسی نے
 مجھے نہیں دیکھا اور نہ ہی ان کا گردوغبار نظر آیا، حتیٰ کہ فرسوں
 آفتاب سے کچھ پیلے وہ لڑے پانی کی ایک گھاٹی پر
 پہنچے اس گھاٹی کا نام ذو قرد تھا، وہ لوگ سخت پیاسے
 تھے اور پانی پینے کے لیے پیچھے تھے، پھر انہوں نے مجھے
 دیکھا کہ میں دوڑ رہا چلا آ رہا ہوں، بالآخر میں نے ان کو پانی
 سے دُور جھکا دیا اور وہ ایک نظر پانی ہی نہ پی سکے، اب
 وہ ایک گھاٹی کی جانب دوڑ پڑے، میں بھی ان کے پیچھے
 دوڑا اور ان میں سے ایک شخص کے کندھے پر تیر مارا جو
 کندھے سے پار نکل گیا، میں نے کہا اس کو سنبھالو میں
 ابن الاکوع ہوں اور آج کینوں کی تباہی کا دن ہے اس
 نے کہا اس پر اس کی ماں روئے کیا وہ وہی اکوع ہے
 جو جرج سے ہی ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے، میں نے
 کہا ہاں اسے اپنی جان کے ذمے پر تیار وہی اکوع ہے
 جو جرج سے تمہارے پیچھے ہے، حضرت ابن الاکوع نے
 کہا انہوں نے دو گھوڑے گھاٹی پر چھوڑ دیے، میں ان
 دونوں گھوڑوں کو جھکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت میں لے آیا، وہاں نجد سے حضرت عامر نے،
 ان کے پاس ایک چھال میں دو دو تھا اور ایک مشکیزے میں پانی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ كَمَا قَالَ يَا سَلَمَةُ إِنَّ
 كُنْتُ تَوَمَّيْنُ بِاللَّهِ وَالنَّوْمِ الْأَخْيَرِ وَتَعْلَمُ
 أَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ فَلَا تَحُلْ
 بَيْنِي وَبَيْنَ الشَّهَادَةِ قَالَ فَتَعَلَّمْتَهُ
 كَمَا لَتَفِي هُوَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ فَتَعَلَّمُ
 بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ كَوَسْمٍ وَطَعْنَةً عِنْدَ الرَّحْمَنِ
 فَتَعَلَّمْتُ وَتَحْوَلُ عَلَيَّ قَرِيبًا وَتَحِجُّ أَبُو
 قَتَادَةَ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ فَطَعْنَتْهُ فَتَعَلَّمْتُ فَوَالَّذِي
 كَرَّمَتْ وَجْهَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَتَعْبَثُهُمْ أَعْدُو عَلَى رِجْلِي حَتَّى مَا أَمَّي
 وَمَا فِي مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَلَا عِبْرَ رِجْلِي شَيْئًا حَتَّى يَعْدِلُوا
 قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ إِلَى شُؤْبٍ فِيهِ مَا يُقَاتَلُ
 لَهُ دُؤُودٌ لِيَشْرَبُوا مِنْهُ وَهُوَ عِطَاشٌ
 قَالَ فَتَنْظَرُوا إِلَيْهِ أَعْدَاؤُهُ وَمَا هُمْ
 فَحَلَيْتُهُمْ عَنْهُ يَعْنِي أَجَلَيْتُهُمْ
 عَنْهُ كَمَا دَاخَلُوا مِنْهُ قَطْرَةً قَالَ وَ
 يَخْرُجُونَ فَيَسْتَدُونَ فِي ثَنِيَّةٍ
 قَالَ فَأَخَذُوا فَالْحَقَّ رَجُلًا فَنَهَضَهُمْ قَامِكًا
 يَسْتَهْمُ فِي لُغْضِ كَتِفِهِمْ قَالَ قُلْتُ خُذْ مَا
 وَأَنَا ابْنُ الْأَكُوْعِ وَالنَّوْمُ يُؤْمِرُ الرَّصِيعَ
 قَالَ يَا لَيْلَيْتُكَ أُمَّةٌ أَلْوَعَةُ جُرَّةٌ قَالَ
 قُلْتُ تَعَفُّ يَا عَدُو نَفْسِهِ الْوَعْلُكَ بَكْرَةً
 قَالَ وَآرَدُوا كَرَسِمِينَ عَلَيَّ فَنِيَّتِي قَالَ
 فَجِئْتُ بِهِمَا أَسْتَوْفُهُمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَتَحِجُّنِي عَامِرٌ
 يَسْطِطُ بِهَا فِيهَا مَنْ قَتَلَ مِنْ لَيْلِي وَسَطِطِيحِي
 فِيهَا مَا لَوْ كَتَوُ مَاتُ وَتَشْرِبُ لَوْ أَنَّ نَبِيَّ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
عَلَى الْمَاءِ الَّذِي حَلَّتْهُمُ عَنْهُ فَمَاذَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ
أَخَذَ تِلْكَ الْإِبِلَ وَكُلَّ شَيْءٍ اسْتَنْقَذْتُمْ
مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَكُلَّ رُمْحٍ وَبُرْدَةٍ وَإِذَا بَدَلُ
نَحْرًا قَتَلْتُمْ مِنَ الْإِبِلِ الَّذِي اسْتَنْقَذْتُمْ مِنَ
الْقَوْمِ وَإِذَا هُوَ يَشْوِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَيْدِهَا وَسَنَامِهَا قَالَ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَعْلِيئِي فَأَنْتَخِبُ مِنَ
الْقَوْمِ مِائَةَ رَجُلٍ فَأَتْبِعُ الْقَوْمَ فَلَا يَبْقَى
مِنْهُمْ مُخْبِرٌ إِلَّا قَتَلْتُهُ قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ
فِي ضَوْءِ النَّارِ فَقَالَ يَا سَلَمَةَ أَنْتَ أَلَمْ تَكُنْتَ
فَاعِيلاً قُلْتُ نَعَمْ وَالَّذِي أَكْرَمَكَ فَقَالَ
إِنَّهُمْ أَلَنْ لِيَقْرُونَ فِي أَرْضِ غَطَفَانَ قَالَ
فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ غَطَفَانَ كَقَالَ تَحَرَّ لَهُمْ
فُلَانٌ بِجُرُودٍ أَفَلَمَّا كَشَفُوا جِلْدَهُ أَرَادُوا غَنَابًا
فَقَالُوا أَتَاكُمْ الْقَوْمُ فَتَحَرَّجُوا هَارِيئِينَ فَلَمَّا
أَصْبَحْنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ خَيْرَ قُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُو قَتَادَةَ وَخَيْرُ
رَجَالِنَا سَلَمَةُ قَالَ ثُمَّ أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَيْنِ سَهْمِ الْقَارِيئِينَ
وَسَهْمِ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَا إِلَيَّ جَمِيعًا ثُمَّ
أَرَدَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرَاءَهُ عَلَى الْعَصْبَاءِ مَا اجْعَلِينَ إِلَى الْمَدِينَةِ
قَالَ فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيرُ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ
مِنَ الْأَنْصَارِ لَا يُسَبِّقُ شَيْئًا قَالَ فَجَعَلَ
يَقُولُ أَلَا مَسَابِقُ إِلَى الْمَدِينَةِ هَلْ مِنْ
مَسَابِقٍ فَجَعَلَ يُعِيدُ ذَلِكَ

تھا، میں نے وضو کیا اور وہ دھو چکا، پھر میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اسی پانی
کے پاس تھے جہاں سے میں نے لیٹروں کو بھگایا تھا،
میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوٹوں
پر قبضہ کر لیا تھا، اور ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا تھا جو
میں نے مشرکین سے چھینی تھیں، اور تمام نیزے اور
چاودیں لے لی تھیں، جو اونٹ میں نے چھینے تھے ان
میں سے ایک اونٹنی کو حضرت بلال نے ذبح کیا، وہ
اس کی کلہی اور کولہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
لیے بھون رہے تھے، حضرت ابن اکوع کہتے ہیں میں
نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں لشکر
میں سے سو آدمی چن کر ان لیٹروں کا پیچھا کروں اور
میں ان میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا کہ وہ اپنی قوم میں
جا کر خبری کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے پر تھک
کہ آگ کی روشنی میں آپ کی ڈاڑھیں دکھائی دیں، پھر آپ
نے فرمایا اے سلمہ! کیا تمہارا خیال ہے کہ تم ایسا کر سکتے ہو؟
میں نے کہا جی! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو
عزت دی ہے! آپ نے فرمایا ابھی تک وہ ارض غطفان
میں ہوں گے! حضرت ابن اکوع کہتے ہیں کہ اتنے میں
غطفان سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا فلاں شخص
نے ان کے لیے اونٹ ذبح کیا تھا، جب انہوں نے
اس کی کھال اتاری تو ان کو گردوغبار نظر آیا تو وہ کہنے لگے
وہ حملہ آور لوگ آگئے اور پھر وہ ان سے بھاگ کھڑے ہوئے
پھر حال جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہمارا سب سے بہترین گھوڑے سوار ابو قتادہ ہے اور
بہترین پیادہ سلمہ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
دو حصے عطا فرمائے، ایک حصہ گھوڑے سوار کا اور ایک
حصہ پیادے کا، میں نے ان دونوں حصوں کو اکٹھا کر لیا، پھر
میں نے ان کو اپنے گھوڑے پر باندھ لیا اور اپنے گھوڑے پر

بجھاویا اور ان کا حکم ہم میں کی طرف واپس جا رہے تھے انصاف میں سے ایک ایسا شخص تھا جس کا دوڑنے کی کئی مثالیں تھیں کر سکتا تھا، اس نے کہا کہ ان ایسا شخص ہے جو میرے ساتھ مدینہ تک دوڑ کر چلے، وہ بار بار چلے کرتا رہا، جب میں نے اس کی بات سنی تو میں نے کہا تم کسی بزرگ کی بزرگی کا خیال نہیں ہے اور تم کسی محزون آدمی کا لحاظ نہیں کرتے، اس نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا خیال نہیں کرتا، حضرت ابن اکرم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ پر میرے ماں باپ خدا ہوں مجھے اس شخص سے دوڑنے میں مقابلہ کرنے دیجئے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ، میں نے انصافی سے کہا میں تمہاری طرف آتا ہوں میں نے پیر پیر ٹھہرا کر کے (رکاب سے نکالا) اور سواری سے کود پڑا اور میری نے دوڑنا شروع کر دیا، جب ایک یا دو چڑھائیاں باقی رہ گئیں تو میں دم لینے کے لیے رُکا اور پھر اس کے پیچھے دوڑ پڑا، پھر جب ایک یا دو چڑھائیاں رہیں پھر میں بلند ہو کر اس سے جا ملا پھر میں نے اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک گھونسا مارا اور کہا عدا کی تمہاں تم (جوسے) پیچھے نہ جاؤ گے، اس نے کہا میرا بھی جیسا تھا، میں نے اس سے پہلے مدینہ پہنچ گیا، حضرت ابن اکرم بیان کرتے ہیں کہ عدا کی تمہاں ابھی ہم مدینہ میں تین لڑتے ہی چھڑے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیر بردار ہو گئے، اور میرے چچا حضرت عامر رضی اللہ عنہم قوم میں یہ اشارہ پڑھ رہے تھے کہ عدا کی تمہاں اللہ کی مدد نہ ہوتی تو تم ہلاکت نہ پاتے۔ صدقہ ادا کرتے نہ نماز پڑھتے۔

ہم ترے فضل سے مستغنی نہیں ہیں دشمن سے مقابلہ کے وقت تو ہم کراہت قدم رکھا۔ اور ہم پر سکون نازل فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا میں عامر ہوں، آپ نے فرمایا اللہ تمہاری مغفرت

كَلَامَهُ فَلَمَّا كَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لَا تَكُونُوا مِثْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا فِي دَارِي فِي دَارِي فَلَا سَائِبَ الرَّجُلِ قَالَ إِنْ شِئْتُمْ قَالَ قُلْتُ أَذْهَبَ إِلَيْكَ وَتَنَذَرْتُ رَجُلًا قَطَعَتْ قَعْدَةٌ قَالَ فَرَبَطْتُ عَلَيْهِ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ اسْتَبَقِي نَفْسِي ثُمَّ عَدَدْتُ فِي الْفِرْدِ فَرَبَطْتُ عَلَيْهِ شَرَفًا أَرْتَمْتُهُ فَيَنْفُذُ لِي رَهْفًا حَتَّى آتَحَقَّهُ قَالَ قَامَ صُكْرًا بَيْنَ كَيْفِيَّةٍ قَالَ قُلْتُ قَدْ سَبَقْتُ وَاللَّهِ قَالَ أَنَا أَطْلُقُ قَالَ فَسَبَقْتُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ قَوْلَهُ مَا لَيْشْنَا إِلَّا ثَلَاثُ كَيْلٍ حَتَّى تَحْرُجْنَا إِلَى عَجَبٍ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ عَيْتِي عَامًا يُرْتَجَدُ بِالْقَوْمِ

تَاللَّهِ لَوْ لَا اللَّهُ مَا اهْتَدَيْتُمْ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَفْنَيْتُمْ فَغَيْبَتِ الْأَقْدَامُ إِنْ لَا قَيْمًا وَأَنْ تَرَكْنَا سَيِّئَتَنَا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَذَا قَالَ أَلَا تَأْعَابُ رَسُولًا قَالَ عَفْوٌ لَكَ رَبُّكَ قَالَ وَمَا اسْتَعْفَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا نَسَانُ يَحْطِئُهُ إِلَّا اسْتَشْهَدَ فَتَالَ فَتَأْدَى عَمْرُؤُ الْفَخْطَابِ وَهُوَ عَلَى جَمَلٍ لَهُ يَا كَيْفَ اللَّهُ لَوْلَا مَا مَقَعْنَا بِعَامٍ قَالَ فَكَلَّمَا قَدِيمًا تَحْيِيْرًا قَالَ تَحْرِيْرًا مَلِكًا مَرَّ حَبَّ يَحْطِئُهُ بِسَيْفِهِ وَيَقُولُ ه

قَدْ عَلِمْتُ تَحْيِيْرًا فِي مَرْحَبٍ

فرماتے! حضرت ابن اکوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جس کے لیے بھی استغفار کرتے تھے وہ شہید ہو جاتا تھا حضرت
ابن اکوع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں
حالیکہ وہ اونٹ پر سوار تھے: اے اللہ کے نبی آپ نے میں
عامر سے فائدہ کیوں نہیں اٹھانے دیا، جب ہم خیر بنیے تو
ان کا بادشاہ مر جب یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا:

خیر جانتا ہے کہ میں مر جب ہوں۔

ہتھیاروں سے لیس، بہادر اور آزمودہ ہوں

جب لڑائی کی آگ جھڑکنے لگتی ہے۔

یہ سن کر میرے چچا عامر یہ رجز پڑھتے ہوئے اس کے مقابلہ
کے لیے نکلے۔

خیر خوب جانتا ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیاروں سے لیس، بہادر
اور لڑائیوں میں گھسنے والا ہوں۔

حضرت ابن اکوع بیان کرتے ہیں کہ دونوں کی تلواریں ایک دوسرے سے

ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں، اچانک مر جب کی تلوار حضرت عامر کی ڈھال پر پڑی حضرت عامر
کو تلوار مارنے کے لیے نیچے جھکے مگر تلوار ٹوٹ کر خود ان کو لگ گئی جس سے ان کے بازو

کی ایک رگ کٹ گئی اور وہ شہید ہو گئے حضرت سلمہ کہتے ہیں میں باہر نکلا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
میرے اصحاب یہ کہہ رہے تھے کہ عامر کا عمل اکارت کیا کیونکہ انہوں نے خود

کو قتل کر لیا، حضرت ابن اکوع کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں روتا ہوا گیا اور کہا یا رسول اللہ کیا عامر کے اعمال

رائیگیاں ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون

کہتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے اصحاب میں سے کچھ

لوگ کہہ رہے ہیں، آپ نے فرمایا جس شخص نے یہ کہا ہے

غلط کہا ہے، اس کو قرعہ دو گنا اجملے گا پھر آپ نے مجھے

حضرت علی کی طرف بھیجا وہاں حالیکہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں،

آپ نے فرمایا میں اس شخص کو جینڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے

رسول سے محبت کرتا ہو گا، یا فرمایا اس سے اللہ لہراں گا

رسول محبت کرتا ہو گا، پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس

گیا اور ان کو کہنے لگا آیا وہاں حالیکہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں

شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مُّجْتَرِبٌ

اِذَا الْحَرْوُوبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

قَالَ وَبَرْنَا لَهُ هَتَيْنِ عَامِرٌ فَقَالَ هـ

قَدْ عَلِمْتُ خَيْرٌ اَنِّي عَامِرٌ

شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مُّغَامِرٌ

قَالَ فَاخْتَلَفَا صُرُبَتَيْنِ فَوْقَ سَيْفِ

مَرْحَبٍ فِي تَرْسِ عَامِرٍ وَذَهَبَ عَامِرٌ يَسْئَلُ

لَهُ فَرَجَةً سَيْفُهُ عَلَى نَفْسِهِ فَقَطَعَ الْكَحْلَةَ

فَكَانَتْ فِيهَا نَفْسُهُ قَالَ سَلِمْتُ وَخَرَجْتُ

فَاِذَا نَفَرْنَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُونَ بَطْلٌ عَمَلِ عَامِرٍ قَتَلَ نَفْسَهُ

قَالَ فَاَمَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ اَنَا اَبِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بَطْلٌ عَمَلِ

عَامِرٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِكَ

قَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ بَلْ لَهٗ اَجْرٌ مَّرْتَيْنِ

ثُمَّ اَرْسَلَنِي اِلَى عَلِيٍّ وَهُوَ اَرْمَدٌ فَقَالَ

لَا عَظِيْبَيْنِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهُ وَرَسُوْلَهُ

اَوْ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلَهُ قَالَ فَاَتَيْتُ عَلِيًّا

فَجِئْتُ بِهٖ اَقْوَدُكَ وَهُوَ اَرْمَدٌ حَتَّى اَتَيْتُ

بِهٖ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَبِصَقٍ فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ وَاَعْطَا الرَّايَةَ

وَخَرَجَ مَرْحَبٌ فَقَالَ هـ

قَدْ عَلِمْتُ خَيْرٌ اَنِّي مَرْحَبٌ

شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مُّجْتَرِبٌ

اِذَا الْحَرْوُوبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

فَقَالَ عَلِيٌّ هـ

اَنَا الَّذِي سَمِعْتَنِي اُرْحَمُ حَيْدَرًا

كَلِمَتِ عَابَاتٍ كَرِيْمٍ كَقَوْلِكَ

میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا آپ نے ان کا ہاتھوں میں لٹاپ دہن والا دھنک ٹھیک ہر ٹھیک اور آپ نے ان کو جھنڈا دیا مرحب مقابلہ کے لیے یہ کہتا ہوا نکلا:
 مرحب جاتا ہے کہ میں مرحب ہوں،
 ہتھیاروں سے ہیں، بہادر اور آزمودہ ہوں
 جب جنگ کا آگ بھڑک اٹھی ہے۔

حضرت علی نے فرمایا:

میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر لکھا ہے۔ جو جنگوں کے شیر کی طرح رعب اور دہرہ والا ہے میں لوگوں کے ایک صلح کے بدلہ میں اس سے بڑا یہ بیان دیتا ہوں۔
 یہ حضرت علی نے مرحب کے سر پر ایک ضرب لگائی اور اس کو ہلاک کر دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے ہاتھ پر جبریل فرج کر دیا۔ ایک اور سند سے یہ روایت اس سے بھی زیادہ طوالت کے ساتھ بیان لگائی ہے۔

امام مسلم نے ایک اسناد سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

أَوْفِيهِمْ بِالْقَابِ كَيْلَ السَّكَّرَةِ
 قَالَ فَتَرَبَّ رَأْسُ مَوْحِبٍ لَقَاتَلَهُ ثُمَّ كَانَ
 الْفَتْحُ عَلَى يَدَيْهِ قَالَ إِنَّمَا هِيَ حِدَّةٌ تَنَسَّ
 مُحَمَّدٌ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّامِدِ
 بْنُ عَبْدِ النَّوَّارِ يَثَعْنَ عِكْرَمَةَ بْنِ عَمَّارٍ
 يَهْدَى الْحَدِيثَ بِطَوِيلٍ.

۲۵۶۴- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ
 لَنَا دِيْنِي السُّكْمِيُّ حَدَّثَنَا الْقَضْرِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ
 عَنْ عِكْرَمَةَ بْنِ عَمَّارٍ يَهْدَى.

حضرت علی کو حیدر کہنے کی تہنیت | اس حدیث میں ہے کہ حضرت علی نے رجب میں فرمایا میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے حیدر کا معنی ہے شیر، جب حضرت علی پیدا ہوئے تو ابتداً آپ کا والد نے آپ کا نام حیدر رکھا اور جب نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کو شیر قتل کرے گا اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا نام شیر ذکر کیا تاکہ مرحب ہوتے نہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کا نام ابتداً اسد رکھا تھا کیونکہ آپ کے جد کا نام اسد بن ہشام بن عبدمناف تھا، اس وقت ابوطالب کہیں گئے ہوئے تھے جب وہ آئے تو انہوں نے آپ کا نام علی رکھا، حیدر کا معنی غلط اور قوت ہے اور شیر بھی سخت قوی و زوردار ہے اس لیے اس کو حیدر کہتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی قوت کے اعتبار سے اپنے آپ کو حیدر سے تعبیر فرمایا تھا

مرحب کو حضرت علی نے قتل کیا تھا یا حضرت محمد بن مسلمہ نے؟ | علامہ فروزی لکھتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ مرحب کو حضرت علی نے قتل کیا تھا، علامہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب الدرر فی مختصر السیر میں لکھا ہے کہ محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا لیکن تحقیق یہ ہے کہ اس کو حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اکثر محدثین اور تفسیر نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ مہرب کو حضرت علی نے قتل کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار معجزات کا بیان | علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار معجزات کا بیان ہے: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے کنوئیں میں لعاب دہن ڈالا تو اس کا پانی زیادہ ہو گیا۔ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دیکھی ہوئی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئی، (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیش گوئی فرمائی کہ آپ جس کو جھنڈا دیں گے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خمیر فتح کرے گا (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ کبیرے غطفان میں قیام کریں گے اور ایسا ہی ہوا۔ لہ

دیگر فوائد حدیث | اس حدیث کے دیگر فوائد حسب ذیل ہیں: (۱) دشمن کے ساتھ صلح کرنے کا جواز جیسا کہ صلح مدینہ میں ہوا۔

(۲) لشکر سے پہلے مقدمہ الجیش کو بھیجا۔

(۳) حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت ابوقنادہ اور حضرت انعم اسدی رضی اللہ عنہم کے مناقب۔

(۴) جو شخص کوئی اچھا کام کرے اس کے سامنے اس کی تعریف کرنا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقنادہ اور حضرت سلمہ بن اکوع کے سامنے ان کی تعریف کی، اگر سامنے تعریف کرنے میں کوئی مصلحت ہو تو یہ مستحب ہے اور اگر اس میں کسی نکتہ کا اندیشہ ہو تو پھر مکروہ ہے اور اگر کسی ناجائز فائدہ کے حصول کے لیے کسی کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے تو پھر حرام ہے۔

(۵) دشمن کے گھوڑوں کی گونچیں کاٹنے اور ان کو قتل کرنے کا جواز، اور جنگ میں رجز پڑھنے کا جواز۔

(۶) مال غنیمت سے کچھ کھانے کا جواز اور مال غنیمت سے عطیات دینے کا استحباب۔

(۷) اگر سواری متصل ہو تو اس پر دوسرے شخص کو بٹھانے کا جواز، اور امام کی اجازت کے بغیر دشمن کو لٹکانے کا جواز جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہرب کو لٹکا رہا تھا۔

(۸) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت سے محبت اور حرص، اور اپنے آپ کو گھسان کی جنگ میں داخل کرنا۔

(۹) جو شخص کفار کے غلاف اڑاتا ہو مارا جائے وہ شہید ہے خواہ کفار کی ضرب سے مرے یا اپنے ہتھیار کی ضرب لگنے سے مر جائے۔

(۱۰) امام کا لشکر کے سپاہیوں کی تحقیق کرنا اور جس کے پاس ہتھیار نہ ہو ان کو ہتھیار فراہم کرنا۔

(۱۱) اس حدیث میں دوش کے مقابلہ کا بھی ثبوت ہے، جبکہ اس میں کوئی شرط نہ لگائی جائے۔

(۱۲) اس حدیث میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے کہ جب منہ اندھیرے سے دوڑتے دوڑتے رات ہو گئی، گھوڑے تھک گئے، اونٹ تھک گئے، لوگ سامان اور اسباب چھوڑ گئے، کھٹے مر گئے پھر حضرت سلمہ نے تھکے ہوئے

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی مترجم، Marfat.com، المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جلد فاس

کو کہا یا نہ پیا، جس کے پیسے دشمن کا تاقب کرتے رہے، اس کے باوجود یہ امت کا ایک بھلا شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
دشمن سے نہیں لڑتا بلکہ اللہ کے ساتھ لڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑنے والے کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے کامیاب کرے گا۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ الَّذِي كَفَّ

أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ الْآيَةَ

اللَّهُ تَعَالَى كَأَقْرَبِ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ

أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ الْآيَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
مکہ کے اسی آدمی جہلی بن عمیر سے صلح ہو کر اس سے وہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دھوکہ دے کر
غفلت میں غمگین کرنا چاہتے تھے، آپ نے ان کو پکڑ کر قید
کر لیا اور بعد میں چھوڑ دیا تب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت نازل
فرمائی: جس ذات نے ان کے اعمال کو تم سے روک
لیا اور جو میں ان پر قہاری فتح کے بعد انہیں اپنے انہوں کو
ان سے روک لیا۔

۳۵۶۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرٍو وَبْنُ مَعْتَدٍ

الْقَائِدُ قَدْحَةَ تَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا

حَقَّابُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَابِطِ بْنِ عَنَّا عَنْ أَبِي

مَالِكِ أَنَّ كَثِيرَ بْنَ رَجَلَةَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ

هَبَطُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنْ جَبَلِ النَّعِيمِ مَتَسَلِحِينَ يُرِيدُونَ فِرَارًا

فَالرَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ

فَأَخَذَهُمْ سَلْمًا فَاسْتَحْيَاهُمْ فَأَتْرَكَ اللَّهُ

عَنْ وَجَلَّ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ

وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِطَرْفِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ

أَطْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ -

بَابُ عَزْوِ النَّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت
ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جنگ حنین کے دن ایک خنجر لیا جو
ان کے پاس تھا، حضرت ابو طلحہ نے وہ خنجر دیکھ لیا، انہوں
نے کہا یا رسول اللہ! یہ ام سلمہ ہیں اور ان کے پاس ایک خنجر
ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یہ خنجر کیسا
ہے، حضرت ام سلمہ نے عرض کیا میں نے یہ خنجر اس لیے
لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں اس کا پیٹ
پھاڑ دوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے، حضرت
ام سلمہ نے کہا میرے بعد جو طعنہ آوے گا میں جو آپ سے شکست
کھا چکے ہیں ان کو قتل کر دوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: اسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کہانی ہے اور اس نے سچا

۳۵۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا حَقَّابُ بْنُ

سَلَمَةَ عَنْ قَابِطِ بْنِ عَنَّا عَنْ أَبِي

الْحَدَّادِ أَنَّ يَوْمَ حَنْظَلٍ تَجَرَّ جُرَّافًا فَكَانَ مَعَهَا

قَرَاهَا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا

أَمْرٌ سَلِيمٌ مَعَهَا خَنْجَرٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا

الْخَنْجَرُ قَالَتْ الْكَعْبَةُ كُنْتُ إِذَا دَنَا مِنِّي

أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَقْرَعُ بِي بِطَلْعَةِ

فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَضْرِبُكَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَقْتُلُ مَنْ

کیا ہے۔

بَعْدَنَا مِنَ التُّلُقَاءِ أَنْتُمْ مُؤَابِكٌ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أُمَّرُؤُا سَلِّحِي
إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَفَى وَأَحْسَنَ۔

(ف) فتح مکہ کے دن جو اہل مکہ مسلمان ہوئے ان کو طلاق کہا جاتا ہے، حضرت ام سلمہ نے ان کے قتل کا اس لیے مشورہ دیا تھا کہ ان کے خیال میں وہ لوگ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

ایک اور سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ام سلمہ
کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قصہ روایت کیا ہے۔

۲۵۶۷۔ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حَبِيبٍ
حَدَّثَنَا بَهْرٌ حَدَّثَنَا حَقَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا
إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ
بْنِ مَالِكٍ فِي قِصَّةِ أُمِّ سَلِيمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَثَلِ حَدِيثِ ثَابِتٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کرتے تھے تو آپ
کے ساتھ حضرت ام سلمہ اور انصار کی کچھ عورتیں بھی ہوتی تھیں
وہ پانی پلاتیں اور خمیوں کو دوا دیتیں۔

۲۵۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا
جَعْفَرُ بْنُ سَلِيمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَغْزُو بِأُمَّ سَلِيمٍ وَنِسْوَةِ قَوْمِ الْأَنْصَارِ
مَعَهَا إِذَا غَزَا فَيَسْتَقِينُ الْمَاءَ وَيُدَاوِي بَيْنَ
الْجَرْحِي۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ جنگ احد کے دن کچھ لوگوں نے شکست کھائی اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ
عنه آپ کے ساتھ تھے اور ایک ڈھال سے آپ پر آڑ کی
ہوتی تھی، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بڑے زبردست تیر انداز
تھے، اسی دن انہوں نے دو باتیں کمانیں توڑ دیں جب
کوئی شخص تیروں کا ترکش لے کر نکلتا تو رسول اللہ صلی اللہ
عليه وسلم فرماتے یہ تیر ابو طلحہ کے لیے رکھ دو، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم گردن اٹھا کر کافروں کی طرف دیکھتے تو حضرت ابو طلحہ
کہتے: اے اللہ کے ہی! آپ پر میرے ماں باپ لھا ہوا ہے
گردن اٹھائیے کہیں آپ کو گلاب کے تیروں میں سے کئی
تیر نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینے کے سامنے ہے۔

۲۵۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الدَّارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ
أَبُو مَعْمَرٍ الْيَمَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ صَهْبِيبٍ عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ
إِنْتَهَرَ مَرْتَأَى مِنَ النَّاسِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ
يَدَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُوبَتْ
عَلَيْهَا يَحْتَجِسَةٌ قَالَ وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا
رَامِيًا شَدِيدًا لَزِيمًا وَكَسْرًا يَوْمًا مِثْلَ
قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ
يَمُرُّ مَعَ الْجَعْبَةِ مِنَ الْقَبْلِ فَيَسْتَوْلُ
أَنْتُرَهَا لِأَنَّ طَلْحَةَ قَالَ وَيُفِيهِ

جلد خامس

ابو بکر اور حضرت ام سلمہ اپنے اپنے اوپر کیے ہوئے تھے اور میں نے ان کی پندہوں کی پازیب کر دیکھا، وہ دونوں اپنی پشت پر ٹھک لاد کر لاتی تھیں، پھر لوگوں کے منہ میں اس سے پانی ڈالتیں پھروٹ کر جاتیں، پھر ان مشیکروں کو جہز می پیرا کر مشیکروں کے منہ سے لوگوں کو پانی پاتیں۔ اس دن حضرت ابو طلحہ کے ہاتھ سے دویا بن بارادینح کی وجہ سے تھوڑا کر گئی۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْقِضُ إِلَيْكَ الْقَوْمَ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ يَا بِنْتِ اللَّهِ يَا بِنْتِ اللَّهِ وَأَنْتِ لَا تَشْرِي لِي عَيْبَكَ سَمِعْتُمْ مِنْ يَهُودِ الْقَوْمِ تَحْرِي دُونَ تَحْرِيكَ قَالَ وَ لَقَدْ رَأَيْتُ مَا شِئْتُمْ يَا بِنْتِ اللَّهِ وَأَمْرٌ سَكِينٌ وَإِنَّمَا كُنْتُمْ تَرْتَانِ أُنْزِلِي خَدَّكَ سَوْفِيهِمَا تَنْقَلِبُ الْعَيْبَ عَلَى مَعْتُونِهِمَا ثُمَّ تَنْفِرُ غَائِبَةً فِي أَعْوَابِهِمْ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَأْنِيَا ثُمَّ تَجِيئَانِ تَنْفِرَا فِيهِ فِي أَعْوَابِ الْقَوْمِ وَ لَقَدْ دَعَا الشَّيْطَانُ مِنْ يَدَايَ فِي طَلْحَةَ إِمَامًا مَوْتَكَيْنِ وَإِنَّا كَلَّمْنَا مِنْ النَّعَاسِ

(فہم) اس حدیث میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے غزوہ اُمد میں شریک ہونے اور ان کی پازیب کمانی دینے کا ذکر ہے لیکن یہ خیال رہے کہ غزوہ اُمد میں جہزی میں واقع ہوا ہے اور حجاب کے احکام پانچ جہزی میں غزوہ احزاب کے بعد نازل ہوئے ہیں۔

جہاد میں عورتوں کی شرکت کا بیان | اس حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتیں بھی جہاد میں جاتی تھیں اور عورتیں پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ ثابت ہے کہ عورتیں جہاد کے لیے جاسکتی ہیں اور ان سے پانی پلانے اور دوا وغیرہ میں استفادہ کیا جاسکتا ہے، عورتوں کا علاج کرنا ان کے شوہروں اور محرموں کے ساتھ خاص تھا اور اگر شوہر محرم کے علاج میں اس کے جہم کو شکر کرنا پڑے تو وہ بھی ضرورت کی بنا پر جاتا ہے۔

اس باب کی حدیث نمبر ۲۵۶۶ میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ اُمد کے دن حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما اپنے اپنے اوپر کیے ہوئے تھے، میں نے ان کی پندہوں کی پازیب کر دیکھا، وہ دونوں اپنی پشت پر مشیکرے لاد کر لاتی تھیں۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف پازیب کر دیکھا تھا کیونکہ یہ جنگ اُمد کا واقعہ ہے اور حجاب کے احکام غزوہ احزاب کے بعد نازل ہوئے ہیں، اس وقت تک عورتوں کی طوط دیکھنا حرام نہیں کیا گیا تھا نیز اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت انس نے ان کی طرف تھوڑا دیکھا تھا یہ حدیث اس پر معمول ہے کہ ان کی پازیب کی طوط حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نحو امام تک بلا قصد پڑ گئی تھی لیکن انہوں نے ان کو نگاہ بھڑک نہیں دیکھا۔ لے

۱۔ علامہ ابن جن شرف نووی سنہ ۶۶۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ موزعہ سماج المدللین کراچی، المطبعة الادلی، ۱۳۷۵ھ

اوبى اخرا تعن اولسآ ثمن او ما مکتک ایما نهن
 او العا بعین غیرا ولى الادیب من الرجال واطلق
 الذین لهدیظهورا علی عورات النساء وولا
 یضربن بأرجلهن لیعلم ما ینفخین من
 ثیفنتهن وتعبوا الی الله جمیعا ایہ المؤمنون
 لعلکم تغلحون۔

(نور: ۳۱)

ان کے باپ، ان کے شوہروں کے باپ، ان کے بیٹے،
 ان کے شوہروں کے بیٹے، ان کے بھائی، ان کے بھائیوں
 کے بیٹے، ان کی بہنوں کے بیٹے، دیگر مسلمان عورتیں ان
 کی شوہریاں اور ایسے غلام میٹھی مزدعمت گار، جو عورتوں کی
 خواہش نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو اسی عورتوں کی پوشیدہ
 باتوں سے واقف نہ ہوتے ہوں، مسلمان عورتیں اپنے
 بہنوں کو زمین پر مار نہ کر چلاکیں جس سے ان کی پوشیدہ زینت
 کا ظہور کو علم ہو جائے، اور اسے مؤمنزاتم سب مل کر
 اللہ سے قربہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

سورہ نور مدنی ہے اس میں واقعہ انک سے متعلق آیات نازل ہوئی ہیں، واقعہ انک غزوہ بدر مصطلق یا غزوہ بدر میں
 سے واپسی کے موقع پر پیش آیا تھا، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں امام ابن اسحاق کے قول کے مطابق یہ غزوہ چھ ہجری میں
 پیش آیا تھا اور عمر بن الخطاب نے کہا یہ غزوہ چار ہجری میں پیش آیا تھا۔
 ہمارے نزدیک چار ہجری کا قول صحیح ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ سورہ نور چار ہجری میں نازل ہوئی اور اسی سال
 عورتوں کے ستر کا حکم نازل ہوا اس ستر کا تعلق حمام سے ہے اور یہ نازل اور حالت احرام کے اعتبار سے ستر کا حکم ہے۔
 سورہ نور کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عورتیں اپنی زینت
 محضت کے ستر کے متعلق مفسرین احادیث کا نظریہ |
 کو کسی پر ظاہر نہ کریں، البتہ جو زینت ظاہر ہو وہ اس حکم سے مستثنی
 ہے، علامہ ابوبکر رازی جہاں منہی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اس زینت سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں، کیونکہ ستر چہرہ کی زینت ہے اور
 منہ ہی اور ہاتھوں کی زینت ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے چہرہ اور ہاتھوں کی طوط دیکھا (ضرورت کے وقت اجاب
 کر دیا ہے تو اس کا احوال تقاضا یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا بھی مباح ہو، چہرے اور ہاتھوں کے واجب الستر
 نہ ہونے پر مدلل یہ ہے کہ عورت چہرے اور ہاتھوں کو کھول کر نماز پڑھتی ہے اور اگر یہ واجب الستر (عورت یا شہرگاہ)
 جس سے قرآن کو چھپانا بھی فرض ہوتا، اور جب عورت کا چہرہ اور ہاتھ ستر نہیں ہیں تو اجنبی شخص کے لیے عورت کے ہاتھوں
 اور اس کے چہرہ کو بلا شہرت دیکھنا جائز ہے، اور شہرت سے دیکھنا جائز نہیں۔

عورت کے ستر کے متعلق مفسرین شافعیہ کا نظریہ |
 امام نوویدین رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں
 لکھتے ہیں:

اجنبی مرد کے حق میں آناد عورت کا تمام جسم عورت (واجب الستر) ہے اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اس کے جسم

۱۔ حافظہ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر نے شافعی فتاویٰ ۸۵۲ء، فتح البدری ج ۳، ص ۲۲۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۰۱ھ

۲۔ علامہ ابوبکر رازی علی رازی جہاں منہی شافعی ۳۰، احکام القرآن ج ۳، ص ۳۱۶-۳۱۷، مطبوعہ دارالکتاب لاہور، ۱۳۰۰ھ

کی طرف بلا ضرورت دیکھنا جائز نہیں ہے یہ

عورت کے سر کے متعلق مفسرین مالکیہ کا نظریہ | اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو زینت ظاہرہ کرنے کے حکم سے ان زینت

اخلاف ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا زینت ظاہرہ سے مراد لباس ہے، ابن جبیر نے کہا اس سے مراد چہرہ ہے اور سعید بن جبیر، عطاء، اور اوزاعی نے کہا اس سے چہرہ، ہتھیلیاں اور لباس مراد ہے، حضرت ابن عباس، قتادہ اور حضرت مور بن مخرمہ نے کہا زینت سے مراد سر، کنگن، نصف کلائیوں تک ہاتھوں کا رنگ اور کانوں کی بائیاں اور بندے وغیرہ ہیں سو عورت کے لیے آنے والے لوگوں کے سامنے اس زینت کو ظاہر کرنا جائز ہے، علامہ طبری نے نصف کلائیوں کو ظاہر کرنے کے متعلق یہ حدیث ذکر کی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحل لامرأتھن ان یتھموا بالیوم الاخر اذا

عماکت ان تظھرا لوجھھا ویربھا الی ہھتا

وقبض علی نصف الذراعی۔

جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے بالغ ہونے کے بعد چہرے اور ہاتھوں تک ہاتھوں کے سوا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے پھر آپ نے آدمی کلائیوں تک ہاتھوں کو پکڑا۔

ابن عطیہ نے کہا میرے نزدیک اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ عورت کو اپنے تمام جسم کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے البتہ کام کاج کرتے وقت یا کسی اور مجبوری سے اس کا چہرہ اور ہاتھ اگر کھل جائیں تو وہ چھپانے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ بہت اچھا قول ہے کیونکہ کام کاج کرتے وقت عادتاً اور نماز اور حج وغیرہ کو ادا کرتے وقت غالباً چہرہ اور ہاتھ کھل جاتے ہیں، اس لیے یہ استثناء انہیں کی طرف راجع ہے، امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء سے فرمایا: اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو اس سے اس کے سوا اور کسی عضو کا نظر آنا جائز نہیں ہے، اور آپ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا، یہ حدیث ضعیف ہے۔ سعیدی) اور ہمارے فقہاء میں سے ابن خویرمنداؤنے یہ کہا ہے کہ جب کوئی عورت خوب صورت ہو اور اس کے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو چھپانا بھی واجب ہے، اور بڑھی یا بد صورت عورت کے لیے اپنے چہرہ اور ہاتھوں کا ظاہر کرنا جائز ہے۔

عورت کے سر کے متعلق مفسرین حنبلیہ کا نظریہ | زینت ظاہرہ کی سات تفسیریں ہیں: (۱) حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں (۲) حضرت ابن مسعود

سے دوسری روایت ہے اس سے مراد چادر ہے (۳) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ سر اور اعضاء گھٹائی ہے۔ (۴) حضرت سعید بن مخرمہ سے روایت ہے کہ یہ کنگن، انگلی اور سر ہے (۵) مجاہد سے روایت ہے کہ یہ سر، انگلی اور ہندی کا رنگ ہے (۶) حسن بصری نے کہا یہ انگلی اور کنگن ہے (۷) فصاک نے کہا کہ یہ چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔

۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۶۰، مطبوعہ دارالکتاب بیروت الطبعة الثانیة ۱۹۸۰ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد رافعی قرطبی، البیہودۃ فی تفسیر القرآن، ۲۲۹-۲۳۸، مطبوعہ انتشارات مکتبہ المدینہ، بیروت

کا معنی ابرو پیلنے کا کہ پہلا قول صحت کے زیادہ قریب ہے۔ امام احمد نے اس کی تصریح کی کہ ہے اور کہا ہے کہ زینت ظاہر پوشے میں دیکھ کر اس کی ہر چیز ستر ہے مگر اس کے ناخن بھی ستر ہیں۔ امام احمد کے اس قول سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نیزہ ہڈ کے اعلیٰ حودوں کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے، ہاں اگر کوئی ہڈ پر مشتمل اس سے نکاح کا ارادہ ہو یا اس کو گواہ بنانا چاہتا ہو تو صرف اس کے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے اور نیزہ ہڈ کے اس کے چہرے کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے خواہ شہوت، امر یا نہ ہو اور عداوت اس کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھے یا جہم کے کسی اور حصہ کی طرف۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ چہرہ کو گھومنے سے اس کی نازکیوں باطل نہیں ہوتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ چہرہ چھپانے میں مشقت ہے اس لیے اس کو گھومنے کی مشقت دی گئی ہے۔ لہٰذا

تسلسل میں کہ اس آیت میں گھومتے کے ستر سے اس زینت کو مستثنیٰ کیا ہے جو از خود ظاہر ہو، اور صحیح یہ ہے کہ اس زینت سے مراد لباس ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے خداوندین تک عند کل مسجد (اعراف، ۳۱/۱۰) نہ ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو، اس لیے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ غور زوں کو خود اپنی زینت کا اظہار اور نمائش نہیں کرنی چاہیے البتہ جو زینت از خود ظاہر ہو جائے نہ مستثنیٰ ہے جیسے چادر یا دو پیر کا بڑا سے اڑ جانا، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حسن بصری، ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے، اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عورت کا تمام جسم واجب الستر ہے، اور بن معنی مفسرین نے یہاں زینت سے چہرہ اور ہاتھ مراد لیا ہے۔ ان کے قول کی تقدیر پر چہرہ اور ہاتھ عورت کے ستر سے مستثنیٰ ہیں، عجب سے مستثنیٰ نہیں ہیں، البتہ نماز اور احرام کے ستر کا بیان ہے نظر کے ستر کا بیان نہیں ہے۔ امام شافعی اور امام حنفی نے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنے کو مباح ضرورت کے سوا مطلقاً حرام کہا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے شہوت سے دیکھنے کو حرام کہا ہے۔

عورت کے ستر کے متعلق احادیث | امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال
 لي السراة عورة فماذا خرجت استشر فيها
 الشيطان هذا حديث حسن صحيح
 غريب يله

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: عورت واجب الستر
 ہے، جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اپنے اہرہ
 پر ہاتھ رکھ کر اس کو دیکھتا رہتا ہے۔

اسی حدیث میں عورت کے واجب الستر ہونے کی روشنی اور واضح دلیل ہے۔

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
 عن عائشة ان اسماء بنت ابی بکر دخلت
 على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليها ثياب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت
 اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد حرزی صلی ترمذی، ۵۹۷ھ، زاد المسیر، ج ۵، ص ۳۲-۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
 ۲۔ امام ابوالحسن محمد بن عیسیٰ ترمذی ترمذی، ۲۹۹ھ، جامع ترمذی، ص ۱۸۹، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، کتب کراچی

رفاق فاعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم
وقال يا اساءة ان المرأة اذا بلغت المحيض لم
يصلح لها ان يروى منها الا هذا وهذا
واشياء ابى وجهه وكفيه قال ابو داود
هذا مرسل له

کی خدمت میں حاضر ہوئی درآنجا ایک انہوں نے ہاریک
کپڑے پہنے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان کو دیکھ کر منہ پھیر لیا اور فرمایا: اسے اسما واجب عورت
بالغ ہو جائے تو اس کی صرف یہ چیز اور یہ چیز دکھانی دینی
چاہیے، آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ
کیا۔ امام ابو داؤد نے کہا یہ حدیث مرسل، یعنی منقطع ہے۔

جو فقہاء اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے دیکھنے کو جائز کہتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں
لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ اول تو یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ خالد بن دریک نے حضرت عائشہ کا زمانہ نہیں پایا اور
اس کا حضرت عائشہ سے سماع نہیں ہے چنانچہ امام ابو داؤد نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے، ثانیاً اس کی سند میں سعید بن جبیر
ضعیف راوی ہے، علاوہ ازیں یہ حدیث احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کے واقعہ پر معمول ہے، نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ
اس حدیث میں ناز اور حالت احرام کے ستر کا بیان ہے، حجاب اور نظر کے ستر کا بیان نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم نے
اس کا ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بانہ عورت کی نماز دوپٹے کے
بغیر قبول نہیں کرتا۔

عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله
عليه وسلم انه قال لا تقبل صلاة حائض الا
بخمار له

اس حدیث کو امام نسائی کے سوا تمام ائمہ ستر نے روایت کیا ہے۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عورت تہجد کے بغیر دوپٹے
اور قمیص میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب
اس کی قمیص اتنی لمبی ہو کہ اس کے قدموں کی پشت کو چھپا
سکے!

عن ام سلمة انها سألت النبي صلى الله عليه و
سلواته صلى المرأة في دمار وخمار ليس
عليها انما رفق قال اذا كان الدرعا سابغا يغطي
ظهور قدميها له

امام حاکم بیضاوردی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متروک ۲۷۵، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۱۱، مطبع مجتہدی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۲۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متروک ۲۵۸، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ طاق

۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متروک ۲۷۵، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۱۱، مطبع مجتہدی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے،
لیکن امام بخاری اللہ سلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

ہذا حدیث صحیح علی شرط الصنادید ولو
یخبر بہ - ۱۰

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۱

علامہ ابوالحسن الرضائی حنفی لکھتے ہیں:
آزاد عورت کا چہرہ اور ہاتھوں کے سوا پورا جسم ستر

ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: «المرأة عورة ما تستور من آفة عورت چھپانے جانے کی چیز ہے» اور
ہاتھوں اور چہرے کا اشتہاء اس لیے ہے کہ کام کاج اور اداوار شہادت کے وقت اس کو انھیں ظاہر کرنا پڑتا ہے، علامہ
الرضائی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ عورت کے قدم بھی ستر میں اور ایک قول یہ ہے کہ عورت کے قدم
ستر میں ہیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ ۱۲

علامہ ابن مہام نے لکھا ہے کہ عورت کے قدم کو ستر سے اس لیے مستثنیٰ کیا ہے کہ آنے جانے اور چلنے پھرنے
میں قدموں کے اظہار کی ضرورت پڑتی ہے، تاہم احادیث اور آثار میں عورت کے ستر سے قدموں کا اشتہاء نہیں ہے
بلکہ سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی میں حضرت ابراہیم کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ عورت کے قدم بھی ستر ہیں۔

علامہ ابن مہام اس بحث میں لکھتے ہیں کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے ستر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا
کہ ان کی طرف دیکھنا جائز ہے، کیونکہ دیکھنے کا اجاز اس پر معروف ہے کہ وہ چیز نہ ستر ہو نہ اس کے دیکھنے سے شہوت
کا عنصر ہو، اس وجہ سے جب شہوت کا عنصر ہو تو عورت اور بے لرشیں لڑکے کے چہرے کی طرف دیکھنا حرام ہے ۱۳
علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں:

عورت کے ستر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ
اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز میں چہرہ ظاہر
کرنا عورت کے لیے جائز ہے اور چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ جسم کے کسی حصہ کو نماز میں ظاہر کرنا جائز نہیں ہے
اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز میں عورت پر سر ڈھانپنا واجب ہے، امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ عورت کے قدم
ستر نہیں ہیں کیونکہ پیروں کو بھی چہرے کی طرح ظاہر کرنا پڑتا ہے۔

چہرے اور ہاتھوں کے ستر نہ ہونے پر دلائل قائم کرتے ہوئے علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے ولا یبدین منہن ذواتہن الا ما ظہر منہا (نور: ۳۱) اور حضرت ابن عباس نے الاما ظہر منہا کی
تفسیر میں فرمایا ہے اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو حالت احرام میں دستانے اور نقاب
پہننے سے منع فرمایا ہے اگر عورت کا چہرہ اور اس کے ہاتھ ستر ہوتے اور ان کا چھپانا واجب مگر نقاب ان کو چھپانے

۱۔ ۱۱ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری سنن میں ۴۰۵، المستدرک ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ دار الازہار الشریعہ والترویج کراچی

۲۔ ۱۱ احمد بن حنبلین بیہقی سنن میں ۴۵۸، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۳۲، مطبوعہ مکتبۃ السنن عثمان

۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرضائی حنفی سنن میں ۵۹۲، برایہ اولین ص ۶۶، مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ عثمان

۴۔ علامہ کمال الدین ابن مہام حنفی سنن میں ۸۶۱، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۶، مطبوعہ مکتبۃ لودیہ رضویہ کراچی

سے منع نہ فرماتے، نیز خرید و فروخت کے وقت چہرہ کھولنا پڑتا ہے اور عین دین کے وقت ہاتھوں کو ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے ضرورت کا تقاضا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر نہ ہوں۔ (یہ تمام بحث نماز اور احرام کے ستر میں ہے ستر نظر اور حجاب میں نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں بعض فقہاء حنبلیہ نے کہا ہے کہ عورت کا پورا جسم ستر ہے کیونکہ امام ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ "المرأۃ عورة" "عورت واجب الستر ہے" امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، لیکن چہرے اور ہاتھوں کو کھولنے کی رخصت دی گئی ہے کیونکہ ان کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہے اور نہ کھولنے میں مشقت ہے، اور جو شخص کسی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے، کیونکہ چہرہ عین المحاسن ہے۔ (اس بحث کا تقاضا یہ ہے کہ ضرورت کے وقت چہرہ کھولنا جائز ہے اس سے مطلقاً چہرے کا بے حجاب کرنا لازم نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: عورت کے پیروں کے ستر ہونے پر یہ دلیل ہے کہ امام ابو داؤد نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا عورت بغیر تہبند کے (صرف) دوپٹے اور قمیص سے ناز پڑھ سکتی ہے، آپ نے فرمایا ہاں بشرطیکہ اس کی قمیص اس کے پیروں کی پشت کو ڈھانپ لے، اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو بکتر سے لٹکانا ہو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت) نہیں فرماتا۔ حضرت ام سلمہ نے پوچھا پھر عورت میں اپنے کپڑوں کے دامن کو کیا کریں؟ آپ نے فرمایا اس کو ایک بالشت تک لٹکالیں، حضرت ام سلمہ نے کہا پھر تو ان کے پیر کھل جائیں گے، آپ نے فرمایا پھر وہ ایک ہاتھ تک کپڑا لٹکالیں اور اس سے زیادہ نہ کریں، امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کے قدموں کو چھپانا واجب ہے، کیونکہ احرام میں پیروں کا کھولنا ضروری نہیں ہے، لہذا پنڈلیوں کی طرح عورت کے قدموں کو بھی نماز میں چھپانا واجب ہے۔

علامہ ابوالاسحاق شیرازی شافعی کہتے ہیں:

عورت کے ستر کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

چہرے اور ہاتھوں کے سوا آزاد عورت کا تمام بدن

واجب الستر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا یبدین غیرہن الا ما ظہر منها حضرت ابن عباس نے فرمایا اس آیت میں چہرہ اور ہاتھوں کو چھپانے کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے، نیز اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو حالت احرام میں نقاب اور تانے پہننے سے منع فرمایا ہے، اگر چہ اور ہاتھ واجب الستر ہوتے تو ان کا چھپانا ممنوع نہ ہوتا، اور عورت کو خرید و فروخت کے وقت چہرے کو ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور کوئی چیز لینے یا دینے کے وقت ہاتھوں کو ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

علامہ نووی شافعی اس کی شرح میں کہتے ہیں: چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا عورت کا تمام بدن واجب الستر ہے، ہتھیلیاں ہاتھ کے پہنچوں تک ستر سے مستثنیٰ ہیں، عواصان کے بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت کا باطن قدم ستر نہیں ہے اور مزنی نے کہا ہے کہ عورت کا قدم واجب الستر نہیں ہے۔ لیکن مختار مذہب یہی ہے کہ عورت کا قدم واجب الستر ہے۔

۱۔ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متروقی ۲۲۰ھ، المنی ج ۱ ص ۳۵۰-۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متروقی ۲۲۰ھ، المنی ج ۱ ص ۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

marfat.com

یہ بحث بھی نماز اور احرام کے ستر میں سے ستر نظر میں نہیں ہے۔

عورت کے ستر کے متعلق فقہاء و بالکلیہ کا نظر یہ | اعلام در دبر ناگکی مکتھے ہیں:

اس کے سر کے بال بھی ستر ہیں یہ ستر انہی مسلمان کے اعتبار سے ہے، اہل جنہی کافر کے اعتبار سے اس کا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی ستر ہیں۔ اہل لطف اہل معذی کے ساتھ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو نہ دیکھنا حرام ہے اہل لذت اہل لطف اندوزی کے نیز دیکھنا جائز ہے۔

یہاں تک ہم نے عورت کے ستر کے متعلق قرآن مجید کی آیت، احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے مفسرین اور فقہاء کی تصریحات پیش کی ہیں جن سب کا حاصل یہ ہے کہ آزاد عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا آزاد عورت کا پورا جسم ستر ہے اور اس کا چھپانا فرض ہے۔ ضرورت کی بنا پر چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر کیا جاسکتا ہے، اسی طرح ضرورت کی بنا پر عورت کے چہرے کو بلا شہوت دیکھنا جائز ہے اور شہوت کے ساتھ عورت کے چہرے کو دیکھنا جائز اور حرام ہے۔ اس جگہ شہوت سے مراد یہ ہے کہ دیکھنے والا عورت کے چہرے کو میلان نفس کے ساتھ دیکھے اور اس کو دیکھ کر لطف اور لذت حاصل کرے۔

ستر سے مراد عورت کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کو شوہر کے علاوہ کسی اور شخص پر ظاہر کرنا جائز نہیں ہے اور محرم اور غیر محرم ہر شخص سے جسم کے اس حصہ کو چھپانا فرض ہے اور یہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں تک ہاتھوں کے علاوہ اس کا پورا جسم ہے۔ قرآن مجید، احادیث، آثار اور جمہور مفسرین اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے ہم نے اس چیز کو مراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے سوا آزاد عورت کا تمام جسم واجب الستر ہے باقی رہا یہ کہ آزاد عورت اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دے یا ان کو بھی ستور اور حجاب میں رکھے سوزن کی وضاحت ہم حجاب کی بحث میں کریں گے۔

عورت کے حجاب کی تحقیق | ستر سے مراد عورت کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کو شوہر کے علاوہ کسی اور پر ظاہر کرنا جائز نہیں ہے اور یہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ آزاد عورت کا پورا جسم ہے۔

یہاں چہرہ اور ہاتھ تو عورت ان کو اپنے محرم کے سامنے کھول سکتی ہے مثلاً باپ، دادا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتنا، بیٹی اور بھائی اور بھانجی اور غیر محرم ہیں ان کے سامنے اس کو چہرے اور ہاتھوں کو بھی حجاب میں رکھنا لازم ہے اور چونکہ عورت کا چہرہ فقہ کا محل ہے اور اس کے چہرے کو دیکھنا متعدد مفاسد کا سبب اور پیش خیمہ ہے اس لیے اس پر لازم ہے کہ اپنے چہرے کو حجاب میں رکھے اور لوگوں کو دعوت ابتداء نہ دے۔

امام موسیٰ بن عقبہ کی تفسیر کے مطابق سورہ نساء، ۱۴، مجری میں نازل ہوتی جس میں عورت کے ستر کے احکام نازل ہوئے۔ مدیح مودہ میں ترواج سلطنت اہل اسلام مسلمان عورتیں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے باہر آتی ہاتی تھیں اور ستر کے احکام کے مطابق ہی باہر نکلتی تھیں، ان کا چہرہ اور ہاتھ کھلے ہوئے ہوتے تھے اور باقی جسم ڈھکا ہوا ہوتا تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر باہر میں کرتے تھے یا رسول اللہ! آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں آپ

علہ۔ علامہ ابن کثیر، سیری احمد در دبر ناگکی ستر، ۱۱۹۰ھ، شرح الکلیہ ج ۱ ص ۲۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

اپنی ازواج کو حجاب پر پروہ کرنے کا حکم دیکھئے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں کے لیے حجاب کے احکام نازل فرما دیے۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان اذ واج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن ینخرجن باللیل اذا تبرهن المناصح وھی صعیدا فیہ وکان عمہ یقول للنبی صلی اللہ علیہ وسلم احجب نساءک فلم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فخرجت سوداء بنت زمعة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ من الیالی عشاء وکانت امرأۃ طویلۃ فناداها عمہ الا قد عرفناک یا سودہ حرصا علی ان ینزل الحجاب فانزل اللہ الحجاب۔ ۱۰

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تھنار حاجت کے لیے رات کو وسیع میدانوں میں جاتی تھیں (ادھر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کرتے رہتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نزل وحی کے انتظار میں) ایسا نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سودائ بنت زمعہ کسی رات کو عشاء کے وقت تھنار حاجت کے لیے گئیں، وہ دراز قد عورت تھیں، حضرت عمر نے انھیں آواز دی: سنیے اسے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے، حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا تھا تاکہ عورتوں کے باہر نکلنے کے متعلق پروہ کے احکام نازل ہو جائیں سو اللہ تعالیٰ نے حجاب کے احکام نازل کر دیے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۰
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال عمر یا رسول اللہ یدخل علیک البر والفاجر فلو امرت امہات المؤمنین بالحجاب فانزل اللہ آیتہ الحجاب۔ ۱۱

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بدہرتم کے لوگ آتے ہیں کاشش آپ امہات المؤمنین کو حجاب میں رہنے کا حکم دے دیں، پس اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل کر دی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۱

- ۱۰۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ نوریہ دار مع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۱۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ نوریہ دار مع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ نوریہ دار مع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۱۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ نوریہ دار مع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہ تو ایک مکمل عورتی بدیہی بات ہے کہ احکام حجاب نازل ہوئے سے پہلے مسلمان عورتیں جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلتی تھیں تو چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ ان کا سلاجم مستور ہوتا تھا خصوصاً سونے ندر میں احکام ستر نازل ہونے کے بعد تو اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اب سونہ احزاب میں احکام حجاب نازل ہونے کے بعد بھی اگر مسلمان عورتیں اسی طرح نکلے منظر پر تھیں یا ان کا اسی طرح نکلے منظر پر نہ ہوتا تو احکام حجاب نازل ہونے کا کیا ثمرہ مرتب ہوا اور آیات حجاب کو نازل کرنے سے کیا مقصد حاصل ہوا؟ اس لیے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آیات حجاب میں عورتوں کو اپنے منہ اور ہاتھوں کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور حجاب ستر سے زائد چیز ہے، ستر عورت کے جسم کے اس حصہ کو چھپانا ہے، جس کو شوہر کے سوا کسی اور شخص کے سامنے ظاہر نہیں کیا جاسکتا اور یہ ہاتھوں اور چہرے کے سوا عورت کا سلاجم ہے، عورت اپنے ملام رباب، بجائی وغیرہ کے سامنے صورت چہرہ اور ہاتھ ظاہر کر سکتی ہے اور ان کا جسم چھپانے لگا اور حجاب کا تقاضا یہ ہے کہ عورت غیر محرم اجنبیوں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپانے لگی، چونکہ پہلے مسلمان عورتیں اور ازواج مطہرات اجنبی مردوں کے سامنے چہرے کو نہیں چھپاتی تھیں اسی لیے حضرت عمر معترض رہتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے آیات حجاب نازل کر دیں تو ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں نے اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو حجاب میں مستور کر لیا۔

عورت کے حجاب کے متعلق قرآن مجید کی آیات | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذَا سَأَلْتَهُمْ مَتَا عَافَسْتُهُمْ مِنْ
وَسَاءَ حِجَابٌ ذَٰلِكَ اَطْرَافُ الْقُلُوبِ يَكْفُرُ قُلُوبُهُمْ
(احزاب ۵۲)

نیز ارشاد تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ اذْنَابُكُمْ
وَمَا لَكُمْ اذْنَابُ ان يَعْزِفُ فَلَئِنْ ذُنُوبُهُمْ
اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ -

(احزاب ۵۹)

اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے لیے بہت ہی پاکیزگی کا سبب ہے۔

اسے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو پرہیزگار بنانے کے لیے عورتوں کو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے لیے بہت ہی پاکیزگی کا سبب ہے۔

احکام حجاب نازل ہونے کی تاریخ | سورت احزاب مدنی ہے اس سورت میں فزودہ احزاب (فزودہ خندق) کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ عمر بن الخطاب نے کہا ہے کہ فزودہ احزاب سے کہیں ہوا، لیکن حافظ ابن حجر مستطانی نے لکھا ہے کہ یہ قول صحیح تحقیق سے اور جمہور ارباب مناہی اور میرکراس پر اتفاق ہے کہ فزودہ احزاب سے کہیں واقع ہوا۔ (ماشیر صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پرلاحظہ فرمائیں)۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے کہا غزوہ احزاب شہدہ میں ہوا، امام ابن سعد نے کہا غزوہ احزاب ۸/ ذی القعدہ شہدہ کو پیر کے دن ہوا۔ لہ

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں: غزوہ خندق (غزوہ احزاب) صحیح قول کے مطابق شمال شہدہ میں واقع ہوا کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غزوہ احد شمال شہدہ میں ہوا تھا، مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیلنج کیا تھا کہ وہ اگلے سال یعنی شہدہ میں آکر پھر حسد کریں گے لیکن اگلے سال وہ قحط کا شکار ہو گئے، پھر ایک سال کے بعد شہدہ میں مشرکین حسد کے لیے انے تمام اہل سیر اور منازی کا اسی پر اتفاق ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے جمہور کی مخالفت کی ہے ان ٹھوس حوالہ بات سے یہ واضح ہو گیا کہ غزوہ احزاب شہدہ میں واقع ہوا اور سورہ احزاب میں جو نہ غزوہ احزاب کا ذکر ہے اس سے ظاہر ہوا کہ سورہ احزاب شہدہ میں نازل ہوئی اور اس سورت میں احکام حجاب نازل کیے گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ احکام حجاب شہدہ میں نازل کیے گئے تھے۔

حجاب کی تحقیق | اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ازواج مطہرات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں اور مسلمان عورتیں اپنی جلابیب (چادروں) کا کچھ حصہ اپنے (چہروں) پر ڈال لیں۔ جلابیب حجاب کی جمع ہے اس لیے دیکھنا چاہیے کہ حجاب کا معنی کیا ہے:

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری لکھتے ہیں:

والجلباب الملحنة

حجاب ملحفہ ہے یعنی لحاف اور کبل کی طرح وسیع و

عریض چادر ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

هو ما تغطي به المرأة الثياب من فوق
كالملحفة (الی قولہ) قال ابو عبید قال
الانہ ہری معنی قول ابن الاعرابی الانا اسالم
یود بہ ازار الحقو، ولکنہ اراد ازارا یشتمل
بہ فی جلل جمیع الجسد۔ لہ

حجاب وہ چادر ہے جس کو عورت کبل کی طرح اوپر سے اوڑھ لیتی ہے، ابو عبید نے کہا ہے کہ ازہری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابن الاعرابی نے جو یہ کہا ہے کہ حجاب انار (تہمت) ہے۔ اس سے مراد وہ چادر نہیں ہے جو کمر پر باندھی جاتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ چادر ہے جس سے تمام جسم کو ڈھانپ لیا جاتا ہے۔

غلو یہ ہے کہ حجاب سے مراد وہ وسیع و عریض چادر ہے جس سے عورت تمام جسم کو ڈھانپ لیتی ہے۔

۱۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ) حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴، ص ۳۹۳، مطبوعہ دار نشر مکتب الاسلامیہ، لاہور۔

۲۔ حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴، ص ۱۷۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنہج مصر، ۱۳۳۸ھ۔

۳۔ علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۲، ص ۱۱۷، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، لاہور۔

۴۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوزی متوفی ۳۹۸ھ، صحاح ج ۱، ص ۱۱۰، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۴۰۴ھ۔

۵۔ علامہ جمال الدین محمد بن کریم ابن تکریم متوفی ۷۱۱ھ، کتاب النہای، مطبوعہ نشر انوار النورۃ قم ایران، ۱۳۸۵ھ۔

چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں **يَدْنِينَ عَلَيْهِمْ مِنْ جِلْبَابٍ** اور یہ **مِنْ تَبِيضٍ** ہے، یعنی عورتیں اپنی جلیباب کا کچھ حصہ اپنے اوپر ڈالیں مفسرین نے لکھا ہے کہ **عليهم** میں حذف معنائ ہے یعنی **عسى وجوههم** "چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں پر ڈالیں" یعنی چادر کا ایک پٹی یا ٹیلا یا گھونگھٹ اپنے چہروں پر اس طرح ڈالیں کہ چہرہ ڈھک جائے اور یہی جلیباب کا تقاضا ہے۔
علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

حدثني علي بن ابي بصير قال حدثني معاوية بن عمار قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم **عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلَهُ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُذَكَّرَ لَكُمْ وَتَأْمَنُوا وَالْمُؤْمِنِينَ يَدْنِينَ عَلَيْهِمْ مِنْ جِلْبَابٍ)** وَاللَّهِ سَاءَ مَا لُمَّوْهُمُ إِذَا خَرَجُوا مِنْ بَيْتِهِمْ فِي حَاجَةٍ أَوْ يَخْتَفُونَ وَجُوهَهُمْ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمْ بِالْجِلْبَابِ وَيَبْدُونَ عَيْنَهُمْ وَاحِدَةً -
علامہ ابن جریر نے اس تفسیر کو عبیدہ اور ابن مسعود سے ہی نقل کیا ہے۔ لہ

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی نے اس تفسیر کو عبیدہ سے نقل کیا ہے۔ لہ
حافظ ابن کثیر حنبلی نے اس تفسیر کو حضرت ابن عباس کے حوالہ سے ذکر کیا ہے لہ
تاجی ناصر الدین بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يَغْطِيْنَ وَجُوهَهُمْ وَابْدَانَهُمْ إِذَا خَرَجُوا لِحَاجَةٍ وَمِنْ اللَّتَبْعِيضِ فَإِنَّ الْمَرْءَ إِذَا تَوَخَّى بَعْضَ جِلْبَابِهَا وَتَتَلَفَّحَ بِبَعْضٍ -
جب عورتیں کسی کام سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے اور بدن کو ڈھانپ لیں، من تبیض کے لیے ہے کیونکہ عورتیں چادر کے بعض حصے کو (چہرہ پر) لٹکا لیتی ہیں اور بعض کو بدن کے گرد لپیٹ لیتی ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

کشفات میں ہے کہ اس آیت کے دو عمل ہیں یا تو ایک چادر کو پورے بدن پر پھینکنا یا چادر کے ایک حصے سے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیں اور دوسرے حصے سے باقی بدن ڈھانپ لیں۔ لہ
علامہ آوسی حنفی نے بھی اس تفسیر کو نقل کیا ہے۔ لہ

- ۱۔ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ جامع البیان ج ۲۲ ص ۴۹ مطبوعہ مکتبۃ مطبوعہ مطبوعۃ البانی دار الاداب مصر ۱۳۷۳ھ
- ۲۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۳ ص ۳۷۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۰۰ھ
- ۳۔ حافظ ابوالفضل محمد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۵۱۴ مطبوعہ دارالاندلس بیروت ۱۳۸۵ھ
- ۴۔ تاجی ناصر الدین بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ انوار التقریب علی ما اشتمل الخفا ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار صادر بیروت
- ۵۔ علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار صادر بیروت
- ۶۔ علامہ شہاب الدین ابوالفضل محمد آوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المسانی ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

ازداد عورتیں چادروں سے اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں تاکہ معلوم ہو جائے وہ آزاد عورتیں ہیں۔ لہ
علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

یغطين بها وجوههن وابدانهن اذا برزن
لد اعیتہ لہ
عورتیں جب کسی کام سے جائیں تو چادروں سے
اپنے چہروں اور بدنوں کو چھپالیں۔

علامہ ابوالحیاء اندلسی لکھتے ہیں:

ابو عبیدہ سلیمان بیان کرتے ہیں کہ جب ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تم چادروں کو اپنی پیشانی
پر رکھ کر چہرے کے اوپر لپیٹ لو، سدی نے کہا ایک آنکھ کے سوا باقی چہرے کو ڈھانپ لو (علامہ ابوالحیاء کہتے
ہیں) اندلس کے شہروں کا بھی یہی طریقہ ہے عورتیں ایک آنکھ کے سوا باقی چہرے کو ڈھانپ کر گھمتی ہیں، حضرت ابن عباس
اور قتادہ نے کہا چادروں سے چہرے سے ڈھانپ لے اور دونوں آنکھوں کو گھٹا رکھے۔ من جلابیدہ
کا مطلب یہ ہے کہ چادروں کے ایک ٹپ سے چہرہ کو ڈھانپ لیا جائے یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے کیونکہ
جب آزاد عورتیں اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں گی تو وہ بے پردہ پھرنے والی بے حیاد بانڈیوں سے ممتاز ہو جائیں
گی اور فساق اور فحاشی ایزاد رسانی اور چھیڑ خوانی سے محفوظ رہیں گی۔ لہ
مشہور شیعہ مفسر شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

قال الحسن، الجلابیب الملاحف تدنیما المرآة
علی وجہها۔ لہ
حسن نے کہا کہ جلابیب سے مراد وہ چادریں
ہیں جن کو عورتیں اپنے چہروں پر ڈال لیتی ہیں۔

جلاباب کی تفسیر جویم نے معتمد مفسرین اسلام سے نقل کی ہے، ان میں علامہ ابن جریر طبری، علامہ ابوبکر بلازی
جصاص حنفی، علامہ ابن کثیر حنبلی، علامہ ابن جوزی حنبلی، قاضی بیضاوی شافعی، علامہ ابوسعود حنفی، علامہ خفاجی حنفی، علامہ آوسی
حنفی، علامہ ابوالحیاء اندلسی اور شیعہ مفسر شیخ طوسی وغیرہ سب اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی ازواج، آپ کی صاحبزادیوں اور عام مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر گھر سے
باہر نکلیں تو اپنی چادروں کا پلو اپنے چہرے پر ڈال کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں۔
ان تفاسیر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ سونے فود میں عورتوں کو جو چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کے ستر کا حکم دیا گیا تھا
اس آیت میں اس سے ناخذ حکم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔

- ۱۔ علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
- ۲۔ علامہ ابوسعود محمد بن محمد عبادی سکلیبی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوسعود علی المش اکتیر ج ۱ ص ۲۵۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
- ۳۔ علامہ ابوالحیاء محمد بن یوسف اندلسی غزالی متوفی ۵۲۷ھ، البحر المحیط ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
- ۴۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۳۸۵ھ، کتاب النکاح فی تفسیر النکاح، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

مصنف یہ کہتا ہے کہ آج بھی یہی طریقہ ہے جو عورت مکمل پردہ میں باہر نکلتی ہے وہ کسی شخص کی ہوا و ہوس کا نشانہ نہیں بنتی اس پر کوئی بری نظر ڈالتا ہے نہ کوئی آوازہ کستا ہے، نہ اس کا پیچھا کرتا ہے اور جو عورت بے پردہ تنگ اور چست لباس پہن کر سڑکی یا ڈر سے میک اپ کر کے اور اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کر کے عرشبوڑوں کی لپٹوں میں گھر سے نکلتی ہے وہ تمام ہوشناک نگاہوں کا ہدف بنتی ہے، اور باش لوگ اس پر آواز لگاتے کتے ہیں اور چھٹیر خرابی کرتے ہیں اور بسا اوقات اس کی عزت لٹ جاتی ہے۔ العیاذ باللہ ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام عورت کو پردے کی بربر نانا چاہتا ہے! مغربی ممالک میں جہاں کوئی پردہ سے نہ کوئی حدود و قیود ہیں لڑکیاں نیم مریاں لباس میں برسر عام پھرتی ہیں اور راہ چلتے برسر عام مرد اور عورتوں بوس و کنار کرتے ہیں، پارکوں اور تفریح گاہوں میں بنیر کسی پردے اور حجاب کے جبرائیل کی طرح مرد اور عورتیں ہم آغوش ہوتے ہیں اور جنسی عمل کرتے ہیں، ایک لڑکی کوئی کئی بولنے فریڈ ز رکھتی ہے، دفنوں، کارخانوں، ہوٹلوں اور سیرنگا ہوں میں ہر جگہ مرد اور عورت ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ایک ساتھ کام کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں نابالغ بچوں سے ان کی سڑکیں بھری رہتی ہیں اور ہسپتالوں میں اسقاط عمل کرانے والی عورتوں کی بھر مار رہتی ہے اور اس جنسی بے راہ روی سے ان کا ذہنی سکون جاتا رہتا ہے اور وہ لوگ مایوسی کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں پھر وہ سکون اور نوران کی تلاش میں سستے نشوں کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ پہلے وہ اپنے آپ کو شراب میں ڈبو دیتے تھے لیکن اس سے بھی ان کو سکون نہیں ملا، اب وہ چرس، کوکین، ہیروئن، اور راکٹ کی پناہ لیتے ہیں وہ ایسا تیز سے تیز نشہ چاہتے ہیں جو ان کے ذہن کو زیادہ سے زیادہ دیر کے لیے سکا دے، بے حس کر دے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دے۔ مغربی ممالک کی حکومتیں ان منشیات پر پابندیاں لگا رہی ہیں اس کے باوجود منشیات کی کھپت بڑھتی جا رہی ہے، پابندیوں سے کام نہیں چلے گا لوگ سکون چاہتے ہیں ان کو سکون مہیا کیجئے راکٹ اور مافیا کا سکون ناپائیدار اور ماضی ہے، صحت کے لیے تباہ کن ہے، حقیقی سکون صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہے :-

جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کے ساتھ انہوں نے گناہ نہ کیے دینی اسلامی احکام کی مخالفت اور ان سے بغاوت نہیں کی (انہی کے لیے امن اور سکون ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم
اولئک لہم الامن وہم مہتدون۔

(انعام: ۸۲)

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جنسی بے اعتدالی اور بے راہ روی انسان کے ذہنی سکون کو ختم کر دیتی ہے، اس لیے اگر ہم دنیا کو ذہنی سکون فراہم کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو جنسی بے راہ روی اور بد چلنی کو ختم کرنا ہوگا اور اس کی پہلی بنیاد پردہ اور حجاب کا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے کہ وہ اناد عورتیں ہیں اور وہ گرد پابندیاں نہیں ہیں (سوان کو ایلا نہ دی جائے۔

ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین

(احزاب: ۵۹)

حافظ ابن کثیر جناب لکھتے ہیں: سدی نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ مدینہ کے فاسق فہارلات کا مذبح میں مدینہ کے گلی کوچوں میں پھیل جاتے اور ان کے مکانات تنگ تھے رات کو جنسی

فقہاء ماجت کے لیے باہر نکلتیں تو فساد ان کو فروغ دینے نکلنے جب وہ کسی عورت کے اوپر چادر دیکھتے تو کہتے کہ یہ آزاد عورت ہے اور اس سے امر از کرتے اور جب کسی عورت کو بے پردہ دیکھتے تو کہتے کہ یہ باندی ہے اور اس کو کپڑے دینے لے
 علامہ ابن جوزی صلی نے بھی صدی سے اسکی تفسیر کو نقل کیا ہے۔ ۱۵
 مولانا محمد امین بن مختار عینی شافعی لکھتے ہیں:

صاحب کرام اہل ماجت کے تمام مفسرین نے یہ تفسیر کیا ہے کہ اہل عریضہ کی خواتین رات کو تضار ماجت کے لیے گھوموں سے باہر نکلتی تھیں اہل ماجت میں بعض فساد تھے جو باندیوں کے پیچھے پڑ جاتے تھے اور آزاد عورتوں سے تعرض نہیں کرتے تھے، اور بعض آزاد عورتیں ایسی وضع میں نکلتی تھیں جس سے وہ باندیوں سے ممتاز نہیں ہوتی تھیں، سورہ فساد ان کو بھی باندیاں سمجھ کر ان کے پیچھے پڑ جاتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی ازواج، اپنی صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں کو یہ حکم دین کہ وہ اپنی وضع قطع میں باندیوں سے متاثر نہ ہوں یا اس طور کہ چادروں سے اپنا چہرہ چھپائے رکھیں اور جب وہ ایسا کریں گی تو فساد کو پتا چلی جائے گا کہ یہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو ستیا نہیں جائے گا، اہل علم نے اس کی یہی تفسیر کی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فساد باندیوں کو چھیرنا اور ان سے غش مرکات کرنا ناجائز ہے بلکہ یہ حرام ہے اور ان غش کاموں کے درپے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہیں والذین فی قلوبہم مرض "وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے" ۱۶

مذاہب اربعہ کے بعض متقدمین فقہاء اور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ عورت کے چہرہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور بلا شہوت دیکھنا جائز ہے، اسی طرح انہوں نے کہا کہ عورت پر اپنے چہرہ کو چھپانا واجب نہیں ہے اس کے برخلاف بعض دوسرے فقہاء اور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے۔ اور یہی قول قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے کیونکہ چہرہ کے علاوہ باقی جسم کو چھپانا تو عورت پر پہلے بھی فرض تھا جیسا کہ سورہ نوری میں ستر کے احکام نازل ہونے سے ظاہر ہو گیا ہے اور اس کے بعد سورہ احزاب میں جو حجاب کی آیات نازل ہوئیں ان میں ستر سے ایک زائد حکم بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ غیر محرم اور اجنبی مردوں کے سامنے عورتیں اپنے چہرہ کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔

علامہ ابو بکر رازی جصاص حنفی، مجتہد فی المسائل ہیں وہ لکھتے ہیں:

قال ابو بکر فی هذه الآية دلالة علی ان المرأة الشایبة ما موراة بستر وجهها عن الاجنبیین واظهار الستر والعفاف عند الخروج
 ابو بکر رازی کہتے ہیں کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ حجاب عورت کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، اور گھر سے باہر نکلنے وقت پردہ کرنے اور

۱۵۔ حافظ ابوالفضل محمد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۷ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۵۱۶، مطبوعہ دار لائسنس بیروت ۱۳۸۵ھ
 ۱۶۔ علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی صلی متوفی ۵۹۷ھ، نادر المسیر ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
 ۱۷۔ علامہ محمد امین بن محمد ترمذی شافعی، احوال الامیانی ج ۲ ص ۵۸۸-۵۸۷، مطبوعہ عالم الکتب لاہور

لثلا یطمع اهل الریب فیہن۔

پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ آوارہ لوگوں کے
دلوں میں بڑی خواہش پیدا نہ ہو۔

چونکہ بڑھی عورتوں کے حجاب کے متعلق قرآن مجید میں تخفیف کی گئی ہے اس لیے علامہ ابو بکر رازی نے حجاب
کی اس آیت کو جو ان عورتوں پر معمول کیا ہے اور اس عبارت میں یہ تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان عورتوں کو چہرہ ڈھانپنے
کا حکم کیا ہے اور امر کا تقاضا واجب ہے اس لیے جو عورتیں بڑھی نہ ہوں ان پر اپنے چہرہ کو چھپانا واجب ہے۔
بڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف سے عمومی حجاب پر استدلال | بڑھی عورتوں کے حجاب میں

تخفیف کی ہے وہ یہ ہے:

والقواعد من النساء التي لا يرجون نکاحا
فليس عليهن جناح ان يضعن ثيابهن غير
متبرجات بزينة و ان يستعفن خير لهن
والله سميع عليم۔

(نور ۱۰۶)

وہ بڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہیں ہے اگر
وہ اپنے (چہرہ ڈھانپنے کے) کپڑے اتار دیں تو ان
پر کوئی گناہ نہیں ہے در ان حالیکہ وہ اپنی زینت دکھاتی
نہ پھری اور اگر وہ اس سے بچیں (یعنی نقاب اتاریں)
تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

اس آیت میں بڑھی عورتوں کو جن کپڑوں کے اتارنے کی اجازت دی ہے اس سے مراد وہ چادریں ہیں جن
سے آیت حجاب میں چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت سے یہ تو مراد نہیں ہے
کہ بڑھی عورت تمہیں اور شلو اور تار کر بالکل برہنہ ہو جائے کیونکہ یہ کھلی بے حیائی ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ بڑھی عورت
سینہ سے دوپٹہ اتار کر اپنے سینہ کا اُبھار لوگوں کو دکھاتی پھرے کیونکہ غیر متبرجات بزینتہ میں اس سے منع کر دیا
ہے تو پھر متبرجات بزینتہ میں اس آیت میں بڑھی عورتوں کو چہرہ سے صر نقاب اتارنے کی اجازت دی ہے یا اس چادر
کو اتارنے کی اجازت دی ہے جس سے آیت حجاب میں چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔ نیز یہ فرمایا کہ ان کے لیے
بھی افضل اور مستحب یہ ہے کہ وہ اس چادر کو نہ اتاریں اور چہرہ ڈھانپ کر رکھیں۔ اور اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا
کہ جو عورتیں سن ایسا کڑھنچی ہوں ان پر چہرہ چھپانا لازم اور واجب ہے۔

علامہ ابو بکر رازی جصاص الحنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال ابن مسعود و جاهد والقواعد اللاتي لا
يرجون نکاحا اللاتي لا يردن و ثيابهن جلابينهن و
قال ابراهيم و ابن جبیر الرداء و قال الحسن
الجلباب و المنطق و عن جابون زيد يضعن
العمار و الرداء۔ قال ابو بکر لا خلاف في

حضرت ابن مسعود اور مجاہد نے بیان کیا کہ یہاں وہ بڑھی
عورتیں مراد ہیں جو نکاح کا ارادہ نہ رکھتی ہوں اور جن کپڑوں کو
اتارنے کی اجازت دی اس سے مراد جلابیب (وہ چادریں جن کے پتے
سے چہرہ ڈھانپتے ہیں) ہیں جس نے کہا جلابیب اور چکے مراد ہیں جلابیب اور
ابن جبیر نے کہا چادر مراد ہے جابون زید سے چادر اور دھنچے کی روایت

ان شعر العجوز عورۃ لا یجوزن للاجنبی النظر الیه
 کثمر الشابتة وانما ان صلحت مکشوفة الرأس
 کانت کالشابتة فی فساد صلاتها فقیر جافزان
 یكون المراد وضع الخمار بحضرة الاجنبی فان
 قیل انما اباح الله تعالی بهذا الایة ان تضع
 خمارها فی الخلوۃ بحیث لا یراهما احد ،
 قیل له فاذا لامعنی لتخصیص القواعد بذلك
 اذ کان للشابتة ان تفعل ذلك فی الخلوۃ وفی
 ذلك دلیل علی انه انما اباح للعجوز وضع
 رداءها بین یدی الرجال بعد ان تکون
 مغطاة الرأس و اباح لها بذلك کشف
 وجهها و یدها لانها لا تشتہی .^{۱۰}

ہے، علامہ ابوبکر اس روایت کو مسترد کرتے ہوئے فرماتے
 ہیں: برومی عورت کے بال بالاتفاق ستر ہیں جس طرح جوان
 عورت کے بال ستر ہیں، اس لیے اجنبی شخص کا برومی عورت
 کے بالوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے، اور اگر برومی عورت
 نے ننگے سر نماز پڑھی تو جوان کی طرح اس کی نماز بھی نامرد ہو
 جائے گی اس لیے اس آیت سے یہ مراد نہیں ہو سکتا کہ برومی
 عورت اجنبی مردوں کے سامنے اپنا دوپٹہ اتار دے۔ اگر
 یہ سوال ہو کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے برومی عورت کو
 تنہائی میں دوپٹہ اتارنے کی اجازت دی ہے، جبکہ اسے
 کوئی دیکھ نہ ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ پھر برومی
 عورتوں کی تخصیص کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جوان عورت
 بھی تنہائی میں اپنا دوپٹہ اتار سکتی ہے، اس آیت میں
 یہ دلیل ہے کہ جب برومی عورت کا سر ڈھکا ہوا ہو تو وہ لوگوں
 کے سامنے اپنی جلباب اتار سکتی ہے اور اس کے لیے
 اپنے چہرے اور اعضاء کو کھولنا جائز ہے کیونکہ اس
 پر شہوت نہیں آتی۔

علامہ ابوسعید القدری فرمائی گئی دیکھتے ہیں:

والصحیحہ انہا کالشابتة فی التستر، الا
 ان الکبیرۃ تضم الجلباب الذی یكون فوق
 الدرع والخمار قالہ ابن مسعود وابن جبیر و
 غیرہا .^{۱۱}
 امام ملازی شافعی دیکھتے ہیں:

۷ شہبہ، انه تعالیٰ لہ یرأذن فی ان
 یضعن ثیابہن اجمع لہا فیہ من کشف
 کل عورۃ فذلک قال المفسرون المراد
 بالثیاب ہنہنا الجلباب و البرد و القناع

صحیح یہ ہے کہ وہ برومی عورت بھی ستر میں جوان
 عورت کی طرح ہے مگر برومی عورت اس جلباب کو اتار
 سکتی ہے جو تخصیص اللہ دوپٹہ کے اوپر اوڑھا ہوا ہوتا ہے
 حضرت ابن مسعود اور ابن جریر وغیرہ کا یہی قول ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے برومی
 عورتوں کو تمام کپڑے اتارنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ
 اس سے ہر ستر کا کھولنا لازم آئے گا اس لیے مفسرین نے
 کہا ہے کہ یہاں پر شہ سے مراد وہ جلباب یا دیر اور اور حسیان ہیں جن

۱۰۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی ملازی جصاص حنفی متوفی ۷۲۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۳۲، مطبوعہ اسماعیلیہ اکیڈمی لاہور۔ ۱۱۔
 علامہ ابوسعید القدری محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۳۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ لاہور۔ ۱۲۔

الذی فوق الخمار یلہ

علامہ ابن جوزی عنہ یکتہ ہیں:

ويعني بالثياب الجلباب والوداء والقناع
الذی فوق الخمار، هذا المراد بالثياب لاجمیع
الثياب (الی قولہ) قال القاضی ابو یعلیٰ، فی هذه
الآیة دلالة علی انہ یجوز للعجون کشف وجهها
ویدیهما بین یدای الرجال، واما شعرها، فیحرم
النظر الیه، کسعر الشابتة ۛ

کو روپیہ کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔

اس آیت میں کپڑوں سے مراد وہ جلباب چادریں اور اڑھانیاں ہیں
جو روپیہ کے اوپر ہوتی ہیں، تمام کپڑے آثار نامراد نہیں ہیں،
قاضی ابو یعلیٰ نے کہا بوڑھی عورت کا اجنبی مردوں کے سامنے
اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھولنا جائز ہے اور اس کے
بالوں کو دیکھنا جو ان عورت کے بالوں کو دیکھنے کا طرح ناجائز
ہے۔

مذہب اربوبہ کے مفسرین کی تصریحات سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ بوڑھی عورت جس کو نکاح کی امید نہ ہو اور جو سن یا اس کو
پہنچ چکی ہو صرف اس کو اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت دی ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے وہ جلباب اتار سکتی ہے جس
کے اُچھل سے چہرے کو ڈھانپا جاتا ہے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر کر سکتی ہے پھر بھی اس کے لیے افضل
اور مستحب یہی ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر رکھے۔

اب اگر بوڑھی عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے لیے بھی اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا جائز ہو تو
تلائیے اس آیت میں بوڑھی عورتوں کی تخصیص کا کیا فائدہ ہوا؟ اور جب بوڑھی عورتوں کے لیے بھی اجنبی مردوں کے
سامنے چہرہ چھپانا مستحب ہے تو جوان عورتوں کے چہرہ چھپانے کے واجب ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے!
علامہ محمد امین مکتبی شنفطی لکھتے ہیں:

فقوله جل وعلا فی هذه الآیة الکریمہ:
(وان یتعففن خیر لهن) دلیل واضع علی ان
المرأة التي فیها جمال ولها طمع فی النکاح لا
یرخص لها فی وضع شیء من ثیابها ولا
الاخلال بشیء من التستر بحضرة الاجانب ۛ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر وہ اس سے بچیں تو ان
کے لیے بہتر ہے اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ جو عورت حسین ہو اور جس
عورت سے نکاح کی امید کی جا سکتی ہو اس کو اپنے کسی
کپڑے کے اتارنے کی اجازت نہیں ہے اور اجنبی مردوں
کے سامنے اس کو خدا سا بھی حجاب کھولنے کی اجازت
نہیں ہے (الآیہ کوئی ظہری عذر ہو۔ سعیدی)

ازواج مطہرات کے حجاب کی تحقیق | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کسی چیز
کا سوال کرو تو پر وے کے پیچھے سے سوال کرو۔

واذا سألتموهن متاعا فسلوهن من
وراء حجاب. الاحزاب ۱ (۵۳)

۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ۶ ج ۲، ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی عنہ متوفی ۵۹۹ھ، تامل لیسیر ۶ ج ۳، ص ۶۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

۳۔ علامہ محمد امین بن محمد مکتبی شنفطی، احزاب، ص ۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

قرآن مجید کی اس نص میں امریکہ میں ازدواج مطہرات کو پروردہ کرنے کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ بغیر حجاب کے ازدواج مطہرات سے کوئی سوال نہ کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانچ بھری کے بعد ازدواج مطہرات کبھی لوگوں کے سامنے نہیں آئیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ازدواج مطہرات سے جو سوال کرتے وہ پروردے کی اوٹ سے کرتے تھے۔

یعنی جس طرح میں نے نہیں بھی کی ازدواج کے گھر جانے سے متنا کر دیا ہے، اسی طرح ان کی طرف دیکھنے سے بھی مطلقاً منع کر دیا ہے۔ سو اگر کسی کو ازدواج مطہرات سے کوئی کام ہو تو حجاب کا اوٹ سے ان سے سوال کرے۔

۱۷۱ وکما نھیتمک عن الدخول علیہن کذلک لا تنظروا الیہن بالکلیتۃ۔ ولو کان لاحدکم حاجتۃ یریدن تنأ ولہما منہن، فلا ینظر الیہن ولا یشہن حاجتۃ الا من وراء حجاب۔ ۱۔
علامہ غزالی شامی لکھتے ہیں:

آیت حجاب نازل ہونے کے بعد کسی شخص کے لیے ازدواج مطہرات کی طرف دیکھنا جائز نہیں رہا، خواہ وہ نقاب پہننے ہوں یا بے نقاب ہوں۔
علامہ اسماعیل حنفی اور علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ ۱۔

فبعد آیتہ الحجاب لہ یکن لاحد ان ینظر الی اموات من نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتقبۃ کانت او غیر منتقبۃ۔ ۱۔
علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مابھی لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازدواج مطہرات سے پروردہ کی اوٹ سے سوال کرنے کی اجازت دی ہے خواہ کسی چیز کا سوال کیا جائے یا کسی دینی مسئلہ کا سوال کیا جائے۔

فی ہذہ الایتۃ دلیل علی ان اللہ تعالیٰ اذن فی مسئلتہن من وراء حجاب او مسئلتۃ لیستفتین فیہا۔ ۱۔

علامہ ابوبکر رازی حصاص حنفی لکھتے ہیں:

حجاب کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج کر دیکھنے کی ممانعت شامل ہے۔

قد تضمن حظر رؤیتہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۔

قرآن مجید کی اس نص میں ازدواج مطہرات کے مفسرین کی تفسیر سے یہ واضح ہو گیا کہ آیت حجاب نازل ہونے کے

۱۔ حافظ ابوالفضل محمد والدین ابن کثیر منہلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۲۹۲، مطبوعہ دارالاندلس، بیروت، ۱۳۸۵ھ
۲۔ علامہ علی بن محمد غزالی شامی متوفی ۵۰۵ھ، تفسیر غزالی ج ۳ ص ۵۰۹، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت
۳۔ علامہ اسماعیل حنفی حنفی متوفی ۱۱۳۴ھ، روح البیان ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کراچی
۴۔ تاجی ثناء اللہ پانی پتی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر نظری ج ۲ ص ۳۴۲، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کراچی
۵۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، جامع البیان لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۲۴، مطبوعہ انتشارات المفسرین ایران ۱۳۸۴ھ
۶۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی حصاص حنفی متوفی ۳۸۰ھ، الاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۴۰، مطبوعہ مکتبۃ سہیل کینیڈا لاہور، ۱۴۰۰ھ

بعد ازواج مطہرات پردہ کرتی تھیں اور صحابہ کرم جو ان سے احادیث روایت کرتے تھے اور دینی مسائل پر چتے تھے وہ حجاب اور پردہ کی اوٹ سے پچھتے تھے، اس کی وضاحت میں نے اس لیے کی ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ صحابہ کرام ازواج مطہرات سے بے پردہ سوال کرتے تھے، اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ انک کی روایت کرتے ہیں:

فینا ناجالستہ فی منزل غلبتہ عینی
فنت وکان صفوان بن معطل اسلی ثم
الذکواتی من وراۃ البعیش فادبر فأصبح
عند منتری فرأی سواد انسان نائم فأتانی
فعرفتی حین رانی وکان یرانی
قبل الحجاب فاستیقظت باستر جفہ
حین عرفتی فحسرت وجہی
بجلبابی۔ ۱۰

میں اپنے بڑا ڈپر بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھ پر نیند
غالب آگئی، اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن معطل اسلی رضی
اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے، وہ رکات کے آخری حصہ میں
چلے اور صبح کے وقت میرے پڑاؤ پر بیٹھے تو انہوں نے ایک انسانی جھولی
دیکھا جب وہ میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے پہچان لیا کیونکہ انہوں نے
حجاب کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا انہوں نے
کہا انا لشدوانا الیراجون میں یہ سن کر بیدار ہو گئی اور
میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

یہ حدیث اس بات کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات چادروں
سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں۔ — وللہ الحمد۔

ازواج مطہرات کے حجاب سے عام مسلمان خواتین کے حجاب پر استدلال اختلاف ہے کہ

آیہ کریمہ اذا سئلتموہن متاعاً فسئلوہن من وراء حجاب جب تم نبی کی ازواج سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے
کی اوٹ سے سوال کرو یا یہ حکم من ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے یا اس حکم میں باقی عورتیں بھی شامل ہیں۔ ہمارے
نزدیک انہی مفسرین کی رائے صحیح اور قرآن مجید اور احادیث کے مطابق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ اس آیت میں ازواج
مطہرات سے خطاب ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو عام ہے اور تمام مسلمان عورتوں پر حجاب لازم ہے اور پردہ
کرنا اور اجنبیوں سے چہرہ چھپانا واجب ہے البتہ فرودیات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

ہر چند کہ یہ حکم خصوصیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کی ازواج کے متعلق نازل ہوا لیکن معنی یہ حکم
تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے، کیونکہ ماسوا ان احکام
کے جو صرف آپ کے ساتھ خاص ہیں باقی احکام میں ہمیں
آپ کی اتباع اور اقتداء کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

وہذا الحکموان نزل خاصاً فی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم وانراجه فالمعنی عام فیہ
وفی غیرہ اذکننا مومنین بالتباع والافتداء
بہ الا ما خصہ اللہ بہ دون امتہ۔ ۱۰

۱۰۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ص ۲۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ کراچی ۱۳۸۰ھ

۱۱۔ علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص ص ۱۲۰، مطبوعہ دار المعرفۃ کراچی ۱۳۸۰ھ

جلد خامس

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مسلمہ قرظی مابھی کہتے ہیں،

ویدخل فی ذلک جمیع النساء بالعمی،
وبما تضمنته اصول الشریعت من ان المرأة
كلها عورة بدنها وصوتها، كما تقدم،
فلا يجوز كشف ذلك الا لحاجة كالشهادۃ
عليها او داعر يكون ببدنها او مسالها
عما يعرض وتعين عندها۔ لہ

اس حکم میں تمام مسلمان خواتین مستثنیٰ شامل ہیں اور اس
لیے بھی کہ احکام شریعت کا یہ تقاضا ہے کہ عورت کا سارا وجود
بھی اس کا بدن اور اذکار سب کا پردہ ہے میں رہنا لازمی ہے
جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ اس لیے ضرورت شرعیہ کے
نیز اس کے لیے بے پردہ ہونا جائز نہیں ہے، خواہ اس
کے خلاف شہادت ہو۔ یا اس کے بدن میں کوئی بیماری ہو یا
اس سے کسی ایسی بیماری کا کئے جسے اس کوئی کیا جائے جو
اسے لاحق ہے اور وہ اسکی کو معلوم ہے۔

علامہ محمد امین بن محمد بن زکریا شافعی کہتے ہیں:

آیت حجاب کا حکم عام ہے کیونکہ اصول میں یہ مقرر ہے کہ ایک شخص سے خطاب کا حکم بھی تمام امت کو عام ہوتا ہے،
میں صلی اللہ علیہ وسلم اگر امت کے کسی ایک فرد کو حکم دینے پر وہ حکم تمام امت کو شامل ہوتا ہے کیونکہ تمام امت احکام تکلیفیہ
میں مساوی ہے، والا یہ کہ کسی دلیل سے اس حکم کی اس شخص کے ساتھ خصوصیت ثابت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ان فلاصافح النساء، وما قولی لامرأة واحدة الا کقولی لعمامة امرأتہ۔ دریں عورتوں سے مصافحہ نہیں
کرنا اور میرا ایک عورت کو حکم دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ میں سو عورتوں کو حکم دوں (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۶) نیز حدیث میں ہے
حکم علی الواحد حکمی علی الجماعتہ۔ میرا ایک شخص کو حکم دینا پوری جماعت کو حکم دینا ہے۔ امام ترمذی نے اس
حدیث کو روایت کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس اصولی قاعدہ کی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ آیت حجاب
کے الفاظ ازدواج مطہرات کے ساتھ خاص ہیں لیکن اس کا حکم عام ہے کیونکہ آپ کا ایک عورت کو حکم دینا خواہ وہ زوجہ مطہرہ ہو
یا غیر ہو عورتوں کو حکم دینے کے مساوی ہے۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ آیت حجاب کا حکم عام ہے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں
پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے تمام بدن کو اجنبی مردوں سے چھپائیں، اور اگر بفرق خیال یہ مان لیا جائے کہ یہ حکم ازدواج
مطہرات کے ساتھ خاص ہے، تب بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ ازدواج مطہرات تمام مسلمان عورتوں میں افضل اور بہتر ہیں اور
حجاب کے احکام میں ان کی پیروی کرنے میں ہی سلامتی ہے تاکہ جن لوگوں کے دل میں بیماری ہے ان کی نظر ماری اور
چھپر خروانی سے عورتیں محفوظ رہیں۔

احادیث مجھ سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے کہ حجاب کا یہ حکم عام ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ حدیث
روایت کی ہے :-

عن عقبۃ بن عامر جعفی رضی اللہ عنہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والذخوی

حضرت عقبہ بن عامر جعفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجنبی عورتوں کے پاس

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مابھی قرظی متفق ۷۸۵، الحاشیہ الحکام الامام القرآن ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ انتشارات نامہ خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

علی النساء فقال رجل من الانصار يا رسول الله صلى الله عليه وسلم) افوايت الحموم؟ فقال الحموم الموت -
 مت جاؤ، ایک انصاری شخص نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا وہ بھی نہ جانے؟ آپ نے فرمایا، دیور تو موت ہے!
 (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۷، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۶)

اس صحیح اور صریح حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے احتراز کا حکم دیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے، اس لیے اگر اجنبی عورتوں سے کوئی سوال کرنا ہو تو پردے کی اوٹ سے سوال کرنا لازم ہے، کیونکہ اگر اس نے بلا حجاب اور بے پردہ ان سے کوئی سوال کیا تو وہ ان پر داخل ہو گیا اور اجنبی عورتوں پر داخل ہونے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور اس سے احتراز کی تلقین کی ہے۔ دیور شوہر کی جانب سے عورت کا رشتہ دار ہوتا ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے پاس دیور کے داخل ہونے کو بھی موت قرار دیا ہے اور یہ شدید تہذیب ہے تو پھر کسی اور اجنبی شخص کے داخل ہونے کی ممانعت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ اس سے ثابت ہو گیا کہ آیت کریمہ فسلوہن من وراء حجاب کا حکم تمام عورتوں کو شامل ہے کیونکہ اگر یہ حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہوتا تو مسلمانوں کے اجنبی عورتوں کے پاس جانے پر اتنی شدید وجہ نہ ہوتی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے ایاکم واللذخول ما قظ ابن عمر عنقلانی نے کہا یہ ایسا ہے جیسے ایاکم والاسد یعنی اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے بچو! اس سے واضح ہوا کہ ان کے پاس جانا حرام ہے۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی کے گھر میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں آیت اگرچہ خاص ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہے لیکن حکم اس کا تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے۔ ان تمام مستند مفسرین کی تفسیروں سے یہ واضح ہو گیا کہ حجاب یعنی چہرہ چھپانے اور پردہ کرنے کا حکم تمام مسلم خواتین کو ریا گیا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا آیت حجاب میں یہ حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے یا اس حکم میں تمام مسلمان عورتیں شامل ہیں، ہمارے نزدیک مؤخر الذکر نظریہ ہی درست اور برحق ہے اور اس کے دلائل وہ ہیں جو علامہ ابو بکر رازی اور علامہ شافعی نے فراہم کیے ہیں اور اس کا تاہد قرآن اور حدیث سے ہوتا ہے:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

يا ايها النبي قل لانا واجلك وبناتك و
 نساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن
 ذلك اذ فی ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ
 غفوراً رحیماً۔

(احزاب، ۵۹)

اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو یہ حکم دے کہ وہ رگڑ سے نکلتے وقت اپنی چادریں کا کچھ حصہ رانچل، پتلی یا گونگھٹ (اپنے چہروں پر رکھنے) رہیں یہ پردہ ان کی اس شناخت کے بہت قریب ہے کہ یہ پاک دامن آباد عورتیں ہیں اور اگر وہ ہانپیاں نہیں ہیں)

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر عنقلانی متون ۸۵۲، فتح الباری ۶۵ ص ۵۹۳-۵۸۹، طحطا مطبوعہ لاہور ۱۳۰۱ھ

۲۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متون ۱۱۶، فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۰۰، مطبوعہ تاج کتب خانہ لاہور

جلد خامس

سوان کو ایذا نہ دینی جلتے اور اللہ بہت بخشنے والا ہے حد
رع لم لےے والا ہے۔

اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج اور صاحبزادیوں کے علاوہ تمام مسلمان خواتین کو بھی چہرہ چھپانے اور حجاب کا حکم
دیا ہے۔ اور اسی طرح حدیث میں ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه
وسلم قال لي المرأة آخرة، فاذا خرجت استغرقتها
الشيطان هذا حديث حسن صحيح غريب

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب سے فرمایا عورت (ستر تاپا)
واجب الستر ہے۔ جب عورت (گھر سے) نکلتی ہے قریشیان
ابرو پر ہاتھ رکھ کر اس کو دیکھتا ہے۔

عہد رسالت میں نقاب اور حجاب کا معمول
۵ ہجری میں حجاب کے احکام نازل ہو گئے تھے اور ازدواج مطہرات
اور عام مسلمان خواتین جب کسی ضرورت سے باہر نکلتی تھیں تو
چادروں میں پٹی بھرتی ہوتی تھیں اور اپنی چادروں سے چہرہ کو چھپاتی تھیں یا نقاب استعمال کرتی تھیں، اس سلسلہ میں صحیح بخاری
کے حوالے پر روایت گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت صلوان بن معقل رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر چادر سے اپنا چہرہ چھپایا۔
امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة لما قدم رسول الله صلى الله عليه
وسلم المدينة وهو وحده وص لصفية بنت حيي
جئن نساء الانصار فاخبرن عنها قالت فتنكرت
وتقبت فهاهبت فنظر رسول الله صلى الله عليه
وسلم الي عيني فعرفتني قالت فاسرعت
المشي فادركني فاختصمني فقال كيف رايت
قالت قلت ارسل يهودية وسط
يهوديات .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خبر سے) مدینہ تشریف لائے وہاں
حائیکہ آپ نے حضرت صفیہ بنت حی سے شادی کی ہوئی تھی
انصار کی عورتوں نے اسے دیکھ کر حضرت صفیہ کے متعلق بیان کیا، میں
نے اپنا علیہ بدلا اور نقاب پہن کر (الغبن دیکھنے) گھر سے نکلی،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کو دیکھ کر پہچان لیا،
میں دوایں تیزی سے دوڑی، آپ نے مجھے پکڑ کر گود میں
اٹھایا اور فرمایا: تم نے لان کو کیسا پایا، میں نے کہا اس
یہودی عورت کو بہرہ لوں میں بیچ دیجئے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے نقاب پہننے کا ذکر ہے اور یہ کہ ازدواج مطہرات اور مسلم خواتین جب کسی
ضرورت سے گھر سے باہر نکلتی تھیں تو نقاب پہنتی تھیں یا چادروں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتی تھیں۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

۱۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ قزوین، دار فائدہ تجارت کتب کراچی
۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۲۳، مطبوعہ قزوین، دار فائدہ تجارت کتب کراچی

عن عمرو بن عاصم قال قلت لقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي الفجر فشهد معه نساء من المؤمنات متلفعات بمروطهن ثم يرجعن الى بيوتهن ما يعرفهن احد به

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھتے اہل آپ کے ساتھ مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتی تھیں وہاں حاکمیکہ وہ پادریوں میں لپٹی ہوئی، مورتی تھیں پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں اور حجاب کی وجہ سے انھیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

اس حدیث شریف کو مندرجہ ذیل ائمہ حدیث نے بیان کیا ہے :-

امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام احمدؒ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

جو علماء پر وہ اور حجاب کے قابل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں مندا اندھیرے نماز پڑھتی تھیں جیسا کہ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں من الغسل کے الفاظ سے ظاہر ہے، ہر چند کہ وہ منہ کھول کر آتی جاتی تھیں لیکن اندھیرے کی وجہ سے کوئی پہچانتا نہیں تھا یہ دلیل کئی وجہ سے مخدوش ہے اولاً اس لیے کہ امام بخاری کا من الغسل کے الفاظ کو روایت نہ کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ زیادتی کم از کم مشکوک ضرور ہے ثانیاً اس لیے کہ سنن ابوداؤد سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی، صحیح ابن حبان، معجم طبرانی، مسند بلار وغیرہ کتب حدیث میں اسانید صحیحہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ اسفروا بالفجر فانما اعظم للاجور صبح روشن ہونے اور سپیدہ سحر پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھو، ثانیاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں عموماً بہت لمبی قرائت کرتے تھے اس لیے اگر آپ اول وقت صبح کی نماز پڑھتے ہوتے تب بھی واپسی کے وقت آنا اچالا ہو جاتا تھا کہ جس کا منہ کھلا ہو اور اس کو پہچانا جاسکتا تھا۔ آخر صحابہ کرام ایک دوسرے کو بھی قریب کی نماز میں پہچانتے تھے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت منیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے، حضرت منیرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک میدان میں تھنا حاجت کے لیے گئے، میں فجر کی نماز سے پہلے آپ کے ساتھ مشکیزہ لے کر گیا جب آپ تھنا حاجت سے واپس آئے تو میں نے آپ کو وضو کرایا پھر جب میں آپ کے ساتھ پٹاؤ پر واپس آیا تو دیکھا کہ صحابہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو لام بنا کر نماز پڑھنی شروع کر دی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ ایک رکعت نماز ملی گئی اور جب حضرت عبدالرحمن بن عوف نے سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر باقی ایک رکعت پڑھی، صحابہ پر یہ بہت شاق گذرا کہ رسول اللہ صلی اللہ

۱۔ امام ابوجعفر محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴، مطبوعہ نوری محمد اصح للطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳، مطبوعہ نوری محمد اصح کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۷۵ھ

۴۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۹، مطبوعہ نوری محمد اصح کارخانہ تجارت کتب کراچی

۵۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شیبہ نسائی متوفی ۳۳۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۵۸، مطبوعہ نوری محمد اصح کارخانہ تجارت کتب کراچی

۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، Marfat.com، مطبوعہ مکتب اسلامی لاہور

ہر دو حکم کے آنے کے بعد بھی حضرت عبدالرحمن بن عوف نماز پڑھتے رہے اس لیے انہوں نے بار بار سبحان اللہ کہا اصل
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کرنے کے بعد فرمایا تم نے صحیح کیا یا فرمایا تم نے اچھا کیا اور اس بات پر ان کی تعریف کی
 کہ انہوں نے وقت پر نماز پڑھ لی۔ ۷
 دیکھئے یہ نماز فجر ہے اور صحابہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو امام بنایا نکلا ہے پہچان کر بنایا حضرت منیر بن شبیب
 جب پڑا پڑیچے تو انہوں نے دیکھ کر کہا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نماز پڑھا ہے یہیں اور فجر کے وقت ان کو پہچان
 لیا، صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پہچان لیا اور آپ کے ہوتے ہوئے حضرت عبدالرحمان کے نماز
 پڑھتے رہنے پر انہوں نے کہا اور اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ صحابہ نے یہ نماز اپنے معروض وقت میں پڑھی تھی،
 ان تمام شاہد سے یہ واضح ہو گیا کہ عہد رسالت میں جس وقت صبح کی نماز پڑھی جاتی تھی اس وقت اتنا اندھیرا نہیں ہوتا تھا
 کہ کسی کا چہرہ دکھائی دے سکے اور وہ پہچانا نہیں جاسکے۔ جس وقت صبحی ختم ہوتی ہے یہ فجر کا اڈل ہوتا ہے
 اس وقت بھی انسان ایک دوسرے کو پہچان لیتا ہے اس لیے احادیث میں جو یہ ہے کہ عتیمین چاروں میں پٹی ہوئی
 صبح کی نماز پڑھنے آتی تھیں اور اسی طرح واپس جاتی تھیں اور ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا قرآن کرہ پہچانا اندھیرے کی وجہ سے
 نہیں تھا بلکہ چہرے کے حجاب کی وجہ سے تھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں،

عن انس بن مالك الانصاري ان ابا بكر يصلی
 في وجع النبي صلى الله عليه وسلم الذي توفي فيه
 حتى اذا كان يوم الاثنين وهو مصفوف في الصلوة
 فكشف النبي صلى الله عليه وسلم سترا الحجرة
 ينظر اليها وهو قائم كان وجهه ودقته مصحف
 ثم تبسم يضحك فهمنا ان نفق من الفرح
 بروية النبي صلى الله عليه وسلم فكشف ابو بكر
 هل عقبه ليصل الصف وظن ان النبي صلى
 الله عليه وسلم خاضا الى الصلوة فاشاموا
 اليها النبي صلى الله عليه وسلم ان اتوا
 صلواتكم وادخى المستر فتوفي من يومه
 صلى الله عليه وسلم۔ ۷

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے
 ہیں کہ جس مرتب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا
 اس مرتب کے ایام میں حضرت ابو بکر مسلمانوں کو نماز پڑھاتے
 تھے، پیر کے دن (انار فجر میں) جس دن آپ کا وصال
 ہوا مسلمان صفت باندھے (مجرک) نماز پڑھ رہے تھے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جرحہ کا پردہ اٹھا کر ہماری طرف
 دیکھنے لگے آپ کا چہرہ یوں لگ رہا تھا جیسے درق قرآن
 ہو آپ کو طے سے مسکراتے ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ گھٹا تھا کہ آگ
 خوشی کے نماز توڑ دیں گے، حضرت ابو بکر نے سمجھا کہ آپ
 نماز میں آ رہے ہیں وہ پچھلی صف میں جانے لگے یہی پہلی
 اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کر دو اور پردہ
 اٹکا دیا اور اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال
 ہو گیا۔

۱۱۱۰۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ نوری محمد راجح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۱۱۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نوری محمد راجح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

یہ نماز فجر کی تھی اس پر دلیل یہ حدیث ہے، امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

وقد ذهب موسى بن عقبه في معانیه
الی ان ابابکر صلی من صلوة الصبح یوم الاثنين
رکعتا وهو الیوم الذی توفی فیہ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فوجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی نفسه خفتة فخرج فصلی مع ابی بکر رکعتا
فلما سلم ابوبکر قام فصلی الرکعة
الانحرى۔ لہ

امام موسیٰ بن عقبہ نے اپنی منازی میں بیان کیا ہے
کہ پیر کے روز جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے
حضرت ابو بکر فجر کی نماز پڑھا رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو اس دن مرض میں تخفیف محسوس ہوئی تو آپ نے اگر ایک
رکعت نماز حضرت ابو بکر کی اقتداد میں پڑھی اور جب حضرت
ابو بکر نے سلام پھیر دیا تو آپ نے کھڑے ہو کر دوسری
رکعت پڑھی۔

پہلی حدیث جو میں نے پیش کی اس میں سفر میں فجر کی نماز کا ذکر ہے اور اس حدیث میں حضرت میں فجر کی نماز کا ذکر
ہے، اور ان حدیثوں سے یہ واضح ہو گیا کہ سفر ہو یا حضر فجر کی نماز جس وقت پڑھی جاتی تھی سب ایک دوسرے کے چہرے
کو دیکھ کر پہچان لیتے تھے اور عورتوں کو کوئی اس لیے نہیں پہچانتا تھا کہ ان کا چہرہ چادروں کے حجاب میں ہوتا تھا،
واللہ الحمد۔

راجا اگر عورتیں منہ کھول کر نماز کے لیے جاتی تھیں تو اس کے لیے دوپٹہ کافی تھا چادروں میں کیوں لپیٹی ہوئی
ہوتی تھیں! اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان عورتیں جلاباب کے آپٹیل میں سر اور چہرہ ڈھانپ کر گھروں سے نکلتی تھیں جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب میں حکم دیا ہے۔ الحمد للہ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ احادیث صحیحہ کے مطابق عہد رسالت میں
مسلمان عورتیں چادروں سے اپنا چہرہ ڈھانپ کر گھر سے باہر نکلتی تھیں۔

عہد رسالت میں عورتوں کے حجاب میں مستور رہنے کا یہ دلیل ہے کہ بکثرت احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے عورتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ احرام میں چہرہ پر نقاب نہ پہنیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے چہروں پر نقاب
ڈالا کرتی تھیں تبھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو احرام میں نقاب ڈالنے سے منع کیا اگر عورتوں میں کھلے چہرے
کے ساتھ پھرنے کا معمول اور رواج ہوتا تو آپ کو انھیں نقاب ڈالنے سے منع کرنے کا کیا ضرورت تھی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله
يا رسول الله ماذا تأمرنا ان نلبس من الثياب
في الاحرام فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم
لا تلبسوا القمص ولا السراويلات ولا العمائم
ولا البرانس الا ان يكون احد لیست له نعلان
فلبس الخفين وليقطع اسفل من الكعبين

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ
احرام میں ہمیں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قمیصیں اور شلواریں نہ پہنیں، عمامے
اور ٹہپیاں نہ پہنیں، البتہ اگر کسی کے پاس جو تیاں نہ ہوں
تو وہ موزے پہن سکتا ہے لیکن ان کو تختوں کے نیچے

۷۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متولی ۸۰۰ھ میں کبریٰ علیہ السلام نے فرمایا

جلد خامس

ولا تلبسوا شيئاً منه زعفران ولا الورس ولا
تستقب المرآة المصومة ولا تلبس
العقازين۔^۱

اس حدیث کو امام داؤد نے، امام ترمذی نے، امام نسائی نے، اور امام احمد نے روایت کیا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ عہد رسالت میں مسلم خواتین عموماً نقاب و دائمی عقیقین و ریزہ حالت احرام میں نقاب کی ممانعت کا کوئی مطلب نہیں ہے۔
عہد رسالت میں پردے کا عام رواج تھا اسی لیے حافظ ابن حجر مستطاب نے فرمایا:

استمر الاصل على جواز خروج النساء الى المساجد والاسواق
والاسفار منتقيات لثقل براهن الرجال۔^۲
علامہ بیہقی نے بھی یہی لکھا ہے۔^۳

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

قالت لا تلثم ولا تبرقع ولا تلبس ثوباً
لحدس ولا زعفران۔^۴
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں عورتوں کے برقع پہننے کا رواج تھا ورنہ حالت احرام میں برقع پہننے کی
ممانعت کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

ہر خرد کہ مسلمان خواتین عہد رسالت میں حالت احرام میں نقاب نہیں پہنتی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ انجمنی مردوں
سے اپنے چہرہ کو حجاب میں رکھتی تھیں، امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان
الركبان يرون بنا ونحن محرمات مع رسول
الله صلى الله عليه وسلم فاذا احادوا ابنا
صدلت احدانا جليبا بها من دامها على وجهها

- ۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری مترقی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۸، مطبوعہ فور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مترقی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ مطبع مجتہبی نئی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
۳۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی مترقی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۱۳، مطبوعہ فور محمد صالح مطابع کتب لاہور
۴۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شیبہ نسائی مترقی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ فور محمد صالح مطابع تجارت کتب لاہور
۵۔ امام احمد بن حنبل مترقی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
۶۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر مستطاب نے شافعی مترقی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۳۴، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
۷۔ حافظ بدر الدین محمد بن احمد بیہقی حنفی مترقی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۱۴، مطبوعہ ادارۃ المطابع العلمیہ مصر، ۱۳۴۸ھ
۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری مترقی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹، مطبوعہ فور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

فاذا جاؤنا فكشفناه - ۱۰

سوں سے اپنے چہرے پر لٹکالیتے اور جب وہ گند جلتے تو ہم اپنے چہرے کو گھول دیتے۔

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن فاطمة بنت المنذر انها قالت كنا نخدم وجوهنا ونحن محرمات ونحن مع أسماء بنت أبي بكر الصديق فلا تنكروا علينا - ۱۱

فاطمہ بنت منذر بیان کرتی ہیں کہ ہم حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپ لیا کرتی تھیں، ہمارے ساتھ حضرت اسماء بنت ابی بکر بھی تھیں وہ ہم کو متع نہیں کرتی تھیں۔

ان دونوں حدیثوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد مبارک میں مسلم خواتین حالت احرام میں بھی چہرہ کو ظاہر نہیں کرتی تھیں اور پردے اور حجاب کے ساتھ رہتی تھیں۔ فوراً کیجئے حالت احرام میں حجاب کو نقاب پہننا منسب ہے پھر بھی مسلمان عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کیا کرتی تھیں تو عام حالات میں ستر اور حجاب میں ان کی پابندیوں کا کیا عالم ہو گا؟ اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے!

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن شماسة قال جاءت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم يقال لها ام خلادة وهي منقبة تسأل عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم جئت تسألين عن ابنك وانت منقبة فقالت ان ارضنا ابني فلن ارضأحيائي - ۱۲

حضرت شماسة رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہیں کہ ام خلادة نام کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی وہاں مایکہ اس نے نقاب پہنی ہوئی تھی اس کا بیٹا شہید ہو گیا تھا وہ اس کے متعلق پوچھنے آئی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا تم اپنے بیٹے کے متعلق پوچھ رہی ہو اور اس حال میں بھی تم نے نقاب پہنی ہوئی ہے! اس نے کہا میں نے اپنا بیٹا کھویا ہے اپنی حیا نہیں کھوئی۔

یہاں پر یہ شبہ نہ ہو کہ جب حجاب لازم ہے تو صحابہ نے یہ سوال کیوں کیا کہ تم اس حال میں بھی نقاب پہنے ہوئی ہو، کیونکہ عورت کا ستر غلیظ چہرہ اور اعضاء کے علاوہ باقی جسم ہے اس کو چھپانا فرضِ تلخیص ہے۔ اور چہرہ اور اعضاء ستر غلیظ نہیں ہیں نہ ان کو چھپانا فرضِ تلخیص ہے لیکن ان کو حجاب میں رکھنا لازم ہے تاہم بعض حالات میں چہرہ کھولنے کی اجازت بھی ہے، مثلاً گواہی دینے کے لیے، نماز اور حج میں بھی چہرہ اور اعضاء ظاہر کرنے کا حکم ہے اور چونکہ چہرہ چھپانے کا باقی جسم کی طرح سخت حکم نہیں ہے اور بعض حالات میں اس حکم میں تخفیف بھی کی جاتی ہے اس وجہ سے صحابہ حیران ہوئے کہ اس گجراہٹ اور پریشانی کے موقع پر بھی جب لوگوں کے اعضاء کے سیر کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور گھبراہٹ

۱۰۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مترقی ۲۷۵، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۸۵ھ

۱۱۔ امام مالک بن انس اصبحی مترقی ۱۵۹، موطا امام مالک ص ۳۳۲، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور

۱۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مترقی ۲۷۵، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۸۵ھ

اوسے جبری کے عالم میں ان سے کچھ غیر شرعی حرکات سرزد ہو جاتی ہیں ایسے میں بھی وہ کمال صبر و ضبط کے ساتھ نقاب اور حجاب کے ساتھ آتی ہیں۔

جہدِ صالحت میں عورتوں کے حجاب اور نقاب پہننے کے معمول اور عروج پر یہ واقعہ بھی دلیل ہے کہ علامہ زرقانی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی ایک عورت چہرے پر نقاب ڈالنے سے بڑی قینقاغ کے بازار میں گئی، بہرہ برداروں نے اس کا چہرہ کھونا چاہا، اس عورت نے انکار کیا انہوں نے اس کی چادر کو پھینچنے سے کسی چیز کے ساتھ اس طرح اٹکا دیا کہ جب وہ اٹھی تو اس کا چہرہ کھل گیا، اس کے نتیجہ میں مسلمانوں اور بہرہ برداروں کے درمیان جگمگ ہوئی اور غزوہ بنو قینقاغ واقع ہوا۔

عورت کے حجاب پر اس واقعہ سے بھی روشنی پڑتی ہے، امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پردے سے پیچھے ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا وہاں ما لیکہ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا: مجھے تپا نہیں چلا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا؟ اس نے کہا یہ عورت کا ہاتھ ہے آپ نے فرمایا اگر تم عورت ہو میں تو اپنے ہاتھ کو رنگتیں آپ کی مراد منہدی تھی

عن عائشۃ قالت او ماتت امرأۃ من وراء ستور بیہا کتاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فقال ما ادری اید رجل امری ا مرأۃ قالت بل ید امرأۃ قال لو کنت امرأۃ لغیرت اظفارک یعنی بالحناء

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے کلام کے ساتھ اس آیت پر رعیت کرتے تھے ان کا تشریح کن باللہ شیشا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ یا ما لیکہ سے اس کا کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمس ید یمین النساء بالکلام بعد ذلک ان لا تشرکن باللہ شیشا وما مسمت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امرأۃ قط الا ید امرأۃ یمسکھا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

امام عیاضی نے حضرت امیرہ بنت رقیعہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں

۱۔ علامہ محمد عبدالقادر زرقانی نے ترقی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث ترمذی ۲۵، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ ثانی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

۳۔ امام عبدالرزاق بن حجاج ترمذی ۲۱۱، المصنف ج ۶ ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

سے بیعت لی تو انہوں نے عرض کیا:

الانصاف حک یا رسول اللہ! فقال انی لا اصافح النساء انما قولی لامرأة کقولی لامرأة۔^۱

یا رسول اللہ! کیا ہم آپ سے معاہدہ نہ کریں! آپ نے فرمایا میں عورتوں سے معاہدہ نہیں کرتا اور میرا ایک عورت کے لیے کوئی بات کہنا سوا عورتوں سے کہنے کی مثل ہے۔

ان احادیث میں اس بات کی صریح وضاحت ہے کہ عہد رسالت میں مسلم خواتین اپنی ضروریات کی بنا پر حجاب اور نقاب کے ساتھ گھروں سے باہر نکلتی تھیں۔ اور آپ نے کبھی کسی نامحرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا نہ اس سے معاہدہ کیا۔

اسلام سے پہلے دوسرے آسمانی مذاہب میں بھی حجاب اور نقاب کے عہدِ توریت میں نقاب اور حجاب کا معمول

اور ربقہ نے نگاہ کی اور اضحاق کو دیکھ کر اونٹ سے اتر پڑی۔ اور اس نے نوکر سے پوچھا کہ شخص کون ہے جو ہم سے ملنے کو میدان میں چلا آ رہا ہے؟ اس نوکر نے کہا یہ میرا آقا ہے۔ تب اس نے برقع لے کر اپنے اوپر ڈال لیا۔^۲

اور تم کو یہ خبر ملی کہ تعبیرا خسرانی بھیڑوں کی پشم کترنے کے لیے تمت کو جا رہا ہے۔ تب اس نے اپنے رنڈا پے کے کپڑوں کو اتار پھینکا اور برقع اوڑھا اور اپنے کو ڈھانکا۔^۳

پھر وہ اٹھ کر چلی گئی اور برقع اتار کر رنڈا پے کا جوڑا پہن لیا۔^۴

جنبی مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذلک ازکی لهم ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یدین زینتھن الا ما ظہر منها ولیضربن بخمرهن علی جیوبھن ولا یدین زینتھن الا لبعولتھن

آپ مسلمان مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرنگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، بلاشبہ اللہ ان کے سب کاموں سے باخبر ہے۔ اور آپ مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور اپنے بناؤں کو ظاہر نہ کریں سوا اس

۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام سنناتی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۲۔ توریت (پرانا عہد نامہ) ص ۲۲، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور

۳۔ توریت (پرانا عہد نامہ) ص ۲۰

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا
ابستم الا المجلس فاعطوا الطريق حقه قالوا
وما حقه قال غصن البصر وكف الاذى
وراد السلام والا مر بالمعروف والنهي عن
المنكر۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جرير بن عبد الله قال سألت رسول
الله صلى الله عليه وسلم عن نظر الفجأة فامرني
ان اصرف بصري۔

بیٹھے بغیر جماعاً گواہ نہیں ہوگا، ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے
ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر قبہ میں راستوں
پر بیٹھتا ہی ہو تو راستوں کا حق ادا کرنا، صحابہ نے پوچھا
راستوں کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: نظر نیچے رکھنا،
تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی
کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانک
نظر پر سجانے کا حکم پوچھا آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں نظر
ہٹا لوں (یعنی اگر پانک نظر ہڈی کے ترزا ہٹا لی جائے
سیدی طفر لہ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔
حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم النظر تسهم مسوم من
سهام ابليس من تركها من مخافتها ايماناً
يجد له حلاوتها في قلبه رواه الطبراني وفيه
عبد الله بن اسحاق الواسطي وهو ضعيف۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر، شیطان کے
سہراؤں میں سے ایک تیر ہے، جس نے میرے خوف
سے رہائی عورت کے) دیکھنے کو ترک کر دیا تو اس کے ہلہ میں اس کو عیا
ایمان عطا کر دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس
کے گا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن بريد بن ربيعة قال يا علي لا تتبع النظرة

حضرت بريدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- ۱۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۳، مطبوعہ نور محمد راج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۳۳، ۲۵ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد راج المطابع کراچی
- ۳۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد راج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۴۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۵، مطبوعہ نور محمد راج المطابع کراچی
- ۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۳۲۰ھ، کتاب العریب بیروت، ۱۴۰۲ھ

النظر فان لك الاواني وليس لك الاخرة عليه
 نے فرمایا ہے اے ایک نظر کے بعد دوسری نظرت ڈالو کیونکہ تمہارے
 لیے پہلی نظر حرام ہے اور دوسری نظر حرام نہیں ہے
 اس حدیث کو حافظ البیہقی نے بھی امام احمد کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ۴
 اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اور حضرت میمونہ حاضر تھیں،
 اسی آغاز میں حضرت ابن ام مکتوم آگئے یہ اس وقت کا واقعہ
 ہے جب حجاب کے احکام نافذ ہو چکے تھے، رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پردہ کر دو، میں
 نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہے، تم کو دیکھے
 گا نہ پہچانے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟۔ یہ
 حدیث حسن صحیح ہے۔

عن ام سلمة انما كانت عند رسول الله
 صلى الله عليه وسلم وميمونة قالت فبينما
 نحن عنده اقبل ابن ام مكتوم فدخل عليه، و
 ذلك بعد ما امرنا بالحجاب فقال رسول الله
 صلى الله عليه وسلم احتجبا منه فقلت يا
 رسول الله اليس هو اعشى لا يبصرنا ولا يعرنا
 فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعميا
 وان انتمما التتما تبصرانه هذا حديث
 حسن صحيح۔ ۵

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۵
 اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس طرح مردوں کے لیے عورتوں کو دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح عورتوں کے
 لیے مردوں کو دیکھنا بھی ناجائز ہے۔

اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے جواز کی استثنائی صورتیں | امام رازی شافعی کھتے ہیں کہ اجنبی عورت کے چہرے
 کی طرف بغیر کسی غرض صحیح کے دیکھنا جائز نہیں
 ہے اگر کسی شخص کی نظر اچانک کسی عورت کے چہرے پر پڑ جائے تو وہ اپنی نظریں نیچی کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا ہے قُلِ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْنَ اَبْصَارَهُمْ۔ اور امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص فتنہ نہ ہو تو
 ایک بار دیکھنا جائز ہے لیکن لگاتار دیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان السمع والبصر والفؤاد
 كل اولئك كان عنه مشغولا۔ صحیح بصر اور دل ان میں سے ہر ایک سے سوال
 کیا جائے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار کے بعد دوبارہ نظر ڈالنا اور حضرت جابر نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے انہیں نظر ہٹانے کا حکم دیا اور اس لیے کہ عموماً پہلی

۱۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۵، مطبوعہ نوری محمد کا خانہ تجارت کتب کراچی
 ۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۵۸۰ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۰۲ھ
 ۳۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۵، مطبوعہ نوری محمد کا خانہ تجارت کتب کراچی
 ۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

بار نظر پڑ جانے سے احتراز کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے پہلی نظر ممانعت ہے خواہ قصداً ہو یا بلا قصد۔
جس انفرافق میچھ کی بنا پر اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں :-

- (۱)۔ اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اس کو دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔
- (۲)۔ خرید و فروخت کے وقت عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے تاکہ نر اعلیٰ صورت میں دوکاندار متاثر نہ ہو اس نئے کسی عورت کو کیا بیچا جاتا۔
- (۳)۔ جب کسی عورت کو کسی معاملہ پر گواہ بنایا جائے تو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے تاکہ اداۓ شہادت کے موقع پر اس کو پہچان سکے۔
- (۴)۔ علاج کی غرض سے کسی نیک طبیب کا عورت کے جسم کو دیکھنا جائز ہے۔
- (۵)۔ زنا کے واقعہ پر گواہی دینے کے لیے زانیوں کی فرج کی طرف دیکھنا جائز ہے۔
- (۶)۔ رضاعت پر گواہی دینے کے لیے عورت کے پستان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔
- (۷)۔ اگر عورت ڈوب رہی ہو یا جل رہی ہو یا کسی اور حادثہ میں مبتلا ہو تو اس کو پہچاننے کے لیے اس کے جسم کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔ لہ

بعض احادیث بظاہر حجاب کے خلاف ہیں جن میں اجنبی مردوں کے عورتوں کی طرف

دیکھنے اور عورتوں کے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا ثبوت ہے اسی لیے ہم ان احادیث کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں، امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چاد میں چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی وہ آں مالیکہ وہ (جنگی کھیل) کھیل رہے تھے، میں اس وقت لڑکی تھی، سو چونکہ کم عمر شائق لڑکی کے شوق کا کیا عالم ہوگا!۔ لہ

اس حدیث میں مردوں کے کھیل کی طرف دیکھنے کا جواز ہے، جبکہ مردوں کے بدن کی طرف (پسندیدگ سے) نہ دیکھا جائے۔ اور عورتوں کا اجنبی مرد کے چہرہ کی طرف شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور بغیر شہوت کے دیکھنے میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَأَبْصَارُهُنَّ لَا يَسْرِبْنَ عَلَىٰ أَعْيُنِهِنَّ وَلَا يُسْرَبْنَ عَلَيْهِنَّ أَلَّا يَأْتِيَنَّ بِغَيْرِ حِلٍّ ۚ وَلَهُنَّ جُزْءٌ مِّمَّا كَسَبْنَ ۚ وَلَا يَأْتِيَنَّ بِغَيْرِ حِلٍّ ۚ وَلَهُنَّ جُزْءٌ مِّمَّا كَسَبْنَ ۚ وَلَا يَأْتِيَنَّ بِغَيْرِ حِلٍّ ۚ

”آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیکھنے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں“ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ (بلکہ حضرت میمونہ) سے فرمایا ”تم دونوں تو نابینا نہیں ہو، تم اس سے (یعنی حضرت ابن ام جنتیم سے) پردہ کرو“ یہ حدیث حسن ہے اس کو امام ترمذی اور دوسرے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس روایت کے دو جواب ہیں، ترقی جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے ان

۱۔ امام ترمذی محمد بن حنیف مالک بن عمر مازنی متوفی ۲۰۲ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۴۵ھ

کے چہرے اور دونوں کی طوٹ پانٹنا تھا، دیکھا تھا اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ان کے کھیل اور ان کی جھجک کی طوٹ دیکھا تھا اور ان کی جنگی مٹھروں کے دیکھنے سے یہ لادم نہیں آتا کہ حضرت عائشہ نے ان کے بدن کی لطوٹ دیکھا اور اللہ اگر بڑا مہربان حضرت عائشہ کی نظر بلا قصد ان کے بدن پر ڈر گئی تو آپ نے فوراً نظر کو مٹایا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ بروکتا ہے یہ واقعہ حکام عجاب نازل ہونے سے پہلے کا، بروایت میرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ اس وقت کمن تھیں اور حد بلوغ کو نہیں پہنچیں تھیں۔ ۱۰

دوسری حدیث میں سے عجاب کے خلاف شہرہ پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک شخص نے سوال کیا آپ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمت میں حاضر تھے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہاں! اگر میں اس وقت کم سن نہ ہوتا تو حاضر نہ ہوتا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عید گاہ) گئے اور آپ نے ناز پڑھائی، پھر خطہ دیا، اور ان دن کا ذکر کیا نہ اقامت کا پھر آپ عورتوں کے پاس گئے، ان کو وعظ و نصیحت کی اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا پھر میں نے دیکھا کہ انھوں نے اپنے کافوں اور گولوں کی طرف اتر پڑھا تے اور حضرت بلال کو زبردست دسے دیئے۔ ۱۱

اس حدیث سے یہ شہرہ ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت بلال نے اس موقع پر اجنبی عورتوں کو دیکھا، حافظ ابن حجر مستطانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا جواب تو خود اس حدیث میں ہے کہ وہ کم سن تھے، اور حضرت بلال اگرچہ اس وقت آزاد ہو چکے تھے لیکن وہ عورتیں عجاب میں لپٹی ہوئی تھیں اور اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت بلال نے ان کے چہروں کی طوٹ دیکھا یا ان کے چہرے کھلے ہوئے اور بے عجاب تھے۔ ۱۲

ایک اور حدیث میں سے عجاب کے خلاف شہرہ پیش کیا جاتا ہے یہ ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، قبیلہ ختم کی ایک عورت نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پرچھا، حضرت فضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل رضی اللہ عنہما کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، اس عورت نے پرچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے، اور

عن عبد اللہ بن عباس قال کان الفضل ردف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجاعت امرأة من خنعم فجعل الفضل ينظر إليها وتظن اليه وجعل النبي صلی اللہ علیہ وسلم يصر وجهه الفضل الى الشق الآخر فقالت يا رسول الله ان فریضتہ اللہ علی عبادہ فی الحجہ اور کت ابی شیخاً کبیراً لا یثبت علی الراحلة ا فاحج عنه قال نعم و ذلک فی

۱۰۔ علامہ کبیری بن شرف ترمذی متوفی ۶۷۱ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۲-۲۹۱، مطبوعہ نذیر محمد امج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸، مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی، ۱۳۸۰ھ

۱۲۔ حافظ شہب الہدین احمد بن علی بن حجر مستطانی خاضی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ دار الفکر لکھنؤ، ۱۳۷۵ھ

اور عورت کا سامنا ہو جائے، لہذا ایک بار وہ عورت کو بھی ناز اور جج کے مواقع پر چہرہ کھولنے سے سابقہ پڑ جاتا ہے سو ایسے تمام مواقع پر مردوں اور عورتوں دونوں کو ننگا نہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اجنبی مردوں کے سامنے عورت کے چہرہ اور ہاتھ کھولنے کے دلائل کا ایک جائزہ !

محققین فقہاء اخوات اس کے قائل ہیں کہ اگر فقہ کا عوف نہ ہو تو اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرت دیکھنا جائز ہے۔ چنانچہ علامہ سرخسی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے آپ کو (نکاح کے لیے) پیش کیا۔ آپ نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا اور اس میں کوئی رغبت نہیں کی، دوسری دلیل یہ بیٹھی کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں کہا کہ "بہت زیادہ مہر نہ رکھا کہ وہ" تو ایک سیاہ چہرے والی عورت نے کہا یہ آپ اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا اس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کیونکہ آپ کے قول کے خلاف قرآن مجید میں ہے: "وَأَقْبَمَ أَحْذَمُ بْنُ قِنْطَارٍ أَفْلاَتًا خَذُوا مِنْ قَبْلِهِمْ (نساء: ۲۰)" "تم ان میں سے کسی کو بہت مال دے چکے تو واپس مت لو،" یہ جواب اس کہ حضرت عمر حیران رہ گئے، اور کہا ہر شخص کو عمر سے زیادہ دین کا علم ہے حتیٰ کہ گھروں میں رہنے والی عورتوں کو بھی عمر سے زیادہ علم ہے اس واقعہ میں راوی نے کہا ہے کہ وہ سیاہ و رخساروں والی عورت تھی اس سے معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے ہاتھ دیکھے جو نہ ننگے ہوتے تھے تو آپ نے فرمایا کیا یہ مرد کا ہاتھ ہے، اور جب حضرت فاطمہ نے اسے کسی ایک بچہ کو حضرت انس یا حضرت بلال کو دیا تو حضرت انس نے حضرت فاطمہ کے ہاتھ کو دیکھ کر کہا گویا یہ چاند کا ٹکڑا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے اور چہرہ سرہ رنگانے کا محل ہے اور ہاتھ انگوٹھی اور ہندی کا محل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا يَبْدِينَ مَنَاذِقَهُنَّ الْأَسْطِطَةَ مِنْهُنَّ۔ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سو اس کے جواز خود ظاہر ہوا اور حضرت علی اور حضرت عباس وغیرہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد سرہ اور انگوٹھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ چہرہ اور ہاتھ زینت ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ نے زینت ہاتھ کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور زینت ظاہر یعنی چہرہ اور ہاتھ کو ظاہر کرنے کی اجازت دی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ واجب السنن نہیں ہیں اور ان کو ظاہر نہ کرنا جائز ہے۔ لہ

ہم علامہ سرخسی کی گردن نعین کو بھی نہیں پہنچتے، فقہ حنفی کی عظیم خدمت کر کے علامہ سرخسی نے جو سنت اسلامیہ پر عظیم احسان کیا ہے اس کے بوجھ سے ہم کبھی سر نہیں اٹا سکتے، لیکن علامہ سرخسی کے تمام علوم و فنون کے باوجود ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دستر سے مستحکم کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل عورت کو بغیر کسی استثناء کے واجب السنن قرار دیا ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں :

لہ۔ شمس الامم محمد بن احمد سرخسی متوفی ۵۴۳ھ، البیہودج، ۱۰ ص ۱۵۳-۱۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه و

سلم قال لي المرأة عورة فاذا خرجت

استشر فيها الشيطان هذا حديث حسن

صحيح غريب يله

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سرتا پا واجب الستر
ہے، جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو گردن اٹھا کر
دیکھتا ہے، یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

اس حدیث کو امام ابن شیبہ اور البیہقی نے امام طبرانی کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے۔ ۳

اور ولید بن زیتہن الا ما ظہر منها میں جو زینت ظاہری کی تفسیر چہرہ اور ہاتھوں سے کی گئی ہے یہ قطعی نہیں
ہے، علامہ ابن جوزی غنبل نے لکھا ہے کہ زینت ظاہرہ میں سات تفسیریں ہیں۔ (۱) حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس
سے مراد کپڑے ہیں (۲) حضرت ابن مسعود سے دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد چادر ہے۔ (۳) حضرت ابن عباس سے
روایت ہے کہ اس سے مراد سر اور انگوٹھی ہے۔ (۴) حضرت مسود بن مخزوم سے روایت ہے کہ اس سے مراد گلن، انگوٹھی اور
ہندی کا رنگ ہے (۵) مجاہد سے روایت ہے کہ اس سے مراد سر، انگوٹھی اور ہندی کا رنگ ہے۔ (۶) من بصری نے
کہا یہ انگوٹھی اور گلن ہے۔ (۷) ضحاک نے کہا اس سے چہرہ اور ہتھیلیاں مراد ہیں۔ لگے

اور جب زینت ظاہری میں اس قدر مختلف اور متضاد آواہیں تو ان کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کو کس طرح
چھوڑا جاسکتا ہے، اس لیے صحیح یہی ہے کہ عورت مکمل واجب الستر ہے جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے المرأة عورة
اور زینت ظاہرہ سے مراد اس کا لباس ہے۔

ثانیاً بر تقدیر تنزل ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر زینت ظاہرہ سے چہرہ اور ہاتھ بھی مراد ہوں تو چہرہ اور ہاتھ نماز اور احکام کے
ستر سے مستثنیٰ ہیں۔ ستر نظر اور حجاب سے مستثنیٰ نہیں ہیں اور ستر اور حجاب میں یہ فرق ہے کہ ستر کا تعلق عورت کے ان اعضا
سے ہے جن کو عورت کے سوا ہر شخص سے چھپانا واجب ہے خواہ وہ محرم ہو یا اجنبی شخص اور حج اور نماز ہر حالت میں ان اعضا
کا چھپانا واجب ہے۔ اور حجاب کا تعلق اجنبی مردوں کے لحاظ سے عورت کے پورے جسم کے ساتھ ہے۔ سورتہ نور میں اللہ
تعالیٰ نے عورت کے ستر کے احکام بیان کیے اور اس کے بعد سورہ احزاب میں عورت کے حجاب کے احکام بیان کیے اور فرمایا:
یا نین علیہن من جلا بیہن (عورتیں گھروں سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں پر لٹکانے
ریں! اس صریح آیت میں عورتوں کو چہرہ چھپانے کا قطعی حکم دیا گیا ہے اور مواضع ضرورت کے سوا عورتوں کو اجنبی مردوں کے
سامنے چہرہ ظاہر کرنے کی کوئی اجازت نہیں ہے۔

علامہ نخعی نے عورت کے چہرہ کو ستر کے حجاز پر جہر حدیث پیش کی ہے کہ ایک عورت نے نکاح کے لیے اپنے
آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو یہ حدیث موضوع بحث سے خارج ہے کیونکہ یہ

۱۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ نوریہ دار غمان تہامت کتب کراچی

۲۔ حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

۳۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

۴۔ علامہ ابو العزیز عبد الرحمن بن علی بن محمد بن عیسیٰ ترمذی، ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

مواضع ضرورت سے ہے اور نکاح کے قصد سے عورت کو دیکھنا جائز ہے اور ایک اثر پیش کیا ہے کہ ایک سیاہ فام عورت نے حضرت عمر سے بات کیا اور ادا کیا کہ اپنا کرنا سیاہ چہرے والے عورت تھی اس بات کا دلیل ہے کہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس اثر کا سنک کیفیت، میں معلوم نہیں ہے اور اگر یہ اثر صحیح ہی ہو تو اس میں یہ قوت نہیں ہے کہ یہ ترک نجید کی تصور قطعاً اور احادیث صحیحہ کی مزاج مخالفت کے مزاج ہو سکے تاہم ہمارے نزدیک اس کی یہ تاویل ہے کہ یہ عورت ان بڑھی عمروں میں سے تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے حجاب سے مستثنیٰ کر دیا ہے یا سیاہ رخسار اور بڑھوتر اور غیر مشتبہ ہونے کے وجہ سے ان عورتوں میں سے تھی جن سے نکاح کی امید نہیں ہوتی اس وجہ سے یہ حجاب سے مستثنیٰ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والقواعد من النساء التي لا يربون نكاحًا
فليس عليهن جناح ان يضعن ثيابهن غير
متبرجات بزينة وان يستحفظن خير لهن۔

وہ بڑھی عمر میں جن کو نکاح کی امید نہیں ہے اگر وہ اپنے (چہرہ چھانپنے کے) کپڑے اتار دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور ان کا ایک وہ اپنی زینت دکھانی نہ پھرے اور اگر وہ اس سے بچیں (یعنی نقاب نہ اتاریں) تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

(نور: ۶۰)

لہذا یہ سیاہ فام عورت انھیں عورتوں پر محمول ہے جو بڑھی عمر میں یا بے مدد بصدورت ہونے کی وجہ سے نکاح کی امید رکھتی ہوں اور اس کا بے پردہ گھبرے نکلنا موضوع بحث سے خارج ہے۔ علامہ عسقلانی نے تیسری دلیل پر ہمیشہ اس کا بے پردہ ہونے کی ایک عورت کے ہاتھ دیکھے جو رنگے ہونے نہیں تھے تو آپ نے فرمایا کیا یہ مرد کا انقض ہے۔ علامہ عسقلانی نے یہ حدیث پر ہی بیان نہیں کیا، پوری حدیث اس طرح ہے: انہم ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا وہاں تک کہ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا مجھے بتاؤ میں چکا کہ یہ عورت کا انقض ہے یا مرد کا، اس نے کہا یہ عورت کا ہاتھ ہے آپ نے فرمایا انکم عورت ہوتی تھ اپنے اہل حق کو رکھتیں، آپ کی مراد ہندی تھی۔

یہ حدیث تو عورت کے حجاب اور چہرہ چھانپنے کی دلیل ہے کیونکہ اس عورت نے حجاب میں مستور ہو کر آپ کی طرف اشارہ کیا۔

علامہ عسقلانی نے ہاتھ کھلارکنے کے جواز پر چوتھی دلیل یہ قائم کی ہے کہ حضرت فاطمہ نے اپنا کوئی ایک بچہ حضرت انس یا حضرت بلال کو دیا، حضرت انس نے حضرت فاطمہ کے ہاتھ دیکھ کر کہا گیا یہ چاند کا گھڑا ہے۔ حضرت فاطمہ کا نکاح دو بھری میں ہوا اور اس پر رمضان میں بھری میں حضرت حسن کی ولادت ہوئی اور اس کے نو ماہ بعد چار بھری میں حضرت حسین کی ولادت ہوئی (اصابح ص ۳۳۲-۳۳۸) اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت انس کی گود میں بچہ دینے کا واقعہ تین یا چار بھری کا ہے اور حجاب کے احکام کا پانچ بھری میں نازل ہونے، لہذا اس واقعہ سے ہی امہنی کے سامنے عورت کے

لعنہ ام ابوداؤد سلیمان بن اشعث مشرقی ۲۷۵ سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۳۱۸ مطبوعہ مطبعہ عیباتی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

ہاتھ کھولنے پر استدلال نہیں ہو سکتا، یہ بھی خیال رہے کہ حضرت انس کی عمر ہجرت کے وقت دس سال تھی اور اس واقعہ کے وقت حضرت انس کی عمر تیرہ یا چودہ سال تھی۔

عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو اجنبی مردوں کے سامنے کھولنے کے جواز پر جو زیادہ سے زیادہ دلائل پیش کیے جاسکتے تھے وہ علامہ منہجی کے پیش کر دیے اور ہم نے ان دلائل کی حقیقت قارئین کے سامنے بیان کر دی ہے اور یہ کہنا کہ عورت کو دیکھنے سے شہوت کا خطرہ نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے بالکل غلط اور مردود ہے کیونکہ فیضان نبوت کو بلا واسطہ حاصل کرنے والے صحابہ میں جب اس خطرہ سے مامون نہیں تھے تو پھر کوئی شخص اس خطو سے مامون ہونے کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ عورت کی طرف سے پھیر دیا اور فرمایا "میں ان پر شیطان سے مطمئن نہیں ہوں" اور حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فضل پر اطمینان نہیں تھا تو کسی شخص کو بھی اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی نہ کسی عورت کو حجاب سے مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے، محققین فقہاء اسلام نے اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کو مطلقاً ناجائز کہا ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو اب ہم قارئین کے سامنے محققین فقہاء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں۔

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم

عائظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

ذهب كثير من العلماء الى انه لا يجوز للمرأة النظر الى الرجال الا جانب بشهوة ولا بغير شهوة اصلاً۔

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

ان كان لعذر مثل ان يريد ان يتزوجها ويشهد عليها فانه ينظر في الحالىين الى وجهها خاصة فاما النظر اليها لغير هذا فلا يجوز لا لشهوة ولا لغيرها وسواء في ذلك الوجه والكفان وغيرهما من البدان۔

کثیر علماء کا یہ مذہب ہے کہ عورت کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا بالکل جائز نہیں ہے خواہ شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بغیر شہوت کے۔

اگر مرد کو کوئی عذر ہو مثلاً وہ کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے یا اس کے خلاف گواہی دینا چاہتا ہے تو دونوں صورتوں میں صرف اس کے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے اور بغیر عذر کے عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو اس میں چہرہ، ہاتھ اور بدن سب برابر ہیں۔

۱۔ عائظ ابن کثیر حنبلی مترجم ۲، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴

علامہ ابن قدامہ علیہ السلام کہتے ہیں:

امام احمد کے ظاہر مذہب کے مطابق مرد کا اجنبی عورت کی طرف بیڑ کسی قدر کے دیکھنا جائز نہیں ہے، جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ اس کے لیے اجنبی ہے اس کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ وہ کسی طرح کھانا کھا رہی ہے اور اتفاقاً نے یہ کہا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی بدن کو دیکھنا حرام ہے کیونکہ وہ سنہرے اور گلابی رنگ سے مائل ہوتی ہے چہرے کی طرف دیکھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء باکبیکہ کپڑے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں آپ نے ان سے منہ پھرنے یا اندر دیکھا: اے اسماء جب عورت بائیں ہوجائے تو اس کا صرف یہ اور یہ دکھانی دینا جائز ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاذْأَسْمَاءُ لَتَمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْتَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ "جب تم ان کے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے کی اوٹ سے سوال کرو" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا کتاب تمام نصاب کتاب کا مالک ہوجائے تو اس سے پردہ کرو اور حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی ہوئی تھیں اس وقت میں ان کو منہ مڑا گئے تو آپ نے فرمایا اس سے پردہ کرو اور حضرت جریر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر بٹھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے مجھے نظر بٹھانے کا حکم دیا، یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے علی ایک بار کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا کیونکہ پہلی نظر ممانعت ہے اور دوسری ممانعت نہیں ہے، اور نکاح کے اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت دی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی طرف دیکھنا مطلقاً صحیح نہیں ہے ورنہ اس شخص کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور حضرت اسماء کی روایت میں کلام ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ احکام حجاب سے پہلے کا حکم ہے۔

علامہ ابن قیم جوہرہ معنی لکھتے ہیں:

یہ کہنا کہ آزاد پوروسی اور بیعت عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور جان اور محبوب عورت یا ندی کی طرف دیکھنا جائز ہے شرط رعیت پر افترا ہے، اللہ تعالیٰ نے اُس کو کہاں حرام کیا ہے اور اس کو کہاں جائز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو صرف یہ فرمایا ہے قُلِ لِلْمُؤْمِنِيْنَ بَعْضُوْا مِنْ اٰبَادِهٖمْ۔ "مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نہ پھریں" اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ عورت یا ندیوں کو نہ دیکھو۔ یہ بشر اس سے پیدا ہوا کہ شریعت نے آزاد عورتوں کو اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانے کا حکم دیا ہے اور باندیوں پر یہ واجب نہیں کیا لیکن یہ اجازت گھر میں کام کرنے والی باندیوں کے بارے میں ہے اور جب باندیاں بائبلوں میں پھرتی ہیں ان کو چہرہ کھولنے کا کہاں حکم دیا ہے اور مردوں کو انہیں دیکھنے کا کہاں حکم دیا ہے، یہ چیز شریعت پر محض افترا ہے یہ مناسطہ اس وجہ سے اور پیدا ہوا کہ بعض فقہانہ نے یہ کہا ہے کہ آزاد عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم واجب السنہ (چھپانے کی چیز) ہے، اور باندی کا صرف پریش، پشت اور پٹھ لیاں واجب السنہ ہیں، حالانکہ یہ حکم صرف نماز کے متعلق ہے۔ کیونکہ ستر

لے۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد المنظر ابن امیرین قدامہ علیہ السلام متروک ۱۱۰، المنہج ج ۱ ص ۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

رچھپانے کی چیز کی دو قسمیں ہیں ایک ستر نماز کا ہے اور ایک ستر نظر کا ہے، آزاد عورت کا نماز میں ستر چہرے اور ہاتھوں کے ماسوا ہے اس لیے وہ چہرے اور ہاتھوں کو کھول کر نماز پڑھ سکتی ہے اور آزاد عورت کا نظر میں ستر پورا جسم ہے اس لیے وہ بازاروں میں اور اجنبی لوگوں کی مجلسوں میں نہیں جاسکتی اور اس کے چہرے اور ہاتھوں سمیت پورے جسم کو اجنبی مردوں کے لیے دیکھنا جائز نہیں ہے۔ لہ

فقہاء شافعیہ کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم

تامنی بیضاوی شافعی لکھتے ہیں:

ہر آزاد عورت کا بدن واجب الستر ہے اور شوہر اور محرم کے سوا عورت کے بدن کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے البتہ ضروریات مستثنیٰ ہیں جیسے علاج اور گواہ بنانے کا معاملہ۔

فان كل بدن الحرة حورة لا يحل لغير الزوج والمحرم النظر الى شيء منها الا لضرورة كالعلاج والتحمل الشهادة۔

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

علاج اور گواہی کے لیے اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے اور غیر ضرورت کے نہ مرد کے لیے اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے نہ عورت کے لیے اجنبی مرد کو دیکھنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم۔ آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور فرمایا قل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم آگے آئے آپ نے فرمایا اس سے پردہ کرو، ہم نے عرض کیا یہ تو نا بنیائے ہمیں دیکھتا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے آپ نے فرمایا تم تو نا بنیائے نہیں ہو، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ پر) اپنے پیچھے حضرت فضل بن عباس کو بٹھایا ہوا تھا کہ غشم کی ایک عورت آئی آپ نے حضرت فضل کی گردن دوسری طرف پھیر دی، حضرت عباس نے پوچھا آپ نے اپنے عم داد کی گردن کیوں پھیری ہے آپ نے فرمایا میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور ان پر شیطان سے بے خوف نہیں ہوا۔ لہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ معتدین شافعیہ نے کہا ہے کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورت کے چہرے کی طرف

- ۱۔ علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر السردوت بابت القیم جزیرہ متونی ۱۵۷۵، اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۳۲-۲۳۳، مطبوعہ دارالحدیث مصر
- ۲۔ تامنی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متونی ۶۸۵، مدار التذکر لعل المشی الختاجی ج ۶ ص ۳۶۶، مطبوعہ دار صادر بیروت
- ۳۔ شیخ ابواسحاق شیرازی متونی ۶۸۵، شرح الجہاد ج ۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

دیکھنا مکروہ ہے اور علامہ مصطفیٰ، شیخ ابو محمد، امام احمد صاحب منہج (علامہ رشید ازی) نے کہا ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے اور علم نفس کی توجیہ یہ کہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مردوں کا سوگول کرنا باہر نکالنا منوع ہے اور عورت کو دیکھنا فقہ کا محمل ہے اور شہوت کا محرک ہے اس لیے شریعت کا اتفاق ضایہ ہے کہ فقہ کا سد باب کیا جائے۔ ۱۰

فقہاء مالکیہ کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور عجباً کا حکم

فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر فقہ کا خون نہ ہو تو عورت کا چہرہ چھپانا مستحب ہے اور اگر فقہ کا خون ہو تو چہرہ چھپانا واجب ہے اور یہی حکم اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ مالکی کہتے ہیں:

علامہ تاجی عیاض مالکی نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العیون تنزفی، آنکھوں زنا کرتی ہے یا علامہ نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت بانا رہی جائے تو اس پر چہرہ چھپانا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ البتہ مرد پر واجب ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھے، اور بغیر کسی غرض صیغ کے عورت کی طرف نہ دیکھے خلافت شہادت کے لیے یا سنگتی کے لیے یا علاج کے لیے۔ ۱۱

علامہ ابی مالکی الحدادی عیاض مالکی نے اور دیگر مالکی فقہاء نے اجنبی مردوں کے لیے عورت کے چہرہ چھپانے کے وجہ کے دلائل سے بالکل صرف نظر کر لیا، یہ دلائل ہم سابقہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔

فقہاء دوسری مالکی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لذت اندوزی کے لیے اجنبی عورت کے چہرے کی طرف دیکھے تو یہ حرام ہے اس صورت میں عورت پر پردہ واجب ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس پر پردہ واجب ہے اور دوسرا یہ ہے کہ واجب نہیں ہے اور علامہ زروق مالکی نے یہ کہا ہے کہ خوب صورت عورت پر پردہ کرنا واجب ہے اور بد صورت عورت پر پردہ کرنا واجب نہیں، مستحب ہے۔ ۱۲ علامہ قرطبی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے کہ خوب صورت پر پردہ واجب ہے اور بد صورت پر نہیں ہے۔ ۱۳

فقہاء احناف کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور عجباً کا حکم

۱۰۔ معجم بیہی بن شرف نوادی مترق ۶۷۷، رد المحتار الطالین وطلحة المقتن ج ۷، ص ۳۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۵۰ھ

۱۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خالد دشتانی ابی مالکی مترق ۸۷۸، اکمال الکمال المسلم ج ۵ ص ۳۳۰-۳۲۹، مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت

۱۲۔ علامہ محسن الدین محمد بن ہرزدوسق مالکی مترق ۱۲۶۹، ماہاتیۃ الدوسق علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۳۱۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۳۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی مترق ۵۶۸۵، لایحاح لایحاح القرآن ج ۱ ص ۲۶۹، مطبوعہ انتظامات امام خمینہ اور تبرک ایران ۱۳۰۷ھ

متقدمین فقہاء اہل خانہ نے تو یہی لکھا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب نہیں ہے، اور اجنبی مردوں کو بغیر چھپانے کے دیکھنا جائز ہے اور شہوت ہو تو دیکھنا حرام ہے جیسا کہ علامہ سرخسی کے حوالے سے گذر چکا ہے لیکن متاخرین فقہاء اہل خانہ نے لکھا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے اور اس کی طرف دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے، یہی قرآن اور حدیث کے مطابق ہے۔ علامہ ناہدا کوثری حنفی لکھتے ہیں:

ناز اور حج کے احرام میں عورت کے لیے چہرہ کھولنا جائز ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بلا ضرورت گھر سے منہ کھول کر نکل سکتی ہے، کیونکہ آیت جلیاب میں عورت کو چادر سے چہرہ چھپانے کا حکم دیا اور ناز اور دیگر ضروریات مثلاً شہادت وغیرہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور سنن ابوداؤد میں جو حضرت عائشہ سے چہرہ اور ہاتھوں کے استثناء کی روایت سے اول تو وہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث کو خالد بن دریکم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے اور اس نے حضرت عائشہ کا زمانہ نہیں پایا اور اس کی سند میں سعید بن بشر ایک ضعیف راوی ہے اور اس میں بعض مدلسین کا معنی بھی ہے اس کے علاوہ حضرت عائشہ نے خود اس پر عمل کو ترک کر دیا۔ علامہ ابن قدامہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کا حکم ہے۔ سعیدی غفرلہ

علامہ ائکوثری لکھتے ہیں چونکہ قرآن اور احادیث کی نصوص صریح سے عورتوں کے حجاب کا حکم ثابت ہے اس لیے زمانہ قدیم سے روسے زمین کے مشرق اور مغرب میں تمام مسلمان عورتیں پردہ کی انتہائی پابندی کرتی ہیں، حجاز، یمن، بلاد فلسطین، شام، حلب، عراق، بلاد مغرب، مصر، سوڈان، بلاد فارس، افغان، ہند اور سندھ وغیرہ جیکہ تمام زمین پر سفر اور حضر میں تمام مسلمان عورتیں پردہ اور حجاب میں رہتی ہیں، البتہ وہ اقوام مغرب جو اپنی عورتوں کو معاملہ میں بے غیرت ہیں اور جو اپنی بیویوں کو دوسرے مردوں کی پناہوں میں دیکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، ان کا معاملہ جداگانہ ہے، سلطان عبدالحمید الثانی سے بعض یورپی محققین نے سوال کیا کہ کیا دوسرے مشرقی عورتیں تمام عمر اپنے گھروں میں پردے کے پتھے گزار دیتی ہیں اور اجنبی مردوں سے بالکل میل جول نہیں رکھتیں تو سلطان نے فی الفور جواب دیا: اس لیے کہ وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور شخص کا بچہ جننے میں کوئی رغبت نہیں رکھتیں اس جواب کے سنتے ہی وہ شخص بالکل خاموش ہو گیا یہ علامہ قہستانی حنفی لکھتے ہیں:

مرد آنا داجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے۔
یہ حکم فقہاء متقدمین کے زمانہ کے اعتبار سے ہے اور اب
جوان عورت کو دیکھنے سے منع کیا جائے گا۔

وينظر الرجل من المرأة الاجنبية الى الوجه
وهذا في زمانهم واما في زماننا فممنع من
الشابة۔

نیز علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

اس میں یہ اشارہ ہے کہ اجنبی عورت کے چہرے
کی طرف دیکھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ اولیٰ

وفيه إشارة الى انها يجعل النظر الى وجه
الاجنبية الا اذا مكره كما في ايمان الولواليجي

۱۔ علامہ محمد ناہدا کوثری حنفی متوفی ۱۳۷۱ھ مقالات ائکوثری میں ۲۵۰-۲۲۶ طعنا، مطبوعہ ایچ، ایچ سعید اینڈ کمپنی کراچی

۲۔ علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۱۳۷۱ھ مقالات ائکوثری میں ۲۵۰-۲۲۶ طعنا، مطبوعہ ایچ، ایچ سعید اینڈ کمپنی کراچی

وهذا اذا اذ الحريكن عن شهوة والا
فحرام ^{له}
علامہ الحنفی حنفی لکھتے ہیں:

فحل النظر مقيد بعدم الشهوة والالحرام
وهذا في نما مشهور واما في نما نفا فممنع
من الشابة ^{له}

علامہ شامی نے بھی اس حکم کو برقرار رکھا ہے۔ ^{۳۵}

مذاہب فقہاء کا حاصل مرد کو دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ شہرت سے مراد یا بغیر شہرت کے اور عورت پر

اجنبی مردوں سے اپنے چہرے اور اعضاء کو چھپانا واجب ہے اور قرآن مجید اور سنت کی نصیحتوں سے بچ کر کے مطابق اپنی قول صحیح ہے اور امام مالک کے نزدیک شہرت کے اندیشہ سے یا خلع عورت عورت پر حجاب واجب ہے اور جب شہرت نہ ہو یا عورت بد عورت ہو تو عورت پر حجاب مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ اور فقہاء متقدمین کے نزدیک عورت پر چہرے اور ہاتھوں کا سترا واجب نہیں ہے البتہ اس کو شہرت سے دیکھنا حرام ہے اور متاخرین فقہاء احناف کے نزدیک عورت کو مطلقاً دیکھنا جائز نہیں ہے اور اس پر پردہ کرنا واجب ہے اور یہی قول صحیح ہے، جیسا کہ ہم قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے صراحتاً بیان کر چکے ہیں۔

قرآن، سنت اور فقہاء اسلام کی آراء کی روشنی میں عورت کی آواز کا حکم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا يضرن با رجلهن ليعلمن ما يخفين
من نه يفتنهن۔

اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ جھلا کر یہی کہ اس زمینت کا توگون کو علم ہو جائے جو انھوں نے چھپا رکھی ہے۔ (نور: ۳۱/۳۲)

علامہ ابو بکر حصار حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عورت کو اتنی بلند آواز کے ساتھ کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کو اجنبی مرد سنیں، کیونکہ بایک کی آواز سے اس کی اپنی آواز زیادہ فتنہ انگیز ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہانے عورت کی آواز کو مکروہ نظر دیا ہے کیونکہ اس میں آواز بلند کرنی پڑتی ہے اور عورت کو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ^{۳۶}

۱۔ علامہ محمد خراسانی قہستانی حنفی متون ۱۹۹۲ء، ج ۱، ص ۳۳۲، مطبوعہ مطبعہ منشہ ذوالفقار، ۱۳۹۱ھ
۲۔ علامہ ملا عبداللہ الحنفی حنفی متون ۱۰۸۸ھ، دیکھا رعلی امش رد المحتار ج ۵ ص ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۵ھ
۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متون ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ
۴۔ علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی حصار حنفی متون ۲۰۰۰ء، حکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبعہ المیزان لاہور، ۱۴۰۰ھ

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام حنفی نے کہا ہے کہ نوازل میں تعریک ہے کہ عورت کی آواز عورت واجب الاستہاب ہے اور اس پر یہ متفرع کیا ہے کہ عورت کا عورت سے قرآن مجید پڑھنا مستحب ہے کیونکہ عورت کی آواز عورت ہے۔ ۱۷
علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

زیاد صحیح یہ ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے لیکن جب فتنہ کا خوف ہو تو عورت کی آواز کو کان لگا کر مننا حرام ہے اور جب عورت کے دروازے پر دھتک دی جائے تو وہ نرم آواز سے جواب دے دے جبکہ اگر سخت آواز سے جواب دے۔
علامہ ابو عبد اللہ خطاب مالکی لکھتے ہیں:

عورتوں کا آواز بلند کرنا مکروہ ہے، عورتوں کا اذان دینا، بلند آواز سے نماز پڑھنا اور بلند آواز سے حج میں اہم بیگ کہنا سب مکروہ ہے، علامہ لجنی نے کہا ہے کہ عورتوں کی اذان ممنوع ہے کیونکہ عورت کی آواز عورت ہے۔ علامہ خطاب مالکی کہتے ہیں کہ علامہ ابن یونس اور علامہ ابن ناجی وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ عورت کا آواز بلند کرنا عورت ہے کیونکہ صحابہ کرام اہبات المرئین اور دیگر صحابیات سے احادیث روایت کرتے تھے۔ ۱۸

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حضرت اسماء بنت یزید روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورتوں پر اذان اور اقامت نہیں ہے" کیونکہ اذان اصل میں خبر دینے کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے خبر دینا مشروع نہیں ہے، اور اذان میں آواز بلند کی جاتی ہے اور عورتوں کے لیے آواز بلند کرنا مشروع نہیں ہے۔ ۱۹
ہر چند کہ فقہاء شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے لیکن عورت کا آواز بلند کرنا ان کے نزدیک بھی ناجائز اور حرام ہے، شافعی مفسرین نے زیر بحث آیت کے تحت یہی لکھا ہے۔
امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

عورت کو اتنی بلند آواز کے ساتھ کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کو اجنبی مرد سن لیں کیونکہ عورت کی اپنی آواز پازیب کی آواز سے زیادہ فتنہ انگیز ہے اسی وجہ سے عورت کو اذان دینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اذان میں آواز بلند کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت کو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ۲۰
علامہ بیضاوی شافعی لکھتے ہیں:

- ۱۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۵۸۶ھ، فتح القدر ج ۶ ص ۳۷۲، مطبوعہ مکتبۃ فوریم رضویہ سکھر
- ۱۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روحۃ الطالبین ج ۴ ص ۴۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ
- ۱۹۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الخطاب مالکی متوفی ۵۹۵ھ، مواہب الجلیل ج ۱ ص ۲۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۲۰۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ
- ۲۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین متوفی ۶۰۵ھ، تفسیر القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

پازیب کی آواز منانے سے منع کرنا عورت کے آواز کو بلند کرنے کی ممانعت پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔ لہذا
میں طرح قرآن مجید میں عورت کے آواز بلند کرنے کی ممانعت بطور کتابیہ اور بدائع ہے سوا کسی طرح حدیث میں بھی عورت
کے آواز بلند کرنے کو کایہ اور بدائع سے منع کیلئے ہے۔

اہم بحالی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم التصفیق للنساء
والتسبیح للرجال۔ لہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نماز میں امام کو متنبہ کرنے کے
لیے) عورتیں ہاتھ کی پشت پر ہاتھ ماریں اور مرد سبجان اللہ
کہیں۔

اس حدیث کو امام مسلم اور امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ لہ

نماز میں امام کو متنبہ کرنے کے لیے ہندؤ والا سے سبجان اللہ کہا جاتا ہے اور چڑھ کر عورت کا نماز میں آواز بلند کرنا شرفاً
منوع اور مذموم ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سبجان اللہ کہنے کی بجائے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مارنے کا حکم
دیا ہے۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

شمار علیہ السلام نے عورت کے سبجان اللہ کہنے کو اس لیے مکروہ قرار دیا ہے کہ اس کی آواز فقہ ہے اس لیے
اس کو افواہ، امامت اور نماز میں ہندؤ آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے۔ لہ
قال علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت کو تصفیق (ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مارنے) کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس کی آواز عورت ہے۔ لہ

خلاصہ بحث یہ ہے کہ قرآن مجید میں عورت کو زہن پر پیر مارنے سے منع کیا ہے تاکہ اس کی پازیب کی آواز اجنبی
مردوں کو نہ سنائی دے اور حدیث میں عورت کو نماز میں سبجان اللہ کہنے کی بجائے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مارنے کا حکم دیا ہے
اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عورت کا آواز کو بلند کرنا بھی ممنوع ہے۔ فقہنا داخلہ کے نزدیک عورت کی آواز عورت ہے
اور جس طرح ماسوا ضرورت کے وہ اجنبیوں پر چہرہ ظاہر نہیں کر سکتی اسی طرح وہ بیخبر عورت کے اجنبی مردوں پر اپنی آواز بھی ظاہر
نہیں کر سکتی اور فقہنا مالک، فقہنا حنفیہ اور فقہنا شافعیہ کے نزدیک عورت کا آواز بلند کرنا ممنوع ہے اور پست اور کرخت
آواز کے ساتھ وہ برکت ضرورت اجنبی مردوں سے کلام کر سکتی ہے۔

- ۱۔ علامہ ابو النجیر عبد الرحمن بن عمر بیہاوی شیبانی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التشریح علی أمش غنائیہ اتقانی ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار صادر
- ۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۰ھ صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ المدینہ دار الفکر بیروت
- ۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبہ المدینہ دار الفکر بیروت
- ۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ مطبعہ مکتبہ پاکستان لاہور ۱۳۰۵ھ
- ۵۔ علامہ بدر الدین ابو محمد سعد حمزوی احمدی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ النفاذ ج ۲ ص ۲۰۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
- ۶۔ علی سلطان محمد اتقانی متوفی ۶۱۳ھ، مرقات ج ۳ ص ۱۰ مطبوعہ مکتبہ اہل حدیث ملتان، ۱۳۹۰ھ

بوقت ضرورت عورت کا اجنبی مردوں سے کلام کرنے کا جواز | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْأَسْتَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ
 وَرَاءِ حِجَابٍ رَا حِزَابٍ (۵۳)
 اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کسی چیز کا
 سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔
 اس آیت میں یہ ہدایت ہے کہ مسلمان مرد امہات المؤمنین سے دینی مسائل کا سوال کر سکتے ہیں اور ان پر لازم ہے
 کہ وہ پردے کے پیچھے اور حجاب کی ادٹ سے یہ سوالات کریں، اس سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت مسلم خواتین سے بھی
 پردے کی ادٹ سے سوالات کیے جاسکتے ہیں، لیکن مسلم خواتین پر لازم ہے کہ وہ اجنبی مردوں سے نرم اور لچکدار لہجہ میں بات
 نہ کریں تاکہ کسی بیمار دل میں غلط خواہش نہ بیدار ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ اِنَّ
 اَقْبَبْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي
 قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا۔

اے نبی کی ازواج! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو، اگر
 تم کو خطا کا خوف ہے تو نرم لہجے میں بات نہ کیا کرو جس
 سے بیمار دل میں کوئی (بڑی) خواہش پیدا ہو، صاف
 اور سیدھی بات کیا کرو۔ (احزاب: ۳۲)

مرخند کہ ان آیات میں امہات المؤمنین کو خطاب ہے لیکن اس کے حکم میں تمام مسلم خواتین شامل ہیں، علامہ ابو بکر رازی
 حنفی لکھتے ہیں: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ باقی عورتیں بھی اجنبی مردوں سے ایسے لہجہ میں بات نہ کریں جس سے بطور
 شخص کے دل میں بڑی خواہش پیدا ہو، اور وہ ان کے نرم اور لچک دار لہجہ سے یہ سمجھے کہ وہ اس کی طرف مائل ہیں اور اس
 میں یہ بھی دلیل ہے کہ عورت گھر میں اتنی بلند آواز سے بات نہ کرے کہ اس کو اجنبی مرد سن لیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ
 عورت کے لیے اذان دینا ممنوع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: وَلَا يَضْحَكُنَّ يَوْمَئِذٍ
 مَا يُخْفِينَ مِنْكُمْ - اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اس زینت
 کا لوگوں کو علم ہو جائے جو انہوں نے چھپا رکھی ہے، اور جب اس کے پائل کی جھنکار بھی ممنوع ہے تو اس کی آواز تو زیادہ
 فتنہ انگیز ہے اور جوان عورت کا اپنی آواز سنانا بطریق اولیٰ ممنوع ہے۔

قرآن مجید، احادیث اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جوان عورتوں کا بلا ضرورت اجنبی مردوں سے
 کلام کرنا ممنوع ہے البتہ اگر شوہر یا محرم میسر ہو تو ضروریات زندگی کی خرید و فروخت کے لیے یا علاج معالجہ یا گواہی کی ضرورت
 ہو یا دینی مسائل معلوم کرنے کی احتیاج ہو تو جوان عورت پردے کی ادٹ سے یعنی چہرے پر نقاب ڈال کر اجنبی مردوں
 سے گفتگو کر سکتی ہے، البتہ سیر و تفریح اور بلا ضرورت خریداری یا تفریح یا گپ شپ کے لیے کسی جوان اور خوبصورت
 عورت کا اجنبی مردوں سے گفتگو کرنے کا اسلام میں کوئی جواز نہیں ہے۔ اور بڑھی عورتوں کو چونکہ اسلام نے چہرے
 سے نقاب اتارنے کی اجازت دی ہے اس لیے ان سے گفتگو کے معاملہ میں بھی اسی قدر سختی نہیں ہے۔

۱۔ علامہ ابو بکر اصہب علی رازی جصاص www.marfat.com مطبوعہ سہیل ایڈمی لاپور۔ ۱۳۹۰ھ

جلد خامس

عورتوں کو سلام کرنے یا ان کے سلام کا جواب دینے کا شرعی حکم | بڑھی عمر والوں کو ابتداءً سلام کرنا اور جاننا نہیں، کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سهل قال كنا نخرج بيوم الجمعة قلت ولما قال كانت عجبونا لنا ترسل الى بضاعة قال ابن مسلمه نخل بالمدينة فتأخذ من اصول السلق فتطرحه في قدر وتكوكو حبات من شعير فاذا صلينا الجمعة انصرفنا نسله عليها فنقدمه اليها فنفسر من اجله وما كنا نقبل ولا نتغدى الا بعد الجمعة - له

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جس کے دن بہت خوش ہوتے تھے راوی نے پوچھا کیوں؟ کہا ایک بڑھی عورت بضعہ سے کچھ منگوائی (ابن مسلمہ نے کہا بضعہ مدینہ منورہ میں کھجوروں کا ایک باغ ہے) وہ بڑھی عورت ہتھکڑیوں کو دیکھی میں ڈانٹتی اور اس میں جو کے دانے بھی بیس کر ڈالتی، جب ہم نماز جمعہ پڑھ کر فارغ ہوتے تو اس کے پاس جا کر اس کو سلام کرتے وہ اس سلام کو پیش کرتی، ہم اس کھانے سے بہت خوش ہوتے تھے اور ہم جمعہ کی نماز کے بعد ہی کھانا کھاتے تھے اور قبولہ کرتے تھے۔

اس حدیث میں بڑھی عورت کو صحابہ کے سلام کرنے کا ذکر ہے، سو بڑھی عورت کو سلام کرنے اور اس کے سلام کا جواب دینے اور اس سے بات چیت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بڑھی عورتوں سے صحابہ کے احکام میں تخفیف کی ہے اور یہ حدیث اس کے جواز کی دلیل ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سلام ابن بعلال نے کہ ہے کہ جوان عورتوں کے علاوہ دیگر عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے، کیونکہ جوان عورتوں سے گفتگو کرنے میں نظر کے بہک جانے اور شبہات میں کے پھسلانے کا اندیشہ ہے، یہ فتاویٰ کا قول ہے اور یہی امام مالک اور دیگر فقہاء کا مسلک ہے، گوڑے کے فقہاء (یعنی فقہاء حنفیہ) نے کہ ہے کہ وہ بڑھی عورتوں کو سلام کریں۔ - له

علامہ مشکوٰۃ حنفی لکھتے ہیں:

اجنبی عورت سے سلام نہ کرے بلکہ اگر بڑھی عورت ہو تو اس کو چھیک آئے یا سلام کرے تو اس کو چھیک کا اور سلام کا جواب دے اور اگر بڑھی عورت نہ ہو تو اس سے سلام اور سلام نہ کرے۔ - له

علامہ شامی لکھتے ہیں:

فتاویٰ میں ہے جب اجنبی عورت کسی مرد کو سلام کرے تو اگر وہ عورت بڑھی ہو تو مرد اس کو تبرکاً آواز کے ساتھ زبانی جواب

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۳، مطبوعہ ترجمہ جامع المطابع کلاسی، ۱۳۸۱ھ
 ۲۔ علامہ بدرالدین الزمخشری محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۳، مطبوعہ دار الفکر البیروتیہ، ۱۳۳۸ھ
 ۳۔ علامہ علاؤ الدین العسکری متوفی ۱۰۸۸ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۲۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ، استنبول، ۱۳۲۷ھ

وے جس کو وہ سن لے اور اگر وہ عورت جوان ہو تو اس کا دل میں جواب دے اسی طرح جب کو کسی اجنبی عورت کو سلام کرے تو جواب
معاظہ بریکس ہو گا۔ یعنی اگر وہ مرد بڑھا ہو تو زبانی جواب دے ورنہ دل میں جواب دے۔ اگر مرد کو چیک آئے اور وہ اگر مرد
کہے تو اگر وہ بڑھا ہو تو عورت زبانی سے جواب دے ورنہ دل سے جواب دے۔ نیز علامہ شامی لکھتے ہیں حدیث میں عورتوں سے
غیر مذہبی باتیں کرنے کا بھی ثبوت ہے لیکن یہ بڑھی عورتوں پر محمول ہے کیونکہ راجح یہ ہے کہ عورت کی آواز بھی واجب الستر ہے
بڑھیں عورت کو سلام کرنے کے جواز اور جوان کو سلام کرنے کے عدم جواز پر حسب ذیل احادیث و آثار سے استدلال
کیا جاتا ہے:

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے
کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام
کرنا مکروہ ہے۔

عن یحییٰ بن ابی کثیر قال: بلغنی انما یکرہ
ان یسلم الرجال علی النساء والنساء علی
الرجال ۱۲

قتادہ کہتے ہیں کہ بڑھی عورت کو سلام کرنے میں
کوئی حرج نہیں ہے لیکن جوان عورت کو سلام کرنا جائز نہیں
ہے۔

عن قتادہ قال: اما امرأة من القواعد
فلا یاس ان یسلم علیها، واما الشابۃ
فلا۔ ۱۳

بعض لوگ عورتوں کو سلام کرنے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے گزے
وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی آپ نے اسے اتر
اٹھا کر ان کو سلام کیا، راوی عبد الحمید نے ہاتھ سے اشارہ
کر کے بتایا، یہ حدیث حسن ہے۔

عن اسماء بنت یزید تحدث ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر فی المسجد یوما و
عصبة من النساء قعود فالوی بیداً بالتسلیم
واشار عبد الحمید بیداً هذا حدیث
حسن۔ ۱۴

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے پاس گزرنے پر سلام کیا۔

عن اسماء بنت یزید مر علینا النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فی نسوة فسلم علینا۔ ۱۵

۱۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی مترقی ۱۲۵۲ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۱۳۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی مترقی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۶۸۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۱۴۔ " " " " المصنف ج ۱ ص ۱۳۸۹

۱۵۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی مترقی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۶، مطبوعہ فور محمد کاغذ خانہ تہذیب کتب کراچی

۱۶۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشرف مترقی ۲۴۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ مطبعہ مہلبانی پاکستان لاہور

یہ حضرت احکام حنبلیہ کا تذکرہ کرنے سے پہلے کے واقعہ پر مبنی ہے، یا بڑھی عورتوں پر عمل ہے یا پھر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حریمت ہے، ما حفظہن جرم مستلانی سمکتے ہیں:

علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ سے مومن تھے، پس جس شخص کو اپنے نفس پر سلامتی کا اقتدار مجروح سلام کرے اور نہ خاموش رہے۔ لہ

فعل تباری سمکتے ہیں:

ابن الملک نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ فتنہ سے مومن تھے، آپ کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے، ہاں ایسی بڑھی عورت جو فتنہ کا محل نہ ہو اس کو سلام کیا جاسکتا ہے، اگر جہان عورت سلام کرے تو اس کو جواب نہ دیا جائے، چنانچہ قول ہے۔ لہ

خلاصہ یہ ہے کہ جہان عورت کو سلام کرنا یا اس کے سلام کا جواب دینا یا اس سے بلا ضرورت گفتگو کرنا جائز نہیں ہے، اور بڑھی عورت کو سلام کرنا اس کے سلام کا جواب دینا اور اس سے بغیر مزوری گفتگو کرنا جائز ہے، اسی طرح بڑھی عورت کا جہان مرد سے اور جہان عورت کا بڑھے مرد سے معاملہ ہے، عورت سے سلام و کلام کی بحث کے بعد اب ہم عورت کے گھر سے نکلنے کے متعلق احکام شریف بیان کریں گے۔ فقہ قولاً باللہ التوفیق وہ بالاستعانتہ بلیق۔

عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے متعلق قسمان مجید کا حکم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

دقرن فی بیوتکمن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ
اپنے گھروں میں بیٹھیں اور نہ باہر نکل جائیں
الاولیٰ (احزاب: ۳۳)

لفظ قرآن یا قرار سے بنا ہے یا قرار سے یعنی عورتوں سے فرمایا ہے کہ وہ گھروں میں بیٹھیں اور نہ باہر نکل جائیں یا عین اول سکون سے گھروں میں رہیں، دونوں اعتبار سے اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے اس کو اسی دائرے میں رہ کر سکون سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں اور بغیر ضرورت کے گھر سے نہیں نکلنا چاہیے، امام ہزار اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ساری فضیلت تو مردوں نے لوٹ لی وہ جہاد کرتے ہیں اور لڑنے والا نہیں ہے بڑھے کام کرتے ہیں ہم کیا عمل کریں جس سے ہمیں بھی مہاجرین کے برابر اجر مل جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے جو عورت گھر کے اندر بیٹھی رہے وہ مجاہدین کے برابر اجر پائے گی" اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ محراب میدان جہاد میں اسی وقت دل جمعی کے ساتھ لڑ سکتا ہے جب وہ اپنے گھر کے بارے میں پوری طرح مطمئن ہو کہ اس کی بیوی گھر میں اس کی عزت کی اہمیت ہے اور اور سزاوارکے کی صحیح نگہداشت کر رہی ہے اور عورت مرد کو جو یہ اطمینان فراہم کرتی ہے اس وجہ سے وہ بھی مرد کے جہاد میں برابر کا حصہ دار ہے، نیز امام ہزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عورت تکمیل واجب السنہ ہے جب وہ

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ دار نشر المكتبة الاسلامیہ رام ۲۰۱۰ء
۲۔ ملا علی بن سلطان محمد نقاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مناقبات ج ۹ ص ۵۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ مستان، ۱۳۹۰ھ

گھر سے) نکلتی ہے تو شیطان اس کو تانگتا ہے، اوروہ اللہ کی رحمت سے اس وقت زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں ہو۔ اس جگہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب کسی شرعی ضرورت کے بغیر عورت کا گھر سے نکلتا جائز نہیں ہے تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ جمل کے موقع پر گھر سے باہر کھین نکلی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجتہاد علیٰ حق، انھوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ امام ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ جب قرآن مجید کی تلاوت کے دوران وقرن فی بیوتھن۔ پر پہنچتی تھیں تو اس قدر روتی تھیں کہ آپ کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا۔ لہٰذا نیز امام ابن ابی شیبہ، قیس سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے ساتھ دفن کر دو کیونکہ میں نے آپ کے بعد ایک بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔ لہٰذا

حنبلی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم

اس آیت میں عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں پابند رہیں اور بغیر کسی حاجت شرعیہ کے گھر سے باہر نہ نکلیں، حاجت شرعیہ میں سے مسجد میں نماز کے لیے جانا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا بندوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو اور عورتیں خوشبو لگانے بغیر مسجد میں جائیں اور ان کا گھر میں نماز پڑھنا ان کے لیے زیادہ بہتر ہے، حافظ ابو بکر بزار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عورتوں نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! زیادتی اجر اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت کو تو مردوں کے، ہمارے لیے ایسا کون سا عمل ہے جس سے ہم راہِ خدا کے مجاہدین کے اجر کو حاصل کر لیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو عورت اپنے گھر میں بیٹھیگی وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے اجر کو پائے گی! نیز امام بزار نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت واجب الستر ہے، جب وہ (گھر سے) نکلتی ہے تو اس کو شیطان تانگتا ہے، اس کا اپنے گھر کے اندر بیٹھا اپنے رب کی رحمت کے حصول کے زیادہ قریب ہے، اور امام ابو داؤد نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اپنے دلان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، الحدیث حافظ ابن کثیر نے تہج کی تفسیر بیان کی ہے کہ عورت اپنے سر پر دھرتے ڈاسے اور اس کو لپیٹے نہیں اور اس کا ہار اور دیگر زیورات کھلے ہوئے ہوں یعنی وہ اپنے بناؤ سنگھار کی فائش کرے۔ لہٰذا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو دو حکم دیے ہیں بلا ضرورت شرعیہ گھر سے باہر نہ نکلیں اور اپنا بناؤ سنگھار اجنبی مردوں پر ظاہر نہ کریں۔

- ۱۔ حافظ ذوالعین علی بن ابی بکر الحدادی متوفی ۸۰۰ھ، مع الزوائد ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۲۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۸۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ
- ۳۔ حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱۵ ص ۲۶۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
- ۴۔ حافظ ابو الفضل عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۱۴ھ، تفسیر القرآن مج ۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ دارالاندلس بیروت، ۱۴۰۵ھ

مالکی مفسرین کے نزدیک عدت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم اور واقعہ جبل میں حضرت عائشہ کے باہر نکلنے کی وضاحت

علاء ابن عبد اللہ مالکی اس آیت کی تفسیر یہی لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ عورتوں کو گھر میں باہر نکلنے سے منع ہے جبکہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے خطاب ہے لیکن دوسری عورتیں اس آیت کے حکم میں مستثنیٰ داخل ہیں اور تمام عورتیں اس حکم میں گنہگار داخل نہیں ہوں گی جب کہ شہریت نے تمام عورتوں کو گھر میں باہر نکلنے کا حکم دیا ہے، اور بیرون عدت کے ان کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی، اور تبرج کا لفظ یہ ہے کہ وہ اپنا بناؤں سٹکارا ظاہر نہ کریں۔

علامہ قرظی مزید لکھتے ہیں کہ ثعلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب اس آیت کو پڑھیں تو اس قدر روئیں کہ ان کا دوشہ آنسوؤں سے بیٹھ جانا اور ثعلبی نے یہ ذکر کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے کہا آپ حج اور طہر کیوں نہیں کرتیں جس طرح آپ کی دیگر بہنیں کرتی ہیں؟ حضرت سودہ نے فرمایا میں حج اور طہرہ کو چل چکی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے گھر میں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے، اور انی نے کہا خلی کرم حضرت سودہ اپنے گھر کے دروازے سے نہیں بیٹھیں گی کہ ان کا جنازہ نکلا۔ علامہ ابن علی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باہم جبل میں اپنے سفر کے سبب سے رملی تھیں، اس وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر میں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے۔ راضی حضرت عائشہ پر یہ طعن کرنے ہیں کہ انھوں نے جنگ جبل میں شہریت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی، حضرت عثمان کے محاصرے کے ایام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو روانہ ہوئیں تو روانہ نے آپ سے کہا اے ام المؤمنین آپ یہیں ٹھہریے کیونکہ لوگوں میں صلح کرنا آپ کے حج کرنے سے بہتر ہے، علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ فقہ سے پہلے حضرت عائشہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اس لیے آپ نے حج کیا تھا اور جنگ جبل میں آپ کی شہریت کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے آپ سے مسلمانوں کے تعلق عام اور اس عظیم فتنہ کی شکایت کی، اور آپ کی برکت کی طبع میں آپ سے جنگ میں شامل ہونے کی درخواست کی ان کو یہ امید تھی کہ جب آپ لوگوں کے سامنے آئیں گی تو لوگ آپ سے حیا کریں گے، آپ کا بھائی بھی گمان تھا اس لیے آپ نے ان کی درخواست منظور کر لی اس وقت آپ کے پیش نظر قرآن مجید کی یہ آیت تھی:۔

لا تخيروا كثير من نجاها الا من امر
بصدقها او معروف او اصلاح بين الناس ومن
يفعل ذلك ابتغاء مرضات الله فسوف
نؤتيه اجرًا عظيمًا (نساء، ۱۱۳)

لوگوں کی خیریت کو مشیوں میں (عورتوں) کوئی خیر نہیں
ہوتی۔ البتہ اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ اور خیرات کا حکم
دے، یا بچپنے کے کسی نیکی کا حکم دے، یا مسلمانوں کے
مناقشات میں اصلاح کے لیے کسی کے کچھ کلمے ڈوبے
اجماعت سے (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا ہونے کے
لیے ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اور چونکہ اصلاح بین اناس ایک عظیم الشان عبادت ہے اس لیے حضرت عائشہ میدان میں آئیں کہ کھن سے لاکھوں اقدام سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح ہو جائے، مسلمان آپ کے مقام کا لحاظ کر کے جگ سے باز آجائیں لیکن قسطن کو کچھ اور منظور تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و ان طائفتان من المؤمنین اقتلوا فاصلحوا

بینہما۔ (حجرات: ۹) کراؤ۔

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ صلح کرائیں اور یہ حکم تمام مردوں اور عورتوں کو شامل ہے، اس وجہ سے حضرت عائشہ مسلمانوں میں صلح کرانے کی غرض سے میدان میں آئیں لیکن تقدیر میں صلح نہ ہونا مقدر تھا اور جنگ جبار گاری اور فریقین کا خون بہتا رہا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس اونٹ کی کوچھپس کاٹ دیں جس پر آپ سوار تھیں اور جب اونٹ اپنے پہلو پر گر گیا تو محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ کو سنبھالا اور ان کو تیس ٹور توروں کی معیت میں بصرے لے گئے، حضرت علی نے ان کو شہر یا پھر عزت اور احترام کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجتہدہ تھیں ان کی نیک نیت اور صلح تھی اور ان کا اجتہاد برحق تھا اور قرآن مجید کی جن آیات میں اجتہاد کر کے وہ میدان میں آئی تھیں اس کی وجہ سے ان کو انشاء اللہ اجر ملے گا، اب بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر مشکف ہو گیا کہ ان کا یہ فیصلہ صحیح نہیں تھا اس لیے وہ اس پر ہمیشہ نادم رہیں اور جب اس آیت کی تلاوت کرتیں تو بے اختیار روتی تھیں۔

شافعی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے

قرن کا لفظ قرار یا وقار سے ماخوذ ہے یعنی عورتیں گھروں میں پابند رہیں، اور تبرج کی ممانعت سے یہ مراد ہے کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ ۱۷
علامہ خازن شافعی لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں پابند رہیں اور تبرج کی ممانعت سے یہ مراد ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت اور محاسن کو ظاہر نہ کریں۔ ۱۸

حنفی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم اور واقعہ جمل میں حضرت عائشہ کے باہر نکلنے کی وضاحت

۱۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی متوفی ۶۸۵ھ المجاہد الاحکام القرآن ۱۳ ج ۱۸۲-۱۶۹ طبع مطبوعہ انجمن علماء ہند دہلی

۱۸۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۶۷ھ تفسیر کبیر ۶ ج ۵۶۸، مطبوعہ مطبعہ المکتبہ بیروت، ۱۹۸۱ء

۱۹۔ علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۴۰۰ھ، مطبوعہ مطبعہ المکتبہ العربیہ بیروت

علاوہ اسی متنی نکتے ہیں،

اللہ تعالیٰ نے ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہم کو گھروں میں پانہ دہنے کا حکم دیا ہے اور باقی عورتوں سے بھی یہی مطلوب ہے کیونکہ تمام ترمذی اور اسلام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت واجب الشتر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطاں اس کو تاکتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت کے اس تحکم زیادہ کو مرہب ہوتی ہے، جب وہ اپنے گھر کے اندر ہو تو براہ نام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عورتوں نے حاضر ہو کر کہا ہر ذلیلیت اور چادری سبیل اللہ کے اجر کو سے گئے ہمارے لیے بھی ایسا کوئی عمل ہے جس سے ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہماریں کے اجر کو حاصل کر لیں، آپ نے فرمایا تم میں سے جو عورت اپنے گھر کے اندر بیٹھی لگی وہ لڑا خدا میں جہاد کرنے والے مجاہدوں کے اجر کو پائے گی، عورتوں پر (بلا ضرورت) گھر سے باہر نکلنا حرام ہے اور گناہ کیبو ہے، اگر عورتیں زیارت نمود کے لیے جائیں تو اس کا فائدہ زیادہ ہے، اور اگر وہ مسافر اور مہاجرین ہرگز مساجد میں جائیں تو یہ مکروہ ہے، البتہ عورتوں کے لیے حج اور والدین کی زیارت، بیماریاں اور عیادت اور رشتہ داروں کی تعزیت کے لیے جانا جائز ہے اور اس کے لیے حجاب اور دیگر ششہادت کی پابندی ضروری ہے۔

علاوہ اسی نکتے ہیں کہ شیخین نے اسی آیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر طہن کیا ہے کہ وہ مدینہ سے مکہ کی طرف گئیں اور مکہ سے بعہر گئیں اور وہیں پر اقصیٰ جبل پر میں آیا، وہ کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازدواج مطہرات کو گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا تھا اور گھر سے نکلنے سے منع فرمایا تھا اور حضرت عائشہ نے اس حکم کی مخالفت کی، اس کا جواب یہ ہے کہ گھر کے اندر رہنے کا حکم مطلقاً ہے نہ گھر سے باہر نکلنے کی مخالفت مطلقاً ہے، اگر یہ مخالفت مطلقاً ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہم کو حج، عمرہ اور سفرات میں اپنے ساتھ نہ لے جاتے اور ان کو والدین کی زیارت، بیماریاں اور رشتہ داروں کی تعزیت کی اجازت نہ دیتے، اور یہ تمام امور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمرہ رضی اللہ عنہا کے سوا دیگر ازدواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حج کیا اور حضرت سلمیٰ اور دیگر صحابہ میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اور حدیث صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا: نہیں اپنی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ازدواج مطہرات کو گھروں اور بازاروں میں گھومنے سے منع کیا ہے اور حج یا کسی اور دینی مصلحت کی بنا پر دستہ اور حجاب کے ساتھ ان کا گھر سے باہر نکلنا ممنوع نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ سے مکہ حج کے لیے گئی تھیں جیسا کہ حضرت سلمہ اور حضرت صفیہ بھی حج کے لیے جا چکی تھیں، مگر میں جانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت عثمان کے اقل کی خبر سنی اور یہ معلوم ہوا کہ عثمان عثمان حضرت علی کے پاس جمع ہو گئے ہیں، اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت شدید رنج ہوا اور انھوں نے یہ سہرا کہا کہ اب مسلمانوں کی جمیعت ٹٹ جائے گی اور ان میں فتنہ اور فساد برپا ہوگا، اسی آثار میں حضرت طلحہ حضرت زبیر، حضرت کعب بن عمرو اور دیگر مہاجرین و انصاریوں نے عثمان کے برہان کے سبب مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ ہجرت کر لی، کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ انصاریوں نے عثمان کو اپنے اس نکل توجہ پر بہت فخر کر رہے تھے، اور انھوں نے

حضرت عثمان کو برسر عام بڑا جھلا کہنا شروع کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان صحابہ کرام کے دل بہت اگڑے ہو گئے تھے اور جب ان صحابہ نے یہ دیکھا کہ وہ ان لوگوں کو اس بڑائی سے روکنے پر قادر نہیں ہیں تو وہ کمر میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آ گئے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان تمام حالات اور واقعات سے مطلع کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے نزدیک مصلحت اس میں ہے کہ تم لوگ اس وقت تک مدینہ منورہ واپس نہ جاؤ جب تک ظلم حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مجلس کو گھیرے ہوئے ہیں اور حضرت علی ان لوگوں کو اپنی مجلس سے دور کرنے اور حضرت عثمان کا قصاص لینے پر قادر نہیں ہیں سو تم اس عرصہ کس اور شہر میں قیام کرو اور اس وقت کا انتظار کرو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ ان لوگوں سے انتقام لے سکیں، ان صحابہ نے اس رات کو پسند کیا اور انھوں نے بصرہ جانے کی تجویز پیش کی کیونکہ وہاں لشکر اسلام کی چھاؤنی تھی اور انھوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی شدید امر کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں اور جب تک فتنہ دور نہیں ہو جاتا ان کے ساتھ بصرہ میں رہیں، ان کا خیال تھا کہ بصرہ میں حضرت عائشہ کا زیادہ احترام ہوگا، حضرت عائشہ مصلحت وقت اور ان صحابہ کی حفاظت کے خیال سے بصرہ روانہ ہو گئیں، آپ کے ساتھ آپ کے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر اور ان کے علاوہ دیگر بھائی بھی تھے جو حضرت ام کلثوم زوجہ طلحہ اور حضرت اسماء زوجہ زبیر کے بیٹے تھے بلکہ ان سفر میں جو بھی آپ کے ساتھ تھے وہ سب آپ کے محرم اور آپ کے روحانی فرزند تھے، آپ لوہے کے ایک بوج میں سوار تھیں۔

قاتلین عثمان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بصرہ جانے کا خبر کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور یہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف جنگ کرنے جا رہے ہیں اور حضرت علی کو ان پر حملہ کرنے اور ان کو سزا دینے پر برا بیچنا ہے، اس کے برخلاف حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا کہ ان پر اس وقت تک حملہ نہ کیا جائے جب تک کہ صورت حال پوری طرح واضح نہ ہو جائے، حضرت علی نے اس رات سے اتفاق نہیں کیا اور تقدیر کا لکھا ہوا پورا ہو کر رہا، حضرت علی روانہ ہوئے وہاں حالیکہ آپ کے ساتھ یہ تمام اشرار اور اہل فتنہ تھے۔ جب آپ بصرہ کے قریب پہنچے تو آپ نے ققاع کو حضرت ام المومنین حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان کے عزائم معلوم کر کے حضرت امیر المومنین کو بتلائیں، ققاع نے حضرت ام المومنین سے کہا اے ام المومنین آپ کس مقصد سے اس شہر میں آئی ہیں؟ آپ نے فرمایا اے بیٹے! میں لوگوں میں صلح کرانے آئی ہوں! پھر آپ نے ققاع کو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے پاس بھیج دیا، ققاع نے ان سے پوچھا مجھے بتاؤ کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا؟ ان دونوں نے کہا کہ قاتلین عثمان پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا جائے اس سے امن قائم ہوگا اور ان کو سزا دینا بد کے لوگوں کے لیے عبرت کا سبب ہوگا، ققاع نے کہا یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام مسلمان متفق اور متحد نہ ہو جائیں اور امن اور سکون قائم نہ ہو جائے سو تم اس وقت تک انتظار کرو، ان دونوں نے کہا تم نے ٹھیک کہا اور بیچ فیصلہ کیا، ققاع حضرت امیر المومنین کے پاس واپس آیا اور ان کو اس جواب سے مطلع کیا، حضرت علی یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے واپس چلے گئے، لیکن اور تین دن ٹھہرے تاکہ صلح کے معاملہ میں کسی کو شک نہ رہے، چوتھے دن کی رات تک جس کی خبر حضرت طلحہ حضرت زبیر کی حضرت

ثیابھا فیقال این ترمیدین فتقول اعودو بیضا
 او اشهد جتاناً تا و اصلی فی مسجد و ما
 عبدت امرأة دبعھا مثل ان تعبد فی بیتھا
 دواہ الطبری فی الکبیر ورجالہ ثقافت یتلہ

کو لہجے گا، اور عورت اپنے کپڑے پہن کر نکلتی ہے اس
 سے کہا جاتا ہے تم کہاں جا رہی ہو، وہ کہتی ہے میں حیدر
 کی عبادت کرنے جا رہی ہوں یا جانا پڑھنے جا رہی ہوں
 یا مسجد میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں، اور عورت کے گھر میں نماز
 پڑھنے کی مانند اس کی کوئی عبادت نہیں ہے اس حدیث کو
 امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام
 راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اول اسلام میں زفیروں کی تیار داری اور بیماریوں کو پانی پلانے کے لیے موزوں جاب کے ساتھ غزوات میں
 شریک ہوتی تھیں لیکن بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کو غزوات میں جانے سے منع کر دیا۔
 حافظ ابوشیخ بیان کرتے ہیں:

عن ام کبشہ انھا قالت یا رسول اللہ اتأذن
 این اخرج فی جیش کذا وکذا قال لا قالت
 یا رسول اللہ انہ لیس اریدان اقاتل انما
 اریدا وادی الجرحی والمرضی او استقی
 المرضی قال لولا ان تكون سنۃ وبقال فلانۃ
 خرجت لا ذمت لک و لکن اجلسی و اہ
 الطبری فی الکبیر و الاوسط ورجالہا رجال
 الصحیحہ۔

حضرت ام کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انھوں
 نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے فلاں فلاں لشکر میں
 جانے کی اجازت دیتے ہیں، آپ نے فرمایا نہیں! انھوں
 نے کہا یا رسول اللہ میرا لڑنے کا ارادہ نہیں ہے میں تو
 صرف زفیروں اور بیماریوں کو دوا دوں گی یا بیماریوں کو پانی
 پلاؤں گی، آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ حدیث نہ ہوتی تو آگے
 چل کر یہ چیز امر شرمی بن جائے گی اور اس سے پابندی لال
 کیا جائے گی تاکہ ان عورتوں کو جہاد میں بھی لگائی تو میں تم کو اجازت
 دے دیتا۔ ان تمام اپنے گھر میں، بیعتاً، اس حدیث کو امام
 طبرانی نے کبیر اور الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے
 راوی صحیح ہیں۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق احادیث

ام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ حافظ ابوشیخ ابن ابی بکر البیہقی مؤلف ۸۰۰، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ حافظ ابوبکر عبدالمعز بن محمد بن ابی شیبہ مؤلف ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۸۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

۳۔ حافظ ابوالعزیز ابن ابی بکر البیہقی مؤلف ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۲۴-۳۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

قال اذا استاذنكم نساءكم بالليل الى المسجد
فاذنوا لهن - ۱۷

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جا
کے اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دو۔

اس حدیث میں رات کو اجازت دینے کا حکم دیا ہے۔ اس سے علی الاطلاق عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دینے کا ثبوت
لازم نہیں آتا۔

امام بزار اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن نريد بن خالد قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لا تمنعوا اماء الله مساجدا
الله وليخرجن وهن تفلات - ۱۸

حضرت نريد بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی بندہوں کو اللہ
کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو، عورتوں کو چاہیے کہ
وہ بیخروج نہ لگائے جائیں۔

ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت بخروج لگائے بغیر عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی اجازت دی ہے
لیکن آپ نے عورتوں کے گھر میں ناز پڑھنے کو ترجیح دیا ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔
حافظ ابی ہشیم بیان کرتے ہیں:

عن ام سلمة عن رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال خير مساجد النساء قعربيوتهن
دواة احمد وابويعلی - ۱۹

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی بہترین مسجد ان
کے گھروں کا اندرون حصہ ہے۔

عن ام حميد قالت قلت يا رسول الله
يمنعنا ازواجنا ان تصلي معك ونحب الصلوة
معك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
صلواتكن في بيوتكن افضل من صلواتكن في
جحركن وصلواتكن في حجركن افضل من صلواتكن في
دوراكن وصلواتكن في دوراكن افضل من صلواتكن
في الجماعة، رواه الطبرانی في
الكبير وفيه ابن لهيعة، وفيه
كلام - ۲۰

ام حمید بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
ہمارے شوہر ہم کو آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے روکتے
ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہیں، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا گھر وہاں میں نماز پڑھنا بیرونی
گھروں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور تمہارا بیرونی
گھروں میں نماز پڑھنا حویلیوں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے
اور تمہارا حویلیوں میں نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز
پڑھنے سے بہتر ہے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ دار المعرفۃ، ۱۳۸۱ھ

۲۔ حافظ زکریا الدین علی بن ابی بکر ابی ہشیم متوفی ۸۰۰ھ، کشف الاستار ج ۱ ص ۲۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۲ھ

۳۔ حافظ زکریا الدین علی بن ابی بکر ابی ہشیم متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

marfat.com

جلد خامس

امام ابن ابی شیبہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ لہ
امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا
حرمی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوشش میں نماز پڑھنا
گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

عن عبد اللہ عن التیمی صلی اللہ علیہ وسلم
قال صلوة المرأة فی بیتها افضل فی حجرتها
وصلاتها فی حدها افضل من صلواتها فی
بیتها۔ ۴

ما نظر الہیثمی بیان کرتے ہیں:

سلیمان بن ابی حمزہ اپنی والدہ سے روایت کرتے
ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا بڑھی عمر میں مسجد میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں۔

عن سلیمان بن ابی حمزۃ عن امد قالت
رايت النساء القواعد یصلین مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد رواہ الطبرانی
فی الکبیر وفیہ عبد الکریم بن عمارق وهو ضعیف ۴

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عورتوں نے
جو ریٹا ڈسنگھار اب ایجاد کیا ہے اگر اس کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد میں جانے
سے اس طرح روک دیتے جس طرح بنو اسرائیل کی عورتوں
کو مسجد میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔ راوی نے شعر
سے پوچھا: کیا ان کو روک دیا گیا تھا؟ فرمایا: ہاں!

عن عائشۃ قالت لو ادرك رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ما احدثت النساء لمنھن
المسجد كما منعت نساء بی اسرائیل فقلت
لعمرة او منعن قالت نعم۔ ۴

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ ۵

- ۴۔ حافظ ابوبکر محمد ابن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۰ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۳۸۶، مطبوعہ دارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
۵۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی پاکستان لاہور ۲۰۰۵ھ
۶۔ حافظ نور الدین علی بن ابی کبر الہیثمی متوفی ۵۸۰ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ
۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ دارالحدیث ص ۱۳۸۱، مطبوعہ المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۸۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۵۰، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ | علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جانا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتیں نماز پڑھتی تھیں وہاں تک کہ وہ چاروں میں لپیٹی ہوئی ہوتی تھیں اور اندھیرے میں ان کو پہچانا نہیں جاتا تھا، اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو اور وہ بیخوشبو گائے نماز کے لیے جائیں، نیز امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو اور ان کا گھر میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور امام ابو داؤد نے روایت کیا کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا حویلی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، علامہ ابن قدامہ نے ایک قول ذکر کیا ہے، دوسرے قول کے متعلق علامہ مرداوی حنبلی کہتے ہیں:

دوسری روایت یہ ہے کہ عورتوں کا مسجد میں فرض پڑھنا مکروہ ہے، اور نقل جائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا مسجد میں نماز پڑھنا مطلقاً غیر مستحب ہے اور ایک روایت ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے یہ حکم اس وقت ہے جب وہ اکیلی نماز پڑھیں۔

را عورتوں کا مردوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا تو مشہور مذہب یہ ہے کہ جوان عورتوں کے لیے مکروہ ہے، اسی طرح فروع میں ہے، یہی قاضی اور ابن تیمیم کا مختار ہے، مذہب اور مسبوک الذہب میں بھی اسی پر جزم ہے، رعایت کبریٰ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے، بدلیہ، خلاصہ، رعایت حنفی، حادین وغیرہ سب کتابوں میں یہی لکھا ہے اور بڑھی عورتوں کے لیے مردوں کے ساتھ جانا جائز ہے، محرر میں بھی یہی لکھا ہے۔

بیز علامہ مرداوی کہتے ہیں:

علامہ ابن قدامہ نے ظاہر احادیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دینا مکروہ ہے اور علامہ مجاہد نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ مرد کو جب فتنہ یا ضرر کا خدشہ ہو تو وہ عورت کو مسجد میں جانے سے منع کر دے، اور مجمع البحرین میں ہے کہ جب فتنہ یا ضرر کا خوف ہو تو عورت کو منع کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے، علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اگر فتنہ کا خوف ہو تو عورت کو نکلنے سے منع کیا جائے گا، قاضی نے کہا ہے کہ جب فتنہ کا خوف ہو تو عورت کو نکلنے سے منع کیا جائے گا، ابن تیمیم اور ابن حمدان نے رعایت کبریٰ اور عادی کبیر میں یہ لکھا ہے کہ جب فتنہ اور ضرر کا خدشہ نہ ہو تو پھر عورت کو منع کرنا مکروہ ہے، نصیحتہ میں لکھا ہے کہ عید کے دن عورت کو نکلنے سے سختی سے منع کیا جائے گا اور یہ کہا ہے کہ اس وقت میں ان کو روکنا خوردان کے لیے فائدہ کی وجہ سے ہے اور جہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ ان کو مسجد میں جانے سے روکنا مکروہ ہے (جب ضرر اور فتنہ کا خوف نہ ہو) اس وقت

۱۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبدالعزیز ابن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۷۲۰ھ المتوفی شوع اکبر ۲ ص ۲۷-۲۶ مطبوعہ دارالمنکر والاعمال ۱۳۰۲ھ
۲۔ علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۷۲۰ھ المتوفی شوع اکبر ۲ ص ۲۷-۲۶ مطبوعہ دارالمنکر والاعمال ۱۳۰۲ھ

جلد خامس

جس ان کا گروں میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ لے

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ ہے

علامہ احمد درودیر مالکی لکھتے ہیں:

شہرت نہ ہوتی ہو اس کا عید، نماز، استفادہ اور فرائض پڑھنے کے لیے جانا جائز ہے، اور اگر جو ان عورت خورشید نہ لگتے اندر زینت کا اہتمام نہ کرے اور سادے اور دبیز کپڑے پہنے اور اس کے جانے میں کسی نکتہ کا خوف نہ ہو اور راستہ میں مردوں کی بیخیز نہ ہو اور نہ ہی کسی قسم کے فساد کا خطرہ ہو تو اس کا بھی فرائض کی جماعت اور اپنے اہل اور قرابت داروں کے نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جانا جائز ہے اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو پھر اس کا گھر سے نکلنا حرام ہے اگر عورت اپنے خاندان سے مسجد میں جانے کا مطالبہ کرے تو اس کے خاندان کے غلات فیصلہ نہیں کیا جائے گا خواہ وہ عورت بوڑھی ہو اگرچہ اس کے خاندان کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ وہ اس کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرے اور اگر فقہ کا حدیث ہو تو عورت کے نکلنے کی ممانعت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ لے

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ درودیر مالکی نے جو ان عورت کے نکلنے کی جو شرائط ذکر کی ہیں یہ اس جو ان عورت کے متعلق ہیں جو خوبصورت نہ ہو اور جو عورت خوبصورت ہو وہ بالکل نہ نکلے۔ اور جو ان عورت کے لیے جو فرائض میں جانے کا لکھا ہے اس سے مراد جمیع کے علاوہ باقی فرائض ہیں، جمیع، عید اور نماز استفادہ کے لیے جو ان عورت بالکل نہ نکلے، کیونکہ ان میں لوگوں کا اثر وطم زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح دنظاک محفلوں میں بھی جو ان عورتوں کا جانا شدید مکروہ ہے خواہ ان کے لیے بیٹھنے کا ایک انتظام ہو۔ لے

نیز علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

بوڑھی عورت کا جانا جائز ہے یہ بھی غلات اولیٰ ہے، علامہ ابن رشد مالکی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ میرے نزدیک عورتوں کی چار قسمیں ہیں (اولیٰ) ایسی بوڑھی عورتیں جن کی مردوں کو بالکل ضرورت نہیں ہوتی یہ عورتیں بالکل مردوں کی طرح ہیں یہ مسجد میں فرائض پڑھنے کے لیے اور ذکر اور وظاک محفلوں میں جا سکتی ہیں اور میلان میں عیدین، نماز استفادہ اور اپنے اہل اور اقارب کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جا سکتی ہیں، اسی طرح اپنی دیگر ضروریات پوری کرنے بھی جا سکتی ہیں، (ثانی) ایسی بوڑھی عورتیں جن کی مردوں کو حاجت ہو سکتی ہے، یہ مسجد میں فرائض پڑھنے جا سکتی ہیں اور ذکر اور علم کی مجالس میں بھی جا سکتی ہیں لیکن اپنی دیگر حاجات میں زیادہ باہر نہ نکلیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے، (ثالثی) جو ان عورت جو خوبصورت نہ ہو یہ مسجد میں فرائض کی جماعت اور اپنے اہل اور اقارب کی نماز جنازہ میں جا سکتی ہے، لیکن نماز عید، نماز استفادہ اور علم اور ذکر کی مجالس میں نہ جائے۔

۱۳۸۶ھ علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مروادی صاحب سنن ترمذی ۸۸۵ھ، انصاف ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
 لے۔ علامہ ابوالبرکات سید احمد درودیر مالکی - ۱۱۹۵ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۳۳۶-۳۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت
 لے۔ " " " " الشرح الکبیر ج ۱ ص ۳۳۷

(دابع) ایسی جان عورت جو خوبصورت ہو وہ گھر سے باہر نہ نکلے۔ ۱۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء و شافعی کا نظر یہ ہے | علامہ نوری شافعی لکھتے ہیں:

روکنے کو عادت میں منع کیا ہے، لیکن عورتوں کے مسجد میں جانے کا جواز چند شرائط سے مشروط ہے اور یہ شرائط بھی احادیث سے ماخوذ ہیں، عورت نے خوشبو نہ لگانی ہو، بناؤ سنگھار نہ کیا ہو، پازیب نہ پہنی ہو جس کی آواز سنائی دے، شوخ لباس نہ پہنا ہو، مردوں کے ساتھ مخلوط نہ ہو، جوان یا خوبصورت عورت نہ ہو جس سے فتنہ کا خدشہ ہو اور راستے میں کسی عرابی اور فساد کا خوف نہ ہو۔ حدیث میں جو عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کے لیے منع کیا ہے، یہ ممانعت تمیز یہی ہے اور یہ اس وقت مکروہ ہے جب عورت کا شوہر ہو اور یہ تمام شرائط پائی جائیں اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو پھر عورت کا مسجد میں جانا حرام ہے۔ ۲۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کی ممانعت کا حکم تمام عورتوں کو شامل ہے لیکن فقہاء نے اس حکم کو چند شرائط کے ساتھ مقید کیا ہے، ایک شرط یہ ہے کہ وہ خوشبو نہ لگائے کیوں کہ سنن ابوداؤد کی روایات میں ہے کہ وہ بغیر خوشبو کے جائے اور اچھے کپڑے اور زیورات کا نہ پہنا بھی اسی سے ماخوذ ہے اسی طرح مردوں کے ساتھ مخلوط ہونا بھی اسی سے ماخوذ ہے، بعض ماکی اور دوسرے فقہاء نے جوان اور بوڑھی عورت کا بھی فرق کیا ہے، لیکن اگر جوان عورت بھی ان چیزوں سے اجتناب کرے اور خصوصاً اس کے باپردہ ہو کر جائے تو فتنہ سے محفوظ رہے گی۔ بجز احادیث میں عورت کے حق میں گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اس صورت میں فتنہ سے محفوظ رہتی ہے، اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ عورتوں نے بناؤ سنگھار کے بہت شوخ و شنگ طریقے اختیار کر لیے ہیں، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عورتوں نے جو اب بناؤ سنگھار ایجاد کر لیا ہے اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیتے، بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے عورتوں کے مساجد میں جانے کو مطلقاً منع کیا ہے، لیکن یہ رائے محدثین سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو بہر حال علم تھا کہ آپ کے دماغ کے بعد عورتوں نے کیا کرنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ آپ پر وحی نازل فرمادیا کہ آپ عورتوں کو مسجد میں جانے سے مطلقاً منع کر دیں، اس لیے صرف ان عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کرنا چاہیے جو بناؤ سنگھار کا اہتمام کرتی ہوں، اور ایسا یہ ہے کہ اس پر غور کیا جائے کہ آیا عورتوں کے مسجدوں میں جانے سے کوئی فساد اور خرابی لازم آتی ہے یا نہیں، اگر کوئی فساد اور خرابی لازم آتی ہے تو ان کو منع کیا جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بغیر خوشبو کے جائیں اور ان کی اجازت کورات کے وقت کے ساتھ مقید کیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ان کے مسجد

پر

۱۔ علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی ماکی - ۱۲۱۹ھ، حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ص ۳۲۶، ۳۳۵، طاب اللہ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوری شافعی - ۱۳۷۰ھ، ص ۱۳۷، طاب اللہ

جلد ہفتم

میں جانے میں کوئی خرابی ہو تو پھر ان کو اجازت نہ دی جائے۔ ۱۔
 مصنف یہ کہتا ہے کہ اصول شریعت میں یہ بات مسلم ہے کہ جب کسی معاملہ میں دو خواہیاں لازم ہوں تو کم تر
 خرابی کو اختیار کر لینا چاہیے اور بڑی خرابی سے احتراز کرنا چاہیے، اب اگر عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع
 کیا جائے تو صرف ان کی مسجد کی نماز کی فضیلت فوت ہوگی اور اگر عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی عام اجازت دی جائے
 تو عورتوں کی عزت و ناموس کو خطرہ ہوگا بلکہ مسجد میں فتنہ و فساد اور مسجد کے تقدس کے مجروح ہونے کا اندیشہ ہو
 گا، ایک طرف ایک فضیلت کا حاصل ہونا ہے اور دوسری طرف ایک فحشا اور حرام کے ارتکاب کا اندیشہ ہے،
 اس لیے اصول شریعت کے مطابق فحشا اور حرام سے بچنا چاہیے اور ایک فضیلت کے حصول کو ترک کر دینا
 چاہیے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ اس فضیلت کو ترک کرنا اس سے بڑی فضیلت کے حصول کو مستلزم ہے
 کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر چند کہ عورت کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس کا گھر کی
 کو عظمیٰ میں نماز پڑھنا اس سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ ہم کبکثرت اعاذ میث کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں۔
 علامہ شریعتی شافعی لکھتے ہیں:

جوان یا عورت عورتوں کا مردوں کے ساتھ مسجد میں جانا مکروہ ہے اور شوہر اور ولی کا ان کو مسجد میں جانے
 کی اجازت دینا بھی مکروہ ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عورتوں نے جواب بناؤ سنگھار ایجاد کر لیا
 ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے جیسا کہ نبی
 اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا نیز جوان یا عورتوں کے جانے میں فتنہ ہے۔ ماں جو عورتیں جوان یا
 عورتوں نہ ہوں ان کا جانا مکروہ نہیں ہے اور ان کو مسجد میں جانے کی اجازت دینا مستحب ہے۔ ۲۔
 فقہاء معتبر، فقہاء مالکیہ اور فقہاء شافعیہ سب نے حلال یا خوب صحت عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے
 مطلقاً منع کیا ہے اور ان کے شوہر اور ولی کو بھی جانے کی اجازت دینے سے منع کیا ہے اور ایسی بڑی
 عورتیں جن کی مردوں کو ضرورت نہیں ہوتی نہ ان پر شہوت ہوتی ہے ان کو جانے کی اجازت دی ہے۔ اور مستحب
 جوان یا عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی اجازت نہیں ہے تو بلا ضرورت گھر سے نکلنے کی اجازت بطریق
 اولیٰ نہیں ہے۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظر یہ | امام محمد بن حسن شیبانی
 امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے عورتوں کو عیدین میں گھر سے نکلنے کی اجازت دی جاتی تھی لیکن اب
 صرف بڑی عورت کو نکلنے کی اجازت دی جائے گی۔ ۳۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر مستطانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۰-۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت
 ۲۔ علامہ محمد شریعتی شافعی الخطیب من قرآن العاشر، منہج المحتاج ج ۱ ص ۲۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ
 ۳۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۲۰۶، مطبوعہ دار المسارف التماثیہ لاہور

بیز امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں:

قلت اربعیت النساء هل علیهن خروج
فی العیدین؛ قال قد کان یرخص لهن فی ذلك
فاما الیوم فانی اکره لهن ذلك، قلت؛
افتکره لهن ان یشهدن الجمعة والصلوة
المکتوبة فی جماعة؛ قال نعم قلت
فهل توخص لشیء منهن قال؛ اخص
للعجوز الکبیرة ان تشهد العشاء والنجر
والعیدین فاما غیر ذلك فلا

میں نے (امام اعظم سے) پوچھا کیا آپ عورتوں کو
عیدین میں گھر سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں، فرمایا پہلے
ان کو یہ اجازت دی جاتی تھی لیکن اب میں اس کو مکروہ
قرار دیتا ہوں، میں نے پوچھا کیا آپ عورتوں کے جمہ اور
فرض باجماعت کو بھی مکروہ کہتے ہیں فرمایا ہاں! میں نے
پوچھا کیا آپ کسی عورت کو اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا جو
بہت بوڑھی عورت ہو وہ عشاء، فجر اور عیدین کی نمازوں
میں جا سکتی ہے اور اس کے سوا اور کسی نماز میں نہیں جا
سکتی۔

شمس الائمہ علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

عیدین کے لیے جانا عورتوں پر لازم نہیں ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ پہلے عورتوں کو عیدین کے لیے
رخصت دی جاتی تھی لیکن میں اب جوان عورتوں کے لیے اس کو مکروہ کہتا ہوں، کیوں کہ ان کو گھروں میں رہنے
کا حکم دیا گیا ہے اور باہر نکلنے سے روکا گیا ہے، کیونکہ اس میں فتنہ ہے، البتہ بوڑھی عورتوں کو عیدین اور عشاء
عشاء اور فجر کی باجماعت نماز پڑھنے کے لیے گھر سے جانے کی اجازت ہے اور امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق
بوڑھی عورتوں کو بھی ظہر، عصر اور جمعہ کے لیے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے بوڑھی عورتوں کو تمام نمازوں، اور نماز استسقاء اور نماز کسوف
کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے، کیونکہ بوڑھی عورتوں کے نکلنے میں کوئی فتنہ نہیں ہے کیونکہ بوڑھی عورتوں
کی طرف مرد کم رغبت کرتے ہیں، اور بوڑھی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتی تھیں،
بیماروں کا علاج کرتی تھیں، ان کو پانی پلاتی تھیں اور ان کو کھانا پکا کر دیتی تھیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ بوڑھی عورتوں کو رات کی نمازوں میں گھر سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں بشرطیکہ وہ پردے
میں چھپی ہوئی جائیں اور رات کا اندھیرا ان کے اور مردوں کی نگاہوں کے درمیان حائل ہو اور دن کی نمازوں میں
اور جمعہ میں چونکہ شہر میں بھیر ہوتی ہے اس کو دھکے لگیں گے اور بسا اوقات وہ گھر پڑے گی اور اس میں فتنہ ہے
کیونکہ بوڑھی عورت میں ہر چند کہ جہان مرد رغبت نہیں کرتے لیکن بڑھے مردان میں رغبت کرتے ہیں اور کبھی
جوان مرد بھی شدت شہوت کے قلب سے اس کے ساتھ چھیر خانی کر سکتے ہیں اور اس کو دھکا دے سکتے
ہیں اور عید کی نماز چونکہ کھلے میدانوں میں پڑھی جاتی ہے اس لیے بوڑھی عورتیں مردوں سے الگ کسی راستے سے
جانے پر قادر ہوں گی تاکہ ان کو دھکے نہ لگیں۔ باقی اس میں امام اعظم سے دو روایتیں ہیں کہ وہ عید گاہ جا کر نماز

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۲۰۵ھ المصنف جامع میں ۱۰۲۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

جلد خامس

آواز سے گانا گاتی ہیں، بعض عورتیں نمش کاروبار کرتی ہیں، بعض عورتیں مردوں کے ساتھ مل جل کر رہتی ہیں، بعض عورتیں دکانوں پر بیٹھ کر سودا بیچتی ہیں، بعض عورتیں عورتوں کی دلائی کرتی ہیں، بعض عورتیں اجرت پر فرم کرتی ہیں، بعض عورتیں اجرت پر گاتی بجاتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو عورتوں کا ساتھ گزارنا تھا تو عورتوں نے اتنی آزادی اور بے راہ روی اختیار کر لی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے تو آپ کے وصال کو آٹھ سو سال گزر چکے ہیں اور اس طویل عرصہ میں عورتیں اپنی بے راہ روی اور بے حیائی میں کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے کیسے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ روش کو دیکھ لیتے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے منع کر دیتے حالانکہ ان کو منع کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ پر موقوف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قواعد شرعیہ معلوم تھے جن کا تقاضا یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کے مادے کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ چونکہ آپ نے خوشبو لگا کر مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا کہ اگر عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو منع نہ کرو، جس کا مفہوم ہے دن میں ان کو نکلنے سے منع کیا جائے گا اور رات کو چونکہ اندھیرا ہوتا ہے اس لیے ان کے نکلنے میں دیکھے جانے کا احتمال نہیں ہے۔ لہٰذا (خیال رہے کہ اب تو شہروں میں راتیں بھی دن بنی ہوئی ہیں۔ سبیل)

عورتوں کے گھر سے نکلنے کے متعلق مصنف کی تحقیق علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے عورتوں کی بے راہ روی کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ ان کے زمانہ کا حال ہے

اب تو حال یہ ہے کہ عورتیں باریک تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں، پورے بازو اور آدھا سینہ برہنہ ہوتا ہے، بعض عورتیں ساڑھی باندھتی ہیں جس سے پیٹ اور کمر کھلی ہوتی ہوتی ہے اور نیم عریاں بلاؤڈ پہنتی ہیں، سر کے بال کٹواتی ہیں اور بیوٹی پارلر میں جا کر میک اپ کراتی ہیں، سرخی پاؤڈر سے مزین ہو کر اور تیز خوشبو لگا کر گھر سے نکلتی ہیں، اسکولوں، کالجوں اور دفاتروں میں مخلوط تعلیم اور مخلوط کاروبار کا نظام ہے اور اس اختلاط کے سائے میں رومان پرورش پاتے ہیں اور ہسپتالوں میں استقاط عمل کے کیسینز کی بھرمار رہتی ہے اب عورتیں ریڈیو پر اپنی آواز کا جادو جگاتی ہیں اور فلم اور ٹی۔وی کے ذریعہ اپنے حسن کی نمائش کرتی ہیں جس کی وجہ سے بچوں اور نوجوان نسلوں کے ذہنوں پر بڑے اثرات پڑتے ہیں اور آئے دن اخبارات میں اغواء، عصمت دری اور دیگر فحاشی کی خبریں چھپتی رہتی ہیں، ان تمام مصائب اور مسائل کا حل صرف یہ ہے کہ عورتوں کو پردے اور حجاب میں مستور رکھا جائے۔

عورتوں کے مساجد میں جانے کے متعلق ہم نے فقہاء دارالوجہ کی اُرادت تفصیل سے پیش کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد، امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد جو ان یا خو بصورت عورت کو مسجد میں جانے سے مطلقاً منع کرتے ہیں اور بڑھی عورتوں کو تمام اوقات میں مسجد میں جانے کی اجازت دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ بڑھی عورتوں کو بھی صرف رات کے اندھیرے میں مسجد میں جانے کی اجازت دیتے ہیں (خیال رہے کہ اب شہروں میں راتوں کو اندھیرا

نہیں ہوتا اور اب ملائیں بھی دن کی طرح چکا چند ہوتی ہیں) اور دن کے اہل سے میں بڑھی عورتوں کو بھی مسجد میں جانے سے منع کرتے ہیں۔ اور جب عورتوں کا مسجد میں جانا ممنوع قرار پایا تو اسکولوں کا، محلوں، دفینوں، کارخانوں، اسمبلیوں، اجنبی مردوں کی دفینوں اور مٹھوں اور عمومی تقریبات میں ان کا سنانا بطریق اولیٰ ممنوع ہو گا۔

فقہاء نے عورتوں کے گھر سے نکلنے کی حرمانت پر عورتوں کی بے لادہ روی اور فتنہ اور فساد کے خوف سے استدلال کیا ہے احاسی استدلال کی محنت اور قوت میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وقرن فی بیوتکم (احزاب: ۳۳) "اپنے گھروں میں ٹھہری رہو" اس آیت سے استدلال بہت واضح ہے، یہ آیت عورتوں کے گھروں سے نکلنے کی حرمانت میں مضمر بیچ ہے اور نیز کسی ضرورت کے عورتوں کا گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے اور زمانہ کے لیے مسجد میں جانا عورتوں کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ عورتوں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کا گھر میں نماز پڑھنا زیادہ افضل اور بہتر ہے، اور جن احادیث میں عورتوں کو رات کے وقت میں جانے کے لیے روکنے سے منع فرمایا ہے وہ سب اخبار احاد ہیں اور قرآن مجید کی اس نص قطعی سے مزاعم اور متضادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ ثانیاً ان احادیث میں سورہ احزاب کی ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے کا حکم ہے اور سورہ احزاب کی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ حکم منسوخ ہو گیا، ثانیاً احادیث میں جن عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دینے کا حکم ہے وہ بڑھی عورتوں پر محمول ہے اور بڑھی عورت کے حجاب کے معاملہ میں قرآن مجید میں تخفیف کی گئی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ وقرن فی بیوتکم کا حکم ولا تبصرن بوجہ الجہاد فیہ الا انکم کے ساتھ مقید ہے یعنی عورتوں کو گھروں سے نکلنے سے مطلقاً منع نہیں کیا، بلکہ اس چیز سے منع کیا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت کا بناؤ سنگھار کر کے اور اپنے محاسن کو ظاہر کرتے ہوئے گھروں سے نکلیں اور حجاب اور نقاب کے ساتھ ان کو نکلنے کی بالعموم اجازت ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو الگ الگ حکم دیے ہیں اور کوئی حکم دوسرے حکم کے ساتھ مقید نہیں ہے، ایک حکم یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں اور نیز ضرورت کے گھروں سے نہ نکلیں، اور دوسرا حکم یہ ہے کہ نساء جاہلیت کی طرح اپنے محاسن اور زیب و زینت کو ظاہر نہ کریں کیونکہ وہ پش کے کھلے گریبان اور کھلے سینے کے ساتھ رہیں خواہ وہ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر۔

ہر چند کہ حضرت عائشہ کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی لیکن اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کا حکم احادیث اور آثار پر مقدم ہے اور جب قرآن مجید نے مطلقاً عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے تو قرآن مجید کے حکم پر عمل کیا جائے گا اور جو احادیث اور آثار صحیح قرآن کے خلاف ہوں ان کو ترک کر دیا جائے گا باقی ضروریات مستثنیٰ ہیں۔ ضروریات کی بنا پر عورتیں گھر سے باہر حجاب میں مستعد ہو کر جاسکتی ہیں، حج اور عروہ کے لیے، علاج کے لیے، علالت میں استغاثہ کے لیے، گواہی دینے کے لیے، والدین اور دیگر محرم کی زیارت، عیادت اور تعزیت کے لیے، محرم رشتہ داروں کی شادی یا عہدہ اور دیگر تقریبات میں شرکت کے لیے جو ان یا عہدہ صحت و صحت شومہ یا ولی کی اجازت سے حجاب اور نقاب میں مستعد ہو کر گھر سے باہر جاسکتی ہے، اور صاف تھوڑے کم سفر ہو دینی اسٹیشن یا ۳۴، ۳۵ کلومیٹر سے کم (ہم) تو عورت نیز زوج اور محرم کے

بھی سفر کر سکتی ہے اور اگر سفر مسافت قصر سے زیادہ ہو تو بغیر زوج اور محرم کے سفر نہیں کر سکتی، اسی طرح عورت کا زوج یا اولیٰ کی اجازت کے بغیر بھی کہیں جانا جائز نہیں ہے، عورت کا اجنبی مردوں کو دیکھنا اور ان سے بلا ضرورت شرعی بات کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے، اس لیے اجنبی مردوں کی تقریبات اور ان کی محافل میں جانا جائز نہیں ہے خواہ خاوند یا ولی کہے پھر بھی جائز نہیں، الغیرہ رشتہ داروں یا اجنبی عورتوں کے ہاں شادی بیاہ یا دیگر تقریبات میں یا کسی غرض صحیح سے مثلاً عیادت یا تفریح یا کسی اور کام سے شوہر یا ولی کی اجازت سے جانا جائز ہے اور ضرورت شرعیہ یا غرض صحیح کے بغیر کسی کے ہاں جانا جائز نہیں ہے۔ مگر عورت کے معاش کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور کوئی شخص اس کا کفیل بھی نہ ہو تو وہ حجاب میں مستور ہو کر کوئی ایسا کام کر سکتی ہے جو اس کی عزت، عظمت اور اسلام کی ہدایات کے خلاف نہ ہو اور اس مقصد کے لیے بھی اس کا حجاب میں مستور رہ کر گھر سے نکلنا جائز ہے۔ یہ تمام قیود اور شرائط جو ان اور خوبصورت عورتوں کے لیے ہیں، وہیں بڑھی عورتیں تو قرآن مجید نے ان کے احکام میں حجاب کے معاملہ میں تخفیف کی ہے سو ان کے گھر سے نکلنے کے معاملہ میں بھی تخفیف ہے اور اس قدر سخت احکام نہیں ہیں چنانچہ فقہاء اسلام نے ان کو ان سخت احکام سے مستثنیٰ کیا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے وضاحت سے بیان کر چکے ہیں۔

اسلام کے عمومی احکام سے عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر استدلال | قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کے ارشادات کے مطابق

عورت کے حسب ذیل احکام ہیں:

- (۱) - عورت کا اذان دینا اور امامت پر طعننا جائز نہیں ہے۔
- (ب) عورت کا امام کو سبمان اللہ کہہ کر منقہ دینا جائز نہیں ہے۔
- (ج) عورت کا حج میں بلند آواز سے تلبیہ کہنا جائز نہیں ہے۔
- (د) عورت کا نماز کی امامت کرنا جائز نہیں ہے۔
- (و) عورت کا اجنبی مردوں سے بلا ضرورت بات کرنا اور ان کے سامنے چہرہ ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔
- (و) عورت کا بلا ضرورت گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔
- (ز) بغیر شوہر یا محرم کے عورت کا (مسافت قصر سے زائد) سفر کرنا جائز نہیں ہے۔
- (ح) عورت کا بغیر شوہر یا محرم کے حج کرنا جائز نہیں ہے۔
- (ط) جوان اور خوبصورت عورت کا مطلقاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا اور بڑھی عورت کا دن میں مسجد میں جانا جائز نہیں ہے۔
- (ی) - اجنبی مردوں کی محفلوں اور دعوتوں میں عورتوں کا جانا جائز نہیں ہے خواہ ان کو شوہر یا ولی اس کا حکم دیں۔
- (ک) عورت کا اجنبی مردوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔
- (ل) عورت کا اجنبی مردوں کے سامنے خطاب کرنا اور تقریر کرنا جائز نہیں ہے۔
- (م) جوان اور خوبصورت عورت کا اجنبی مردوں کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔
- (ن) عورت کا اجنبی مردوں

marfat.com

جلد خامس

جب عورت اسمبلی کی ممبر ہو، وہ پوری یا مشیر ہو یا سربراہ مملکت و حکومت، ہر ترقی یافتہ اور نفاذ شریعت کے لیے ہر ملک سے مسافر سفر کرتی ہے، انہی مردوں سے بات چیت کرتی ہے، ایسا افذاذ معاشرہ کرتی ہے، بے پروا لوگوں سے ملاقات کرتی ہے، اسمبلی میں تقریر اور خطاب کرتا ہے، انہیں لوگ اس کو دیکھتے ہیں اور وہ ان کو دیکھتی ہے، انہی مردوں کی منظوری اور عقوبتوں میں شریک ہوتی ہے، ان سے سلام اور کلام کرتی ہے، بلا ضرورت شریعت کے باہر نکلتی ہے اور یہ تمام امور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی نصوص صریحہ کے خلاف ہیں، اس لیے عورت کا اسمبلی کا ممبر بننا، وزارت، سفارت و شادہت یا ریاست یا انتظامیہ کی سربراہی کرنا ان عمومی احکام کی مخالفت کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور بالخصوص منصب امارت کے عدم جواز پر متعدد احادیث صحیحہ شاہد ہیں جو ہم پیش کر رہے ہیں۔

قرآن مجید سے عورت کی سربراہی کا عدم جواز

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض - (النساء : ۳۴)

مرد عورتوں پر قوام (نگرانِ حاکم) ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک فریق کو دوسرے فریق پر فضیلت دی ہے

علامہ راجب اصغہانی لکھتے ہیں:

اس آیت میں قوام کا معنی ہے کسی چیز کی رعایت اور حفاظت کرنا۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

یہاں تمام کا معنی کفالت کرنا اور خرچ اٹھانا ہے۔

علامہ زبیدی نے بھی قوام کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

علامہ قرطبی ما لکی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کی تادیب اور ان کے معاملات کی تدبیر کرنا مردوں کا حق ہے اور ان کا یہ حق ہے کہ وہ عورتوں کو گھر میں پابند رکھیں اور ان کو باہر نکلنے سے منع کریں۔ اور جب تک مرد کسی گناہ کا حکم نہ دیں عورت پر اس کے احکام کی اطاعت لازم ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرد عورت کا خرچ اٹھاتا ہے اور اس کی نگہداشت کرتا ہے، اور عقل اور قوت میں مرد کو عورت پر فضیلت ہے، وراثت میں اس کا حصہ زیادہ ہے اور نیکی کا حکم دینے، جرائی سے روکنے اور جہاد کے احکام کو اسی وجہ سے مرد کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔

- ۱۔ علامہ حسین بن محمد راجب اصغہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۴۱۶، مطبوعہ مکتبہ تفسیر تصدیر ایران، ۱۳۰۲ھ - ۱۳۰۵ھ
- ۲۔ علامہ جمال الدین محمد بن محمد ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۳، ۵۰۳، مطبوعہ نشریۃ الخوزیہ قم ایران، ۱۳۰۸ھ
- ۳۔ علامہ سید محمد رفیع زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج المروس ج ۹ ص ۳۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریتہ، مصر ۱۳۰۶ھ - ۱۳۰۸ھ
- ۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی ما لکی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع الصحیح احکام القرآن ج ۵ ص ۱۶۹، مطبوعہ انشادیت قم صدر ایران، ۱۳۰۸ھ

علامہ ابن جوزی حنبلی کہتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مرد و عورت پر مسلط کیا گیا ہے اور عقل میں فراوانی، میراث میں حصہ کی زیادتی، غنیمت، جمعہ، جماعت، خلافت، حکومت اور جہاد مردوں کے ساتھ مخصوص کر کے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔
امام رازی شافعی کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مردوں کے غلبہ اور حاکمیت کی دو وجہیں بیان کی ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک فریق کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر طبعاً اور شرعاً متعدد وجوہ سے فضیلت عطا کی ہے، طبعاً فضیلت اسی طرح دی ہے کہ عقل و دانش اور قوت و طاقت کے اعتبار سے چند مستحیات سے قطع نظر مرد عورتوں سے افضل ہوتے ہیں، اسی وجہ سے علم اور حکمت اور شجاعت اور بہادری کے کارناموں کا زیادہ ظہور مردوں سے ہوتا ہے اور شرعاً فضیلت یہ ہے کہ انبیاء اور رسل مردوں سے مبعوث ہوئے ہیں اور حکومت، خلافت، نماز کی امامت، جہاد کی امامت، اذان، خطبہ، اعتکاف اور حدود و قصاص میں شہادت یہ تمام احکام بالاتفاق مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور وراثت اور دیت میں مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے، طلاق دینے، رجوع کرنے اور متعدد عورتوں سے نکاح کرنے کا حق بھی مردوں کو دیا ہے، ان تمام وجوہ سے مردوں کی عورتوں پر برتری اور فضیلت واضح ہے۔ اور عورتوں پر مردوں کی حاکمیت کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ **وَبِمَا نَفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ** "اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں" کیونکہ مرد عورت کو مہر دیتا ہے اور اس کی ضروریات کی کفالت کرتا ہے۔ لہذا
علامہ آلوسی حنفی کہتے ہیں:

الرجال قوامون لأمور النساء لیسوا علیہن فی الدنیا والآخرۃ ولعلیٰ انہن ینفقن علیہن
الرجال قوامون کا معنی یہ ہے کہ جس طرح حاکم رعایا پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے، اسی طرح مرد عورتوں پر احکام نافذ کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے، کیونکہ نبوت، رسالت، حکومت، امامت، اذان، امامت، خطبات اور تکبیرات تشریف و غیرہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ لہذا
مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا ہے، ہر چند کہ یہ آیت براہ راست خانگی امور سے متعلق ہے لیکن اول تو اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس آیت کو خانگی امور کے ساتھ خاص کرتا ہو، ثانیاً جب اللہ تعالیٰ نے ایک گھر کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی تو پورے ملک کی ذمہ داری اس پر کیسے ڈالی جاسکتی ہے؟ اس لیے اول تو اس نے عموم کی بنا پر یہ آیت عبارتہ النص سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو ملک کا حاکم یا سربراہ نہیں بنایا جاسکتا اور ثانیاً دلالتہ النص سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو ملک کا بلکہ کسی شے کا بھی سربراہ نہیں بنایا جاسکتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا قوام یعنی نگران اور کفیل بنایا ہے اور یہ ایک بدیہی بات

۱۔ علامہ البراء العزج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۵۹ھ، زاد المسیر ج ۲ ص ۷۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

۲۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۵ھ

۳۔ علامہ سید محمد آلوسی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، شرح المسائل ج ۲ ص ۲۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

سے کہ ملک کا سربراہ اور حاکم ملک کے مردوں اور عورتوں سمیت تمام عوام کا توأم یعنی نکلوان اور کھیل ہونا ہے پس اگر عورت کو ملک کا سربراہ اور حاکم بنا دیا جائے تو وہ عورت ملک کے تمام مردوں کی نکلوان اور کھیل ہوگی اور یہ چیز صراحتاً قرآن مجید کے خلاف ہے، اسی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں سے افضل قرار دیا ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ حکمِ علم سے غلبہ عورت کے اعتبار سے افضل ہے لہذا اگر عورت کو ملک کا سربراہ اور حاکم بنا دیا جائے تو اسے اپنے شوہر بحیثیت سب مردوں پر افضلیت حاصل ہوگی۔ اور یہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے، لہذا اگر عورت کو ملک کا سربراہ بنا دیا جائے خواہ ریاست کی سربراہ ہو یا انتظامیہ کی تو ان دو وجہوں سے قرآن مجید کی مخالفت لازم آئے گی!

احادیث سے عورت کی سربراہی (بشمول اپنے شوہر کے) کا عدم جواز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکر قال لقد نفعنی اللہ بکلمۃ سمعنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام الجمل بعد ما کذبت ان الحق باصحاب الجمل فاقتل معہم قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اهل فارس قد صدکو علیہم بنت کسری قال لن یفلح قوم ولوا امرہم امرًا ۱۰

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام جمل میں فریب تھا کہ میں اصحاب جمل (حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے رفقاء) کے ہنجر کے ساتھ لاقح ہو جانا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرنا، اس موقع پر مجھے اس حدیث نے فائدہ پہنچایا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، جب اہل فارس نے کسری کی بیٹی کو اپنا حاکم بنا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح (خوشی) نہیں پاسکتی جس نے اپنے معاملات میں عورت کو حاکم بنا دیا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے بلکہ نیز اس حدیث کو امام ترمذی نے، امام حاکم نے امام بیہقی نے، امام طبرانی نے اور امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، مطبوعہ فور محمد راجح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۵۱، ۵۲، ۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۳۔ امام ابو یوسف محمد بن یوسف ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳، مطبوعہ فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، مکتبہ
- ۴۔ امام ابو سعید اللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۵۲۴-۵۲۵، مطبوعہ دارالہدایہ للنشر والتوزیع
- ۵۔ امام ابویوسف محمد بن یوسف ترمذی متوفی ۲۵۸ھ، سنن ابویوسف ج ۱ ص ۱۱۸-۱۱۹، مطبوعہ نشر السنۃ، لبنان
- ۶۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۹، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ
- ۷۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المعصن ج ۵ ص ۲۶۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

علیہ وسلم اذا كانت امراء کم خیار کم و اغنیاء کم سبحاؤکم و امور کم شوامی بینکم فظہر الارض خیر لکم من بطنہا و اذا كانت امراء کم شرار کم و اغنیاء کم یخلاء کم و امور کم الی نساء کم فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا۔^{۱۷}

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے حکام نیک ہوں، تمہارے اقلیاء سخی ہوں اور تمہاری حکومت بائیں مشورے سے ہو تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ اس کے نچلے حصے سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدکار ہوں اور تمہارے اقلیاء بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لیے زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر کے حصے سے بہتر ہے۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جگہ لشکر بھیجا تھا وہاں سے کوئی شخص فوج کی خوشخبری لے کر آیا اور اسے حالیکہ آپ کا سر حضرت عائشہ کی گود میں تھا، آپ یہ خوشخبری سن کر کھڑے ہوئے اور سجدہ شکر میں گر گئے اس کے بعد آپ نے اس شخص سے فوج کی تفصیلات معلوم کیں ان تفصیلات میں اس شخص نے یہ بھی بتایا کہ دشمن کی سربراہی ایک عورت کر رہی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں گے تو وہ تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد سے امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:
عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ بشیر یبشرہ بظفر خیل لہ و ما اسہ فی حجر عائشہ رضی اللہ عنہا فقام فخر اللہ تعالیٰ ساجدا فلما انصرف انشاء یسأل الرسول فحدثہ فکان فیما حدثہ من امر العدو و کانت تلیمہم امراة فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هلکت الرجال حین اطاعت النساء ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجہ۔^{۱۸}

حافظ ذہبی نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔^{۱۷}

ان احادیث صحیحہ سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ اسلام میں عورت کو سربراہ بنانا جائز نہیں ہے۔

عورت کی سربراہی کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کی بنا پر عورت کے قاضی بنانے کو منوع قرار دیا ہے، علامہ طبری نے جمہور کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جن معاملات میں عورت

واجبہ بہ من منع قضاء المراءاة و هو قول الجمہور و خالف الطبری فقال یجوز ان تقضی فیما تقبل شہادۃ فیہ و اطلق بعض المالکیۃ

۱۷۔ امام ابویسعی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۰، مطبوعہ نور محمدیہ دار احیاء التراث العربی کتب گماہیہ۔
۱۸۔ امام عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الایضار للنشر والتوزیع کتب گماہیہ۔

شہادت دے سکتی ہے وہ قضاء بھی کر سکتی ہے اور بعض ماکیہ نے عورت کی قضاء کو مطلقاً جائز کہا ہے۔

علامہ ابن حجر مستقلان شافعی لکھتے ہیں:

علامہ ابن القین نے کہا ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کو منصب قضا سونپنا جائز نہیں ہے اور علامہ طبری نے جمہور کئی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جن امور میں عورت گواہی دے سکتی ہے ان میں وہ قضاء بھی کر سکتی ہے، اور بعض ماکیہ نے کہا ہے کہ عورت کی قضاء مطلقاً جائز ہے۔ ۱۷۷

پھر حنفیہ علامہ عینی اور علامہ مستقلانی نے یہ لکھا ہے کہ علامہ طبری نے بعض امور میں اور بعض ماکیہ نے عورت کی قضاء کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے لیکن اول تو یہ ثابت نہیں اور ثانیاً ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی انہیں خصوصاً تفسیراً احادیث صحیحہ، اسلام کے عمومی احکام اور جمہور فقہاء اسلام کی تصریحات کے سامنے ان اقوال کی کوئی وقعت نہیں ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ علامہ طبری اور بعض ماکیہ نے عورت کی عمومی سربراہی کو جائز نہیں کہا بلکہ بعض امور میں عورت کی صرف قضاء کو جائز کہا علامہ عینی اور علامہ مستقلانی نے نیز کسی ثبوت کے علامہ طبری اور بعض ماکیہ کی طرف عورت کی قضاء کے جواز کی نسبت کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ طبری اور مالکی فقہاء دونوں اس تہمت سے بری ہیں، علامہ ابوبکر ابن العربی مالکی اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر کی روایت کردہ حدیث میں تصریح ہے کہ عورت تعلیفہ نہیں ہو سکتی اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے البتہ علامہ محمد بن جریر طبری سے پیشتر قول ہے کہ ان کے نزدیک عورت کا قاضی ہونا جائز ہے لیکن ان کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ ان کی طرف اس قول کی نسبت ایسے ہی غلط ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ کی طرف یہ غلط منسوب کر دیا گیا ہے کہ جن امور میں عورت گواہی دے سکتی ہے ان میں وہ فیصلہ بھی کر سکتی ہے۔

نیز قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

عورت سربراہی کی اس لیے اہل نہیں ہے کہ حکومت اور سربراہی سے یہ عرض ہوتی ہے کہ سرحدوں کی حفاظت کی جانے، قومی معاملات کو سلجھایا جائے، ملت کی حفاظت کی جائے اور مالی معاملات کو حاصل کرے ان کو مستحقین میں تقسیم کیا جائے اور یہ تمام امور مرد و انہام دے سکتا ہے، عورت یہ کام انجام نہیں دے سکتی کیونکہ عورت کے لیے مردوں کی مجالس میں جانا اور ان سے اخلاط کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اگر وہ عورت جوان سے تو اس کی طرف دیکھنا اور اس سے کلام کرنا حرام ہے اور اگر وہ سن رسیدہ عورت ہے تب بھی اس کا بصرہ بھاڑ میں جانا محذور و مکہ ہے بلکہ علامہ طبری مالکی نے بھی قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی کی اس تمام بحث کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے علامہ ابن العربی مالکی اور علامہ طبری مالکی کا یہ جملہ قابل غور ہے :-

۱۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری ج ۲۲، ص ۴۲، مطبوعہ دار الفکر للطباعة والنشر بیروت ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر مستقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳، ص ۵۶، مطبوعہ دار الفکر للطباعة والنشر بیروت ۱۳۴۸ھ

۳۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ، احکام القرآن ج ۳، ص ۱۴۵۸-۱۴۵۹، خلاصہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔

ان المرأة لا تكون خلیفة ولا خلاف

فیہ سلہ

عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی اور اس میں کسی کا نائب

نہیں ہے۔

ما لکی فقہاء اور مفسرین کی ان عبارات کو پڑھنے سے یہ واضح ہو گیا کہ ما لکی فقہاء کی طرف یہ فسوس کرنا غلط ہے کہ وہ عورت کی قضاء کے قائل ہیں اسی طرح علامہ طبری کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کی کسی تصنیف میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے بھی بعض فقہاء احناف کی طرف جو یہ نسبت کی ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ اسلامی مکاتب فکر کے تمام فقہاء اور محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کو قضاء یا امارت کا منصب سنبھالنا جائز نہیں ہے۔

امام نبویؐ دیکھتے ہیں:

اتفقوا علی ان المرأة لا تصلح ان تكون

اماماً ولا قاضیاً لان الامام یحتاج الی الخروج
لإقامة أموال جهاد، والقیام بأمور المسلمین
والقاضی یحتاج الی البرون لفصل الخصومات
والمرأة عویة لا تصلح البرون. ۳

امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت حکومت یا انتظامیہ کی سربراہ یا قاضی نہیں بن سکتی، کیونکہ سربراہ مملکت کو جہاد قائم کرنے اور مسلمانوں کے معاملات نشانے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی کو مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت واجب الستر ہے اس کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

بعض تہجد پسند علماء

ملکہ بلقیس کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب

ملکہ بلقیس کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ جس زمانہ میں وہ ملک سبا کی ملکہ تھی اس وقت وہ کافرہ تھی، قرآن مجید میں ہے:

وجدتها وقومها یسجدون للشمس

من دون الله ونا تین لهم الشیطان اعمالهم

فصدھم عن السبیل فهم لا یھتدون.

(نمل : ۲۲)

میں نے دیکھا کہ وہ عورت (ملکہ سبا) اور اس کی قوم اللہ کی بجائے سورج کو سجدہ کرتی ہے، شیطان ان کے اعمال کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا ہے اور ان کو سیدھے راستے سے روک دیا ہے اس وجہ سے وہ ہدایت نہیں پاتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بلقیس کافروں کی حکمران تھی اس لیے اس کی حکمرانی ہم پر حجت نہیں ہے، حضرت سلمان

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی ما لکی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع الاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۸۳، مطبوعہ انشادناہ مصر ۱۳۸۶ھ

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر مستوفی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الشریعہ اسلامیہ پاکستان

۳۔ امام حسین بن مسود نبوی متوفی ۱۱۷ھ، السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۰۰ھ

عید السلام نے اس کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور اس کے نام جو خطا سمجھا وہ قرآن مجید کے مبارک الفاظ میں یہ تھا:

۱۲۱ تعلقوا علی و اتوفی مسلمین۔
تم میرے مقابلے میں سر نہ اٹھاؤ اور میرے فرماؤ پر ردا۔

(منزل ۱ : ۳۱)

اور جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان عید السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے کہا:

رب افری ظلمت نفسی و اسلمت مع سلیمان لله رب العالمین۔
اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں (حضرت) سلیمان کے ساتھ ان شراب العالمین کے معذور جھگ گئی۔

(منزل ۱ : ۴۲)

اس واقعہ میں کہیں بھی یہ شائبہ نہیں ہے کہ حضرت سلیمان عید السلام نے بلقیس کی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا یا اس کے اسلام لانے کے بعد اس کو جواز قرار دیا، بعض اسرائیلی روایات ہیں ہے کہ حضرت سلیمان عید السلام نے اس سے نکاح کر کے اس کو واپس بن بیچ دیا تھا اور بعض میں ہے کہ حضرت سلیمان نے اس سے نکاح کر کے ان کو اپنے پاس رکھا، اور بعض میں ہے کہ ان کا نکاح عمران کے بادشاہ کے ساتھ کر دیا تھا، یہ تمام روایات باطل اور متضاد ہیں، علامہ قرطبی ان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال قوه لم یرد فیہ خبر صحیح لافی انہ تزوجھا ولا فی انہ ذوجھا۔

اس بارے میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے نہ یہ کہ انھوں نے خود اس سے نکاح کیا تھا اور نہ یہ کہ انھوں نے کسی اور سے اس کا نکاح کر دیا تھا۔

قرآن کریم نے ملکہ بلقیس کے واقعہ کا جس قدر ذکر کیا ہے اس میں اس کی حکومت کے خاتمہ کا ذکر ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد پھر اس کی حکومت کے تسلسل کا ذکر نہیں ہے، لہذا اس واقعہ میں عورت کی سربراہی کا ادنیٰ جواز بھی موجود نہیں ہے اور اگر بالقرآن بلقیس کے اسلام لانے کے بعد اس کی حکومت کا ثبوت ہو جسی قرآنہ شریعت سابقہ ہے، ہم پر محبت نہیں ہے۔

جنگ جہل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب | بعض متجدد علماء جنگ جہل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت سے عورت کی سربراہی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال قطعاً باطل ہے، اول تو حضرت عائشہ امارت اور خلافت کی ذریعہ نہیں تھیں، ان وہ امت میں اصلاح کے قصد سے اپنے گھر سے باہر نکلیں لیکن یہ ان کی اجتنابی خاطر تھی اور وہ اس پر نایجاب نام نہ نہیں، ہم ابن سعد کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و حورن فی بیوتہن کمن، "تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو" کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بیگ جاتا۔

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد ہاکم قرطبی سنن ۶۸۵، المباح لاسلام القرآن ۳۳۷-۲۱۱، مطبوعہ انتشارات دار نشر اسلام، ۱۳۸۶ھ
۲۔ ابن جریر سنن ۲۳۰، طبقات کبریٰ ۸۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اسی میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عائشہ اپنے بھرا کے سزاورد جنگ جمل میں حاضر ہونے سے کئی طور پر ناام ہوئیں۔ ۱۷

حافظ ذہبی ابن عبدالبر کے حوالے سے لکھتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا: تم نے مجھے اس سفر میں جانے سے کیوں منع نہیں کیا؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں نے دیکھا کہ ایک صاحب دینی حضرت ابی الزبیر کی رائے آپ کی رائے پر غالب آچکی تھی۔ ۱۸

امام حاکم نیشاپوری قیس بن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں سوچتی تھیں کہ انہیں ان کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے ساتھ دفن کیا جائے لیکن بعد میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک بدعت کا ارتکاب کیا ہے، اب مجھے آپ کی دوسری ازواج کے ساتھ بقیع میں دفن کر دینا، چنانچہ آپ کو بقیع میں دفن کر دیا گیا، امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ ۱۹

حافظ ذہبی ان کے اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں: بدعت سے حضرت عائشہ کی مراد ان کا جنگ جمل میں جانا تھا، وہ اپنے اس فعل پر کئی طور پر ناام ہوئیں اور انہوں نے اس پر توبہ کر لی اگرچہ ان کا یہ اقدام اجتہاد پر مبنی تھا امدان کی نیت نیک تھی۔ ۲۰

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اجتہاد سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کے قصد سے گھر سے نکلی تھیں لیکن بعد میں انہوں نے اپنے اس فعل کو بدعت اور خطا قرار دیا اور اس پر اس قدر ناام ہوئیں کہ روضہ رسول میں حضور کے جوار میں دفن ہونے سے بھی آپ کو شرم آئی اور تاحیات اس فعل پر مذمت سے آنسو بہاتی رہیں، لہذا حضرت عائشہ کے بھرا کے سفر سے غورنوں کے گھروں سے نکلنے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، عورت کی سر بلاہی کا تو اس واقعہ میں کوئی ذکر ہی نہیں ہے، نہ آپ سر بلاہی کی مدعا تھیں نہ جنگ میں پیشوائی کر رہی تھیں، جنگ جمل تو ایک اتفاق حادثہ تھا جو قاتلین عثمان کی سازش کے نتیجہ میں واقع ہوا جیسا کہ ہم اس سے پہلے علامہ آلوسی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں

عورت کے ستر اور حجاب کے سلسلے میں حروفِ آخر

اسلام کے فتاویٰ بیان کر دیے ہیں جن کے مطابق عورت کا پورا جسم واجب الستر ہے، وہ اپنی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ ظاہر نہیں کر سکتی نہ بغیر شرعی ضرورت کے ان سے بات کر سکتی ہے، اسلام نے غورنوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے اور بغیر شدید ضرورت کے باہر نکلنے سے روک دیا ہے، ان صاف اور صریح احکام کے ہونے ہونے اس

۱۷۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبۃ الرسالۃ بیروت، المطبوعہ بنیانیہ، ۱۳۰۲ھ

۱۸۔ حافظ جمال الدین ابو عبد اللہ بن یوسف ذہبی متوفی ۷۶۲ھ، نصب المصابیح ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ مجلس علمی سعادت ہند، ۱۳۵۵ھ

۱۹۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

۲۰۔ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبۃ الرسالۃ بیروت، المطبوعہ بنیانیہ، ۱۳۰۲ھ

بَابُ النِّسَاءِ الْغَارِيَّاتِ يُرَضَعُ لَهُنَّ وَلَا يُسَهُمُ وَالنَّهْيُ عَنْ قَتْلِ صَبِيَّانِ أَهْلِ الْحَرْبِ

۲۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ
قُتَيْبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدٍ عَنْ
جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ
هَرْمُزَانَ نَحْوَهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ
يَسْأَلُهُ عَنِ خُمْسِ يَهْدَلٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
لَوْلَا أَنْ أَكْتُمُ عَلَيْمَا مَا كَتَبْتُ إِلَيْكَ كَتَبَ
إِلَيْهِ نَحْوَهُ أَمَا بَعْدُ فَأَخْبَرْتَنِي هَلْ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو
بِالنِّسَاءِ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمِهِ
وَهَلْ كَانَ يَقْتُلُ الصَّبِيَّانِ وَمَتَى يَنْقُضِي
يَتِمُّ الْيَتِيمَ وَعَنِ الْخُمْسِ لَيْتَنُ هُوَ فَكَتَبَ
إِلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ كَتَبْتُ تَسْأَلُنِي هَلْ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو
بِالنِّسَاءِ وَقَدْ كَانَ يَغْزُو بِهِنَّ فَيُدَاوِينَ
الْجَرْحَى وَيُحْدِثْنَ مِنَ الْغَنِيمَةِ وَأَمَّا بِسَهْمِهِ
فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الصَّبِيَّانِ
فَلَا تَقْتُلُ الصَّبِيَّانِ وَكَتَبْتُ تَسْأَلُنِي مَتَى
يَنْقُضِي يَتِمُّ الْيَتِيمَ فَلَعَمْرِي إِنَّ الرَّجُلَ
لَتَنْبِتُ لِيخِيَّتَهُ وَإِنَّهُ لَضَعِيفٌ لِأَخِي
لِنَفْسِهِ ضَعِيفُ الْعَطَاءِ مِنْهَا فَإِذَا أَخَذَ
لِنَفْسِهِ مِنْ صَالِحِ مَا يَأْخُذُ النَّاسُ فَقَدْ
ذَهَبَ عَنْهُ الْيَتِيمُ وَكَتَبْتُ

جہاد میں شریک ہونے والی عورتوں کو مالِ غنیمت
میں باقاعدہ حصہ دینے کی ممانعت اور کچھ عطیہ دینے
کا حکم اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت۔

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ نجد (حدودِ یوں کے
سرکار) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر ان
سے پانچ چیزوں کے متعلق دریافت کیا، حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر مجھے علم چھپانے پر عذاب کا خون
نہ ہوتا تو میں اس شخص کو جواب نہ دیکھتا، نجد نے آپ سے
یہ دریافت کیا تھا کہ: حمد و صلوة کے بعد، مجھے یہ بلائیے
کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں عورتوں کو شریک
کرتے تھے؟ کیا ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیتے
تھے؟ کیا آپ بچوں کو قتل کرتے تھے؟ یتیم کا یتیمی کب
ختم ہوتی ہے؟ اور خُمس کس کا حق ہے؟ حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما نے جواب میں لکھا: تم نے مجھ سے یہ سوال
کیا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں عورتوں کو
شریک کرتے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں
عورتوں کو شریک کرتے تھے، وہ جہاد میں جاتی تھیں اور شہر
کا دوا دار و کرتی بھتیں، ان کو مالِ غنیمت میں سے عطیہ دیا
جاتا تھا لیکن ان کا حصہ مقرر نہیں تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے سونم بھی بچوں کو قتل نہ
کرنا، اور تم نے خط میں یہ سوال کیا کہ یتیم کا یتیمی کب ختم
ہوتی ہے؟ سو مجھے اپنی زندگی کی قسم ابومن لوگوں کی ڈھکی
نکل آتی ہے لیکن انہیں نہ کسی سے کوئی چیز لینے کا سلیقہ
ہوتا ہے، نہ کسی کو کوئی چیز دینے کا شوق ہوتا ہے، اور
جب وہ با شوق لوگوں کی طرح ٹھیک ٹھیک کام کرنے
کے لئے ہوتے ہیں تو انہیں بھی اس کا حق ہے کہ انہیں مال دیا جائے اور تم نے مجھ سے خط

الْعُمَيْسِ لَمْ يَنْ هُوَ وَإِنَّا لَمَّا لَقَوْنَاهُ هُوَ لَنَا قَاتَابِي عَلَيْنَا قَوْمَنَا كَالدَّ -

میں عس کے متعلق سوال کیا ہے کہ اس کا کوئی مستحق ہے؟ ہر ہم یہ کہتے ہیں کہ عس پر ہمارا حق ہے لیکن ہماری قوم نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔

۲۵۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ مَرَّاسَعِيُّ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَكْلَةَ هَمَّا عَنْ حَاتِمِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمَانَ كَعْبَةَ كَتَبَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ خِلَالٍ بِعِثَلِ حَدِيثِ سَلِيمَانَ بْنِ يَكْلَةَ غَيْرَ آخٍ فِي حَدِيثِ حَاتِمِ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الْعِصْبِيَّانَ فَكَلَّا لَقَيْتُمَا الصَّبِيَّانَ إِذْ أَنْ تَكُونُ تَعْلَمُ مَا عَلَيْهِمُ الْخِضْرُ مِنَ الْعِصْبِيِّ الَّذِي قَتَلَ. وَنَأَادِرَ سَخِقُ فِي حَدِيثِهِ عَنْ حَاتِمِ وَتَمَيَّزَ الْمُؤْمِنُ فَتَقْتُلُ الْكَافِرَ وَتَدْرُجُ الْمُؤْمِنُ -

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ نجدہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر چند چیزوں کا سوال کیا یہ حدیث مثل سابق ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے سوزم بچوں کو قتل نہ کرنا، آہ یہ کہ تم کو ایسا علم ہمیں کی بنا پر حضرت مخزوم علیہ السلام نے ایک بچہ کو قتل کر دیا تھا اور زیادہ کی روایت میں یہ ہے کہ یا تم یہ تمیز کرو کہ یہ بچہ مومن ہوگا یا کافر ہو اگر کافر ہو اس کو قتل کرو اور جو مومن ہو اس کو چھوڑ دو۔

۲۵۷۲ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُليمانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي مَيْمَةَ عَنْ سَعِيدِ الْمُعْتَبِرِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمَانَ قَالَ كَتَبَ كَعْبَةُ بْنُ عَامِرٍ الْخُرَوْرِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ الْعَبْدِ وَالْمَرْأَةِ بِخِصْرَانِ الْمَغْلُومَةِ هَلْ يُقْتَلُ لِهَمَّا وَعَنِ قَتْلِ الْوَلَدِ إِنْ وَعَنِ الْيَتِيمِ مَطَى يُنْقَطِعُ عَنْهُ الْيَتِيمُ وَهَنْ دَوَى الْقُرْبَى مَنْ هُمْ فَقَالَ يَزِيدُ الْكُتُبُ الْيَتِيمُ فَلَوْلَا أَنْ يَقَعَ فِي أَسْمُوكَا مَا كُنْتُمْ، إِلَيْهِ كَتَبَ لَاتِكَ كَتَبْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ يَخْصُرَانِ إِنْ الْمَغْلُومَةِ هَلْ يُقْتَلُ لِهَمَّا شَيْءٌ وَأَنَّ كَيْسَ لِهَمَّا شَيْءٌ وَإِنَّا أَنْ يُحَدِّثَا وَكَتَبْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ قَتْلِ الْوَلَدِ إِنْ قَرَأَ

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ نجدہ بن عامر خوروی (فارسی) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر یہ معلوم کیا کہ اگر جہاد میں غلام اور عورت شریک ہوں تو کیا ان میں مال غنیمت تقسیم کیا جائے گا اور بچوں کو قتل کرنے کے متعلق پر چھال دیر چھال کر یتیم کی شہمی کب ختم ہوگی؟ اور ذوی القربی (رحم کا محس کے بیان میں قرآن مجید نے ذکر کیا ہے، ان ہیں؟ حضرت ابن عباس نے یزید سے فرمایا اس کو جواب لکھو اور اگر وہ حماقت میں پڑنے والا نہ ہوتا تو میں اس کو جواب نہ لکھتا، اس کو یہ لکھو کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر عورت اور غلام جہاد میں شریک ہوں تو آیا ان کو مال غنیمت سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہیں ہے البتہ ان کو عطیہ دیا جا سکتا ہے اور تم نے مجھ سے بچوں کو قتل کرنے کے متعلق سوال کیا ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ
يَقْتُلُهُمْ وَأَنْتَ فَلَا تَقْتُلُهُمْ إِلَّا أَنْ تَعْلَمَ
مِنْهُمْ مَا عَلَيْهِ صَاحِبُ مُوسَى مِنَ الْعُلَا
الَّذِي قَتَلَهُ وَكَتَبْتَ تَسَاءُلِي عَنِ الْبَيْتِ
مَنْ يَنْقِطِعُ عَنْهُ إِسْمُ الْيُثِيمِ وَإِنَّمَا لَا
يَنْقِطِعُ عَنْهُ إِسْمُ الْيُثِيمِ حَتَّى يَبْلُغَ وَ
يُؤْتَسَ مِنْهُ رُشْدٌ وَكَتَبْتَ تَسَاءُلِي عَنِ
ذَوِي الْقُرْبَى مِنْ هُمْ وَإِنَّمَا عَمَّا أَتَاهُمْ
فَأَبَى ذَلِكَ عَلَيْنَا قَوْمَنَا -

قتل نہیں کیا ستم میں ان کو مہلقتل کر دو، الایہ کہ کسی بچے کے
متعلق تم کو ایسا علم ہو جیسا حضرت عمر علیہ السلام کو اس بچے
کے بارے میں علم تھا جس کو انھوں نے قتل کر دیا تھا، اور
تم نے مجھ سے یہ پوچھا کہ یتیم سے یتیمی کا نام کب ختم ہوتا
ہے؟ جب تک بچہ بالغ نہ ہو جائے اور اس کو قتل اور
آگہی حاصل نہ ہو اس وقت تک اس کو یتیم کہا جائے گا،
اور تم نے یہ پوچھا ہے کہ ذوی القربا کون ہیں؟ ہماری
رہنے والے یہ ہے کہ ذوی القربا ہم لوگ ہیں، لیکن ہماری قوم
نے اس کا انکار کیا۔

یزید بن ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نجدہ نے حضرت
ابن عباس کی طرف خط لکھا اور اسی طرح حدیث بیان کی۔

۴۵،۳ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
بِشْرِ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا
إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ
عَنْ يَزِيدِ بْنِ هُرْمُزٍ قَالَ كَتَبَ نَجْدَةَ
إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَسَأَلَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ
قَالَ أَبُو سَعْدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
بِشْرِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهَذَا الْحَدِيثِ -

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ یزید بن ہریرہ
سے روایت کیا کہ نجدہ بن عالم نے حضرت ابن عباس کو خط
لکھا، جس وقت حضرت ابن عباس نے اس خط کو پڑھا
اس کا جواب لکھا میں اس وقت موجود تھا، حضرت ابن عباس
نے فرمایا: بخدا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ وہ ہریرہ (کسی
بڑے کام) میں پڑ جائے گا تو میں اس کو جواب نہ لکھا،
پھر حضرت ابن عباس نے اس کو لکھا تم نے مجھ سے ان
ذوی القربا کے متعلق سوال کیا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے
ذکر کیا ہے، ہماری رہنے والے یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہم ہیں لیکن ہماری قوم
نے اس کا انکار کیا، اور تم نے یہ پوچھا ہے کہ یتیم کا

بَطْوَلِهِ -
۴۵،۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ بِنِ حَايَةَ حَدَّثَنِي
أَبِي قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يَحْدِثُ عَنْ يَزِيدِ
بْنِ هُرْمُزٍ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَ
الْفِطْرُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنَا بِهِرُ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ
حَايَةَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَزِيدِ بْنِ
هُرْمُزٍ قَالَ كَتَبَ نَجْدَةَ بِنِ عَائِشَةَ إِلَى ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ فَشَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ حِينَ
قَرَأَ كِتَابَهَا وَحِينَ كَتَبَ جَوَابَهَا وَقَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ وَاللَّهِ لَوْلَا أَنْ أَرَدْتُ عَنْ
نَتْنٍ يَقَعُ فِيهَا مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ وَلَا
نَعْمَةً عَيْنٍ قَالَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ الْإِسْمَ -

عَنْ سَهْمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ اللَّهُ
 مَن هُمُ الَّذِينَ كَانُوا مَعَنَا أَن قَرَأْتُمْ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ تَحْتَ قَابِي
 ذِيكَ عَلَيْنَا قَوْمَنَا وَسَأَلْتِ عَيْنَ الْبَيْتِ
 مَعِي يَنْقِضِي يَوْمَهُ وَإِنَّهُ إِذَا بَلَغَ الْبَيْتَ كَاهِ
 وَ أَوْ تَسِ مِنْهُ رُشْدًا وَ دُفِعَ إِلَيْهِ مَالُهُ
 فَقَدْ انْقَضَى يَوْمُهُ وَسَأَلَتْ هَلْ كَانَ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ
 مِنْ صِبْيَانِ الْمُشْرِكِينَ أَحَدًا فَإِنِّي سَأَلْتُ اللَّهَ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ
 مِنْهُمْ أَحَدًا وَأَنْتِ قَدْ تَقْتُلِينَ مِنْهُمْ أَحَدًا
 إِذْ أَنْ تَكُونِ تَقْتُلِينَ مِنْهُمْ مَا عَلَيْهِ الْخِصْرُ
 مِنَ الْعِلْمِ حِينَ تَقْتُلُهُ وَسَأَلْتِ عَنِ الْمَرْأَةِ
 وَالْعَبْدِ هَلْ كَانَ لِمَا سَهَمْتُمْ مَعْلُومًا إِذَا
 حَضَرُوا الْبَيْتَ فَإِنَّهُمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ سَهْمٌ
 مَعْلُومًا إِذْ أَنْ تَقْتُلِيَا مِنْ عَنَّا ثَمَرًا لَقَوْمٍ -
 ۲۵۷۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا
 أَبُو سَامَةَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ
 الْأَعْمَشِيُّ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ يَزِيدَ
 بْنِ هُرَيْرٍ قَالَ كَتَبَ نَجْدًا إِلَى أَبِي هَبْتَابِ بْنِ
 كَذَّكَرٍ بِعَقَبِ الْحَدِيثِ وَلَمْ يُبَيِّنْ الْقِصَّةَ
 كَيْسْتَامِ مِنْ ذَكَرْنَا حِينَ يَنْقِضُهُمُ -

اور وہ عقل اور شعور کے کام کرنے لگے تو اس کو اس کا مال
 دے دیا جائے گا اور اس کی بیٹی تم جو جانے گی، اور تم نے
 یہ سوال کیا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے
 بچوں میں سے کسی کو قتل کرتے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے مشرکین کے بچوں میں سے کسی کو قتل نہیں کیا سوائے ان
 کے بچوں میں سے کسی کو قتل نہ کرنا، الا یہ کہ کسی بچے کے
 بارے میں تم کو ایسا علم ہو جیسا کہ حضرت جعفر علیہ السلام کو اس
 بچہ کے متعلق علم تھا جس کو انھوں نے قتل کر دیا تھا، اور تم نے
 عورت اور غلام کے متعلق پوچھا ہے کہ اگر وہ جہاد میں جائیں تو
 کیا مال غنیمت میں ان کا حصہ سزا ہے؟ ان کا کوئی حصہ مقرر
 نہیں ہے، البتہ ان کو مال غنیمت میں سے عطیہ دیا جاسکتا
 ہے۔

یزید بن ہریر بیان کرتے ہیں کہ نجدہ نے حضرت
 ابن عباس کی طرف خط لکھا اور اس حدیث کا کچھ حصہ بیان
 کیا اور اس راوی نے پورا قصہ بیان نہیں کیا جیسا کہ دوسری
 حدیثوں میں ہے۔

عبد بن عامر حروری خارجی تھا، اور خارجیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ وغیرہ کا ارتکاب ہی
 کفر ہے یہ لوگ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی کفر کرتے تھے کیونکہ جنوں ان کے
 انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حکم بنا کر ان کے حکم کے تحت (یوسف: ۴۰)
 "حاکمیت صرف اللہ کی ہے" کی مخالفت کی ہے یہ لوگ مستحبات کو فرض ثقل کا درجہ دیتے تھے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی اس حدیث کا معصوق تھے "یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیرے شکار سے نکل جاتا ہے"
 اس باب کی احادیث میں نجدہ بن عامر کو حروری بھی ہے، علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں "حرور و زواہ کو فہ سے دوہیل کے
 فاعل پر ایک ٹکبے، واقعہ تکلم کے بعد پہلی بار اس جگہ حواج جمع ہونے اور انھوں نے حضرت رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی

اور چونکہ خارجیوں کی داغ بیل اسی جگہ سے پڑی تھی اس لیے خارجیوں کو مردود ہی کہا جائے گا۔^۱
اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خوارج کو ان کی بدعات کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے لیکن
جب انہوں نے آپ سے دین کا ایک مسئلہ پر چا تو آپ نے علم چھپانے کو ناپسند کیا اور قرآن مجید میں علم چھپانے پر جو وعید
ہے اس سے ڈرے اور ان کے سوالات کے جوابات لکھ کر بھیج دیے۔

جہاد میں شریک ہونے والے غلام اور عورت کو مال غنیمت سے حصہ دینے میں مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، ثوری، لیث اور جمہور فقہاء اسلام کا مسلک یہ ہے کہ عورت اور غلام کا مال غنیمت میں حصہ مقدر
نہیں ہے، البتہ اس کو عطیہ دیا جائے گا، جیسا کہ اس باب کی احادیث صحیحہ میں ہے، امام اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت زخمیوں
کا علاج کرے یا جنگ میں حصہ لے اور قتال کرے تو اس کا اس میں حصہ بھی مقدر ہوگا، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ عورت
کو عطیہ بھی نہیں دیا جائے گا اسی طرح امام مالک غلام کو بھی عطیہ دینے کے قائل نہیں ہیں اور حسن، ابن سیرین اور نسائی یہ کہتے
ہیں کہ غلام اگر قتال کرے تو مال غنیمت سے اس کو حصہ ملے گا۔ امام مالک اور اوزاعی وغیرہ کے مذاہب چونکہ احادیث صحیحہ کے
خلاف ہیں اس لیے مردود ہیں۔^۲

عورتوں کے جہاد میں شریک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے محارم کے علاج کے لیے جاسکتی ہیں اور اگر شدید
ضرورت ہو تو ستر اور حجاب کے ساتھ اجنبی مردوں کو بھی دعا دارو اور پانی وغیرہ دے سکتی ہے۔ اس حدیث میں مشرکین کی
عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، یہ اس وقت ہے جب وہ مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں حصہ نہ لیں اور اگر
وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں تو پھر ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

کم عقل والے بالغ شخص کو مال میں تصرف کرنے سے روکنے کے بارے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ بلوغ کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے، بشرطیکہ یتیم عقل اور شعور کے کام کرنے لگے، علامہ ذہبی
شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی، امام مالک اور جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ محض بالغ ہو جانے یا زیادہ
عمر ہو جانے سے یتیمی کا حکم منقطع نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ دین اور مال میں اس سے عقل اور شعور کے آثار
ظاہر ہوں، امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب اس کی عمر پچیس سال کی ہو جائے تو اس سے بچپن کا حکم منقطع ہو جائے گا
اور اسے اس کے مال کے تصرف میں رشید (صحیح تصرف کرنے والا) قرار دیا جائے گا اور یتیم کے ولی پیدا جب ہے
کہ اتنی عمر میں یتیم کا مال اس کے سپرد کر دے خواہ وہ اس مال کو ٹھیک طور پر خرچ نہ کرے، اور بڑی عمر کا شخص جب اپنے

۱۔ علامہ شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۸ھ بمطابق ۱۲۳۰ء ص ۲۵۵ و ۲۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۱ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن خزیمنہ رومی متوفی ۶۵۱ھ بمطابق ۱۲۵۳ء ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۷۵ھ

مال میں فضول خرچی کرے تو امام مالک اور محمد بن قسطلہ اسلام کے نزدیک اس کو مالی تعزفات سے روک دینا واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں اس کو نہیں روکا جائے گا، ابن تیمیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ پہلا قول صحیح ہے اور اس پر تقریباً اجماع ہے۔

کم عقل والے بالغ شخص کو مال میں تعزف کرنے سے روکنے کے بارے میں فقہاء احناف کے نظریات

علامہ ابواسمن المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص آزاد، بالغ، عاقل اور لہالی ہو اس کا اپنے مال میں تعزف کرنا جائز ہے، خواہ وہ فضول خرچ کرنا ہو اور اپنے مال کو بھٹ اور بے فائدہ امور میں خرچ کرنا ہو۔ امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ بے وقوف شخص کو اپنے مال میں تعزف کرنے سے روکا جائے گا کیونکہ وہ اپنے مال کو فضول خرچ کرتا ہے اور بیکس صحت اور بقاقت عمودہ کے اپنے مالی تعزف کرتا ہے، سو جس طرح نابالغ بچہ کو مال میں تعزف کرنے سے روکا جاتا ہے اسی طرح اس کو بھی روکا جائے گا لہذا اس کو روکا ادا لی ہے، کیونکہ بچے کے ہاں یہ تیرہ اہل ہے کہ شاید وہ مال کو غلط گھڑ خرچ کر دے اور اس کے متعلق ذریعین سے کہ یہ مال کو بے فائدہ خرچ کر کے ضائع کرے گا اس وجہ سے اس کو مال نہیں دیا جائے گا۔ یہ بحث اس وقت ہے جب دلالت یا ہرہ کی شکل میں کسی کا مال اس کے دلی کے پاس امانت ہو، علامہ عوارزی حنفی لکھتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ جب تک اس کی عمر پچیس سال کی نہیں ہو جاتی اس وقت تک اس کا مال اس کی تحویل میں نہیں دیا جائے گا اور امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب تک یہ بے وقوف ہے اس کا مال اس کو نہیں دیا جائے گا۔

رکنا یہ علی ہاشمی فتح القدیر ج ۸ ص ۱۹۲۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ شخص احکام شریعہ کا مکلف اور مخاطب ہے اور صاحب عقل ہے اس لیے وہ دلیل رشید ہے اور اس کے مال پر پابندی نہیں لگانی جائے گی نیز اس کے مالی تعزفات کو مصلب کرنا اس کو آدمیت سے نکال کر حیوانیتا کے ساتھ لاج کرنا ہے، اور یہ اس کی فضول خرچی کے فز سے بڑا فز ہے اس لیے نیز کسی اشد ضرورت کے اس کی تعزفات سے نہیں روکا جائے گا، مال اگر اس پر پابندی لگائے سے کسی ضرر عام کو دفع کرنا منقطع ہو تو چہر اس پر پابندی لگانی جائے گی۔ مثلاً ایک جاہل طبیب ہے یا مفسد یا فاجر ڈاکٹر ہے جو غلط سلطہ دوا میں سے کو روگوں کی جان سے کہینا ہے یا تم غرامتہ منتفی ہے اور روگوں کو علم اور تحقیق کے لیے میسر آتی تاکہ ان کو غلط راہ پر لگاتا ہے، یا لوگوں سے کسی چیز کو کرانے پر دینے کے لیے پیسے لیتا ہے اور اس کے پاس وہ چیز نہیں ہے اور اس طرح لوگوں کے پیسے مٹا کر جاتا ہے تو ایسے لوگوں کو علاج کرنے مسئلہ تھلانے اور کرانے کے ہاں پیسے لینے سے روکا جائے گا کیونکہ اگر ان لوگوں کو تعزفات سے روکا گیا تو اس سے عام روگوں کو فز ہوگا اور یہ ان کے تعزفات پر پابندی لگانے کے فز سے زیادہ بڑا فز ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے بے وقوف شخص کو بچہ پر قیاس کیا تھا اور کہا تھا جس طرح بچہ کو مالی تعزفات سے روکا جاتا ہے اسی طرح بڑی عمر کے بے وقوف شخص کو بھی روکا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ

بچہ غور و فکر کی صلاحیت نہیں رکھتا اور پچیس سالہ انسان غور و فکر پر قادر ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور فہم عطا کیا ہے اور اپنی غلط تدبیر اور ناواقفیت اندیشی کی وجہ سے صحیح تعریف نہیں کرتا اور پچیس سال سے پہلے اس کو مال نہ دینا مفید ہے کیونکہ وہ اس کے قبضہ میں مال نہیں ہوگا تو یہ بے مقصد ہے اور صدقہ نہیں کرے گا۔ لہ

بَابُ عَدِّ غَرَواتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد

۴۵۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سات غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی تھی، میں مجاہدین کے عقب میں خمیوں میں رہتی تھی۔ مجاہدین کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کو دعا دیتی اور بیماریوں کی عیادت کرتی۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ

هَشَامٍ عَنْ حَنْصَةَ بِنْتِ سَيْرِينَ عَنْ

أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ

مَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سَبْعَ غَرَواتٍ وَأَتَى أَخْلَفَهُمْ فِي رَحَالِهِمْ

فَأَصْبَغَ لَهُمُ ابْتِطَاعًا وَأَدَاوِي الْبَحْرَجِيِّ

وَأَقْرَمَ عَلَيَّ الْمَوْضِيَّ

۴۵۷۷ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا

يَزِيدُ بْنُ هُرُونَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ

بِهَذَا إِلا سَنَادٍ فَخَوَّاهُ

۴۵۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ

ابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ أَحَدُنَا

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي

إِسْحَاقَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي

بِالنَّاسِ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ اسْتَسْقَى قَالَ

فَلَقِيتُ يَوْمَئِذٍ يَزِيدَ بْنَ أَرْقَمٍ وَقَالَ

كَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ غَيْرُ جَلِ أَوْ بَيْنِي

وَبَيْنَهُ رَجُلٌ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ كَمُ عَزَارَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ

فَقُلْتُ كَمُ غَرَواتٍ أَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ

عَشْرَةَ غَرَواتٍ قَالَ فَقُلْتُ كَمَا أَوَّلُ غَرْوةٍ

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن یزید نماز استسقاء پڑھانے گئے، دو رکعت نماز استسقاء پڑھا کر انھوں نے باش کے لیے دعا کی اس دن میری محنت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میرے اوصاف کے درمیان صرف ایک آدمی تھا، میں نے ان سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے غزوات میں تشریف لائے گئے تھے؟ انھوں نے کہا انیس غزوات میں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کتنے غزوات میں حضور کے ساتھ تھے؟ انھوں نے کہا سترہ غزوات میں، میں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا غزوہ کون سا تھا؟ انھوں نے غزوات البصر یا فات المشیر کہا۔

عَنْهَا قَالَتْ ذَاتُ الْعَسِيرِ أَوْ الْعَسِيرِ.
 ۲۵۷۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَدَمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ هُرَيْرَةَ عَنْ
 أَبِي اسْمَعِيلَ عَنْ تَابِثِ بْنِ أُمِّ قَحْطَبَةَ مِنْهُ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 عَنْ إِسْرَعَةَ عَقْرَةَ عَنْ زَوْجِهَا وَكَعْبَةَ بَعْدَ مَا
 هَاجَرَ حَبِيبَةً لَمْ يَحْتَجِرْ خَيْرَهَا حَبِيبَةً
 الْوَدَاعِ -

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایلیٰ غزوات میں گئے اور ہجرت
 کے بعد آپ نے ایک حج کیا اور حجۃ الوداع کے سوا اور کوئی
 حج نہیں کیا۔

۲۵۸۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ هُرَيْرَةَ عَنْ حَرْبِ بْنِ
 رُوَيْحَةَ بْنِ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ وَأَبُو بَكْرِ
 أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
 يَقُولُ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 جَابِرٌ لَمْ أَشْهَدْ بَدْرًا وَلَا أُحُدًا مَعَنِي
 أَبِي فَلَمَّا قُتِلَ عَبْدُ اللَّهِ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ
 أَلْعَلْفَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي غَزَاةٍ وَوَقُتِلَ -

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ میں انیس غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ رہا، البتہ بدر اور احد میں شریک نہیں تھا، مجھے میرے
 والد نے روک دیا تھا، اور جب جنگ احد میں عبد اللہ
 (میرے والد) شہید ہو گئے تو پھر میں نے کسی غزوہ میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

۲۵۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَبَابِيُّ وَحَدَّثَنَا
 سَعِيدُ بْنُ مَعِينَةَ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا
 أَبُو تَيْمَةَ قَالَ جِئْنَا حَدَّثَنَا حُسَيْنُ
 بْنُ دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرَكَةَ عَنْ
 أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي حَمَانَ مَثُوقٍ وَلَمْ يَعْلَمْ أَبُو بَكْرٍ
 وَمَنْ قَالَ فِي حَدِيثِهِ حَدَّثَنَا
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَكَةَ -

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انیس غزوات میں گئے، آپ نے
 ان میں سے آٹھ غزوات میں جنگ کی، راوی ابو بکر نے
 ان میں سے کا ذکر نہیں کیا اور عن کی بجائے حدیثی
 عبد اللہ بن بریدہ کہا۔

۲۵۸۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَبِيبِ
 حَدَّثَنَا مَعْنُومُ بْنُ سَالِمَانَ عَنْ كَثْمِيِّ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ غزوات میں

شریک رہا۔

عَنِ ابْنِ بَرَزِيدٍ عَنْ أَبِي رَيْدٍ قَالَ قَالَ غَزَا
مَعْرَسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سِتِّ عَشْرَةَ عَشْرَةَ عَشْرًا -

۴۵۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ
حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ
يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ
سَمَةَ يَقُولُ غَزَاؤُتُ مَعْرَسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ عَشْرَةَ وَاتَّ وَخَرَجْتُ
فِيمَا يَبْعَثُكَ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ عَشْرَةَ وَاتَّ
مَرَّةً عَلَيْنَا أَبُو بَكْرٍ وَمَرَّةً عَلَيْنَا
أَسَامَةُ بْنُ تَرَيْدٍ -

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک تھا اور جو
شکر آپ نے سنا کیے ان میں نو مرتبہ شریک رہا۔ ایک
مرتبہ ہمارے سردار حضرت ابو بکر تھے اور ایک مرتبہ حضرت
اسامہ بن زید تھے۔

۴۵۸۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
حَدَّثَنَا حَاتِمٌ بِهَذَا الْإِسْنَاءِ دِغَيْرِ آيَةٍ
قَالَ فِي كِلْتَابِهِمَا سَبْعَ عَشْرَةَ وَاتَّ -

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث روا
کی ہے اس میں دونوں جگہ سات کا عدد مذکور ہے۔

غزوات اور ساری کی تحقیق اس باب میں حضرت زید بن ارقم، حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہم کی روایات
کا ذکر ہے، ان میں بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انیس غزوات میں تشریف
لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور دیگر لشکروں کی تعداد میں اہل منازی کا اختلاف ہے، امام ابن سعد وغیرہ نے تفصیل
اور ترتیب کے ساتھ تائیس غزوات اور چھپن دیگر لشکروں کا ذکر کیا ہے، اور یہ بیان کیا ہے کہ نو غزوات میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار نہ اٹھائے، وہ غزوات یہ ہیں، بدر، احد، مرہ سیح، حندق، قرظیلہ، حبیہ، مکر، حنین اور
طائف۔ ۱۷

اس باب کی حدیث نمبر ۴۵۸۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ غزوات میں تقاتل کیا، حافظ ابن حجر
عسقلانی نے اس کی توجیہ کی ہے کہ قرظیلہ اور احزاب (حندق) دونوں کو ایک غزوہ ہی شمار کیا گیا ہے، اس وجہ سے
حضرت بریدہ نے یہ کہا کہ آپ نے آٹھ غزوات میں قتال کیا ہے۔

۱۷ - علامہ یحییٰ بن شرف نزوی متوفی ۷۲۶ھ، شرح مسلم ۲/۱۱۸، مطبوعہ دارالحدیث، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۸ - حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری، مطبوعہ دارالحدیث، کراچی، ۱۳۷۱ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا تاریخ وار بیان امام محمد بن سعد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور اس کا ترتیب وار بیان کیا ہے یہاں اس کو اختصار کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔

نمبر شمار	غزوہ کا نام	تاریخ	نمبر شمار	غزوہ کا نام	تاریخ
۱	غزوہ الابراد	ہجرت کے بارہواہ بدھ صفر میں	۱۳	غزوہ بنو لعیب	ہجرت کے سببیس ماہ
۲	غزوہ براط	ہجرت کے ترمہ ماہ بدھ ربیع الاول میں۔	۱۴	غزوہ بدر المردہ	ہجرت کے سینتالیس ماہ
۳	غزوہ طلب کرز بن جابر فری	ہجرت کے ۱۳ ماہ بدھ ربیع الاول میں۔	۱۵	غزوہ ذات الرقاع	ہجرت کے سینتالیس ماہ بدھ ذوالقعدہ میں۔
۴	غزوہ ذی العشیرہ	ہجرت کے سولہ ماہ بدھ جمادی الآخرہ میں	۱۶	غزوہ دومتہ الجندل	ہجرت کے انچاس ماہ بدھ ربیع الاول میں۔
۵	غزوہ بدر	سترہ رمضان ۲ھ	۱۷	غزوہ المرہ سیح	شبان ۵ ہجری
۶	غزوہ بنو قینقاع	ہجرت کے بیس ماہ بدھ نصف شوال میں۔	۱۸	غزوہ الاحزاب	ذوالقعدہ ۵ ہجری
۷	غزوہ السویق	ہجرت کے بائیس ماہ بدھ پانچ ذوالحجہ	۱۹	غزوہ بنو قریظہ	ذوالقعدہ ۵ ہجری
۸	غزوہ قرقرہ الھند	ہجرت کے تیس ماہ بدھ ۱۵ محرم	۲۰	غزوہ بنی لعیان	ربیع الاول ۶ ہجری
۹	غزوہ غطفان	ہجرت کے چالیس ماہ بدھ ۱ ربیع الاول میں۔	۲۱	غزوہ الخاب	ربیع الاول ۶ ہجری
۱۰	غزوہ بنی سلیم	ہجرت کے ستائیس ماہ بدھ چھ جمادی الاول۔	۲۲	غزوہ السدہ بیہ	ذوالقعدہ ۶ ہجری
۱۱	غزوہ احد	ہجرت کے تیس ماہ بدھ سات شوال۔	۲۳	غزوہ خیبر	جمادی الاول ۷ ہجری
۱۲	غزوہ حمرہ الاسد	ہجرت کے چالیس ماہ بدھ ۸ شوال	۲۴	غزوہ فتح مکہ	رمضان ۸ ہجری
			۲۵	غزوہ حنین	شوال ۸ ہجری
			۲۶	غزوہ طاقت	شوال ۸ ہجری
			۲۷	غزوہ تبوک	رجب ۹ ہجری
		
		
		

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۲ غزوات کی تاریخ وار تفصیل ہے، جن کو امام محمد بن سعد نے طبقات کبریٰ کی جلد ثانی میں بیان کیا ہے۔ امام ابن سعد نے چھپن سرا یا کابھی تفصیل سے تاریخ دکر ذکر کیا ہے، اس باب کی احادیث میں چونکہ صرف غزوات کا ذکر ہے اس لیے ہم نے غزوات کی تعداد کو بیان کیا ہے۔ جو حضرات سرا یا کی تفصیل جانتا چاہتے ہوں وہ طبقات کبریٰ جلد ثانی کا مطالعہ کریں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ

غزوة ذات الرقاع

۴۵۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْقُمِّيُّ أَيْ وَاللَّفْظُ لِأَبِي عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ وَنَحْنُ سِتَّةٌ نَفَرًا بَيْنَنَا بَعِيرٌ نَعْتَقِبُهُ قَالَ كُنَيْبَةُ أَقْدَامُنَا فَكُنَا نَلْفُ عَلَى أَرْجِلِنَا الْخِرْقَ فُسِّمِيَتْ غَزْوَةُ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْتَقِبُ عَلَى أَرْجِلِنَا مِنَ الْخِرْقِ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ فَحَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى بِهَذَا الْحَدِيثِ ثُمَّ كَرِهَ ذَلِكَ قَالَ كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَكُونَ شَيْئًا مِنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ قَالَ أَبُو سَامَةَ وَتَمَّادٍ فِي غَيْرِ بَرَيْدٍ وَاللَّهُ يَجْزِي بِهِ -

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوة میں گئے ہم میں سے چھ آدمیوں کے حصہ میں ایک اونٹ تھا، جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے، ہمارے پیڑ زمی ہو گئے، اور میرے ناخن نکل گئے، ہم نے ان زخموں پر چیمتھڑے پیٹھے، اس وجہ سے اس غزوة کا نام غزوة ذات الرقاع پڑ گیا، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ نے یہ حدیث بیان کی پھر ان کو اس حدیث کا بیان کرنا ناگوار ہوا، شاید وہ اپنے کسی عمل کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے، ابو اسامہ بیان کرتے ہیں کہ بریدہ کے علاوہ دوسرے راویوں نے اس حدیث میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کا اجر دے گا۔

غزوة ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ | اس باب کی حدیث میں ہے کہ ہم نے زخموں پر چیمتھڑے پیٹھے اس وجہ سے | اس غزوة کا نام ذات الرقاع پڑ گیا، اس غزوة کو ذات الرقاع کہنے کا یہی وجہ صحیح ہے، ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہاں ایک پہاڑ تھا جس میں سیاہی، سفیدی اور سرخی تھی، اس وجہ سے اس کو ذات الرقاع کہتے ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ وہاں ذات الرقاع نام کا ایک وزعت تھا، ایک قول یہ ہے کہ ان کے جندوں میں پیڑ بگے ہوتے تھے اس وجہ سے اس کو غزوة ذات الرقاع کہتے ہیں۔ رقااع رقعہ کا جمع ہے جس کا معنی ہونڈ ہے۔

marfat.com

نیک اعمال کے انخفاء کا استحباب حضرت ابو موسیٰ نے یہ حدیث بیان کی اور پھر ان کو اس حدیث کا بیان کرنا ناگوار ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس حدیث میں ان کے نیک اعمال کا ذکر تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں بندے کو جو مشقت پریشانی اور دیگر اعمال صالحہ کو چھپانا مستحب ہے اور نیز کسی مصلحت کے لئے نیک عمل کو ظاہر نہ کرے، ہاں اگر اپنے کسی نیک عمل کا حکم بیان کرنا ہو، یا اس کی اقتداء پر کسی کو ابھارنا ہو تو پھر اس کا اظہار کرنا استحباب کے عطا نہیں ہے۔

جہاد میں کافر سے مدد لینے کی کراہت

بَابُ كَرَاهَةِ الْاِسْتِعَانَةِ فِي الْغَزْوِ بِكَافِرٍ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدسک طوت گئے، جب آپ حق تعالیٰ سے چاہیں گے فاطمہ پر ایک جگہ میں پہنچے تو آپ کو ایک شخص ملاحس کی بہادری اور دلیری کا بہت چرچا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جب اس کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے، جب وہ آپ سے ملا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرا اس سے کیا دن کرے آپ کے ہمراہ لڑوں اور جہاد میں اس سے مدد پاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ، میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں کروں گا۔ آپ آگے چلے گئے حتیٰ کہ جب ہم سب پہنچے تو وہ شخص پھر آپ سے ملا، اور اس نے وہی درخواست کی جو پہلے کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا، اور فرمایا لوٹ جاؤ، میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں کروں گا، وہ لوٹ گیا اور پھر آپ سے سلام بیاہ میں لا، آپ نے فرمایا کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اس نے کہا ہاں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اب چلو۔

۳۵۸۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْقِلٍ عَنِ مَالِكِ بْنِ حَرْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَالْقَطَّاعِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ الْقُضَيْلِيِّ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نِيَّارٍ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ عَمْرٍو بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَهَا قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَيْدًا وَاسْتَمَرَ قَيْدًا بَدْرًا فَلَمَّا كَانَ بِحَدْرَةِ الْوَبَرَةِ أَدْرَمَهُ كَرَجُلٍ قَدْ كَانَ يُدْ كَرَمِنَهُ جُدْرًا وَوَجَدَهُ قَفْرًا أَحْضَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ مَادَهُ فَلَمَّا أَدْرَمَهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ لَا تَلْعَاكَ وَأَمِصِّي مَعَكَ قَالَ كَرَمِنَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ مَادَهُ وَاسْتَمَرَ تَوْمِينًا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ لَا قَالَ قَارِئُ جَعْفَرُ مَدَنِي اسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ قَالَتْ تَعَرَّفْتُ مَضِي حَقِي إِذَا كُنَّا بِاللَّهْرَةِ أَدْرَمَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ قَالَ كَرَمِنَهُ قَوْلَ مَرَّةٍ فَقَالَ

كَه النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا
قَالَ آقَدَ مَرَّةً قَالَ قَامَ جَعْرُ فَلَمَّا
اسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ قَالَ ثُمَّ جَعْرَ فَأَذْرَكَ
بِالْبَيْدَاءِ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ
تَوُّ مِنْ يَا اللَّهُ وَمَا سَوَّلِمٍ قَالَ لَعَمْرُ فَقَالَ
لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَنْطَلِقُ .

جہاد میں کفار سے مدد حاصل کرنے کی تحقیق | اس باب کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد

کہتے ہیں دوسری حدیث میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کے اسلام لانے سے پہلے ان سے مدد لی، جس نے علامہ نے پہلی حدیث پر علی الاطلاق عمل کیا اور مشرک سے مدد لینے کو مطلقاً ناجائز کہا اللہ امام شافعی اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا کہ اگر کافر کی مسلمانوں کے متعلق اچھی رائے ہو اور اس سے مدد لینے کی ضرورت ہو تو اس سے مدد لی جائے گی وعدہ اس سے مدد لینا مکروہ ہے، محدثین نے ان دونوں حدیثوں کو دو مختلف حالات پر محمول کیا ہے اور جب مسلمانوں کی اجازت سے کافر جہاد میں حاضر ہو تو اس کو عطیہ اور انعام وغیرہ دیا جائے گا اور مل غنیمت میں اس کا حصہ نہیں ہوگا۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور جہور فقہاء کا یہ مسلک ہے اور زہری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ مال غنیمت سے ان کا حصہ ہوگا۔ لے

آج بروز بدھ مورخہ ۱۰ رجب ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء کتاب الجہاد اختتام کو پہنچی۔ اللہ العالمین میں طرح توڑنے کرم فرمایا اور یہاں تک صحیح مسلم کی شرح لکھنے کی توفیق دی اسی طرح توڑ اپنے بے پایاں کرم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے صحیح مسلم کی باقی احادیث کی بھی شرح لکھنے کی توفیق عطا فرما، میری اس حقیر سی کرد اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما، اور اس کے فیضان کو تاقیامت جاری رکھ، میری، میرے والدین کی شرح صحیح مسلم کے ناشر، جملہ معاونین اور قارئین کی مغفرت فرما، دنیا، بزرگ اور آخرت میں ہر بلا، ہر مصیبت اور ہر غم سے محفوظ رکھ اور دین کی سادگن اور کامرانیوں کو ہمارا مقدر کر دے۔ وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ اُولِ الشَّافِعِيْنَ وَالْمَشْفَعِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِمْ وَاَصْحَابِهِمْ وَاٰمَنًا وَاٰجِدُ وَاَوْلِيَاءَ اُمَّتِهِ وَعُلَمَاءَ مِلَّتِهِ مِنَ الْمَفْسَرِيْنَ وَالْمُحَدَّثِيْنَ وَالْفُقَهَاءَ وَالْمُجْتَهِدِيْنَ اَجْمَعِيْنَ .

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الامارۃ

حکومت اور سلطنت کا وجود انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے، اور سلطنت اور حکومت کا قیام غلبہ اور قہر کے بغیر ممکن نہیں ہے، کیونکہ ہر شخص کو دوسرے شخص سے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے، اور بسا اوقات طاقتور شخص کو دوسرے سے اپنی ضرورت کی چیزیں بزرگ حاصل کر لیتا ہے، اس لیے ظلم اور جور کو دور کرنے اور عدل اور انصاف کو حاصل کرنے کے لیے کسی قوت حاکمہ کی ضرورت ہوتی ہے، عدل اور انصاف کے قیام کے لیے قوانین کا وجود ناگزیر ہے۔ یہ قوانین اگر انسانوں کے بنائے ہوئے ہوں تو یہ سیاست عقلی کہلاتے گی اور اگر یہ قوانین شرعی ہوں تو یہ سیاست شرعی ہونگی، اللہ کا نبی زمین پر اللہ کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست احکام حاصل کرتا ہے اور ان احکام کی تفصیل اور تشریح کر کے ان احکام کو بندوں پر نافذ کرتا ہے اور یہی احکام شریعت کہلاتے ہیں، دنیاوی حکام جو احکام نافذ کرتے ہیں وہ قانون کہلاتے ہیں اور اللہ اور رسول کے احکام شریعت کہلاتے ہیں، انسانوں کے بنائے ہوئے قانون ناقص اور ناپائیدار ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کامل اور دائمی ہے۔ نبی اللہ کا خلیفہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہر شخص ہی کی شریعت پر عمل کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حکومت سرانجام دینا ہے وہ نبی کا خلیفہ کہلاتا ہے اور اس کی حکومت کو خلافت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

خلافت کا لغوی اور شرعی معنی | استخلاف کا معنی ہے کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا اور خلافت کا معنی ہے اس کی امامت اور جانشینی۔ لہٰذا

علاء راقب الاصغباتی کہتے ہیں:

والخلافة النبیة، عن الغیر اما
لغیبة المنوب عنه واما لموتہ واما
لعجزہ واما لتشریف المستخلف وعلی
هذا الوجه الاخیر استخلف اللہ اولیاءہ فی
الارض - وهو الذی جعلکم خلائف
الارض - قال یار داؤد انا جعلناک خلیفتہ

خلافت کا معنی ہے کسی شخص کا قائم مقام ہونا اور اس کی جانشینی میں (۱) اصل شخص کے نائب ہونے کی وجہ سے دوسرے اس کا قائم مقام ہو (۲) اصل شخص کی موت کے بعد دوسرے شخص اس کا قائم مقام ہو (۳) اصل شخص کے عاجز ہونے کی وجہ سے دوسرے اس کے قائم مقام ہو (۴) دوسرے شخص کو اپنی نہایت سے مشرف کرنے کے لیے اس کو اپنا قائم مقام

۱۔ المعجم ۲۳۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

فی الارض - وَجَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ
بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ - ۱۷

بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کو زمین پر
اسی آفری وجہ سے خلیفہ بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
جس ذات نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، نیز فرمایا: اسے دلاؤ ہم نے تم
کو زمین میں خلیفہ بنایا اور فرمایا ہم نے تم کو قوم نوح کے بعد خلیفہ
بنایا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ
مَنْ قَبْلَهُمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي
ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
أَمْنًا يُعْبُدُونَ لِي لَا يَشْرَكُوا بِي شَيْئًا
وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ -

(النور: ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک
کام کیے ان میں جس کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ
وہ انہیں ضرور زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح ان
سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور اللہ تعالیٰ ان کے
اس دین کو بھی غالب کرے گا جس کو اللہ نے ان کے لیے
پسند کر لیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کے خوف کو امن اور
پہن سے بدل دے گا، کہ وہ صرف میری عبادت کریں گی اور
میرا شریک نہ ٹھہرائیں اور جس نے اس کے بعد ناشکری
کی سو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ خلافت ارضی کی یہ بشارت مسلمانوں کے لیے امن اور سکون کا پیغام ہے، قرآن مجید کی
ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کے یہ فرائض بیان فرمائے ہیں:

الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فِي الْأَسْرَافِ أَقَامُوا
الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ -

(الحج: ۴۱)

اگر ہم ان لوگوں کو زمین میں غلبہ اور اقتدار عطا کر
دیں، تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیک
کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور سب چیزوں
کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بعد اپنے نائبین کے لیے خلفاء کا لفظ استعمال کیا ہے، امام ابن ماجہ
روایت کرتے ہیں:

عَنْ الْعُرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتُرُونَ مِنْ بَعْدِي
اِخْتِلَافًا كَثِيرًا شَدِيدًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي
وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ - ۱۸

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عنقریب میرے
بعد بہت اختلاف دیکھو گے اس وقت تم پر میری سنت اور
میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔

۱۷۔ علامہ حسین بن محمد راعب اصغری متوفی ۵۰۲ھ ہامی روایت میں ۱۵۶ھ مطبوعہ المکتبۃ المدنیہ بیروت ۱۳۴۲ھ

۱۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ بیروت ۱۰۰۰ھ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۱ھ

اہم مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمیرہ یقول سمعت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا ینزال
الاسلام علی نیراً الی اثنی عشر خلیفۃ (الی قولہ)
کلھم من قریش۔

حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا
کہ بارہ خلیفہ پر سے ہونے تک اسلام کو غلبہ رہے گا اور
فرمایا وہ سب خلفاء ذریش سے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیعتیں تھیں ایک حیثیت سے آپ ہمسوا ہی الہی تھے اس حیثیت سے آپ احکام
الہی کی تبلیغ کرتے۔ اور نراض رسالت بجا لاتے اور دوسری حیثیت سے آپ مسلمانوں کے امیر تھے اور رہتے تھے
اس حیثیت سے آپ اسلامی ریاست کے خارجی اور داخلی امور کی تدبیر فرماتے، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد فرماتے،
مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے نام خطوط بکھراتے اور اندرون ملک احکام الہی کو عملی طور پر نافذ فرماتے، آپ کے
وصال کے بعد آپ کی پہلی حیثیت کا سلسلہ بطور نبوت تو منقطع ہو گیا لیکن آپ کا دوسری حیثیت خلفاء کے روپ میں
تاقم و دائم رہی اور آپ کی اسی حیثیت کی حاشینی کا باخلافت ہے۔

آیت استخلاف کی تحقیق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے بیک
کلم کے ان میں سے بعض کے ساتھ اللہ کا یہ وعدہ ہے
کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس
طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور اللہ تعالیٰ
ان کے اس دین کو بھی غالب کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ
نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے
خوف کو ضرور امن اور چین سے بدل دے گا۔

ومن اللہ الذین
امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم
فی الارض من کما استخلف الذین من قبلھم
ولیسکنن لھم دینھم الذی ارضنہ لھم و
لیبدلنھم من بعدا خو فھم امنا۔

(النور: ۵۵)

خلافت کے موضوع پر اس آیت کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، اس لیے ہم خلافت کی تحقیق میں اس آیت
کی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات تحقیق طلب ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نے ہر ہر مسلمان سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ
کیا ہے یا بعض مسلمانوں سے؟ ہر ہر مسلمان سے اس وعدہ کا ہرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ واقع میں ہر ہر مسلمان کو روکنے
زمین کا۔ غلبہ نہیں بنایا گیا۔

حضرت سلیمان کو غلبہ بنایا گیا جس طرح فرعون کے بعد نبی اسرائیل کو زمین پر غلبہ دیا گیا اس طرح ہر ہر مسلمان کو زمین کا غلبہ
نہیں بنایا گیا یا اس طرح کہ امت سلسلہ کا ہر ہر فرد زمین پر غلبہ اور صاحب اقتدار ہو، بنایا یہ قطعاً بھی باطل ہے کیونکہ جب ہر شخص
غلبہ صاحب اقتدار اور حاکم ہو تو پھر حکوم کون ہوگا؟ کلباس سے ہر شخص کا حاکم اور حکوم ہونا لازم آئے گا اور یہ بجاہت باطل
ہے اگر یہ کہہ لائے کہ اس آیت میں خلافت سے اقتدار مراد نہیں ہے بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں سے تصرف

۱۔ امام ابو سعید بن مسلم بن حجاج قشیری ص ۲۶۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد کا رواد خمارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

کرنا مراد ہے۔ تو اس معنی میں مسلمانوں اور نیکو کاروں کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ اس معنی میں تمام اولاد آدم اللہ کی خلیفہ ہے
 شائع اس آیت میں من تبییضہ ہے کیونکہ من ابتداء، بیانہ یا زادہ بیان متصور نہیں ہے اور یہ اس بات کی واضح نص ہے
 ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ بعض صالح مومنوں سے فرمایا ہے نہ کہ سب مسلمانوں سے اور اس آیت کے بلا واسطہ مخالف
 حضرات صحابہ کرام تھے، اور جس وقت سودہ نازل ہوئی اس وقت مسلمانوں پر حالت خوف طاری تھی کیونکہ اس وقت تک
 سرزمین حجاز میں اسلام کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں، اس کے کچھ عرصہ بعد یہ وعدہ پورا ہوا جب نہ صرف یہ کہ اسلام سرزمین حجاز
 میں پھیل گیا بلکہ خطہ عرب سے لے کر براعظم افریقہ، براعظم ایشیا اور براعظم یورپ میں اندلس تک اذانیں گونجنے لگیں۔ اور
 اسلام کا یہ عظیم الشان غلبہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں حاصل ہوا اس لیے آپت
 اختلاف کے اولین مصداق خلفاء ثلاثہ ہیں کیونکہ انہیں کے دور میں اسلام کو فتوحات حاصل ہوئیں، حضرت علی کا دورِ خلافت
 مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال میں گذرا اور ان کے دور میں اسلام کو فتوحات کے ذریعہ غلبہ حاصل نہیں ہو سکا۔
 اگر من تبییضہ سے صرف نظر کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امت مسلمہ کو خلافت عطا کرنے کا وعدہ
 کیا ہے تو یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ امت مسلمہ کا ہر فرد اقتدار اعلیٰ کا حامل نہیں ہو سکتا، اس لیے اب یہ معنی مراد ہوگا کہ ہر مومن
 اپنی جگہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ہر شخص فرداً فرداً اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے جیسا کہ
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے
 اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی، مرد اپنے اہل خانہ کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے
 متعلق پرسش ہوگی، اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کا حاکم ہے اور اس سے ان کے بارے میں پرسش
 ہوگی اور نوکر اپنے مالک کے مال میں حاکم ہے اور اس سے اس کے بارے میں پرسش ہوگی، سنو تم میں سے ہر شخص حاکم
 ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی یہ اس معنی کے لحاظ سے اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اسلامی
 حکومت میں تمام مسلمان اقتدار میں شریک ہوتے ہیں اور مسلمانوں کا امیر صرف انتظامی سربراہ ہوتا ہے، ریاست کا یا مسلمانوں
 کا مالک نہیں ہوتا، اور یہ کہ ریاست کا ہر باشندہ خلافت اور حکومت میں برابر کا شریک ہوتا ہے، ریاست میں نسلی یا طبقاتی
 امتیازات کا کوئی تصور نہیں ہوتا، اس لیے ریاست کے تمام باشندے ایک دوسرے کے مساوی ہوں گے اور جس
 شخص میں ترقی کی جس قدر صلاحیت اور قابلیت ہوگی وہ اس قدر آگے بڑھ سکے گا۔

خلافت کی تعریف

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

قال قوم من اصحابنا الامامة رياسته عامتا
 في امور الدين والدنيا ونقض هذا التعريف
 بالنسوة والاولى ان يقال هي خلافة الرسول
 في اقامة الدين وحفظ حوزة الملة بحيث

ہمارے بعض علماء نے امامت کی یہ تعریف کی ہے
 کہ دین اور دنیا کی ریاست کو امامت کہتے ہیں لیکن یہ تعریف
 نبوت پر ہی صادق آتی ہے اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ
 کے قائم کرنے اور ملت بیچارہ کی حفاظت کرنے کے

اتباعہ علی کافۃ الامۃ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتیں کو امامت کہتے ہیں اس حیثیت سے کہ تمام امت مسلمہ پر اس کی اتباع واجب ہے

شاہ ولی اللہ دہلوی خلافت عامہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

هو الرياست العامة في التصدي لاقامة الدين باحياء العلوم الدينية واقامة اركان الاسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من تعقيب الجيوش والغرض للمقاتلة واعطاء شعور من الفقه والقيام بالقضاء واقامة الحدود ودفن المظالم والامر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابة عن النبي صلى الله عليه وسلم

علوم و دینیہ کی ترویج اور اصلاح سے دین کو قائم کرنے، ارکان اسلام کو قائم کرنے، جہاد اور اس کے متعلق امور دینیوں کی ترتیب دینے، مجاہدین کے حصے تقسیم کرنے اور مال غنیمت سے ان کو حصے دینے، نا اہلوں کے تفریق کرنے، ظالموں کو سزا دینے اور حدود قائم کرنے، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں جی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے روکنے زمین کے تمام مسلمانوں کی اہمیت عامہ کو خلافت کہتے ہیں۔

پھر ریاست عامہ کی تفصیل کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تزک اور سنت کی تعلیم دیتے تھے اور وعظ و نصیحت کرتے تھے، جمعہ، عید اور پانچ نمازیں کی جہالت کراتے تھے، ہر محل میں نماز کا امام مقرر کرتے تھے، مالداروں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر خرچ کرتے تھے، ہلال رمضان اور ہلال عید کی شہادت قبول کرتے اور اس کے مطابق رمضان اور عید کا اعلان فرماتے تھے، حج کو قائم کرتے، نجر میں ہی حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنا کر بھیجا اور مسلمانوں کے حج کا انتظام فرمایا، جہاد کا اہتمام فرماتے اور لشکر تیار کرتے اس کا امیر مقرر فرماتے، لوگوں کے منکرات میں فیصلہ فرماتے، اسلامی شہروں میں قاضی مقرر کر کے بھیجتے، حدود قائم فرماتے، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے، اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اصلی سے واصل ہو گئے تب بھی دین کو ہی تفصیل کے ساتھ قائم کرنا واجب ہے اور دین کو اس تفصیل کے ساتھ قائم کرنا اس پر ہر طرف سے ایک ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو ان احکام کو نافذ کرنے کا اہتمام کرے اور اپنے نائبین کو دیگر شہروں میں بھیجے اور ان کی کارگزاری سے باخبر رہے اور وہ نائبین اس کے احکام سے نجاؤ نہ کریں اور اس کی ہدایت کے مطابق کام کریں اور ایسا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور آپ کا نائب مطلق ہوگا اور ہم نے جو خلافت کی تعریف میں کہا ہے، اگر خلیفہ کو امامت دین کے لیے ریاست عامہ حاصل ہو اس سے ہماری یہی مراد ہے۔ نیز ہم نے خلافت کی تعریف میں جو یہ کہا ہے کہ وہ جی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہو کر ریاست عامہ کا حال ہو اس قید سے ہم نے نبوت سے احتراز کیا ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام استقلالاً ریاست عامہ کے حامل ہوتے ہیں، نیا نبی نہیں ہوتے۔ ہر چند کہ تزک و عید میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ فرمایا ہے لیکن اس سے خلافت الیہیہ مراد ہے کیونکہ اللہ کا خلیفہ ہی ہوتا ہے۔

۱۔ علامہ میر سید شرف الدین علی بن محمد رحمانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مرامت ص ۷۹، مطبوعہ مطبعہ فنی نراکھنور لکھنؤ

۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۶۲ھ، ازالۃ الغبار ص ۲، مطبوعہ سہیل کتب خانہ لاہور، ۱۳۹۶ھ

اور ہماری بحث خلافت نبوت میں ہے اس لیے حضرت ابو بکر فرماتے تھے مجھے اللہ کا خلیفہ نہ کہو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ لہ

علامہ میر سید شریف جرجانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے جو خلافت کی تعریف کی ہے وہ امامت کبریٰ اور ریاست عامہ ہے جس میں امام اور خلیفہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا فرمانروا اور تمام ممالک اسلامیہ کا امیر ہوتا ہے اور تمام امت مسلمہ پر اس کی اتباع واجب ہوتی ہے، خیال رہے کہ ممالک اسلامیہ میں سے ہر ملک کا سربراہ خلیفہ نہیں ہوتا اور نہ وہ امامت کبریٰ اور ریاست عامہ کا حامل ہوتا ہے جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ بیان کریں گے۔

علامہ ابوالحسن علی ماوردی لکھتے ہیں:

خلافت کی شرائط

امامت کی اہلیت کے لیے سات شرطیں معتبر ہیں:

۱۔ عدالت اپنی جامع شرائط کے ساتھ (یعنی وہ شخص مسلمان ہو اور فرائض اور واجبات پر دائماً عمل کرتا ہو، سن اور مستحبات پر کثرت عمل کرتا ہو اور محرمات اور مکروہات تحریمیہ سے دائماً اجتناب کرتا ہو اور مکروہات تنزیہیہ سے کجوت بچتا ہو۔ سعیدی غفرلہ)

۲۔ اس کو اس قدر علم حاصل ہو جس سے وہ پیش آدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کر سکتا ہو۔

۳۔ اس کے حواس سلامت ہوں، یعنی سماعت، بھارت اور گویائی پوری طرح کام کرتی ہو۔

۴۔ اس کے اعضاء صحیح اور سلامت ہوں تاکہ وہ بخوبی کام کر سکے۔

۵۔ وہ صاحب رائے ہو جس سے وہ ملک کے داخلی اور خارجی مسائل کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھا سکے۔

۶۔ وہ شجاع اور بہادر ہو تاکہ ملت بیضاد کی حفاظت اور دشمنوں سے جہاد میں دلیری سے حصہ لے سکے۔

۷۔ وہ شخص نسبتاً قریشی ہو کیونکہ کبقرت احادیث میں اس کی تصریح ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ لہ

علامہ تفتازانی نے ان شرطوں کے علاوہ کچھ مزید شرطیں بھی بیان کی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ وہ شخص آزاد ہو، کیونکہ غلام اپنے مولیٰ کی خدمت میں مشغول رہتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں حقیر ہوتا ہے

۲۔ وہ شخص مرد ہو، کیونکہ (حدیث صحیح کے مطابق) عورتیں ناقصات عقل اور ناقصات دین ہیں۔

۳۔ وہ شخص عاقل اور بالغ ہو، کیونکہ بچہ اور مجنون ملک اور عوام کی مصلحتوں کو سمجھنے اور ان میں تصرف کرنے سے قاصر ہے۔

۴۔ خلیفہ کے لیے مسوم ہونا شرط نہیں ہے، کیونکہ خلفاء راشدین مسوم نہیں تھے۔

۵۔ خلیفہ کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہو، کیونکہ حضرت عمر نے انتخاب

خلیفہ کے لیے چھ شخص مقرر کیے تھے اور ان میں بعض بعض سے افضل تھے۔

علامہ تفتازانی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ خلیفہ فسق و فجور کے ارتکاب سے معذور ہونے کا مستحق نہیں ہوتا

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ، احوالہ الفقہاء ج ۱ ص ۳-۲، مطبوعہ سبیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۹ھ

۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب، www.marfat.com، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، ۱۴۲۳ھ

کیونکہ خلفاء راشدین کے بعد ائمہ (مخلفاء) اور حکام سے ظلم اور فسق ظاہر ہوا اور صحابہ اور اخیار تابعین ان کی اطاعت کرتے تھے اور ان کی عبادت سے جہاد اور ہدایت کی فائدہ کو قائم کرتے تھے اور ان کے خلاف خروج (بغادت) کرنے کو ناجائز کہتے تھے۔ لہ

دائم رہے کہ یہ امام اور خلیفہ کی شرائط ہیں جو تمام ممالک اسلامیہ اور تمام عالم اسلام کا سربراہ ہر زمانہ ہے کسی ایک ملک کے سربراہ کے تصور کے لیے یہ شرائط نہیں ہیں، ہمارے زمانے میں بعض ثقہ علماء نے بھی اس معاملہ میں دھوکا کھایا اور خلافت کبریٰ کی شرائط کو ایک ملک کی سربراہی پر محمول کیا اور حکومت پاکستان کی سربراہی کے لیے بھی قریشی ہونے کو لازمی شرط قرار دیا حالانکہ قریشی ہونا تمام عالم اسلام کی سربراہی کے لیے شرط ہے، کسی ایک ملک کی سربراہی کے لیے قریشی ہونا شرط نہیں ہے۔

خلافت منعقد کرنے کے طریقے

۱۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ علماء، نقباء، امر اور دیگر قابل ذکر لوگوں میں جو لوگ محل عقد کے اہل ہوں وہ کسی ایسے شخص کو منتخب کر کے اس کی بیعت کر لیں جو شرائط خلافت کے مطابق ہو، اس کے لیے ان لوگوں کا بیعت کرنا ضروری ہے جو اس وقت میسر ہوں اور تمام ممالک اسلامیہ کے ارباب محل عقد کا بیعت کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ عادتاً محال ہے اور ایک دو آدمیوں کا بیعت کرنا کافی نہیں ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس طریقہ سے بیعت لگائی تھی۔

۲۔ خلیفہ وقت کسی ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کر دے جو شرائط خلافت کے مطابق ہو اور لوگوں کو جمع کر کے اس کو خلیفہ بنانے کی تصریح کر دے اور لوگوں کو اس کی اتباع کی وصیت کر دے اور قوم پر اس شخص کو خلیفہ بنانا لازم ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت اسی طریقہ سے ثابت ہے۔

۳۔ تیسرا طریقہ شوریٰ کا ہے یعنی خلیفہ چند اہل لوگوں کی ایک جماعت کو منتخب کر کے اور یہ کہے کہ اس جماعت میں سے میں فرد کو بھی منتخب کر لیا جائے گا وہ خلیفہ ہوگا، یعنی خلیفہ وقت کی موت کے بعد لوگ مشورہ کریں اور کسی ایک کو خلافت کے لیے مین کریں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب اسی طرح ہوا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتخاب خلافت کے لیے چھ افراد کا اعلان کر دیا تھا اور ان چھ افراد نے یہ معاملہ حضرت عبدالرحمان بن عوف کے سپرد کر دیا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کر لیا۔

۴۔ چوتھا طریقہ ظہری کا ہے یعنی ایک شخص بغیر بیعت کے اور نیز کسی کو خلیفہ بنانے کے از خود خلافت پر تاقبض ہو جائے، اور تمام لوگوں کو تائیف، قلوب یا جبر اور طاقت کے ذریعہ اپنا تابع کر لے، اس طرح بھی خلافت منعقد ہو جاتی ہے اور لوگوں پر اس کے احکام کی اطاعت لازم ہوتی ہے بشرطیکہ وہ احکام خلافت شرع نہ ہوں اور اس کی (یعنی متعلق کی) بھرپور تائیفیں ہیں:

۱۔ مدار سلطنتین مسعودی، عمر عثمانی، صفحہ ۱۹۱، شرح عقائد ص ۱۱۰-۱۱۱، لخصاً، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دہلی ہند۔

(۱) متغلب ایسا شخص ہو جو شرائط خلافت کے مطابق ہو، اور صلح اور حسن تدبیر سے اپنے مخالفین کو تابع کرنے اور اس کے لیے کسی امر حرام کا ارتکاب نہ کرے، خلافت کی یہ قسم جائز ہے اور اس میں رخصت ہے۔ حضرت علی کی شہادت اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی خلافت اسی قسم کی تھی۔

(ب) متغلب شرائط خلافت کے مطابق نہ ہو اور محرمات کا ارتکاب کر کے اور بزور جنگ لوگوں کو تابع کرے۔ خلافت کی یہ قسم جائز نہیں ہے اور اس کا مرتکب گنہگار ہے، لیکن اگر اس کے احکام شریعت کے مطابق ہوں تو ان کو قبول کرنا واجب ہے اور اگر سالار لوگ اس کے کارندوں کو زکوٰۃ دیں تو ان سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور اس کے مقرر کردہ قاضیوں کے فیصلے نافذ ہوں گے اور اس کی بیعت میں جہاد کرنا جائز ہوگا، اس خلافت کو منفق قرار دینا ضرورت کی بناء پر ہے، کیونکہ اس کے معزول کرنے کو اگر ضروری قرار دیا جائے تو اس سے قتل و غارت اور خونریزی ہوگی اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ بسا اوقات وفات کے بعد اگر اس کو معزول کر بھی دیا جائے تو دوسرا متغلب شرائط خلافت کا اہل ہوگا، بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا متغلب پہلے متغلب سے زیادہ جڑا ہو اس لیے اس کو معزول کرنے میں فتنہ اور فساد یقینی ہے اور خیر اور صلاح کا حصول مہموم ہے عبدالملک بن مروان اور خلفاء عباسیہ میں سے اوائل کی خلافت اسی قسم کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک شخص یا چند اشخاص کی جماعت اپنے زمانہ میں خلافت کی شرائط کے حامل ہوں یا ایک شخص سب سے افضل ہو تب بھی اس کی خلافت اس وقت تک منفق نہیں ہوگی جب تک اس کی بیعت نہ کر لی جائے یا وہ غلبہ سے حکومت حاصل نہ کرے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور فقط ان کے افضل ہونے پر اکتفا نہیں کیا۔ اہل علم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حضرت علی کی خلافت ان طریقوں میں سے کس طریقہ سے منفق ہوئی ہے؛ اکثر علماء کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت مدینہ منورہ میں جو مہاجرین اور انصار موجود تھے انہوں نے حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ حضرت علی شوریٰ کے فیصلہ کے نتیجہ میں خلیفہ منتخب ہوئے، کیونکہ شوریٰ کا فیصلہ یہ تھا کہ خلیفہ یا عثمان ہوں گے یا علی اور جب حضرت عثمان کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی خلافت کے لیے متعین ہو گئے لیکن یہ تاویل صحیح نہیں ہے۔

خلافت کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط

۱۔ انتخاب کرنے والے عادل ہوں (یعنی فرائض وغیرہ پر دائمی عمل کرنے والے اور محرمات سے دائماً بچنے والے)

۲۔ ان کو اس قدر علم ہو کہ استحقاق خلافت کی کیا شرائط ہیں اور کون شخص منصب کا اہل ہے اور کون نہیں۔

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مترجم ۱۹۱۱ء دارالافتاء اسلامیہ لاہور ۱۹۶۶ء

۳۔ وہ یکجا ملنے اور من تدبیر کے حامل ہوں تاکہ وہ صحیح نرا اور موزوں تر شخص کو منتخب کر سکیں۔ لہ
موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق | موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست
کو ہم یہاں اختصار سے بیان کر رہے ہیں۔

- ۱۔ مغربی جمہوریت میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں، جبکہ اسلام میں اقتدار اور عاکیت صرف اللہ کی ہے، سربراہ مملکت صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نافذ کرنے کے مجاز ہے۔
- ۲۔ مغربی جمہوریت میں قانون وضع کرنے کی اتھارٹی اور میاں۔ اکثریت ہے اور اسلام میں میاں۔ حق ہے جس کا فیصلہ امام اور مستند علماء کتاب، سنت، اجماع اور اقراری مجتہدین کی مدد سے ہی کر سکیں گے۔
- ۳۔ مغربی جمہوریت میں مدت انتخاب پوری ہونے کے بعد یا اس سے پہلے اکثریت کے فیصلہ کی بنا پر سربراہ مملکت کو معزول کیا جاسکتا ہے، اس کے برخلاف اسلام میں سربراہ مملکت اس وقت تک اپنے عہدے پر قائم رہے گا جب تک وہ اسلام پر قائم ہے۔
- ۴۔ جمہوری طریقہ انتخاب میں عہدہ دار کو منتخب کرنے کے لیے کوئی میاں نہیں اور ہر کس و ناکس کو روٹ دینے کا حق ہے جب کہ اسلام میں یہ حق صرف ارباب حل و عقد کو حاصل ہے۔
- ۵۔ جمہوری طریقہ انتخاب میں عہدہ دار کے لیے کوئی میاں نہیں ہے۔ تعلیمی اہلیت اور صالحیت کی کوئی شرط نہیں ہے جس کے نتیجے میں عورت ہو یا مرد، پڑھا لکھا ہو یا جاہل، نیک ہو یا بدعاش بیبے اور شراب خور کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر قانون ساز اتھارٹی کا ممبر بن جاتا ہے، اس طرح وزارت عظمیٰ کے امیدوار کے لیے بھی کوئی میاں نہیں ہے اور قومی اسمبلی میں پہنچنے والا ہر ممبر وزارت عظمیٰ کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے، دفتر میں کلک بھرتی ہونے کے لیے بھی کم از کم میٹرک پاس ہونے کا میاں ہے اور ملک کے اتنے بڑے عہدے کے لیے کوئی میاں نہیں رکھا گیا اس کے برخلاف اسلام میں سربراہ مملکت کے لیے شرائط مقرر کی گئی ہیں جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔
- ۶۔ مغربی جمہوریت کے طریقہ انتخاب میں امیدوار اپنے آپ کو منصب کے لیے پیش کرتا ہے اور اس کے لیے کنڈیگ کرتا ہے جبکہ اسلام میں منصب کو طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ ابواب میں آئے گی۔

ہر چند کہ مغربی جمہوریت اور اس کا طریقہ انتخاب متعدد وجوہ سے اسلامی احکام کے خلاف ہے لیکن اگر اس طریقہ سے کوئی شخص منتخب ہو کر حکمران بن جاتا ہے تو اس کی حکومت صحیح ہوگی جس طرح منتخب کی حکومت صحیح ہوتی ہے اور اس کے جو احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں ان میں اس کی اطاعت لازم ہوگی۔

خلافت کی تاریخ عہد بہ عہد | اس سے پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو تمام عالم اسلام کا سربراہ ہو، خلافت کا یہ نظام اسلام میں ایک سو چوبیس سال تک رہا ہے

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب المادودی معزنی ۲۵۰ھ الاحکام السلطانیہ ص ۶، مطبوعہ مطبعة المصطفیٰ البانی مصر، ۱۳۹۳ھ

اس کے بعد خلافت ختم ہو گئی اور خلافت کے نام سے بادشاہت آگئی اور مسلمانوں کی حکومتیں مختلف نیا ستون میں بٹ گئیں پھر تاریخ نے ایسا دور بھی دیکھا کہ مسلمان حکمران ایک دوسرے کے خلاف اپنی دفاعی قوتوں کو جمع کرتے رہے اور کفار کے خلاف جنگ اور جہاد ایک قصہ پارینہ بن گیا، ہم یہاں اختصار کے ساتھ خلفاء کے عہد کا ایک جائزہ پیش کر رہے ہیں فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة یلیق۔

(۱) حضرت ابو بکر صدیق بارہ ربیع الاول پیر کے دن سالسہ کو منتخب ہوئے اور مشکل کی رات بائیس جمادی الاخرہ ۱۳ھ میں وصال فرمایا، آپ نے حضرت اسامہ کی قیادت میں شام کی طرف لشکر بھیجا جو رومیوں سے جنگ کر کے کامیاب لڑا، میلہ کذاب کو قتل کیا، حضرت علاء بن حضرمی کو بھیج کر بحرین کے مرتدین کی سرکوبی کی، مانعین زکوٰۃ سے قتل کیا، حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو بھیج کر عمان کے مرتدوں کو سرکوبی کی، حضرت خالد بن ولید کو بصرہ بھیجا اور ایلہ شہر فتح کیا، عراق کے مشہور شہر مدائن کسری کو فتح کیا، حضرت عمرو بن عامر کے ساتھ شام کی طرف لشکر بھیجا اور اجنادین فتح ہوا۔

(۲) حضرت عمر فاروق، حضرت ابو بکر کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوئے، ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو آپ پر حملہ کیا گیا اور یکم محرم ۲۴ھ کو آپ شہید ہو گئے، آپ کی خلافت میں ۱۴ھ میں دمشق صلح اور جنگ سے فتح ہوا، پھر حمص اور بعلبک پر صلح سے قبضہ کیا۔ اسی سال بصرہ اور ایلہ فتح ہوئے۔ ۱۶ ہجری میں اہواز اور مدائن فتح ہوئے، تکریت اور بیت المقدس فتح ہوا، قسطنطنیہ اور انطاکیہ فتح ہوئے، جند عینا پورا اور حلوان جنگ سے فتح ہوئے، ۱۹ھ میں قیساریہ پر قبضہ ہوا، ۲۰ھ میں مصر جنگ سے فتح ہوا اور تیسرے فتح کیا ۲۱ھ میں اسکندریہ اور نہادند فتح ہوئے، ۲۲ھ میں آذربائیجان فتح ہوا اس کے بعد دینور اور مہلان جنگ سے فتح ہوا، طرابلس الغرب فتح ہوا، عسکر اور قسطنطنیہ فتح ہوئے اور رے (طهران) فتح ہوا، ۲۳ھ میں کرمان، سبستان اور مکران فتح ہوئے اور بلاد جبل سے اصفہان تک کے علاقے فتح ہوئے۔

(۳) حضرت عثمان غنی شوریٰ کے انتخاب سے خلیفہ ہوئے اور ۱۸ ذوالحجہ ۲۵ھ کو شہید کیے گئے، آپ کے عہد میں ۲۴ھ میں مکہ رے (طهران) فتح ہوا، روم کا وسیع علاقہ فتح ہوا، ۲۷ھ میں قبرص فتح ہوا، افریقہ فتح ہوا اور اسی سال اندلس فتح ہوا، ۳۰ھ میں جو، خراسان اور پورا ایشیا پر صلح سے فتح ہوئے، ایران کے چند شہر طوس، نخرس، مرو اور بیہق بھی صلح سے فتح ہوئے۔

(۴) حضرت علی اہل مدینہ کے انتخاب سے خلیفہ ہوئے اور ۲۱ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے، آپ کے عہد میں جنگ جبل اور جنگ صفین ہوئی۔

(۵) حضرت حسن بن علی اہل کوفہ کی بیعت سے خلیفہ ہوئے، جمادی الاول ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

(۶) حضرت حسن سے صلح کے نتیجہ میں حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے اور ۲۲ رجب ۶۰ھ کو انتقال ہوا (اصحاب ان کے عہد میں ۵۱ ہجری میں بلخ فتح ہوا، ۵۳ھ میں جزیرہ مدیس اور بخارا فتح ہوا۔

(۷) حضرت معاویہ کے ولی عہد مقرر کرنے کی وجہ سے یزید خلیفہ ہوا اور ۱۵ ربیع الاول ۶۲ھ میں ہلاک ہو گیا، یزید کے عہد میں سانحہ کربلا رونما ہوا، میدان ختم میں اہل مدینہ سے جنگ ہو گئی اور اہل کوفہ قتل عام کیا گیا، اور خانہ کعبہ جلا گیا۔

- (۸) معاویہ بن یزید زبیر کا باپ بن ہوا اور چالیس دن یا دو ماہ بعد ۶۴ھ میں ہلاک ہو گیا۔
- (۹) یزید کی موت کے بعد حماز، یمن، عراق اور خراسان کے مسلمانوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر کے ہاتھ پر (۶۴ھ) میں بیعت کر لی اور شام اور مصر کے لوگوں نے یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی حتیٰ لیکن اس کی موت کے بعد شام اور مصر کے لوگوں نے بھی حضرت ابن الزبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر وہ ابن الحکم نے ان کے خلاف بغاوت کی اور شام اور مصر پر غلبہ حاصل کر لیا، ۶۵ھ میں مروان مر گیا اور اس کا بیٹا عبد الملک بن مروان ولی مہد ہوا اس نے حجاج بن یوسف سے حضرت ابن الزبیر پر حملہ کر لیا اور ۱۶ جمادی الاول ۶۳ھ میں حضرت ابن الزبیر کو شہید کر دیا گیا، اس طرح نوسال کے بعد حضرت ابن الزبیر کی خلافت ختم ہو گئی، اور عبد الملک بن مروان تمام ممالک اسلامیہ پر غلبہ سے قابض ہو گیا، حضرت ابن الزبیر نے اپنے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کعبہ کی ترویج کی۔
- (۱۰) عبد الملک بن مروان ۶۳ھ میں غلبہ سے خلافت پر تاج بن ہوا اور شمال ۸۶ھ میں اس نے وفات پائی، اس کے عہد میں زیادہ تر خراجوں سے جنگ ہوتی رہی، ۸۱ھ میں تالیق واقع ہوا اور ۸۲ھ میں قلمباز غیس کی تسخیر ہوئی۔
- (۱۱) ولید بن عبد الملک کو عبد الملک نے اپنی زندگی میں نامزد کر دیا تھا، اس نے ۱۵ جمادی الاخریٰ ۹۹ھ میں وفات پائی، اس کے عہد میں بیعت، بخارا، سردانیہ، طموہ، قیم اور بحیرۃ الفرسان فتح ہوئے۔
- (۱۲) سلیمان بن عبد الملک بھی عبد الملک کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا، اس کی خلافت صفر ۹۹ھ تک رہی، اس کے عہد میں جرمان، قلم حدید، سردا، شفا، طبرستان اور شہر سفانیہ فتح ہوئے۔
- (۱۳) عمر بن عبدالعزیز، سلیمان کی وصیت سے خلیفہ ہوئے، ان کی خلافت ۲۵ رجب ۱۰۱ھ تک رہی ان کو خلیفہ راشد قرار دیا گیا، ان کے عہد میں زیادہ تر داخلی اصلاحات ہوئیں۔
- (۱۴) یزید بن عبد الملک بن مروان اپنے بھائی سلیمان بن عبد الملک کی وصیت کے مطابق عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلیفہ ہوا، شعبان ۱۰۵ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔
- (۱۵) ہشام بن عبد الملک اپنے بھائی یزید بن عبد الملک کے ولی عہد کی حیثیت سے خلیفہ ہوا، ربیع الآخر ۱۲۵ھ میں اس کی وفات ہو گئی، اس کی حکومت کے ساتویں سال دوم جنگ و جدال سے فتح ہوا، آٹھویں سال میں حجاز فتح ہوا اور بارہویں سال میں قریش فتح ہوا۔
- (۱۶) ولید بن یزید بن عبد الملک اپنے باپ کی وصیت کے مطابق جانشین ہوا، یہ انتہائی بدکار، شرابی اور وطنی تھا، لوگوں نے اس کے فسق و فجور سے تنگ آ کر جمادی الاخریٰ ۱۲۶ھ میں اس کو قتل کر دیا۔
- (۱۷) یزید ناظم ابو خالد بن ولید سے بیعت ہوا، ولید بن یزید کو قتل کر کے خلافت پر تاج بن ہوا، یہ قدری تھا اور لوگوں کو قدر بیت کی طرف دعوت دیتا تھا، خلافت کے چھ ماہ بعد، ذوالحجہ ۱۲۶ھ میں فوت ہو گیا۔
- (۱۸) ابوالہجج بن ولید بن عبد الملک، اس کے ولی عہد ہونے میں اختلاف ہے، اس نے صرف ستر دن حکومت کی، اس کے بعد ابوالہجج مکی نے حکم سنبھال لیا، ولید بن یزید بن عبد الملک پر بارہ خلفاء پورے ہوئے اور اس کے بعد خلافت ختم ہو گئی، کہیں کہیں ولید بن یزید بن عبد الملک کے بعد سے کہ اب تک امت کسی ایک خلیفہ پر متفق نہیں ہو سکی اس کے بعد صرف خلافت کا نام تھا حقیقت میں حکومت اور سلطنت تھی (الصواعق الموقوتہ ص ۲۱-۲۰، مطبوعہ مصر)

کے خلاف مروان بن محمد نے خروج کیا اور یہ اس کے حق میں دستبردار ہو گیا۔

(۱۹) مروان بن محمد بن مروان بن اسلم الحجازی ۲۷ھ میں غلبہ سے خلافت پر قابض ہوا، اس کے خلاف عباسیوں نے خروج کیا اور ذوالحجہ ۱۳۲ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا، یہ ہوا میر کا آخری خلیفہ تھا۔

(۲۰) ابو العباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم، اس کا لقب سفاح تھا، یہ پہلا عباسی خلیفہ تھا، سفاح کے دور میں مسلمانوں میں تفرقہ پڑ گیا تھا اس لیے سفاح کے قبضہ سے طاہرہ وطنہ سے لے کر سوڈان اور اندلس تک کے تمام علاقے نکل گئے، ان علاقوں کے علاوہ اندلس بھی کئی شہر اس کے ہاتھ سے جلتے رہے ذوالحجہ ۱۳۲ھ میں سفاح فوت ہو گیا۔

(۲۱) المنصور ابو جعفر عبداللہ اس کو سفاح نے اپنا ولی عہد بنایا تھا، ۱۳۸ھ تک تمام مقبوضہ ممالک پر اس کا قبضہ ہو گیا، البتہ اندلس پر قبضہ نہیں کر سکا، کیونکہ اندلس میں عبدالرحمان بن معاویہ اموی مروانی نے اپنی سلطنت قائم کر لی تھی، اس کے عہد میں خراسان میں بغاوت ہوئی، ذوالحجہ ۱۵۸ھ میں منصور فوت ہو گیا۔

۱۳۲ھ کے بعد تمام عالم اسلام ایک حکمران کے تحت نہیں رہا کیونکہ اندلس میں ایک الگ حکومت قائم ہو گئی تھی۔ اور عملاً خلافت ختم ہو چکی تھی، کیونکہ اب تمام عالم اسلام کا ایک سربراہ نہیں تھا۔

(۲۲) مہدی ابو عبداللہ محمد بن منصور، اس کو منصور نے اپنی زندگی میں خلیفہ نامزد کر دیا تھا، اس کے عہد میں روم کے اکثر علاقے فتح ہوئے، ۱۶۹ھ میں مہدی کا انتقال ہو گیا۔

(۲۳) ابو محمد موسیٰ بن المہدی المعروف بالہادی، یہ مہدی کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا، ۱۷۰ھ میں فوت ہو گیا۔

(۲۴) الرشید ہارون بن مہدی، اس کو مہدی نے ہادی کے بعد نامزد کیا تھا، اس کے عہد میں ۱۷۶ھ میں دہشتہ شہر فتح ہوا، ۱۸۱ھ میں صنعاء کا قلعہ فتح ہوا، ۱۸۳ھ میں آرمینیا میں بغاوت شروع ہو گئی، ۱۹۰ھ میں ہارون نے روم کا شہر بزرگ قلعہ فتح کیا، ۱۹۳ھ میں فوت ہو گیا۔

(۲۵) الامین محمد ابو عبداللہ بن رشید، اس کو ہارون نے ولی عہد بنایا تھا، ہارون نے اس کے بعد مامون بن رشید کو ولی عہد بنایا تھا، ۱۹۴ھ میں امین نے مامون کو ولی عہد سے معزول کر دیا، مامون نے امین کے خلاف بغاوت کر کے ۱۹۸ھ میں خلافت پر قبضہ کر لیا، امین قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل تھا، گمانے بجانے، شراب نوشی اور افلام کا عادی تھا، ۱۹۸ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا۔

(۲۶) مامون محمد ابو العباس بن رشید، اس نے غلبہ سے خلافت پر قبضہ کر لیا، ۲۱۱ھ میں اس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی سب سے افضل ہیں، ۲۱۲ھ میں اس نے خلق قرآن کے عقیدے کا اظہار کیا۔ ۲۱۵ھ میں اس نے روم کے بعض شہروں کو فتح کیا، جن علامہ نے خلق قرآن کے عقیدے میں اس کی ہنرائی نہیں کی ان کو مروا دیا یا سخت آزمائشیں دیں بجاء کیا۔ ۲۱۸ھ کو مر گیا۔

(۲۷) المستعصم باللہ ابو اسحاق محمد بن الرشید، مامون کے بعد اس کی بیعت کی گئی یہ بھی معتزلی تھا، اس نے پہلے سے علامہ کو قتل کیا، ۲۲۳ھ میں اس نے روم پر لشکر کشی کی اور عہدہ کو فتح کیا، ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں فوت ہو گیا۔

(۲۸) الواثق باللہ ہارون ابو جعفر بن مستعصم، خلق قرآن کے عقیدے کا حامی تھا، اور

اس نے بھی ملار کر آزمائش میں فلا، یہ ۲۳ ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو فوت ہو گیا۔

(۳۱) المتوکل علی اللہ جعفر ابو الفضل بن منعم بن ہارون، یہ واثق کی سوت کے بہر خلیفہ ہوا، اس نے امام حسین کی قبر کھودا دی تھی، یہ ایک عیاش شخص تھا اس نے پہلے اپنے بیٹے خنجر کو دی ہمدھقہ کیا بعد میں اس کو بدلنا چاہا مثنیٰ نے سازش کر کے اس کو ۵ شوال ۲۴۷ھ میں قتل کروا دیا۔

(۳۰) محمد ابو جعفر المنعم باللہ، یہ اپنے باپ کو قتل کرنے کے بعد غلبہ سے خلیفہ ہوا۔ ۱۵ ربیع الثانی ۲۴۸ھ میں فوت ہو گیا۔

(۳۱) المستنین باللہ ابو السیاس احمد بن منعم بن رشید، اس کو ترک سر داروں نے مشاورت کے ذریعہ خلافت پر بٹھایا، بعد میں اس کی ترکوں سے مناقشت ہو گئی جس کے نتیجہ میں اس کو ۲۵۲ھ میں خلافت سے دستبردار ہونا پڑا، ۲ شوال ۲۵۲ھ میں قتل کر دیا گیا۔

(۳۲) المعتز باللہ محمد ابو عبد اللہ بن المتوکل بن المنعم بن الرشید، اس کو ترکوں نے خلافت پر بٹھایا تھا، ۲۵۵ھ میں یہ ترکوں کے مالی مطالبہ کو پورا نہ کر سکا جس کے نتیجہ میں ترک سر داروں نے اس کو مار پیٹ کر اس سے خلافت سے دستبرداری کھوئی، ۱۷ شہبان ۲۵۵ھ میں یہ ترکوں کے ظلم سے پیا سامر گیا۔

(۳۳) المہدی باللہ ابو عبد اللہ بن واثق بن منعم بن رشید، اس کو ترکوں نے خلافت پر بٹھایا، اس نے ترکوں سے جگمگ کی لیکن اس نے شکست کھانی اسے گرفتار کر کے اور اس کے چھبے دبا کر اس کو جب ۲۵۶ھ میں مار ڈالا گیا۔

(۳۴) المعتز علی اللہ احمد بن متوکل بن منعم بن رشید، اس کو جہل خانے سے نکال کر اس کے اہل بیت پر ہجرت کی گئی، ۱۲ ربیع الثانی ۲۷۹ھ میں مر گیا۔

(۳۵) المعتض باللہ احمد بن موفی بن منعم بن رشید، اس کو مومنانے دل سے ہٹا دیا گیا، یہ غلبہ کے خلاف تھا، ۲۲ ربیع الثانی ۲۷۹ھ میں فوت ہو گیا۔

(۳۶) الکنتقی باللہ علی بن مستنجد، اس کو اس کے باپ نے اپنی زندگی میں نامزد کر دیا تھا، ۲۹۱ھ میں روم کا شہر انطاکیہ فتح ہوا، یہ نیک اور عادل خلیفہ تھا۔ ۲۳ ذوالحجہ ۲۹۵ھ میں فوت ہوا۔

(۳۷) المعتز باللہ جعفر بن المعتض، اس کو اس کے بھائی نے اپنی بیماری کے ایام میں خلیفہ نامزد کیا تھا، ۳۰۱ھ میں مہدی ناظمی، اسکندریہ اور قیوم پر تاج پہن ہو گیا، ۳۱۲ھ حاکم خراسان کے ہاتھوں نرغازہ فتح ہوا، ۳۱۴ھ میں سلطیہ پر رومیوں نے قبضہ کر لیا، ۳۱۵ھ میں رومیوں نے دیماط پر قبضہ کر لیا، ۳۱۷ھ میں قزاملہ کی یورش سے بہت سے مقبوضات معتز کے ہاتھوں سے نکل گئے، ۳۱۷ھ میں معتز بناوت سے گھبرا کر روپوش ہو گیا لیکن دوبارہ اقتدار پر بحال ہو گیا، ۳۲۰ھ میں معتز کی بربریوں سے جگمگ ہوئی ایک بربر نے اس کو قتل کر دیا۔ یہ بد بھادق تھا اور شوال کی ۲۷ تاریخ تھی۔

(۳۸) القاهر باللہ ابو منصور محمد بن المعتض، اس کو استعصاب کے بہر خلیفہ بنایا گیا، یہ رقص و سرود کا رسیا اور عادی شرابی تھا، ۳۲۲ھ میں ابن ہبیر نے فارس پر قبضہ کر لیا پھر اس نے مزید شہروں پر قبضہ کیا اور خراسان اور فارس جو عباس کے قبضہ سے نکل گئے، القاهر انتہائی ظالم اور سفاک تھا، اس کے ظلم اور خونریزی کی بنا پر ۳۲۲ھ میں اس سے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا گیا اور انکار پر گرم سلاخوں سے اس کی آنکھیں نکال دی

(۳۹) گئیں، ۳۳۳ تک یہ قید رہا، پھر اس کو رانی ملی، مکتفی کے بعد حکومت میں یہ نظر بند رہا اور جلدی الاول ۳۳۹ میں فوت ہو گیا۔
 (۳۹) الراضی باللہ البر العباس محمد بن مقتدر بن معتقد، یہ قاہرہ باللہ کی معزولہ کے بعد ۳۳۲ء میں تخت نشین ہوا، ۳۳۴ء میں محمد بن
 نے واسط اور اس کے تمام زامی علاقوں پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کے قبضہ سے تمام مکی اور مال امور نکل گئے، ۳۳۵ء میں
 متعدد شہروں پر غارت جیوں کا قبضہ ہو گیا، بہر طرف طوائف الملوک کا دور دورہ تھا اور راضی باللہ کے قبضہ میں ہندو اور زامی
 ہندو کے سوا کچھ نہ رہا، اس صورت حال سے اسپین کے بادشاہ امیر عبدالرحمان بن محمد اموی نے فائدہ اٹھایا اور اس
 نے دعویٰ کیا کہ خلافت کا سب سے زیادہ میں خفزار ہوں اس نے امیر المؤمنین نامہ دین اللہ کا لقب اختیار کیا، یہ
 بلند ہمت مجاہد تھا اندلس کے وسیع حصہ کو اس نے فتح کیا اور ستر شہروں پر قبضہ کیا، ۳۳۵ء میں خلافت کے تین
 دعویہ دار تھے، اندلس میں عبدالرحمن، ہندو میں راضی باللہ اور قیردان میں مہدی۔ ربیع الثانی ۳۳۹ء میں راضی باللہ طویل
 علالت کے بعد مر گیا۔

(۴۰) المتقی اللہ ابراہیم بن المقدر بن المعتقد، یہ اپنے نجاتی راضی کی موت کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا، یہ عابد
 و زاہد حکمران تھا یہ صرف نام کا بادشاہ تھا تمام امور حکومت ابو عبداللہ احمد بن ابی بکر ثری کے اختیار میں تھے، ۳۳۰ء میں ہندو
 میں ایک ہوناک قحط پڑا، ۳۳۳ء میں اس کو اندھا کر کے اس سے خلافت لے لی گئی۔

(۴۱) المستکفی باللہ ابراہیم بن المقدر بن المعتقد، صفر ۳۳۳ء میں تخت پر بیٹھا، اس نے ابو بکر کو معز الدولہ کا خطاب
 دیا۔ معز الدولہ تمام سلطنت پر قابض ہو گیا، ۳۳۴ء میں المستکفی کو قید کر لیا، اس کو خلافت سے دستبردار کر لیا اور
 اس کی آنکھیں نکلوا لیں، ۳۳۸ء میں یہ قید خانہ کے اندر مر گیا۔

(۴۲) المطیع اللہ ابراہیم بن الفضل بن مقتدر، ۳۳۴ء میں تخت نشین ہوا، یہ بھی اپنے پیشرو کی طرح اختیارات سے کلیتہً محروم
 تھا، ۳۴۰ء میں مغرب میں منصور بن ابی اسحاق کا بیٹا سعد حکمران ہوا، اس کا لقب معز لدین اللہ تھا، ۳۴۳ء میں
 خراسان کے بادشاہ نے خطبوں میں مطیع اللہ کا نام پڑھوایا۔ ۳۵۱ء معز الدولہ نے حضرت امیر معاویہ اور صحابہ پر
 علی الاعلان لعنت کرانی شروع کی، ۳۵۶ء میں قرطبی دمشق پر قابض ہو گئے، اب شیوں کی حکومت اقیم مغرب، معاویہ
 عراق تک پھیل گئی، ربیع الآخر ۳۵۹ء میں قاہرہ میں جامع انیسر کی بنیاد پڑی جو دو سال میں مکمل ہوئی، ۳۶۲ء میں
 المطیع اور معز الدولہ میں اختلاف ہو گیا، معز الدولہ کا ایک غلام مارا گیا اس نے طیش میں آ کر ہندو میں ایک جگہ آگ لگوا دی
 جس سے سینکڑوں گھر جل گئے، ۳۶۳ء میں المطیع پر کالج گرا، معز الدولہ نے حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے الطالع اللہ
 کے حق میں دستبردار ہو جائے چنانچہ ۲۳ ذوالقعدہ ۳۶۳ء کو اس حکم کی تعمیل کی گئی اور الطالع اللہ کو خلیفہ بنا دیا گیا۔
 مطیع اللہ ۳۶۴ء میں فوت ہو گیا۔

(۴۳) الطالع اللہ ابراہیم بن المطیع بن الفضل بن مقتدر، اس کی تخت نشینی کے لیے اس کے باپ کو خلافت سے دستبردار کر لیا گیا
 تھا، ۳۶۵ء میں رکن الدولہ بن یزید نے اپنے ممالک محروسہ کو اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اس نے معز الدولہ کو
 دکرمان و معز الدولہ کو رے اور اصہبان اور معز الدولہ کو جمدان اور دینور سے دیے۔ اسی سال المعز لدین اللہ شاہ
 مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا نزار بادشاہ ہوا، اس کا لقب عزیر تھا، ۳۶۶ء میں المستنصر باللہ حکم بن ناصر الدین
 اموی بادشاہ اندلس کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا ہوا، ۳۶۷ء میں معز الدولہ اور معز الدولہ

کامیاب ہوا اور اطالع ٹھہرنے اس کو اپنا ولی محمد مکرر کر دیا، ۳۶۸ھ میں طالع کے حکم سے خطبوں میں عبدالملک کو نام لیا جانے لگا، ۳۷۲ھ میں عبدالملک کا انتقال ہو گیا، ۳۷۹ھ میں طالع نے ابو نصر کو مہار اور ملک کا خطاب دیا، ۳۸۱ھ میں ہذا اور ملک نے اطالع کو گرفتار کر لیا اور اس سے کہا اپنے بیٹے قانہ باللہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو جاؤ، ۳۹۳ھ میں قانہ باللہ فوت ہو گیا۔

(۳۳) القادر باللہ ابوالعباس احمد بن اسحاق المقتدر اس کو ۳۸۱ھ میں خلافت پر بٹھایا گیا، ۳۸۷ھ میں سلطان فخر الدولہ کا انتقال ہو گیا، اس کا چار سالہ بیٹا تخت پر بٹھایا گیا۔ قانہ باللہ نے اس کے لیے عبدالملک کا لقب تجویز کیا، ۳۹۲ھ میں بھاد میں زبردست شیعہ سنی فساد ہوا، ۴۲۱ھ میں القادر باللہ انتقال کر گیا۔

(۳۵) القانم بامر اللہ ابو جعفر عبداللہ بن القادر، اسے اس کے باپ القادر باللہ نے اپنی زندگی میں خلیفہ نامزد کر دیا تھا، ۴۵۰ھ میں ایک ترک سردار بایسیری کی القانم سے جنگ ہوئی اور بایسیری کامیاب ہوا اس نے القانم کو گرفتار کر کے خانہ بھوا دیا، ۴۵۱ھ میں القانم رام ہوا اور بایسیری قتل کر دیا گیا، ۴۶۰ھ میں القانم کا انتقال ہوا اس نے اپنے پرستے عبداللہ بن محمد کو خلیفہ نامزد کیا۔

(۳۶) المقتدی بامر اللہ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن القانم بامر اللہ، یہ بطور ولی عہد خلیفہ ہوا، ۴۷۹ھ میں یوسف بن تاشقین والی مروکھ نے مقتدی سے درخواست کی کہ جو مالک اس کے قبضہ میں ہیں ان پر اس کے اقتدار کو تسلیم کر کے اس کو سلطان کا لقب ملکا گیا جائے، مقتدی نے یہ درخواست منظور کر لی اور اس کو امیر المسلمین کا لقب ملکا دیا، ۴۸۱ھ میں ابراہیم بن مسعود بن محمود سبکیگین والی غزنی کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا جلال الدین تخت نشین ہوا، ۴۸۵ھ میں ملک شاہ بغداد آیا اور مقتدی سے کہا بغداد خالی کر دو، مقتدی نے دس دن کی مہلت مانگی اور ان دس دنوں میں ملک شاہ کا انتقال ہو گیا اور یہ مقتدی کی کرامت سمجھی گئی، ۴۸۷ھ میں مقتدی کا انتقال ہو گیا

(۳۷) المستظهر باللہ ابوالعباس احمد بن المقتدی باللہ، یہ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا، ۴۹۰ھ میں سلطان ارغون سلجوقی والی ایران قتل کر دیا گیا اور سلطان برکیا روغی نے اس کے تمام ممالک محروسہ پر قبضہ کر لیا، اسی سال عیسائیوں نے شام کے شہر انطیہ پر قبضہ کر لیا، ۴۹۲ھ میں قرامطہ پورے اصفہان پر چھا گئے، اور اسی سال عیسائیوں نے ڈیڑھ سال کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس کو فتح کر لیا، اور ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ ۴۹۴ھ میں عیسائیوں نے شہر سروج، حیفہ، ارسوف اور تیساریہ پر قبضہ کر لیا، ۴۹۵ھ المستقل والی مہار کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا جو امر با حکام اللہ کا لقب یا فتر تھا، ۵۰۳ھ میں فرنگیوں نے در سال کے محاصرے کے بعد اہلس کو فتح کر لیا، ۵۰۳ھ میں فرانس کے بادشاہ اور ابن تاشقین والی اہلس میں جنگ چھڑ گئی اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ ۵۱۲ھ میں المستظهر باللہ فوت ہو گیا۔

(۳۸) المسترشد باللہ ابو النضر افضل بن المستظهر باللہ، یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، ۵۲۵ھ میں سود نے المسترشد کو گرفتار کر کے قید کر لیا، اور قرامطہ نے المسترشد کو قتل کر دیا۔

(۴۹) الراشد بالله ابو جعفر منصور بن مسترشد، یہ المسترشد کے بعد جانشین ہوا، ۵۲۸ء میں سلطان مسعود کے اشارے سے اس کو معزول کیا گیا اور اس کے چچا محمد مستظہر کو المقتضی لامر اللہ کا خطاب دے کر خلیفہ مان لیا گیا، ۵۳۲ء میں اس کو قتل کر دیا گیا۔

(۵۰) المقتضی لامر اللہ ابو عبد اللہ - ۵۴۳ء میں فرنگیوں نے دمشق کا محاصرہ کر دیا، نور الدین محمود بن زنگی والی حلب نے ابن کا مقابله کیا اور فرنگیوں سے تمام شہر واپس لے لیا، ۵۴۴ء میں الحافظ لیل بن علی والی مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا اسماعیل تخت نشین ہوا، ۵۴۷ء میں سلطان مسعود کا انتقال ہو گیا، ۵۴۳ء میں ترکان مغرب نے سلطان سنجر پر حملہ کر دیا اور تمام ملک محروسہ اس کے قبضہ سے نکل گئے، ۵۴۹ء میں والی مصر الظاہر باللہ فوت ہو گیا اور المقتضی نے نور الدین زنگی سے کہا مصر پر قبضہ کرو اور اس کو الملک العادل کا خطاب دیا۔ نور الدین زنگی اس وقت دمشق کا حکمران تھا، ۵۴۸ء میں المقتضی کا انتقال ہو گیا۔

(۵۱) المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن المقتضی، اس کو المقتضی نے ولی عہد نامزد کیا تھا، ۵۶۲ء میں فرنگیوں نے مصر پر حملہ کیا اور شہر بلیس پر قبضہ کر لیا اور قاہرہ کا محاصرہ کر دیا۔ سلطان نور الدین مسلمانوں کی مدد کے لیے آیا اور فرنگی بھاگ کر گئے ہوئے، ۸ ربیع الثانی ۵۶۶ء میں مستنجد کا انتقال ہو گیا۔

(۵۲) المستنصر بامر اللہ حسن بن المستنجد باللہ، یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں مصر میں نور عبید کی حکومت قائم ہو گئی، اور مصر میں المستنصر کا نام خطبوں میں پڑھا جانے لگا، ۵۷۲ء میں سلطان صلاح الدین کا انتقال ہو گیا، ۵۷۵ء میں المستنصر کا انتقال ہو گیا۔

(۵۳) الناصر لدین اللہ احمد ابو العباس بن المستنصر بامر اللہ، یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، یہ مذہباً شیعہ تھا، انصاری نے ایک بار علامہ ابن جوزی سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون افضل ہے، ابن جوزی نے کہا "من کانت ابنتہ تحتہ"۔ اس جملہ کے درمیان میں، جن کی بیٹی آپ کے عقیدے میں تھی یعنی حضرت ابو بکر اور دوسرا سنی ہے جن کے عقیدے میں آپ کی صاحبزادی تھی، یعنی حضرت علیؑ ۶۲۲ء میں انصاری فوت ہو گیا۔

(۵۴) الظاہر بامر اللہ ابو نصر محمد بن الناصر لدین اللہ، اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، اور ۶۲۳ء میں فوت ہو گیا۔

(۵۵) المستنصر باللہ ابو جعفر منصور بن الظاہر بامر اللہ، الظاہر کے بعد تخت نشین ہوا اور ۶۴۰ء میں فوت ہو گیا۔

(۵۶) المستنصر باللہ ابو احمد عبد اللہ بن المستنصر اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، یہ عراق میں عباسیوں کا آخری خلیفہ تھا، ۶۵۵ء میں تاتاریوں نے عباسی سلطنت پر حملے شروع کر دیے، اس سال ہلاکو نے بغداد پر حملہ کر دیا، چالیس روز تک تاتاریوں نے بغداد میں مسلمانوں کو قتل کرتے رہے، لاکھوں مسلمان قتل کر دیے گئے، المستنصر کی لاش کو دفن ہونا بھی نصیب نہیں ہوا، ۶۵۷ء میں کوئی بھی خلیفہ المسلمین کے نام سے سلطان نہیں تھا، مصر میں المنصور علی بن معز والی تھا لیکن یہ کس تھا اس کا اتالیق سیف الدین تھا، ۶۵۸ء میں بھی کوئی خلیفہ نہیں تھا اور تاتاری دمشق تک پہنچ گئے تھے، ۶۶۱ء میں بھی بغداد کا تخت خلافت سے خالی تھا۔

۶۶۱ء میں الحاکم بامر اللہ ابو العباس سلطان بیبرس دیکھ الظاہر کا مدد سے مصر میں خلیفہ ہو گیا، ۶۶۳ء میں سلطان

ابو عبد اللہ بن الامر بادشاہ انگلیس کو فرانس میں مدد حاصل ہوئی، ۶۶۷ء میں سلطان بیبرس کا انتقال ہو گیا اور ۶۷۰ء میں

الحاکم بامر اللہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا الحاکم بامر اللہ سلطان ہوا، اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا

تھا، ۳۶۶ء میں المستکفی گرفتار ہوئے کے بعد قیدیوں فوت ہو گیا، اس کے بعد اسحاق پسر الشریعہ ہوا، اور ۴۰۲ء میں فوت ہو گیا، پھر المستعد باشرعیہ ہوا اور ۶۲۳ء میں فوت ہو گیا، پھر المتوکل علی اللہ خلیفہ ہوا، ۸۵۰ء میں المتوکل کو گرفتار کر کے مصر لایا کر دیا گیا، اس کے بعد واثق باشرعیہ ہوا، اور ۸۸۸ء میں فوت ہو گیا، اس کے بعد اس کے بھائی المستم باشرعیہ کو رکھ دیا گیا۔ بیعت کی گئی لیکن ۹۶۱ء میں اس کو مزلوں کر دیا گیا، اس کے بعد مزول کے تحت نقین ہو گیا، ۹۷۵ء میں المستین باشرعیہ اور افضل کی بیعت کی گئی۔ ۸۱۲ء میں غیاث الدین شاہ ہندوستان نے مستین کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان کا خطاب حاصل کیا، ۸۱۵ء میں مستین کو گرفتار کر کے مزلوں کر دیا گیا اور اس کا بھائی مستعد باشرعیہ ہو گیا، ۸۲۵ء میں مستعد فوت ہو گیا، اس کے بعد المستکفی باشرعیہ ہوا، نامزد ہو گیا، اور ۸۵۴ء میں فوت ہو گیا، اس کے بعد انعام پسر الشریہ کی بیعت کی گئی، ۸۵۹ء میں اس کو سلطان نے قید کر لیا اور یہ ۸۶۳ء میں قید خانہ میں ہی مر گیا، اس کی مزلوں کے بعد المستعد باشرعیہ خلیفہ ہوا اور ۸۸۴ء میں فوت ہو گیا، اس کے بعد المتوکل علی اللہ خلیفہ ہوا اور ۹۰۳ء میں فوت ہو گیا یہاں تک کی تفصیل ہم نے علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء سے حاصل کی ہے، جس کو ہم نے اختصار سے بیان کیا ہے، اب ہم خلافت کے اٹھارویں عہد کو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں۔

تیسویں صدی عیسوی سے مغرب میں ہی سنی خلیفہ نظر آنے لگا: اسلامی دنیا کے مشرقی حصے میں بھی وقتاً فوقتاً بہت سے امیرین نے اس لقب کو اختیار کر لیا تھا، جیسے سلجوق، تیموری، ترکمان، ازبک اور عثمانی حکمران (مگر ان میں بھی درمکزی اہمیت نہ مل سکی) بہت سے خود مختار امیر ایسے تھے جو اپنی رعایا سے عہد وفا داری کے جواز کے لیے اپنے مرتبہ کو خلیفہ سے منزا کر اس سے خطاب حاصل کرنا چاہتے تھے، مثلاً جنوبی ایران میں مظفر بن خاندان کے دو بادشاہ (۱۳۱۳ تا ۱۳۸۴ء) ہندوستان میں محمد بن تغلق (۱۳۲۵ تا ۱۳۵۱ء) اور اس کے جانشین فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ تا ۱۳۸۸ء) نے بھی یہی کیا، بلکہ کہا جاتا ہے کہ ترکیہ کے عثمانی سلطان بایزید اول (رنگ بآن) نے بھی ۱۳۹۴ء میں قاہرہ کے عباسی خلیفہ سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اسے سلطان کا خطاب باقاعدہ رسمی طور پر عطا کرے (Geoch. D. Osman Reiches: V. Hammoe) بار دوم (۱۱۰۱ء) مگر اس روایت کے بارے میں شک کیا جاتا ہے کیونکہ چودھویں صدی عیسوی کے ضعف آنے سے اور نہ (رنگ بآن) اور فیلیپس پوس و فیرو کی فتح کے بعد اس کے باپ مراد اول نے اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ الختار (خلا کا منتخب خلیفہ) کہلوانا شروع کر دیا تھا (فریڈولن: ۱۱: ۹۳-۹۲) اور اس کے بعد عثمانی سلاطین نے خلیفہ کا لقب اختیار کر لیا اور ان کو رعایا اور دوسرے ملکوں میں ان کے وقایع منگار یا دوسرے خط و کتابت کرنے والے لوگ ان کے اس دعوے کو تسلیم کر لیتے تھے۔ اس زمانے تک پہنچتے پہنچتے ۱۱م کے لیے فرضی ہونے کی شرط نظر انداز ہو چکی تھی اور قرآن مجید کی آیات و آیتوں میں "وہو الذی جعلکم خلیفۃ فی الارض" (ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے) سے جواز حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اسی طرح دوسری آیتوں میں "وہو الذی جعلکم خلیفۃ فی الارض" سے جواز حاصل کرتے کی

کا حوالہ بھی اس زمانے کی سیاسی خط و کتابت میں برابر نظر آتا ہے، چنانچہ جب سلطان سلیم اول (رنگ بآن) جمادی، ۱۵۱۱ء میں قاہرہ دقاہرہ میں داخل ہوا اور وہاں کی عباسی خلافت کو ختم کر کے اس خاندان کے آخری نمائندے سے المتوکل کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا تو اس وقت وہ پہلے ہی سے ذمہ داری اپنے آپ کو خلیفہ کہلوانا تھا بلکہ اپنے آباؤ اجداد کو بھی جو ڈیڑھ سو برس

قل گذرے تھے، خلیفہ کھوار ہوا تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ المتزکل نے اپنا منصب سلیم کو منتقل کر دیا تھا جس کا ذکر.....
 Mouradgea D'Ohsson Constantine نے ۱۷۸۸ء میں کیا تھا Tableau General de l'Empire Ottoman (۱۷۸۳-۱۷۸۸ء تا ۲۲۹۹ء تا ۲۷۰۰ء)۔ دوسرے ہم عصر مستند مصنفین نے مصر کی
 فتح کا ذکر کیا ہے، ان میں سے کسی نے منصب خلافت کے اس طرح منتقل کیے جانے کا ذکر نہیں کیا (تاہم اس
 انتقال خلافت کا امکان اس لیے ہے کہ المتزکل سلطان سلیم کی زندگی میں قسطنطنیہ میں بہ عزت و احترام رہے) سلیم کی وفات
 کے بعد المتزکل کو مصر واپس جانے کی اجازت مل گئی تھی اور وہ وہاں اپنی وفات (۱۵۴۳ء) تک خلیفہ رہا۔ در حال ہیوی مدی
 کے آغاز تک عثمانی سلاطین ہی منصب خلافت پر فائز رہے، اگرچہ صفوی اور دوسرے ایرانی بادشاہوں نے اور
 ہندوستان کے مثل شہنشاہوں نے یا تو انھیں اپنا ہم تر تہ تصور کیا یا حریف خیال کیا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں مثل سلطنت
 کے زوال کے بعد اسلامی دنیا میں عثمانی سلاطین بظاہر سب سے بڑے حکمران رہ گئے تھے، مگر ان کی طاقت کو بھی اپنے وقت
 دست شمالی ہمسائے کی طرف سے خطرہ پیدا ہو چلا تھا۔ روس سے ان کی جگہ (۱۷۶۸-۱۷۷۴ء) کے بعد انھیں بولہ
 کے شمالی ساحل و اسے علاقوں کو روس کے حوالے اور قریم کے تاتاریوں کی خود مختاری کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس پر کیمتران
 دوم نے عثمانی مملکت کی حدود میں رہنے والے ان عیسائیوں کی سرپرستی کا دعویٰ کیا، جو راسخ العقیدہ کلیسا کے پیرو تھے
 مگر عثمانی وکلائے مختار نے، جنھوں نے کوچک قینارجب کا صلحنامہ ۱۷۷۴ء میں مکمل کیا، خلیفہ کے خطاب سے فائدہ
 اٹھاتے ہوئے اسی قسم کا دعوئی سلطان کی طرف سے بھی پیش کر دیا کہ مسلمان جہاں بھی ہیں ان پر سلطان کا مذہبی اقتدار
 تسلیم کیا جائے؛ چنانچہ صلحنامے میں ایک دفعہ بڑھادی گئی جس کی رو سے خلیفہ المسلمین کا مذہبی اقتدار ان تاتاریوں
 پر تسلیم کر لیا گیا جو دنیوی حیثیت سے اسے اپنا بادشاہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں خلیفہ
 اسی طرح مسلمانوں کا مذہبی پیشوا سمجھا جانے لگا جس طرح کہ یورپ تمام عیسائیوں کا مذہبی پیشوا ہے اور اس کا روحانی
 اقتدار اس کے سب ہم مذہبوں پر ہے، خواہ بطور سلطان ترکیہ وہ اس کی دنیوی حکمرانی اور سیاسی اقتدار کے تابع
 ہوں یا نہ ہوں۔ عثمانی سلاطین کو خود بھی اپنے اس منصب کا احساس تھا اور سلطان عبدالحمید ثانی (۱۸۷۶ تا ۱۹۰۹ء) کے
 زمانے میں تو انھیں (تمام عالم اسلام کا) خلیفہ تسلیم کیے جانے پر زور دیا گیا اور ان کے عہد میں جو آئین نشر کیا گیا اس
 میں اس بات کی تائید کی گئی کہ "اعلیٰ حضرت سلطان خلیفہ کی حیثیت سے اسلام کے محافظ (حامی) اور علمبردار ہیں۔"
 سلطان عبدالحمید نے اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں اپنے سفیر بھیجے تاکہ خلیفہ المسلمین کی حیثیت سے جملہ مسلمان
 عالم کی طرف سے تنظیم و تکریم حاصل کی جائے اور یہ کوشش کسی حد تک بار آور بھی ہوئی، کیونکہ بسن منکر اور صاحب نظر
 مسلمانوں نے (خاص طور سے ان ارباب علم نے جو اسلامی دنیا میں یورپی طاقتوں کے بڑھتے ہوئے اثر سے
 پریشان تھے) یہ تسلیم کیا کہ صرف ترکیہ ہی ایک ایسی خود مختار مسلم سلطنت ہے جس کا دنیا میں احترام باقی ہے۔ مگر
 سلطان عبدالحمید کو داخلی طور پر اپنے ہی ملک کے اصلاح پسندوں اور تہذیب پسندوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔
 جب ۱۹۰۹ء میں اسے تخت سے اتارا گیا تو ترکیہ کے معاملات ایسی تہذیب پسند جماعت کے ہاتھوں میں آ گئے
 جو حکومت کی دینی اساس ہی کے قائل نہ تھے، نومبر ۱۹۱۲ء میں ترکیہ ایک جمہوریت بن گیا۔ خلیفہ کا ہمیشہ سلطان
 دنیوی اختیار و اقتدار چھین لیا گیا۔

کے منصب کی کیا ضرورت ہوگی، مارچ ۱۹۷۳ء میں اس منصب کے منصبی قواعد دئے جا چکے اور خلافت بھی ختم ہو گئی۔ لہذا
تمام مسلمانوں کے لیے ایک سربراہ ہونے کی بحث
 حقیقت میں خلافت صرف تیس جبری تک قائم رہی اس کے بعد ملوک اور سلطانین علیحدہ کے نام سے حکومت کرتے رہے
 ۱۳۴ھ تک تمام عالم اسلام کا ایک سربراہ تھا، ۱۳۴ھ کے بعد عبدالرحمان بن معاویہ الاموی مروانی نے اندلس میں اپنی الگ حکومت
 قائم کر لی اور ملی طور پر تمام عالم اسلام کا ایک سربراہ نہیں رہا، ۳۲۵ھ میں خلافت کے تین دعویدار تھے، اندلس میں عبدالرحمن
 (ثالثی) بغداد میں لای مائش اور قرون میں مہدی، ۵۶۹ھ میں بغداد میں خلفاء عباسیہ کا خاتمہ ہو گیا، اور ۹۰۳ھ میں مصر سے بھی
 خلفاء عباسیہ کا خاتمہ ہو گیا، اور دنیا میں نام کے خلفاء ہی نہ رہے، دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کی الگ الگ حکومتیں
 قائم تھیں، اگر یہ کہا جائے کہ تمام عالم اسلام میں ایک سربراہ کو مقرر کرنا واجب ہے تو ۱۳۴ھ کے بعد تمام مسلمانوں کو اجتماعی طور
 پر صحبت میں بٹھا کر مانا پڑے گا، جو عمل ایک غیظ مقرر کرنے کے موجب کے قابل ہیں ان کو بھی یہ مشکل پیش آئی کہ جب
 چھٹی صدی ہجری میں ہاکو نے بغداد کو تاراج کر دیا اور خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا تو پھر خلافت نہ ہونے سے تمام
 دنیا کے مسلمان منصبیت کے منہمک قرار پائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو آسان اور ہر ذمہ کے مسلمانوں کے لیے قابل عمل
 بنایا ہے، اور تمام عالم اسلام کا ایک سربراہ مقرر کرنا بے حد دشوار اور ناقابل عمل ہے، جب مسلمانوں کی جغرافیائی سرحدیں
 محدود اور سٹی ہوئی تھیں اس وقت تک تو ان کا ایک قریب روانہ کے تابع ہو کر رہنا ممکن تھا، لیکن جب اسلام کی سرحدیں مشرق
 اور مغرب میں پھیل گئیں تو ان تمام ریاستوں کو ملی طور پر ایک امیر کے ماتحت رکھنا ممکن نہ رہا، یہی وجہ ہے کہ ۱۳۴ھ میں
 مغرب میں عبدالرحمان اموی نے الگ حکومت قائم کر لی، اور خلافت عباسیہ کے دوران ہی دمشق، طرابلس، خراسان، مصر اور
 ہندوستان وغیرہ میں آزاد ریاستیں قائم ہو گئیں یہ عملی طور پر بالکل آزاد اور خود مختار ریاستیں تھیں صرف رسمی طور پر بعض ریاستیں
 بزرگ خلیفہ سے پروانہ تقرری ہی تھیں اور اچھی صدی ہجری کے بعد یہ رسم بھی ختم ہو گئی۔

ہر خطہ زمین میں مسلمانوں کا جماعت کے ساتھ رہنا اور ایک امیر کے ماتحت رہنا لازم ہے۔
 اسلام نے مسلمانوں کو جو اجتماعی احکام دیے ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کی ریاست ہو اور اس میں اجتماعی احکام
 نافذ کیے جائیں مثلاً جب اور عبد قائم کرنا، باجماعت نازا ادا کرنا، امر سے زکوٰۃ وصول کر کے اس کو مستحقین پر صرف کرنا،
 عدل اور انصاف کے قیام کے لیے حکام اور قاضیوں کا تقرر کرنا، حدود، نصاب اور تزیینات کا نظام قائم کرنا، مسلمانوں
 کے ملک کی سرحدوں کا تحفظ کرنا اور برکت ضرورت چاہ کرنا، اس وجہ سے یہ ضروری ہے کہ مسلمان دنیا کے جس خطہ میں بھی
 آباد ہوں ان کا ایک امیر ہو اور اس خطہ کے تمام مسلمان اجتماعی احکام اس امیر کی امارت میں ادا کریں۔
 قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لقد اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۱ ص ۹۹۴-۹۹۵، مطبوعہ پنجاب دانش گاہ لاہور، ۱۳۹۵ھ

يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول
واولي الامر منكم (النساء، ۵۹/۳)
ام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال من اطاعنی فقد اطاع اللہ
ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع
امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری
فقد عصانی۔ ۱۰

عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال: الا کلکم راعٍ
وکلکم مسئول عن راعیتہ فالامام الذی
علی الناس راعٍ وهو مسئول عن راعیتہ،
والرجل راعٍ علی اهل بیتہ وهو مسئول
عن راعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی اهل بیت
زوجہا وولدہا وهو مشولۃ عنہم وعبد
الرجل راعٍ علی مال سیدہ وهو مشول
عنہ الا فکلکم راعٍ وکلکم مسئول
عن راعیتہ۔ ۱۱

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۲

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اسمعوا واطیعوا
وان استعمل علیکم عبد حبشی مکان

اسے ایمان مالک بن مالک کی اطاعت کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اللہ جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس شخص نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منوتم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی، پس امیر لوگوں کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پرسش ہوگی، اور مرد اپنے مال کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پرسش ہوگی اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کا حاکم ہے اور اس سے ان کے بارے میں پرسش ہوگی، لڑکے اپنے مالک کے مال میں حاکم ہے اور اس سے اس کے بارے میں پرسش ہوگی، ستودہ تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ستودہ اور اطاعت کرو، عہد تم پر ایک حبشی غلام کو حاکم بنا دیا جائے جس کا

۱۰۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ۲/۵۰، مطبوعہ دار المعرفۃ، کراچی، ۱۳۸۱ھ

۱۱۔ صحیح بخاری ۲/۵۰، ۱۱۰۵

۱۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ۱/۱۰۰، مطبوعہ دار المعرفۃ، کراچی، ۱۳۸۵ھ

۱۔ امام زبیرؓ

عن ابن عباس یرویه قال قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم من ساری من امیرۃ
شیئاً فکرمہ فلیصبر فانہ لیس احد
یفسرۃ الجماعتہ شیئاً فیسموت الامات
میتۃ جاہلیۃ ۔^۱

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما
احب وکرم ما لہ یومر بمعصیۃ فاذا امر
بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعة ۔^۲

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے ۔ گم
حافظ البیہقی بیان کرتے ہیں :

عن عبد اللہ بن مسعود انه قال یا ایہا
الناس علیکم بالطاعة والجماعة فانہا حبل
اللہ الذی امر بہ وان ما تکرہوت فی
الجماعة خیر مما تحبون فی الفرقة ۔^۳

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من فسرق الجماعة قیاس
او قید شبر فقد خلعہ بقرۃ الاسلام من
عنقہ ومن مات ویس علیہ امام فمیتۃ
میتۃ جاہلیۃ ومن مات تحت ساریۃ
عصیۃ فقتلہ قتلۃ جاہلیۃ س و ا

سراحد کے برابر ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنے امیر کا کوئی حکم
ناگوار معلوم ہو، اس کو صبر کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص جماعت سے
ایک بالشت ہی الگ ہو کر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان شخص پر حاکم کا حکم سنا
اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے خواہ وہ خوش ہو یا ناخوش
جب تک کہ اس کو گناہ کا حکم نہ دیا جائے، اور جب وہ گناہ
کا حکم دے تو اس کو سننے نہ اس کی اطاعت کرے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اے لوگو! امیر کی اطاعت اور جماعت کو لازم رکھو کیونکہ یہی اللہ
کی وہ رسی ہے جس کا حکم دیا گیا ہے، اور تم جماعت میں
جس چیز کو ناپسند کرتے ہو، وہ علیحدگی کی اس چیز سے بہتر
ہے جس کو تم پسند کرتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک
بالشت کے برابر جماعت سے الگ ہو، اس نے اپنے
گلے سے اسلام کا پسندنا ترک دیا اور جو شخص کسی امام سے
بیت کیسے فرم کرے یا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے،
اور جو شخص معصیت کے مجھ سے تلے لڑتا ہو، اور وہ

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ۲/۵۷۱، مطبوعہ دار المعرفۃ، کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ " " " " صحیح بخاری، ۲/۵۷۱، ۱۱۵۷

۳۔ " " " " صحیح بخاری، ۲/۵۷۱، ۱۱۵۷

۴۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ۲/۵۷۱، مطبوعہ دار المعرفۃ، کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۔ حافظ نور الدین ابن ابی بکر البیہقی متوفی ۴۵۸ھ، معجم الزوائد ۵/۲۲۲، مطبوعہ دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

البزاز والطبرانی فی الاوسط وفيه خلیل
بن دعلج وهو ضعيف .

جاہلیت کی موت مرا، اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی
نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کا ایک راوی خلیل
بن دعلج ضعیف ہے۔

عن عبد الله قال اذا كنتم ثلاثه في سفر فامروا عليكم
احدكم سواءه الطبرانی ورجال الصحیح
قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان دنیا کے
کہ وہ جماعت کے ساتھ رہیں اور کسی ایک شخص کو اپنا امیر بنالیں اور اجتماعی معاملات میں امیر کے احکام کے پابند
ہوں، بشرطیکہ وہ احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں، قرآن مجید کی کسی آیت اور کسی حدیث صحیح میں یہ حکم نہیں ہے کہ تمام دنیا
کے مسلمانوں پر ایک امیر کی بیعت کرنا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے، خلافت نبوت کا معاملہ الگ ہے اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی تحدید تیس سال کے ساتھ فرمادی ہے، اس وقت دنیا میں انچاس اسلامی ملک ہیں اور
اکثر و بیشتر اسلامی ملکوں کی جغرافیائی سرحدیں ایسی ہیں جن کے درمیان بحری، بری اور فضائی قسم کا رابطہ نہیں ہے، براعظم
یورپ، براعظم افریقہ، شرق اوسط اور شمالی اور جنوبی ایشیا کے مختلف ٹکڑوں میں اسلامی ممالک اس طرح بکھرے ہوئے
ہیں ان کے درمیان جغرافیائی وحدت ممکن نہیں ہے اور یہ کہنا کہ ان تمام اسلامی ملکوں کا ایک خلیفہ ہونا واجب ہے، ان
کی ایک کرنسی ہو، ایک فوج ہو اور ان کے تمام داخلی اور خارجی مسائل ایک امیر کی پالیسی کے مطابق ہوں، اس لیے
دنیا کے تمام اسلامی ملکوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی اپنی حکومتوں کو توڑ دیں اور اپنے امراء کو معزول کر دیں اور تمام دنیا کے
مسلمان اسلامی ملکوں کا ایک خلیفہ منتخب کریں، اور تمام دنیا کے مسلمان فرض کے تارک اور حرام کے مرتکب ہوں گے،
اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ ۱۳۴ کے بعد سے لے کر اب تک تمام امت مسلمہ معصیت اور فضیلت پر مجتہ رہی ہو،
یہ چیز بدائشہ بالکل ہے، تمام دنیا کے مسلمانوں اور تمام اسلامی ریاستوں کا ایک خلیفہ یا امام کے زیر حکومت رہنا بے حد و ثلہ
مافوقا ہے اور اسلام کے تمام احکام آسان اور قابل عمل ہیں۔

اسلام دین لیس ہے | اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حوزرماندا: (۲)
وما جعل علیکم فی الدین من حوزر حوزر: (۴)
ان کے علاوہ اور بھی متعدد آیات میں حوزر کی نفی کی گئی ہے۔
لام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی

۱۔ مائتہ ترمذی علی بن ابی بکر البیہقی مؤلف ۱۸۰۷، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، بیروت، ۱۴۰۲ھ

وسلم قال ان الدين يسر ولن يشاء الدين احد الا غلبه - ۱۰

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین آسان ہے جو شخص بھی دین پر غالب آئے گی کہ شخص کو اسے کھانا دیاں طور پر آسان طریقہ کو چھوڑ کر مشکل اختیار کرے، دین اس پر غالب آجائے گا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے نیز اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال لہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانما بعثتم میسرین ولہم تبعثوا معسرین - ۱۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور ان کو مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے لیکہ ان کے علاوہ اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن ابی بردۃ قال سمعت ابی قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم بی و معاذ بن جبل الی الیمن فقال یسر اولاتعسرا ولبشر اولاتتقرا و تطاوعا - ۱۰

سعید بن ابی بردہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما) سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا (لوگوں کے لیے) آسانی کرنا، (انہیں) مشکل میں نہ ڈالنا اور ان کو مستغز و کرنا اور (آپس میں) موافقت کرنا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی موسیٰ قال کان رسول اللہ صلی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

- ۱۔ امام ابوسعید الخدری بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ دار المعرفۃ (کراچی)، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۴۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۳۔ امام ابوسعید الخدری بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ دار المعرفۃ (کراچی)، ۱۳۸۱ھ
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۲ / ۲۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۵۔ امام ابوسعید الخدری بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۳، مطبوعہ دار المعرفۃ (کراچی)، ۱۳۸۱ھ
- ۶۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ دار المعرفۃ (کراچی)، ۱۳۷۵ھ

اللہ علیہ وسلم اذا بعث احدا من اصحابہ
فی بعض امر قال بشرا ولا تنفروا ویسروا
ولا تعسروا۔ ۱۔
امام احمد روایت کرتے ہیں:

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے کسی کو
کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرماتے: برکاتی
کو خوشخبری دینا، متغفر نہ کرتا، آسانی کرنا اور مشکل میں دھکا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت حضرت عائشہ رضی اللہ
عنها بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
درست اور ٹھیک ٹھیک کام کرو اور آسانی کرو۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بہترین دینی عمل وہ
ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے
جو سب سے زیادہ آسان ہو، تمہارا بہترین دینی عمل وہ
ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب
بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں سے کسی
ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس پر عمل کرتے جو زیادہ آسان
ہوتا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے
سب سے زیادہ بچنے والے تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے شیخ نیز اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ
اس حدیث کو امام مالک نے بھی روایت کیا ہے شیخ
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ام بخاری روایت کرتے ہیں:
عن عائشۃ انها قالت ما خیر ما رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الا اخذ ایسرهما
مالہ یکن اثما فان کان اثما کان ابعد
الناس منہ۔ ۱۔

۱۔ امام ابراہیم بن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۴۹ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۳۔ " " " " مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۸، ج ۵ ص ۲۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۴۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، ج ۲ ص ۱۰۰۳، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۹۸ھ

۵۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۶، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۳، ج ۶ ص ۱۱۹، ج ۷ ص ۱۸۲، ج ۸ ص ۱۳۰، ج ۹ ص ۱۱۴، ج ۱۰ ص ۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

۷۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۲۶۱ھ، مطابقت، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قال النبي صلى الله عليه وسلم احب
الدين الى الله الحنيفية السمحة

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک
پسندیدہ دین وہ ہے جو باطل ادیان سے آگے ہو اور آسان
اور سہل ہو۔

عن جابر بن عبد الله ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال رحما لله رجلا سمحا
اذ باع و اذ اشتري و اذا اقتضى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص
پر رحم فرمائے جو خریدنے، بیچنے اور اپنے حق کا مطالبہ
کرنے میں آسانی اور سہولت کو اختیار کرتا ہے۔

الم احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابي امامة قال قال النبي صلى الله
عليه وسلم افى له ابحت باليهودية ولا
بالنصرانية و لكنى بالحنيفية السمحة

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہودیت کے ساتھ سمجھا گیا
ہوں نہ نصرانیت کے ساتھ لیکن میں ایسے دین کے ساتھ
بیچھا گیا ہوں جو باطل ادیان سے آگے ہے اور سہل
ہے۔

عن عائشة قالت قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم يومئذ تعلم يهود
ان في ديننا ضححة افي ارسلت بحنيفية
سمحة

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بتلانے
کی خاطر فرمایا: ہمارے دین میں وسعت اور کشادگی ہے
اور میں ایسے دین کے ساتھ بیچھا گیا ہوں جو باطل ادیان
سے آگے ہے اور سہل اور آسان ہے۔

عن عبد الله بن عمر و قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم دخل رجل الجنة
بسماحته قاضيا و متقا ضيا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص فیصلہ کرنے
اور تقاضا کرنے میں آسان روی کی وجہ سے جنت میں
داخل ہو گیا۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ دار المعرفۃ المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۸

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۴۔ " " " " مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۶

۵۔ " " " " مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۰

اسلامی ملکوں کی ایک فیڈریشن کا استحسان اور استحباب | قرآن مجید کی متعدد آیات اور بکثرت احادیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ پر مشکل اور دشوار احکام کے لاگو کرنے سے منع فرمایا ہے اور سہل اور آسان احکام لاگو کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ دین اسلام آسان اور سہل ہے، اس میں وسعت، کشادگی اور گنجائش ہے، مشکل اور دشواری نہیں ہے اور تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ کے تقرر کو فرض اور واجب قرار دینا انتہائی مشکل اور دشوار ہے اور آج کی دنیا میں عملی طور سے تقریباً ناممکن ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ دوسری صدی کے بعد سے اب تک تمام امت مسلمہ صحیحیت اور گمراہی پر جمع رہی ہو، البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ کی ایک فیڈریشن بنالینا اور ایک اسلامی بلاک قائم کرنا مستحسن اور مستحب ہے اور اگر تمام ممالک اسلامیہ کی ایک فیڈریشن بن گئی تو یہ خلافت راشدہ کے قریب تر ہوگی اور یہ کچھ ایسا مشکل بھی نہیں ہے، اس کے لیے تمام اسلامی ملکوں کے وزراء خارجہ کو مل کر کوشش اور جدوجہد کرنی چاہیے اس سے تمام اسلامی ممالک کو قوت حاصل ہوگی، مسلمانوں کی وحدت کا ظہور ہوگا اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (آل عمران ۱۰۳) تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور متفرق نہ ہو، کا منشاء پورا ہوگا، لیکن تمام عالم اسلام کے لیے ایک سربراہ اور ایک حاکم کا فرض اور واجب ہونا، قرآن اور حدیث میں کہیں مخصوص نہیں ہے اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض اور واجب نہ کیا ہو اس کو فرض اور واجب قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ مقرر کرنے کے وجوب کے دلائل کا جائزہ | علامہ تفتازانی

اس بات پر اجماع ہے کہ امام کا مقرر کرنا واجب ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اللہ پر واجب ہے یا مخلوق پر اور یہ وجوب دلیل سمعی سے ہے یا دلیل عقلی سے، اور مذہب یہ ہے کہ یہ مخلوق پر دلیل سمعی سے واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من مات ولم يعرف امام زمانہ فقد مات میتة جاهلیة۔
 علامہ تفتازانی کا اس حدیث سے استدلال کرنا چند وجوہ سے صحیح نہیں ہے اول تو اس لیے کہ یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں ہیں، البتہ اس کے قریب قریب دوسری احادیث ہیں لیکن ان میں امام زمان کا لفظ نہیں ہے اور تمام عالم اسلام کے ایک خلیفہ کے ثبوت کے لیے امام زمان کا لفظ ضروری ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات ولم یعرف من مات میتة جاهلیة۔
 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو تو

۱۔ علامہ سعد الدین سعد بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۱۰۲ مطبوعہ مطبعہ رحیمیہ در بند سہارنپور

۲۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج کثیر متوفی ۲۶۱ھ، المطالع کراچی، ۱۳۸۱ھ

علامہ تفتازانی اپنی بحث کے اخیر میں لکھتے ہیں:

تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ کے تقرر کے وجہ پر یہ اعتراض ہوگا کہ خلافت کی مدت تیس سال ہے (یعنی کہ سنن ابوداؤد میں ہے) اور اس حدیث کے مطابق خلفاء راشدین کے بعد کارنامہ خلیفہ سے خالی ہوگا اور اس سے تمام امت کا معصیت میں مبتلا ہو کر لازم آئے گا اور ان کی موت جاہلیت کی موت ہوگی، ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ حدیث میں خلافت سے خلافت کا طرہ دوسرا ہے، یا پھر حدیث میں خلافت کی مدت بیان کی گئی ہے اور امامت کی مدت بیان نہیں کی اور امامت خلافت سے عام ہے، البتہ پرشہید کی اصطلاح ہے، لیکن جب خلفاء عباسیہ کے بعد خلفاء باقی نہیں رہے تو پھر خلیفہ کے تقرر کے وجہ پر اشکال زیادہ قوی ہو جائے گا۔

علامہ تفتازانی نے شرح مناصب میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی ہے، لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ اگر امام کو مقرر کرنا واجب ہو تو یہ لازم آئے گا کہ امت مسلمہ نے بکثرت احوال میں واجب کو ترک کیا ہو کیونکہ امام کے لیے جو صفات واجب ہیں ان صفات کا مال امام اکثر احوال میں نہیں رہتا۔ خاص طور پر دولت عباسیہ ختم ہونے کے بعد، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر ایک دوسرے کو کاٹنے والے بادشاہ ہو جائیں گے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت ختم ہوگئی، اور حضرت مسعودیہ اور ان کے بعد کے حکمران عموک اور امراء تھے اللہ اور خلفاء نہ تھے، لہذا یہ لازم آیا کہ اکثر احوال میں امت نے واجب کو ترک کر دیا اور واجب کو ترک کرنا معصیت اور گمراہی ہے اور یہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امت کا گمراہ ہونا تب لازم آتا جب یہ امت اپنی قدرت اور اقتدار سے خلیفہ کے تقرر کو ترک کر دیتی، وگرنہ عجز اور اضطرار سے اور جو حدیث پیش کی ہے اول تو وہ خبر واحدہ ہے ثانیاً اس میں یہ اشکال ہے کہ حدیث میں خلافت سے خلافت کا طرہ دوسرا ہے۔ علامہ تفتازانی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ تفتازانی نے خلیفہ کے تقرر کے وجہ پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے من حدائق ولہ یعرف امام نہ مانہ من خلفاء من عتبت جہا یشاء اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اس کے برخلاف جس حدیث کو علامہ تفتازانی نے خبر واحدہ قرار دے کر اس کی تاویل کی ہے وہ حدیث صحیح ہے جو جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور مسند احمد میں موجود ہے، حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت نبوت تیس سال رہے گی پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنا ملک مٹا کر دے گا۔ تکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تیس سال خلافت کے بعد حکومت ہوگی اس لیے اس حدیث میں یہ تاویل کرنا صحیح نہیں ہے کہ تیس سال کی خلافت، خلافت کا طرہ دوسرا اس کے بعد خلافت فیکرہ کا ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ تیس سال کے بعد حکومت ہوگی نہ کہ خلافت فیکرہ کا۔ علامہ تفتازانی اور ہمارے دیگر علماء اور محققین نے تقرر خلیفہ یا نصب امام کے وجہ پر جو دلائل پیش کیے ہیں ان کا ذکر کیا جا چکا ہے، اس سلسلہ میں صحیح مسلم کی ایک حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے:

۱۔ علامہ سعد الدین مسعودی نے تفتازانی مترقی ص ۷۹۱، شرح مناصب ص ۱۰۷-۱۰۶، مطبوعہ مطبعہ رحیمیہ دیوبند۔

۲۔ شرح المقاصد ص ۲۲۵، مطبوعہ دار المعارف العشاقیہ لاہور، ۱۳۰۱ھ
 ۳۔ سنن ابوداؤد ص ۲۲۵، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ مطبعہ مکتبائی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بویع للخلیفتین فاقتلوا الاخر منهما۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلیفہ کا ایک ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیا اور ان سے جنگ کی، لیکن خلیفہ کا ہونا ابتدائی تیس سال میں ضروری تھا، اور تیس سال گزرتے کے بعد خلافت ختم ہو گئی اور ملکیت کا دور آ گیا۔

قرآن مجید کی روشنی میں ملکیت کا حکم

قل اللہم مالک الملک توئی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء ط بیدک الخیر۔
(آل عمران: ۲۶)

آپ کہیے: اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے ملک چھین لے، تو جس کو چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے، بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ملکیت کے لیے دعا کی تلقین کی ہے اور ملکیت کو خیر قرار دیا ہے۔ آل ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے ملک عطا کیا اور اس کو اپنے احسانات میں سے شمار فرمایا۔

فقد اتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمت و اتیناہم ملکا عظیما۔ (نساء: ۵۴)

بے شک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے ان کو ملک عظیم عطا فرمایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے رسول ملک کے لیے دعا کی: قال رب اغفر لی وھب لی ملکا لا یتبغی لاحد من بعدی۔

حضرت سلیمان نے کہا اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو۔

(ص: ۳۵)

خبر اسرائیل نے اپنے نبی سے بادشاہ کے لیے درخواست کی: اذ قالوا لنبی لھما بعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ۔ (بقرہ: ۲۴۶)

جب انھوں نے اپنے نبی سے کہا ہمارے لیے ایک بادشاہ بھیج دیجئے جو اللہ کی راہ میں قتال کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ملکیت کو نعمت فرمایا:

واذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا۔ (مائدہ: ۲۰)

اور یاد کرو جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا: اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم کو عطا کی تھی، اس نے تم میں نبی پیدا کیے اور تم کو بادشاہ بنا دیا۔

یرواہ:

والله يوثق ملكه من يشاء والله واسع

اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک (بادشاہت) جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت رکھتا ہے اور علم والا ہے۔

(بقرہ ۱۷، ۲۳۷)

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ملکیت اور بادشاہت بھی حکومت کا ایک جائز اور صحیح طریقہ ہے۔ ملکیت کے متعلق احادیث:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت نبوت کے تیس سال میں پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطا فرمائے گا۔

عن سفينة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم يوثق الله الملك من يشاء. ۱۷

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی اس کے بعد ملکیت ہوگی۔ نیز اس حدیث کو امام علی متقی نے بھی بیان کیا ہے۔ ۱۷

عن سفينة الخلافة في امتي ثلاثون سنة ثم ملك بعد ذلك. ۱۷
اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۷، نیز اس حدیث کو امام علی متقی نے بھی بیان کیا ہے۔ ۱۷

حضرت البرکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت کی خلافت ہوگی پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطا فرمائے گا۔

عن ابي بكر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خلافة نبوة ثم يوثق الله تبارك وتعالى الملك من يشاء. ۱۷
اور امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک اللہ چاہے گا تم میں نبوت رہے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا نبوت کو اٹھائے گا، پھر جب تک اللہ چاہے گا منہاج

عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تكون النبوة فيكم ما شاء الله ان تكون ثم يرفعها اذا شاء ان يرفعها ثم تكون خلافة على منهاج النبوة فتكون ما شاء الله

۱۷۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متقی ۲۵۵، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۲، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

۱۸۔ امام ابو یوسف محمد بن یوسف ترمذی متقی ۲۶۹، جامع ترمذی ص ۲۶۳، مطبوعہ دار الفکر دار احیاء التراث العربی کتب کراچی

۱۹۔ امام احمد بن حنبل متقی ۲۲۱، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۱، ۲۲۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۰۔ امام علی متقی بن حامد البرقینی ہندی برہن پوری سنن ج ۹ ص ۹۰، کنز العمال ج ۶ ص ۸۷، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۳۰۵ھ

۲۱۔ امام احمد بن حنبل متقی ۲۲۱، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ان تكون ثم يرفعها اذا شاء الله ان يرفعها
ثم تكون ملكا عاضا فيكون ما شاء الله ان
يكون ثم يرفعها اذا شاء ان يرفعها ثم تكون
ملكاً جبرية فتكون ما شاء الله ان تكون
ثم يرفعها اذا شاء ان يرفعها ثم تكون
خلافة على منهاج النبوة - ۱

نبوت پر خلافت سے ہے گی، اور جب اللہ تعالیٰ چاہے گا
خلافت کو اٹھائے گا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا
ایک دوسرے کو کاسٹے والے بادشاہ ہوں گے، پھر
جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا بادشاہت کو اٹھائے گا،
پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا جبری حکومت ہوگی،
(مثلاً متغلب حاکم یا مارشل لار) پھر جب تک اللہ تعالیٰ
چاہے گا جبری حکومت کو اٹھائے گا اور پھر منهاج نبوت
پر خلافت ہوگی۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ خلافت کی مدت تیس سال ہے اور اس کے بعد ملکیت قائم ہوگی، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ملکیت کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ قرار دیا ہے اور یہ حدیث اس کی مشرور حدیث کی واضح دلیل ہے۔
حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی
الله عليه وسلم ان الله يقول انا الله لا اله الا
انا مالك الملوك وملك الملوك قلوب
الملوك بيدى وان العباد اذا اطاعوني
حولت قلوب ملوكهم بالوافة والرحمة
وان العباد اذا عصوني حولت قلوبهم
عليهم بالسخط والنقمة فساموهم
سوء العذاب فلا تشغلوا انفسكم بالدعاء
على الملوك ولكن اشغلوا انفسكم بالذكر
والتضرع اكنفكم ملوككم سواه الطبرانی
في الاوسط وفيه ابراهيم بن راشد
وهو متروك - ۱

حضرت ابو دردوا درضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، میں
بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں،
بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، بندے جب
اطاعت کرتے ہیں تو میں ان کی طرف بادشاہوں کے دل
رحمت اور شفقت کے ساتھ متوجہ کر دیتا ہوں اور جب
بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں بادشاہوں کے
دلوں میں ان کے خلاف غصہ اور غضب بھرتا ہوں اور
پھر وہ ان کو بڑا عذاب چھانتے ہیں، لہذا بادشاہوں کو
بدو مانہ دو بلکہ آہ و زاری اور ذکر میں مشغول رہو میں تم
کو بادشاہوں سے کفایت کروں گا۔ اس حدیث کو
امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کا ایک
راوی ضعیف ہے۔

علامہ ابن حجر مکی بیان کرتے ہیں:

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ۲ ص ۲۶۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۳۲۰ھ، مجمع الزوائد ۱ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول هذا الامر نبیوتہ وراحمة ثم یرکون خلافتہ ورحمة ثم یرکون ملکاً وراحمة ثم یرکون امارتہ ورحمة ثم یرکون علیہا تکادیم الحمیر فعلیکم بالجمہاد وان افضل جہادکم الریاط وان افضل ریاطکم عسقلان رواة الطبرانی ورجالہ ثقات ۱۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے اول نبوت اور رحمت ہے، پھر خلافت اور رحمت ہے، پھر ملکیت اور رحمت ہے، پھر امارت اور رحمت ہے، پھر لوگوں کے گدھوں کی طرح حکومت کو دانتوں سے کاٹیں گے اس وقت تو پر جیاد لازم ہے اور تنہا سب سے افضل جہاد بر مردوں کی لڑائی ہے اور تہا رسی سب سے افضل سرحد عسقلان ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملکیت کو بھی رحمت قرار دیا ہے، اور تاریخ اسلام میں عادل بادشاہوں کا جو زمانہ گذرا ہے وہ سب رحمت ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کا افضل ترین طریقہ خلافت نبوت ہے اور اسلام کے فلیح کا وہی زمانہ ہوگا جب بارہ خلفیہ پر سے ہوں گے اور ان بارہ خلفاء میں بہترین زمانہ خلفاء راشدین کا تھا لیکن ان بارہ خلفاء کے درمیان جب بھی ملکیت اور بادشاہت آئی تو وہ بھی اسلامی حکومت تھی اور بادشاہ کی حکومت کو تسلیم کرنا اور احکام شرع کی حدود میں اس کی اطاعت کرنا بھی اسلام کے مطابق ہے، اسی طرح امارت بھی رحمت ہے اور سلطنت بھی رحمت ہے اور مسلمانوں پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ایسے امام کی بیعت کریں جو پوری دنیا کے مسلمانوں کا سربراہ ہو، ہر جگہ اسلامی فیڈریشن کو قائم کرنا مستحب ضرور ہے لیکن فرض اور واجب نہیں ہے، یہاں تک ہم نے ملکیت کے متعلق احادیث بیان کی ہیں اور اب ہم سلطان کے متعلق احادیث بیان کریں گے۔

سلطان کے متعلق احادیث | امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلطان ولی من لا ولی لہ ۱۸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی، امام دارمی اور امام احمد نے بھی بیان کیا ہے ۱۹

۱۷۔ علامہ احمد بن حنبل متوفی ۹۴ھ، تلمیح الحان واللسان ص ۱۷، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ

۱۸۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سننی ۲۴۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۸۴، مطبوعہ مطبعہ مینائی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

۱۹۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، سنن ترمذی ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبۃ دار خیرات تجارتی کتب کراچی

۲۰۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۶۲، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۲۱۔ امام ابن ماجہ متوفی ۲۴۱ھ، سنن ماجہ ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ایک خلیفہ کی حکومت تھی۔ اس کے بعد اندلس میں ایک خلافت قائم ہوئی اور بغداد میں ایک خلافت قائم ہوئی اور ان میں سے کبھی بھی حقیقی خلافت نہیں تھی، کیونکہ حقیقی خلافت میں تمام مسلمانوں کا ایک سربراہ ہونا ضروری ہے، ۶۵۸ء میں بغداد کا خلافت ختم ہو گئی، ۹۰۳ء میں مصر کی خلافت ختم ہوئی، ۸۵۴ء (۱۴۵۰ء) میں اندلس کی خلافت ختم ہو چکی تھی (بلکہ پورے اسپین پر مسیائوں نے قبضہ کر لیا تھا) یہ سب جزوی خلافتیں تھیں اور درحقیقت ان علاقوں کے حکمران خلیفہ نہیں بلکہ سلطان تھے، مصر اور بغداد کے خلفاء بھی دراصل سلاطین تھے جو خلفاء کے عنوان سے حکومت کرتے تھے اس بحث کو شرح صدر سے سمجھنے کے لیے خلیفہ اور سلطان کا فرق جاننا ضروری ہے۔

خلیفہ، ملک اور سلطان کا فرق | جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہو کر تمام دنیا کے مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور کا انتظام کرے اور تمام دنیا کے مسلمانوں پر اس کا اتباع واجب ہو (یہ تعریف شرح مواقف، شرح مقاصد، شرح عقائد اور الاحکام السلطانیہ للماوردی سے ماخوذ ہے) علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں: **ملک** کی دو قسمیں ہیں: **اول**: جو کسی ملک کا والی اور مالک ہو، **ثانی**: جو ولایت کی صلاحیت رکھتا ہو بالفعل والی ہو یا نہ ہو، ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوها۔ جب بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ قسم اول کے متعلق ہے۔ واذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکاً۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں نبی پیدا کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ یہ قسم ثانی کے متعلق ہے، یہاں ملک کا معنی ایسی قوت سے جس میں ملک کے انتظام کی صلاحیت ہو، کیونکہ سب کو والی بنا دینا حکمت کے خلاف ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ملک وہ شخص ہے جو ملک کے انتظام کا مالک ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ملک وہ شخص ہے جو کسی ملک کا والی ہو اور والی کے انتظام کا مالک ہو۔

علامہ زبیدی کہتے ہیں: سلطان والی کہتے ہیں یعنی جس شخص میں بادشاہ کی طرح قدرت ہو، ابو بکر نے کہا سلطان: سلطان میں دو قول ہیں۔ اول: اس کو تسلط کی وجہ سے سلطان کہتے ہیں، ثانی: سلطان کا معنی حجت ہے اور سلطان بھی اللہ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے۔ علامہ زبیدی کہتے ہیں اس کی تائید میں یہ حدیث ہے: السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم۔ سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہے ہر مظلوم اس کی پناہ میں آتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک عام ہے اور سلطان خاص ہے، ملک مطلقاً والی اور حکمران کو کہتے ہیں عام ازیں کہ وہ مسلمان ہو یا نہ ہو اور سلطان کسی مسلم ریاست کے مسلمان والی کو کہتے ہیں۔ انرض دنیا کی تمام مسلم ریاستوں کا ایک سربراہ ہو تو اس کو خلیفہ کہتے ہیں اور کسی ایک مسلم ریاست یا چند ریاستوں پر مشتمل مسلم ملک کے مسلمان والی کو سلطان کہتے ہیں اس کو مجازاً خلیفہ بھی کہا جاتا ہے جیسے اندلس، بغداد اور مصر کے والیوں کو خلفاء کہا جاتا تھا۔

۱۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی مترق ۵۰۲، المفردات ص ۲۶۲، مطبوعہ المکتبۃ المرقیہ، ایران، ۱۳۲۲ء

۲۔ علامہ سید محمد رفیع مسینی زبیدی، شرح صحیح مسلم، مطبوعہ المطبعۃ الخیر، مصر، ۱۳۰۶ء

علامہ عبدالرحمن کتانی لکھتے ہیں:

ابن فضل اللہ نے مسائل میں یہ کہا ہے کہ اصطلاح میں سلطان صرف اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی ولایت میں کوئی ملک ہو جس میں سلطان وہ ہوگا جو ایک ملک ہو (یعنی کوئی بادشاہوں کا بادشاہ ہو) مثلاً اس کی ملکیت میں مصر اور شام ہو یا اس کی ملکیت میں افریقہ اور اندلس ہو اور اس کا لشکر تقریباً دس ہزار سواروں پر مشتمل ہو، اگر اس کی ملکیت میں اس سے زیادہ شہر ہوں یا اس کے پاس اس سے بڑا لشکر ہو تو اس کی سلطنت زیادہ عظیم ہوگی اور اس پر سلطان اعظم کا اطلاق کرنا درست ہوگا، اور اگر مصر، شام، جزیرہ، خراسان، عراق، بحر، فارس، افریقہ، وسطی مغرب کے خطوں میں اس کا نام پڑھا جائے تو اس کو سلطان المسلمین کہا جائے گا جیسا کہ سلجوقی حکمران تھے۔

علامہ کتانی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی ایک ریاست کے والی کو ملک کہتے ہیں اور متعدد ریاستوں کے امیر کو سلطان کہتے ہیں نیز علامہ کتانی نے ملک اور خلیفہ میں یہ فرق کیا ہے کہ جو شخص پانی لے کر اپنے مریض کے مطابق حکمرانی کرے وہ ملک ہے اور جو شخص احکام شریعہ کے مطابق حکمرانی کرے وہ خلیفہ ہے، لیکن ان کے درمیان صحیح فرق وہ ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے خلیفہ اور سلطان میں متعدد وجوہ سے فرق بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

۱- خلیفہ حکمرانی و جہان بانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام امت پر ولایت عامہ والا ہے، شرح عقائد فلسفی میں ہے (خلافت) ای نیا بتہم عن الرسول فی اقامۃ الدین بحیث یشاء علی كافة الامم الاتباع و خود شہ کا ذکر اس سے نہ لیا شرفاً اور کسی ولایت عامہ میں محل نہیں، جس طرح اولیٰ کا خودی ہو کہ نہ مانا یہ ہیں روئے زمین کے مسلمانوں میں جو اس سے نہ ملنے گا اور کسی خلافت میں خلافت نہ آنے کا یہ خود ہی باقی قرار پائے گا اور اصطلاح میں سلطان وہ بادشاہ ہے جس کا تسلط تہری ملکوں پر ہو، چھوٹے چھوٹے ولایان ملک اور کئی نیرنگ ہوں، لکھا ذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ فی حسن المحاضرۃ عن ابن فضل اللہ فی المسائل عن علی بن سعید۔ یہ دو قسم ہے تو پہلی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو اس کی ولایت حسب عطلانے خلیفہ ہوگی جس قدر پر والی کرے دوسرا متغلب کہ بزور تشریح ملک دیا جیسا، اس کی ولایت اپنی قلم برد پر ہوگی

۲- کہ اولیٰ پر متفرع ہے (یعنی دوسرا فرق پہلے فرق کی ذراع ہے) خلیفہ کی اطاعت غیر معینت الہی میں تمام امت پر فرض ہے جس کا منشاء خود اس کا منصب ہے کہ نائب رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلم برد پر چھوڑ کر مرنی ہے تو برابر عطلانے خلیفہ اس منصب ہی کی ذمہ ہے کہ اس کا امر خلیفہ سے اور امر خلیفہ سے ہی اللہ علیہ السلام اور اگر متغلب ہے تو اس کے منصب سے کہ وہ شرعی نہیں بلکہ دفع فتنہ اور اپنے متغلب کے لیے منج الباری میں دربارہ سلطان متغلب ہے طاعتہ خیر من الخروج علیہ کما فی ذلک من حق الدماء و تسکین اللہ ہا، (متغلب کی طاعت نہ کرنا اس کے خلاف بنوادت کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اس سے لوگوں کی جانیں محفوظ رہیں گی۔)

۳- کہ دوم پر متفرع ہے (یعنی تیسرا فرق دوسرے فرق کی ذراع ہے) خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا حقیقتاً فرضی ہو گیا،

۱۰ علامہ عبدالرحمن کتانی، الترتیب الاداریہ ج ۱ ص ۱۴ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت

جنس مباح سے منع کیا حقیقتہً حرام ہو گیا، یہاں تک کہ تنہائی و علوت میں بھی اس کا خلاف جائز نہیں کہ خلیفہ نہ دیکھے وہ
 دیکھتا ہے ایک زمانہ میں خلیفہ منصور نے امام الامارۃ سراج الامارۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتویٰ دینے سے
 منع کر دیا تھا، امام ہمام کی صاحبزادی نے گھر میں ایک سنبل پر چھا، امام نے فرمایا میں حجاب نہیں دے سکتا خلیفہ نے منع
 کیا ہے، یہاں سے ظاہر ہوا کہ خلیفہ کا حکم مباح و درکار فرض کفایہ پر غالب ہے جب کہ دوسرے اس کے ادا
 کرنے والے موجود ہوں کہ اب اس کا ترک معصیت نہیں تو حکم خلیفہ نافذ ہو گا اگرچہ خلیفہ ظالم جبکہ خود اس کا حکم
 ظلم کہ امام کو فتویٰ سے روکنا نہ ہو گا مگر ظلم اس تحقیق سے معصیت کو اختلاف ہے کہ چونکہ خالق کی معصیت میں مخلوق
 کی کوئی اطاعت نہیں ہے جیسا کہ بکثرت احادیث صحیحہ میں ہے اور ظلم میں خلیفہ کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے،
 امام ابوحنیفہ کی طرف اس واقعہ کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ سیدی غفرلہ) اور سلطان متغلب جس کی ولایت خلیفہ سے
 مستفاد نہ ہو اس کے امر و نہی سے بیاعتنا فی نفسہ واجب و حرام نہ ہو جائیں گے، تنہائی میں اس طور پر کہ اسے
 اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح اپنی اباحت پر رہے گا، علامہ شہاب الدین خواجه رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب نسیم الایمان
 و عنایۃ العافی وغیرہما کتب نافعہ کے زمانے میں سلطان نے لوگوں کو حقہ پینے سے منع کیا تھا، یہ پردہ ڈال کر پیتے
 امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں میں نہ خود حقہ پیتا
 ہوں نہ میرے گھر بھر میں کوئی پیتا ہے مگر مباح و حرام نہیں کہہ سکتا اور منع سلطانی کے جواب میں شرح بہرہ بن الملک
 میں فرماتے ہیں لیت شعری ای امر من امر بہ، یتمسک بہ امورہ الناس بتوکلہ او امرہ لا باعطاء الکس علیہ علی ان
 المراد من اولی الامر فی الایۃ العلماء کما ذکرہ العینی فی آخر مسائل شتی من شرح الکتروایض اهل منہ السلاطین
 الظلمۃ یشیت حکما شوعبیا وقد قالوا من قال لسلطان نہ ما نبتا عادل کفر۔
 یعنی کاش میں جائزوں کہ سلطان کا کون سا حکم لیا جائے یہ کہ لوگ حقہ نہ پئیں یا یہ کہ تنباکو پر ٹیکس دیں، موصفاً آیت کریمہ
 میں اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جس طرح مشریح کنز الام عینی میں ہے، نیز کیا ظالم سلاطین کا حکم،
 حکم شرعی ہو جائے گا حالانکہ اللہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر
 ہو جائے گا، انتہی یہ ارشاد امام علم الہدی ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے زمانے کے سلطان میں ہے
 جنہیں نزار برس سے نلاؤ ہوئے نہ کہ اب نساک اللہ العز و العافیہ (جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق سے یہ ثابت
 ہو گیا کہ تنباکو انسان کی صحت کے لیے مضر ہے، تنباکو سے کھانسی، ہائی بلڈ پریشر، کینسر اور کئی دیگر مہلک امراض
 پیدا ہو جاتے ہیں اور جو چیز انسان کی صحت کے لیے مضر ہو اس کا استعمال جائز نہیں ہے، انسان اپنے جسم کا
 مالک نہیں ہے اس لیے جو چیز انسان کی صحت کے لیے نقصان دہ ہو اس کا استعمال جائز نہیں ہے علامہ شامی نے بھی
 تنقیح الفتاویٰ الحامدہ ج ۲ ص ۳۶۶ میں یہی لکھا ہے۔ سیدی غفرلہ)

۴۔ میزروم پر متضرع ہے خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین و س مکوں میں وس۔
 ۵۔ کوئی سلطان اپنے اتقا و سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں ہے مگر ہر سلطان اول خلیفہ کا محتاج

۶۔ علامہ شامی لکھتے ہیں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ تنباکو پینے میں عین مضر ہے اور کوئی نفع نہیں ہے تو اس کی تحریم کا فتویٰ دینا جائز ہے اور اگر

کافی نفع دینا ثابت نہ ہو تو ہرگز اصل میں یہ مباح ہے۔ مطبوعہ المینہ مصر ۱۳۶۷ھ

ہے کہ اس کے اس کی حکومت شرعی و مدنی شرعی نہیں ہو سکتی۔

۶۔ غلیظہ باد بد شرعی کہڑے سے بڑے سلطان کے معزول کیے معزول نہیں ہو سکتا، خود جبار و سرکش تو آدمی ترک کر سکتا ہے جو مستغنی بن ارون رشیدیہ کو قتل کر کے غلیظہ پر حاوی ہو گئے تھے جب ان میں کسی کو زندہ رکھ کر معزول کرنا چاہتے خود اسے اجماع کرتے کہ خلافت سے استعفا دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے بخلاف سلطان کہ غلیظہ کا صرف زبان سے کہہ دینا میں نے تھے معزول کیا اس کے عزل کو بس ہے۔

۷۔ سلطنت کے لیے قریشیت و رکنان حریت بھی شرط نہیں ہے، بہتر سے غلام بادشاہ ہونے سے۔

جمہوری ملک کے صدر اور غلیظہ کا فرق یہاں تک کہ ہم نے سلطان اور غلیظہ کا فرق بیان کیا ہے، ہمارے علماء کے تیس جہاں مسلمان سلاطین حکومت کرتے تھے، اب سلاطین بھی صرف دو چار جگہ رہ گئے ہیں اور ہر جگہ مزرلی جمہوریت ہے مزرلی جمہوریت میں جو شخص ریاست کا سربراہ ہوتا ہے اس کی حیثیت اور اس کے اختیارات سلطان سے بھی بہت کم ہوتے ہیں، مزرلی جمہوریت میں ایک صدارتی نظام ہے جیسے امریکہ میں ہے اور ایک پارلیمانی نظام ہے جیسے برطانیہ اور ہندوستان وغیرہ میں ہے، صدارتی نظام میں ریاست کا سربراہ اور صدر مملکت اتنی مدت کے لیے برسر اقتدار ہوتا ہے جتنی مدت کے لیے اس کو منتخب کیا جاتا ہے، لیکن وہ ملک کے نظم و نسق میں با اختیار ہوتا ہے اور پارلیمانی نظام میں صدر کی حیثیت محض ذمی کی ہوتی ہے وہ صرف ریاست کا سربراہ ہوتا ہے انتظامیہ کا سربراہ ملک کا وزیر اعظم ہوتا ہے لیکن اگر اسمبلی کی دو تہائی اکثریت اس کو مدت انتخاب سے پہلے مسترد کر دے تو وہ معزول ہو جاتا ہے، اس تفصیل کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد ہے کہ مزرلی جمہوریت میں جو شخص ریاست کا یا انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے اس کی حیثیت اور اختیارات سلطان سے بھی کہیں کم ہوتے ہیں غلیظہ تو بہت دور کی چیز ہے، اس لیے مزرلی جمہوریت کے طرز کی حکومت کے سربراہ کو سلطان یا غلیظہ پر تیاں نہیں کیا جاسکتا اس پر سلطان یا غلیظہ کی شرائط کو ماننا ہی جاسکتا ہے، ہم نے اپنے اس زمانہ میں دیکھا کہ بعض علماء مزرلی جمہوریت کی طرز حکومت کے سربراہ کے لیے بھی غلیظہ انتظامیہ کی شرائط کو لازمی قرار دیتے ہیں حالانکہ غلیظہ اسلام کی شرائط تو سلطان کے لیے ہی ضروری نہیں ہیں جمہوری مملکت کا صدر تو بہت دور کی بات ہے اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ بعض علماء اس زمانہ میں غلیظہ اسلام کے تصور کو واجب قرار دیتے ہیں اور غلیظہ اسلام کے مقررہ کرنے پر موت علی الجاہلیہ کی وعید سناتے ہیں، حالانکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث کی کسی نص صریح میں اس کے وجوب کا ذکر نہیں ہے اور جن علماء نے وجوب کا قول نقل کیا مثلاً علامہ نفاذی وغیرہ انھوں نے بھی بالآخر یہ کہا کہ اب حالت النظر اس سے اور اب غلیظہ کا مقرر کرنا واجب نہیں ہے، علامہ خیالی اور علامہ سیاح کوئی وغیرہ نے بھی یہی کھنکھایا ہے، علامہ میرزا ولی بھی فرماتے ہیں یہ بہت مشکل ہے۔

تقررہ غلیظہ کے وجوب کا محمل اس پر ہے کہ ہمارے فقہاء اور متکلمین نے یہ کھنکھایا ہے کہ امام اور غلیظہ کا مقرر کرنا واجب ہے، لیکن تمام ذیل کے مسلمانوں کا ایک امام اور غلیظہ ہوا لیکن ان کی عبادت کا

۱۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی مرنوی ۱۳۴۰ھ، دوام العیش فی الامنہ من تفریش ص ۶۰-۵۹، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصریہ لاہور، ۱۳۴۰ھ

بغور مطالعہ کرنے سے پیٹوم ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کو امام اور خلیفہ کے مقرر کرنے کا اختیار ہو تو ان پر خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے ورنہ یہ واجب نہیں ہے، اور جب روئے زمین کے مختلف علاقوں پر ملوک اور سلاطین متطلب ہو کر حکمرانی کریں اور ان کو سلطنت سے معزول کرنا عام مسلمانوں کے اختیار میں نہ ہو تو پھر امام اور خلیفہ کو مقرر کرنا مسلمانوں پر واجب نہیں ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ سلطان اور متطلب کی حکومت صحیح ہے اور غیر معصیت میں مسلمانوں پر اس کی اطاعت لازم ہے۔ نیز ہمارے فقہاء اور متکلمین نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد خلافت اور امامت نہیں رہی اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ خلفاء عباسیہ کے بعد خلافت نہیں رہی۔

علامہ رافعی حنفی لکھتے ہیں:

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ خلافت نبوت تین سال رہی ہے اس کے بعد جو حکمران تھے وہ خلفائے راشدین تھے بلکہ ملوک اور امراء تھے، اور اگر یہ اشکال ہو کہ امت کے ارباب عل و عقد خلفاء عباسیہ کی خلافت پر متفق رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں خلافت نبوت سے خلافت کاملہ مراد ہے جس سے حق میں بالکل عدول نہ ہو اور خلافت راشدہ کے بعد ایسی خلافت کہی ہوئی اور کبھی (بلکہ اکثر) نہیں ہوئی، کیونکہ (صرف) مہدی عباسی کے بارے میں یہ وارد ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ تھا، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ خلفاء عباسیہ پر نوری اعتبار سے خلیفہ کا اطلاق ہوتا تھا نہ کہ حقیقت شرعیہ کے اعتبار سے۔ ۱۵

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں قریش کی حکومت نہیں ہے تو اس کی کیا ترجمہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرب ملکوں میں قریش میں خلافت ہے، اسی طرح مصر میں خلیفہ ہے۔ علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی، علامہ عینی اس کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں، علامہ کرمانی کا جواب صحیح نہیں ہے، عرب میں خلافت کا قول کس نکلیا ہے؟ اور وہاں کون خلیفہ ہے؟ اور مصر میں بھی صرف نام کا خلیفہ ہے، اگر ہم اس جواب کو صحیح مان لیں تو اس سے خلفاء کا تعدد لازم آئے گا، حالانکہ خلیفہ صرف ایک ہوتا ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے یہ حکم دیا ہے کہ امام کی بیعت کرو اور اس کو پورا کرو اور جو شخص اس کی امامت سے اختلاف کرے اس کی گردن اڑا دو، اور امام احمد، امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میرے بعد خلافت سین سال ہوگی پھر ملوک بادشاہ ہونگے اور ایک روایت میں ہے پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنا ملک عطا کر دے گا اور واقع میں ایسا ہی ہوا۔ ۱۶

علامہ عینی کی عبارت کا خلاصہ یہی ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد جو حکمران تھے وہ خلفاء نہیں بلکہ ملوک اور سلاطین تھے، حافظ ابن حجر مستطاب نے بھی لکھا ہے کہ وہ صرف نام کے خلفاء تھے۔ ۱۷

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

۱۵۔ علامہ عبد القادر رافعی حنفی مفتی الدیار المصریہ، التحریر الخارر والمخارج ص ۶۸، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیر مصر، ۱۳۲۷ھ

۱۶۔ علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ص ۱۶۵، مطبوعہ دارۃ الطباعة النیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۱۷۔ علامہ احمد بن علی ابن حجر مستطاب ص ۱۱۴، مطبوعہ مطبعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۴۸ھ

اسی طرح بچہ کی سلطنت بھی صحیح ہے، لیکن صاحب دیکھ
کا کام بچہ کے ولی کے سپرد کر دیا جائے جو بچہ کے تابع ہو
اور بظاہر وہ بچہ سلطان ہوگا اور حقیقت میں اس کا ولی ہوگا
ہوگا، کیونکہ بچہ کا قاضی مقرر کرنا اور جمعہ کی اجازت دینا
صحیح نہیں ہے۔ ایشاہ میں بزاز یہ سے اسی طرح منقول
ہے۔

وال تابع له والسلطان في الرسم هو الولد و
في الحقيقة هو الوالي لعدم صحة اذنه
بقضاء وجمعة كما في الاشباه عن
البيضاينى۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

لا يخلق اولئك كانوا ملوكا تعليموا
والمتغلب تصم منه هذه الامور للضرورة
وليس من شرط صحة الصلوة خلف امام
عدالتہ وصار الحال عند التغلب كما لم
يوجد او وجد ولم يقدر على تولية
لغلبة الجور كلام المسألة للمحقق
ابن الهمام۔

یہ معنی نذر ہے کہ بنو امیہ کے خلفاء درحقیقت
ملوک (بادشاہ) بنے جو غلبہ سے حکمران بن گئے تھے اور
متغلب کا ناز اور جمعہ پڑھنا اور دیگر کار حکومت انجام
دینا ضرورت کی بناء پر صحیح ہے اور صحت نماز کے لیے
یہ شرط نہیں ہے کہ امام عادل ہو، اور جب کوئی شخص ظلم
اور جبر سے حاکم بن جائے تو یہ فریضہ کیا جائے گا کہ خلیفہ
(لام عادل) موجود نہیں ہے یا موجود تو ہے لیکن ظالموں
کے فکدہ کی وجہ سے حکمرانی پر قادر نہیں ہے یہ عتق ابن ہمام
کی عبارت ہے جو مسائرہ سے نقل کی گئی ہے۔

علامہ حصکفی اور علامہ شامی اور جن فقہاء اخان کے انہوں نے حوالے دیے ہیں ان کی عبارات سے یہ واضح ہو گیا
کہ تمام دنیا میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ مقرر کرنا مطلقاً واجب نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت واجب ہے جب مسلمان تمام عالم
اسلام کے لیے ایک خلیفہ مقرر کرنے پر قادر ہوں اور جب علیہ اور جبر سے زمین کے کسی بھی خطہ پر مسلمانوں کی کوئی
حکومت قائم ہو جائے تو فتنہ سے بچنے کے لیے اس کی حکومت کو صحیح قرار دیا جائے گا اور وہاں کے مسلمانوں پر اس
کی اطاعت واجب ہوگی، اسی طرح اگر متعدد خطہ زمین پر متعدد ملوک اور سلاطین ہوں یا موجود زمانے کے جہڑ
حکمران ہوں تو اپنے اپنے علاقوں میں ان کی حکومت صحیح ہوگی اور غیر معصیت میں ان کی اطاعت واجب ہوگی۔
علامہ رافعی لکھتے ہیں:

قال الحموی فی الاشباہ قال الامام و
اصحابہ لا یشرط فی صحة تولیة السلطان
ان یکون قرشیا ولا مجتهدا و

علامہ حموی نے الاشباہ والنظائر میں یہ لکھا ہے
کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہہ کر سلاطین
کی حکمرانی کی صحت کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ قرشی

۱۔ علامہ ملاذابین حصکفی معنی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ایش روالمآثر ۵۱۳-۵۱۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

جلد خامس

لا عدلا۔

برادر ہی اس کا مجتہد یا مستحق ہونا شرط ہے۔

عہد رافعی نے علامہ حموی کے حوالے سے جو امام اربعینہ اور ان کے اصحاب کا قول پیش کیا ہے اس سے غلیظہ اور سلطان کا فرق بھی ظاہر ہوا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ غلیظہ کے بین سلطان کی حکومت بھی صحیح ہوتی ہے اور سلطان کی حکومت کا صحیح ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ غلیظہ کا مقرر کرنا مسلمانوں پر مطلقاً واجب اور ضروری نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں پر اسی وقت ضروری ہے جب وہ تمام عالم اسلام کے لیے ایک غلیظہ کے مقرر کرنے پر تفاق نہ ہوں اور جب زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے تمام عالم اسلام کے لیے ایک غلیظہ مقرر کرنے پر مسلمان تادرنہ ہوں اور وقت زمین کے مختلف علاقوں میں مختلف حکمرانوں کی مختلف حکومتیں ہوں تو ان کی حکومتیں صحیح ہیں اور ان علاقوں کے مسلمانوں پر عین معصیت میں ان حکمرانوں کی اطاعت واجب ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں علامہ تفتازانی نے یہ اشکال قائم کیا ہے کہ جب خلفاء راشدین کے بعد کارامہ غلیظہ سے خالی ہو گیا تو تمام امت معصیت میں مبتلا ہو گیا۔

علامہ شمس الدین نجالی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

لان تترك الواجب معصية والمعصية

ضلالته والامة لا تجتمع على الضلالة وقد
يجاب بانها انما يلزم المعصية لو تركوا
عن قدسرة واختيار لا عن عجز واضطرار
فلا اشكال اصلاً۔

یہاں یہ اشکال ہے کہ غلیظہ کا تقرر کرنا واجب ہے اور واجب کا ترک گناہ اور گمراہی ہے اور ساری امت گمراہی پر صحیح نہیں ہو سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ معصیت اس وقت لازم آتی جب مسلمان قدرت اور اختیار کے باوجود غلیظہ مقرر نہ کرتے اور جب وہ تقرر غلیظہ سے عاجز ہیں تو کوئی معصیت نہیں اور نہ کوئی اشکال ہے۔

نحو علامہ تفتازانی نے شرح مفہام میں بھی یہی جواب دیا ہے۔

علامہ عبدالحکیم سیاکوئی، علامہ نجالی کے جواب کا وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

حاصله تخصيص الحديث بان المراد
من مات ولو يترك فيه نصب الامام بعجز
واضطرار، بدليل ان الضروريات تبديع
المحدث ومات وبهذه التقدير يندفع
الاشكال بعد الخلفاء الراشدين
العباسية ايضاً۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں تفصیص ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص مر گیا اللہ اس نے عجز اور اضطرار کی وجہ سے غلیظہ مقرر کرنے کو ترک نہیں کیا بلکہ قدرت اور اختیار کے باوجود غلیظہ کو مقرر نہیں کیا تو وہ شخص جاہلیت کی موت مراد بشرطیکہ یہ حدیث ہو حالانکہ یہ حدیث نہیں ہے۔ سییدی غفرلہ کیونکہ مفسر

۱۔ علامہ عبدالحکیم سیاکوئی، شرح مفہام، دیوار مصر، التقریر الخیر، رد المحتار ج ۱ ص ۶۸، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ میریہ مصر، ۱۳۲۴ھ

۲۔ علامہ شمس الدین احمد بن مکی نجالی، متوفی ۸۷۰ھ، حاشیہ النجالی ص ۱۳۶، مطبوعہ مطبعہ یوسفیہ کھنہ

۳۔ علامہ سعد الدین تفتازانی، متوفی ۷۲۶ھ، شرح التمام ج ۲ ص ۲۷۵، دار المعارف النعمانیہ لاہور

۴۔ علامہ محمد عبدالحکیم سیاکوئی، متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیہ علی النجالی ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی ۱۳۹۷ھ

کا حالت میں ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں اور اسی تقریر سے سلطنت عباسیہ کے خلفاء کے بعد خلیفہ نہ ہونے سے جو اشکال لازم آتا ہے وہ بھی دور ہو جائے گا۔

علامہ تفتازانی، علامہ خیالی اور علامہ عبدالحکیم سیاکوٹی نے یہ بیان کیا ہے کہ امت پر تمام عالم اسلام میں ایک خلیفہ مقرر کرنا اس وقت واجب ہے جب ان کی قدرت اور اختیار میں ایک خلیفہ کو مقرر کرنا ممکن ہو اور خلفاء راشدین کے بعد جب غلبہ اور جور سے مردانی حکومت پر قابض ہو گئے تو اس وقت خلیفہ کو نصب کرنا مسلمانوں کی قدرت اور اختیار میں نہیں تھا، اس لیے یہ ان پر واجب نہیں رہا۔ اسی طرح خرامیہ میں سے عمر بن عبدالعزیز اور ابو عباس میں سے مہدی عباسی خلیفہ تھے لیکن ان کے بعد غلبہ اور جور سے ملوک اور سلاطین حکمران بن گئے اور اس وقت بھی ایک خلیفہ کو مقرر کرنا مسلمانوں کی قدرت میں نہیں تھا، اس لیے مسلمانوں پر ایک خلیفہ مقرر کرنا واجب نہ رہا، علیٰ ہذا القیاس اب براعظم ایشیا اور افریقہ میں مسلمانوں کے انچاس ملک ہیں اور بیشتر ممالک کے درمیان بحری، برمی اور فضائی کوئی رابطہ نہیں ہے، اکثر ممالک اسلامیہ میں مغربی طرز کی جمہوری حکومت ہے، بعض ممالک میں ملوک اور سلاطین کی حکومت ہے اور بعض جگہ فوجی حکومت ہے اور اب مسلمانوں کی قدرت اور اختیار میں یہ نہیں ہے کہ دنیا میں ان تمام ممالک کے حکمرانوں کو معزول کر کے ان تمام ممالک اسلامیہ میں ایک حکومت قائم کر دیں اور کسی ایک ملک میں مرکزی خلافت بنا کر تمام ممالک کو اس ملک کے صوبے بنا دیں اور ان ممالک اسلامیہ کی ایک فوج ہو، ایک کرنسی ہو اور تمام ملکوں میں حکمرانوں کا تقرر خلیفہ کے حکم سے ہو اور تمام ملکوں میں اس ایک خلیفہ کا خطبہ پڑھا جائے ولا ینکف الله نفسا الاوسعها " اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی قوت اور طاقت سے زیادہ تکلف نہیں کرتا، اس لیے اب مسلمانوں پر خلیفہ کا مقرر کرنا واجب نہیں ہے اور دنیا کے جن جن علاقوں میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہیں، وہاں کے مسلمانوں پر غیر معصیت میں ان حکمرانوں کی اطاعت لازم ہے۔

امارت اور خلافت کے سلسلہ میں حرف آخر

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر صرف امیر کا مقرر کرنا واجب ہے اور اسلامی حکومت جہاں پر جس شکل میں بھی قائم ہے صحیح ہے اور مسلمانوں پر اپنے امیر کی اطاعت کرنا واجب ہے، ہاں اگر امیر خلافت شرع حکم دے تو اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی، البتہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک اسلامی بلاک بنائیں اور اسلامی ممالک کی ایک فیڈریشن قائم کر لیں اور اس کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہنا چاہیے اگر مسلمانوں کا ایک اسلامی بلاک بن گیا یا ایک فیڈریشن قائم ہو گئی تو یہ نظام خلافت اسلام کے قریب تر ہو گا۔

کتاب الامارۃ کے تحت ہم جن ضروری عنوانات پر بحث کرنا چاہتے تھے اور ان اچھے بڑے مسائل میں اسلام کے جن احکام اور ہدایات کو بیان کرنا چاہتے تھے، ان سب کو ہم نے اختصاراً بیان کر دیا ہے۔ قرآن اور سنت سے جو کچھ ہم نے سمجھا اس کو دیانت داری سے بلا خوف و تردد لائے پیش کر دیا ہے، اگر یہ حق تھا ہے تو اللہ کی جانب سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو یہ میری غلطی ہے اور میرے مطالعہ کا نقص ہے۔

اس حیرت کو کوشش کو قبول فرمایا، گناہوں کی فراوانی اور علم و عمل کی نہی و امنی کی وجہ سے میں اس لائق توبہ تھا کہ ان مضامین عالیہ کی تحقیق کے لیے تم دو قرآنوں کو پڑھو گناہ اور اس سلسلہ میں نکات علمیہ بیان کرنے کی جبارت کرتا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تیری قدرت کا عجیب سا مظہر ہے تو گندگی کے ڈھیر سے طیب و طاهر اور مسین و جمیل پھول پیدا کرتا ہے اور لڑائی کی ظلمتوں کا کوکھ سے نور نکال لانا ہے اور ایک بے قیمت صدف کے اندر گہر آبِ حار پیدا کر دیتا ہے الا اللہ میں میری کوتاہیوں، غلط کاریوں اور برائیوں کو معاف فرما، میرے گناہوں کو بیکبیروں سے بدل دے، میری، میرے والدین کی، میرے اساتذہ اور شاگرد کی، شرح صحیح مسلم کے تلامذین اور مسافین کی مغفرت فرما، دنیا برزخ اور آخرت میں جہنم صمیمت، ہر بلا اور ہر فذاب سے محفوظ رکھ اور دارین کی سادقوں اور کامرائوں کو ہمارا مقدر کر دے، اس کتاب کو توفیقاً باقی رکھ اور اس کی نفع رسانیوں کو تمام ذیلیئے اسلام میں عام کر دے۔ وَاخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، اَفْضَلِ الْاَنْبِیَاءِ وَالرَّسُلِیْنَ اُولِ الشَّافِعِیْنَ وَالْمَشْفِعِیْنَ وَعَلٰی اَوْلِیَّاصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیَّاتِهِمْ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِهِ وَعَدَمَاءِ صَلْتِهِ اَجْمَعِیْنَ۔

بَابُ الثَّاسِ تَبِعَ قُرَيْشٌ وَالْخِلاَفَةُ فِي قُرَيْشٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس اخلافت یا حکومت میں قریش کے تابع ہیں، مسلمان قرشی مسلمان کے تابع ہیں اور کافر قرشی کافروں کے تابع ہیں۔

۴۵۸۷۔ حَكَ تَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ مُسْلِمَةٌ بِنْتُ قَعْبٍ وَقَتَيْبَةُ بِنْتُ سَعِيدٍ قَالَا لِحَدِّثَنَا الْمُعَيْبِرِيُّ رَيْعَانِيَّانِ الْجَزَائِمِيُّ حَرَّحَةً تَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَمْرٌو وَالْقَافِدُ قَالَا لِحَدِّثَنَا سَفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ يَكْلَاهُمَا عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْزُبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثٍ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ رَوَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَمْرٌو رَوَى أَيْمَةَ النَّاسِ تَبِعَ قُرَيْشٌ فِي هَذَا الشَّانِ مُسْلِمُهُمْ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ لِكَافِرِهِمْ۔

۴۵۸۸۔ وَحَكَ تَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْثَدٍ حَدَّثَنَا عِنْدَ الزُّنَادِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَتَمٍ بْنِ مَنِيَةَ قَالَ هَذَا قَاعَةً تَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا حَدِيثًا مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث بیان کیں، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس اخلافت یا حکومت میں قریش کے تابع ہیں، مسلمان قرشی مسلمانوں کے تابع ہیں اور کافر قرشی کافروں

کے تابع ہیں۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ تَبِعُوا لِقَرَيْشٍ فِي هَذَا
الشَّانِ مُسْلِمُهُمْ تَبِعُوا لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبِعُوا
لِكَافِرِهِمْ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قریش کا پیروی کرتے
ہیں۔

۲۵۸۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ
الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ حُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا
أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ
تَبِعُوا لِقَرَيْشٍ.

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چیز (خلافت) ہمیشہ
قریش میں رہے گی، خواہ لوگوں میں سے صرف دو شخص رہ
جائیں۔

۲۵۹۰ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ
حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ ثَرِيدٍ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ هَذَا الْأَمْرُ فِي قَرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنَ
النَّاسِ اثْنَانِ.

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا آپ نے فرمایا یہ خلافت اس وقت تک ختم
نہیں ہوگی جب تک کہ بارہ خلیفہ پر سے نہ ہو جائیں
پھر آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا جو مجھ پر معنی رہا، میں نے اپنے والد
سے پوچھا آپ نے کیا فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا
آپ نے فرمایا ہے وہ سب قریش ہی سے ہوں گے۔

۲۵۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
جَرِيرٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
حَرَّ وَحَدَّثَنَا رِافِعُ بْنُ الْهَيْثَمِ الْوَأَسِطِيُّ
رَوَى اللَّفْظَ لَهُ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ
الطَّلْحَانِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ
قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِي عَلِيٍّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقُضُنِي
حَتَّى يَبْضُغَ فِيهِمَا اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً قَالَ ثُمَّ
تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي مَا
قَالَ قَالَ كَلِمَةٌ مِنْ قَرَيْشٍ.

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
ہوتے سنا ہے، خلافت اس وقت تک جاری رہے
گی جب تک کہ بارہ خلیفہ مکران رہیں گے پھر نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے کوئی بات کہی، میں نے اپنے

۲۵۹۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ
عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ أَمْرُ
النَّاسِ مَا ضِيًّا مَا وَلِيَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا ثُمَّ
تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَلِمَةٍ

جلد خامس

والد سے پرچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟
انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب
قریش سے ہوں گے۔

حضرت جابر بن سمیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں یہ نہیں ہے۔ یہ
حکومت ہمیشہ جاری رہے گی۔“

حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بارہ خلیفہ ہوتے
سیک اسلام غالب رہے گا، پھر آپ نے ایک کلمہ فرمایا جس
کو میں نہیں سمجھ سکا، میں نے اپنے والد سے پرچھا حضور
نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا آپ نے فرمایا سب
قریش سے ہوں گے۔“

حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بارہ خلیفہ پورے ہونے
سیک اسلام غالب رہے گا، پھر آپ نے کوئی بات کہی جس
کو میں نہیں سمجھ سکا میں نے اپنے والد سے کہا آپ
نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا آپ نے فرمایا وہ سب
قریش سے ہوں گے۔

حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں گیا، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور
خلیفہ پورے ہونے تک یہ دین غالب رہے گا،
پھر آپ نے کوئی کلمہ فرمایا جسے لوگوں نے مجھے سننے
نہیں دیا، میں نے اپنے والد سے پرچھا حضور نے
کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا آپ نے فرمایا کہ وہ سب
قریش سے ہوں گے۔

عمر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں

عَلَىٰ فَسَأَلْتُ أَبِي مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُّهُمْ مِنِّي
قُرَيْشٌ۔

۴۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
أَبُو عَوَانَةَ عَنْ يَمَالِ بْنِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ أَبِي النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ يُدْرِكُ إِذْ قَالَ أَبُو النَّبِيِّ مَا مِثْلُهَا۔
۴۵۹۴۔ حَدَّثَنَا هَذَا أَبُو بَرٍّ خَالِدِ بْنِ الرَّمْدِيِّ
حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَمَالِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ
سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ
الْإِسْلَامُ مَرُوحًا يَزِيلُ إِلَى الْخَيْ عَشْرَةَ خَلِيفَةً ثُمَّ قَالَ
كَلِمَةً لَمْ أَفْهَمْهَا فَقُلْتُ لِأَبِي مَا قَالَ فَقَالَ
كُلُّهُمْ مِنِّي قُرَيْشٌ۔

۴۵۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ
جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يَزَالُ هَذَا الْاِسْلَامُ مَرُوحًا يَزِيلُ إِلَى الْخَيْ عَشْرَةَ خَلِيفَةً
قَالَ ثُمَّ كَلِمَةً يَسْمَعُ لَمْ أَفْهَمْهَا فَقُلْتُ لِأَبِي مَا قَالَ
فَقَالَ كُلُّهُمْ مِنِّي قُرَيْشٌ۔

۴۵۹۶۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضِيُّ
حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رُيْحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنٍ حَدَّثَنَا
أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ التَّمُذُقِيُّ (وَاللَّغْظُ لَنَا) حَدَّثَنَا
أَبُو هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ
بْنِ سَمُرَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَمَعِيَ أَبِي فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لَا يَزَالُ هَذَا الْاِسْلَامُ
مَرُوحًا يَزِيلُ إِلَى الْخَيْ عَشْرَةَ خَلِيفَةً فَقَالَ كَلِمَةً
صَعِبْتِيهَا النَّاسُ فَقُلْتُ لِأَبِي مَا قَالَ قَالَ
كُلُّهُمْ مِنِّي قُرَيْشٌ۔

۴۵۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ

نے اپنے فہم نافع کے ساتھ حضرت جابر بن عمرو کے پاس خط رسالہ کیا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیجیں جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، انہوں نے میری طرف لکھا کہ جس کی شام کو جس دن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ قیامت تک یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا حتیٰ کہ مسلمانوں کے بارہ غلیفہ ہوں گے، اور وہ سب قریش سے ہوں گے اور میں نے آپ کو

یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت کسری یا آل کسری کے سفید عمل کو فتح کرے گی، اور میں نے آپ سے یہ سنا کہ قرب قیامت میں کذاب ظاہر ہوں گے ان سے بچنا، اور میں نے آپ سے یہ سنا کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو کوئی اچھی چیز دے تو پہلے اسے اپنے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اور میں نے آپ سے یہ سنا کہ میں تمہارا حوض پر پیش رو ہوں گا۔ عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرو عدوی کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی، موادہ تالیف انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے... پھر سب سابق حدیث بیان کی۔

أَبُو ثَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (رَوَاهُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ) عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ سَمَاءٍ رَعْنِ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى جَابِرِ بْنِ مُمَرَّةَ مَعْرُودًا مِّنْ نَّفَائِعِ أَنْ أَخْبِرَنِي بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكُتِبَ إِلَيَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جُمُعَةٍ عَشِيَّةً رُجِمَ إِلَّا سَلْبِي يَقُولُ لَا يَبْزَالُ إِلَيَّ يَوْمَ قَائِمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ يَكُونَ عَلَيْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ غَضِبْتُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَفْتَتِحُونَ الْبَيْتَ إِلَّا يَمُنَّ بَيْتَ كِسْرَى أَوْ آلِ كِسْرَى وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنْ بَيْنَ يَدَيْ السَّاعَةِ كَذَّابٌ بَيْنَ فَأَحَدٌ وَهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ إِذَا أَعْطَى اللَّهُ أَحَدًا كُرْخَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ وَ أَهْلِ بَيْتِهِ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ أَنَا الْفَرَطُ عَلَى الْحَوْضِ -

۴۵۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْثَدَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ عَنْ مُهَاجِرِ بْنِ سَمَاءٍ رَعْنِ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ سَمُرَةَ الْعَدَوِيِّ حَدَّثَنَا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَقَدْ كَرِهْتُ حَدِيثَ بَيْتِ حَاتِمٍ -

خلافت کے قریش کے ساتھ اختصاص پر مزید احادیث | اس حدیث کو امام مسلم کے علاوہ اور دیگر محدثین نے بھی اپنی اپنی اسانید سے

روایت کیا ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں | حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک قریش دین پر قائم رہیں گے یہ خلافت ان میں رہے گی، ان میں سے ایک شخص

عن معاذ بن عمرو قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان هذا الامر في قریش معاذ بن عمرو احد الاكابر

اس مضمون کی احادیث کو امام احمد نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے۔ لے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام طیبی، امام بن مبارک، امام طبرانی اور امام بخاری نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے الاثمتہ من قریش ما اذا حکموا فعدلوا۔ جب تک نیکی سے حکومت کریں قریش ہی حاکم ہونگے اور امام نسائی، امام ابو یعلیٰ اور امام بخاری نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان الملک فی قریش۔ ملک قریش میں ہوگا۔ امام احمد نے بھی ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام احمد نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے الاثمتہ من قریش کو روایت کیا ہے اس حدیث کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں، لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے، امام حاکم، اور امام طبرانی نے بھی ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو حضرت علی سے روایت کیا ہے۔ لے

خلافت کے قریش کے ساتھ اختصاص میں فقہاء کے نظریات | علامہ نوری لکھتے ہیں: ان احادیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ خلافت

قریش کے ساتھ مخصوص ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ تمام فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ خلیفہ ہونے کے لیے قریشی ہونا شرط ہے، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے اسی حدیث سے یوم سقیفہ میں انصار پر حجت قائم کی تھی اور کسی شخص نے اس کا انکار نہیں کیا، اس مسئلہ کو علماء نے مسائل اجماع سے شمار کیا ہے، اور اس کے خلاف علماء سلف سے کوئی قول اور فعل منقول نہیں ہے۔ نظام مستزلی، خوارج اور اہل بدعت نے یہ کہا ہے کہ غیر قریشی کو بھی خلیفہ بنانا جائز ہے ان لوگوں کا یہ قول باطل ہے اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ حیر اور شہر میں لوگ قریش کے تابع ہیں، اس سے یہ مراد ہے کہ اسلام اور جاہلیت میں لوگ قریش کے تابع ہیں، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں بھی قریش عرب کے سردار تھے اور کعبہ اور حج بیت اللہ کے متولی تھے اور عرب ان کے اسلام کے منتظر تھے جیسے ہی مکہ فتح ہوا اور قریش اسلام لائے تمام لوگوں نے اسلام میں ان کی پیروی کی اور فرج در فرج عرب اسلام میں داخل ہو گئے، اسی طرح اسلام میں بھی وہی عقلمند اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت تک یہی حکم رہے گا جب تک کہ قریش کے دو فرد بھی باقی ہوں۔ لے

بارہ خلفاء اور تیس سال تک خلافت کی احادیث کے تعارض کا جواب | اس باب کی حدیث نمبر ۴۹۱۵ میں ہے اس وقت تک

اسلام غالب رہے گا جب تک بارہ خلیفہ ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے، اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے خلاف بعض احادیث میں ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی اور تیس سال میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کو شامل کر کے صرف پانچ خلفاء ہونے تھے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵،

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن سفینۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت النبوة ثلاثون سنة ثم یشوق اللہ الملک من یشاء قال سعید قال لی سفینۃ امسک علیک ابابکر سنتین و عمر اعشر و عثمان اثنی عشر و علی کذا۔ سلہ

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت نبوت تیس سال سے گی، پھر اللہ تعالیٰ آپس کو چاہے گا ملک عطا کر دے گا حضرت سفینہ نے کہا حضرت ابوبکر کے دو سال شمار کرو اور حضرت عمر کے دس سال، حضرت عثمان کے بارہ سال اور حضرت علی کے اتنے سال (یعنی پانچ سال نو ماہ، اور چھ ماہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت رہی۔)

اس حدیث کو امام ترمذی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۳۷

الجواب ان احادیث میں تضاد نہیں ہے کیونکہ جن احادیث میں بارہ خلفاء تک اسلام کے خلیفہ اور خلافت قائم رہے گا ذکر ہے ان میں مطلقاً خلافت کا ذکر ہے عام اذیٰ کہ وہ خلافت علی منہاج النبیؐ ہو یا ایسی خلافت تو نہ ہو مگر اس خلافت میں خلیفہ اسلام ہو اور جن احادیث میں تیس سال تک خلافت کا ذکر ہے ان میں خلافت نبوت تک انھیں ہے، جیسا کہ ہم جامع ترمذی، سنن ابو داؤد اور مسند احمد کے حوالوں سے ذکر کر چکے ہیں۔

بارہ خلفاء کی تفصیل اور تعیین امام مسلم اور دیگر اللہ حدیث نے اسانید صحیحہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ جب ایک بارہ خلیفہ ہوں گے اس وقت تک اسلام کو خلیفہ رہے گا، ان بارہ خلفاء سے

کرن سے خلفاء مراد ہیں اس کی تفصیل اور تعیین میں علامہ ابن حجر بیہقی لکھتے ہیں:

ان بارہ خلفاء سے وہ خلفاء مراد ہیں جن کے عہد خلافت میں اسلام کو قوت اور شوکت حاصل رہی اور مسلمان متحد رہے اور مجتمع رہے، اور اجتماع سے مراد ہے کہ ان کی سمیت لگتی اور ان کی حکومت تسلیم کی گئی، وہ بارہ خلفاء یہ ہیں:

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، یزید بن معاویہؓ، عبدالملک بن مروانؓ، ولید بن عبدالملکؓ، سلمان بن عبدالملکؓ، محمد بن عبدالنورؓ، یزید بن عبدالملکؓ، اور ولید بن یزید بن عبدالملکؓ۔

ولید بن یزید بن عبدالملک نے چار سال حکومت کی پھر اس کو قتل کر دیا گیا، اس کے بعد قتلے برابراہ سے اور امت میں خلفاء رہے اور ولید بن یزید کے بعد کسی ایک خلیفہ پر آج تک چوری امت متفق نہیں ہو سکی، کیونکہ خواہمیر کے باقی افراد کی طرف سے قتلے شروع ہو گئے تھے اور انہوں میں عباسیوں کے خلاف مروانوں نے خلیفہ حاصل کر لیا تھا حتیٰ کہ خلافت کا نام باقی رہ گیا تھا، جبکہ پہلے مشرق، مغرب شمال جنوب ہر طرف مسلمانوں کا خلیفہ تھا اور خلیفہ کی اجازت کے بغیر کسی خلیفہ کا کوئی حاکم نہیں ہو سکتا تھا اور سب جگہ خطبات میں ایک ہی خلیفہ کا نام دیا جاتا تھا۔

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۲، مطبوعہ مکتبہ بینات پاکستان لاہور۔ ۱۳۰۵ھ

۲۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۳، مطبوعہ نور محمد کازمانہ تجارت کتب کراچی۔

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

بارہ خلفاء کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ بارہ خلفاء سے ایسے خلفاء مراد ہیں جو نیک مسلمان اور عادل تھے اور جن کی انصاف پر عمل کرتے تھے اگرچہ یہ خلفاء متصل اور متوالی نہیں تھے اور ان کے درمیان فترت اور انقطاع آتا رہا یہ بارہ خلفاء تمام مدت اسلام میں پورے ہوں گے، اس صورت میں ان کی تفصیل یہ ہوگی، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن الزبیر، عمر بن عبدالعزیز، مہدی عباسی، طاہر عباسی اور دو خلیفہ منتظر ہیں ان میں سے ایک مہدی ہیں جن کا اہل بیت سے ظہور ہوگا۔ ۱۷

بعض لوگ علامہ ابن حجر مکی کی تفصیل اور تبیین پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی نے بارہ خلفاء میں یزید بن معاویہ کو بھی شامل کیا ہے اور بعض فانی شیبہ کہتے ہیں کہ سنیوں کے بارہ اماموں میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہیں لیکن اس پر غور نہیں کرتے کہ علامہ ابن حجر مکی نے خلفاء حق میں یزید بن معاویہ کو شامل نہیں کیا بلکہ ان خلفاء میں یزید کو شامل کیا ہے جن کی حکومت بالعموم تسلیم کی گئی اور ان کا بیعت کر لی گئی اور ان کے عہد میں اسلام اور مسلمانوں کو فتنہ حاصل رہا۔ غلامانہ خلفاء نیک ہوں یا بد۔

بارہ خلفاء سے زیادہ خلفاء کی توجیہات | علامہ نووی کہتے ہیں اس حدیث میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے حالانکہ اب تک (یعنی علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ کے زمانہ تک) بارہ

سے زیادہ حکمران گزر چکے ہیں۔ قاضی عیاض مالکی نے کہا یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف بارہ خلفاء ہوں گے، آپ نے بارہ خلفاء کا ذکر کیا اور یہ عدد پورا ہو گیا اور اس سے زیادہ خلفاء کا ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ بارہ خلفاء سے حکمران مراد نہیں ہیں، حتیٰ کہ یہ اعتراض وارد ہوا بلکہ خلفاء سے مراد مستحقین خلافت ہیں جو عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کریں ایسے کچھ خلفاء تو گزر گئے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ وقوع قیامت سے پہلے گزر جائیں گے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوا اور باقی اس کے متہین تھے کیونکہ ۲۳۰ھ کے بعد اندلس میں تین حکمران ہوئے اور ہر ایک کا لقب خلیفہ تھا اور اسی زمانہ میں مصر میں ایک اور شخص خلیفہ تھا اور اسی وقت بغداد میں جماعت عباسیہ کا خلیفہ ایک اور شخص تھا، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، عنقریب بکثرت خلفاء ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا پھر آپ میں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو پہلا خلیفہ ہو اس کی بیعت کرو، چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ بارہ خلفاء تک اسلام غالب رہے گا۔ اس طلب سے مراد یہ ہے کہ جس خلیفہ کی بیعت پر تمام مسلمان متحد ہوں جیسا کہ سنن ابو داؤد میں ہے امت ان پر مجتمع ہوگی، اور یزید بن ولید سے پہلے ایسے بارہ حکمران گزر گئے جن پر تمام مسلمان متفق تھے حتیٰ کہ یزید بن ولید کے زمانہ میں بنو امیہ کی ہوا اکثر گئی اور بنو عباس نے ان کے خلاف خروج کیا، اور اس حدیث کی اور توجیہات بھی ممکن ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد تھی اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کرے۔ ۱۸

۱۷۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقة ص ۲۱، ۲۰، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر

۱۸۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵

۱۹۔ حاتم ابن حجر ہیتمی مکی نے بھی یہی جواب اختیار کیا ہے اور اس کا مفاد یہ ہے ولید بن یزید بن عبدالملک متوفی ۱۲۶ھ کے بعد خلافت

نہیں رہی اور جو خلفاء کے نام سے مکتوب تھے وہ ان کے نام سے مکتوب تھے۔ سیدنا غفرلہ

marfat.com

جلد خامس

حافظ ابن جریر مستقانی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ ٹھیک ہے کہ امام تک بارہ سے بہت زیادہ خلفاء اور کچے ہیں لیکن ان حکمرانوں میں غلیظہ کا صرف نام تھا یہ حقیقت میں غلیظہ نہیں تھے اور حدیث میں جو ہے خلافت قریش میں ہوگی یہ خبر نہیں ہے حکم ہے، یعنی غلیظہ کو قریش میں سے ہونا چاہیے ورنہ بہت سے ملکوں میں غیر قریشی حکمران رہے ہیں اور جو غیر قریشی غلیظہ سے حکمران بن گئے وہ بھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ غلیظہ قریشی ہونا چاہیے۔ ۱۷

غیر قریشی خلفاء کی توجیہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلافت قریش میں ہوگی، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ علامہ عینی اس جواب کو مسترد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ لوگ صرف نام کے غلیظہ تھے ارباب مل و عقدر نہ تھے، اور اگر ان کو غلیظہ مان بھی لیا جائے تو ایک زمانہ میں متعدد خلفاء کا ہونا لازم آئے گا، حالانکہ ایک زمانہ میں صرف ایک غلیظہ ہی ہو سکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امام کی بیعت کرنے اور اس کی بیعت پروری کرنے کا حکم دیا ہے اور جو شخص اس کی خلافت کے خلاف خروج کرے اسے قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اور امام احمد، امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر ملکیت ہو جائے گی اور ایک روایت میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک ملے گا دس کا اور ایسا ہی ہوا، کیونکہ خلفاء اربعہ اور حضرت حسن کی خلافت کو دس سال پورے ہو گئے۔ ۱۸

علامہ عینی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے وہ خلافت راشدہ ہے اور بعد میں جو مسلمان حکمران آتے رہے ہر چند کہ ان میں غیر قریشی بھی تھے لیکن وہ صرف نام کے خلفاء تھے حقیقی خلفاء نہ تھے وہ قدرت ملک اور سلطین تھے۔

قریش کے ساتھ خلافت کے اختصاص کی حکمت اور بحدت و نظر | علامہ ابن عابدون نے لکھا ہے

قریشی ہونے کا شرط لگانے کی ایک وجہ تو آپ کے نسب کے ساتھ نسبت قائم کرنا اور اس سے برکت حاصل کرنا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قبیلہ قریش اس وقت تمام قبائل پر فوقیت رکھتا تھا اور عرب کے تمام قبائل اس کی برتری تسلیم کرتے تھے، اگر کسی اور قبیلہ کا فرد غلیظہ ہوتا تو اس کو وہ زور و طاقت حاصل نہ ہوتی جو قریش کو حاصل ہو سکتی تھی۔ علامہ ابن عابدون نے کہا ہے کہ اسلام کے احکام قیامت تک کے لیے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر زمانہ میں قریش کے خاندان ہی کو برتری اور مصیبت کی قوت حاصل رہے اس لیے اگر کسی زمانہ میں کسی اور خاندان کی مصیبت غالب اور لوگوں کی اکثریت اس خاندان کی حمایت کرتی ہو تو اس زمانہ میں اس خاندان کے فرد کو غلیظہ اور امام بنانا جائز ہوگا۔ قاضی البرکہ بخاری نے بھی امامت کے لیے قریشیت کو شرط قرار نہیں دیا کیونکہ ان کے زمانہ میں قریشی مصیبت

۱۷۔ حافظ شہاب الدین احمد بن مسلم ابن جریر مستقانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۷، مطبوعہ دار الفکر، کتاب الاسلامیہ، ص ۱۰۱

۱۸۔ علامہ عبد اللہ بن محمد بن احمد بن عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۲ ص ۷۲، مطبوعہ دار الفکر، العیون، ص ۱۳۴۸

مَنْ مَخَّرَ خَلِيفَةً قَبْلِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَقَرَّبْتُ أَيْمَانَ حَبِيبٍ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيفَةَ خَلِيفَةٍ -

کی جس سے نہ مجھے کوئی مذاب ہو اور نہ ثواب ہو اگر میں غلیفہ بناؤں تو جو مجھ سے بہتر ہے (یعنی حضرت ابوبکر) انھوں نے غلیفہ بنایا تھا اور اگر میں تم کو اسی حال پر چھوڑ دوں تو جو مجھ سے بہتر ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) انھوں نے کسی کو غلیفہ نہیں بنایا تھا حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا جب حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو میں نے جان لیا کہ آپ کسی کو غلیفہ نہیں بنا سکیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے پاس گیا حضرت حفصہ نے کہا کیا تم کلمہ ہے کہ نہ بار سے والد کسی کو غلیفہ نہیں بنا رہے ہیں نے کہا وہ ایسا نہیں کریں گے، حضرت حفصہ نے کہا وہ ایسا ہی کریں گے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے تم کھائی کہ میں ان سے اس مسئلہ میں بات کروں گا، پھر میں نامکش ہو گیا حتیٰ کہ بیچ ہو گیا اور میں نے ان سے اس معاملہ میں بات نہیں کی، اور تم کھانے کے سبب مجھے بول گھا تھا جیسے میں نے اپنے لہو پر پیراٹھا یا ہوا ہو، آخر کار میں حضرت عمر کے پاس گیا انھوں نے مجھ سے لوگوں کا حال دریافت کیا، میں نے آپ کو حالات سے باخبر کیا، پھر میں نے ان سے کہا میں نے لوگوں سے ایک بات سنی تھی اور وہ نہ کہ میں نے تم کھائی کہ میں آپ سے اس کو فرور بیان کروں گا، لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کسی کو غلیفہ نہیں بنا سکیں گے، اور بات یہ ہے کہ اگر آپ کے اونٹوں یا بکریوں کو کوئی چرواہا ہو اور وہ ان اونٹوں یا بکریوں کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا آئے تو آپ یہی کہیں گے کہ اس نے ان اونٹوں یا بکریوں کو ضائع کر دیا ہے سو لوگوں کی گجائی زیادہ اہم ہے، حضرت عمر نے میری اس راہ سے کہ موافقت کی کچھ دیر تک سر جوکھے رہے، پھر میری طرف سر اٹھا کر فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل آج دین کی حفاظت دے گا، اور اگر میں نے کسی کو غلیفہ نہیں

۴۶۰۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عَمْرٍو وَوَيْهَدُ بْنُ سَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَآلْفَاظُهُمْ مُتَّفَعًا بِهَذَا قَالَ إِسْحَاقُ وَعَبْدُ الْمُخْبِرُ قَالَ وَقَالَ الْأَخْرَجُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنَا سَالِمٌ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَتْ أَعْلِمْتِ أَنَّ أَبَاكَ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ قَالَ قُلْتُ مَا كَانَ لِيَعْقَلَ قَالَتْ إِنَّهُ فَاعِلٌ قَالَ فَحَلَفْتُ أَنِّي أُمَلِّمُهُ فِي ذَلِكَ فَسَكَتَ حَتَّى غَدَوْتُ وَكَلَّمَا كَلَّمُهُ قَالَ كُنْتُ تَأْتِيهِمْ أَجْمِلُ بِيَمِينِي حَيْثُ كُنْتُ وَرَبِعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَمَسَّ كَتِفِي عَنْ حَالِ النَّاسِ وَأَنَا أُخْبِرُ قَالَ لَمْ قُلْتُ لِمَا إِنِّي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ مَقَالَةً قَالَتْ لَيْتَ أَنْ أَقُولَ لَهَا لَكَ دَعَمُوا لَكَ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ وَإِنَّهُ لَوْ كَانَ لِلَّهِ سَاحِيٌّ أَيْلٍ أَوْ سَاحِيٌّ عَلِمَهُ ثُمَّ جَاءَهُ لَهُ وَتَرَكَهَا أَيَّتُهَا أَنْ حَدَّثْتَنِي قَرِيبًا سَمِعْتُ النَّاسَ أَشَدُّ قَالَ قَوْلًا قَفَا كَوْلِي كَوْضَعَهُ كَأَسْمَاءَ سَاعَةً ثُمَّ رَفَعَهُ إِلَى فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَحْفَظُ دِينَهُ وَإِنِّي لَأَشْفَى لَأَسْتَخْلِفُ حَقَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفُ وَإِنْ أَسْتَخْلِفُ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَدْ أَسْتَخْلَفَ قَالَ قَوْلًا لَيْتَ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ لَعَلَّمْتِ أَنَّ لَمْ يَكُنْ لِيَعْدِلَ بِرَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا وَأَنَا
غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ -

بنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا
تھا، اور اگر میں نے کسی کو خلیفہ بنا دیا تو حضرت ابو بکر رضی
اللہ عنہ خلیفہ بنا چکے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا سبب
حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو میں نے جان لیا کہ وہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور
کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔

خلیفہ مقرر کرنے کے متعلق مذاہب اور تحقیق مجتہدین

علامہ یحییٰ بن کثیر نے نووی لکھتے ہیں: اس

باب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب
خلیفہ وقت قریب المرگ ہو تو اس کے لیے اپنا خلیفہ بنانا اور نہ بنانا دونوں امر جائز ہیں، اگر وہ خلیفہ نہ بنائے تو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہو گا اور اگر خلیفہ بنائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل ہو گا، اگر خلیفہ کسی کو خلیفہ نہ
بنائے تو ارباب عدل و عقد اور شورائی کے انتخاب سے خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے، اس پر بھی اجماع ہے کہ مسلمانوں پر خلیفہ
کا مقرر کرنا واجب ہے اور یہ وجوب شرعی ہے عقلی نہیں ہے، امام احمد نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، وہ کہتے
ہیں کہ خلیفہ کا مقرر کرنا واجب نہیں ہے، اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ وجوب عقلی ہے شرعی نہیں ہے، امام احمد کی
دلیل یہ ہے کہ جب صحابہ سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے تو اس وقت کوئی خلیفہ نہیں تھا اسی طرح جب شوری امتحان
میں مشغول تھی اس وقت بھی کوئی خلیفہ نہیں تھا، لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اس وقت خلیفہ کو منتخب کرنے
کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اس کا وجوب عقلی نہیں ہے، کیونکہ عقل کسی چیز کو واجب نہیں کرتی، اس لیے اس کا
وجوب شرعی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا، اور رافضیوں کا یہ
ادعا باطل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو خلیفہ مقرر کیا تھا، اس طرح بعض نے حضرت عباس اور
بعض نے حضرت ابو بکر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا دعویٰ کیا، لیکن یہ تمام دعویٰ باطل ہیں، کیونکہ ان حلقوں
میں سے کسی نے بھی اپنے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا دعویٰ نہیں کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے خلیفہ نہ بنانے کے متعلق حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت ابو بکر سب متفق ہیں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے،
علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ خلیفہ بنانے کے وجوب پر سب کا اجماع ہے اور یہ وجوب شرعی ہے، اگر علیہ سے
ان کا مراد امیر ہے تو یہ صحیح ہے، دلائل شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ مسلمان جس خطہ زمین پر بھی ہوں ان کا ایک امیر
ہو اور وہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک امیر ہو تو یہ چیز کسی
دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ ۱۳۲۰ کے بعد سے لے کر اب تک تمام امت مسلمہ وصیت

پر مجتمع ہری برادر یہ عین فضالت ہے اقسام امت صحیبت اور گراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، کتاب الامارۃ کے مقدمہ میں ہم اس پر مفصل بحث کہ چکے ہیں۔

شورعی مقرر کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف | علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی، حضرت عثمان،

حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم پر مشتمل شورعی بنائی تھی، اور فرمایا ان کو ہمارے گھر میں تین دن تک رکھو، اگر یہ کسی ایک شخص پر مشفق ہو جائیں تو ذہبا و دینہ ان کا گزریں اگر دینا۔ اور اگر حضرت ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو میں ان کو غلیفہ بنا دیتا اور اگر میرا رب مجھ سے ان کے متعلق سوال کرتا تو میں کہتا میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں اور اگر ابو عبیدہ کے مولیٰ سالم زندہ ہوتے تو ان کو امیر بنا دیتا اور اگر میرا رب ان کے متعلق سوال کرتا تو میں کہتا میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سالم کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سالم اللہ تعالیٰ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اگر اس کو اللہ کا خوف نہ ہوتا تو پھر بھی اس کی نافرمانی نہ کرتا، حضرت عمر سے کہا گیا کہ آپ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو غلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے، وہ اسلام میں بسبقت اور دین کی قدمت اور خواتین فضیلت کی وجہ سے اس منصب کے اہل ہیں، حضرت عمر نے فرمایا اکل خطاب کے لیے یہ کافی ہے کہ اس امت کے معاملات کے متعلق ان کے خاندان کے صرف ایک شخص سے سوال کیا جائے اور میری طرف سے یہ خواہش ہے کہ اس خلافت کا بدلہ برابر برابر ہو جائے نہ مجھے ثواب ہو نہ عذاب، لوگ حضرت عمر کے پاس سے چلے گئے پھر دوبارہ آئے اہل کتب لگے اسے امیر المؤمنین کا پیش آپ کی شخص کے متعلق وصیت کر دیتے، حضرت عمر نے کہا میں نے بعد میں یہ سوچا تھا کہ ان کو امیر بنا دوں، حضرت عمر کا اشارہ حضرت علی کی طرف تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ میں زندگی میں تو تھا اور پھر اٹھاتا رہا اب مرنے کے بعد اس کو جوہر کو نہ اٹھاؤں، سو تم اس جماعت کو لازم رکھو جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ اہل جنت ہیں، سعید بن زید بھی اہل جنت میں سے ہے، لیکن میں نے ان چہرہ میں ان کو داخل نہیں کیا وہ چہرہ یہ ہیں علی اور عثمان یہ بنو عبدمناف، بنو عبدالمطلب، بنو عبدالمطلب اور سعد بن ابی وقاص یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں، زبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں اور طلحہ اچھے انسان ہیں تم ان میں سے کسی ایک شخص کو اختیار کر لو۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر بائع شخص ایک پر مشفق ہو جائیں اور ایک اختلاف کرے تو اس کی گردن اڑا دو اور اگر چار ایک شخص پر مشفق ہو جائیں اور دو اختلاف کریں تو ان دونوں کو گزریں اڑا دو اور اگر تین کی رائے ایک طرت ہو اور تین کی رائے دوسری طرف ہو تو ان کے درمیان عبدالمطلب بن عمر کو حکم بنا لینا اور اگر وہ عبد اللہ پر راضی نہ ہوں تو اس کو وہ ترجیح دی جائے گی جس میں عبدالرحمن بن عوف ہوں۔ لہ

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں غلیفہ نہیں بنایا اب اگر یہ سوال ہو کہ پھر حضرت ابو بکر نے غلیفہ کیوں بنایا اور حضور کی اقتداء کیوں نہیں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے نزدیک خلافت کے تمام اوصاف حضرت عمر میں مجتمع تھے اس لیے انھوں نے حضرت عمر کو غلیفہ بنا دیا اور اگر اس پر یہ اعتراض ہو

لہ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف درستانی آبی مالکی صوفی ۲۲۸ حوالہ احوال اہل العلم ج ۵ ص ۱۶۴ ملخصہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی خلافت کے تمام اوصاف حضرت ابوبکر میں تھے پھر آپ نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ کیوں نہیں بنایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا جائے گا اس لیے آپ نے اپنے علم پر اکتفاء کی۔ لہ

مصنف کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ اس لیے مقرر نہیں کیا تاکہ خلیفہ بنانا لازم نہ ہو بلکہ نیز آپ نے خلیفہ کے تقرر کو امت کے اجتہاد اور اس کی صواب و عیب پر چھوڑ دیا تاکہ جس زمانہ میں جیسے حالات ہوں اس کے مطابق حکومت بنائی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں حکومت بنانے کا کوئی ایک طریقہ مقرر نہیں ہے اور مختلف طریقوں سے حکومتیں بنائی جاتی رہیں اور یہ سب اسلامی حکومتیں تھیں۔

علامہ ابی نکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر نے شوریٰ بنا دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداد کیسے ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداد کسی ایک شخص کو خلیفہ نہ بنانے میں ہے۔

شوریٰ کے عمل کی کیفیت
حضرت عمر کی تجہیز و تکفین کے بعد انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا، اور دونوں تک اس پر بحث ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا، آخر تیسرے دن حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ وصیت کے مطابق خلافت چھ آدمیوں میں دائر ہے لیکن اس کو تین شخصوں میں محدود کر دینا چاہیے اور جو اپنے خیال میں جس کو مستحق سمجھتا ہو اس کا نام لے، حضرت زبیر نے حضرت علی کا نام لیا، حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کا اور حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کا نام لیا، حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں، اس لیے اب یہ معاملہ صرف دو آدمیوں میں منحصر ہے، ان دونوں میں سے جو کتاب اللہ، سنت رسول اور سنت صحیحین کی پابندی کا عہد کرے گا اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی، پھر حضرت عبدالرحمان بن عوف نے ان دونوں صاحبوں سے کہا آپ دونوں یہ معاملہ میرے سپرد کر دیں، بعد میں حضرت عبدالرحمن بن عوف نے مسجد میں ایک مؤثر تقریر کی اور حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کے بعد حضرت علی نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی اور پھر تمام حاضرین نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی۔

امارت کو طلب کرنے کی نعمت

حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اسے عبدالرحمن امارت کا سوال نہ کرنا کیونکہ اگر تم کو سوال کے بعد امارت ملی تو تم اس کے سپرد کر دے جاؤ گے یہی تمہارے ساتھ تائید خدا و مدد نہیں ہوگی اور اگر تمہیں سوال کے بغیر امارت ملی تو تمہاری (مخائب اللہ)

بَابُ النَّهْيِ عَنِ طَلْبِ الْإِمَارَةِ وَالْحَرَمِ عَلَيْهَا

۴۶۰۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَابْنُ حَزْنٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَمْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِن أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وَكِلْتَا إِلَيْهَا وَإِن أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعْطِيتَ

۱۔ علامہ ابوبکر محمد بن غلام و شتانی ابی مالکی سنوی ۸۶۸ھ میں لکھنؤ میں ۱۹۸۰ء بطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

عَلَيْهَا - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يُونُسَ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَبِيبٍ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْبُ بْنُ يُونُسَ وَمَنْصُورُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا حَقًّا وَبْنُ تَائِبٍ عَنْ سَمَاعٍ بْنِ عَطِيَّةَ وَيُونُسَ بْنِ عَبْدِ وَهَّابٍ وَهَشَامُ بْنُ حَسَّانَ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلِ حَدِيثِ جَبْرِ -

۴۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحَمَّادُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِي فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا دَلَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَجَلَّ وَقَالَ الْأَخْضَرُ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّا وَاللَّهِ لَا نُؤْتِي عَلَى هَذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ وَلَا أَحَدًا آخَرَ عَنْ عَلِيٍّ -

۴۶۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَحَمَّادُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَذَا لِي مِنْ حَاتِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدَةَ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ أَحَدُهُمَا عَمْرُؤُ يَمِينِيُّ وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِ بْنِ فَيْلَةَ هَذَا سَأَلَ الْعَمَلُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَمْرُؤُ اللَّهُ مِنْ قَائِسٍ قَالَ فَقُلْتُ وَاللَّهِ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَكَلَعَا إِنِّي عَلَى مَا لِي أَنفُسُهُمَا وَمَا أَحْرَسَتْ أَنْهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ قَالَ وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكَمُ تَحْتَ شَعْبَتِهِ وَقَدْ

مدد کی جائے گی۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ تین مختلف سندوں کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عمرو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو عمر ادنیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دو میں سے ایک نے کہا: یا رسول اللہ! اشرار اشرقتے نے جو ملک آپ کو دیے ہیں آپ ان میں سے کسی ملک کی حکومت ہم کو عطا کیجئے اور دوسرے نے بھی ایسا ہی کہا، آپ نے فرمایا: بخدا ہم کسی ایسے شخص کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرے گا اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے جو اس کی عرض کرے گا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو اشعری شخصوں کے ساتھ حاضر ہوا، ایک میری دائیں جانب تھا اور دوسرا میری بائیں جانب تھا، ان دونوں نے کسی منصب کا سوال کیا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سراک کر رہے تھے آپ نے فرمایا: اے ابو موسیٰ تم کیا کہتے ہو یا آپ نے اسے عبدالرحمن بن قیس فرمایا، میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے ان دونوں نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ ان کے دل میں کیا ہے؟ اور نہ مجھے یہ پتا تھا کہ یہ منصب کا سوال کریں گے، حضرت ابو موسیٰ اشعری نے کہا: گویا کہ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کے ہونٹوں کے نیچے سرسک سے جو گھیس چلی تھی، آپ نے فرمایا جو

قَلَصْتُ فَقَالَ لَنْ اُوَلَا لَسْتَ عَمِلَ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ
 اَرَادَهُ وَا لَكِنْ اُدْهَبْ اَنْتَ يَا اَبَا مُوسٰى
 اَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بِنَ قَيْسٍ فَبَعَثَهُ عَلٰى الْيَمَنِ
 ثُمَّ اَتْبَعَهُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فَلَمَّا قَدِمَ
 عَلَيْهِ قَالَ اَنْزِلْ وَا كُنْ لَنَا وِسَادَةً وَاِذَا
 رَجُلٌ عِنْدَهُ مُوْتَقٍ قَالَ مَا هَذَا قَالَ
 هَذَا كَانَ يَهُودِيًّا فَاَسْلَمَ ثُمَّ رَاجَعَ
 دِيْنَهُ دِيْنَ الشُّوْبِ فَتَهَوَّدَ قَالَ لَا اَجْلِسُ
 حَتّٰى يُقْتَلَ قَضَاءُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَقَالَ
 اَجْلِسْ نَعَمْ قَالَ لَا اَجْلِسُ حَتّٰى يُقْتَلَ
 قَضَاءُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثَلَاثَ مَرَاتٍ فَاَمَرَ
 بِهٖ فُقِيْلَ ثُمَّ تَدَا كَرَّ الْقِيَامَ مِنَ اللَّيْلِ
 فَقَالَ اَحَدُهُمَا مُعَاذُ اَمَّا اَنَا فَاَنَا مَرُّ
 وَا قَوْمٌ وَا رَاجُوا فِى نَوْمَتِي مَا اَرَا جُؤَا
 فِى قَوْمَتِي -

شخص منصب کا سوال کرے گا ہم اس کو ہرگز منصب پر فائز
 نہیں کریں گے، لیکن اسے ابو موسیٰ یا فرمایا اسے عبد اللہ
 بن قیس تم میں جاؤ، اور ان کو یمن بھیج دیا۔ اور پھر ان کے
 پیچھے حضرت معاذ بن جبل کو بھیج دیا، جب حضرت معاذ
 بن جبل وہاں پہنچے تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا آئیے اور ان
 کے لیے ایک گدھا بچھا دیا، وہاں اس وقت ایک شخص
 رسیوں سے بندھا ہوا تھا، حضرت معاذ نے پوچھا یہ
 کون ہے؟ حضرت ابو موسیٰ نے کہا یہ ایک یہودی ہے
 یہ مسلمان ہو گیا تھا اور پھر اپنے بڑے دین کی طرف
 لوٹ گیا اور یہودی ہو گیا، حضرت معاذ نے کہا میں اس
 وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اللہ اور اس کے رسول
 کے فیصلہ کے مطابق اس کو قتل نہ کر دیا جائے، حضرت
 ابو موسیٰ نے کہا ہم اس کو قتل کرتے ہیں آپ بیٹھئے،
 حضرت معاذ نے کہا میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا
 جب تک اس شخص کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ
 وسلم کے فیصلہ کے مطابق قتل نہیں کر دیا جائے گا، تین
 مرتبہ یہی مکالمہ ہوا، بالآخر اس شخص کو قتل کر دیا گیا، پھر
 ان دونوں میں رات کے قیام کے متعلق گفتگو ہونے لگی،
 حضرت معاذ نے کہا میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں
 اور میں اپنے قیام میں جس اجر کی امید رکھتا ہوں اسی اجر
 کا میں اپنی نیند میں بھی توقع رکھتا ہوں۔

طلب منصب کی تحقیق | علامہ نوری کہتے ہیں کہ طالب منصب کو منصب نہ دینے میں یہ حکمت ہے کہ طالب منصب
 کے ساتھ اللہ کی توفیق اور تائید شامل نہیں ہوتی۔ یعنی لوگ کہتے ہیں کہ منصب کو

طلب کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے اپنے لیے حکومت کا عہدہ طلب کیا تھا۔
 قرآن مجید میں ہے:

قال اجعلني على خزائن الارض انى
 حفيظ عليه - (يوسف ٥٥)

حضرت یوسف نے (عزیز مصر سے) کہا ملک
 کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے، میں حفاظت کرتے

دلائل بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ مشرعییت سابقہ ہے، اور مشرعییت سابقہ کے جو احکام ہماری مشرعییت کے خلاف ہوں وہ ہم پر عجت نہیں ہوتے، ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوچنا! ہم اس شخص کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کو طلب کرے گا اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے جو اس کی حسی کرے گا۔ جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۴۶۰۲ میں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کا تقویٰ قلبی اور یقینی ہوتا ہے، نبی کو وحی کی تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے افعال کے متعلق اللہ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں جبکہ عام آدمی کا تقویٰ قلبی اور یقینی نہیں ہوتا اور نبی کی تقویٰ کو تقویٰ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا جو ان کو وحی سے حاصل ہوئی اور عام آدمی کے حق میں یہ مقصور نہیں ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی منصب کا اہل نہ ہو تو جو شخص اہل ہو اس کا محض خدمت کے لیے منصب کو طلب کرنا ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔ ہمیں اس مقدمہ کی صحت سے انکار نہیں ہے، لیکن جو چیز ضرورت کی بنا پر جائز کی گئی ہو اس کو منہ ضرورت کی حد تک محدود رکھنا صحیح ہے اس کو عام رواج اور معمول بنالینا صحیح نہیں ہے۔ شفاً جب کوئی حلال چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو تو ضرورت کی بنا پر شہاب اور خنزیر کی محبت سابقہ ہوجاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص ضرورت کے حوالے سے خنزیر اور شہاب کو کھانے پینے کا عام معمول بنانے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا | پاکستان میں انتخاب کے موقع پر ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت ایسے کوئی سنگ کرتے ہیں اور مخالف امیدوار کی کراؤنگری کرتے ہیں، اور اس سلسلے میں فیصحت، افتراء اور تہمت کی تمام حدود کو پھیلائی جاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے۔ اور ہر امیدوار کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ضرورت کی بنا پر کھڑا ہوا ہے بلا مشر باطل ہے، کیونکہ ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ چونکہ اور کوئی اہل نہیں تھا اس لیے یہ سب امیدوار کھڑے ہو گئے ہیں!

امیدوار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج | درحقیقت پاکستان کے آئین میں طلبہ منصب کی اجازت دینا ہی غیر اسلامی دفعہ ہے، جو امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں انھیں امیدواروں میں سے صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ اور دیگر وزراء کا انتخاب ہوتا ہے اور یہی امیدوار اسمبلی میں جا کر کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں کھ کے سربراہ اور دیگر مشوروں پر مشتمل اسلامی نظر بانی کونسل اتفاق رائے سے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتی ہے لیکن وہ اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک کہ قومی اسمبلی اس کو منظور نہ کرے اور قومی اسمبلی کے ممبروں کے لیے، اسلامی علوم یا مروجہ علوم میں سے کسی علم کی کوئی شرط نہیں ہے، ایسی اور تقویٰ کی

سیاسی تجربہ اور سمجھ بوجھ کی بھی کوئی شرط نہیں ہے، دفتر میں لکڑی بھرتی ہوتے کے لیے بھی کم از کم میرٹ کی پاس ہونے کی شرط ہوتی ہے، بس چلانے والے ڈرائیور کے لیے بھی تجربہ کی شرط ہوتی ہے لیکن اس ملک کو چلانے کے لیے امیدواروں کے لیے علم اور تجربہ کی کوئی شرط نہیں ہے، ہر فاسق و فاجر، جاہل اور ناتجربہ کار شخص خواہ مرد ہو یا عورت انتخاب کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے اور پیر اور اثر و رسوخ کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ یا کسی بھی محکمہ کا وزیر بن سکتا ہے اور وہ علم، تجربہ اور اچھے کردار کے بغیر بھی اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ سفارشات کو مسترد کر سکتا ہے اور کسی بھی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

اس باب کی احادیث میں قتل مرتد کا بھی ذکر ہے، مرتد کو قتل کرنے پر تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس سے توبہ طلب کرنا واجب ہے یا مستحب ہے؟

اور کتنی بار توبہ طلب کرنی چاہیے اور یہ کہ عورت اگر مرتد ہو تو اس کا حکم بھی مردوں کی طرح ہے یا نہیں؟ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء اسلام کا مسلک یہ ہے کہ مرتد سے توبہ طلب کی جائے گی، ابن قسار مالکی نے کہا ہے کہ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، طاہس، حسن بصری، جہشون مالکی، امام ابو یوسف اور اہل الظاہر نے یہ کہا ہے کہ مرتد سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی، اور اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ توبہ قبول ہو جائے گی لیکن اس کو قتل کرنے کا حکم ساقط نہیں ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من بدل دینہ فاقتلوا۔۔۔ جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔ عطاء نے کہا کہ اگر مرتد مسلمان کی اولاد ہو تو اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی اور اگر وہ پہلے کافر تھا پھر مسلمان ہوا اور اس کے بعد مرتد ہو گیا تو اس سے توبہ طلب کی جائے گی۔ پھر فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس سے توبہ طلب کرنا آیا واجب ہے یا مستحب ہے؟ امام شافعی اور ان کے اصحاب کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے اسی وقت توبہ طلب کرنا واجب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ تین دن تک توبہ طلب کی جائے، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور حضرت علی سے ایک یہ روایت ہے کہ ایک ماہ تک توبہ طلب کی جا سکتی ہے۔ جمہور فقہاء اسلام یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مرتد ہو جائے اور توبہ نہ کرے تو اس کو بھی مرد کی طرح قتل کر دیا جائے گا، اور اس کو نوٹھی بنانا جائز نہیں ہے، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے، امام ابو حنیفہ اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ عورت کو قید کیا جائے گا، قتل نہیں کیا جائے گا، حسن اور قتادہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو نوٹھی بنا لیا جائے گا، حضرت علی سے بھی اس سلسلے میں ایک روایت ہے۔ مرتد کے احکام کی تفصیل جلد رابع میں ہم نے تفصیل سے بیان کر دی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

حد قائم کرنے کا اختیار قاضی کو ہے یا سلطان کو | قاضی یا ضامن نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہروں کے امیروں کے لیے حدود قائم کرنا

اور حدود میں مجرموں کو قتل کرنا جائز ہے، امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور تمام علماء کا بھی مسلک ہے، گوئی کے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مرتد شہروں کے فقہاء حدود قائم کر سکتے ہیں اور شہروں کے عامل حدود قائم نہیں کر سکتے اور نا ضیوں میں اختلاف ہے جبکہ ان کے علاقے عام ہوں اور کسی نوع کے احکام کے ساتھ خاص نہ ہو، جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ قاضی حدود قائم کریں گے اور تمام شہروں میں قیود قائم کریں گے، اہل سنت اسلامیہ کی حفاظت کے

یہ فرج کا انتظام کرنا اور شراغ وغیرہ وصول کرنا امر الہی کے ذمہ ہوگا اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ مرد و عاقل کو نافرمانی کی ولایت میں نہیں ہے۔ لہ

طلب المارت کی کراہت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عامل نہیں بناویں گے؟ آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اسے ابوذر! تم کو روہرا اور یہ المارت امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور شرمندگی کا باعث ہوگی، البتہ جو المارت کے حقوق ادا کرے اور اس کی ذمہ داریاں پوری کرے (وہ مستثنیٰ ہوگا)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ابوذر! میں تم کو کوہرا بناؤں اور میں تمہارے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جسے اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر بھی امیر بناؤ اور نہ تمہیں کے مال کا دل بنتا۔

اس حدیث میں اس بات کی اصل عظیم ہے کہ انسان کو کسی منصب کے قبول کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، خصوصاً اس شخص کو جو اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکے، اور منصب قبول کرنے سے قیامت کے دن شرمندگی اور رسوائی اس شخص کو ہوگی جو منصب کا اہل نہ ہو اور منصب کو قبول کرے، یا منصب کا اہل ہو اور اس کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکے اور اس کے حقوق ادا نہ کرے، ایسے شخص کو اختیار ثانی قیامت کے دن رسوا اور شرمندہ کہے گا۔ اور اس وقت اس کو اپنی تعصیب پر ندامت اور افسوس ہوگا۔ لیکن جو شخص منصب کا اہل ہو اور اس کی ذمہ داریوں کو

بَابُ كِرَاهَةِ الْأَمَارَةِ بِغَيْرِ ضَرُورَةٍ

۴۶۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ أَبِي النَّيْتِ حَدَّثَنَا أَبُو شُعَيْبٍ بْنُ النَّيْتِ حَدَّثَنَا قَبِيْلَةُ حَدَّثَنَا أَبُو شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَنِيفٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَارِبِ بْنِ يَزِيدِ بْنِ مَرْثَدَةَ بْنِ مَرْثَدَةَ بْنِ الْحَجْرَةَ الْأَكْبَرِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي قَالَ قَصْرًا مَبِيْدًا عَلَى مَثَلِي لَعَنَ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْيَوْمِ الْيَوْمِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا -

۴۶۶ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاسْتَحَقُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنِ الْمُعَمَّرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ هَبْرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي الْخُوْبِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ الْغَمْرِيِّ عَنْ سَالِحِ بْنِ أَبِي سَالِحٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِيَّيْ أَمَّا لَكَ ضَعِيفًا وَإِيَّيْ أَحِبُّ لَكَ مَا أَحِبُّ لِنَفْسِي كَأَمَّا مَرَّتْ عَلَى الْغَمْرِيِّ وَلَا تَوَلَّيْنِ مَالِ يَتِيمٍ -

منصب قبول کرنے اور قبول نہ کرنے کا عمل

پورا کرے اور عدل و انصاف سے کام لے اس کی احادیث صحیحہ میں بڑی فضیلت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: "ساتھ آدمی اس دن اللہ کے سامنے تلے ہوں گے جس دن اللہ کے سامنے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اور ان میں سے ایک شخص امام عادل ہے، نیز اس باب کے بعد حدیث میں ہے: "دل کرنے والے نور کے منبروں پر ہوں گے، وغیرہ لیکن اس فضیلت کے باوجود چونکہ منصب کے قبول کرنے میں خطرات زیادہ ہیں اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اجتناب کا تلقین فرمائی ہے، اسی طرح علامہ نے بھی اس سے دور رہنے کی وصیت کی ہے اور سلف صالحین حکومت کے منصب کو قبول نہیں کرتے تھے اور انہوں نے اس سلسلہ میں بہت تکلیفیں اور آفتیں اٹھائی ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے منصب تقاضا کر قبول نہیں کیا اور اس کی سزا میں قید خانہ کی آفتیں برداشت کیں اور بالآخر قید خانہ ہی میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

عادل حاکم کی فضیلت اور ظالم حاکم کی مذمت

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عدل کرنے والے اللہ کے نزدیک اللہ کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں دائیں ہاتھوں پر وہ لوگ ہوں گے جو اپنے اہل و عیال اور اپنی رعایا میں عدل سے فیصلے کریں گے۔"

بَابُ فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ وَعَقُوبَةِ الْجَائِرِ

۲۶۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَنُورُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ كَثِيرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَابْنِ دِينَارٍ (عَنْ عُمَرَ بْنِ أَدْرِيسَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ) قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو بَكْرِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرٍ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَلَّتْ يَدَايَا يَمِينِ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ فِي حُكْمِهِمْ قَاهِلِيهِمْ وَمَا وَلُوا.

۲۶۰۸ - حَدَّثَنِي هَارُونَ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ

حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي حَزْمَلَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ يَمُنُّ أَنْتَ فَقُلْتُ وَجَلَّ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ فَقَالَتْ كَيْفَ كَانَ صَاحِبُكُمْ لَكُمْ فِي غَزَايَكُمْ هَذَا فَقَالَ مَا نَقَمْنَا مِنْهُ شَيْئًا إِنْ كَانَ كَيْسُوتُ لِلرَّحِيلِ مِثْلَ الْبَعِيرِ فَيُعْطِيهِ الْبَعِيرُ وَالْعَبْدُ فَيُعْطِيهِ الْعَبْدُ وَيَخْتَابِرُ إِلَى النَّقْعَةِ فَيُعْطِيهِ النَّقْعَةُ فَقَالَتْ أَمَا إِنَّهُ لَا يَسْتَعْنِي الَّذِي قَعَلَ فِي مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنْ أُخْبِرَكَ مَا لَمْ يَخْبُرَكَ

عبد الرحمن بن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ پوچھنے کے لیے گیا حضرت عائشہ نے پوچھا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا میں مصر والوں میں سے ہوں، حضرت عائشہ نے پوچھا تبلا حاکم جہاد میں تمہارے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے؟ میں نے کہا ہمیں اس کی کوئی بات ناگوار نہیں گذری، اگر ہمارے کسی شخص کا اونٹ مر جائے تو وہ اس کو اونٹ سے دیتا ہے، اور اگر فلام مر جائے تو وہ اس کو فلام سے دیتا ہے اور اگر کسی کو خرچ کی ضرورت ہو تو وہ اس کو خرچ سے دیتا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میرے ہاتھوں میں سے تمہاری بات ناگوار نہیں گذری، اگر ہمارے کسی شخص کا اونٹ مر جائے تو وہ اس کو اونٹ سے دیتا ہے، اور اگر فلام مر جائے تو وہ اس کو فلام سے دیتا ہے اور اگر کسی کو خرچ کی ضرورت ہو تو وہ اس کو خرچ سے دیتا ہے۔

مؤمن بن ابی بکر کے ساتھ اس نے جو کچھ لکھا وہ مجھے اس حدیث کو بیان کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حجر سے بیان فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اسے اللہ امیری امت کا جو شخص بھی کسی پر والی اور حاکم ہو اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی ان پر سختی کر اور اگر وہ ان پر نرمی کرے تو تو بھی ان پر نرمی کر۔

عبدالرحمن بن شماس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور روایت بھی اسی طرح بیان کی ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرنے میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو تم میں سے ہر شخص مالک سے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، سرور امیر و گورنر پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، اور مرد اپنے اہل خانہ پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا اور لڑکے اپنے مالک کے مال پر حاکم ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا، سو تم میں سے ہر شخص مالک ہے، اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔

اسلام مسلم نے اس حدیث کی آٹھ مزید اسانید بیان کیں۔

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي بَيْتِي هَذَا اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أُمَّرَائِي فَبَيْتِي فَكَسَبَ عَلَيْهِمْ فَأَشَقُّ عَلَيْهِمْ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أُمَّرَائِي فَكَيْفًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَأَمَرْتُ بِهِ۔

۴۶۰۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حِرَازُ بْنُ حَارِزٍ وَمَرْعَى بْنُ حَرْمَةَ الْبَصْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شَمَّاسَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهَا۔

۴۶۱۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا الْكَلْبِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا كَلِّكُمْ رَاعٍ وَكَلِّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَاعِيَتِهِ فَإِلَّا مِيرَاقِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَاعِيَتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلِيِّهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكَلِّكُمْ رَاعٍ وَكَلِّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَاعِيَتِهِ۔

۴۶۱۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ لُمَيْزٍ حَدَّثَنَا آدِيُّ بْنُ حَزْمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حَالِدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ الْخَارِثِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى (بِعْنِي الْقَطَّانُ) كَلِّكُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَحَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا حَقَّادُ بْنُ تَرِيحٍ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ جَبْرِ عَنْ يَرْبُوتَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ

بْنِ تَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي قَدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الطَّعْنَالِيُّ
رِيعِيُّ ابْنُ عُثْمَانَ (۷) وَحَدَّثَنَا هُرَيْرُ بْنُ
سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي
أَسَامَةُ كُلُّهُمَا عَنْ تَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ عَنْ تَافِعٍ قَالَ أَبُو سُهَيْبٍ
وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ تَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهَذَا
مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ عَنْ تَافِعٍ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد اپنے باپ کے مال کا
محافظ ہے اور اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔

۲۶۱۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَبِي رَافِعٍ وَ
قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حَبْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ إِبْرَاهِيمَ
بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۸) وَ
حَدَّثَنِي حُرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي
يُونُسُ بْنُ أَبِي شَقَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ يَبْعُنِي حَدِيثُ تَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَزَادَ فِي
حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنَّكَ قَدْ قَالَ الرَّجُلُ
مَا عَرَفْتُ مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ مَا عَيْتِي -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

۲۶۱۳ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَيْتِيُّ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي
رَجُلٌ سَنَاهُ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بَكْرِ عَنْ
بُسَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْمَعْنَى -

حسن بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد، حضرت
معتقل بن یسار رضی اللہ عنہما کی اس مرضی میں عیادت کرنے
کے لیے گیا جس میں ان کی وفات ہو گئی، حضرت معتقل نے
فرمایا میں تم کو ایک ایسی حدیث سنانا چاہوں جس کو میں نے
نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اگر مجھے

۲۶۱۴ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ حَدَّثَنَا
أَبُو الْأَشْهَبِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ
عُمَرَ مَعْتَقُ بْنُ يَسَارٍ الْمَدَنِيَّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ
فِيهِ فَقَالَ مَعْتَقُ إِنِّي مَحَدِّثُكَ حَدِيثًا
سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَسُو
عَلَيْكَ أَنْ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتُكَ

سنا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کا حاکم بنایا ہر اوصاف شتمیں جس دن مرے اس دن وہ اپنی رعایا کے ساتھ عیافت کرنا ہمارے لئے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

حسن کہتے ہیں کہ ابن زیاد حضرت مقل کے پاس گیا دساں مالک بن ابی مرثدہ اس کے بعد شل سابق حدیث ہے البتہ اس میں یہ زائد ہے ابن زیاد نے کہا آپ نے آج سے پہلے یہ حدیث مجھے کیوں نہیں بیان کی؟ حضرت مقل نے فرمایا میں نے نہیں بیان کیا یا فرمایا میں تمہارے لیے نہیں بیان کرتا۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد حضرت مقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بیماری میں ان کے پاس گیا حضرت مقل نے کہا میں تم کو ایک حدیث بیان کروں گا اور اگر میں مرض الموت میں نہ ہوتا تو ہر تم کو یہ حدیث بیان کرتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حدیث سننے سے سنا ہے: جو امیر مسلمانوں پر حاکم ہو اور ان کی غیر خواہی میں وارد جہد کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ حضرت مقل بن یسار بیمار ہو گئے تو عبید اللہ بن زیاد ان کی عیادت کے لیے گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے حضرت عائشہ بن عمرو بیان کرتے ہیں وہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے اور فرمایا اسے بیٹھے! میں نے رسول اللہ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتُرُ عِيْبَهُ اللَّهُ رَجِيحًا يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لِرَجِيحَتِهِ إِلَّا حَوَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

۴۶۱۵ - وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمِّيْرٍ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَّارٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَرْثَدَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ ابْنِ زَيْدٍ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَّارٍ وَهُوَ وَجَعٌ بِمِثْلِ حَبَابِثِ أَبِي الْأَشْهَبِ وَرَأَى قَالَ أَلَا كُنْتَ حَدَّثْتَنِي هَذَا قَبْلَ السُّؤْرِ قَالَ مَا حَدَّثْتُكَ أَوْ لَمْ أَكُنْ لِأَحَدٍ نَدِيًّا.

۴۶۱۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو عَوْسَانَ الْبُسَيْطِيُّ وَاسْتَحْيَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْذِرِيِّ قَالَ اسْتَحْيَى أَخْبَرَنَا قَالَ قَالَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هَشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ أَنَّ عَبِيدَةَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ كَخَلَ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَّارٍ فِي مَرَضِهِ فَقَالَ لِمَا مَعْقِلُ أَتَيْتُ مَحَدَّتَكَ بِحَدِيثِ لَوْلَا أَتَيْتُ فِي الْمَوْتِ لَمْ أَحَدِّثْكَ بِهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصُرُهُمْ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ.

۴۶۱۷ - وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مَكْرَمٍ الْعَسِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اسْتَحْيَى أَخْبَرَنِي سَوَادُ بْنُ أَبِي إِسْحَقَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ مَعْقِلَ بْنَ يَسَّارٍ مَرِضًا قَاتَاةً عَبِيدَةَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ يَوْمَ كَانَ حَوَّارًا حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ مَعْقِلٍ.

۴۶۱۸ - حَدَّثَنَا أَشْيَبَانُ بْنُ قُرَّةٍ وَنَحْوَهُمَا تَجْرِيدُ بْنُ حَازِمٍ مَرَدَّدًا لَنَا الْحَسَنُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حَمْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَدَخَلَ عَلَى عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْنَادٍ فَقَالَ أَيُّ بَيْتٍ آتَى سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ كِبْرَ
الرِّعَاءِ الْخُطْمَةُ فَإِنَّا لَكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ فَقَالَ
لَمْ أَجْلِسْ قِيَامًا أَنْتَ مِنْ كِبْرِيَةِ أَصْحَابِ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَهَلْ كَانَتْ
لَهُمْ نُخَالَةٌ إِذَا مَا كَانَتْ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ
وَفِي غَيْرِهِمْ.

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "بزرگین حاکم
ظالم بادشاہ ہے تم اس سے بچنا، اس نے کہا بیٹھو یا
تم تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا
تلپھٹ (بھوسی یا آخر میں بچنے والا سیل بچیل) ہو، انہوں
نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں
تلپھٹ بھی ہے؟ تلپھٹ تو بعد کے لوگوں میں ہوگا
یا غیر صحابہ میں ہوگا!

اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ یا دائیں جانب سے کیا مراد ہے؟ | حدیث نمبر ۴۶۰۷ میں ہے: مدلل کرنے
نور کے منبروں پر ہوں گے۔

اس حدیث میں نور کے منبروں سے یا حقیقت مراد ہے یا مجازاً بلند مراتب مراد ہیں۔
اللہ کی دائیں جانب سے کیا مراد ہے؟ بعض متکلمین نے کہا ہم ان الفاظ پر ایمان لاتے ہیں اودان کی تاویل نہیں کرتے
ہر چند کہ ہم کو یہ علم نہیں کہ اللہ کی دائیں جانب کا کیا معنی ہے لیکن ہر حال اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، اور اس لفظ کا کوئی ایسا
معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، جمہور اسلاف اور بعض متکلمین کا یہی نظریہ ہے، جمہور متکلمین یہ کہتے ہیں کہ
اس لفظ کا کوئی ایسا معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، قاضی عیاض نے کہا دائیں جانب سے اجماعاً
اور بلند مرتبہ مراد ہے، ابن عرف نے کہا اہل عرب افعال محمودہ اور جہت محمودہ کو یمن سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کی ضد
کو یمن سے تعبیر کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یمن ہیں
اس میں یہ تشبیہ ہے کہ یمن سے مراد عضو نہیں ہے، کیونکہ اعضاء کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

محمد بن ابوبکر کے قتل کی تفصیل | حدیث نمبر ۴۶۰۸ میں محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان
کو قتل کر دیا گیا تھا، اور قتل کے طریقہ میں اختلاف ہے، ایک قول

یہ ہے کہ یہ مورک (میدان جنگ) میں قتل کیے گئے، دوسرا قول یہ ہے کہ جنگ کے بعد ان کو قید کی حالت میں قتل کیا
گیا، ایک قول یہ ہے کہ جنگ کے بعد یہ ایک دیار نے میں گدھے کی کھال میں مردہ پائے گئے اور پھر ان کو بچا گیا۔
حافظ ابن جریر مستوفان محمد بن ابی بکر کے متعلق لکھتے ہیں:

محمد بن ابی بکر کے والد حضرت ابوبکر عبداللہ بن عثمان ہیں، ان کی والدہ اسامہ بنت عبید بن جحش ہیں، یہ حجۃ الوداع
کے موقع پر مدینہ سے مکہ کو جانے والے راستے میں پیدا ہوئے، حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد ان کی والدہ حضرت
اسامہ بنت عبید رضی اللہ عنہا نے حضرت علی سے شادی کر لی اور انہوں نے حضرت علی کے ان پرورش پائی، حضرت
علی کے ہمراہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک ہوئے، پھر ماہ رمضان ۳۷ھ میں حضرت علی نے ان کو مصر کا حاکم

مترکہ دیا۔ حضرت علی نے ان کو حضرت عمرو بن عامر کے خلاف جنگ کے لیے ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، محمد بن ابی بکر نے اس جنگ میں شکست کھائی اور ۳۸ ہجری کے مہینہ میں ان کو قتل کر دیا گیا۔

حافظ ابو عمر ابن عبدالبر، محمد بن ابی بکر کے متعلق لکھتے ہیں:

محمد بن ابی بکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پروردار تھے، حضرت مسلی کے ہمراہ جنگ جبل اور جنگ صفین میں شریک ہوئے، پھر حضرت علی نے ان کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔ اور مصر میں معاویہ بن خدیج کے ان کو قتل کر دیا، یہ ۳۸ ہجری کا واقعہ ہے، ان سے پہلے حضرت علی نے مالک بن حارث اشتر رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد محمد بن ابی بکر گورنر بنایا، حضرت عمرو بن عامر نے محمد بن ابی بکر پر مسد کیا، محمد بن ابی بکر نے شکست کھائی وہ ایک دروازے میں جا کر مردہ گھر کے پیٹ میں چھپ گئے اور ان کو گھر سے کے پیٹ ہی میں ملا دیا گیا، ایک قول یہ ہے کہ معاویہ بن خدیج نے ان کو میدان جنگ میں قتل کیا پھر بعد میں مردہ گھر سے کے پیٹ میں لٹھک کر جلادیا، ایک قول یہ ہے کہ ان کو حضرت عمرو بن عامر کے پاس لایا گیا اور انھوں نے ان کو قتل کر دیا۔ حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر کی بہت ترعن اور توفیق کرتے تھے، محمد بن ابی بکر ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے گئے تھے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کو قتل کرنے میں شریک تھے، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور انھوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس دن معاویہ تھے لیکن یہ حضرت عثمان کے قتل میں ملوث نہیں تھے، محمد بن طلحہ کہتے ہیں میں نے کاناز سے پوچھا یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا تھا، کاناز نے کہا ماؤ اللہ! وہ من حضرت عثمان کے پاس گئے تھے، حضرت عثمان نے فرمایا اے میرے بھتیجے کیا تم میرے ساتھی نہیں ہو، پھر پوچھ گچھت گورنری تو وہاں چلے گئے، میں نے کاناز سے پوچھا پھر حضرت عثمان کو کس نے قتل کیا تھا، انھوں نے کہا وہ مصر کا رہنے والا ایک شخص تھا اس کا نام جلد بن امیر تھا۔

متر تکب کبیرہ پر حجت حرام ہونے کی توجیہات

حدیث نمبر ۴۶۱۱ میں ہے: تم میں سے ہر شخص راعی ہے، راعی اس شخص کو کہتے ہیں جو محافظ

اور امین ہو اور اپنے ماتحت لوگوں کی اصلاح کا ذمہ دار ہو، حدیث نمبر ۴۶۱۲ میں ہے جو حاکم اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا، اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ رعایا کے ساتھ خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ نہیں ہے، پھر جنت کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کے تین جواب ہیں اول یہ ہے کہ جو شخص حلال کبیرہ خیانت کے عمل کو فرموجائے گا اور اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔ ثانی: ایسا شخص اپنے گناہ کی سزا پا کر جنت میں جائے گا اس پر جنت میں اتہار ذرا عمل ہو حرام کر دیا جائے گا۔ ثالث: اس کے حجاب میں تاخیر کی جائے گی اس وجہ سے اس پر اتہار ذرا عمل ہو گا۔

حدیث ۴۶۱۸ میں ہے کہ: عبید اللہ بن زیاد نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کی مجلس میں کہا ہے یہ اس

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی مترقی ۸۵۲ھ، الامارۃ ج ۳ ص ۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مترقی ۴۶۳ھ، الاستیجاب علی اہلش الامارۃ ج ۳ ص ۳۶۹-۳۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کیجئے، میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں،
میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔

امام مسلم نے اس حدیث کا دو سندیں اور بیان کی
ہیں۔

۴۶۲۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
عَنْ كُنَا عِنْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَتِّانَ ۷
وَعَدَّ كُنَى زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ
أَبِي حَتِّانَ وَعُمَرُ بْنُ أَبِي الْقَعْقَاعِ جَمِيعًا
عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِغَيْرِ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي حَتِّانَ -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا
اور اس کی سخت سزا بیان کی اور پوری حدیث بیان کی، حاد
کہتے ہیں کہ کبھی نے بھی اس حدیث کو ایوب کی طرح بیان
کیا ہے۔

۴۶۲۱- وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ
الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ
بِيعْنِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ
سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرٍو وَبِإِسْنَادٍ جَدِيدٍ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْفُلُوكَ تَعَطَّمًا وَأَقْتَصَّ الْهَدْيَ يَتِ قَالَ
حَمَّادٌ ثُمَّ سَبَعْتُ يَحْيَى بَعْدَ ذَلِكَ يُحَدِّثُهُ
فَعَدَّ قَنَا بَنِي حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَنْهُ أَبُو أَيُّوبَ -

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے
اسی طرح حدیث مروی ہے۔

۴۶۲۲- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعِيدٍ
عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَتِ حَوْصًا بَنِي حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَنْهُ أَبُو أَيُّوبَ -

مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے دنیوی اور اخروی احکام | نقل کے معنی ہتھکڑی یا طوق
خیانت میں استعمال کیا گیا کیونکہ خیانت کرنے سے اعتدال کو شرفاً روکا گیا ہے اور بعد میں اس لفظ کا استعمال مال غنیمت
میں خیانت کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

حدیث نمبر ۴۶۱۹ میں ہے آپ مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے لیے فرمائیں گے میں تمہارے لیے کسی
چیز کا مالک نہیں ہوں، تاہم غنیمت میں خیانت کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر میں تمہارے لیے
شفاعت کرنے کا یا تم کو مسامحت کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، کیونکہ اس شخص نے آپ کی مخالفت کی تھی اس لیے آپ
اجتہاداً غنیمت میں اس طرح فرمائیں گے، اس کے بعد آپ تمام مومنین کی شفاعت فرمائیں گے۔
مال غنیمت میں خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مال غنیمت سے چرائی ہوئی چیز کو لوٹ

کہنا واجب ہے، اگر مفکر متفرق ہو جائے اور ہر شخص تک اس کا حق پہنچانا مشکل ہو تو پھر اس کے حل میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی فرماتے ہیں باقی اموال منصور بہ کی طرح اس کو بھی امام یا حاکم تک پہنچانا واجب ہے، اور حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حسن، زہری، اوزاعی، امام مالک، ثوری، لیث، امام احمد اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس میں سے خمس امام کو دیا جائے اور باقی مال کو اپنے ذمے سے بری ہونے کی نیت کر کے صدقہ کر دیا جائے (اور اس صدقہ کا ثواب اس مال کے حقدار کو پہنچا دے) مال فہمیت میں خیانت کرنے والے کی سزا میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ امام اپنی صواب دید کے مطابق اس کو سزا دے، اور اس کا مال جلایا نہ جائے، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور بکبخت صحابہ اور فقہاء تابعین کا یہی نظر یہ ہے، اور مکحول، حسن اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ اس کا خمیس اور اس کا تمام مال جلایا جائے، اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ اس کے کپڑوں اور اس کے ہتھیاروں کے سوا اس کا باقی سامان جلایا جائے، حسن بصری نے گھوڑے اور قرآن مجید کا استثناء کیا ہے، ان فقہاء نے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، جمہور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی صالح بن محمد ضعیف ہے، امام طحاوی نے کہا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا تحمل یہ ہے کہ بجز سزا اس کا ادھا مال ضبط کر لیا جائے من طرح زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال ضبط کر لیا جاتا ہے۔ لہ

ناجائز مال کے ذمے سے بری ہونے کا طریقہ جس شخص نے کسی بھی طریقے سے کوئی ناجائز مال حاصل کیا ہو، خواہ چوری سے، یا رشوت سے

یا سود سے یا کسی کا مال غصب کیا ہو یا خیانت کی ہو اور اب وہ اس پر نادم ہو اور اس کی تلافی کرنا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مال اس کے مالک کو لوٹا دے اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے وارثوں کو واپس کر دے۔ اور اگر کسی کا پتا نہ چلے تو اپنے ذمے سے بری ہونے کی نیت کر کے اس کو کسی فقیر پر صدقہ کر دے اور اس صدقہ کا ثواب اس کے مالک کو پہنچا دے، اور اگر اس نے حکومت کا مال ناجائز طریقے سے لیا ہے تو حکومت کو واپس کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ریل یا ہوائی جہاز کے ٹکٹ خرید کر ان کو استعمال نہ کرے یا حکومت کے کسی فنڈ میں اتنے پیسے داخل کر دے۔

سرکاری ملازمین کو ہدیہ لینے کی ممانعت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسد کے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنایا اس کا نام ابن التہیب تھا، جب وہ زکوٰۃ وصول کر کے آیا تو اس نے کہا یہ آپ کا مال ہے اللہ یہ مجھے ہدیہ کا گیا

بَابُ تَحْرِيمِ هَدَايَا الْعُمَّالِ

۴۶۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو التَّيْمِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ رَوَاهُ النَّفْطَالِيُّ بِحَدِيثٍ قَالَ وَاحِدٌ حَدَّثَنَا سَفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عُمَرَ وَهَبِ بْنِ أَبِي حَمِيْدٍ النَّعَّاعِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ

الْأَسَدُ يُقَالُ كَرَاهِيَةُ التَّيْبَةِ قَالَ عَمْرٌو وَابْنُ
 أَبِي عَمْرٍو عَنْ الصَّدَقَةِ قَوْلًا قَدِيمًا كَانَ هَذَا
 لَكُمْ وَهَذَا لِي أُهْدِيَ لِي قَالَ فَقَامَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى الْمُنِيرِ فَقَعَدَ اللَّهُ
 وَأَثْفَى عَلَيْهِمْ وَقَالَ مَا بَالُ عَامِلِي أَعْشَى نَيِّقُونَ
 هَذَا لَكُمْ وَهَذَا لِي أَفَلَا قَعَدَ فِي بَيْتِ
 أَبِيهِ أَوْ فِي بَيْتِ أُمِّهِ حَتَّى يَنْظُرَ أَيُّهُدَى إِلَيْهِ
 أَفْرَكَوَالَّذِي نَفْسٌ مَحْمُودٌ بَيْنَهُ لَرَبِّتَالْ أَحَدٌ
 مِنْكُمْ مِنْهَا شَيْئًا لِإِجَاءِهَا بِرُؤُوسِ الْقِيَامَةِ
 يَحْمِلُهَا عَلَى عُنُقِهِ بَعِيدٌ لَهَا رَعَاءٌ أَوْ تَعْمَلُ لَهَا
 حَوَائِرٌ أَوْ شَأْنٌ تَتَعَرَّفُ ثَمَرَهُ فَعَرَفْتَهُ حَتَّى رَأَيْنَا
 عَمْرُو بْنُ أَبِي طَلْحَةَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغَتْ مَوَاطِنُ

۴۶۲۴ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ وَعَبْدُ
 بْنُ حَمِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حَمْدَانَ مَعْمَرٌ
 عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُمَرَ وَعَنْ أَبِي حَمِيدٍ السَّاعِدِيِّ
 قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ
 اللَّحْيَةِ رَجُلًا مِنَ الْأَنْدَلِ وَعَلَى الصَّدَقَةِ فَجَاءَ
 بِالْمَالِ فَدَلَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 هَذَا مَا لَكُمْ وَهَذِهِ هِيَ يَدُ أُهْدِيَتْ لِي فَقَالَ لَهُ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا قَعَدْتَ فِي
 بَيْتِ أَبِيكَ وَأُمِّكَ فَتَنْظُرَ أَيُّهُدَى إِلَيْكَ أَمْ لَا
 ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاطِبًا شَرًّا
 ذَكَرْتَهُ حَتَّى نَبِيَّ سَفِيَانُ -

۴۶۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُوَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
 حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ
 عَنْ أَبِي حَمِيدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْدَلِ عَلَى
 صَدَقَاتِهِ بَعِي سَلِيمٍ يُدْعَى ابْنَ الْأَتَيْبَةِ فَلَمَّا
 جَاءَ حَاطِبًا قَالَ هَذَا مَا لَكُمْ وَهَذِهِ هِيَ يَدُ

ہے اورصلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر ہونے لگا، انہی کوئی کی حمد
 اور ثنا و بیان کی انصاف پر ان ماعون کا کیا حال ہے، میں ان کو لڑکا
 رسول کہنے، بیٹھنا، مومن اور یہ کہہ گئے ہیں کہ یہ تھا مال ہے اور یہ
 مجھے ہدیہ کیا گیا ہے، اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں نہیں بیٹھا
 ہم دیکھتے کہ اس کو کوئی چیز ہدیہ کی جاتی ہے یا نہیں، تم اس ذات کی جس
 کے قبضہ و قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم ہی سے عرض
 ہمیں ان اموال میں سے کرنی چیز بھیجے گا، قیامت کے دن وہ مال اس کی
 گردن پر سوار ہوگا، کس شخص کی گردن پر، ادب بڑا برا ہوگا، اگر اسے
 ڈکارا ہی ہوگا یا بھری منگاری ہوگی، پھر آپ نے اپنے اپنے اپنے
 ہدیہ کیے کہ تم نے آپ کی بغل کی سفیدی دیکھی، اس کے بعد آپ نے دو
 مرتبہ فرمایا، اے اللہ میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ابن الشیبہ نام
 کے ایک شخص کو لڑکا کی و رسول بانی کے لیے عامل بنایا،
 اس نے مال لکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور کہا یہ آپ کا
 مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ بلا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس سے فرمایا: تو اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں
 جا کر کیوں نہیں بیٹھا، پھر ہم دیکھتے کہ تمہیں ہدیہ دیا جاتا
 ہے یا نہیں! پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر
 غلبہ دیا، پھر سب ساقین حدیث ہے۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص
 کو بتولیم کے صدقات وصول کرنے کے لیے عامل بنایا
 اس کو امین الشیبہ کہا جاتا تھا، جب وہ مال وصول کر کے لایا
 تو حساب کرنے لگا، یہ تھا مال ہے اور یہ ہدیہ ہے،
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اپنے

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا
جَلَسْتُ فِي بَيْتِ أَبِيكَ وَأُوتِيْتُكَ حَتَّى تَأْتِيَنَّكَ
هَدْيَتُكَ إِنْ كُنْتَ صَادِقًا ثُمَّ خَطَبَنَا قَحِيمُ اللَّهِ
وَأَثْنَى عَلَيْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْتَعِينُ الرَّجُلَ
مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَا فِي اللَّهِ فَيَأْتِي فَيَقُولُ هَذَا
مَا لَكُمْ وَهَذَا هَدْيَتِي أَهْدَيْتُ لِي أَفَلَا جَلَسَ
فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ هَدْيَتُهُ إِنْ
كَانَ صَادِقًا وَاللَّهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْهَا
شَيْئًا بغيرِ حَقِّهِ إِلَّا لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى يَحْمِلُهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ فَلَا عَمْرَؤَ مِنْ أَحَدٍ مِنْكُمْ لَقِيَ اللَّهَ يَحْمِلُ
بَعِيرًا أَوْ رُغَامًا أَوْ بَقْرًا أَوْ لَهَا حَوَارًا أَوْ شَاةً تَبْعَرُ
ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَوَى بِيَأْضُ أَبْطِيهِ ثُمَّ
قَالَ اللَّهُمَّ هَذَا بَلَغْتُ بَصَرَ عَيْنِي وَسَمِعْتُ
أَذُنِي -

باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہ بیٹھ گئے مگر ہرگز
پاس تمہارے درپے آتے! پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا ،
اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا انا بصر! میں تم میں سے کسی
شخص کو کسی ایسے کام کے لیے حامل بناتا ہوں جس کی ترویج
(اختطام) اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کی ہے، اور وہ اگر یہ
کتاب ہے کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے درپے لا ہے ،
وہ شخص اگر سچا ہے تو وہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں
جا کر کیوں نہیں بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس کے پاس اس کا ہیدیا،
بخدا تم میں سے جو شخص بھی اس مال میں سے کوئی ناخوش چیز
لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں
ملاقات کرے گا کہ وہ چیز اس کی گردن پر سوار ہوگی، میں
تم میں سے کسی شخص کو سزا پہنچان لوں گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس
حال میں ملے گا کہ وہ بڑ بڑاتا ہوا اونٹ یا ڈکرائی ہوئی گائے
یا مینٹائی ہوئی بکری کو اٹھائے ہوئے ہوگا، پھر آپ نے
اپنے ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ آپ کی ہاتھوں کی سفیدی دکھائی دی
اس کے بعد آپ نے فرمایا اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر
دی ہے! اس واقعہ کو میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے
کانوں نے سنا۔

امام مسلم دو سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں
جب وہ شخص آیا تو اس نے حساب کیا، اور ابن نمیر کی روایت
میں ہے تم جان لو گے، قسم اس ذات کا جس کے قبضہ وقت
میں میری جان ہے تم میں سے جو شخص بھی اس مال میں
سے کسی چیز کو لے گا.... سفیان کی روایت میں ہے
میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا،
لوگ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر کہنے
بھی اس موقع پر میرے ساتھ تھے۔

۲۶۲۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ
وَأَبْنُ كُمَيْرٍ وَأَبُو مَعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَ
حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كَلَّمَهُمْ عَنْ
هشام بن عمار هذا الإسناد وفي حديث عبد الله وابن
نمير كلما جاء حاستبكم قال أبو أسامة وفي
حديث ابن نمير تعلمن والله والذي نفسي
بيده لا يأخذ أحدكم شيئا وكراة في حديث
سفيان قال بصر عيني وسمة أذنائي وسلواننا
بن ثابت في ما كان حاضرنا معي

۲۶۲۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ
وَأَبْنُ كُمَيْرٍ وَأَبُو مَعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَ
حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كَلَّمَهُمْ عَنْ
هشام بن عمار هذا الإسناد وفي حديث عبد الله وابن
نمير كلما جاء حاستبكم قال أبو أسامة وفي
حديث ابن نمير تعلمن والله والذي نفسي
بيده لا يأخذ أحدكم شيئا وكراة في حديث
سفيان قال بصر عيني وسمة أذنائي وسلواننا
بن ثابت في ما كان حاضرنا معي

أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْقَيْسِ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 (وَهُوَ أَبُو بَالَةَ) قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا أَنِّي
 حَمِيدُ السَّائِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَأَلَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَاتِ فَجَاءَ بِسَوَادٍ
 كَثِيرٍ فَبَعَثَ يَقُولُ هَذَا أَنْكَرَ وَهَذَا أَهْدَى إِلَيْهِ
 فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ عُرْوَةُ وَقَدْ قُلْتُ لِإِبْنِ حُمَيْدٍ السَّائِدِيِّ
 أَسَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 مِنْ فِيهِ إِلَى أَهْلِ فِيهِ.

ہم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صدقات کا
 عامل بنایا وہ بہت زیادہ مال لے کر آیا اور کہنے لگا یہ
 ناپا مال ہے اور مجھے ہدیہ ملا ہے، اس کے بعد
 حسب سابق حدیث ہے، عروہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر
 ابو سعید سادی سے پوچھا کہ تم نے اس حدیث کو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا تھا؟ انہوں نے کہا
 میں نے یہ حدیث آپ کے منہ سے اپنے کانوں سے
 سنی ہے۔

۷۶۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
 وَكَثِيرٌ بِنِ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ
 عَنْ تَيْمِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرٍ الْكِنْدِيِّ
 قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ مِنَ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِثْلَهُ عَلَى عَمَلٍ فَكْتَمْنَا
 مَخِطًا كَمَا فَوْقَهُ كَانَ عَلُوًّا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
 قَالَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَسْوَدٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَأَنِّي
 أَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمِلْ عَنِّي فَمَكَتَ
 قَالَ وَمَا لَكَ قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا قَالَ
 فَأَنَا أَقُولُهُ الْآنَ مِنَ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِثْلَهُ عَلَى عَمَلٍ
 فَلْيَجِئْ بِقَلْبَيْهِ وَكَثِيرٌ وَكَمَا أَوْقَى مِنْهُ أَحَدٌ
 وَمَا نَبِيٌّ عَنْهُ أَتَى.

حضرت عدی بن عمیرہ کنذی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
 ہوئے سنا ہے، ہم تم میں سے جس شخص کو کسی کام پر مال
 بنائیں اور وہ ایک سوئی یا اس سے بھی کم چیز چھپانے
 تو یہ نیابت ہوگی اور وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے
 ائے گا، حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا پھر ایک
 سیاہ رنگ کا انصاری کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول
 اللہ! آپ مجھ سے اپنا کام واپس لے لیجئے، آپ
 نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے آپ
 کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ نے
 فرمایا میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ ہم نے تم میں سے
 جس شخص کو کسی کام کا مال بنایا وہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو لے
 کر آئے، اس کے بعد جو چیز اس کو دی جانے لگے وہ لے
 لے اور جو دی جائے اس سے باز رہے۔

۷۶۲۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَمِيمٍ
 حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ بْنُ بَشِيرٍ وَحَدَّثَنَا كَيْفَ مُحَمَّدُ بْنُ
 رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بِهَذَا الْأَمْرِ وَبِئْسَ مَا يَكُونُ.

امام مسلم نے اس حدیث کو دو اردو نسخوں سے ذکر
 کیا ہے۔

۷۶۳۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ بْنُ أَبِي رَاهِمٍ الْفَيْزِيُّ
 أَخْبَرَنَا الْكُفَيْلِيُّ بْنُ مَوْسَى حَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي

حضرت عدی بن عمیرہ کنذی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

ہوئے مناسبت، اس کے بعد مثل سالی مدہ ہے

أَبِي خَالِدٍ أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَارِثٍ قَالَ سَمِعْتُ
عَدِيَّ بْنَ عَمِيْرَةَ الْكِنْدِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِئِثْلَ حَيْدٍ يُشَاهِدُ.

ت: اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عمال کا اپنے کام کے سلسلہ میں ہدیہ لینا حرام ہے، اگر کسی شخص
نے ہدیہ لیا اور اب اس پر نام ہے تو وہ ہدیہ دینے والے کو واپس کر دے اور اگر اس کا پتہ نہ چلتے تو برکت من اللامہ
کی نیت سے کسی فقیر پر اس کو صدقہ کر دے اور اس کا ثواب ہدیہ دینے والے شخص کو پہنچا دے۔

بَابُ ۲۲۹ وَجُوبُ طَاعَةِ الْأَمْرَاءِ فِي غَيْرِ
مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمُهَا فِي الْمَعْصِيَةِ
۲۲۹ - حَدَّثَنِي زُمَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَرُونَ
بُنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّابُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ
ابْنُ جُؤَيْبٍ نَزَلَتْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ
وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فِي عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسٍ بْنِ عَدِيٍّ الشَّهْبِيِّ بَعَثَهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ أَخْبَرَنِي يَعْلَى
بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

غیر معصیت میں حاکم کی اطاعت کرنے کا
وجوب اور معصیت میں تحریم
ابن جریر نے بیان کیا کہ قرآن مجید کی آیت
(ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور
رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی" حضرت عبد اللہ
بن حذافہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ
کیا تھا، ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ اس کو حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری اطاعت
کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس شخص نے میری
نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میری
اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری
نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اور اس میں
یہ نہیں ہے "جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی
کی"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت
کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی
کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میری

۲۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا
الْمَغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ
الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ يَعْصِنِي
فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي
وَمَنْ يَعْصِي الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي

۲۲۹ - وَحَدَّثَنِي زُمَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ
عَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَوْ يَدُ كُرُومٍ
يَعْصِي الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي

۲۲۹ - وَحَدَّثَنِي حُرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ
وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنَا قَالَ
حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد اس کی مثل ہے۔

امام مسلم نے کہا ہے کہ تین مختلف سندوں کے ساتھ اس حدیث کی مثل حضرت ابوہریرہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

ایک اور سند کے ساتھ اس حدیث کی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا... اور فرمایا اس نے طہمیر کی اطاعت کی، یہ نہیں فرمایا جس نے میرے امیر کی اطاعت کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشکل اور آسانی میں

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي۔

۴۶۲۵- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَمِعَةَ أَبَاهُ يُرْوَى يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا سَوَاءٌ۔

۴۶۲۶- وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ قِتْدَارِ بْنِ فِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرٍو أَنَّ اللَّهَ بَيْنَهُمَا سَوَاءٌ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَطَاءٍ سَمِعَ أَبَا عَلْقَمَةَ سَمِعَ أَبَاهُ يُرْوَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حَدِيثُهُ۔

۴۶۲۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مَثَبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِ۔

۴۶۲۸- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا قَالَ سَمِعْتُ أَبَاهُ يُرْوَى يَقُولُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ وَقَالَ مَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي وَاللَّهِ لَيَعْلَمَنَّ وَكَذَلِكَ فِي حَدِيثِ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

۴۶۲۹- وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَنَيْبَةُ بِنْتُ سَعِيدٍ يَلَاهُمَا عَنِ يَعْقُوبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي۔

يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ مَرَّ مِنْ أَبِي
صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ
فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشِطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَتِكَ
عَلَيْكَ -

عروسی اور ناکرہی میں اور حبیب تم پر کسی اور کو ترجیح دینا
ان تمام حالات میں تم پر امیر کے احکام سننا اور اس کی اطاعت
کرنا لازم ہے۔

۴۶۴۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ
اللَّهُ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ
إَدْرِيسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ إِنْ مَحَلُّهُ أَوْ صَاحِبُهُ
أَنْ أَسْمَعَهُ وَأَطِيعَهُ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا مُجَدَّعًا الْأَطْرَافِ -
۴۶۴۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ جَعْفَرٍ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ
شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ بَهْدًا
الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ عَبْدًا أَحْبَشِيًّا مُجَدَّعًا
الْأَطْرَافِ -

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے
محل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی ہے کہ سناؤ
اور اطاعت کرو خواہ ایک اعضاء پریدہ غلام تم پر حاکم ہو

ایک اور سند کے ساتھ ہے خواہ اعضاء پریدہ
غلام حاکم ہو۔

ایک اور سند کے ساتھ ہے خواہ اعضاء پریدہ
غلام ہو۔

۴۶۴۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ
حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ بَهْدًا
الْإِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ عَبْدًا مُجَدَّعًا الْأَطْرَافِ -
۴۶۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ حَصَّانٍ
قَالَ سَمِعْتُ جَدِّي تَحَدَّثُ أَتَمَّ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي حُجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ
هُوَ يَقُولُ وَلَوْ اسْتَعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ يَقْوَدُكُمْ
يَكْتَابُ بِكُمْ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا -
۴۶۴۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ بَهْدًا
الْإِسْنَادِ وَقَالَ عَبْدًا أَحْبَشِيًّا -

یعنی بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی سے
سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر تم پر ایک
غلام کو حاکم بنایا جائے اور وہ تم کو کتاب اللہ کے موافق حکم
بیان کرے تو اس کے احکام سنو اور اس کی اطاعت
کرو۔
ایک اور سند کے ساتھ حبشی غلام کا ذکر ہے۔

۴۶۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْعُ بْنُ الْجَوَارِجِ عَنْ شُعْبَةَ بَهْدًا الْإِسْنَادِ وَقَالَ

عَنْدَا أَحَبِّئِنَّا مُحَمَّدًا.

۴۶۴۶ - وَحَدَّثَنَا عَنْهُ الرَّضَيْنُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكَذَلِكَ يُدْرِكُ حَبِيبِيًّا مُحَمَّدًا وَنَادَى أَهْلًا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا بَرَّ قَاتٍ -

ایک اور سند کے ساتھ نیکے ہمیشہ کا ذکر ہے اور یہ اضافہ ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات فرماتے میں سنا۔

۴۶۴۷ - وَحَدَّثَنَا سَلْمَةُ بْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ حَدَّثَنَا مَعْقِلُ بْنُ تَمِيمِ بْنِ أَبِي أَيْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ حَصِينٍ عَنْ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَابِ بْنِ قَالَ سَمِعْتُهَا تَقُولُ حَتَّى جَعَلْتُ مَعْرُوفًا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى الْوَدَاعِ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا كَثِيرًا ثُمَّ سَمِعْتَهُ يَقُولُ إِنَّ أَمْرًا عَلَيْكُمْ عِنْدَ مُحَمَّدٍ كَمَا حَيْثُمَا قَالَتْ أَشْوَدَ يَقُولُ كُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا -

حضرت ام حنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتیں فرمائیں، پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اگر تم پر ایک نیکے غلام لایا گمان ہے آپ نے سیاہ بھی فرمایا، کو بھی حاکم بنا دیا، جلسے اور دوام کر کتاب اللہ کے مطابق حکم دے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

۴۶۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ عَدِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْرُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ الشُّعْرَ وَالطَّاعَةَ بِمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَرَأَى مِنْهَا مَعْصِيَةً فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص پر حاکم کی بات سنا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے، خواہ اس کی بات اس کو پسند ہو یا ناپسند، البتہ معصیت کا حکم مستثنیٰ ہے اگر اس کو معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں سماع ہے نہ طاعت۔

۴۶۴۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى (رَوَاهُ الْقَطَّانُ) حَدَّثَنَا ابْنُ تَمِيمٍ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مُشَكَّلًا -

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کی ہیں۔

۴۶۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَقَّارٍ وَرُوِيَ اللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَرَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ایک شخص کو اس کا امیر بنایا اس شخص نے آگ جلائی اور لوگوں سے کہا اس میں داخل ہو، لیکن لوگوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور بعض نے کہا ہم آگ ہی سے تو بھاگے ہیں

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا
 تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جاگ میں داخل ہونا
 چاہتے تھے اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت
 تک اسی میں رہتے اور دوسروں کی تعریف فرمائی اور
 فرمایا اللہ تعالیٰ کی صحبت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے لگا
 صرف نیکی اور معروف چیز میں ہے۔

عَلَيْهِمْ رَجُلًا فَأَوْقَدَنَا أَوْ قَالَ ادْخُلُوهَا فَأَرَادَ
 نَاسٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا وَقَالَ الْآخَرُونَ إِنَّا قَدْ كَرِهْنَا
 مِنْهَا فذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ لِلَّذِينَ أَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا لَوْ دَخَلْتُمْوهَا
 لَمَتْنَا لَوْ أَفِيئَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَقَالَ
 لِلْآخَرِينَ قَوْلًا حَسَنًا وَقَالَ لَا طَاعَةَ فِي
 مَعْصِيَةِ اللَّهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ -

۳۶۵۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 نُمَيْرٍ وَنُرَّهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجِيُّ وَ
 تَعَارَ بُوَا فِي اللَّفْظِ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكَيْفَ حَدَّثَنَا
 الْأَعْمَشُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 هُرَ عَيْبٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَرِيَّةً وَاسْتَحْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ
 وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيَطِيعُوا مَا غَضِبُوا
 فِي شَيْءٍ فَقَالَ اجْمَعُوا لِي حَطْبًا فَجَمَعُوا لَهُ كَثْرًا
 قَالَ أَوْقِدُوا نَارًا فَأَوْقَدُوا نَارًا قَالُوا يَا رَسُولَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْمَعُوا لِي وَ
 تُطِيعُوا قَالُوا بَلَى قَالَ فَأَدْخُلُوهَا قَالَ فَنَظَرَ
 بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالُوا إِنَّمَا قَرَرْنَا إِلَى رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ فَكَانُوا
 كَذَلِكَ وَسَكَنَ غَضَبُهُ وَطَفِنَتِ النَّارُ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا
 ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا مَا
 تَخَرَجُوا مِنْهَا إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ایک انصاری کو
 اس لشکر کا امیر بنایا اور لشکر کو یہ حکم دیا کہ
 وہ امیر کے احکام سنیں اور اس کی اطاعت کریں، اتفاق
 سے اہل لشکر کی کسی بات سے امیر غضب ناک ہو گیا،
 اس نے کہا میرے لیے کڑیاں جمع کرو۔ لشکر نے کڑیاں
 جمع کیں، پھر اس نے کہا اس میں آگ جلاؤ، انہوں نے
 آگ جلائی، پھر کہا کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 میرے احکام سننے اور ان پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا
 انہوں نے کہا کیوں نہیں، اس نے کہا اس آگ میں داخل ہو جاؤ، بعض
 نے بعض کی طرف دیکھا اور یہ کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
 آگ سے بھاگ کر ہی ترائے ہیں وہ اسی موقع پر قائم ہے، حتیٰ کہ
 اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بجادی گئی جب وہ وہیں لوٹے تو نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا، اگر یہ لوگ اس
 آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر اس سے نکل نہ سکتے، اطاعت صرف
 نیک کاموں میں کی جاتی ہے۔

اہم مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان
 کی ہے۔

حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ
 کا ذکر کیا تو فرمایا، اگر تم اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت
 تک اسی میں رہتے اور دوسروں کی تعریف فرمائی اور
 فرمایا اللہ تعالیٰ کی صحبت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے لگا
 صرف نیکی اور معروف چیز میں ہے۔

۳۶۵۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
 حَدَّثَنَا وَكَيْفَ وَأَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا
 الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ -

۳۶۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَ
 عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ صَامِتٍ بِهَذَا
 الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ -

جانے کی صورت میں، سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی اور اس پر بیعت کی کہ ہم کسی شخص سے اس کے اقتدار کے خلاف جھگ نہیں کریں گے، اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں جن کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اور کسی اطاعت کرنے والے کی اطاعت سے نہیں ڈریں گے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی

ہے۔

امام مسلم نے کہا کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت عباد بن صامت سے اس کی شرح روایت ہے۔

عباد بن ابی امیہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اور ان سے کہا کہ یہاں تھے، ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے ہم کو ایسی حدیث سنائیے جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور وہ ہم کو نفع دے، حضرت عباد بن صامت نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلایا، ہم نے آپ سے بیعت کی، آپ نے ہم سے جن چیزوں پر بیعت لی تھی وہ یہ تھیں کہ ہم غرضی اور ناغرضی میں اور مشکل اور آسانی میں اور ہم پر ترجیح دینے جانے کی صورت میں، ہم سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کریں اور جو شخص صاحب اقتدار ہو اس کے خلاف جھگ نہ کریں ہاں اگر تم کو اس میں کلمہ کھلا کفر نظر لے جس کے کفر جو نے پڑھا اسے پاس قرآن اور سنت

عَنْ أَبِي بَرٍّ عَنْ جَدِّهِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْقَوْمِ وَالْقَاعِ عِزَّةً فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهَةِ وَعَلَى آخِرِهِ عَلَيْكُمْ وَعَلَى أَنْ لَا تَنْتَازِعُوا الْأُمُورَ أَهْلَكُهَا وَعَلَى أَنْ تَعُولُوا بِالْحَقِّ أَيُّمًا كُنَّا لَا تَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَاحِظَةً۔

۲۶۵۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ رِيفِيُّ أَخْبَرَنَا بِرَيْسَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو بَرٍّ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَلِيدِ فِي هَذَا الْأِسْنَادِ وَثَلَاثَةً۔

۲۶۵۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ رِيفِيُّ الدَّارِيُّ حَدَّثَنَا عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ أَبُو أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي بَرٍّ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ حَدِيثَاتٍ أَبُو بَرٍّ رِيفِيُّ۔

۲۶۵۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ حَدَّثَنَا عَمْرٌو بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ بَرٍّ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ جُنَادٍ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ فَقُلْنَا حَدِيثًا أَضَلَّكَ اللَّهُ بِحَدِيثٍ يُثَبِّتُكَ اللَّهُ بِهِ مِغْنَةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَنَا وَكَانَ نِيْعًا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعْنَا عَلَى الشُّعْرَةِ وَالْقَاعِ عِزَّةً فِي الْمَشْطِ وَالْمَكْرَهَةِ وَالْعُسْرِ وَالْيُسْرِ نَا وَآخِرُهُ عَلَيْكُمْ وَأَنْ لَا تَنْتَازِعُوا الْأُمُورَ أَهْلَكُهَا قَالَ إِنْ أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَّاحًا عِنْدَكُمْ فَوَيْلٌ لَكُمْ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ۔

سے واضح دلیل ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ غیر معصیت میں امر اور حکام کی اطاعت کرنا واجب ہے اور معصیت میں ان کی اطاعت کرنا حرام ہے۔ جمہور سلف اور خلف مفسرین، فقہاء اور دیگر علماء کا یہی قول ہے، اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور

صاحبان امر کی۔

منکم۔ جمہور سلف اور خلف مفسرین فقہاء اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ صاحبان امر سے مراد امر اور حکام ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد علماء اور فقہاء ہیں، قرآن مجید کے بعد اس باب کی احادیث میں اس پر دلیل ہے کہ غیر معصیت میں حکام اور امر کی اطاعت واجب ہے اور معصیت میں ان کی اطاعت کرنا حرام ہے۔

خلیفہ کے خلاف خروج (جنگ) کرنے کی تحقیق | اس باب کی حدیث نمبر ۴۶۵۶ میں ہے: رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ ہدایا ہے کہ امام اور خلیفہ کے خلاف اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک تم اس میں کھلا کھلا کفر نہ دیکھو اور اس کے کفر پر تمہارے پاس قرآن اور سنت سے واضح دلیل ہو، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہاں کفر سے معاصی مراد ہیں اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اگر خلفاء اور حکام ظالم اور فاسق ہوں تو ان کے خلاف خروج اور جنگ کرنا حرام ہے، اس کی تائید میں بکثرت احادیث ہیں اور اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ فسق سے سلطان معزول نہیں ہوتا، علماء نے بیان کیا ہے کہ اس کے معزول نہ ہونے اور اس کے خلاف خروج کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے خلاف جنگ کرنے سے فتنہ اور فساد پھیلے گا اور بکثرت خونریزی ہوگی اور اس صورت میں جو فساد پھیلے گا وہ اس کو معزول نہ کرنے سے زیادہ بڑا ہے۔

فاضل عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ کافر کی امامت منقذ نہیں ہوتی، (قرآن مجید میں ہے: یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین (نساء: ۱۴۲)) (اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو ولی نہ بناؤ) سیدی غفرلہ) اور اس پر بھی اجماع ہے کہ خلیفہ کافر ہو جائے (لایاؤ بائثرا) تو وہ معزول کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس نے امامت کھلا کر کوڑ کر دیا یا کسی بدعت کو اختیار کر لیا پھر بھی معزول کر دیا جائے گا، بعض بصریہ نے کہا ہے کہ بدعت کی حکومت باقی رہے گی کیونکہ وہ تاویل کرتا ہے، فاضل عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کافر ہو جائے یا شرعیت کو تبدیل کرے یا بدعت کا ارتکاب کرے تو اس کی ولایت اور اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو منصب سے اتار کر کسی امام عادل کو مقرر کریں اور اگر ان سے یہ ممکن نہ ہو تو جس جماعت سے یہ ممکن ہو وہ اس کے اتارنے کی جدوجہد کرے، کافر کو معزول کرنا تو مطلقاً واجب ہے اور بدعتی کو اتارنا اس وقت واجب ہے جب ان کو اس پر غلبہ کا یقین ہو اور اگر ان کا غلبہ متحقق ہو جائے تو اس کے خلاف خروج (جنگ) واجب نہیں ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس جگہ سے ہجرت کریں اور اپنے دین کو بچائیں۔

فاضل عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امامت کو بدعتی خلیفہ یا فاسق خلیفہ بدعتی فاسق سے تبدیل کرنا

علاء نے کہا کہ اگر فتوہ اور جنگ کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو موزوں کرنا واجب ہے، اور محمد اہل سنت فقہاء، محدثین اور متکلمین نے یہ کہا ہے کہ ظلم اور فسق سے خلیفہ موزوں نہیں ہوتا، اس کی حیثیت کو توڑنا جائز نہیں ہے اور اس کے خلاف خروج اور جنگ کرنا جائز ہے البتہ اس کو وعظ اور نصیحت کرنی چاہیے اور اس کو غلط سے ٹولنا چاہیے اور تاہین کی ایک عظیم جماعت نے عجاج بن یوسف کے خلاف بغاوت کی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے شریعت کو تبدیل کر دیا تھا اور اس سے کھلا کھلا کفر ظاہر ہو گیا تھا، علاء دشتانی نے لکھا ہے کہ وہ خلیفہ کو نبی سے زیادہ درجہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ حکام کی اطاعت اللہ کی اطاعت سے زیادہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت استقامت کے ساتھ مقید ہے اور حکام کی اطاعت مطلقاً ہے اور یہ واضح کفر ہے)

ماظن ابن جریر مستطانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام کے خلاف خروج یا جنگ کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے، جب تک اس کے خلاف صرف قرآن یا کسی ایسی حدیث صحیح سے دلیل نہ ہو جس کی تاویل نہ کی جاسکتی ہو، علاء ثوری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کفر سے مراد معصیت ہے اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ امام کے خلاف اس وقت تک اعتراض نہ کرو جب تک کہ تم اس میں کوئی ایسی برائی نہ دیکھو جو قرآن و اسلام کے خلاف ہو، اور دوسرے علماء نے کہا یہاں ائمہ سے مراد کفر اور معصیت ہے، اس لیے جب تک سلطان سے واضح کفر صادر نہ ہو اس پر اعتراض جائز نہیں۔

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ امام کے خلاف اس وقت تک خروج نہ کیا جائے جب تک تم اس میں کفر بواح نہ دیکھو لی اور امام احمد اور امام ابن حبان نے حضرت جنادہ سے روایت کیا ہے: امام کی اس وقت تک مخالفت نہ کرو جب تک اس میں کھلی کھلی اللہ کی معصیت نہ دیکھو۔ حافظ ابن جریر مستطانی ان روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جس روایت میں یہ ہے کہ اس وقت تک مخالفت نہ کی جائے جب تک کفر بواح نہ ظاہر ہو وہ امام اور خلیفہ پر معمول ہے یعنی خلیفہ اور امام کی معصیت کے ظہور میں مخالفت نہ کی جائے، ان اگر اس سے کفر بواح ظاہر ہو تو عجم کی مخالفت کی جائے اور معصیت کے ظہور میں اس کو زمری اور لامنت سے سمجھا جائے بشرطیکہ اس پر قادر ہو، اور جس روایت میں ہے کہ اس وقت تک مخالفت نہ کرو جب تک تم اس میں کھلم کھلا اللہ کی معصیت نہ دیکھو۔ وہ خلیفہ اور امام سے کم درجہ کے حاکم پر معمول ہے مثلاً کسی صوبہ کا گورنر ہو یا کسی شہر کا کاشتر ہو۔

علاء ابن اثین نے علاء داؤدی سے نقل کیا ہے کہ اگر ظالم حکام کو فتنہ اور ظلم کے بیڑان کے منسوب سے اتانے پر قدرت ہو تو ان کو منسوب سے اتارنا واجب ہے اور اگر ان پر قدرت نہ ہو تو پھر صبر کرنا واجب ہے، اور بعض علماء سے یہ مشورتل ہے کہ قاتل کو ابتداءً امام بنا جانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر وہ پہلے نیک تھا اور بعد میں اس نے ظلم کیا تو پھر اس کے خلاف خروج کرنے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے، ان اگر اس سے کفر بواح صادر ہو تو پھر اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے۔ لے

۱۔ علاء کبیری بن شرف ثوری سنہ ۶۶۶ھ، شرح مسلم ۲ ج ص ۱۷۵، مطبوعہ ندر محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر مستطانی سنہ ۸۵۲ھ، فتح الباری ۱۳ ج ص ۸۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۸۱ھ

علامہ بدرالدین یعنی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا اس حدیث میں کفر سے مراد مصیبت ہے، اور علامہ کرمانی نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہاں کفر سے کفر ہی مراد ہے، اس کے بعد علامہ یعنی نے علامہ داؤدی کی وہی عبارت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک امام اور خلیفہ سے کفر صادر نہ ہو اس وقت تک اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے۔

حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے خروج کا محل صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ تصریح ہے

کہ جب تک امام اور خلیفہ کا کفر تواریح ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کی خلافت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، اور اس حدیث کی بنا پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی مخالفت کی، حالانکہ تمام صحابہ اس کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی خلافت منعقد ہو چکی تھی اور اس کا کفر تواریح ثابت نہیں ہوا تھا، پھر ان حضرات کی مخالفت کا کیا جواز تھا، علامہ عبدالعزیز پر ہاروی نے اس سوال کے حسب ذیل جوابات بیان کیے ہیں:

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خلافت کے لیے اس شیعہ کی اطاعت کرنا غیر منقول تھا کیونکہ آپ فرزند رسول تھے، لیکن یہ جواب قواعد شرع کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ارباب حل و عقد میں سے ایک شخص بھی بیعت کرے تو امامت منعقد ہو جاتی ہے اور امام عہدہ فاسخ ہو اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

۲۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خلافت کے حصول کے لیے نہیں گئے تھے بلکہ کونہ میں رہائش اختیار کرنے گئے تھے لیکن یہ جواب روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔

۳۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور آپ کا اجتہاد یہ تھا کہ اس کی خلافت صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ کو اس شرط پر خلافت تفویض کی تھی کہ ان کے بعد یہ خلافت ان کی اولاد میں منتقل نہیں ہوگی بلکہ اس کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیا جائے گا، اگر یہ سوال ہو کہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ شرط ختم ہو گئی، اگر یہ کہا جائے کہ ہر چند کہ حضرت معاویہ کا بزدل کو ولی عہد بنانا صحیح نہ تھا لیکن جب لشکر صحابہ سب لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو اس کی خلافت منعقد ہو گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ سے جبراً بیعت لگائی تھی اور اگر انہوں نے اختیاراً بیعت کی تھی تب بھی اس کی خلافت ولی عہد بنانے کی صحت پر متورن ہے، جب ولی عہد بنانا صحیح نہیں تھا تو پھر خلافت کی بیعت بھی صحیح نہیں تھی، اسی وجہ سے (۲۲۲ میں) اہل مدینہ کا یزید کی بیعت توڑنا صحیح تھا اور ان میں صحابہ اور فقہاء تابعین بھی تھے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑنے سے منع کیا اور یہ فرمایا جو شخص یزید کی بیعت توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کروں گا، (بخاری و مسلم) اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مجتہد کا حکم دوسرے مجتہد پر لازم نہیں ہے، اگر یہ سوال ہو کہ اگر یزید کے خلاف خروج کرنا اجتہادی امر تھا تو حضرت حسین کے تابعین کی اس قدر نصیحت

۱۔ حافظ بدرالدین ابو سعید محمود بن اسماعیل مطبوعہ مطبعة المطابع المشرقیہ مصر ۱۹۸۰ء

کے لئے کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے کسی اجتہادی امر کی بنا پر حضرت حسین کو شہید نہیں کیا تھا بلکہ محض ہولانے نفسانیہ بنا پر آپ کو شہید کیا اور آپ کی قوت مجروح کی اور آپ کی ذہنیت کو نہایت بے حرمتی سے شام کی طرف لے گئے، نیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو تاکہ میں اس سے بیعت کر لوں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ثابت نہیں ہے جیسا کہ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں اس کی تحقیق کی ہے۔ سیدی نفیسی نے کہا کہ وہ شقی نہیں مانتے اور آپ کو قتل کر دیا۔

۴۔ ہو سکتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا کفر ثابت ہو اس وجہ سے آپ نے اس کے خلاف خروج کیا ہو۔

۵۔ ہو سکتا ہے جس وقت حضرت معاویہ نے یزید کو خلیفہ بنایا تھا اس وقت وہ فاسق ہو اس وجہ سے اس کی خلافت اصلاً منقذہ نہیں ہوئی جیسا کہ بعض ائمہ کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ اور حضرت معاویہ نے اس اہم سے اس کو دل بھرنایا تھا کہ شاید اس کی اصلاح ہو جائے، کیونکہ روایت ہے انہوں نے یہ دعا کی ”اے اللہ اگر یزید میرے گناہ کے مطابق ہے تو فہما دینا اور اگر اس کو جلد ہلاک کر دینا“ حضرت معاویہ کی دعا قبول ہوئی اور اس کی خلافت نیا دورہ دیر نہ رہ سکی۔ لہذا امام ابوحنیفہ دستانہ نامی الیٰ نامی اس سوال کے جواب میں دیکھتے ہیں:

اس حدیث میں کفر سے مراد ماصحیٰ میں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تک خلفاء اور حکام سے ایسی بُرائی صادر نہ ہو جس کا مصیبت ہونا اول شرعیہ سے تم کو معلوم اور محقق ہو اس وقت تک تم ان کی مخالفت نہ کرو اور وہ جب کفر کو ماصحیٰ پر عمل کر دیا گیا تو حضرت حسین، حضرت ابن الزبیر اور اہل مدینہ کا یزید کی مخالفت کرنا اس کے حقوق کی وجہ سے تھا، کفر کی وجہ سے نہیں تھا۔ لہذا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے متعلق مصنف کی تحقیق | مسنف کے نزدیک علامہ دستانہ نامی کا جواب زیادہ قوی ہے اور اس سے

یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جمہور صحابہ اور فضلاء تابعین نے یزید کے خلاف خروج میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ اس لیے نہیں دیا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں کفر بری محمول تھی نہ حال دونوں جانب مجتہد تھے اور ہر فریق نے من حیث کے ساتھ اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور چونکہ ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی اتباع لازم نہیں ہے اس لیے کسی فریق کو خلافت میں کی جاسکتی، نیز اس جواب سے ایک اور اشکال کا جواب بھی واضح ہو گیا۔ وہ یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت عرقبہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تمہارے پاس بیعت کے لیے آئے وہاں جا لیکر تم سب ایک شخص کی بیعت یا حکومت پر متفق ہو چکے تھے اور وہ تمہاری (انتخاب کی) لاشعریٰ کو توڑنے کا کوشش کرے یا تمہاری جماعت کو متفرق کرنے کا کوشش کرے تو اس کو قتل کر دو۔ لہذا ان احادیث کی بنا پر

۱۔ مولا نامہ المیزب پر اردو زبان، تالیف، نبراس ص ۵۲۱۔ ۵۲۰، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم لاہور، ۱۳۹۷ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دستانہ نامی ماہی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعلم ج ۵ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد سراج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کفر بواح سے خلاف صحیحیت مراد لی کیونکہ صحیحیت پر بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ دلائل سے ہم نے الصبی بیان کیا ہے اور یزید چونکہ غلامیہ صحیحیت کا متکبر تھا، اس لیے اس کی مخالفت کرنا اور اس کے خلاف خروج کرنا جائز قرار پایا، اور اب امام حسین پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ وہ ایک تخلیق کے ہوتے ہوئے صحیحیت خلافت لینے کے لیے کوفہ کیوں گئے کیونکہ یہ اس وقت نا جائز ہے جب غلیظہ نادل ہو اور صحیحیت کامتکب نہ ہو، الہ العالین جس طرح تو نے مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ سے امتزاج دور کرنے کی سعادت عطا کی ہے اسی طرح انہیں کرم سے قیامت کے دن امام حسین رضی اللہ عنہ کے جد مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مجھے بہرہ مند فرمانا تاکہ آپ کی شفاعت سے میرے سارے گناہ وصل جائیں، مجھے قیامت کے دن شرمندگی اور سزا سے بچائیں اور اپنے عزیز و کرم سے مجھے مالا مال کر دینا آمین یا رب العالمین!

فاسق کی خلافت اور قضاء کے متعلق مذاہب ائمہ

فقہ اور ظلم سے امام موزول نہیں ہوتا، کیونکہ ظلم و رادشہین فاسق اور ظلم سے امام موزول نہیں ہوتا، اور ان کی اجازت بحوالہ عہد قائم کرتے رہے اور وہ ان کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے، نیز امامت کے لیے عصمت ابتداء شرط نہیں ہے نواس کا بقا و شرط نہ ہونا زیادہ لائق ہے، امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ فاسق اور ظلم سے امام موزول ہو جاتا ہے اسی طرح ہر فاسق اور اہل فسق اور ظلم سے موزول ہو جاتا ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک فاسق ولی بننے کا اہل نہیں ہے، کیونکہ وہ خود احکام شرع پر عمل نہیں کرتا کسی اور کو کیا عمل کرانے کا، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق ولی بننے کا اہل ہے حتیٰ کہ اگر باپ فاسق ہو تو وہ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کو امام اور خلیفہ بنا جائز نہیں ہے، اور اس کی امامت متفقہ نہیں ہوتی، جیسا کہ ہم مغربیہ بیان کریں گے اور باپ کی ولایت پر امام کی ولایت کو کیا سس کرنا درست نہیں ہے، البتہ مشاخرین فقہاء اخلاف نے یہ تصریح کی ہے کہ فاسق کی امامت متفقہ ہو جاتی ہے۔ سعیدی مغزلی اور فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ فاسق فاسق سے موزول ہو جاتا ہے، اور امام فاسق سے موزول نہیں ہوتا اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ امام کو موزول کر کے دوسرے شخص کو خلیفہ بنانے سے فقہاء، فساد اور غمخیزی ہوگی کیونکہ امام کے پاس شوکت اور فرضی طاقت ہوتی ہے اس کے برعکس فاسق کے پاس کوئی فرضی طاقت نہیں ہوتی، اور نواسی علیہ السلام اور ابوبکر، امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر سے یہ دعویٰ ہے کہ فاسق فاسق نہیں بنا، اور امام نہیں ہے اور بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اگر ابتداءً فاسق کو منصب سوب دیا تو صحیح ہے اور اگر منصب سونپتے وقت وہ عادل (صالح) تھا تو پھر وہ فاسق کی وجہ سے موزول ہو جائے گا، کیونکہ منصب سونپنے والے نے اس کی صلاحیت پر ایشاک کا تھا اور وہ فاسق کی قضاء پر راضی نہیں ہوگا اور فادوی فاسق خان میں ہے کہ اگر فاسق نے رضت لی تو اس کی قضاء نافذ نہیں ہوگی اور اگر فاسق نے فقہاء کا منصب رشرت دے کر حاصل کیا تو وہ فاسق نہیں ہوگا اور اس کے فیصلے نافذ نہیں ہوں گے۔ لہ

لے۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح مفاتیح ص ۱۱۵، مطبوعہ نوریہ محمد صالح المطابع کوئٹہ

فاسق کی خلافت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

اور اس کی اطاعت لازم ہر جاتی ہے خواہ وہ شخص عادل ہو یا فاسق۔ علامہ ابن قدام حنبلی کہتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کی امامت اور بیعت پر مسلمان متفق ہو جائیں، اس کی امامت ثابت ہو جاتی ہے اور اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص امام کے خلاف خروج کرے اور امام اور تمام لوگوں پر غالب آجائے حتیٰ کہ سب اس کی بیعت کر لیں اور اس کی اطاعت کا اقرار کر لیں، تو وہ بھی امام ہو جاتا ہے اور اس سے جنگ کرنا اس کے خلاف خروج کرنا حرام ہو جاتا ہے، کیونکہ عبد الملک بن مروان نے حضرت ابن الوہب کے خلاف خروج کر کے ان کو قتل کر دیا اور تمام شہروں اور اس کے باشندوں پر غالب ہو گیا حتیٰ کہ غوثی یا ناغوثی سے سب نے اس کی بیعت کر لی، تو چہرہ امام ہو گیا اور اس کے خلاف خروج حرام ہو گیا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے خلاف خروج کرنے سے مسلمانوں کی جمعیت اور وحدت ٹوٹ جائے گی اور مسلمانوں کا خون بہے گا اور ان کا مال ضائع ہو گا، اور حدیث میں ہے جب میری امت کسی شخص پر متفق ہو پھر کوئی شخص اس کے خلاف خروج کرے تو اس کو قتل کر دو خواہ وہ کوئی شخص بھی ہو، لہذا جو شخص بھی کسی امام کے خلاف خروج کرے گا وہ باغی ہو گا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ لہ

فاسق کی خلافت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

اور صالح تھا اور خلیفہ بننے کے بعد اس نے فسق اور ظلم کیا تو اب اس میں ان کا اختلاف ہے لیکن قول راجح یہ ہے کہ وہ فسق سے معزول نہیں ہو گا اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے۔

قاضی بیضاوی شافعی قال لا ینال عهد الظالمین کا تفسیر میں کہتے ہیں:

ان الفاسق لا یصلح للامامة ینہ

امام رازی شافعی کہتے ہیں:

جمہور فقہاء اور متکلمین یہ کہتے ہیں: فاسق کو ابتداءً امام بنانا جائز نہیں ہے، اور اگر وہ بعد میں فاسق ہو جائے تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس کی امامت باطل ہوگی یا نہیں؟ جمہور نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ فاسق کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ لہ

علامہ نووی شافعی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی کی جو عبارات ہم نے پہلے نقل کی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء شافعیہ کا عقار یہ ہے کہ اگر خلیفہ پہلے عادل ہو تو پھر بعد کے فسق سے وہ معزول نہیں ہوتا اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے۔

۱۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدام حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المعنی ج ۹ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۵۲ھ

۲۔ قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ، الذیلا المتزیل علی ایش الختاجی ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ دار صادر بیروت

۳۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین متوفی ۶۷۰ھ، کتاب الامت ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

فاسق کی خلافت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ کی ایک جماعت نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ امام عادل اور صالح ہونا چاہیے اور اس کو ملک چلانے کی طاقت بھی ہو، اور ایسے ہی امام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے جو شخص خلافت کا اہل ہو اس کی خلافت میں اختلاف اور نزاع نہ کیا جائے اور جو لوگ فاسق اور ظالم ہوں وہ خلافت کے اہل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایسا ہی عہد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ ”میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے“ اسی وجہ سے حضرت مسن اور حضرت ابن الزبیر نے خروج کیا اور عراق کے علما اور اعیان نے حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا اور اہل مدینہ نے ہذا میرے کے خلاف خروج کیا، اسی وجہ سے مسلم بن عقبہ کے ہاتھوں واقعہ حرمہ برپا ہوا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: تاہم اکثر علما کا اس پر اتفاق ہے کہ ظالم امام کے خلاف خروج کرنے سے اس کی اطاعت کو ناجزادہ بہتر ہے کیونکہ خروج کرنے میں امن کو خوف سے بدلنا ہے اور خون مینا نا ہے اور زمین میں فتنہ اور فساد برپا کرنا ہے۔ اور یہاں نقل مستزاد اور خروج کا مذہب ہے۔ لے

علامہ دمشقانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

تاہم حجاج مالکی نے کہا ہے کہ ابتداءً فاسق کی امامت معتقد نہیں ہوتی، اور اگر وہ بعد میں فاسق ہو جائے تو جب وہ اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اس کی سمیت نہ تشری جائے اور اس کے خلاف خروج نہ کیا جائے، کیونکہ حدیث میں ہے: اطعمہ و ان اکلو ما ملک و صر بوا ظہرک ما اقاموا الصلوٰۃ صلوا خلف کل برو فاجر۔

یعنی علامہ یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ اگر خلیفہ کے فسق کے بعد اس کے خلاف خروج ناجائز ہو جاتا ہے تو حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم پر یہی کہہ دیا جائے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس مسئلہ میں مجتہدین کا خلافت متاثر نہیں ہوتی اس پر حسب کا اجماع ہو گیا کہ خلیفہ فسق سے معزول نہیں ہوگا اور اس کے خلاف خروج کو ناجائز نہیں ہے۔

فاسق کی خلافت کے متعلق امام ابو حنیفہ کا نظریہ

علامہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما لکھتے ہیں:

جو شخص ظالم ہو وہ بھی ہو سکتا ہے ذبی کا خلیفہ ہو سکتا ہے ذی فحاشی ہو سکتا ہے ذی فسق ہو سکتا ہے ذی گواہ ہو سکتا ہے نہ حدیث بیان کر سکتا ہے کیونکہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دین کے کسی مشعل کی بھی امامت اور امارت ظالم اور فاسق کو نہیں دی جا سکتی، اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی امامت بھی فاسق اور ظالم کو نہیں دی جا سکتی اور نماز کے امام کا بھی صالح ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر ذی منصب کی امامت کے لئے بدلت

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی سنہ ۲۸۵ھ، الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۰۹ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۰ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقانی ابی مالکی سنہ ۲۲۸ھ، اکمال الکمال المسلم ج ۵ ص ۱۸۱، ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

اور صالحیت ضروری ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ فساق اللہ تعالیٰ کے اوامر اور احکام کے امین نہیں ہیں اس لیے وہ دین کے امام نہیں بن سکتے اس لیے اس آیت سے دلالت یہ ثابت ہوا کہ فاسق کی امامت باطل ہے اور وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا، اور اگر فاسق نے اپنے آپ کو اس منصب پر خود فائز کر لیا تو لوگوں پر اس کی اتباع اور اطاعت لازم نہیں ہوگی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خالق کی مصیبت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فاسق حاکم نہیں ہو سکتا اور اگر اس نے کسی منصب پر قبضہ کر لیا تو اس کے احکام نافذ نہیں ہوں گے، اور نہ اس کی شہادت قبول ہوگی اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی نہ اس کا فتویٰ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو نماز کا امام بنایا جائے گا، اور اگر وہ امام بن گیا اور کسی نے اس کی اقتداء کی تو نماز ہو جائے گی، قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ان تمام مسانی پر محیط ہے۔

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب میں فاسق کی امامت اور خلافت جائز ہے اور وہ خلیفہ اور حاکم میں فرق کرتے ہیں کہ حاکم اگر فاسق ہو تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوگا اور خلیفہ فاسق ہو تو اس کے احکام نافذ ہوں گے اور بعض متکلمین نے بھی امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب بیان کیا ہے (جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں بیان کیا ہے) حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک خلیفہ اور قاضی کے درمیان اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ان کے نزدیک دونوں کے لیے عدالت شرط ہے اور فاسق خلیفہ ہو سکتا ہے نہ قاضی ہو سکتا ہے اور نہ حاکم ہو سکتا ہے، اسی طرح نہ اس کی شہادت قبول ہو سکتی ہے نہ حدیث قبول ہو سکتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کس طرح صحیح ہوگا کہ ان کے نزدیک فاسق کی خلافت اور حکومت جائز ہے، جبکہ بنو امیہ کے دور خلافت میں ان کو ابن ابی مرہ نے عہدہ قضاء قبول کرنے پر مجبور کیا اور ان کو کوڑے مارے لیکن انہوں نے عہدہ قضاء قبول نہیں کیا، پھر ان کو قید کر لیا، ابن ابی مرہ ہر روز ان کے پاس جاتا اور ان کو کوڑے مارتا اور جب ان کی جان کو خطرہ لاحق ہو گیا تو فقہاء نے ان سے کہا آپ کوئی اور کام قبول کر لیجئے تاکہ کوڑوں کی سزا کا یہ سلسلہ ختم ہو، تو پھر آپ نے جوہر کے گٹھوں کو شمار کرنے کی ڈیوٹی قبول کر لی اس کے بعد ابن ابی مرہ نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد پھر خلیفہ منصور نے آپ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کی دعوت دی آپ نے پھر انکار کیا جس کے نتیجے میں منصور نے آپ کو قید کر لیا حتیٰ کہ پھر آپ نے اینٹیں گننے کے کام کو قبول کر لیا، امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب مشہور تھا کہ ظالم اور فاسق اللہ سے قاتل کرنا چاہیے، اس کا دیکھنا امام ازہمی نے یہ کہا کہ ہم نے ابوحنیفہ کی ہر بات برداشت کی حتیٰ کہ وہ ظالم حکام سے قتال کے لیے تلوار سے کرائے تھے تہذیب بات ہم نے برداشت نہیں کی، امام ابوحنیفہ یہ فرماتے تھے کہ زبان سے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض ہے اور اگر اس کی بات نہ مانی جائے تو پھر تلوار سے جہاد کرنا فرض ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں روایت ہے، اہل خراسان کے فقہاء میں سے ابراہیم سے پوچھا گیا کہ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا فرض ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ہیں، اور وہ شخص ہے جس نے کسی ظالم حاکم کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو اس کو شہید کر دیا گیا، اور مسلم ایک ظالم حاکم سے روکا، اس حاکم نے اس کو شہید کر دیا۔

جلد خامس

نیکو کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو قبول جاتے ہو، بخدا! آج کے بد جوش می مجھے اللہ سے ڈرنے کا حکم دے گا میں اس کی گردن اڑا دوں گا، یہ لوگ بیت المال سے مال کھاتے تھے، اور مختار کذاب حضرت ابن عباس، محمد بن حنفیہ اور حضرت ابن عمر کے پاس مال بھیجتا تھا اور وہ اس کو قبول کرتے تھے، عبدالعزیز بن مروان نے حضرت ابن عمر کو لکھ کر بھیجا آپ اپنی ضروریات بیان کیجئے تو حضرت ابن عمر نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور پر والا لہ تھ نیچے واسے اتھ سے بہتر ہوتا ہے، میں تم سے کسی چیز کا سوال کروں گا نہ کسی ایسی چیز کو واپس کروں گا جو اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے مجھے عطا کرے گا، والسلام۔ اور حسن بصری، سعید بن جبیر، شعبی اور باقی فقہاء تابعین ان ظالم حکام کے ہاتھوں سے عطا قبول کرتے تھے، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان لوگوں نے ان کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور نہ یہ وجہ تھی کہ وہ ان کی خلافت کو جائز سمجھتے تھے بلکہ وہ ان وظائف کو اس وجہ سے ان سے قبول کرتے تھے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ وظائف ان کے حقوق ہیں جو ان ظالموں کے قبضہ میں ہیں اور یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان سے محبت کی وجہ سے ان وظائف کو لیتے تھے حالانکہ انہیں میں سے یکے نے حجاج کے چہرے پر تلوار ماری اور اختیار تابعین میں سے چار ہزار قرار اور فقہاء نے حجاج کے خلاف خروج کیا اور عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کی معیت میں اہواز میں اس کے خلاف جنگ کی پھر بصرہ میں جنگ کی پھر ویرانہ میں پھر کوفہ کے قریب فرات کی جانب اس کے خلاف جنگ کی، ان لوگوں نے عبدالملک بن مروان کی بیعت توڑ دی تھی اس کو لعنت کرتے تھے اور اس سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت معاویہ متقلب ہو گئے تو حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا بھی یہی طریقہ تھا وہ عطا یا اور وظائف کو قبول کرتے تھے، اسی طرح اس زمانہ میں صحابہ بھی عطا یا قبول کرتے تھے، حالانکہ انہوں نے حضرت معاویہ کو خلیفہ نہیں بنایا تھا، بلکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریقے پر چلتے، مرنے ان سے بری تھے، لہذا ظالم حکام سے قضاء کے منصب قبول کرنے اور ان سے عطا یا لینے میں یہ دلیل نہیں ہے کہ ان کی خلافت جائز ہے۔

علامہ ابوبکر حبیب اس کی اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے لیے عادل اور صالح ہونا ضروری ہے اور جو شخص فاسق ہو اس کی خلافت اور امامت منع ہے، ہوتی اس لیے اگر مسلمانوں کی قدرت میں ہو تو وہ فاسق خلیفہ کے خلاف جنگ کر کے کسی عادل اور صالح شخص کو خلیفہ اور امام مقرر کریں، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ نے ظالم خلفاء کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور حبیب ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے دور میں یحییٰ بن علی بن ابی طالب نے ۱۲۲ھ میں کوفہ میں خروج کیا تو امام ابوحنیفہ نے اس کو پورا پورا ساتھ دیا لے اور ۱۲۵ھ میں جب عبدالرحمن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے دور بیٹوں نے منصور کے خلاف خروج کیا تو امام ابوحنیفہ نے ان کا بھی پورا پورا ساتھ دیا اور اس کی پاداش میں امام ابوحنیفہ نے سخت تکلیفیں اور آذیتیں اٹھائیں اور بالآخر آپ کو زبردستی دہرا پلا گیا اور آپ ۱۵۰ھ میں شہید کر دیے گئے، اگر امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کی امامت اور خلافت جائز ہوتی اور ظالم خلیفہ کے خلاف خروج

(حاشیہ صفحہ ۷۱) ابن جبران اور امام مالک بن انس ہمیشہ کہتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۶۱)۔

۱۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص صحنی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۷۲-۶۹، مطبوعہ سہیل الکتب لائبریری لاہور، ۱۴۰۰ھ

۲۔ تاریخ طبری (مترجم) ج ۶ ص ۲۷۰، ج ۷ ص ۱۱۲، ج ۸ ص ۱۱۲، ج ۹ ص ۱۱۲، ج ۱۰ ص ۱۱۲، ج ۱۱ ص ۱۱۲، ج ۱۲ ص ۱۱۲، ج ۱۳ ص ۱۱۲، ج ۱۴ ص ۱۱۲، ج ۱۵ ص ۱۱۲، ج ۱۶ ص ۱۱۲، ج ۱۷ ص ۱۱۲، ج ۱۸ ص ۱۱۲، ج ۱۹ ص ۱۱۲، ج ۲۰ ص ۱۱۲، ج ۲۱ ص ۱۱۲، ج ۲۲ ص ۱۱۲، ج ۲۳ ص ۱۱۲، ج ۲۴ ص ۱۱۲، ج ۲۵ ص ۱۱۲، ج ۲۶ ص ۱۱۲، ج ۲۷ ص ۱۱۲، ج ۲۸ ص ۱۱۲، ج ۲۹ ص ۱۱۲، ج ۳۰ ص ۱۱۲، ج ۳۱ ص ۱۱۲، ج ۳۲ ص ۱۱۲، ج ۳۳ ص ۱۱۲، ج ۳۴ ص ۱۱۲، ج ۳۵ ص ۱۱۲، ج ۳۶ ص ۱۱۲، ج ۳۷ ص ۱۱۲، ج ۳۸ ص ۱۱۲، ج ۳۹ ص ۱۱۲، ج ۴۰ ص ۱۱۲، ج ۴۱ ص ۱۱۲، ج ۴۲ ص ۱۱۲، ج ۴۳ ص ۱۱۲، ج ۴۴ ص ۱۱۲، ج ۴۵ ص ۱۱۲، ج ۴۶ ص ۱۱۲، ج ۴۷ ص ۱۱۲، ج ۴۸ ص ۱۱۲، ج ۴۹ ص ۱۱۲، ج ۵۰ ص ۱۱۲، ج ۵۱ ص ۱۱۲، ج ۵۲ ص ۱۱۲، ج ۵۳ ص ۱۱۲، ج ۵۴ ص ۱۱۲، ج ۵۵ ص ۱۱۲، ج ۵۶ ص ۱۱۲، ج ۵۷ ص ۱۱۲، ج ۵۸ ص ۱۱۲، ج ۵۹ ص ۱۱۲، ج ۶۰ ص ۱۱۲، ج ۶۱ ص ۱۱۲، ج ۶۲ ص ۱۱۲، ج ۶۳ ص ۱۱۲، ج ۶۴ ص ۱۱۲، ج ۶۵ ص ۱۱۲، ج ۶۶ ص ۱۱۲، ج ۶۷ ص ۱۱۲، ج ۶۸ ص ۱۱۲، ج ۶۹ ص ۱۱۲، ج ۷۰ ص ۱۱۲، ج ۷۱ ص ۱۱۲، ج ۷۲ ص ۱۱۲، ج ۷۳ ص ۱۱۲، ج ۷۴ ص ۱۱۲، ج ۷۵ ص ۱۱۲، ج ۷۶ ص ۱۱۲، ج ۷۷ ص ۱۱۲، ج ۷۸ ص ۱۱۲، ج ۷۹ ص ۱۱۲، ج ۸۰ ص ۱۱۲، ج ۸۱ ص ۱۱۲، ج ۸۲ ص ۱۱۲، ج ۸۳ ص ۱۱۲، ج ۸۴ ص ۱۱۲، ج ۸۵ ص ۱۱۲، ج ۸۶ ص ۱۱۲، ج ۸۷ ص ۱۱۲، ج ۸۸ ص ۱۱۲، ج ۸۹ ص ۱۱۲، ج ۹۰ ص ۱۱۲، ج ۹۱ ص ۱۱۲، ج ۹۲ ص ۱۱۲، ج ۹۳ ص ۱۱۲، ج ۹۴ ص ۱۱۲، ج ۹۵ ص ۱۱۲، ج ۹۶ ص ۱۱۲، ج ۹۷ ص ۱۱۲، ج ۹۸ ص ۱۱۲، ج ۹۹ ص ۱۱۲، ج ۱۰۰ ص ۱۱۲، ج ۱۰۱ ص ۱۱۲، ج ۱۰۲ ص ۱۱۲، ج ۱۰۳ ص ۱۱۲، ج ۱۰۴ ص ۱۱۲، ج ۱۰۵ ص ۱۱۲، ج ۱۰۶ ص ۱۱۲، ج ۱۰۷ ص ۱۱۲، ج ۱۰۸ ص ۱۱۲، ج ۱۰۹ ص ۱۱۲، ج ۱۱۰ ص ۱۱۲، ج ۱۱۱ ص ۱۱۲، ج ۱۱۲ ص ۱۱۲، ج ۱۱۳ ص ۱۱۲، ج ۱۱۴ ص ۱۱۲، ج ۱۱۵ ص ۱۱۲، ج ۱۱۶ ص ۱۱۲، ج ۱۱۷ ص ۱۱۲، ج ۱۱۸ ص ۱۱۲، ج ۱۱۹ ص ۱۱۲، ج ۱۲۰ ص ۱۱۲، ج ۱۲۱ ص ۱۱۲، ج ۱۲۲ ص ۱۱۲، ج ۱۲۳ ص ۱۱۲، ج ۱۲۴ ص ۱۱۲، ج ۱۲۵ ص ۱۱۲، ج ۱۲۶ ص ۱۱۲، ج ۱۲۷ ص ۱۱۲، ج ۱۲۸ ص ۱۱۲، ج ۱۲۹ ص ۱۱۲، ج ۱۳۰ ص ۱۱۲، ج ۱۳۱ ص ۱۱۲، ج ۱۳۲ ص ۱۱۲، ج ۱۳۳ ص ۱۱۲، ج ۱۳۴ ص ۱۱۲، ج ۱۳۵ ص ۱۱۲، ج ۱۳۶ ص ۱۱۲، ج ۱۳۷ ص ۱۱۲، ج ۱۳۸ ص ۱۱۲، ج ۱۳۹ ص ۱۱۲، ج ۱۴۰ ص ۱۱۲، ج ۱۴۱ ص ۱۱۲، ج ۱۴۲ ص ۱۱۲، ج ۱۴۳ ص ۱۱۲، ج ۱۴۴ ص ۱۱۲، ج ۱۴۵ ص ۱۱۲، ج ۱۴۶ ص ۱۱۲، ج ۱۴۷ ص ۱۱۲، ج ۱۴۸ ص ۱۱۲، ج ۱۴۹ ص ۱۱۲، ج ۱۵۰ ص ۱۱۲، ج ۱۵۱ ص ۱۱۲، ج ۱۵۲ ص ۱۱۲، ج ۱۵۳ ص ۱۱۲، ج ۱۵۴ ص ۱۱۲، ج ۱۵۵ ص ۱۱۲، ج ۱۵۶ ص ۱۱۲، ج ۱۵۷ ص ۱۱۲، ج ۱۵۸ ص ۱۱۲، ج ۱۵۹ ص ۱۱۲، ج ۱۶۰ ص ۱۱۲، ج ۱۶۱ ص ۱۱۲، ج ۱۶۲ ص ۱۱۲، ج ۱۶۳ ص ۱۱۲، ج ۱۶۴ ص ۱۱۲، ج ۱۶۵ ص ۱۱۲، ج ۱۶۶ ص ۱۱۲، ج ۱۶۷ ص ۱۱۲، ج ۱۶۸ ص ۱۱۲، ج ۱۶۹ ص ۱۱۲، ج ۱۷۰ ص ۱۱۲، ج ۱۷۱ ص ۱۱۲، ج ۱۷۲ ص ۱۱۲، ج ۱۷۳ ص ۱۱۲، ج ۱۷۴ ص ۱۱۲، ج ۱۷۵ ص ۱۱۲، ج ۱۷۶ ص ۱۱۲، ج ۱۷۷ ص ۱۱۲، ج ۱۷۸ ص ۱۱۲، ج ۱۷۹ ص ۱۱۲، ج ۱۸۰ ص ۱۱۲، ج ۱۸۱ ص ۱۱۲، ج ۱۸۲ ص ۱۱۲، ج ۱۸۳ ص ۱۱۲، ج ۱۸۴ ص ۱۱۲، ج ۱۸۵ ص ۱۱۲، ج ۱۸۶ ص ۱۱۲، ج ۱۸۷ ص ۱۱۲، ج ۱۸۸ ص ۱۱۲، ج ۱۸۹ ص ۱۱۲، ج ۱۹۰ ص ۱۱۲، ج ۱۹۱ ص ۱۱۲، ج ۱۹۲ ص ۱۱۲، ج ۱۹۳ ص ۱۱۲، ج ۱۹۴ ص ۱۱۲، ج ۱۹۵ ص ۱۱۲، ج ۱۹۶ ص ۱۱۲، ج ۱۹۷ ص ۱۱۲، ج ۱۹۸ ص ۱۱۲، ج ۱۹۹ ص ۱۱۲، ج ۲۰۰ ص ۱۱۲، ج ۲۰۱ ص ۱۱۲، ج ۲۰۲ ص ۱۱۲، ج ۲۰۳ ص ۱۱۲، ج ۲۰۴ ص ۱۱۲، ج ۲۰۵ ص ۱۱۲، ج ۲۰۶ ص ۱۱۲، ج ۲۰۷ ص ۱۱۲، ج ۲۰۸ ص ۱۱۲، ج ۲۰۹ ص ۱۱۲، ج ۲۱۰ ص ۱۱۲، ج ۲۱۱ ص ۱۱۲، ج ۲۱۲ ص ۱۱۲، ج ۲۱۳ ص ۱۱۲، ج ۲۱۴ ص ۱۱۲، ج ۲۱۵ ص ۱۱۲، ج ۲۱۶ ص ۱۱۲، ج ۲۱۷ ص ۱۱۲، ج ۲۱۸ ص ۱۱۲، ج ۲۱۹ ص ۱۱۲، ج ۲۲۰ ص ۱۱۲، ج ۲۲۱ ص ۱۱۲، ج ۲۲۲ ص ۱۱۲، ج ۲۲۳ ص ۱۱۲، ج ۲۲۴ ص ۱۱۲، ج ۲۲۵ ص ۱۱۲، ج ۲۲۶ ص ۱۱۲، ج ۲۲۷ ص ۱۱۲، ج ۲۲۸ ص ۱۱۲، ج ۲۲۹ ص ۱۱۲، ج ۲۳۰ ص ۱۱۲، ج ۲۳۱ ص ۱۱۲، ج ۲۳۲ ص ۱۱۲، ج ۲۳۳ ص ۱۱۲، ج ۲۳۴ ص ۱۱۲، ج ۲۳۵ ص ۱۱۲، ج ۲۳۶ ص ۱۱۲، ج ۲۳۷ ص ۱۱۲، ج ۲۳۸ ص ۱۱۲، ج ۲۳۹ ص ۱۱۲، ج ۲۴۰ ص ۱۱۲، ج ۲۴۱ ص ۱۱۲، ج ۲۴۲ ص ۱۱۲، ج ۲۴۳ ص ۱۱۲، ج ۲۴۴ ص ۱۱۲، ج ۲۴۵ ص ۱۱۲، ج ۲۴۶ ص ۱۱۲، ج ۲۴۷ ص ۱۱۲، ج ۲۴۸ ص ۱۱۲، ج ۲۴۹ ص ۱۱۲، ج ۲۵۰ ص ۱۱۲، ج ۲۵۱ ص ۱۱۲، ج ۲۵۲ ص ۱۱۲، ج ۲۵۳ ص ۱۱۲، ج ۲۵۴ ص ۱۱۲، ج ۲۵۵ ص ۱۱۲، ج ۲۵۶ ص ۱۱۲، ج ۲۵۷ ص ۱۱۲، ج ۲۵۸ ص ۱۱۲، ج ۲۵۹ ص ۱۱۲، ج ۲۶۰ ص ۱۱۲، ج ۲۶۱ ص ۱۱۲، ج ۲۶۲ ص ۱۱۲، ج ۲۶۳ ص ۱۱۲، ج ۲۶۴ ص ۱۱۲، ج ۲۶۵ ص ۱۱۲، ج ۲۶۶ ص ۱۱۲، ج ۲۶۷ ص ۱۱۲، ج ۲۶۸ ص ۱۱۲، ج ۲۶۹ ص ۱۱۲، ج ۲۷۰ ص ۱۱۲، ج ۲۷۱ ص ۱۱۲، ج ۲۷۲ ص ۱۱۲، ج ۲۷۳ ص ۱۱۲، ج ۲۷۴ ص ۱۱۲، ج ۲۷۵ ص ۱۱۲، ج ۲۷۶ ص ۱۱۲، ج ۲۷۷ ص ۱۱۲، ج ۲۷۸ ص ۱۱۲، ج ۲۷۹ ص ۱۱۲، ج ۲۸۰ ص ۱۱۲، ج ۲۸۱ ص ۱۱۲، ج ۲۸۲ ص ۱۱۲، ج ۲۸۳ ص ۱۱۲، ج ۲۸۴ ص ۱۱۲، ج ۲۸۵ ص ۱۱۲، ج ۲۸۶ ص ۱۱۲، ج ۲۸۷ ص ۱۱۲، ج ۲۸۸ ص ۱۱۲، ج ۲۸۹ ص ۱۱۲، ج ۲۹۰ ص ۱۱۲، ج ۲۹۱ ص ۱۱۲، ج ۲۹۲ ص ۱۱۲، ج ۲۹۳ ص ۱۱۲، ج ۲۹۴ ص ۱۱۲، ج ۲۹۵ ص ۱۱۲، ج ۲۹۶ ص ۱۱۲، ج ۲۹۷ ص ۱۱۲، ج ۲۹۸ ص ۱۱۲، ج ۲۹۹ ص ۱۱۲، ج ۳۰۰ ص ۱۱۲، ج ۳۰۱ ص ۱۱۲، ج ۳۰۲ ص ۱۱۲، ج ۳۰۳ ص ۱۱۲، ج ۳۰۴ ص ۱۱۲، ج ۳۰۵ ص ۱۱۲، ج ۳۰۶ ص ۱۱۲، ج ۳۰۷ ص ۱۱۲، ج ۳۰۸ ص ۱۱۲، ج ۳۰۹ ص ۱۱۲، ج ۳۱۰ ص ۱۱۲، ج ۳۱۱ ص ۱۱۲، ج ۳۱۲ ص ۱۱۲، ج ۳۱۳ ص ۱۱۲، ج ۳۱۴ ص ۱۱۲، ج ۳۱۵ ص ۱۱۲، ج ۳۱۶ ص ۱۱۲، ج ۳۱۷ ص ۱۱۲، ج ۳۱۸ ص ۱۱۲، ج ۳۱۹ ص ۱۱۲، ج ۳۲۰ ص ۱۱۲، ج ۳۲۱ ص ۱۱۲، ج ۳۲۲ ص ۱۱۲، ج ۳۲۳ ص ۱۱۲، ج ۳۲۴ ص ۱۱۲، ج ۳۲۵ ص ۱۱۲، ج ۳۲۶ ص ۱۱۲، ج ۳۲۷ ص ۱۱۲، ج ۳۲۸ ص ۱۱۲، ج ۳۲۹ ص ۱۱۲، ج ۳۳۰ ص ۱۱۲، ج ۳۳۱ ص ۱۱۲، ج ۳۳۲ ص ۱۱۲، ج ۳۳۳ ص ۱۱۲، ج ۳۳۴ ص ۱۱۲، ج ۳۳۵ ص ۱۱۲، ج ۳۳۶ ص ۱۱۲، ج ۳۳۷ ص ۱۱۲، ج ۳۳۸ ص ۱۱۲، ج ۳۳۹ ص ۱۱۲، ج ۳۴۰ ص ۱۱۲، ج ۳۴۱ ص ۱۱۲، ج ۳۴۲ ص ۱۱۲، ج ۳۴۳ ص ۱۱۲، ج ۳۴۴ ص ۱۱۲، ج ۳۴۵ ص ۱۱۲، ج ۳۴۶ ص ۱۱۲، ج ۳۴۷ ص ۱۱۲، ج ۳۴۸ ص ۱۱۲، ج ۳۴۹ ص ۱۱۲، ج ۳۵۰ ص ۱۱۲، ج ۳۵۱ ص ۱۱۲، ج ۳۵۲ ص ۱۱۲، ج ۳۵۳ ص ۱۱۲، ج ۳۵۴ ص ۱۱۲، ج ۳۵۵ ص ۱۱۲، ج ۳۵۶ ص ۱۱۲، ج ۳۵۷ ص ۱۱۲، ج ۳۵۸ ص ۱۱۲، ج ۳۵۹ ص ۱۱۲، ج ۳۶۰ ص ۱۱۲، ج ۳۶۱ ص ۱۱۲، ج ۳۶۲ ص ۱۱۲، ج ۳۶۳ ص ۱۱۲، ج ۳۶۴ ص ۱۱۲، ج ۳۶۵ ص ۱۱۲، ج ۳۶۶ ص ۱۱۲، ج ۳۶۷ ص ۱۱۲، ج ۳۶۸ ص ۱۱۲، ج ۳۶۹ ص ۱۱۲، ج ۳۷۰ ص ۱۱۲، ج ۳۷۱ ص ۱۱۲، ج ۳۷۲ ص ۱۱۲، ج ۳۷۳ ص ۱۱۲، ج ۳۷۴ ص ۱۱۲، ج ۳۷۵ ص ۱۱۲، ج ۳۷۶ ص ۱۱۲، ج ۳۷۷ ص ۱۱۲، ج ۳۷۸ ص ۱۱۲، ج ۳۷۹ ص ۱۱۲، ج ۳۸۰ ص ۱۱۲، ج ۳۸۱ ص ۱۱۲، ج ۳۸۲ ص ۱۱۲، ج ۳۸۳ ص ۱۱۲، ج ۳۸۴ ص ۱۱۲، ج ۳۸۵ ص ۱۱۲، ج ۳۸۶ ص ۱۱۲، ج ۳۸۷ ص ۱۱۲، ج ۳۸۸ ص ۱۱۲، ج ۳۸۹ ص ۱۱۲، ج ۳۹۰ ص ۱۱۲، ج ۳۹۱ ص ۱۱۲، ج ۳۹۲ ص ۱۱۲، ج ۳۹۳ ص ۱۱۲، ج ۳۹۴ ص ۱۱۲، ج ۳۹۵ ص ۱۱۲، ج ۳۹۶ ص ۱۱۲، ج ۳۹۷ ص ۱۱۲، ج ۳۹۸ ص ۱۱۲، ج ۳۹۹ ص ۱۱۲، ج ۴۰۰ ص ۱۱۲، ج ۴۰۱ ص ۱۱۲، ج ۴۰۲ ص ۱۱۲، ج ۴۰۳ ص ۱۱۲، ج ۴۰۴ ص ۱۱۲، ج ۴۰۵ ص ۱۱۲، ج ۴۰۶ ص ۱۱۲، ج ۴۰۷ ص ۱۱۲، ج ۴۰۸ ص ۱۱۲، ج ۴۰۹ ص ۱۱۲، ج ۴۱۰ ص ۱۱۲، ج ۴۱۱ ص ۱۱۲، ج ۴۱۲ ص ۱۱۲، ج ۴۱۳ ص ۱۱۲، ج ۴۱۴ ص ۱۱۲، ج ۴۱۵ ص ۱۱۲، ج ۴۱۶ ص ۱۱۲، ج ۴۱۷ ص ۱۱۲، ج ۴۱۸ ص ۱۱۲، ج ۴۱۹ ص ۱۱۲، ج ۴۲۰ ص ۱۱۲، ج ۴۲۱ ص ۱۱۲، ج ۴۲۲ ص ۱۱۲، ج ۴۲۳ ص ۱۱۲، ج ۴۲۴ ص ۱۱۲، ج ۴۲۵ ص ۱۱۲، ج ۴۲۶ ص ۱۱۲، ج ۴۲۷ ص ۱۱۲، ج ۴۲۸ ص ۱۱۲، ج ۴۲۹ ص ۱۱۲، ج ۴۳۰ ص ۱۱۲، ج ۴۳۱ ص ۱۱۲، ج ۴۳۲ ص ۱۱۲، ج ۴۳۳ ص ۱۱۲، ج ۴۳۴ ص ۱۱۲، ج ۴۳۵ ص ۱۱۲، ج ۴۳۶ ص ۱۱۲، ج ۴۳۷ ص ۱۱۲، ج ۴۳۸ ص ۱۱۲، ج ۴۳۹ ص ۱۱۲، ج ۴۴۰ ص ۱۱۲، ج ۴۴۱ ص ۱۱۲، ج ۴۴۲ ص ۱۱۲، ج ۴۴۳ ص ۱۱۲، ج ۴۴۴ ص ۱۱۲، ج ۴۴۵ ص ۱۱۲، ج ۴۴۶ ص ۱۱۲، ج ۴۴۷ ص ۱۱۲، ج ۴۴۸ ص ۱۱۲، ج ۴۴۹ ص ۱۱۲، ج ۴۵۰ ص ۱۱۲، ج ۴۵۱ ص ۱۱۲، ج ۴۵۲ ص ۱۱۲، ج ۴۵۳ ص ۱۱۲، ج ۴۵۴ ص ۱۱۲، ج ۴۵۵ ص ۱۱۲، ج ۴۵۶ ص ۱۱۲، ج ۴۵۷ ص ۱۱۲، ج ۴۵۸ ص ۱۱۲، ج ۴۵۹ ص ۱۱۲، ج ۴۶۰ ص ۱۱۲، ج ۴۶۱ ص ۱۱۲، ج ۴۶۲ ص ۱۱۲، ج ۴۶۳ ص ۱۱۲، ج ۴۶۴ ص ۱۱۲، ج ۴۶۵ ص ۱۱۲، ج ۴۶۶ ص ۱۱۲، ج ۴۶۷ ص ۱۱۲، ج ۴۶۸ ص ۱۱۲، ج ۴۶۹ ص ۱۱۲، ج ۴۷۰ ص ۱۱۲، ج ۴۷۱ ص ۱۱۲، ج ۴۷۲ ص ۱۱۲، ج ۴۷۳ ص ۱۱۲، ج ۴۷۴ ص ۱۱۲، ج ۴۷۵ ص ۱۱۲، ج ۴۷۶ ص ۱۱۲، ج ۴۷۷ ص ۱۱۲، ج ۴۷۸ ص ۱۱۲، ج ۴۷۹ ص ۱۱۲، ج ۴۸۰ ص ۱۱۲، ج ۴۸۱ ص ۱۱۲، ج ۴۸۲ ص ۱۱۲، ج ۴۸۳ ص ۱۱۲، ج ۴۸۴ ص ۱۱۲، ج ۴۸۵ ص ۱۱۲، ج ۴۸۶ ص ۱۱۲، ج ۴۸۷ ص ۱۱۲، ج ۴۸۸ ص ۱۱۲، ج ۴۸۹ ص ۱۱۲، ج ۴۹۰ ص ۱۱۲، ج ۴۹۱ ص ۱۱۲، ج ۴۹۲ ص ۱۱۲، ج ۴۹۳ ص ۱۱۲، ج ۴۹۴ ص ۱۱۲، ج ۴۹۵ ص ۱۱۲، ج ۴۹۶ ص ۱۱۲، ج ۴۹۷ ص ۱۱۲، ج ۴۹۸ ص ۱۱۲، ج ۴۹۹ ص ۱۱۲، ج ۵۰۰ ص ۱۱۲، ج ۵۰۱ ص ۱۱۲، ج ۵۰۲ ص ۱۱۲، ج ۵۰۳ ص ۱۱۲، ج ۵۰۴ ص ۱۱۲، ج ۵۰۵ ص ۱۱۲، ج ۵۰۶ ص ۱۱۲، ج ۵۰۷ ص ۱۱۲، ج ۵۰۸ ص ۱۱۲، ج ۵۰۹ ص ۱۱۲، ج ۵۱۰ ص ۱۱۲، ج ۵۱۱ ص ۱۱۲، ج ۵۱۲ ص ۱۱۲، ج ۵۱۳ ص ۱۱۲، ج ۵۱۴ ص ۱۱۲، ج ۵۱۵ ص ۱۱۲، ج ۵۱۶ ص ۱۱۲، ج ۵۱۷ ص ۱۱۲، ج ۵۱۸ ص ۱۱۲، ج ۵۱۹ ص ۱۱۲، ج ۵۲۰ ص ۱۱۲، ج ۵۲۱ ص ۱۱۲، ج ۵۲۲ ص ۱۱۲، ج ۵۲۳ ص ۱۱۲، ج ۵۲۴ ص ۱۱۲، ج ۵۲۵ ص ۱۱۲، ج ۵۲۶ ص ۱۱۲، ج ۵۲۷ ص ۱۱۲، ج ۵۲۸ ص ۱۱۲، ج ۵۲۹ ص ۱۱۲، ج ۵۳۰ ص ۱۱۲، ج ۵۳۱ ص ۱۱۲، ج ۵۳۲ ص ۱۱۲، ج ۵۳۳ ص ۱۱۲، ج ۵۳۴ ص ۱۱۲، ج ۵۳۵ ص ۱۱۲، ج ۵۳۶ ص ۱۱۲، ج ۵۳۷ ص ۱۱۲، ج ۵۳۸ ص ۱۱۲، ج ۵۳۹ ص ۱۱۲، ج ۵۴۰ ص ۱۱۲، ج ۵۴۱ ص ۱۱۲، ج ۵۴۲ ص ۱۱۲، ج ۵۴۳ ص ۱۱۲، ج ۵۴۴ ص ۱۱۲، ج ۵۴۵ ص ۱۱۲، ج ۵۴۶ ص ۱۱۲، ج ۵۴۷ ص ۱۱۲، ج ۵۴۸ ص ۱۱۲، ج ۵۴۹ ص ۱۱۲، ج ۵۵۰ ص ۱۱۲، ج ۵۵۱ ص ۱۱۲، ج ۵۵۲ ص ۱۱۲، ج ۵۵۳ ص ۱۱۲، ج ۵۵۴ ص ۱۱۲، ج ۵۵۵ ص ۱۱۲، ج ۵۵۶ ص ۱۱۲، ج ۵۵۷ ص ۱۱۲، ج ۵۵۸ ص ۱۱۲، ج ۵۵۹ ص ۱۱۲، ج ۵۶۰ ص ۱۱۲، ج ۵۶۱ ص ۱۱۲، ج ۵۶۲ ص ۱۱۲، ج ۵۶۳ ص ۱۱۲، ج ۵۶۴ ص ۱۱۲، ج ۵۶۵ ص ۱۱۲، ج ۵۶۶ ص ۱۱۲، ج ۵۶۷ ص ۱۱۲، ج ۵۶۸ ص ۱۱۲، ج ۵۶۹ ص ۱۱۲، ج ۵۷۰ ص ۱۱۲، ج ۵۷۱ ص ۱۱۲، ج ۵۷۲ ص ۱۱۲، ج ۵۷۳ ص ۱۱۲، ج ۵۷۴ ص ۱۱۲، ج ۵۷۵ ص ۱۱۲، ج ۵۷۶ ص ۱۱۲، ج ۵۷۷ ص ۱۱۲، ج ۵۷۸ ص ۱۱۲، ج ۵۷۹ ص ۱۱۲، ج ۵۸۰ ص ۱۱۲، ج ۵۸۱ ص ۱۱۲، ج ۵۸۲ ص ۱۱۲، ج ۵۸۳ ص ۱۱۲، ج ۵۸۴ ص ۱۱۲، ج ۵۸۵ ص ۱۱۲، ج ۵۸۶ ص ۱۱۲، ج ۵۸۷ ص ۱۱۲، ج ۵۸۸ ص ۱۱۲، ج ۵۸۹ ص ۱۱۲، ج ۵۹۰ ص ۱۱۲، ج ۵۹۱ ص ۱۱۲، ج ۵۹۲ ص ۱۱۲، ج ۵۹۳ ص ۱۱۲، ج ۵۹۴ ص ۱۱۲، ج ۵۹۵ ص ۱۱۲، ج ۵۹۶ ص ۱۱۲، ج ۵۹۷ ص ۱۱۲، ج ۵۹۸ ص ۱۱۲، ج ۵۹۹ ص ۱۱۲، ج ۶۰۰ ص ۱۱۲، ج ۶۰۱ ص ۱۱۲، ج ۶۰۲ ص ۱۱۲، ج ۶۰۳ ص ۱۱۲، ج ۶۰۴ ص ۱۱۲، ج ۶۰۵ ص ۱۱۲، ج ۶۰۶ ص ۱۱۲، ج ۶۰۷ ص ۱۱۲، ج ۶۰۸ ص ۱۱۲، ج ۶۰۹ ص ۱۱۲، ج ۶۱۰ ص ۱۱۲، ج ۶۱۱ ص ۱۱۲، ج ۶۱۲ ص ۱۱۲، ج ۶۱۳ ص ۱۱۲، ج ۶۱۴ ص ۱۱۲، ج ۶۱۵ ص ۱۱۲، ج ۶۱۶ ص ۱۱۲، ج ۶۱۷ ص ۱۱۲، ج ۶۱۸ ص ۱۱۲، ج ۶۱۹ ص ۱۱۲، ج ۶۲۰ ص ۱۱۲، ج ۶۲۱ ص ۱۱۲، ج ۶۲۲ ص ۱۱۲، ج ۶۲۳ ص ۱۱۲، ج ۶۲۴ ص ۱۱۲، ج ۶۲۵ ص ۱۱۲، ج ۶۲۶ ص ۱۱۲، ج ۶۲۷ ص ۱۱۲، ج ۶۲۸ ص ۱۱۲، ج ۶۲۹ ص ۱۱۲، ج ۶۳۰ ص ۱۱۲، ج ۶۳۱ ص ۱۱۲، ج ۶۳۲ ص ۱۱۲، ج ۶۳۳ ص ۱۱۲، ج ۶۳۴ ص ۱۱۲، ج ۶۳۵ ص ۱۱۲، ج ۶۳۶ ص ۱۱۲، ج ۶۳۷ ص ۱۱۲، ج ۶۳۸ ص ۱۱۲، ج ۶۳۹ ص ۱۱۲، ج ۶۴۰ ص ۱۱۲، ج ۶۴۱ ص ۱۱۲، ج ۶۴۲ ص ۱۱۲، ج ۶۴۳ ص ۱۱۲، ج ۶۴۴ ص ۱۱۲، ج ۶۴۵ ص ۱۱۲، ج ۶۴۶ ص ۱۱۲، ج ۶۴۷ ص ۱۱۲، ج ۶۴۸ ص ۱۱۲، ج ۶۴۹ ص ۱۱۲، ج ۶۵۰ ص ۱۱۲، ج ۶۵۱ ص ۱۱۲، ج ۶۵۲ ص ۱۱۲، ج ۶۵۳ ص ۱۱۲، ج ۶۵۴ ص ۱۱۲، ج ۶۵۵ ص ۱۱۲، ج ۶۵۶ ص ۱۱۲، ج ۶۵۷ ص ۱۱۲، ج ۶۵۸ ص ۱۱۲، ج ۶۵۹ ص ۱۱۲، ج ۶۶۰ ص ۱۱۲، ج ۶

ناجائز برتاؤ آپ کو بھی نزدیک بنی اور محمد اور ابراہیم کے خروجر میں ان کا ساتھ دینا دیتے بلکہ ان کو ان خروجر میں سے روکنے اور منع کرتے اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا موقف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عین موافق تھا کہ فتح ہو یا شکست ظالم خلفاء اور کلام کو معزول کرنے اور خلیفہ برحق کو مقرر کرنے کی مقصد اور مجہدی اور جہاد کرنا چاہیے۔ اور امام ابوحنیفہ کی طرف یہ منسوب کرنا غلط ہے کہ ان کے نزدیک فاسق کی امامت اور خلافت جائز ہے جیسا کہ شرح عقائد اور مبسوط دوسری کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ امام ملائی نے بھی علامہ ابو بکر جصاص کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کی خلافت جائز نہیں اور اگر قدرت برحق اس کے خلافت جہاد کرنا چاہیے۔ لہذا اور علامہ شہاب الدین خفاجی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ لہذا

ہم نے اس سلسلہ میں طویل بحث اس لیے کی ہے کہ ہمارے زمانے میں علامہ اور مشائخ میں یہ مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کی خلافت جائز ہے بلکہ میں نے بعض اساتذہ کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ یہ بیکر جو اس لیے کافر کہتے ہیں اگر ہم اس کو فاسق مسلمان کہیں تو یہ لازم آئے گا کہ امام حسین کے نزدیک فاسق کی خلافت جائز نہ ہو۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کی خلافت جائز ہے اس طرح امام ابوحنیفہ کا مذہب امام حسین کے خلافت قرار پانے لگا چنانچہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کے مطابق قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ نزدیک کو کافر مانا جائے۔ ان اساتذہ نے فریب نہیں کیا کہ اس طرح امام حسین کے موقف اور امام ابوحنیفہ کے (خود ساختہ) مذہب میں تو مطابقت ہو گئی لیکن دوسری طرف یہ لازم آئے گا کہ جب جو صحابہ نے ایک کافر کی بیعت پر قیامت کرنا اور اصل ان مشائخ نے یہ بیعتناظر اس لیے کیا ہے کہ علامہ تقی زانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق باپ اپنی نابالغ لڑکی کا اول بیٹے کا اہل ہے اور اس سے انھوں نے برا استدلال کیا کہ پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق امامت اور خلافت کا بھی اہل ہے، حالانکہ ایک لڑکی پر ولایت اور چیز ہے اور تمام عالم اسلام کی ولایت اور چیز ہے، ان اکابرین کے مخالفوں کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مشافہین فقہاء احناف نے ہر چند کہ خلیفہ کو مقرر کرنے کے لیے عدالت اور صاحبیت کی شرط قائم کی ہے لیکن انھوں نے (امام اعظم کے موقف کے برخلاف) یہ تصریح کی ہے کہ فسق سے خلیفہ معزول نہیں ہوگا، اور مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کا بھی یہ تصریح اور اب تقریباً اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

اسلام کے بدنام کو نصب کرنے کی پانچ شرطیں ہیں (۱) مرد ہو (۲) عادل اور صالح ہو (۳) عالم ہو (۴) قادر ہو۔ (۵) ترشہ ہو۔ لہذا

علامہ کمال الدین ابن شریف شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے خلیفہ کے لیے عدالت کی شرط قائم کرنے میں حجتہ الاسلام امام غزالی کی اتباع کی ہے امام غزالی

لہذا امام غزالی نے محمد بن شہاب الدین حرابی سنہ ۲۰۲ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

لہذا علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی سنہ ۱۰۶۹ھ، حاشیہ انفاض ج ۲ ص ۲۳۵، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۳ھ

لہذا علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی سنہ ۸۶۱ھ، مسافرہ ص ۳۱۹-۳۱۸، مطبوعہ مطبعۃ السعادة مصر

یہ بات واضح رہے کہ فاسق کی خلافت کا منقہ ہونا، امام ابوحنیفہ کا مسلک نہیں ہے، ان کا مسلک یہ ہے کہ فاسق کی خلافت میں جہاد کرنے کی تلک دو دو میں لگے رہنا چاہیے اور جب مسلمان اس کے خلافت پر قیام پزیر ہوں انہیں اس کے خلافت اور کھڑے ہونا چاہیے جیسے امام ابوحنیفہ نے ہشام بن عبدالملک کے خلافت خروج میں زبیر بن علی کے ساتھ تعاون کیا۔ اور پھر مغرب کے خلافت خروج میں محمد بن عبدالنضر بن حسن اور ابراہیم بن عبدالنضر بن حسن کا ساتھ دیا اور خلیفہ طریقے سے فساق کے خلافت ان کی تحریکوں میں ساتھ دیتے رہے۔ البتہ متاخرین فقہا احناف نے ظالم اور فیر قرشی کی خلافت کو ضرورت کی بنا پر صحیح قرار دیا ہے اور جہاد فقہاء اہلبیت، فقہاء شافعیہ اور امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ ہم ان کی تصانیف سے باحوال نقل کر چکے ہیں۔

فاسق کی خلافت میں امر اور فقہاء کے مذاہب بیان کرنے میں اور خصوصاً امام ابوحنیفہ کے نظریہ کو واضح کرنے میں نے بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے، کیرنگ میں نے دیکھا کہ یہ مشہور علماء پرست تیار ہو گیا حتیٰ کہ علماء ابن ہمام ایسے عقیدے نے بھی امام ابوحنیفہ کا مسلک سمجھنے میں متالکھایا اور میں نے اپنے راز کے اکثر علماء کو اس مسئلہ میں فقط نہیں میں متبادر پایا اس لیے میں نے حق واضح کرنے کی عمر پھر سنی کی، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس شرح کو دائمی اور ہمہ گیر مقبولیت عطا فرمائے، وانشود عنوان ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعیین والشافعیین قائد الغر المحجلین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء ائمہ وعلما

باب الاماموں کی ڈھال ہے

باب الامام جنتہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام (علیفہ) ڈھال ہے اس کی پشت پناہی میں جنگ کی جاتی ہے، اور وہ دین پر انان ہے، اگر امام اللہ عزوجل سے ڈرنے کا حکم لے اور عدل وانصاف سے کام لے تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اگر اس نے اس کے خلافت کچھ کیا تو اس کا اس پر وبال ہوگا۔

۴۶۵۷ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ حَزْمٍ عَنْ اَبِي الْيَاقَانِ عَنِ الْاَئِمَّةِ عَنِ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمَاؤِلاَ مِمَّا جُنَّتْهُ يُمُقَاتِلُ مِنْ ذِي اِيْهِ وَيَتَّقِيْهِ قِيَانُ اَمْرٍ يَتَّقُوْهُ اللهُ عَزَّ وَجَدَّ وَوَعَدَلُ كَانَ لَكَ بِذَلِكَ اَجْرٌ وَاِنْ يَأْمُرُ بِعَيْبٍ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُهَا - ۴۶۵۷

امام کے ڈھال ہونے کی وضاحت

اس باب کی حدیث میں ہے: امام ڈھال ہے، ڈھال حملہ سے بچانے کے آکر کہہتے ہیں اور امام (علیفہ) جھوٹوں کے حملہ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھتا ہے اور ملک کے داخلی اہل فساد سے لوگوں کو بچاتا ہے اور ملت میں بیاد کی حفاظت کرتا ہے اس لیے اس کے ڈھال سے تفریق پایا ہے اور اس کی پشت پناہی میں جنگ سے یہ مراد ہے کہ مسلمان فرمیں اس کی قیادت میں کفار بائیسوں اور دیگر اہل فساد سے جنگ کرتی ہیں اور اس کے ذریعہ ان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام کی سیاسی تدبیروں کی وجہ سے مسلمان مسندوں اور ظالموں کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

بَابُ وَجُوبِ الْوَفَاءِ بِبَيْعَةِ الْخَلِيفَةِ

الْأَوَّلُ قَالَ أَوَّلُ!

۲۶۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قُرَاتِ الْقُرَّاءِ زَعْنُ أَبِي حَانِئٍ قَالَ قَاعَدْتُ أَبَاهُ زَيْدَةَ حَمْسَ سِنِينَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسْوَسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَأَنْبِيٌّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْتُمُونَ قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فَوَابِعِيَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ وَاعْطَوْهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَأَلَهُمْ عَمَّا سَرَعَاهُمْ.

۲۶۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَبُ اللَّهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا هَبْدَةُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ قُرَاتٍ عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ مَخْلُفَةً.

۲۶۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ وَوَكَيْعٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ حُشَيْرٍ قَالَا أَخْبَرَنَا هَيْسُو بْنُ يُونُسَ كَلَّمَ عَنِ الْأَعْمَشِ وَحَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللُّطْطَلَاءُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَرِيذِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْبِيَاءُ بَعْدِي آتُونَ وَأُمُورٌ تُنْكَرُونَ لَهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَأْمُرُنَا بِهَا

جس شخص کی خلافت پر پہلے بیعت کر لی جائے

اس کو پورا کرنا واجب ہے

ابو عازم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ سال رہا، میں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ بنو اسرائیل کے انبیاء کی سیاسی انتظام کرنے تھے جب ایک نبی کا دعوا ہوتا تو وہ سب نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا، اور بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور عنقریب میرے بعد بکثرت خلفاء ہوں گے صحابہ نے عرض کیا ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: جس شخص کے ہاتھ پر پہلے بیعت کر لو، اس بیعت کو پورا کرو، اور حکام کا حق ادا کرو، اور جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے حکام کے سپرد کی اس کے متعلق وہ خود ان سے سوال کرے گا۔

ایک اور سند سے اس حدیث کی مثل روایت ہے۔

امام مسلم پانچ سندوں کے ساتھ حضرت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد لوگوں کی (حق تلفیاں) ہوں گی، اور جراثیم کا ظہور ہوگا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے جس شخص کو یہ حالات پیش آئیں اس کے متعلق آپ کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم پر جو حکام کا حق ہے تم اس کو ادا کرنا اور تمہارے حقوق کے متعلق اللہ ان سے سوال کرے گا۔

marfat.com

جلد نماس

ذَلِكَ قَالَ تَوَدُّونَ الْحَقَّ اَلَّذِي عَلَيْنَا وَ
تَسْأَلُونَ اللّٰهَ الَّذِي نَكْفُرُ -

۴۶۶۱ - حَدَّثَنَا اَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي سُرَيْبٍ وَ اَبِي هُرَيْرَةَ
بْنِ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اَسْحَقُ اَحْبَبْنَا وَقَالَ هُرَيْرَةُ
حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ اَبِي عَمِيْرٍ عَنْ تَرِيْدِ بْنِ وَهْبٍ
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّتِ الْكَعْبِيِّ قَالَ دَخَلْتُ
اَسْحَقَ وَ اَدْعَبْتُ اللّٰهَ بِنِ عَمْرِو بْنِ اَلْقَاسِمِ جَالِسٍ
فِي ظِلِّ الْكَعْبِيِّ وَ النَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ
فَاَتَيْتُهُمْ فَجَلَسْتُ اِلَيْهِمْ فَقَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَزَلْنَا فَتَوَلَّوْا
فَمَا مَنَّا مِنْ تَصَلُّحٍ خِيَابًا ؕ وَ مِمَّا مَنَّا يَنْتَصِلُ
وَ مِمَّا مَنَّا هُوَ فِي جَشِيْرٍ اِذَا نَادَى مَنَادِي
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ
جَامِعَةً فَاجْتَمَعْنَا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِيْ قَبْلِي
اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يَدُوْلَ اُمَّتًا عَلٰى خَيْرٍ مَا
يَعْلَمُ اَلِهْمُ وَ يَنْزِلْ رَحْمَةً شَرًّا مَا يَعْلَمُ اَلِهْمُ وَ لَنْ اَهْتَكُمُ
هٰذِهِ جَمْعًا عَافِيَتُهَا فِي الْاَوَّلِهَا وَ سَمِيَتْ اِخْرَ هَا
بِلَاةٍ وَ اَمُوْرٌ فَتَكُوْرُوْنَهَا وَ تَجِيْ فِشْنَةِ كَيْرِ قِي
بَعْضُهَا بَعْضًا وَ تَجِيْ الْفِتْنَةَ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ
هٰذِهِ مَهْلِكِيْ ثُمَّ تَكْتَفِيْ وَ تَجِيْ الْفِتْنَةَ
فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ مِنْ هٰذِهِ هٰذِهِ وَ قَمِنَ اَنْ يُوْخِرَ
عَلَى النَّارِ وَ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلْتَايِبًا مَبِيْتُهُ وَ هُوَ
يُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لِيَايِبَ اِلَى النَّاسِ
الَّذِي يَجِيْبُ اَنْ يُؤْفَى اِلَيْهِ وَ مَن تَابَعَهُ اِمَامًا
فَاَعْطَاهُ صَفْقَةً يَدِيْ وَ تَمَرَةً قَلِيْبًا فَلْيَطِيْعُهُ
لَا نِ اسْتِطَاعَ فَإِنْ جَاءَهُ اٰخَرُ مَنَارًا عَدُوًّا قَاضِرًا
عُتِقَ الْاٰخِرُ فَدَنُوْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ لَمَّا اَنْشَدْتُ
اللّٰهُ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عبدالرحمن بن عبد رب الکعبتہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں
گیا تو وہاں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عامر رضی اللہ عنہما کعبہ
کے سلسلے میں بیٹھے ہوئے تھے، اور لوگ ان کے گرد
جمعیت تھے، میں ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا، حضرت عبداللہ
بن عمرو نے کہا ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ سفر میں گئے، ہم نے ایک جگہ قیام کیا، بعض مسلمان
اپنا خیمہ درست کرنے لگے، بعض تیر اندازی کرنے لگے
اور بعض اپنے پریشیوں میں رہے، اتنے میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بکاشی نے آواز دی کہ نماز تیار رہے،
ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے،
اپنے نے فرمایا بلاشبہ مجھ سے پہلے ہر نبی پر یہ فرض تھا کہ وہ
اپنے علم کے مطابق اپنی امت کو فلاح اور خیر کی رہنمائی کرے
اور جو چیز اس کے علم میں بری ہو اس سے ڈرائے، اور
تہا رہی اس امت کے سابقین میں عافیت ہے، اور
بعد کے لوگوں میں مہیستیں، بلائیں اور برائیاں ہوں گی، اور
ایسے فتور کا ظہور ہوگا جن کے مقابلہ میں دوسرے فتنے
کم معلوم ہوں گے، ایک فتنہ آئے گا تو زمین کبھی گاس
فتنہ میں تو میری تباہی ہے، چودہ فتنہ دور ہو جائے گا اور
ایک اور فتنہ آئے گا تو زمین کے گاہی اہل فتنہ سے،
سورج شخص جنہ سے دور ہو گا اور جنت میں داخل ہونا
چاہتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ تاجلیات اس پر قائم رہے
حق کہ جب اس کو موت آئے تو اراشہ نکالی اور برہم اعرش
کے ایمان پر اس کا خاتمہ ہو، اور اس پر لازم ہے کہ جس
ماملہ کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہو وہی ماملہ دوسروں کے
ساتھ کرے، اور شخص ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دل کی گہرائیوں
سے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کرے اس پر لازم ہے
کہ متقدم ہر جس کی اطاعت کرے اور اگر دوسرا شخص

عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ فَأَهْوَى إِلَى أَدْنِيهِ وَ قَلْبِهِ
بِيَدَيْهِ وَقَالَ سَمِعْتُهُ أَذْنًا وَ وَعَاةً
قَلْبِي فَقُلْتُ لَهُ هَذَا ابْنُ عَتِكَ مُعَاوِيَةُ
يَا مُرْتَانَا أَنْ تَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ
وَ نَقْتُلَ أَنْفُسَنَا وَ اللَّهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَوَاضِعٍ بَيْنَكُمْ
وَ لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ
رَاحِمًا قَالَ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ
أَطَعَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَ أَغْصَبَهُ فِي
مَعْصِيَةِ اللَّهِ -

اس کی لامنت سے اعتقاد کہے تو اس دوسرے کا گھبرا
اڑا دو، راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے قریب
ہوا اور ان سے عرض کیا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا
آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی
ہے؟ حضرت عبداللہ نے اپنے کانوں اور دل کی طرف
اشارہ کیا اور فرمایا میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اپنے
دل میں اس کو یاد رکھا، میں نے ان سے کہا: یہ تمہارے
عم زاد معاویہ ہیں جو ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا مال
ناجاہز طریقہ سے کھائیں اور ہم ایک دوسرے کو ناحق قتل کریں اور اللہ تعالیٰ یہ دہشت
ہے (اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجاہز طریقہ سے مت کھاؤ، ان بارگاہی
رفماندی سے تجارت مستثنیٰ ہے اور تم ایک دوسرے
کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر رحیم ہے، راوی نے
کہا پھر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عامر، ایک لمحہ خاموش
رہے، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کرو
اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں ان کی نافرمانی کرو۔
امم مسلم نے اس حدیث کی دواد میں ذکر کیا ہیں۔

۲۶۶۲ - وَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشْجَرِيُّ قَالَُوا حَدَّثَنَا
وَ كَيْعُوبُ وَ حَدَّثَنَا أَبُو كُوَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ
بِأَنَّ هَذَا مِنَ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ -

۲۶۶۳ - وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا
أَبُو الْمُثَنَّى رِثْمَاعِيُّ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ
أَبِي إِسْمَاعِيلَ الْقَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي
السَّفَرِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ
الْكَعْبِيِّ الْقَائِدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ جَمَاعَةً
عِنْدَ الْكَعْبِيِّ قَدْ كَرِهُوا حَدِيثَ الْأَعْمَشِ

عبدالرحمن بن عبد رب کہتے ہیں میں نے ایک
جماعت کو کعبہ کے پاس دیکھا پھر حسب سابق حدیث بیان کی۔

سیاست کی تعریف اس باب کی حدیث نمبر ۲۶۵۸ میں ہے، کہ جو اسرائیل کے انبیاء کی سیاسی انتظام

علامہ بیہقی نے کھاسے سیاست کا معنی ہے کہ جس کی مدد سے ایک قوم کا انتظام کرنا۔ لہ

لہ۔ بیہقی نے کھاسے سیاست کا معنی ہے کہ جس کی مدد سے ایک قوم کا انتظام کرنا۔ لہ

علامہ ابن منظور افریقی کہتے ہیں: سانس کا معنی ہے اُتر (حکم دیا) حدیث میں ہے نبیؐ اور اس کے امتداد ان کی سیاست کرتے تھے، یہی ان کے معاملات کے متولی تھے، جس طرح ہر اہل حکام رعیت کے معاملات کے متولی ہوتے ہیں سیاست کے معنی ہیں: کسی چیز کی اصلاح کے لیے اقدامات کرنا، سیاست سانس کا فعل ہے، سانس مویشیوں کی دیکھ جھال اور نگھبائی کرنے والے کو کہتے ہیں، وال اور حاکم بھی اپنی رعیت کا دیکھ جھال اور نگھبائی کرتا ہے، تیرس کا معنی ہے کسی کے لیے کسی چیز کو مزین کرنا۔ ۱۷

اصطلاح میں سیاست کا معنی ہے: ملک کے داخلی اور خارجی استحکام کے لیے غور و فکر اور تدبیر کرنا، ایسے ہونے اور پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرنا، قوم کے دکھ درد دور کرنے اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے لائحہ عمل بنانا، لیکن ہمارے ملک میں ملکی سیاست یہ ہے کہ ہر جماعت اپنی جماعت کو مستحکم اور دوسری جماعت کو سہوتا کر کے اپنی کوشش کرتی ہے اور جو جماعت بھی برسرِ اقتدار آتی ہے وہ ملک کے وسائل کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے اپنی جماعت کے افراد تک پہنچانا چاہتی ہے، مختلف سیاسی جماعتوں میں یہی چیز ایک قدرتشوک ہے۔

دو غلیظوں کی بیعت کرنے کا حکم | اس حدیث میں ہے: جس شخص کے ہاتھ پر پہلے بیعت کر لو اس کو پورا کرو۔ علامہ آلہ اعلیٰ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب ایک غلیظ کے بعد دوسرے غلیظ کی بیعت کی جائے تو پہلے غلیظ کی بیعت صحیح ہے اور اس کو پورا کرنا واجب ہے اور دوسرے غلیظ کی بیعت باطل ہے اور اس کو پورا کرنا حرام ہے، خواہ ان کو دوسرے امام کی بیعت کرتے وقت پہلے امام کی بیعت کا علم ہو یا نہ ہو، اور خواہ وہ دو امام الگ الگ شہر و دیہ میں ہوں یا ایک شہر میں ہوں۔

علامہ ماژری ماٹھی نے کہا ہے کہ ایک زمانہ میں دو اماموں کی بیعت کرنا واجب نہیں ہے اور بعض امر لیبین کا یہ مذہب ہے کہ جب دارالاسلام وسیع ہو جائے اور بعض دور دراز علاقوں میں امام کے احکام اور اس کی تہذیب و پختی ہوں تو ان کے لیے دوسرا امام مقرر کرنا جائز ہے، علامہ نووی نے اس مذہب پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ یہ احادیث کے خلاف ہے اور علامہ منتقدین کے موقف کے بھی خلاف ہے۔

قاضی میاض ماٹھی نے کہا ہے کہ اگر ایک وقت میں دو اماموں کے ہاتھ پر بیعت کی جائے تو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کون سا امام سابق ہے تو تحقیق کے نزدیک وہ زیادہ حقدار ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے تو دونوں کی بیعت اشجیح کر دی جائے، ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب اربابِ صل و عقد پر چھوڑ دیا جائے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں قرعہ اندازی کی جائے۔ ۱۸

تثویب کا ثبوت | حدیث نمبر ۴۶۶۱ میں ہے کہ: ایک سفر میں ہر لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے آواز دی "الصلوٰۃ جامعہ"۔

۱۷۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۱۱۱۱ھ، لسان العرب ج ۶ ص ۱۰۸، مطبوعہ نشر ادب الحدیث قم ایران، ۱۳۵۰ھ
۱۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن طلحہ دمشقی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المصنوع ج ۵ ص ۱۸۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

(جماعت تیار ہے)، اس حدیث میں تشریب کا ثبوت ہے، علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:
 آج کل مؤذن اذان دینے کے بعد دو بارہ لوگوں کو جماعت کھڑی کرنے پر متنبہ کرتے ہیں اور الصلوٰۃ جامعۃ
 یا الصلوٰۃ، الصلوٰۃ - کہتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے اور یہ بدعت نہیں ہے اس کے برخلاف قرآن کے
 بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے۔ لے

علامہ قدوری حنفی لکھتے ہیں:

صبح کی اذان اور اقامت کے دوران تشریب کرنا (یعنی دوبارہ نماز کا اعلان کرنا اور لوگوں کو جماعت کا طرف
 بلانا) اور دوبارہ صلی الصلوٰۃ، صلی علی الفلاح کہنا مستحب ہے، کیونکہ یہ نیند اور غفلت کا وقت ہے۔
 اس کی شرح میں المرغبانی لکھتے ہیں

تشریب میں عرف اور عادت کے مطابق کلمات کہے جاتے ہیں، تشریب کو علماء کو فرض نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے
 عہد کے بعد ایجاد کیا ہے، کیونکہ لوگوں کے احوال متغیر ہو گئے تھے، اور صبح کی تخصیص نیند اور غفلت کا وجہ ہے کی
 ہے، اور متاخرین نے تمام نمازوں میں تشریب کو مستحسن قرار دیا ہے، کیونکہ عبادت اور امور دینیہ میں لوگوں کی غفلت
 اور سستی زیادہ ہو گئی تھی، امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مؤذن تمام نمازوں
 میں امیر سے یہ کہے کہ: السلام علیک ایہا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صلی علی الصلوٰۃ صلی علی الفلاح الصلوٰۃ یومئذ اللہ
 اور امام محمد نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنے میں تمام لوگ برابر ہیں، اور امام ابو یوسف
 نے امر کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے معاملات میں مشغول رہتے ہیں، اس لیے ان کو دوبارہ جماعت کی
 اطلاع دی جاتی ہے تاکہ ان کی جماعت نہ چھوٹ جائے، قاضی اور مفتی بھی چونکہ مسلمانوں کے امور میں مشغول رہتے
 ہیں اس وجہ سے ان کے لیے بھی پانچوں نمازوں میں تشریب کرنا مستحب ہے۔ لے

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

علماء کوفہ نے اذان کے بعد تشریب (دوبارہ اعلان کرنے) کو لاحق کیا ہے، یعنی دوبارہ صلی علی الصلوٰۃ
 صلی علی الفلاح۔ کہا جائے، ہر شہر کی تشریب اس کے عرف اور رواج کے مطابق ہوگی خواہ الصلوٰۃ، الصلوٰۃ کہا
 جائے یا قامت قامت کہا جائے، متاخرین نے تمام نمازوں میں تشریب کو اس لیے مستحسن قرار دیا ہے کہ اب
 لوگوں میں سستی اور غفلت زیادہ ہو گئی ہے اور اذان سننے کے بعد بہت کم لوگ جماعت کے لیے کھڑے ہوتے
 ہیں۔ لے

فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کی ان تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جس کام میں فی نفسہ خیر ہو اور وہ اصول اسلام
 سے عقائد نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے خواہ اس کام کا ثبوت عہد رسالت اور عہد صحابہ میں نہ ہو، تاہم اسی کام کے

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن قاسم دمشقی نے کتاب الامارۃ ص ۸۲۸، اکمال اکمال المسلم ج ۵ ص ۱۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۲۔ علامہ ابن ہمام حنفی دمشقی نے کتاب الامارۃ ص ۵۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ عمان

۳۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی دمشقی نے کتاب الامارۃ ص ۵۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ دمشق

ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے اور کبھی کبھی اسی کو ترک بھی کر دینا چاہیے۔ ہمارے زمانے میں لوگوں نے فرض اور اجابت کو ترک کر دیا ہے اور بدعات حسنہ پر دائمی اور لازمی عمل کرتے ہیں فیہ لاسلف

حضرت علی کی خلافت سے حضرت معاویہ کے اختلاف کی بحث | حدیث نمبر ۴۶۶۱ میں ہے :

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عامر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تمہارے ہم زیاد معاویہ ہم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کا ناہائز ہال کھائیں اور ہیکل دوسرے کا ناقص نقل کریں۔ عبداللہ مایکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں، مسائل کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو مال لینے لشکر خرچ کرتے ہیں یہ مال ناجائز ہے اور ان کے لشکر والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کو جو قتل کرتے ہیں وہ قتل بھی ناجائز ہے، مسائل کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علیہ السلام راجح ہیں اور حضرت معاویہ کا ان کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کرنا باطل ہے اور حضرت معاویہ نے چونکہ حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی ان کے خلاف میں اختلاف کیا اور ان کے خلاف جنگ کی اس لیے اس حدیث کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کو برا کرنا اور حضرت معاویہ کو قتل کرنا واجب تھا۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عامر کی اس روایت میں ہے کہ جب ایک شخص کی بیعت کر لی جائے تو اس کی اطاعت کر دو اور جو اس سے اختلاف کرے اس کی گردن اڑا دو، ابتداء میں اہل شام نے حضرت معاویہ کی بیعت نہیں کی تھی اور حضرت معاویہ نے صرف حضرت عثمان کے تابعوں کا مطالبہ کیا تھا، اور حضرت معاویہ نے حضرت علی کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ پہلے تم حضرت عثمان کے تابعوں کو یہ سے حوالے کرو پھر میں تمہاری بیعت کر دوں گا، اس کے جواب میں حضرت علی نے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خطا روانہ کیا، حمد و کلمۃ کے بعد واضح ہو کہ تم شام میں برادر اہل مدینہ نے میری بیعت کر لی ہے، اور یہ بیعت تم پر لازم ہوگئی ہے کیونکہ ان لوگوں نے میری بیعت کی ہے جنہوں نے میرے پیشین رسول (حضرت عثمان) کی بیعت کی تھی اس لیے اب حاضر کے لیے انتخاب کی گنجائش ہے نہ غائب کے لیے اس کو مسترد کرنے کا موقع ہے، یہ شوریٰ صرف باجرین اور انصار میں منحصر ہے اگر وہ کسی شخص کو منتخب کر کے بالاطفاق امام مقرر کر دی تو اس کی امامت لازم ہو جائے گی، سو جو شخص اس کی خلافت سے خروج کرے اس کو واپس لوٹنے پر مجبور کر دو، اور اگر وہ انکار کرے اس سے طریق مسلمانوں کی اتباع کرانے کے لیے جنگ کر دو، لہذا تم بھی اس شخص کی خلافت کرنا ان لوگوں کی امامت کو تمام مسلمانوں نے مان لیا ہے، تم نے فائزین عثمان کو حوالے کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے اگر تم نے اپنی رائے واپس لے لی اور اپنے اختلاف سے رجوع کر لیا اور تمام مسلمانوں کے طریق کو اختیار کر لیا تو میں تمہارے اور تمہاری قوم کے ساتھ کتاب اللہ کے مطابق سلوک کر دوں گا اور اگر تم اپنی ہوائی نفس کی بجائے عقل سلیم سے غور کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ میں قریش میں سب سے زیادہ عزم و شہادت سے بری ہوں، اور تم یہ مجھ کو کہنا مطلقاً میں سے جو میں کے لیے خلافت جائز نہیں ہے اور میں نے تمہارے پاس جریر بن عبداللہ کو بھیجا ہے، یا اہل ایمان اور اہل ہجرت میں سے ہیں تم ان کے ہاتھ پر (میری) بیعت کر لو، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نیکی کی استطاعت حاصل نہیں ہوتی۔

اب اشکال یہ ہے کہ واقعہ حکیم کے بعد اہل شام کا حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا کس طرح صحیح ہوگا جبکہ حضرت علی کی خلافت پہلے منعقد ہو چکی تھی اور اس کے بعد حضرت معاویہ نے اپنی خلافت پر بیعت لی اور حدیث میں

ہے جب ایک خلیفہ کی بیعت ہو جائے اور دوسرا شخص اس سے اختلاف کرے تو اس کو قتل کر دو، اس اشکال سے چھٹکارے کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مثالی اور مجتہد تھے۔ لہ

حکام کے ظلم پر صبر کرنے کا حکم

حضرت اسید بن حنییر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں عرض کیا، کیا آپ مجھے عامل نہیں بنائیں گے؟ جس طرح آپ نے فلاں شخص کو عامل بنایا ہے، آپ نے فرمایا میرے بدتم کو اپنے اور پرترجمہ کا سامنا ہو گا، تم اس پر صبر کرنا سنی کہ تمہاری مجھ سے عرض کو اثر پر ملاقات ہو۔

حضرت اسید بن حنییر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں عرض کیا: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں مروی ہے کہ اس نے یہ نہیں کہا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں عرض کیا۔
عقلمند بن وائل مغزی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سلمیٰ بن یزید جعفی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ بتلائیے کہ اگر ہم پر ایسے حاکم مسلط ہوں جو ہم سے اپنے حقوق کا مطالبہ

بَابُ الْأَمْرِ بِالصَّبْرِ عِنْدَ ظَلْمِ الْوَلَاةِ

وَأَسْتَنْتَابِهِمْ

۴۶۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَخَذَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَا تَسْتَعِينُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فَلَانًا فَقَالَ إِنكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَهُ فَأَصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ.

۴۶۶۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَمَّارِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ رِيعٍ ابْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَخَذَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۴۶۶۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ اللَّهُ بْنُ مَعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ يَهْدِي الْأَسْنَادَ وَلَمْ يَقُلْ أَخَذَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۶۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلَ سَلَمَةَ بْنَ

لہ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خالد دمشقی نے اس حدیث کو اپنی کتاب "المعجم" ص ۱۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

جلد خامس

کریں اور ہمارے حق میں نردیوں، تو اس صورت میں آپ نہیں کیا حکم دیتے ہیں، آپ نے اس سائل سے اعرافن کیا، اس نے دوبارہ سوال کیا، آپ نے پھر اعرافن کیا، پھر جب اس نے دوسری یا تیسری بار سوال کیا تو اس کو اشعث بن قیس نے کھینچ لیا، آپ نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو، کیونکہ ان کا باران پر ہے اور نہ بارا برجھ تم پر ہے۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے اشعث بن قیس نے سائل کو کھینچ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو، ان پر مرن ان کا برجھ ہے اور تم پر نہ بارا برجھ ہے۔

يَزِيدُ الْجَعْفَرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بَنِي الْهَوَاءِ أَرَيْتُمْ إِنْ قَامَتْ هَيْكَلًا أَسَاءَ يَسْأَلُونَنا حَقَّهُمْ وَيَتَعَوَّنَا حَقَّنَا قَمَا تَأْمُرُنَا قَا مَرَضَ عِنْدَهُ ثُمَّ سَأَلَهُ قَا مَرَضَ عِنْدَهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّلَاثَةِ فَجَدَّ بِهِ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ وَقَالَ اسْتَمِعُوا أَوْ أَطِيعُوا قِيَامًا عَلَيْكُمْ مَا حَيَلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حَيَلْتُمْ.

۴۶۶۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ حَدَّادٍ أَنَّ شُعْبَةَ بْنَ سَلَالَةَ يَهُدَا الْأَسْنَاءُ وَمَكَّةَ وَقَالَ فَجَدَّ بِهِ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ كَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَمِعُوا وَأَطِيعُوا قِيَامًا عَلَيْكُمْ مَا حَيَلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حَيَلْتُمْ.

بَابُ الْأَمْرِ بِالزُّومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ

الْفِتَنِ وَتَحْذِيرِ الدَّعَاةِ إِلَى الْكُفْرِ

۴۶۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ يُونُسَ

بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ أَنَّ اللَّهَ الْحَضْرَمِيُّ أَسْأَلَ سَمِعَةَ أَسْأَلَ أَبُو رَيْسَ الْخَوْلَاقِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ حَدِيثَ يَدْرِيْنَ الْإِيمَانِ يَقُولُ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ فَخَالَفَ أَنْ يَدْرِيْنَ كَيْفِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرِّ فِجَاءٍ نَا اللَّهُ يَهْدِيْنَا الْخَيْرِ فَقَالَ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ كَثْرًا قَالَ بَعْدَ فَقُلْتُ هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ وَخَيْرٌ كُنْتُ وَمَا وَحَدَّثَنَا قَالَ فَرَمَّا يَسْتَعْتُونَ يَعْنِي سَتَجِي وَبَعْدَ ذَلِكَ يَعْنِي هَذَا فِي تَعْرِكَ مِنْهُمْ وَتُنْكَرُ فَقُلْتُ هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرِّهِ قَالَ نَعَمْ

فتن کے وقت مسلمانوں کی جماعت

کے ساتھ رہنے کا حکم

حضرت مذہب بن بیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے، اور میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا، اس خوف سے کہ کہیں میں اس شر میں مبتلا نہ ہو، اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہر زمانہ جاہلیت میں شر میں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمد سے پاس اس خیر کو لے آیا کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں اس خیر میں کچھ کد درد ہوگی، میں نے عرض کیا وہ کدورت کسی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: لوگ میری سنت پر نہیں چلیں گے، اور میری ہدایت کے خلاف عمل کریں گے ان میں ابھی اور کئی دونوں باتیں ہوں گی، میں نے عرض کیا کیا اس خیر کے بعد کدورت شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا:

دَعَا إِلَىٰ أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مِنْ آجَابٍ بَعْدَ آيَاتِنَا
 قَدْ هَوَتْ فِيهَا فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صِفْتُمْ لَنَا
 قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ مِنْ جُلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِالسِّنِّتِنَا
 قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا تَدْرِي إِنْ أَدْرَاكَ لِي ذَلِكُ
 قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ فَعَلْتُ
 فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةً وَلَا إِمَامًا قَالِي فَاعْتَزِلْ
 يَلِكُ الْفِرَاقُ كُلُّهَا وَلَوْ أَنْ تَعْصَىٰ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِي
 حَتَّىٰ يُدِيرَاكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَىٰ ذَلِكِ -

۲۶۷۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ بْنُ عَسْكَرِ
 التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ حَسَّانٍ حَدَّثَنَا
 عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّاسِجِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَىٰ
 (وَهُوَ ابْنُ حَسَّانٍ) حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ رَيْغِي ابْنُ
 سَلَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ سَلَامٍ عَنْ أَبِي سَلَامٍ
 قَالَ قَالَ حَدَّثَنِي بَنُو الْيَمَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ إِنَّا كُنَّا بَعَثْنَا فَجَاءَ اللَّهُ بِخَيْرٍ فَخُنُّ فِيهِ
 فَعَلُ مِنْ وَرَاءَ هَذَا الْخَيْرِ كَمَا قَالَ نَعَمْ قُلْتُ
 هَلْ وَرَاءَ ذَلِكَ الْخَيْرِ خَيْرٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَهَلْ
 وَرَاءَ ذَلِكَ الْخَيْرِ كَمَا قَالَ نَعَمْ قُلْتُ كَيْفَ قَالَ
 يَكُونُ بَعْدِي أُمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهَدَايَ وَلَا
 يَسْتَمُونَ بِسُنَّتِي وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ
 قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جَهَنَّمَ إِنْ
 قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ
 أَدْرَاكَ ذَلِكَ قَالَ كَسَمِّهِ وَطَيْبِهِ يَلَا مِيرَاقَانِ
 حَرِبَ ظَهْرَهُ لَوْ وَأَخَذَ مَا لَكَ قَانَمَةٌ وَأَطْعَمَ -

۲۶۷۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا
 جَوَيْدُ بْنُ رَيْغِي ابْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا غَيْدَةُ بْنُ حَنْبَلٍ

ہاں کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور لوگوں
 کو بلائیں گے جو ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اس کو
 جہنم میں ڈال دیں گے! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان
 کی صفت بیان کیجئے، آپ نے فرمایا ان لوگوں کا رنگ ہاکی
 طرح ہوگا اور وہ ہماری زبان بولتے ہوں گے، میں نے
 عرض کیا: یا رسول اللہ اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو میرے
 لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم مسلمانوں کے امام اور مسلمانوں
 کی جماعت کے ساتھ رہنا، میں نے عرض کیا اگر اس
 وقت مسلمانوں کی جماعت اور امام نہ ہو؟ آپ نے فرمایا
 تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا خواہ تم کو تاحیات حیات
 کی جڑیں چبانی پڑیں اور اسی حال میں تمہاری موت آئے

حضرت عدیفہ بن بیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم شریعتیں بنا رہے ہیں، پھر اللہ
 تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا کیا اس خیر کے
 بعد شر ہوگا، آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا کیا اس
 شر کے بعد خیر ہوگا، آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا:
 کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ فرمایا ہاں! میں نے پوچھا:
 اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: میرے بعد ایسے
 اللہ ہوں گے جو میری ہدایت پر عمل نہیں کریں گے، اللہ
 نہ میری سنت پر چلیں گے اور عنقریب ان میں ایسے
 لوگ ہوں گے جن کے دل شیطانوں کی طرح اور بدن
 انسانوں کی مانند ہوں گے، راوی کہتے ہیں میں نے کہا
 یا رسول اللہ اگر میں ان کو پاؤں تو کیا کروں؟ آپ نے
 فرمایا: امیر کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا، خواہ
 تمہاری پیٹھ پر کڑے مارے جائیں اور تمہارا مال چھین
 لیا جائے پھر بھی راہِ احکام سننا اور اطاعت کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (حاکم کی)

عَنْ أَبِي قَلَيْسٍ بْنِ رِيَّاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ حَوَّجَ مِنْ الطَّائِفَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ قَدَمَاتٍ مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةَةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَأْيِهِ عُيَيْتَةٍ يَغْضِبُ لِعَصْبَتِهِ أَذَى دَعَا إِلَى عَصْبِيَةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصْبَتَهُ فَقَتَلَ فَقَتَلَهُ جَاهِلِيَّةَةً وَمَنْ حَوَّجَ عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرِّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مَوْمِنِهَا وَلَا يُقِي يَذِي عَهْدٍ عَهْدًا فَكَيْسَ مِنِّي وَكَيْسَ مِنِّي -

۲۶۲ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو ذَرِّبٍ عَنْ عُيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنِ زِيَادِ بْنِ رِيَّاحٍ الْقَلْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْحَوِّدُنِي جَرِيرٌ وَقَالَ لَا يَتَحَاشَى مِنْ مَوْمِنِهَا -

۲۶۳ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ عُيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنِ زِيَادِ بْنِ رِيَّاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَوَّجَ مِنَ الطَّائِفَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ قَدَمَاتٍ مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةَةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَأْيِهِ عُيَيْتَةٍ يَغْضِبُ لِعَصْبَتِهِ وَبَقِيَ بَلُّ لِعَصْبَتِهِ فَلَيْسَ مِنْ أُمَّتِي وَمَنْ حَوَّجَ مِنْ أُمَّتِي عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرِّهَا وَفَاجِرَهَا لَا يَتَحَاشَى مِنْ مَوْمِنِهَا وَلَا يُقِي يَذِي عَهْدٍ هَا كَلَيْسَ مِنِّي -

۲۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ كَالْأَحَدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَأَمَّا ابْنُ الْمُثَنَّى

اطاعت سے نکل جائے اور جماعت کو چھوڑ دے تو وہ جاہلیت کی موت مرا، اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے سے تلے جنگ کرے یا کسی عصبیت کی بنا پر غضب ناک ہو یا عصبیت کی طرف دعوت دے، یا عصبیت کی خاطر جنگ کرے اور مارا جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا، اور جس شخص نے میری امت پر شروع کیا اور اچھول اور بڑول سب کو قتل کیا، کسی مومن کا لحاظ کیا نہ کسی سے کیا ہوا عہد لپڑا کیا وہ میرے دین پر نہیں ہے اور نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد سب سابق حدیث ہے اور اس میں لایتحاشی من مؤمنہا۔ کے الفاظ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص (امیر کی) اطاعت سے منکھلا اور اس نے جماعت کو چھوڑ دیا چھوڑ گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا، اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے سے تلے مارا جائے، عصبیت کی بنا پر غضب ناک ہو، اور عصبیت کی بنا پر جنگ کرے وہ میری امت میں سے نہیں ہے، اور میری امت میں سے جو شخص میری امت پر زور دے، نیک اور بد میں شخص کو قتل کرے، مومن کا لحاظ کرے نہ ذمی کا عہد لپڑا کرے وہ میرے دین پر نہیں ہے۔

ایک اور سند سے یہ حدیث ہے ابن شخبلی نے اپنی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا، اور ابن بشار نے دوسروں کی روایت کی طرح کہا رسول اللہ

فَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيثِ
وَأَمَّا ابْنُ بَشَّارٍ فَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْوِ
حَدِيثَهُمْ -

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۴۶۵ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي
رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يُذَوِّبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرٍ
شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْرِفْ فَإِنَّهُ مِنْ فَارَقِ الْجَمَاعَةَ
شِبْرًا قِمَاتٍ فَمَيْتَةٌ جَاهِلِيَّةٌ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنے
امیر کی کوئی چیز ناگوار گزرے وہ صبر کرے کیونکہ جو شخص ایک
باشت برابر بھی جماعت سے الگ ہوگا وہ جاہلیت کی موت
مرے گا۔

۴۶۶ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْجَعْدُ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ
الْعَطَّارِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرٍ شَيْئًا
فَلْيَصْرِفْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يَخْرُجُ
مِنَ الشَّيْطَانِ شِبْرًا قِمَاتٍ عَلَيْهِ إِلَّا مَاتَ
مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنے
امیر کی کوئی بات ناگوار گزرے وہ اس پر صبر کرے کیونکہ
لوگوں میں سے جو شخص بھی سلطان کی اطاعت سے ایک
باشت بھی نکلا تو وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

۴۶۷ - حَدَّثَنَا هُرَيْرُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى
حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي جَلْدٍ
عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قُتِلَ تَحْتَ دَائِيَّةٍ
عُمِّيَّةٍ يَدْعُو عَصَبِيَّةً أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً
فَقَتَلَهُ جَاهِلِيَّةٌ -

حضرت جندب بن عبد اللہ بجل روایت کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اندھی
تقلید میں کسی کے جھنڈے کی طرف مارا گیا، جو عصبیت
کا دعوت دیتا تھا اور عصبیت کی مدد کرتا تھا، اس کی موت
جاہلیت کی موت ہے۔

۴۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَادٍ الْعَنْبَرِيُّ
حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ هُوَالِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ
زَيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ تَائِفٍ قَالَ جَاءَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُطِيعِ بْنِ
كَانَ مِنْ أَمْوَالِ حَرَّةٍ وَمَا كَانَ مِنْ زَيْدِ بْنِ
مَعَاوِيَةَ فَقَالَ لَطْرَحُوا إِلَيَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے مددگار
میں جب واقعہ حرا ہوا تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
عبد اللہ بن مطیع کے پاس گئے، ابی مطیع نے کہا حضرت
ابو عبد الرحمن (یہ حضرت ابن عمر کی کنیت تھی) کے لیے فلاں
بچھاؤ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں تمہارے پاس بیٹھنے
کے لیے نہیں آیا، میں تمہارے پاس موت اس لیے آیا ہوں

وَسَادَةٌ فَقَالَ اِنْ كُنَّا اَيْتُكَ لِكَيْلَسَ اَقْبَبْتِكَ
اِكْحَبْتِكَ حَتَّى تَسْمَعْتُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَكُمْ مَعَهُتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَتِي
لَقِيَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَاحِبَةً لَدَا وَمَنْ مَاتَ
وَكَانَ فِي عُنُقِهِ يَبْعَةً مَاتَ صَبِيحَةً جَاهِلِيَّةً -

کہ تم کو ایک حدیث سناؤں جن کو میں نے خود رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس شخص نے (امام کی) اطاعت سے ہاتھ نکال
یا وہ قیامت کے دن اللہ تمناٹے سے اس حال میں ملے
کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہوگی، اور جو شخص اس
حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تھی وہ
جاہلیت کی موت مرے گا۔

۴۶۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ لُمَيْحَةَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَكْرِ حَدَّثَنَا ثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ
بْنِ اَبِي جَعْفَرٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَدِ شَيْخٍ
عَنْ ثَنَا يَزِيدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَا بِنِ مَطِيحٍ
فَدَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَوَّاهُ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ
ابن مطیح کے پاس گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
حدیث روایت کی۔

۴۶۸۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ
مُهَيَّبٍ قِيَسَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو وَابْنُ جَبَلَةَ
حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَ جَمِعْنَا حَدَّثَنَا هِشَامُ
بْنُ سَعْدٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ اَسْلَمَةَ عَنْ اَبِي بَرٍّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ
ثَنَا فِرْعَانَ بْنِ عُمَرَ -

ایک اور سند کے ساتھ ہی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی
حدیث حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔

خیر اور شر کے اعتبار سے ادوار امت کی تقسیم

اس باب کی حدیث نمبر ۴۶۶۹ میں ہے: زمانہ جاہلیت
خیر اور شر کے اعتبار سے ادوار امت کی تقسیم کے بعد خیر ہوگی اور پھر شر ہوگا، اس شر کے بعد پھر
خیر ہوگا لیکن اس میں کچھ میل ہوگا اور اس کے بعد پھر شر ہوگا، اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابی ناگی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں جو تین احوال بیان کیے گئے ہیں یہ خلافت کے تین احوال ہیں، پہلی قسم خیر محض ہے اور یہ خلفاء راشدین
کا خلافت ہے جو خلافت علی منہاج النبوت ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے متعلق آپ نے فرمایا: اس خیر کے بعد
شر ہوگا، یہ ملوکیت کا دور ہے جو خلافت راشدہ کے بعد عربی عبدالعزیز بنک رہا، تیسری قسم وہ ہے جس کے متعلق فرمایا:
اس شر کے بعد پھر خیر ہوگا لیکن اس میں میل کی آمیزش ہوگی اس کی تفسیر عربی عبدالعزیز کے دور خلافت سے کی گئی ہے،
اس کے بعد جو ملوک اور سلاطین آئے ان کو آپ نے شر کے ساتھ تفسیر فرمایا ہے۔ لہ

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف درستانی، ابی ناگی، مشرقی ۸۲۸ھ، اکمال کمال، المروج ۵ ص ۱۹۲-۱۹۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

یزید کی بیعت کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف

نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اولاد اور اپنے انارب کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سے کہ قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لیے ایک عہدنا نصب کیا جائے گا، اور ہم نے اس شخص (یزید بن معاویہ) سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت پر بیعت کی ہے اور میں اس سے بڑھ کر کوئی اور بد عہدی اللہ عہد شکنی نہیں جانتا کہ کسی شخص سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت پر بیعت کی جائے اور پھر اس کے خلاف جنگ شروع کی جائے، اور مجھے جس شخص کے متعلق بھی یہ علم ہوا کہ اس نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یا اس معاملہ میں کسی کا ساتھ دیا ہے تو میرا اور اس کا تعلق منقطع ہو جائے گا۔ ۱۰

اور اس باب کی حدیث نمبر ۴۶۷۸ میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت توڑنے والوں کے پاس جا کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس شخص نے (امام کی) اطاعت سے امتزگال یا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے بغیر حجت کے طائعات کرے گا، علامہ ابی مالکی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مسلک یہ تھا کہ اگر امام کی بیعت کے بعد اس میں فسق ظاہر ہو جائے تو اس کی بیعت توڑنا اور اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اکثر بلکہ تمام فقہاء کا مسلک یہی ہے جیسا کہ ابن مجاہد نے ذکر کیا ہے، اور جو فقہاء فاسق امام کے خلاف اٹھنے اور خروج کرنا سمجھتے ہیں وہ حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر کے خروج سے استدلال کرتے ہیں، اور جمہور فقہاء ان احادیث کی بنا پر اس کو منع کرتے ہیں نیز کبھی یہ قیام اور خروج زبردست فتنہ فساد اور خونریزی پر منتج ہوتا ہے، جیسا کہ واقعہ حترہ میں ہوا، اور ایک قول یہ ہے یہ اختلاف ابتداء میں تھا بعد میں سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ فاسق امام کے خلاف قیام اور خروج جائز نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ اختلاف اس صورت میں ہے جب امام پہلے عادل ہو اور پھر فاسق ہو جائے، لیکن جو شخص اتفاقاً امامت سے پہلے ہی فاسق ہو اور اس کی بیعت کر لی جائے تو اس کے متعلق اتفاق ہے کہ اس کی امامت منقذ نہیں ہوتی، اور یزید امامت کے منقذ ہونے سے پہلے ہی فاسق تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ابتداءً فاسق ہو تو اس کی امامت منقذ نہیں ہوتی، لیکن اگر اس کی بیعت کر لی جائے تو پھر اس کی امامت منقذ ہو جاتی ہے اور وہ امام اس امام کے حکم میں ہو جاتا ہے جو پہلے عادل ہو اور بعد میں فاسق ہو جائے اور اس کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ابن مطیع کو یزید کی بیعت توڑنے سے باز رکھنے کی کوشش کرنا ہے۔ ۱۱

حافظ ابن جریر مستطاب شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس امام کی بیعت منقذ ہو گئی اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے خواہ وہ لوگوں پر ظلم کرے اور یہ کہ فسق سے امام منزل نہیں ہوتا۔ ۱۲

۱۰۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۱۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المسلم ج ۵ ص ۲۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن جریر مستطاب متوفی ۸۵۰ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب اسلامیہ لاہور، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث میں واقعہ مزہ کا بھی ذکر ہے، واقعہ مزہ کی تفصیل شرح صحیح مسلم ص ۳۵ ص ۳۱۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ حُكْمِ مَنْ قَرَّقَ أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ وَهُوَ مُجْتَمِعٌ

مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کرنے والے کا حکم

حضرت عوف بن مرثد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب نئے نئے ہوں گے، ہنوجو شخص اس امت کی جمیعت کو توڑنے کا ارادہ کرے اس کو تلوار سے مار دو خواہ وہ کوئی شخص ہو۔

۲۶۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَ مُحَمَّدٌ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا ابْنُ تَائِبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَ فِجَةَ عَنِ سَمِعْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّكُمْ سَتَكُونُونَ هَنَاتٌ وَ هَنَاتٌ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَقَرِّقَ أُمَّرَهُ لِيَهِيَ الْأُمَّةَ وَ هِيَ جَمِيْعَةٌ فَأَضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَمَا ضَرَبْنَا مَنْ كَانَ -

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں سب روایات میں "فاتقوا" ہے۔

۲۶۸۲ - وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِمْرَانَ حَدَّثَنَا سَيِّدَانُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكْوِيَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى عَنْ كَثِيْبَانَ ح وَ حَدَّثَنَا اسْحَبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمُعْتَبِرُ بْنُ الْمَقْدَامِ الْخَثْعَمِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ح وَ حَدَّثَنَا حَجَّابُ حَدَّثَنَا عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا سَعَادُ بْنُ تَرَبِيْسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَ تَجَلُّ وَ سَمَاءُ كُلُّهُمْ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرَ فِجَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهَا عَمْرَأَةَ فِي حَدِيثِهِمْ جَمِيْعًا فَأَضْرِبُوهُ -

حضرت عوف بن مرثد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب تم ایک شخص کی امامت پر متفق ہو پھر کوئی شخص تمہارے اتحاد کو لاطعی کو توڑنے کی کوشش کرے یا ہناری جماعت میں تفریق کی کوشش کرے تو اس کو تلوار سے مار دو۔

۲۶۸۳ - وَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي قَيْسٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِوَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَتَاكُمْ وَ أَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلَى رَجُلٍ وَ أَحِبُّ يُوْبِدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يَقَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَأَضْرِبُوهُ -

بَابُ إِذَا بُوِيَ لِمَخْلِفَتَيْنِ

۲۶۸۴ - وَحَدَّثَنِي وَهَبُ بْنُ بَعِيَّةَ
الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الْمُجَرِّدِيِّ
عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بُوِيَ
لِمَخْلِفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْأَخْرَجَ مِنْهُمَا -

دو خلیفوں سے بیعت کا حکم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو خلیفوں
کی بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر
دو۔

ف: اس حدیث کی شرح ہم نے کتاب الامارۃ کے مقدمہ میں بیان کر دی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائی جانے۔

بَابُ وَجُوبِ الْإِنْكَارِ عَلَى الْأَمْرَاءِ

فِيمَا يَخَالِفُ الشَّرْعَ وَتَرْكِ
قِتَالِهِمْ مَا صَلُّوا وَنَحْوِ ذَلِكَ

۲۶۸۵ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ
حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ
الْحَسَنِ عَنِ صَبِيئَةَ بْنِ مِخْصِنٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُونُ
أَمْرَاءٌ فَتَغْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ فَمَنْ عَرَفَ بَرِيءًا
مَنْ أَنْكَرَ سَلِمَ وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوا
أَفَلَا نَقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلُّوا -

خلافت شرع امور میں حکام کا رد کرنا واجب

ہے اور جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں
ان کے خلاف جنگ کرنا ممنوع ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم پر ایسے حکم
مقرر ہوں گے جو اچھے اور برے کام کہیں گے جو جس
نے برے کاموں کو پہچان لیا وہ بری ہو گیا، اور جس نے
برے کاموں کو مسترد کیا وہ سلامت رہا، البتہ جس شخص
نے برے کاموں کو پسند کیا اور ان کی پیروی کی (وہ سلامت
نہیں رہے گا) صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم ان سے جنگ
نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں، جب تک کہ وہ نماز پڑھتے
رہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المومنین ام
رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تم پر ایسے امیر مقرر کیے جائیں گے جس سے تم اپنا
بھی دیکھو گے اور برائیاں بھی، سو جو برے کام کو پسند
کے گا وہ بری ہو جائے گا اور جو اس کو مسترد کرے گا
وہ سلامت رہے گا، البتہ جو شخص ان کو پسند کرے گا

۲۶۸۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمُسَمَعِيُّ
وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مَعَاذِ بْنِ النَّظَرِيِّ
غَسَّانَ (حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيُّ)
حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ صَبِيئَةَ
بِنِ مِخْصِنِ الْعَتَرِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ تَرْوِيهِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا سَلَّمْتُمْ
عَلَيْكُمْ أَمْرَاءٌ فَتَغْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ

بری نہیں ہوگا صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے جہاد کریں، آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں، اہل جاننے سے دل سے بڑھانا اور ستر دکنے سے دل سے ستر دکنہ مراد ہے۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں جس نے انکار کیا وہ بری ہوگا اور جس نے ناپسند کیا وہ سلامت رہا۔

فَقَدْ بَرِحَ وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا نَقَاتِلُهُمْ قَالُوا مَا صَلُّوا رَأَى مِنْ كِبَرِهِ وَعَقْلِهِ وَأَنْكَرَ بِعَقْلِهِ

۲۶۸۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الثَّوَالِبِيِّ أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ رِيفَةَ بْنَ رِيفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّفُ لَكَ عَيْنًا قَالَتْ لَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ بَرِحَ وَمَنْ كَبَّرَهُ فَقَدْ سَلِمَ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ البتہ اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں تو کمن من رضی وتابع۔

۲۶۸۸ - وَحَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ غَالِبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرِهْتُ لَكُمْ أَنْ تَقُولُوا وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَهُ لَمْ يَذُكُرْهُ

حکام کے خلاف شرع کاموں پر عوام کی کیا ذمہ داری ہے؟
کاملی اصلاح کر سکتے ہوں تو عملی اصلاح کریں حدیث زبان سے ان کاموں کا رد کریں اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہوں تو دل سے ان کاموں کو بڑھا جائیں۔

حدیث نمبر ۲۶۸۵ میں سے ضمن عرف فقہ جبری اور ایک روایت میں ہے ضمن کوہ فقہ جبری، دوسری روایت کی بنا پر یہ سنی ہے کہ جس نے بڑائی کو مکروہ جانا وہ اس کے مناب سے بری ہوگا، اور یہ اس کے حق میں ہے جو بڑائی کو باغی سے شاکر ہو نہ زبان سے اس کا انکار کر سکتا ہو تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ بڑائی کو دل سے بڑھا جائے تاکہ وہ غلاب سے بری ہو جائے، اور پہلی روایت کی بنا پر یہ سنی ہے جس نے بڑائی کو بوجہاں لیا اور وہ اس پر مشتبہ نہیں ہوئی تو اس کو غلاب سے نجات کا طریقہ معلوم ہو جائے گا یا اس طور کہ وہ اپنے ہاتھ سے بڑائی کو بدلے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس کا انکار کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کو بڑھا جائے اور جو شخص کسی بڑائی کو زائل کرنے سے عاجز ہو تو وہ اس پر ضمن سکوت سے گونگا رہیں جو گناہ جب تک کہ وہ اس بڑائی کو دل سے پسند کرے یا اس کی پیروی نہ کرے، جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا: البتہ جس شخص نے برے کاموں کو پسند کیا اور ان کی پیروی کی۔

ظالم اور فاسق خلفاء کے خلاف خروج نہ کرنے کی دلیل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے پرچا کیا ہم ایسے ماکوں سے

جگہ نہ کریں؛ آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب تک غلو نہ
تو اعد اسلام میں کوئی تفریق نہ کریں ان کے غلات خروج جائز نہیں ہے اسی کی معنی ظلم اور فسق سے غلو کے غلو
خروج کرنا جائز نہیں ہے۔

اچھے اور بُرے حاکموں کا بیان

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے
بہترین امام (خلیفہ) وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ
تم سے محبت کریں، تم ان کے لیے دعا مغفرت کرو اور وہ
وہ تمہارے لیے دعا مغفرت کریں، اور تمہارے
بدترین امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے
بغض رکھیں، تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں،
عرض کیا گیا: یا رسول اللہ کیا ہم ان کو تلوار کے زور سے
منزول نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک کہ وہ
تم میں نماز قائم کرتے رہیں، اور جب تم اپنے
حکمرانوں کی کوئی برائی دیکھو تو ان کے اس عمل کو بڑا جائز
اور ان کی اطاعت سے دستکش نہ ہو۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے
بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت
کریں، تم ان کے لیے دعا مغفرت کرو اور وہ تمہارے
لیے دعا مغفرت کریں اور تمہارے بدترین امام وہ
ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، اور
تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں، صحابہ نے
کہا ہم نے عرض کیا کہ کیا ہم ایسے موقع پر ان کو
تمہارے سے منقول نہ کر دیں، آپ نے فرمایا نہیں! جب
تک تم میں نماز قائم کرتے رہیں، نہیں، جب تک وہ
تمہیں نماز قائم کرتے رہیں، سوا جن لوگوں کے کہ تمہیں

بَابُ خِيَارِ الْأُمَّةِ وَشَرِّهِمْ

۴۶۸۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ
عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ شَرِيْقِ بْنِ حَبِيَّانَ عَنْ
مُسْلِمِ بْنِ قَرظَةَ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ أُمَّتِكُمْ
الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَ
تُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَشَرُّ أُمَّتِكُمُ الَّذِينَ
تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَ
يُلْعَنُونَكُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَنَابَذُهُمْ
بِالسَّيْفِ فَقَالَ لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمْ الصَّلَاةَ
وَإِذَا مَا آيَتُهُمْ مِنْ وِلَايَتِكُمْ كَسِيئًا تَكْرَهُونَهُ
فَأَكْرَهُوا عَمَلَهُ وَلَا تَنْزَعُوا يَدًا مِنْ طَاعَتِهِ

۴۶۹۰ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ حَدَّثَنَا
الْوَلِيدُ رِيعِيُّ ابْنِ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ
بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ أَخْبَرَنِي مَوْلَى فَيْفِي فَزَارَهُ وَهُوَ
رِيعِيُّ بْنُ حَبِيَّانَ أَنَّ مِمَّةَ مَسْلَمَةَ بِنَ قَرظَةَ
ابْنَ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ
عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خِيَارُ أُمَّتِكُمُ الَّذِينَ
تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ
عَلَيْكُمْ وَشَرُّ أُمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَ
يُبْغِضُونَكُمْ وَ تَلْعَنُونَهُمْ وَيُلْعَنُونَكُمْ
قَالُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَنَابَذُهُمْ عِنْدَ ذَلِكَ
قَالَ لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمْ الصَّلَاةَ لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمْ

میں مبتلا دیکھیں تو وہ اللہ کی اس معصیت کو جہاں میں اور اس کی اطاعت سے دست کش نہ ہوں، ابن جابر بیان کرتے ہیں کہ جب زبیر بن حیان نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی تو میں نے کہا، ابو تمغلم میں تم کو خدا کی قسم نے کر یہ سوال کرتا ہوں آیا تم کو یہ حدیث کسی نے بیان کی، یا تم نے مسلم بن قزطہ سے یہ حدیث عموماً ہے، جنہوں نے اس کو عوف سے سنا اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، یہ سن کر زبیر بن مغفلوں کے بل کر گئے اور قبلہ کی طرف منکر کے کہا: اس ذات کی قسم میں کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، میں نے مسلم بن قزطہ سے یہ حدیث سنی اور انہوں نے حضرت عوف بن مالک سے اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔

یہ حدیث سنی ہے۔ امام مسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عوف بن مالک کی اس روایت کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

الصَّلَاةَ الْأَمْرَ وَفِي عَيْنَيْهِ وَإِلْهَامًا يَا قَوْمِي هَيْدًا
مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ فَلْيَكُفِّرُوا مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ مَعْصِيَةِ
اللَّهِ وَلَا يَنْزِعُوا كَيْدًا مِنَ طَاعَتِهِ قَالَ ابْنُ جَابِرٍ
فَقُلْتُ رَيْفِيُّ لَو تَرَيْتَنِي حِينَ حَدَّثَنِي بِهَذَا
الْحَدِيثِ لَأَتَّبِعَنَّ أَبَا الْمُقَاتِلِ إِنْ لَمْ يَكُنْ بِهَذَا
أَوْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ مُسْلِمِ بْنِ قَزْطَةَ يَقُولُ
سَمِعْتُ عَوْفًا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَشَى عَلَيَّ رُبِّيَّتِي وَأَسْتَقْبَلَ
الْقَبْلَةَ فَقَالَ أَيُّهَا اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَسَمِعْتُ
مِنْ مُسْلِمِ بْنِ قَزْطَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَوْفَ ابْنَ
مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۶۹۱ - وَحَدَّثَنَا اسْتَعْبَابُ بْنُ مَوْسَى الْأَنْصَارِيُّ
حَدَّثَنَا التَّوَلِيدِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ مَوْسَى بَنِي قَوَارَةَ قَالَ مُسْلِمٌ
وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَبِيحَةَ بِنْتِ زَيْدٍ
عَنْ مُسْلِمِ بْنِ قَزْطَةَ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

بَابُ اسْتِحْبَابِ مُبَايَعَةِ الْأِمْرَامِ الْجَيْشِ
عِنْدَ إِزْدَارَةِ الْقِتَالِ وَبَيَانِ بَيْعَةِ
الرِّضْوَانِ تَحْتِ الشَّجَرَةِ

۴۶۹۲ - حَدَّثَنَا قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا كَثِيبُ بْنُ
سَعْدٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا الْكَلْبِيُّ
عَنْ أَبِي التَّوْبَكِيِّ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ
الْقَائِدَ إِذْ تَرَاهُمْ قَبَائِعَهُ وَعَمْرُؤُا خَدَّيْهِ

جنگ کے وقت مجاہدین سے بیعت
لینے کا استحباب اور بیعت رضوان کا
بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن ہم جو دوسو تھے، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی وہاں جا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک درخت کے نیچے آپ کا ہاتھ پکڑے

ہونے تھے، ہم نے فرار نہ ہونے پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے ہاتھ پر موت کی بیعت نہیں کی۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت نہیں کی ہم نے آپ سے صرف اس بات پر بیعت کی تھا کہ ہم جاگیریں گے نہیں۔

تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَهِيَ سَمْرَةٌ وَقَالَ بَايَعْنَا عَلَى أَنْ لَا نَفِرَ وَلَمْ نَبَايَعْ عَلَى الْمَوْتِ - ۴۶۹۳
وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمْ نَبَايَعْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَوْتِ إِنَّمَا بَايَعْنَا عَلَى أَنْ لَا نَفِرَ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حدیبیہ کے دن آپ کی کتنی تعداد تھی؟ آپ نے فرمایا: ہم چودہ سو تھے، ہم نے آپ سے بیعت کی وہاں حاسبہ حضرت عمر ایک درخت کے نیچے آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، (وہ درخت سمرہ کا تھا) ہم نے آپ سے بیعت کی لیکن جابر بن قیس انصاری نے آپ سے بیعت نہیں کی، وہ اپنے اونٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گیا۔

۴۶۹۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعَ جَابِرًا يُسْأَلُ كَمَا كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ قَالَ كُنَّا أَرْبَعًا عَشَرَ مِائَةً فَبَايَعْنَا وَعُمَرُ أَخَذَ بِيَدِهِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَهِيَ سَمْرَةٌ فَبَايَعْنَا وَغَيْرُ جَدِّ ابْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ إِخْتَبَأَ تَحْتَ بَطْنِ بَعِيرِهِ -

ابوالزہیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں بیعت لی تھی؟ انھوں نے کہا نہیں، آپ نے وہاں نماز پڑھی تھی، اور حدیبیہ کے درخت کے سوا آپ نے کسی درخت کے نیچے بیعت نہیں لی، ابن جریر کہتے ہیں کہ انھیں ابوالزہیر نے یہ بتایا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے کنوئیں پر دعا کی تھی۔

۴۶۹۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رَاهِمٍ بِنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ بِنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْمُرِيُّ مَوْلَى سُلَيْمَانَ بْنِ جَعْلِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّ سَمِعَ جَابِرًا يُسْأَلُ هَلْ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحَلِيفَةِ فَقَالَ لَا وَلَكِنْ صَلَّى بِهَا وَلَمْ يَبَايَعْ عِنْدَ شَجَرَةٍ إِلَّا الشَّجَرَةَ الَّتِي بَالْحُدَيْبِيَّةِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَطْنِ الْحُدَيْبِيَّةِ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن ہم ایک ہزار چار سو تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس وقت تم تمام ہونے زمین کے بزرگ افراد ہو، حضرت جابر نے کہا اگر میری بیعت نہ ہو تو اس درخت کی جگہ دکھاتا۔

۴۶۹۶ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرِوٍ وَالشَّعْبِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَوَالْفُظِّي سَعِيدٌ قَالَ سَعِيدٌ وَأَسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَخْرَانِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ أَلْفًا وَأَرْبَعًا مِائَةً -

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتُمْ الْيَوْمَ خَيْرُ
أَهْلِ الْأَرْضِينَ وَقَالَ جَابِرٌ لَوْ كُنْتُ أَصْبَرَ لَأَرَى كُنُوزَ
مَوْصِنَةَ الشَّجَرَةِ -

۴۶۹۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ
قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ
عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ
سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ اصْحَابِ الشَّجَرَةِ فَقَالَ
لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكُنَّا الْغَا وَخَسِمًا تِيَةً -
۴۶۹۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ
ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي رَيْسٍ حَوْصَدٌ ثَنَا
بِرِ قَاعَةُ ابْنِ أَبِي هَيْثَمٍ حَدَّثَنَا لُكَا رَوَى الطَّحَّانُ
يَكْرَاهُ هَذَا يَنْوَلُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ سَالِمِ بْنِ أَبِي
الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكُنَّا
كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً -

۴۶۹۹ - وَحَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْمُوعِيلُ
بْنُ أَبِي هَيْثَمٍ قَالَ رَأْسُ أَحْمَرَ ثَنَا وَقَالَ عُمَانُ
حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ
أَبِي الْجَعْدِ قَالَ قُلْتُ لِيَحْيَى بَرِكُمْ كُنْتُمْ كِيَوْمَئِذٍ
قَالَ الْغَا وَأَمْرٌ بَعِيًا تِيَةً -

۴۷۰۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ حَدَّثَنَا
أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ
حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ اصْحَابُ
الشَّجَرَةِ الْغَا وَكُلَّهَا تِيَةً وَكَانَتْ أَسْلَمُ
تَمَنَّوْا الْمُهَاجِرِينَ -

۴۷۰۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا
أَبُو أُوَيْسٍ وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي هَيْثَمٍ أَخْبَرَنَا
النَّضْرُ بْنُ شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
مِثْلَهُ -

۴۷۰۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا بِرِيدٌ

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہما سے اصحاب شجرہ (اصحاب بیت رضوان) کے
متعلق پوچھا انہوں نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی
ہمیں کافی ہوتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم ایک
لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا لیکن ہم پندرہ سو تھے

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر
سے پوچھا اس دن تم کہتے تھے؟ انہوں نے کہا جڑہ سو۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ اصحاب شجرہ تیرہ سو تھے اور قبیلہ اسلم کے لوگ
مہاجرین کا انھوں نے حصہ تھے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی

حضرت منقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

الْحَدِيثُ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ -

۴۷۰۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا

حَمَّادُ بْنُ سَعْدَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ سَعْدَةَ بِسَبِيلِهِ -

۴۷۰۹ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا

الْمَخْرُومِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ سَعْدَةَ

عَنْ عَبْدِ بْنِ تَيْمِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَرِيذٍ قَالَ

أَنَا أَبُو آدٍ فَقَالَ هَذَا لَكَ ابْنُ حَنْظَلَةَ يَبِيسُ

الْقَاسِ فَقَالَ عَلَى مَاذَا قَالَ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا أَبَايَهُ

عَلَى هَذَا أَحَدٌ أَبْعَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس کوفی شخص آیا اور کہنے لگا: ابن حنظلہ لوگوں سے بیعت سے رے

ہیں، پوچھا کسی چیز پر؟ کہا موت پر، کہا میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے ہاتھ پر موت کی بیعت

نہیں کروں گا۔

حدیث میں صحابہ کی تعداد کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ صحابہ تھے، اور حدیث نمبر ۴۶۹۶ میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ اس دن پندرہ صحابہ تھے، اور حدیث نمبر ۴۶۹۹ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تیرہ صحابہ تھے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اکثر روایات میں چودہ صحابہ کا ذکر ہے اور ان مختلف روایات میں تطبیق اس طرح ہوئی کہ واقع میں چودہ سو سے کچھ زیادہ تھے، جس نے چودہ سو بیان کیے اس نے کمر کو ترک کر دیا، اور جس نے پندرہ سو کی روایت کی اس نے اس کو کمر تکلیف ایک سو قرار دیا اور جس نے تیرہ سو کی روایت کی اس کے نزدیک یہ عدد متفق نہیں تھا۔ علامہ ابی نے کہا ہے کہ اصل میں بیگ اندازہ تھا اور انداز سے ہی کی اور پیشی ہو سکتی ہے۔

حدیث میں بیعت کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فرار نہ ہونے کی بیعت کی تھی، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے اور حضرت سلر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ صحابہ نے حدیث میں بیعت کی اور اسلام اور جہاد پر بیعت کی اور حضرت ابن طرار حضرت

عبادہ کی روایت ہے کہ ہم نے مسیح اور طاعت پر بیعت کی اور اس پر بیعت کی کہ ہم کسی حاکم کی حکومت کے خلاف خروج نہیں کریں گے، اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں یہ بھی ہے کہ ہم نے صبر بزم بیعت کی۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علامہ نے بیان کیا ہے کہ ان تمام احادیث کا معنی واحد ہے اور ان تمام روایات کا مقصود مشرک ہے۔ عدم فرار پر بیعت کا معنی یہ ہے کہ ہم سر کریں گے تاؤ تکیہ ہم دشمن پر غلبہ پائیں یا پھر شہید ہو جائیں، اللہ ہی موت پر بیعت کرنے کا معنی ہے یعنی ہم ہر کرتے رہیں گے اگرچہ اس سے ہماری موت واقع ہو جائے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ موت کی نغمہ مقصود ہے، اور جہاد اور صبر بزم بیعت کرنے کا بھی یہی معنی ہے۔

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن حنفیہ دمشقی ابی ابی مکی مؤلف ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المسلم ۵ ص ۲۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

ہجرت کے بعد وطن لوٹنے کا حکم | قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ مہاجر کا اپنی جائے دوبارہ جنگلوں اور دیہاتوں میں لوٹ جانا حرام ہے، عجاج بن یوسف نے اسی وجہ سے حضرت سلمہ پر اعتراض کیا تھا، اور حضرت سلمہ نے اس بات کی وضاحت کی کہ ان کا دوبارہ دیہات میں رہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی اجازت کی بنا پر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلمہ نے اپنے وطن کی بجائے کسی اور نیک رہائش اختیار کی ہو، یا یہ کہ ہجرت کے بعد واپس وطن لوٹنے کی حرمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھی تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور آپ کی نفرت حاصل ہو سکے، یا پھر یہ ممانعت فتح مکہ سے پہلے تھی اور جب مکہ فتح ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تمام ارباب پر غالب اور کفر کو مغلوب کر دیا اور مسلمانوں کو عزت اور سر بلندی حاصل ہو گئی تو پھر ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اور فرمایا اہل ہجرت کی ہجرت ختم ہو گئی، یعنی جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور نفرت اور دین کی نشر و اشاعت اور شریعت کی حفاظت اور اس کو مستحکم کرنے کی خاطر ہجرت کی تھی، وہ ہجرت اب ختم ہو گئی، قاضی عیاض نے کہا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فتح مکہ سے پہلے اہل مکہ پر ہجرت فرض تھی اور دوسرے مسلمانوں کے متعلق اختلاف ہے، ابو عبد نے کتاب اللطائف میں ذکر کیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جو آپ کے پاس فرود آئے تھے آپ انہیں ہجرت کرنے کا حکم دیتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے لیے ہجرت کرنا مستحب تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ جس شہر کے تمام لوگ اسلام نہ لائے ہوں ان پر ہجرت فرض تھی تاکہ وہ غار کی اطاعت پر مجبور نہ ہوں۔ ۱۷

فتح مکہ کے بعد اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرنا اور فتح مکہ کے بعد ہجرت نہ ہونے

کی تاویل

حضرت مجاہد بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کے لیے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل ہجرت کی ہجرت ختم ہو چکی ہے تاہم اسلام جہاد اور خیر پر بیعت کر دو۔

بَابُ الْهَيَابَةِ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى الْإِسْلَامِ
وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ وَبَيَانِ مَعْنَى لَا هَجْرَةَ

بَعْدَ الْفَتْحِ

۱۱۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ أَبُو جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ كُرَيْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ النَّخَعِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ السَّلْمِيُّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا يَهُرَّ عَنِ الْمُهَاجِرِ فَقَالَ إِنَّ الْهَجْرَةَ قَدْ مَضَتْ يَا هَيْبَةُ لَكِنَّ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ

۴۱۲۔ وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
عَلِيُّ بْنُ مُسَهَّرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عَثْمَانَ قَالَ
أَخْبَرَنِي مُجَاشِعُ بْنُ مَسْعُودٍ الشُّلَيْبِيُّ قَالَ جِئْتُ
بِأَخِي أَبِي مَعْبُدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَعْدَ الْفَتْحِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَايَعْنَا عَلَى
الْهِجْرَةِ فَتَالَ قَدْ مَضَتْ الْهِجْرَةُ يَا هَيْهَذَا
قُلْتُ فَيَا أَيُّ شَيْءٍ تَبَايَعْنَا قَالَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَ
الْجِهَادِ وَالْخَيْرِ قَالَ أَبُو عَثْمَانَ فَلَقِيْتُ أَبَا مَعْبُدٍ
فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِي مُجَاشِعٍ فَقَالَ صَدَقَ -

مجاشع بن مسعود سلمی بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد
میں اپنے بھائی ابو مہبہد کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس
سے ہجرت پر بیعت لے لیجئے، آپ نے فرمایا: ہجرت اللہ
کی ہجرت ختم ہو چکی ہے، میں نے عرض کیا پھر آپ کس چیز پر
اس کی بیعت الیں گے؟ آپ نے فرمایا: اسلام، جہاد اور خیر پناہ
ابو عثمان کہتے ہیں میری حضرت ابو مہبہد سے ملاقات ہوئی
تر میں نے ان کو حضرت مجاشع کی حدیث سنائی، انھوں نے
کہا اس نے سچ کہا ہے۔

۴۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ عَنْ عَاصِمٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ
فَلَقِيْتُ أَخَاهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ وَلَمْ يَذْكُرْ
أَبَا مَعْبُدٍ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے
اس میں ہے میری حضرت مجاشع کے بھائی سے ملاقات ہوئی انھوں
نے کہا اس نے سچ کہا اور ابو مہبہد کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاسْتَحَقُّ بْنُ
أَبِي رَاهِمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ
تَجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسِ بْنِ عَسَاةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتَحَ مَكَّةَ
لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنَيْتَةٌ وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ
فَانْفِرُوا -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
فتح مکہ کے وقت جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور
نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلا یا جائے تو
چلے آؤ۔

۴۱۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو
كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا اسْتَحَقُّ
بْنُ مَنْصُورٍ وَابْنُ مَرْثَدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَدَمَ حَدَّثَنَا مَفْضَلُ
يَعْنِي ابْنَ مَهْلَبٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ بْنِ مُسَدٍّ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مَكَّةَ -
۴۱۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَمِيرٍ
حَدَّثَنَا أَبُو حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَبِيبٍ بْنُ أَبِي قَابِطٍ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حَسِينٍ عَنْ عَطَاءِ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ
جِهَادٌ وَنَيْتَةٌ وَإِذَا اسْتَنْفَرْتُمْ فَانْفِرُوا -

امام مسلم نے اس حدیث کی تین اور سندیں ذکر کی ہیں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے
فرمایا فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے
اور جب تم کو جہاد کے لیے بلا یا جائے تو فوراً چلے پھو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: ہجرت تو بہت مشکل چیز ہے، کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا: کیا تم ان کی زکوة ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا سمندر کے پار چل کر تے رہو، اتنے قتالی تمہارے کسی عمل کو ہرگز دیکھا نہیں کرے گا۔

۴۷۱۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ النَّاهِلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَيْثِقِ بْنُ مُمَيْلِدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُمَرَ الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ شَهَابٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا قَبِيْعَةُ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ هَدَّ حَدَّثَهُمْ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَةُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهَجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ شَسَانَ الْهَجْرَةِ نَشِيدٌ يُدْفَعُ قَهْلُكَ مِنْ إِيْدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَهْلُكَ قَهْلُكَ قَهْلُكَ قَهْلُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَعْمَلْ مِنْ قَوْمٍ آتَى الْهَجْرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتْرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کسی چیز کو طائع نہیں کرے گا اور یہ اضافہ ہے کہ اونٹنیوں پانی پینے کے لیے رکھاٹ یا چشمہ پر جس دن آتی ہیں تو کیا تم (لوگوں کو) ان کا دودھ دوسنے کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں!

۴۷۱۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ هُنْكَ غَيْرَ أَنَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتْرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا وَقَرَأَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ قَهْلُكَ تَحْلِبُهَا يَوْمَ وَرُدَّهَا قَالَ نَعَمْ.

غیر اسلامی ملکوں میں رہنے کا حکم اور ہجرت کی تحقیق

کو دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا قیامت تک باقی ہے اور اس باب کی حدیث میں ہے: فہجرت کے بعد ہجرت نہیں ہے، اس کی دو تالیفیں ہیں ایک تاویل یہ ہے کہ مکہ فہجرت ہونے کے بعد دارالاسلام ہوگی، اس لیے اب اس جگہ سے ہجرت کرنا منظور نہیں ہے، دوسری تاویل یہ ہے کہ جس ہجرت میں فیضت تھی اور منظور اور اجماعی وہ ہجرت مکہ فہجرت کے بعد متعلق ہوگی اور جن مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی تھی وہ ہجرت ان پر نہم ہوگی کیونکہ فہجرت کے بعد اسلام قوی اور غالب ہو گیا۔ ۱۷

علامہ ابن قدامہ منہلی لکھتے ہیں:

ہجرت کی تعریف ہے دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف جانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذين توفاهم اللانكة ظالمي انفسهم جروگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (یعنی جنوں

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متروقی ۶۷۶ و شرح صحیح مسلم ۲/۱۳۰، مطبوعہ نور محمد دار المعرفۃ کراچی، ۱۳۷۵ھ

قالوا فيم كنتم قالوا كنا مستضعفين
في الارض قالوا لم تكن ارض الله واسعة
فتهاجروا فيها فاولئك ما واهو جهنم
وساءت مصيرا -

(نساء: ۹۷)

نے ہجرت نہیں کی تھی) جب فرشتوں نے ان کا رد عمل کو
قبض کرتے وقت پرچھا تم کیا کرتے رہے؟ انہوں
نے کہا ہم زمین میں کمزور اور بے بس تھے، فرشتوں
نے کہا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے
ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ بڑا ٹھکانا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے انا بڑی من مسلم بین مشرکین لا تراوا انما انا اھما (ابوداؤد) "میں اس
مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے، ان حدیثوں کی آگ (ایک جگہ) دکھائی نہ دے؟ یعنی مسلمان
ایسی جگہ نہ رہیں جہاں سے ان کی آگ مشرکوں کو دکھائی دے اور مشرکوں کی آگ مسلمانوں کو دکھائی دے اس
موضوع کے متعلق بکثرت احادیث ہیں، جہور فقہاء کے نزدیک قیامت تک ہجرت کا حکم باقی ہے اور بعض فقہاء کا یہ نظریہ
ہے کہ اب ہجرت منقطع ہو چکی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے! نیز آپ
نے فرمایا ہجرت منقطع ہو چکی ہے اور جہاد اور نیت باقی ہے۔"

روایت ہے کہ جب صفوان بن اُمیہ اسلام لائے تو ان سے کہا گیا کہ جو شخص ہجرت نہ کرے اس کا دین نہیں ہے
سورہ مدینہ آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: اے ابوہب تم یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا مجھے یہ بتایا
گیسا ہے کہ جو ہجرت نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں ہے! آپ نے فرمایا: اے ابوہب مکہ کی وادیوں میں لوٹ جاؤ
اور اپنے گھروں میں رہو کیونکہ اب ہجرت ختم ہو چکی ہے تاہم جہاد اور نیت باقی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
ہے ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہیں ہوگی، اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو
توبہ منقطع نہیں ہوگی، (ابوداؤد)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے جب تک جہاد ہے ہجرت منقطع نہیں ہوگی اس کے علاوہ قرآن مجید
کی آیات اور احادیث ہجرت کے علوم اور اطلاق پر دلالت کرتی ہیں، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہجرت ہر زمانہ میں
مشروع ہے، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شہر فتح
ہو گیا اس سے ہجرت نہیں ہے اور صفوان کی جس روایت میں ہے ہجرت منقطع ہو گئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ
مکہ سے ہجرت منقطع ہو گئی، کیونکہ ہجرت کا معنی ہے کفار کے شہر سے نکلنا اور جب کوئی شہر فتح ہو گیا تو پورا کافرا
کا شہر نہیں رہا، اس لیے اب اس شہر سے ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا، ہر شہر کا یہی حکم ہے اس لیے ہجرت کے اعتبار
سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) جو لوگ کفار کے شہر میں ہوں اور اس شہر سے ہجرت پر قادر ہوں، اور ان کے لیے ان کافروں کے ساتھ رہنے
موتے دین کا اظہار کرنا اور فرائض و واجبات کو ادا کرنا ناممکن نہ ہو، ان لوگوں پر ہجرت کرنا واجب ہے، کیونکہ
تو ان مجید میں ہے العتکن ارض اللہ واسعة فتهاجروا فيها فاولئك ما واهو جهنم وساءت مصيرا (نساء: ۹۷) کیا اللہ کی زمین
وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے؟ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ بڑا ٹھکانا ہے! اور یہ بہت شدید وعید ہے

جو درج پر دلالت کرتی ہے نیز اس لیے کہ واجب کا مقدر واجب ہوتا ہے اور واجبات کی ادائیگی ہجرت پر موقوف ہوتی ہے ہجرت واجب ہو جانے لگی۔

(۲) جو شخص کفار کے ملک میں فرائض وغیرہ کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور کسی عذ کی بنا پر ہجرت نہ کر سکا ہو مثلاً بیمار ہو، یا اس کو جبراً مضطر لایا گیا ہو عذتوں اور بچوں کا ضعف ہوا، اس پر ہجرت واجب نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

الا المستضعفين من الرجال والنساء والولدان لا يستطيعون حيلة ولا يفتنون سبيلا فاد الله عسى الله ان يعفو عنهم وكان الله عفوا غفورا۔
(نساء: ۹۹-۱۰۰)

ہاں! اجمود و عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہوں اور کفار کے شہروں سے نکلنے کا کوئی راستہ اور تدبیر نہیں پاتے، ان سے شاید اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے اور اللہ تعالیٰ بڑا مہربان کرنے والا اور بہت درگزر کرنے والا ہے۔

(۱۳) جو لوگ دارالکفر میں رہتے ہیں اس سے ہجرت کرنے پر قادر ہوں لیکن وہ دارالکفر میں دین کے اظہار اور فرائض و واجبات کی ادائیگی بھی بخوبی کر سکتے ہوں، ان کے لیے ہجرت کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے، اور برائے انتخاب اس وجہ سے ہے کہ وہ دارالاسلام میں رہ کر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہو سکیں گے، اور مسلمانوں کی افسردہی و قوت میں اضافہ کا سبب بنیں گے اور دیگر معاملات میں ان کے معاون ہوں گے اور کفار کے ساتھ اختلاف، ان کی مدد و قوت میں اضافہ اور ان کے فرائض اور مشکلات کو دیکھنے سے بچے رہیں گے اور ان پر ہجرت کرنا واجب اس لیے نہیں ہے کہ وہ ہجرت کے بغیر بھی فرائض اور واجبات کو ادا کر سکتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہما اسلام لانے کے باوجود مکہ میں مقیم رہے اور حدیث ہے کہ حضرت نعیم خاتم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی قوم (مخزومی) ان کے پاس گئی اور کہا تم اپنے دین پر تائم رہو اور ہمارے پاس ٹھہرو، اور جو شخص تمہیں اتہیت پہنچانے کا ارادہ کرے گا ہم تم کو اس سے محفوظ رکھیں گے اور تم جو ہماری کفالت کیا کرتے تھے وہ کرتے رہنا، (حضرت نعیم خزومی کے تیموں اور بیواؤں کی کفالت کرتے تھے) سو ایک مدت تک انہوں نے ہجرت نہیں کی اور کافی عرصہ کے بعد انہوں نے ہجرت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تمہاری قوم میں قوم سے بہتر ہے، میری قوم نے مجھے وطن سے نکال دیا اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا، اور تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت اور حمایت کی اور تمہیں جانے نہیں دیا، حضرت نعیم نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی قوم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دین کے خلاف جہاد کی طرف نکالا اور میری قوم نے مجھے ہجرت اور اللہ کی عبادت سے روک لیا۔

علامہ ابن قتیبہ نے جو ہجرت کی تعمیری قسم بیان کی ہے آج کل اس کا مصلحت وہ مسلمان ہیں جو مباحی ضروریات کی بنا پر ترک وطن کر کے انگلینڈ، آسٹریلیا، امریکہ، الینڈ، مغربی جرمنی اور افریقہ وغیرہ میں سکونت اختیار کر چکے ہیں اور

۱۔ علامہ مفتی عبدالرشید احمد بن قدامہ صلی ثقفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۳۷-۲۳۶، مطبوعہ دارالکتاب بیروت، ۱۳۰۵ھ

مدفعا میں

marfat.com

Marfat.com

انہوں نے ان علاقوں کی مستقل غمہریت اختیار کر لی ہے، کتاب الجہاد میں ہم نے اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے بیان کیا ہے۔

عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمان عورتیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ اس آیت کی بنا و پر ان کا امتحان لیتے تھے، (ترجمہ:) اسے نبی جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں آئیں اور آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہیں بنائیں گی، نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مسلمان عورتوں میں سے جو عورت ان باتوں کا اقرار کر لیتی، اس کا امتحان مستعد ہو جاتا اور جب وہ ان باتوں کا اقرار کر لیتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے: ہاؤ میں تمہیں بیعت کر چکا ہوں! بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا، ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان گزبان سے بیعت کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے انھی باتوں کا عہد یا عین کا اللہ تعالیٰ سے آپ کو حکم دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخی کبھی کسی عورت کی ہتھیلی سے نہیں ہوتی، آپ جب کبھی ان سے بیعت لیتے تو زبانی فرمادیتے میں نے تم سے بیعت کر لی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی بیعت کے متعلق بتایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوا، البتہ آپ ان سے زبانی عہد لیتے تھے اور جب وہ عہد کر لیتی تو آپ فرماتے ہاؤ میں نے تم سے بیعت کر لی۔

بَابُ كَيْفِيَّةِ بَيْعَةِ النِّسَاءِ

۴۱۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو
بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ رَيْمٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ابْنُ
يَزِيدَ قَالَ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ
الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ تَرَوُجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَتْ كَانَتْ الْمُؤْمِنَاتُ إِذَا هَاجَرْنَ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْتَحَنْنَ بِقَوْلِ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ
يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ
وَلَا يَزْنِينَ إِلَى إِخْرَ الْأَيْتِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ
أَقْرَبَ بِهَذَا مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَقَدْ أَقْرَبَ بِالْمُحَنَّةِ
وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْرَبَ
بِذَلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ قَالَ لَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُطْلِقْنَ قَدْ بَايَعْتِكُنَّ وَلَا وَاللَّهِ
مَا مَسَّتْ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ
امْرَأَةٍ قَطُّ غَيْرَ أَنْ تَبَايَعَهُنَّ بِالْكَلَامِ
قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللَّهِ مَا أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النِّسَاءِ قَطُّ إِلَّا بِمَا أَمَرَهُ اللَّهُ
تَعَالَى وَمَا مَسَّتْ كَفَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَفَّ امْرَأَةً قَطُّ وَكَانَ يَقُولُ لَهُنَّ إِذَا أَخَذَ
عَلَيْهِنَّ قَدْ بَايَعْتِكُنَّ كَلَامًا.

۴۲۰ - وَحَدَّثَنِي هُرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَ
أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا وَقَالَ هُرُونُ
حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مَالِكُ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ
عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ عَنْ بَيْعَةِ النِّسَاءِ
قَالَتْ مَا مَسَّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ

أَمْرًا قَدْ تَقَطَّرَ الْآنَ يَا خَدَّيْهِمَا قَادَ آخَذَ عَلَيْهَا
فَاغْلَطَتْ، قَالَ أَدُّ هَيْبِي فَقَدْ بَايَعْتِكِ .

فت اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت کا ہاتھ کچڑے بغیر ضرورت کی بنا پر اس سے کلام کرنا جائز ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ مردوں سے ہاتھ پکڑ کر بیعت کرنا چاہیے، اور یہ کہ ضرورت کے وقت اجنبی عورت کا کلام سنانا جائز ہے، اور یہ کہ ضرورت شرعی کے بغیر عورت کے بدن کو چھونا جائز نہیں ہے، اس میں علاج معالجہ کی ضروریات داخل ہیں۔

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى السَّبْعِ وَالطَّاعَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ

حسب استطاعت احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تھے، اور آپ ہم سے فرماتے تھے "جن کاموں کی تم میں استطاعت ہو"

۴۶۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ عُجْرٍ وَرَوَّالْفُظَّاءُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَ لَوْ لَمْ نَسْتَأْذِنِ اسْتَمَاعِيْلَ (رَوْهَانَ بْنَ جَعْفَرٍ) أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِيْمَانَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ كُنَّا نَبَايَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّبْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُولُ لَنَا فِيمَا اسْتَطَعْتِ .

ف: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر انتہائی شفقت ہے کہ آپ بیعت کے وقت امت کو تینوں فرمائے کہ بہتر جن کاموں کی ہمیں استطاعت ہے، تاکہ بیعت کے عموم میں ایسی چیزیں نہ داخل ہوں جن کی استطاعت نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو دیکھے کہ وہ اپنی قدرت اور طاقت سے زیادہ کسی چیز کا التزام کر رہا ہے تو اسے منع کرے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عن الاستعمال ما تظيقون "وہ کام کرو جو ہمیشہ کر سکو"

کن بلوغ کا بیان

بَابُ بَيَانِ سِنِّ الْبُلُوغِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ احد میں اپنے آپ کو جہاد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا، اس وقت میری عمر چودہ سال تھی، آپ نے مجھے اجازت نہیں دی، اور غزوہ خندق میں میری عمر پندرہ سال تھی اس وقت میں

۴۶۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ تَائِقِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُمَرَ قَالَ عَرَضْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ انْفِصِقْ اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلِّمْ يَوْمَ أُحُدٍ فِي الْيَقْتَالِ وَأَنَا ابْنُ أَرْبَعِ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِبْنِي وَعَرَضْتُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ

نے اپنے آپ کو پیش کیا تو آپ نے مجھے اجازت دے دی، نافع کہتے ہیں جس زمانہ میں عمر بن عبدالعزیز خلیفہ تھے میں ان کے پاس جا کر یہ حدیث بیان کی، ترجموں نے کہا یہ صنیر اور کبیر کے درمیان حد سے پھر انھوں نے اپنے ماملوں کو یہ لکھ دیا کہ جو شخص پندرہ سال کا ہو اس کا حصہ مقرر کریں اور جو اس سے کم کا ہو اس کو بچوں میں شمار کریں۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔ اس میں ہے کہ جب میں چودہ سال کا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صنیر سمجھا۔

خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَانِرِي قَالَ نَا فِيهِ فَقَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ خَلِيفَةُ فَحَدَّثْتُهُ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ إِنَّ هَذَا الْحَدِيثَ بَيْنَ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ فَكُتِبَ إِلَيَّ عَمَّا لِي أَنْ يَفْرَضُوا لِي مَنْ كَانَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً وَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ فَاجْعَلُوهُ فِي الْعِيَالِ -

۲۶۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَعَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (رَبِيعِي الشَّقِيقِي) جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ خَيْرًا نَ فِي حَدِيثِهِمْ وَأَنَا ابْنُ أُمِّ بَعْرٍ عَشْرَةَ سَنَةً فَاسْتَصَغَرَنِي -

علامہ آبی مالکی قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں: امام شافعی، امام احمد، اور فقہاء مالکیہ میں سے ابن وہب کا مسلک یہ ہے کہ جب کسی لڑکے یا لڑکی کی عمر کے پندرہ سال مکمل ہو جائیں تو اس کو بالغ قرار دیا جائے گا خواہ لڑکے کو ابھی احکام نہ ہوا ہو، اور لڑکی کو حیض نہ آیا ہو، اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں داخل ہوتے ہی اس کو بالغ قرار دیا جائے گا خواہ بلوغ کی علامات ظاہر نہ ہوئی ہوں، امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں صرف جہاد میں قتال کی اجازت دی جائے گی اور مال غنیمت سے حصہ مقرر کیا جائے گا، ان کے نزدیک اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں:

بلوغت کے معیار میں مذاہب فقہاء

(۱) جہاد میں شرکت اور مال غنیمت سے حصہ لینے کے لیے پندرہ سال کی عمر کا ہونا ضروری ہے۔
(۲) اگر علامات بلوغ ظاہر نہ ہوں تو امام مالک کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے احکام کا مکلف ہونے کے لیے سترہ سال عمر ہونا ضروری ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکے کے لیے اشارہ سال اور لڑکی کے لیے سترہ سال عمر کا ہونا ضروری ہے۔

(۳) جنگ میں کافر کو قتل کرنے کے جواز کے لیے اس کا اتنی عمر کرنا ہرچنانہ کافی ہے کہ اس کے زیرینات بال نکل آئے ہوں۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔

(۴) جس عمر میں اللہ اور بندے دونوں کے حقوق منقطع ہوتے ہیں جیسے حدیثاً، حدیثہ اور حدیثت وغیرہ، امام مالک کا اس میں ایک قول یہ ہے کہ اس کے زیرینات بال طاری ہونے پر ہم یہ تمسک لگاتے ہیں کہ وہ حدیثاً ہونے کے لیے علامات بلوغ کو پورا کرنا ضروری ہے۔

اختتام نہ ہوا جو اس سے حد مانتا ہر جاتی ہے، امام مالک کا ایک قول یہ بھی ہے اور بعض فقہار مالکیہ نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔

علامہ ابی یوسف نے کہا ہے کہ امام مالک سے باطن ہوتا ہے یا عمر سے زیر نافع اہل نے سے باطن ہوتا ہے، ایک قول میں ہندو سال ہے، ایک قول میں سترہ سال ہے اور ایک قول میں اٹھارہ سال ہے اور لڑکی میں بھی عمر کے متعلق یہی اقوال ہیں، باقی لڑکی حنفی یا حنابلہ ہونے سے باطن ہوتی ہے۔ علامہ ابوالحسن مرہینانی حنفی لکھتے ہیں:

لڑکا اختتام سے یا کسی لڑکی کو حاکم کر دینے سے یا دہلی کے بعد انزال سے باطن ہوتا ہے، اور اگر ان علامات میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو اٹھارہ سال مکمل ہونے کے بعد باطن ہوتا ہے، اور لڑکی جنین، اختتام اور حاکم ہونے سے باطن ہوتی ہے، اور اگر ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو پندرہ سترہ سال مکمل ہونے کے بعد باطن ہوگی، یہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ ہے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب لڑکے اور لڑکی کے پندرہ سال مکمل ہو جائیں تو وہ باطن ہو جاتے ہیں، امام ابوحنیفہ سے بھی اس قول کی ایک روایت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ لڑکا کا انیس سال کی عمر میں باطن ہوتا ہے، اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ وہ اٹھارہ سال مکمل ہونے کے بعد اسی سو بیس سال میں شروع ہو، پھر امام شافعی کا امام ابوحنیفہ سے کوئی اختلاف نہیں رہتا، لڑکے کے لیے باطن ہونے کی کم از کم مدت بارہ سال فرض کی گئی ہے اور لڑکا کے باطن ہونے کی کم از کم حد ستر سال فرض کی گئی ہے، امام ابوحنیفہ جو لڑکے کے طبع کے لیے اٹھارہ سال کی عمر کے قابل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے حتیٰ یبلغوا سنۃ ۵ - اور شہادت اور تکلیف کا عمر بیس آتی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تعبیر مروی ہے، اور لڑکیوں کی نشوونما لڑکوں کی نسبت زیادہ سرعت سے ہوتی ہے اس لیے ہم نے ان کے حق میں ایک سال کم کر دیا۔ سنہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ پندرہ سال کی عمر باطن ہونے کی حد ہے اور یہی امام شافعی، امام ابو یوسف، ابن عباس اور امام احمد کا مسلک ہے اور دوسرے فقہار نے یہ کہا ہے کہ پندرہ سال کی عمر پروری ہو جانے کے بعد انسان باطن ہو سکتا ہے، خواہ اس کو اختتام نہ ہوا ہو اس پر عبادات وغیرہ کے احکام جاری ہو جائیں گے، اور وہ مال غنیمت میں سے حقیر کا مستحق ہوگا، اور اگر اہل حرب کے ساتھ میدان جنگ میں ہوتے تو قتل کر دیا جائے گا۔ سنہ

علامہ ابن قدامت لکھتے ہیں:

لڑکے اور لڑکی کا باطن ہونا بیس چیزوں میں سے کسی چیز کے ثبوت سے متعلق ہوتا ہے، یہ بیس علامتیں دونوں میں مشترک ہیں اور طبع کو دو علامتیں لڑکی کے ساتھ مخصوص ہیں، جو بیس علامتیں لڑکے اور لڑکی میں مشترک ہیں

- ۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مسلمہ دمشقی اپنی مالکی منوفی ۴۸۸ھ، اكمال کمال المسلم ج ۵ ص ۲۱۲ - ۲۱۵، مطبوعہ دار کتب حلب سنہ ۱۳۵۰ھ، علامہ ابوالحسن علی بن ابی حمزہ مرہینانی حنفی منوفی ۵۹۳ھ، مذابہ افریقہ ص ۳۵۱ - ۳۵۴، مطبوعہ شریعہ علیہ عمان سنہ ۱۳۵۰ھ، علامہ یحییٰ بن شہر بن شہر نوری شافعی منوفی ۵۶۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار محمد سعید ص ۳۵۰، مطبوعہ دار کتب حلب سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلد خامس

marfat.com

Marfat.com

وہ یہ ہیں:

(۱) شرمگاہ سے منی کا نکلنا (یعنی تیزی اور دھار سے وہ پانی نکلنا جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے) خواہ وہ منی نیند میں نکلے یا بیداری میں؛ جماع سے نکلے یا اختلام سے یا اور کسی طریقہ سے جس نکلے تو اس سے بجا بلوغت متحقق ہو جائے گی اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا

کما استاذن الذین من قبلہم -

(النور، ۵۹)

اور جب تم میں سے لڑکے اختلام (بلوغت) کو پہنچ جائیں تو انہیں چاہیے کہ وہ (بھی) اسی طرح اجازت طلب کریں جس طرح ان سے پہلے (بالغ ہونے والے) مردوں نے اجازت طلب کی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی یحتمل

الحدیث - (جامع ترمذی و سنن ابوداؤد)

تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھایا گیا ہے، بچہ سے حتیٰ کہ اسے اختلام ہو۔۔۔۔۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا:

خذ من کل حالہ دیناراً

(سنن ابوداؤد)

ہر وہ شخص جس کو اختلام ہوتا ہو (یعنی بالغ ہو) اس سے ایک دینار لو۔

علامہ ابن منذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرائض اور احکام اس شخص پر واجب ہوتے ہیں، جو عاقل اور مستم ہو، اور عورت پر احکام اس وقت واجب ہوتے ہیں جب اس کو حیض آجائے۔

(۲) انبساط: اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کے ذکر پر یا عورت کی فرج پر سخت بال آگ جائیں جن کو استر سے سے صاف کیا جاتا ہے۔ امام مالک نے بھی لڑکے اور لڑکی کی بلوغت میں اس علامت کا اعتبار کیا ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مشرکین کے بلوغ کی علامت ہے اور کیا مسلمانوں کے بلوغ کی بھی یہ علامت ہے؟ سو اس میں دو قول ہیں؛ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ مورتے زیر نالت کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ بدن کے اور بالوں کی طرح بال ہیں، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کو حکم بنایا تو انہوں نے کہا کہ ان کے جنگجو افراد کو قتل کیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور یہ حکم دیا کہ ان کے تہبند کھولے جائیں، سو جس کے بال آگ آئے تھے اس کو جنگجو افراد میں شامل کیا اور جن کے بال نہیں آگے تھے ان کو بچوں میں شامل کیا، اور عطیہ قرظی کہتے ہیں کہ یوم قرظیہ کو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا، لوگوں کو میری بلوغت کے متعلق شک تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس کے بال آگے ڈال دیا نہیں؛ لوگوں نے دیکھا تو میرے بال ابھی نہیں آگے تھے سو مجھ کو بچوں میں شامل کر دیا گیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو یہ نکھا کہ صرف اس شخص سے جزیہ لوجہ استرا استعمال کرتا ہو، نیز اس لیے کہ ان بالوں کا آگنا بلوغت کو لازم ہے، اور یہ علامت فکر اور مؤنت دونوں کو لازم ہے سو یہ بھی اختلام کی طرح بلوغت کی علامت ہے اس لیے کہ ایک چیز خارج متصل ہے اور ایک چیز خارج متصل ہے۔

بلوغت

ہے تو خارج مستقل کر بھی بولنت کی علامت ہونا چاہیے، نیز حمد و جہیز بیشتر کین کے حق میں بولنت کی علامت ہے وہ مسلمانوں کے حق میں بھی بولنت کی علامت ہونی چاہیے۔

(۳) مذکورہ بولنت میں بولنت کی تیسری مشترکہ علامت عمر ہے اور لڑکا اور لڑکی دونوں جب پندرہ سال کے ہو جائیں تو وہ بائع ہو جاتے ہیں، امام انزاعی، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی قول ہے اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ بولنت میں عمر کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تین شخصوں سے ظم تکلیف اٹھا یا گیا، بچے سے حتیٰ کہ اسے اختلام ہو جائے الحدیث۔ اس لیے نیز اختلام کے بولنت کا اعتبار کرنا حدیث کے خلاف ہے یہ امام مالک کا قول ہے، اور فقہار مالکی نے سترہ یا اٹھارہ سال کا اعتبار کیا ہے۔ لڑکے کے متعلق امام ابو یوسف نے دو روایتیں ہیں ایک سترہ سال کی ہے اور دوسری اٹھارہ سال کی ہے، اور لڑکی کے لیے ہر حال میں سترہ سال کا اعتبار کیا ہے، کیونکہ حدیث ترقیب اور اتفاق کے ثابت نہیں ہوتی اور اس مسئلہ میں مذکور فی نفسہ وارو ہے اور اتفاق ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے چودہ سال کی عمر میں خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، تو آپ نے مجھے جاد میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی اور جب میری عمر پندرہ سال ہوئی تو آپ نے اجازت دے دی، (صحیح بخاری و صحیح مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب بچہ کے پندرہ سال پورے ہو جائیں تو اس پر احکام فرض ہو جاتے ہیں اور اس پر مدود نافذ ہو جاتی ہیں، نیز جس طرح انزال کی وجہ سے بولنت میں مذکورہ بولنت برابر میں اس طرح عمر کے لحاظ سے بولنت میں بھی دونوں کو مساوی ہونا چاہیے، ہم نے تین احادیث سے استدلال کیا ہے ان سے اصحاب ابو یوسف کے دلائل کا جواب واضح ہو جاتا ہے اور جس حدیث سے داؤد ظاہری نے استدلال کر کے بولنت میں عمر کو ساقط الا اعتبار قرار دیا ہے، اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں دوسری علامتوں کی نفی نہیں ہے، اسی وجہ سے مرتبہ زیر بات کا بولنت میں اعتبار کیا گیا ہے حالانکہ اس حدیث میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

راجحین قریب بولنت کی ایسی سلامت سے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ دو بڑے کے بیتر حاضرہ ابائہ (گناہ) کو قبول نہیں کرتا، اور محل بھی بولنت کی علامت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ دو اور عورت کے پانی کے بیتر بچہ کو پیدا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۗ خُلِقَ مِنْ عَآءٍ دَاقِقٍ ۖ
يَخْرُجُ مِنْ مِيزِنِ الْمِصْلَبِ وَالتَّرَائِبِ ۖ
(طارق: ۷۰-۷۱)

اور احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا ہے کہ جب لڑکی حاملہ ہو جائے تو وقت حمل سے اس کی بولنت کا حکم نکال دیا جائے گا۔ ل

کفار کے ہاتھ لگنے کا ڈر ہو تو قرآن مجید کو ارض
کفار میں لے جانے کی ممانعت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ملک میں
قرآن مجید کو لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی سرزمین میں قرآن مجید
کو لے کر سفر کرنے سے منع فرماتے تھے، اس خوف
سے کہ دشمن کے ہاتھ قرآن مجید لگ جائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کو لے کر سفر نہ کرو
کیونکہ میں اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ وہ دشمن کے
ہاتھ پڑ جائے گا۔ ملاوی ایوب نے کہا قرآن مجید دشمن
کے ہاتھ لگ گیا تو وہ قرآن مجید کے ساتھ تم سے مقابلہ
کرے گا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، ایک
سند کے ساتھ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خوف ہے، اور ایک روایت
میں یہ الفاظ ہیں: دشمن کے ہاتھ لگنے کے خوف سے۔
الصَّحَّاحُ رِيعِي ابْنِ عَثْمَانَ، جَمِيعًا عَنْ تَائِفِ بْنِ عَمْرِو بْنِ
فَائِي أَخَافُ وَفِي حَدِيثِ سَفْيَانَ وَحَدِيثِ الصَّحَّاحِ بْنِ عَثْمَانَ مَخَافَةً أَنْ يَتَّالَهُ الْعَدُوُّ.

ارض کفار میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے اور کفار کو خطوط میں آیات قرآن لکھنے کے متعلق

مذہب فقہاء

بَابُ الثَّامِي أَنْ يُسَافَرَ بِالصُّحُفِ إِلَى أَرْضِ
الْكَفَّارِ إِذَا خِيفَ وَقُوَّةُ بَأْيَدِيهِمْ

۴۶۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ
عَلَى مَالِكٍ عَنْ تَائِفِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ.

۴۶۲۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ حِرْو
حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْجٍ أَخْبَرَنَا الْكَلْبِيُّ عَنْ تَائِفِ بْنِ عَمْرِو اللَّهِ
بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ
كَانَ يَنْهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ مَخَافَةً
أَنْ يَتَّالَهُ الْعَدُوُّ.

۴۶۲۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتِكِيُّ وَأَبُو
كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ تَائِفِ بْنِ
عَمْرِو بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُوا بِالْقُرْآنِ فَإِنِّي كَأَمِنْ أَنْ
يَتَّالَهُ الْعَدُوُّ قَالَ أَيُّوبُ فَقَدْ تَالَ الْعَدُوُّ
وَخَاصُّوكُمْ بِهِ.

۴۶۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
إِسْمَاعِيلُ رِيعِي ابْنِ عَلِيَّةٍ ح حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ
حَدَّثَنَا سَفْيَانُ وَالثَّقَفِيُّ كُلُّهُمُ عَنْ أَيُّوبَ ح وَ
حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْجٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا
الصَّحَّاحُ رِيعِي ابْنِ عَثْمَانَ، جَمِيعًا عَنْ تَائِفِ بْنِ عَمْرِو بْنِ
فَائِي أَخَافُ وَفِي حَدِيثِ سَفْيَانَ وَحَدِيثِ الصَّحَّاحِ بْنِ عَثْمَانَ مَخَافَةً أَنْ يَتَّالَهُ الْعَدُوُّ.

اس حدیث میں قرآن مجید کو ارض کفار میں لے جانے سے منع فرمایا ہے، اور اس کی علت حدیث میں یہ بیان کی ہے کہ جو مسکت ہے کہ قرآن مجید کفار کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی کریں، اور جب یہ علت نہ ہو یا اس طرح کہ مسلمانوں کا لشکر غدیر کے ساتھ ارض کفار میں داخل ہونے پر اس میں کوئی گرفت نہیں ہے اور علت نہ ہونے کی وجہ سے ممانعت نہیں ہے، یہی قول صحیح ہے، امام ابوحنیفہ، امام بخاری، اور دیگر فقہاء اور محدثین کا یہی قول ہے، امام مالک اور یسین فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت مطلقاً ہے، اور ابن منذر نے امام ابوحنیفہ سے مطلقاً حجاز کی روایت نقل کی ہے، اور امام ابوحنیفہ کا صحیح قول وہی ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ نیز فقہاء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ کفار کی طرف ایسا مکتوب روانہ کرنا جائز ہے جس میں قرآن مجید کی چند آیات لکھی ہوئی ہوں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قتل کی طرف ایک مکتوب روانہ کیا تھا جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی تھیں، امام مالک اور دیگر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جن دلاہم اور دینار وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کا نام یا اس کا ذکر لکھی ہوا ہر ان کا کفار کے ساتھ معاملہ کرنا مکروہ ہے۔ ۱۔
علامہ ابن ماکہ لکھتے ہیں:

قاصی عیامن نے کہا ہے کہ قرآن مجید کو ساتھ لے کر سفر کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک اور ان کے قدیم اصحاب اس سے منع کرتے تھے، خواہ لشکر چلا ہو، اس لیے کہ کبھی انسان بھول جاتا ہے اور کبھی مصحف کی رقم گر جاتا ہے، ابن منذر نے امام ابوحنیفہ سے مطلقاً حجاز کی روایت نقل کی ہے اور ان کا صحیح قول یہ ہے کہ بڑے لشکروں میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اور چھوٹے لشکروں میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ بڑے لشکروں میں دشمن کے ہاتھ قرآن مجید کا لگ جانا، نادر الوقوع ہے سو یہ لائق توجہ نہیں ہے، فقہانے ان کی طرف خطوط میں قرآن مجید کی آیات لکھنے کو جائز کہا ہے، لہذا ان کو خطوط میں اسلام کی دعوت دی جا سکتی ہے، البتہ امام مالک نے ان کو قرآن مجید کی تعلیم دینے سے منع کیا ہے، اور امام ابوحنیفہ نے اس کو جائز کہا ہے۔ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، جو جائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ جو مسکتا ہے کافر اس وجہ سے اسلام قبول کرے اور جو ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ فی الحال کافر نجس ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کا دشمن ہے اور کافر کو خط میں قرآن مجید کی آیات کو لکھنا، ان آیات کو قرآن کے خطوط میں ڈالنا ہے، امام مالک کے نزدیک جن درہموں اور دیناروں پر اللہ کا نام لکھا ہوا نہیں کفار کو دینا مکروہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس طرح کے درہم اور دینار نہیں تھے۔ ۲۔

علامہ بدر الدین عینی حدیث ہر قتل کے سخت لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دشمن کی سرزمین میں سفر کرنے کی ممانعت مصحف یا بڑی سورتوں پر معمول ہے، ایک آیت یا دو آیتوں کو ارض کفار میں بھیجنا ممنوع نہیں ہے، علامہ ابن بطال نے کہا

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نووی شافعی متروقی ۶۷۹ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف شافعی القاملی متروقی ۸۲۸ھ، اکمال المصنف ج ۵ ص ۲۱۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداً اسلام میں ہر قفل کی طرف خط لکھا تھا جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی تھیں، کیونکہ اس وقت اسلام کی دعوت عامہ دینا ضروری تھا، بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا اور علامہ (ما لکبیر) نے کہا ہے کہ جن سکوں پر قرآن مجید کی آیات کندہ ہوں وہ مشرکین کو نہ دے جائیں، (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ خطابی کا کلام زیادہ صحیح ہے، کیونکہ علامہ ابن بطال کے کلام سے نسخ لازم آتا ہے، اور ارض کفار میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت اس صورت میں ہے جب یہ خطرہ ہو کہ قرآن مجید مشرکوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور وہ اس کی بے حرمتی کریں گے۔ لہ

بَابُ الْمُسَابَقَةِ بَيْنَ الْخَيْلِ وَتَضْمِيرِهَا

گھڑ دوڑ میں مقابلہ اور اس کی تیاری کا بیان

۴۶۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَوَّاتٌ عَلَى مَا لَكَ عَنْ تَافِعٍ عَنِ ابْنِ عَمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ سَابِقَ بِالْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفِيَاءِ وَكَانَ أَمْدُهَا ثَلَاثَةَ الْوَدَاعِ وَسَابِقُ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُقَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي تَرْبِيقٍ وَكَانَ ابْنُ عَمَرَ فِيمَنْ سَابِقَ بَقَاً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار شدہ گھوڑوں میں حقیار سے تینہ اوداع تک دوڑ کا مقابلہ کرایا اور غیر انصار شدہ گھوڑوں میں تینہ سے مسجد نوزیری تک مقابلہ کرایا۔ حضرت ابن عمر نے بھی اس دوڑ میں حصہ لیا تھا۔

ف: انصار کا معنی یہ ہے کہ گھوڑے کا چارہ کم کر کے اسے ایک گرم جھول پہنا کر کسی کو ٹھہری میں بند کر دیں تاکہ اس کو خوب پسینہ آئے اور اس کا گوشت کم ہو اور وہ زیادہ تیز دوڑ سکے۔

۴۶۲۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الثَّلِيثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالُوا أَحَدٌ ثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ تَرْبِيقٍ) عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا نُرْهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ سَبْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی نو سندیں ذکر کیں، ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں آگے نکل گیا اور گھوڑا مجھے لے کر مسجد میں چڑھ گیا۔

يَعْنِي اَبُوهُوَ الْقَطَّانُ ، جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ
 وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ وَآخِمْدُ بْنُ عَبْدِ كَرِيمٍ
 ابْنُ عُمَرَ قَالُوا حَدَّثَنَا سَفِيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيلِ
 بْنِ اُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَاوِيَةَ حَدَّثَنَا
 عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي مُوسَى
 ابْنُ عَقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا هُرُونُ بْنُ سَعِيدٍ اَلْأَنْبَلِيُّ
 حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي اَسَامَةُ رِيعِي ابْنُ
 زَيْدٍ كُلُّ هَذَا عَنْ فَاوِزِ بْنِ عَمْرِو يَمَعْنِي
 حَاضِرٌ مَالِكٌ عَنْ تَاوِيهِ وَرَأَدٍ فِي حَدِيثِ اَبِي ثَوْبٍ
 مِنْ رِوَايَةِ حَقَّادِ بْنِ عَلِيَّةَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ
 وَحَدَّثَنَا سَابِقًا قَطَعَتْ فِي الْفَرَسِ الْمَسْجِدَ -

دوڑ کا مقابلہ (ریس) منعقد کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ | علامہ یحییٰ بن شرف نوری کہتے ہیں:

صلی اللہ علیہ وسلم نے اضرار شدہ اور غیر اضرار شدہ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرایا، ان احادیث سے مسلم ہوا کہ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرنا جائز ہے اور گھوڑوں کو اضرار کرنا بھی جائز ہے، اضرار سے یہ مراد ہے کہ پہلے گھوڑوں کو کھلا یا پلایا جائے، پھر ان کا کھانا بند کر دیا جائے یا ان کا چارہ کم کر کے ان کو ایک گھوڑی میں رکھا جائے اور ان پر جھول ڈال دی جائے تاکہ ان کو خوب پسینہ آئے اور ان کے دوڑنے کی صلاحیت بڑھ جائے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ کرنا مباح ہے یا مستحب ہے، ہمارے اصحاب (فتاویٰ شافعیہ) کا مذہب یہ ہے کہ مسابقت یعنی دوڑ کا مقابلہ کرنا مستحب ہے، اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ بلا عرض دوڑ کا مقابلہ کرنا گھوڑوں کی تمام اقسام میں جائز ہے خواہ ان کے درمیان کوئی تیسرا شخص ہو یا نہ ہو اور عرض کے بدلہ میں بھی مسابقت بالاجماع جائز ہے کیسی اس میں یہ شرط ہے کہ مقابلہ کرنے والوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص حوض ادا کرے، اور اگر حوض مقابلہ کرنے والوں کے درمیان ہو تو پھر اس کے جواز کے لیے ان کے درمیان کسی تیسرے شخص کا حیثیت عمل ہونا ضروری ہے۔ اس باب کی احادیث میں عرض کا ذکر نہیں ہے۔ ۱۷

دوڑ کا مقابلہ منعقد کرانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ | علامہ دشتانی ابی مالکی کہتے ہیں:

تقاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ مسابقت یہ ہے کہ ایک مقام مقرر کر دیا جائے پھر دوڑ لگیں اس سے ہر ایک اس مقام تک دوسرے سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرے

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوری شافعی متزنی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ عقل کی وضاحت فقہاء مالکیہ اور فقہاء اخلاف کے حوالوں میں آ رہی ہے۔ ۱۷

مسابقت گھوڑوں اور اونٹوں کے دوڑانے میں ہوتی ہے، کسی ہدف پر تیر سے نشانہ لگانے میں ہوتی ہے، اور دو انسانوں کے دوڑنے میں بھی ہوتی ہے، پہلی تین چیزوں میں مسابقت کا ثبوت اس حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا سبق الا فی خوف او حافرا و فصل (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۸) "مسابقت صرف اونٹوں میں یا گھوڑوں میں یا تیر اندازی میں ہے اور انسانوں کے دوڑنے میں مسابقت کا ثبوت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے (حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری سے دوڑنے میں مقابلہ کیا اور جیت گئے، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۵، سعیدی غفرلہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو دوڑنے میں مقابلہ کیا تھا اس سے بھی جواز ثابت ہوتا ہے۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ انہا کانت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر قالت فسا بقت فسبقته علی، جل فلما حملت اللحم سابقته فسبقتی فقال ہذا بتلك السبقۃ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھیں، وہ کہتی ہیں میں نے حضور سے دوڑنے میں مقابلہ کیا اور میں پہلے پہنچ گئی پھر جب میرا بدن فرہ ہو گیا، تو میں نے پھر مقابلہ کیا اس دفعہ حضور مجھ پر سہقت لے گئے، آپ نے فرمایا یہ سبقت، اس سبقت کے جواب میں ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۸، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی لاہور پاکستان۔)

اس حدیث سے انسانوں کے آپس میں دوڑ کے مقابلہ کا ثبوت ہے، بعض فقہاء شافعیہ نے غجروں اور گدھوں میں بھی مسابقت کو جائز کہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ دوڑ کے مقابلہ اور تیر اندازی کے مقابلہ میں کامیاب ہونے والے شخص کو انعام دینے میں اور اس پر شرط لگانے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ بشرطیکہ یہ شرط جانہین سے نہ ہو مثلاً ہر فریق اس کا اقرار کرے کہ غالب ہونے والے شخص کو مغلوب اتنی رقم ادا کرے گا، یہ قرار اور جواد ہے اور قرآن مجید کی نص قطعی سے حرام ہے، اور اگر ایک فریق دوسرے سے کہے کہ تم کامیاب ہو گئے تو میں تم کو یہ انعام دوں گا اور دوسرا فریق اس کے مقابلہ میں کسی چیز کا التزام نہ کرے تو پھر جائز ہے یا تیسرا شخص دونوں سے کہے تم میں سے جو بھی کامیاب ہو گیا میں اس کو یہ انعام دوں گا، یہ بھی جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسابقت اور تیر اندازی کے علاوہ اور کسی مقابلہ میں انعام کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، کیونکہ سنن ابوداؤد کی جرد روایت گزر چکی ہے اس میں صرف اونٹوں یا گھوڑوں کی دوڑ اور تیر اندازی میں مسابقت کا اخصار بیان کیا گیا ہے، اور بعض فقہاء کے نزدیک انعام کی شرط رکھنے کا جواز صرف گھوڑوں کی دوڑ میں ہے، کیونکہ گھوڑوں کی دوڑ میں انعام رکھنا اہل عرب کا معروف طریقہ تھا۔ علاوہ انہوں نے کہا ہے کہ ہر چیز میں مسابقت جائز ہے، اور شاید ان کی مراد یہ ہے کہ انعام کی شرط کے بغیر ہر چیز میں مسابقت جائز ہے مدنیہ جہود کے قول کے خلاف ہے، اور اس میں قرار اور جواد ہے، جس کی مانعت ہے اور ناجائز طریقہ سے دوسرے سے کامال کھانا ہے (علامہ ابی مالکی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ جواد تو ہر چیز میں ناجائز ہے، حتیٰ کہ گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ کی مسابقت اور تیر اندازی کی مسابقت میں جانہین سے شرط لگانا قرار اور جواد ہے اور ناجائز اور حرام ہے، ان اس میں ایک جانہین سے شرط لگانا جائز ہے۔

جلد خامس

اور یقیناً نہیں ہے۔ وہ اس میں ناجائز طریق سے دوسرے کا مال کھانا لازم آتا ہے۔ (سیدی مفتاح)
علامہ ابی ہاشمی لکھتے ہیں، کہ مسابقت کی چار صورتیں ہیں، ایک صورت بالاتفاق جائز ہے اور ایک صورت بالاتفاق ممنوع ہے اور دو صورتیں مختلف فیہ ہیں۔

(۱) جو شخص گھوڑا دوڑانے میں حصہ نہیں لے رہا وہ ایک انعام مقرر کر کے اور یہ اعلان کر دے کہ میں شخص کا گھوڑا اول آگیا
اس کو یہ انعام دیا جائے گا یا تین پوزیشنوں کے تین اعلان کر دے، اور اعلان کے مطابق انعام دیا جائے، اس صورت
کے مجاز میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ چونکہ اس میں تنازعہ صاف نہیں ہے۔
(۲) گھوڑا دوڑانے والوں میں سے ہر شخص ایک انعام رکھے (مثلاً دس آدمیوں میں سے ہر شخص پانچ روپے انعام
رکھے) اور میں کا گھوڑا اول آئے وہ سب کے انعام سمیٹ کر لے جائے، مثلاً اس صورت میں وہ پچاس روپے
لے جائے) یہ صورت تمام فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ اس میں غرور اور خطر (دھوکا اور خطرہ، Risk) ہے
اور یہ وہ قمار اور میسر ہے جس کو قرآن مجید نے حرام کر دیا ہے۔

(۳) دو گھوڑا دوڑانے والے ایک تیسرے شخص کو اپنے درمیان داخل کر لیں، اس کو محفل کہتے ہیں، دو مقابلہ کرنے
والے انعام کی شرط رکھیں، اور یہ شخص کوئی شرط نہ رکھے اور یہ طے کریں کہ اگر محفل کا گھوڑا اول آگیا تو وہ ان دونوں
کے رکھے ہوئے انعام لے جائے گا اور اگر محفل کے علاوہ ان دونوں میں سے کسی کا گھوڑا اول آگیا تو وہ دونوں
انعام لے جائے گا، ان سبب اور امام شافعی نے اس کو جائز کہا ہے اور امام مالک کے اس میں دو قول ہیں اول
زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ ممنوع ہے۔

(۴) گھوڑا دوڑانے والے مثلاً دو شخصوں میں سے ایک شخص ایک معین انعام کی شرط رکھے اور دوسرا شخص کوئی شرط
نہ رکھے اور یہ طے کیا جائے کہ میں شخص کا گھوڑا اول آئے گا وہ انعام لے جائے گا خواہ یہ وہ شخص ہو جس نے
انعام رکھا تھا یا دوسرا شخص ہو، اس کو امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے جائز کہا ہے اور امام مالک کے اس میں
بھی دو قول ہیں۔ لے

علامہ ابن قدامہ ضحلی لکھتے ہیں:

دوڑ کا مقابلہ منع ہے کہ لسنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ | مسابقت (یعنی گھوڑوں اور آدمیوں میں دوڑ کا مقابلہ کرنا)

سنت اور اجماع سے جائز ہے، سنت کے ثبوت میں علامہ ابن قدامہ نے صحیح مسلم کو حدیث ذکر کیا ہے جس کی ہم
تشریح کر رہے ہیں، نیز لکھتے ہیں کہ تمام علماءوں کا مسابقت کے مجاز پر اتفاق ہے، مسابقت کی دو قسمیں ہیں ایک معین
کے ساتھ اور ایک بلا معین، جو مسابقت بلا معین ہو، وہ مطلقاً جائز ہے، خواہ انسانوں کا دوڑ میں مقابلہ ہو، یا گھوڑوں اور
ادمنوں وغیرہ کا مقابلہ کر لیا جائے، یا کشتیوں وغیرہ کا مقابلہ ہو، یا پہلوانی میں مقابلہ ہو۔

جس مسابقت میں معین ہو، یعنی اس پر کسی انعام کی شرط رکھی جائے) وہ گھوڑوں، آدمیوں اور غیر انسانی کے ساتھ اور
کسی چیز میں جائز نہیں ہے، ان تین چیزوں میں عموماً کراس لیے جائز قرار دیا گیا ہے کہ یہ آلات جنگ میں سے ہیں اور

بیروت

لے۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن علی دمشقانی ابی ہاشمی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال المعلم ج ۵ ص ۲۱۸-۲۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

ان کو سیکھنے اور ان کی مشق حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب ان چیزوں پر انعام کی شرط رکھ کر ان میں مقابلہ کر لیا جائے گا تو ان میں مشق اور مہارت حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کی جائے گی، اور شریعت میں ان کی مشق کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واعدوا لہما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل توہبون بہ عدا اللہ وعدوکم۔

جس قدر تم سے ہو سکے دشمن کے خلاف اس قدر طاقت حاصل کرو اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار کرو تاکہ اس کے ذریعہ اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو غورزدہ کرو۔

(انفال: ۶۰)

ابو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی۔

سنا قوت تیر اندازی میں ہے، سنا قوت تیر اندازی میں ہے۔

امام احمد کے علاوہ نسیری اور امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے کہ ان تین چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں مسابقت بالومنی جائز نہیں ہے اور اہل عراق نے کہا ہے کہ انسانوں کے دوڑنے اور پہلوانی کے مقابلہ میں بھی انعام رکھ کر مسابقت جائز ہے، کیونکہ ان دونوں کے متعلق بھی احادیث ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے دوڑنے میں مسابقت کی، (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۲۲، مسند احمد ج ۶ ص ۷۳، ۱۳۹، ۱۳۹، اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع نے ایک انصاری سے دوڑنے میں مقابلہ کیا، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۵، سعیدی غفرلہ) اور حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کشتی میں مقابلہ کیا، فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، اسی طرح پزیردوں اور کشتیوں میں مسابقت کے متعلق بھی ان کے دو قول ہیں۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیر اندازی، اونٹوں یا گھوڑوں کی دوڑ کے سوا کسی چیز میں مسابقت (جائز) نہیں ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین چیزوں کے سوا ہر چیز میں مسابقت کی نفی کر دی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ انعام کی شرط کے ساتھ ان تین کے علاوہ اور کسی چیز میں مسابقت جائز نہیں ہے، اور چونکہ انعام کی شرط کے بغیر تمام چیزوں میں مسابقت کے جواز پر اجماع ہے اس لیے یہ متعین ہو گیا کہ حدیث میں انعام اور شرط کے ساتھ ان تین کے علاوہ باقی چیزوں میں مسابقت (کے جواز) کی نفی کی ہے اور یہ ہمارے موقف پر واضح دلیل ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ان تینوں کے علاوہ باقی چیزوں کی جہاد میں ضرورت نہیں ہوتی (علامہ ابن قدامہ کے زمانے میں ایسا ہی ہو گا لیکن اس زمانہ میں آلات جہاد کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے اور اس علت کا بنا پر مسابقت کا دائرہ بھی وسیع ہو جائے گا، سعیدی غفرلہ) فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ ہر نوک دار ہتھیار میں مسابقت جائز ہے اور نیزہ اور تلوار میں ان کے دو قول ہیں، اسی طرح گدھوں اور چروں کی مسابقت میں بھی ان کے دو قول ہیں۔ لہ

دور کا مقابلہ منعقد کرانے میں فقہاء احناف کا نظر سیدنا علامہ ملاؤ الدین مصکفی کھتے ہیں:

قدروں کے ساتھ دوڑنے میں ایک دوسرے پر سبقت سے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ یہ چیزیں جہاد کے اسباب سے ہیں، اس لیے ان میں مسابقت مستحب ہے، غلطی اور جمع میں ہے کہ پھر اور گدھے میں بھی مسابقت مستحب ہے، مصنف نے یہاں تو اس کو جائز لکھا ہے اور مسائل شیعہ میں اس کے خلاف لکھا ہے (رواں مسابقت کو صرف تیر اندازی، گھوڑے یا اونٹ یا قدروں کی مسابقت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، یعنی پھر اور گدھے میں مسابقت کو رواں نا جائز لکھا ہے۔ شامی) امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شرط لگا کر قدروں کے ساتھ مسابقت جائز نہیں ہے، اور نیز شرط کے تمام کھیلوں میں مسابقت جائز ہے، مسابقت میں شرط کے ذریعہ جو مال حاصل ہو وہ جائز ہے بشرطیکہ شرط طایب جانب سے ہو (مثلاً حامد محمود سے کہے اگر میرا گھوڑا یا اونٹ نہارے گھوڑے یا اونٹ سے آگے نکل جائے تو تم کو مجھے سو روپے دینے ہوں گے، اور اگر نہارے گھوڑا یا اونٹ میرے گھوڑے یا اونٹ سے آگے نکل جائے تو تم پر کچھ لازم نہیں ہوگا، شامی) اور اگر مسابقت میں دونوں جانب سے شرط لگائی گئی تو یہ لازم ہے کہ یہ قرار اور جواد ہے، اہل اس صورت میں حرام نہیں ہے جب وہ دونوں تیسرے شخص کو بطور حلال اپنے دھیان داخل کر لیں بشرطیکہ اس کا گھوڑا دوڑنے میں ان کے گھوڑوں کے برابر ہو اور دونوں آگے بڑھنے کی سعادت رکھتا ہو بخلاف اس ہے کہ مسابقت کرنے والے دونوں شخص تیسرے شخص کو اس مقابلہ میں داخل کریں اور اس سے یہ کہیں کہ اگر تم دونوں پر سبقت کر جاؤ تو تم دونوں کو مال تہا ہے اور اگر تم پر سبقت کر جائیں تو تم سے کچھ نہیں ملے گا، مانگیہی میں ہے کہ جب دو شخص اپنے دھیان حلال کر لیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ خلیفہ عوام سے یہ کہے کہ اگر تم پر سبقت کر جاؤ تو تم کو دس روپے دوں گا، اور اگر میں تم سے آگے نکل گیا تو میں تم سے دس روپے لوں گا، اور اگر تیسرا شخص سنی حلال آئے گا تو اس کو کچھ نہیں ملے گا، اس سے معلوم ہوا کہ حلال کر دینے کے دو صورتیں ہیں، علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ اس صورت کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تیسرے شخص کو حلال کرنا لازمی اور یقینی نہیں ہے برکتا ہے ملے یا ملے اس وجہ سے یہ صورت فہم سے خارج ہوگئی، شامی کشتی کرنا بدعت نہیں ہے لیکن اگر کشتی سے جہاد میں قوت حاصل کرنا ہو تو جائز ہے اور اگر اس سے محض کھیل کو مقصود ہو تو مکروہ ہے، اور مال کی شرط کے بغیر چیز میں مسابقت کرنا جائز ہے ملاؤ الدین جعفر نے کہا پھر لڑنے اور پہیلیاں بولنے میں مسابقت جائز ہے، اسی طرح کس ماہر اور تجربہ کار شخص کے لیے خطرناک کھیل دکھانا بھی جائز ہے، مثلاً سانپ پکڑ کر دکھانا وغیرہ۔ ملے

مسابقت کی اس حکمت میں چونکہ قرار اور میزاج جواد کا ذکر آگیا ہے اس لیے ہم بیان اختصار کے ساتھ قرار اور میزاج کو لازمی سمجھتے ہیں اور اس کے احکام ذکر کریں گے۔

علامہ زبیدی کھتے ہیں:

جوئے کی تعریف

صحاح میں قرار کا معنی یہ بیان کیلئے ہے: کسی شخص کا کھیل میں دوسرے شخص پر غالب آنا۔ ملے

ملے۔ علامہ ملاؤ الدین محمد بن علی محمد مصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ در مختار، علی امتش و رواں مختار ج ۵ ص ۵۴۶۔ ۲۵۵ مطبوعہ مطبعۃ المدینۃ المنیر

ملے۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۵۰۵، مطبوعہ المطبوعۃ المدینۃ المنیر، مصر، ۱۳۰۶ھ

یز علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

میسر کا معنی ہے تیروں سے جو اد کھینا، میسر اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر عرب جو اد کھیلتے تھے، جب وہ لوگ جو اد کھیننے کا ارادہ کرتے تو ایک اونٹ ادھا خریدتے اور اس کو ذبح کر کے اس کے دس یا اٹھائیس حصے کرتے، پھر تیروں سے قرعہ اندازی کرتے جس شخص کے نام پر نشان زدہ تیر نکلتا وہ کامیاب ہوتا اور جس شخص کے نام پر بے نشان تیر نکلتا وہ ناکام قرار دیا جاتا اور اس کو اونٹ کی پوری قیمت دینی پڑتی، اونٹ کو میسر اس لیے کہتے تھے کہ وہ تقسیم کا عمل بناتا تھا، میسر چوپیس کو بھی کہتے ہیں، حضرت علی سے روایت ہے کہ شطرنج کعبیوں کا جو اد ہے، ہر وہ چیز جس میں جو اد ہو وہ میسر ہے حتیٰ کہ بچوں کا اخروٹ کے ساتھ کھینا بھی میسر ہے، بلکہ بشرطیکہ اس کھیل میں یہ طے کیا جائے کہ ہارنے والا جیتنے والے کو فلاں چیز دے گا۔ سعیدی غفر لہ۔

رئیس معلوت لکھتے ہیں: قارہروہ کھیل ہے جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ منسوب غالب کو، کوئی معین چیز ادا کرے گا خواہ وہ

چیز چاندی ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

میر سید شریف جبر جانی لکھتے ہیں:

قارہروہ کھیل ہے جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ منسوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی۔

جوئے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

يشلونك عن الخمر والميسر قل فيهما
اثم كبير ومتافع للناس واتمهما
اكبر من نفعهما۔

(بقرہ: ۲۱۹)

يا ايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر
والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان
فاجتنبوه لعلكم تفلحون۔ (مائدہ: ۹۰)
انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم
العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم
عن ذكر الله وعن الصلوة فهل انتم
منتہون (مائدہ: ۹۱)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے، آپ کہیے ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے، ہر چند کہ ان میں لوگوں کے لیے (دنیاوی) نافع بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔ اسے ایمان والو! شراب، جو اد بت اور پانسے، (فال نکالنے والے تیر) یہ سب گندے شیطان کا کام ہیں ان سے بچو، تاکہ تم فلاں پاؤ۔

شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے تاکہ تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، کیا تم ان چیزوں سے باز آنے والے ہو۔

۱۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی متون ۱۳۰۵ھ، جامع العروس ۲۳۵-۲۳۸، مطبوعہ المطبعة الخيرية، ۱۳۲۶ھ

۲۔ رئیس معلوت الیومی، المنجد ص ۱۵۳، المطبعة الکاتولیکہ بیروت، المطبعة التاسعة النشرة، ۱۹۲۷ھ

۳۔ میر سید شریف علی بن محمد جبر جانی، مفاتیح المعانی، مطبوعہ المطبعة الخيرية، ۱۳۲۶ھ

جوئے کے متعلق احادیث | امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کی شراب پونے، طبل اور جوار کی شراب سے منع فرمایا۔

عن عبد اللہ بن عمر وإن النبی صلی اللہ علیہ وسلم منع من الخمر والمیسر والکویبۃ والغبیراء۔
امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شراب کو تین بار حرام کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عینہ تشریف لائے وہاں تک کہ وہ لوگ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی: یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم پر چھتے ہیں، آپ کیسے ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کا (زیادہ) نفع بھی ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال حرمت الخمر ثلاث مرات قد م رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وهم یشربون الخمر ویاکلون العیسر فسالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہما فانزل اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم یشربونک عن الخمر والعیسر قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما الحدیث۔
تہ

جوئے کے حکم میں فتنہ و اخاف کی رائے | علامہ نسفی حنفی لکھتے ہیں:

گھوڑے سواری، شتر سواری، پیدل چلنے اور تیر اندازی میں سالفت کا مقابلہ کرنا جائز ہے اور جا نہیں سے شرط مقرر کرنا حرام ہے اور ایک جانب سے شرط مقرر کرنا حرام نہیں ہے۔
تہ

علامہ فریبی حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں: علامہ فریبی حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں: جا نہیں سے شرط مقرر کرنے کا مثال یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہے، اگر تمہارا گھوڑا آگے نکل گیا تو میں تم کو اتنے روپے دوں گا اور اگر میرا گھوڑا آگے نکل گیا تو تمہیں مجھ کو اتنے روپے دینے ہوں گے، یہ قار ہے اس لیے جائز نہیں ہے، اور اگر ایک جانب سے شرط مقرر نہ کرنا نہیں ہے، مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اگر تم مجھ سے آگے نکل گئے تو میں تم کو اتنے روپے دوں گا، اور اگر میں آگے نکل گیا تو تم پر کچھ لازم نہیں ہے، چونکہ اب نقصان اور فائدہ دونوں فریقوں میں لازم نہیں ہے، بلکہ ایک کو صرف فائدہ ہوگا اور دوسرے کو فقط نقصان ہوگا (یا فائدہ نہیں ہوگا) اس لیے اب یہ مفادہ نہیں ہے، کیونکہ مفادہ باب مفاصلہ سے ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر دو فریقوں

۱۔ امام ابو داؤد سیبان بن اشعث متوفی ۲۵، ۲۰۰، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۳۔ علامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمد نسفی متوفی ۵۱۰ھ، کنز الدقائق ص ۲۳، مطبوعہ محمد سعید انیسٹریٹس کراچی

میں نفع اور نقصان دائر ہو اور جب اس صورت میں قمار کا معنی نہیں پایا گیا تو یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استفساراً جائز قرار پایا؛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط (انعام) کو گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرایا، اور قیاس کے تقاضے سے یہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں تملیک خطر (Risk) پر موقوف ہے، اس لیے ان چار (گھڑ دوڑ، شتر سواری، پیدل چلنے اور تیر اندازی) کے سوا اور کسی چیز میں ایک جانب سے شرط رکھ کر بھی مسابقت جائز نہیں ہے۔

علامہ ابو بکر رازی جصاص حنفی لکھتے ہیں:

اہل علم کا قمار کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور باہم شرط لگانا بھی قمار ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: باہم شرط لگانا بھی قمار ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ پہلے اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے پہلے یہ مباح تھا بعد میں اس کی تحریم نازل ہو گئی، جب سورہ روم نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر نے رومیوں کے ایوانوں پر غلبہ کی شرط لگائی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرط میں زیادتی کرو اور مدت بڑھا دو، پھر یہ میں آپ نے اس سے منع فرمادیا، اور قمار کی حرمت نازل ہو گئی اور اس کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ شتر سواری، گھڑ دوڑ اور نیزے بازی میں مسابقت کے مقابلہ پر شرط لگانے کی رخصت ہے، جبکہ ایک شخص مستحق ہو اور سابق ہونے پر دوسرا شخص مستحق نہ ہو اور اگر یہ شرط لگائی کہ جو آگے نکل گیا وہ لے گا جو پیچھے رہ جائے گا وہ دے گا تو یہ شرط باطل ہے اور اگر ان دونوں نے درمیان میں کسی تیسرے شخص کو اس شرط سے داخل کر لیا کہ اگر وہ آگے نکل گیا تو انعام کا مستحق ہو گا اور اگر پیچھے رہ گیا تو اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہو گا تو یہ امر جائز ہے اور اس تیسرے شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق فرمایا ہے۔

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

جوئے کے حکم میں فقہاء شافعیہ کی رائے

ابن سیرین، مجاہد اور عطاء سے روایت ہے کہ میں ہیز میں بھی شرط لگانی جائز ہے، وہ میسر (جواہر) ہے، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب شرط بچ کے کھیل میں شرط نہ لگائی جائے اور نہ بخش گنت گو کی جائے، اور نہ نمائے غفلت کی جائے تو وہ حرام نہیں ہے، اور میسر سے خارج ہے کیونکہ میسر مال دینے یا مال لینے کو واجب کرتا ہے، اس لیے شرط بچ قمار ہے نہ میسر ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

جوئے کے حکم میں فقہاء مالکیہ کی رائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص اپنی بیوی اور مال کی شرط لگاتا تھا اور دوسرا شخص اس شرط کو جیت لیتا وہ مارنے والے کے مال اور اس کی بیوی کو لے جاتا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: یہ لوگ

۱۔ علامہ عثمان بن علی ذہبی متوفی ۲۴۳ھ، تبیین المخالفات ج ۶ ص ۲۲۷، مطبوعہ مکتبہ الامادیہ لبنان

۲۔ علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۶، مطبوعہ سہیل بکیشن لاہور ۱۳۰۰ھ

۳۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین متوفی ۶۰۰ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

پر یا کسی بھی اتفاقی امر پر جانین سے شرط لگانا صحیحاً سٹر اور حرام ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔

بیمہ کیا چیز ہے؟ ہمارے دور میں بیمہ کا بہت رواج ہے اور اس پر بحث و تحقیق ہوتی رہتی ہے کہ آیا بیمہ میں فنڈ ہے یا نہیں؟ اور یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیمہ کا شرعی جائزہ لینے سے پہلے یہ ضروری ہو گا کہ پہلے ہم یہ جان لیں کہ بیمہ کیا چیز ہے؟ بیمہ کے ذریعے کسی فرد یا ادارہ کو پیش آنے والے متوقع نقصان کی تلافی کی جاتی ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مثلاً بیمہ کمپنی زید کی زندگی کا بیمہ کرتی ہے اور یہ زید بیمہ کمپنی سے دس سال کے لیے دس ہزار کی پالیسی خریدتا ہے، اب چاہیے تھا کہ بیمہ کمپنی اس سے دس سال تک ہر سال ایک ہزار روپیہ بطور قسط وصول کرتی، لیکن وہ ایک ہزار دو سو روپیہ سالانہ وصول کرتی ہے، اور یہ جو زائد دو سو روپیہ سالانہ ہیں ان میں سے ایک سو روپیہ اس کے دفتر اور اسٹاف کے اخراجات کے ہیں اور ایک سو روپیہ امدادی فنڈ میں داخل کر دیا جاتا ہے اس طرح ہر پالیسی ہولڈر ایک سو روپیہ سالانہ امدادی فنڈ میں داخل کرتا ہے اور اگر کوئی پالیسی ہولڈر اپنی میعاد پوری کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اگر اس کی موت طبعی ہو تو اس کی پالیسی کی مساوی رقم اس کے نامزد وارث کو دے دی جاتی ہے، اسی طرح اگر کسی لیس، کانسٹرنے یا جاز کا بیمہ کیا جائے اور بس کسی حادثہ میں تباہ ہو جائے، یا کارخانے میں آگ لگ جائے، یا جہاز ڈوب جائے تو پہلے سے طے شدہ پالیسی کے مطابق رقم اس لیس، کارخانے یا جہاز کے مالک کو دے دی جاتی ہے اور اس کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے۔ پالیسی ہولڈر اپنی اقساط کے ذریعہ جو بیمہ بیمہ کمپنی میں داخل کرتے ہیں کمپنی اس پیسے کو بچھتی ہے، کتنی بکرا اس پیسے کو گردش میں رکھتی ہے، بڑی بڑی عمارتیں خرید کر یا بنا کر ان کو کرائے پر دیتی ہے، پالیسی ہولڈرز اور تجارتی اداروں کو سود پر قرضہ فراہم کرتی ہے اور ہوائی کمپنیوں اور صنعتی اور تجارتی اداروں کے حصص خریدتی ہے اور اس طریقہ سے جو اس کو نفع حاصل ہوتا ہے اس کو پالیسی ہولڈرز میں تقسیم کرتی ہے، اس نفع کا شرح ہر سال مختلف ہوتی رہتی ہے اور یہ رقم پالیسی ہولڈرز کے کھاتوں میں جمع کر دی جاتی ہے۔

بیمہ کی تاریخ اور ارتقاء | اس کی زیادہ تر شکلوں میں باہمی تعاون کی روح کار فرما تھی، کسی بھی شعبہ میں نقصان کا اوسط معلوم کیے بغیر انسانی گروہوں نے ایسے خطرات کے مقابلے یا ایسی ضروریات کی تکمیل کے لیے جو آپس میں گروہ کے کسی فرد کو پیش آ سکتی ہیں یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ گروہ کا ہر فرد عام حالات میں ایک مشترکہ فنڈ میں کچھ رقم جمع کرتا ہے تاکہ گروہ کے کسی فرد کو اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو بوقت ضرورت اس کی مدد کی جاسکے، رومن دور حکومت میں اسی اصول پر پیندہ کر کے تجہیز و تکفین کی جاتی تھی، سترھویں صدی عیسوی میں انگلستان میں بہادری کی اطلاع کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا گیا، اٹھارہویں صدی عیسوی میں تاجروں نے اپنی انجمنیں قائم کیں اور تاجر برادری کا مفرد کسی حادثہ کا شکار ہو جانا اس کی مشترکہ فنڈ سے مدد کی جاتی تاجم انگلستان سے متعلق قدیم ترین بحری انشورنس کا تاریخ ۱۵۶۷ء بتائی جاتی ہے۔

مجازین بیمہ کے عقلی اور شرعی دلائل | بیمہ کی ماہیت میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بانار میں کبھی کبھی کسی مکان میں آگ لگتی ہے، اس لیے بانار میں سے سب کو امداد دینی ہے۔

یہ عادت پیش آتا رہتا ہے اگر بہت سے بازاروں میں آگ لگنے کے ایک طویل مدت کے واقعات کا جائزہ لے کر اوسط نکالا جائے تو معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ایک سال میں ایک لاکھ دواؤں میں سے تین دواؤں میں آگ لگنے کے حادثے سے دو چار ہوتی ہیں اگر اس حادثے سے محفوظ رہنے کے لیے کوئی غیر معمولی حفاظتی اور انسدادی تدابیر اختیار نہ کی جائیں تو آٹھ و پندرہ سو لاکھ تک ہر بتا دے گا کہ یہ اوسط کس حد تک درست ثابت ہوا۔

کسی ایک آدمی کی موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں، جو آدمی آج عمر کے اکیسویں سال میں داخل ہوا ہے وہ یہ سال پر راکر کے باسیسویں سال میں قدم رکھے گا یا نہیں، ہاں سوال کا یقین کے ساتھ جواب نہیں دیا جا سکتا، لہذا یہ بات تقریباً یقین کے ساتھ متین کی جا سکتی ہے کہ اسی جیسے ایک لاکھ افراد جو عمر کے اکیسویں سال میں داخل ہو رہے ہیں ان میں سے کتنے افراد عمر کے باسیسویں سال میں قدم رکھنے کے لیے زمرہ رہیں گے، اس یقین کا بنیاد ماضی کا طویل تجربہ ہے، انسانوں کی بہت بڑی تعداد کے متعلقہ ریکارڈ کے مطالعہ سے عمر کے اکیسویں سال میں وفات کے امکان کی اور اس امکان میں غلطی کے امکان کی پیمائش کی جا چکی ہے، مزید برآں اس پیمائش پر بعد کے تجربہ بات کی روشنی میں نظر ثانی کی جاتی رہتی ہے۔ اس یقین کی اہمیت یہ ہے کہ عمر کے اکیسویں سال میں وفات کے مالی عواقب سے عہدہ برا ہونا ان صدمات کی روشنی میں زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا پیمائش سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ افراد گروہوں کی شکل میں چھوٹی چھوٹی رقمیں ادا کر کے مذکورہ بالا رقم کے قابل پیمائش خطرات کے جذبہ درست مالی عواقب سے عہدہ برا نہ ہونے کا اہتمام کر سکیں، مثلاً اگر کبھی سفر میں فرقی کا یا اوسط ہر دس ہزار جہازوں میں سے ایک جہاز فی سال ہے اور ایک بھری جہاز کی اوسط قیمت دس لاکھ ہے تو اگر ہر جہازوں سو روپے سالانہ اداکرے تو سارے جہازوں کی سالانہ جہاز کی قیمت جمع کر سکتے ہیں جو باہمی لامتناہی کے مطابق اس جہازوں کو دی جا سکتی ہے جس کا جہاز ڈوب جائے یہ اہتمام ہر سے گروہ کے ہر فرد کو اس خطرے سے بے نیاز کر سکتا ہے کہ بھری سفر میں جہاز کے ڈوب جانے سے اسے دس لاکھ کا نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے یہ بے نیازی کسی فرد کے لیے کسی انفرادی کوشش کے ذریعہ ممکن نہیں ہو سکتی۔ یہ مذکورہ اعداد اہتمام دس ہزار جہازوں ان اجتماعی لامتناہی نامے سے کریں، یا کوئی تیسرا فرد ان کو یہ پیشکش کرے کہ اگر ان دس ہزار جہازوں میں سے ہر شخص اس کو سو روپے ادا کرے تو وہ ڈوبنے والے جہاز کی قیمت ادا کر دیا کرے گا یا حکومت بطور عود تمام جہازوں کو اس کا پانچ کرے کہ وہ سالانہ سو روپے ادا کریں اور ڈوبنے والے جہاز کی قیمت ادا کرنا اپنے ذمہ لے، تینوں صورتوں میں یہ نتیجہ یکساں طور پر حاصل ہوگا کہ ہر جہازوں، جہاز ڈوبنے کے اندیشہ اور اس سے والیہ نقصان سے بے نیاز ہو کر جہازوں کی کسکے ٹھکانے میں طر لقیہ انشورنس کھلا سکتے ہیں، مکان یا دکان میں آگ لگنے، مسلمان چوری ہو جانے، موٹر کے حادثہ کا شکار ہو جانے وغیرہ دوسرے قابل پیمائش خطرات کے سلسلہ میں بھی اسی طرح انشورنس کر کے محفوظ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جہازوں کی ایک مفید سماجی عمل ہے جس سے بہت سے انفرادی اور اجتماعی مفادات والیہ ہیں مثلاً افراد کا بھری سفر کر کے ایک ملک سے دوسرے ملک جانا، تجارت، معاشرہ وغیرہ، اگر ہر جہازوں کو ہر بھری سفر میں اس اندیشہ کا سامنا ہو کہ جہاز ڈوب سکتا ہے تو ہر درست مالی نقصان کا یہ اندیشہ جہازوں کے عمل میں رکاوٹ بنے گا۔

اور اس کا بین الممالک سفر اور تجارت پر بڑا پڑے گا، ایسی صورت میں اگر ہر جہاز ملک ایک چھوٹی سی رقم ادا کر کے یا لیجین حاصل کر کے کہ جہاز قویب جانے کی صورت میں اسے جہاز کی قیمت مل جائے گی تو یہ رکاوٹ دور ہو جائے گی، آمدنی سہولت کے ساتھ جاری رہے گی تجارت کو فروغ حاصل ہوگا اور ملک ترقی کرے گا، آگ لگنے کا خطرہ مول لے کر کھانے کھولنے، حادثہ کا خطرہ مول لے کر موٹر چلانے، صنعتی حادثات کے خطرے کے باوجود صنعتی کارخانوں میں کام کرنے اور بیشتر دوسرے اقتصادی کاموں پر یہی وجہ صادق آتی ہے، حادثے کی صورت میں جو مال نقصان اٹھانا پڑتا ہے اگر اس کا سارا بوجھ اسی شخص پر ڈال دیا جائے جس کی دکان، کار، ہوائی جہاز، بحری جہاز یا جسم و جان اس حادثے میں تباہ ہوئے تو لوگ ان خطرات کو مول لے کر ان کاموں کو انجام دینے کی ہمت کم ہی کریں گے اور سماج کو اس قدر فراوانی کے ساتھ یہ اقتصادی خدمات میسر نہیں آسکیں گی اس کے برعکس اگر انشورنس کا طریقہ اختیار کر کے ہر فرد کو اس کا موقع دیا جائے کہ وہ مختصر سی لاگت برداشت کر کے ان خطرات کے مال عواقب کی تلافی کا اہتمام کر سکے تو اس قسم کے کام کرنے والوں کو جو صلہ بڑھے گا اور دنیا واسے ان کی خدمات سے بہرہ مند اور مستفید ہو سکیں گے۔

انشورنس کی شرعی نظیر کے سلسلہ میں مجزیین دیت کا ذکر کرتے ہیں، اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو خطا قتل کر دے تو اس پر دیت لازم آتی ہے دیت کی مقدار سواونٹ یا ایک ہزار مثقال سونا ہے (۲۲۳۴۴ گلوگرام) یا دس ہزار درہم چاندی (۲۰۶۶۱۸ گلوگرام) ہے جو قاتل کی حالت کو تین سال میں ادا کرنا ہوتی ہے، قتل تو ایک شخص نے کیا ہے لیکن چونکہ اس شخص پر ایک غیر معمولی بوجھ آ پڑا ہے اس لیے اسلام نے اس کے قبیلہ والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس ناگہانی آفت میں اس کا اتنا بٹائی اور سب مل کر اس کی دیت ادا کریں، قتل خطا دہی دراصل ایک حادثہ ہے جس کے مال عواقب کی تلافی کے لیے ایک بڑے گروہ کو ذمہ دار بنایا گیا ہے، اس طرح ایک فرد کو جس کے ہاتھوں یہ سانحہ واقع ہوا نہ ہر دست مالی صدمہ سے بچایا گیا ہے اور اس گروہ کے دوسرے افراد کو اس بات کا ضمانت دی گئی ہے کہ اگر انہیں بھی کسی اس صدمہ کا ہدف بننا پڑا تو ان کا بھی اسی طرح تحفظ کیا جائے گا البتہ اس تحفظ کے بدلے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ لاگت ادا کرنی ہوگی یعنی برفت ضرورت دیت کا متناسب حصہ اپنی جیب سے ادا کرنا ہوگا، اور مختصر سے فرق کے ساتھ انشورنس بھی اسی قیاس پر ہے۔

مجزیین بمیہ کی طرف سے بیمہ میں عنصر قمار اور سووی وضاحت | ڈاکٹر محمد منجبات اللہ صدیقی لکھتے ہیں:

قمار میں جو خرابی ہے وہ یہ ہے کہ جو کھیلنے والا بازی لگا کر یا شرط بد کر اپنے لیے ایک ایسا خطرہ مول لیتا ہے جو پہلے سے موجود نہ تھا، یا اگر موجود تھا تو خود اس کی فالت سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ لائبرے کے ٹکٹ خریدنا، گھوڑوں کی دوڑ بانٹ، بال کے مقابلہ میں یا تاش شطرنج وغیرہ کے کھیلوں میں ہر حیثیت پر بازی لگانا اس کی عام مثالیں ہیں۔ قمار کی تمام ممکن شکلوں اور اس کی تمام مروجہ قسموں میں یہ بات مشترک ہے کہ وہ شخص جو بازی لگا کر ایک رقم ادا کرنے کا خطرہ مول لیتا ہے اگر چاہتا تو بازی نہ لگانا اور اگر وہ بازی نہ لگانا یا شرط بد نہ مانتا تو اس کو اس رقم کے نقصان کا خطرہ پیش نہ آتا، انشورنس کا مقابلہ اس سے بنیادی طور پر مختلف ہے، جس خطرے کے پیش نظر انشورنس کرنے والا انشورنس کرتا ہے، اس کا وجود، اور اس رقم سے اس کا **marfat.com** پر مختصر یہیں ہے بلکہ ہر سال میں ہوتا

یا باہاگ ہے۔ یہ خطرہ زندگی کی کسی نارمل سرگرمی، اقتصادوی عمل، پیشہ یا حرفہ سے لازمی طور پر وابستہ ہوتا ہے جس کا مکمل انزال انشورنس کے سوا کوئی اور ماہر اختیار کرنے سے نہیں ہو سکتا۔ ان تمام خطرات سے مالی نقصان بھی وابستہ ہوتا ہے اس کی سب سے نمایاں مثال موت ہے جس کا خطرہ زندگی کے ساتھ لگا ہوا ہے اور جس سے ہمیشہ نہیں بچا جاسکتا، یا کم از کم اگر متزی جان ہو، اس کے متعلقین کو مالی نقصان بھی ہوتا ہے۔ آدی اس نقصان کی تلافی کے لیے انشورنس کرانے۔ یاد کرانے اس نقصان کا اندیشہ بہر حال موجود رہتا ہے کیونکہ اس کا تعلق موت سے ہے جو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود کسی وقت بھی واقع ہو سکتی ہے اور کبھی کبھی ضرور واقع ہو کر رہتی ہے۔ اسی طرح موٹر کار، بحری جہاز، ہوائی جہاز اور دوسری سواریوں کے ماحول کی کسی حادثے کے نتیجے میں ان سواریوں کی بربادی یا ان کی ٹوٹ بھوٹ کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے یہ اندیشہ ان کے استعمال کے ساتھ لازمی طور پر وابستہ ہے اور حادثے کی صورت میں مالی نقصان یقینی ہے۔ اسی طرح ہمسافر کو جہازن سواریوں کے ذریعہ سفر کرنا ہے، یہ خطرہ مول لینا پڑتا ہے کہ سواری کا حادثہ پیش آنے کی صورت میں اس کی جمان ملی جائے یا نہ ہو، جس سے اکثر حالات میں مالی نقصان وابستہ ہوتا ہے۔ مکان، دکان، سامان تجارت، کھیت، کارخانہ اور دوسری املاک کے ساتھ بھی آتش زدگی وغیرہ حادثے کے نتیجے کے طور پر بربادی کا اندیشہ وابستہ ہے یہ تفاوت تجارت باز کے مسافر، سواری کا مالک یا مکان وغیرہ کا مالک متعلقہ حادثے کا اور اس سے وابستہ مالی نقصان کا خطرہ جان، برحقہ نہیں مول لیتے، سفر، سواری رکھنا اور اسے استعمال کرنا، مکان، کارخانہ، کھیت، سامان تجارت وغیرہ، اثاثوں کی ملکیت اور ان کا استعمال، عام کاروباری زندگی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں جن سے دستبرداری ممکن نہیں۔ صنعتی مزدور مشینوں کے درمیان نقل و حرکت کے لیے اور ایسے کارخانوں میں کام کرنے کے لیے مجبور ہیں جن میں آتش گیر مادے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ سرگرمی روزی کمانے کے لیے ضروری ہے مگر اس کے ساتھ یہ خطرہ بھی لگا ہوا ہے کہ خرابی صنعتی حادثے کے نتیجے میں اعضاء مجروح ہو جائیں اور ضروری کے سبب مدت العمر مالی نقصان اٹھانے پڑیں۔ ان نام صورتوں میں خطرے کا اور اس سے وابستہ مالی خسارے کا اخیال بہر حال موجود ہوتا ہے، خواہ انشورنس کرایا جائے یا نہ کرایا جائے۔

جوئے بازی اور انشورنس کے درمیان دوسرا بنیادی فرق نفع کی امید سے تعلق رکھنا ہے، جوئے بازی کا مالی محرمک اس مالی صنعت کا حصول ہے جو بازی جیت، جانے کی صورت میں ہوگی جبکہ انشورنس کرانے کا مالی محرمک اس نقصان کی تلافی ہے جو متعلقہ خطرہ پیش آجانے کی صورت میں ہوگا۔ جس حادثے کے اندیشے سے انشورنس کرایا گیا ہے اگر وہ واقعتاً پیش آجائے تو مسافر سے سہ سلیاق انشورنس کرانے والے کو جو رقم ملے گی اس کی حیثیت کسی نفع کی نہیں ہے۔ یہ رقم تو اس مالی نقصان کی تلافی کرتی ہے جو ملتا واقع ہوگا۔ اس رقم کے ملنے سے حادثے کا شکار ہونے والے کی دولت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ موت اس کی تلافی ہوتی ہے جو حادثے کے نتیجے میں واقع ہو چکی ہے اس کے برعکس بازی جیتنے کی صورت میں جوئے باز کو جو رقم ملتی ہے وہ اس کی دولت میں اضافہ کرتی ہے۔ اس کے لیے اس رقم کی حیثیت خالص نفع کی ہے۔ جوئے باز اور انشورنس کرنے والے کے محرمکات، یکسر مختلف ہیں۔ اول الذکر کی نظر اس خاص نفع پر ہے۔ دوسرے کی نظر اس نقصان کی تلافی پر ہے جس کا سے اندیشہ ہے۔ لاشعری کا حکمت خریدنے والا جو جس لاکھ روپے کا انجام پاتا ہے۔ اس کا مقابلاً بحری جہاز کے مالک سے کیجئے جس کی جہاز ڈوب جائے

کی صورت میں انشورنس کے معاہدے کے مطابق اس جہاز کی قیمت کے طور پر دس لاکھ روپے ملتے ہیں۔ اگر جہاز مالک کی مالی حیثیت اب بھی وہی ہے جو جہاز ڈوبنے اور انشورنس کی رقم ملنے سے پہلے تھی وہ انشورنس سے ملنے والی رقم کے نتیجے میں پہلے سے زیادہ دولت مند نہیں ہو گیا ہے اس کے برعکس لاشری میں انعام پانے والا پہلے سے زیادہ دولت مند ہے اس کی دولت میں دس لاکھ کا اضافہ ہو گیا ہے۔

اب مہلے کے دوسرے پہلو کا جائز لیجئے۔ جوئے باز بازی ہار جاتا ہے تو اسے مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لاشری کے ٹکٹ کے دام ضائع جاتے ہیں، یا شرط کے مطابق بازی جیتنے والا اس سے ایک رقم وصول کرتا ہے۔ اس رقم کی ادائیگی ایک خالص نقصان ہے اس کے بالمقابل جوئے باز کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلے میں صرف اس امید کا ذکر کیا جاسکتا ہے کہ جوئے میں جیت بھی ہو سکتی تھی اور ایک رقم اخذ آ سکتی تھی۔ مگر یہ امید معروضی طور پر ہارنے اور خسارہ برداشت کرنے سے وابستہ نہیں ہے اس سے الگ وجود رکھتا ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی جوئے باز عرصے تک بازی نہ ہارے، مسلسل جیتتا چلا جائے۔ انشورنس کرانے والا معاہدے کے مطابق ایک پریمیم ادا کرتا ہے۔ اس ادائیگی کے عوض اسے اس بات کی ضمانت حاصل ہوتی ہے کہ اگر متعلقہ حادثہ پیش آ گیا تو اس کے نتیجے میں واقع ہونے والے مالی نقصان کی تلافی کی جائے گی۔ یہ تحفظ اسے معاہدہ کرتے ہی حاصل ہو جاتا ہے خواہ حادثہ واقع ہونہ ہو۔ پریمیم اسی تحفظ کی لاگت ہے یہ تحفظ دور رس نقصان اہمیت کا حامل ہے اور اس کی افادیت پر اس کا اثر نہیں پڑتا کہ حادثہ واقع ہوتا ہے اسے نقصان ہوتا ہے اور اس نقصان کی تلافی کے لیے اسے رقم ملتی ہے یا حادثہ واقع نہیں ہوتا۔ اقتصادی سرگرمیوں کی انجام دہی اور اس کا کارکردگی کا خاطر اس تحفظ کی اہمیت پر پریمیم ادا کرنے کی ایک معقول بنیاد ہے۔ پریمیم گھٹانا نہیں لاگت ہے اس کے برعکس جوئے میں ہاری ہوئی رقم سراسر گھٹانا ہے۔ پریمیم ادا کرنا ایک مجبوری کے تحت ہے، مجبوری یہ ہے کہ جن خطرات سے نقصان کا اندیشہ وابستہ ہے ان سے مفر نہیں اور اندیشہ نقصان سے تحفظ کا واحد صورت یہ ہے کہ پریمیم ادا کیا جائے۔ لاشری کے ٹکٹ کے دام ادا کرنے یا بازی ہارنے کی صورت میں ملے شدہ رقم ادا کرنے کا ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے جوئے باز اپنے اختیار سے یہ گھٹانا مول لیتا ہے۔

انشورنس کرانے والا اگر انشورنس نہ کرانے تو اس کو وہ حادثہ جس کا خطرہ تھا واقع ہونے کی صورت میں نقصان مالی نقصان کا اندیشہ لگا رہے گا یہ اندیشہ اس کے فیصلوں پر بہر حال اثر انداز ہو گا خواہ آئندہ وہ خطرہ واقع ہو یا نہ ہو کیونکہ فیصلہ کا وقت پہلے آتا ہے۔ بحری جہاز کا مالک اپنے جہاز کو بحری سفر پر بھیجے یا نہ بھیجے اس فیصلہ پر اس کا گہرا اثر پڑے گا کہ جہاز ڈوب سکتا ہے اور اس حادثے کے نتیجے میں دس لاکھ روپے کا نقصان ہو سکتا ہے یہ بات کہ اس سفر میں یہ جہاز ڈوبایا نہیں ڈوبا، بعد میں معلوم ہوگی۔ یہی حال ان تمام اقتصادی اعمال اور عام سرگرمیوں کا ہے جن کے ساتھ خطر محض وابستہ ہو۔ ان تمام صورتوں میں مالی نقصان کی تلافی کی ضمانت حاصل ہونے یا نہ ہونے کا پر گہرا اثر پڑتا لازمی ہے اور یہ اثر اس سے بے نیاز ہے کہ عملاً یہ نقصان واقع ہوتا ہے یا نہیں۔

اس حقیقت کی روشنی میں پر غور کیجئے کہ جوئے کی ہاری ہوئی بازی سے وابستہ مالی خسارہ اور حادثہ واقع نہ ہونے کی صورت میں ادا کیا جانے والا پریمیم ایک ہی نہایت کم رقم ہے۔ یہ گھٹانا اس کے برعکس ہے کہ اگر انشورنس کرانے والا

کو مٹا دہ حادثہ ہمیشہ نہ آیا جس کا اندیشہ تھا، نہ کرنی مالی نقصان ہوا اور نہ اس کی تلافی میں کوئی رقم ملی تو اس نے جتنا پریمیم ادا کیا وہ اس کے لیے سراسر گھماٹا ہے اگر وہ انشورنس نہ کرنا تو پریمیم نہ ادا کرنا پڑتا اور دیکھا کہ ۲۲ ہونتا جس طرح جو نے باز اگر بازی نہ لگانا تو نہ لگانا اور اسے گھماٹا ہوتا۔ اور پریمیم ہی وہ واضح کر چکے ہیں کہ معاہدہ انشورنس سے یہ ضمانت حاصل ہوتی ہے کہ اگر نقصان ہوا تو اس کی تلافی کی جائے گی اور خود یہ ضمانت اقتصادی اعمال اور ان تمام سرگرمیوں کے لیے جن سے خطر محض وابستہ ہے ایک قدر قیمت رکھتی ہے۔ لائٹری کے ٹکٹ کی قیمت یا جوڑنے میں کاپی ہوتی رقم کے ساتھ اس طرح کی کوئی قابل قدر چیز وابستہ نہیں ہے۔ انعام پانے یا بازی جیتنے کی امید اس سے وابستہ ہے وہ کسی اقتصادی فیصلہ پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ دراصل اس کا کوئی تعلق کسی اقتصادی عمل یا سرگرمی سے نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ بازی جیتنے کے بعد ملنے والی رقم سے جوڑنے یا کوئی مفید کاروبار کرنے کا خواہش مند ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خواہش کے باوجود وہ صرف امید کی بنا پر مستعد کاروباری فیصلے بازی لگاتے وقت نہیں کر سکتا۔ انشورنس کا معاملہ بالکل مختلف ہے، یہاں فیصلہ کا موقع پہلے آتا ہے انشورنس کا سوال بعد میں پیدا ہوتا ہے اور انشورنس کرانے یا نہ کرانے کا اس فیصلے پر گہرا اثر پڑتا ہے جوڑنے میں بازی لگانے یا نہ لگانے کا اس کاروباری فیصلے پر کیا اثر پڑ سکتا ہے جس کی مالی بنیاد بھی فراہم ہو نہیں سکتی ہے نہ اس کی فراہمی یقینی ہے، واقعہ یہ ہے کہ بازی جیتنے کی امید صرف بازی لگانے کے فیصلے پر اثر انداز ہو سکتی ہے اور اس کا محرک بن سکتی ہے۔ یہ امید کسی دوسرے فیصلے سے نہ کوئی تعلق رکھتی ہے نہ اس پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔

انشورنس کو تیار کر دینے والوں کی غلط فہمی کا سبب بعض ایسی باتیں ہیں جو نظاہر دونوں معاملوں میں مشترک نظر آتی ہیں جوڑنے باز اور انشورنس کرانے والے دونوں کو بعض اوقات ایک بڑی رقم ملتی ہے جس کے مساوی کوئی معاہدہ ان کی طرف سے نہیں ادا کیا گیا ہے۔ بعض انشورنس کرانے والے مسلسل پریمیم ادا کرتے ہیں۔ سگن کو اس کے عوض کوئی بڑی رقم نہیں ملتی، جس طرح کہ جتن جوڑے باز بازی کرتے ہی چلے جاتے ہیں، یا ایک شخص لائٹری کے منتہ و مکنت مسلسل خریدتا رہتا ہے مگر انعام نہیں پاتا۔ اور پرکلی بخت سے یہ غلط فہمی دور ہو جاتی چاہیے۔ مزید اطمینان کے لیے ہم ان دونوں بظاہر یکساں امور کے سیاق میں انشورنس اور قرار کا جامع موازنہ بھی کریں گے، پہلے اس بڑی رقم کو لینے جو انشورنس کرانے والے کو پریمیم کے طور پر مختصری رقم ادا کرنے پر ہی مل جاتی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ رقم واقع شدہ نقصان کی تلافی کرتی ہے اس طرح نقصانات کی تلافی کا طریقہ اختیار کرنے سے سماج میں اقتصادی اعمال کی انجام دہی کے لیے ایک محفوظ و مامون نفاذ برقرار رکھی جاتی ہے خطر محض بعض ایسے حادثہ کا اندیشہ جن سے نقصان وابستہ ہے، اقتصادی سرگرمیوں کے لیے از حد ہمت شکن ہوتا ہے اس کا اقتصادی کردار اس کاروباری خطر سے یکسر مختلف ہے۔ جن کے ساتھ نقصان کا اندیشہ اور نفع کی امید دونوں ہی وابستہ ہیں۔ سماج اپنے کارکنوں کو انشورنس کے ذریعہ خطر محض کے مالی صدمات سے محفوظ کر کے ان خطرات کے سماج دشمن اور ہمت شکن اقتصادی اثرات سے نجات حاصل کرتا ہے۔

خطر محض سے وابستہ نقصانات سماج میں دولت اور آمدنی کی عادلانہ تقسیم کے دشمن ہیں اور اس میں ضلل انداز ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا تعلق غیر اختیاری اور بخت و اتفاق پر مبنی امور سے ہے جبکہ دولت اور آمدنی کی نامطلوبہ محنت، صلاحیت و استعداد اور اختیاری اعمال پر مبنی ہوتی ہے انشورنس کے ذریعہ خطر محض سے وابستہ مالی نقصانات

کی تلافی کا طریقہ اختیار کر کے سماج دولت اور آمدنی کی تقسیم میں اس نخل اندازی کا مقابلہ کرتا ہے اور تقریباً اسی تقسیم بحال کر دیتا ہے جو ان کے بغیر پائی جاتی۔

انہی دونوں باتوں کے نتیجے میں یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ اقتصادی اعمال اور سماجی خدمات جن میں بخت و اتفاق کے دخل سے کارکنوں کو زبردستی مالی خدمات سے دوچار ہونے کا احتمال ہے، تسلسل، استقلال اور اندیشہ صدمہ سے بچانے ہو کر اطمینان کے ساتھ انجام پاسکیں۔

اس کے برعکس وہ بڑی رقم جو بازی جیتنے والے جوئے باز کو ملتی ہے نہ صرف یہ کہ کسی واقع شدہ نقصان کی تلافی نہیں کرتی بلکہ کوئی بھی مفید سماجی یا اقتصادی عمل نہیں انجام دیتی۔ اس طرح بازی جیتنے پر رقم دینے کا طریقہ اختیار کرنے سے سماج میں محنت و منفعت اور خدمت و اجرت کا وہ عادلانہ نظام درہم برہم ہو جاتا ہے جو اقتصادی اعمال کی متوازن انجام دہی کے لیے ضروری ہے۔ اس طریقہ کے عام ہونے کی صورت میں سماج کے کارکنوں کی توجیہ دولت حاصل کرنے کے لیے پیدا اور خدمات انجام دینے کی بجائے بازی لگانے اور بخت و اتفاق کا سہارا لینے کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ اس طریقے کا رواج سماج کو اور اس کے نظام پیداوار دولت کو بہت سے لائق، باصلاحیت اور مال دار افراد کی خدمات سے محروم کر دیتا ہے، انسانی تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ محنت و صلاحیت کے سہارے کافی ہوئی دولت کے برعکس جو دولت محض بخت و اتفاق کے طفیل ملی ہو وہ مفید پیداوار کاموں میں لگنے کے بجائے سٹہ بازی، عیش کوشی اور اسراف و تبذیر کی نذر ہوتی ہے۔

بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ دولت کا اس طرح انتقال اور اس کی یہ نئی تقسیم جو جوئے میں ارجحیت کے نتیجے میں عمل میں آتی ہے عدل و انصاف کے منافی ایک اندھی تقسیم ہے انشورنس کرانے والے جن افراد کو پریمیم ادا کرنے کے عوض کوئی رقم اس لیے نہیں ملی کہ ان کے ساتھ متعلقہ حادثہ عملاً نہیں پیش آیا ان کی ادا کی ہوئی رقمیں ان انشورنس کرانے والوں کو منتقل ہو گئیں جن کے ساتھ حادثہ پیش آیا اور جنہیں مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ سماج کو نہ ان حادثات سے مفرتحانہ ان کے نتیجے میں واقع ہونے والے مالی نقصانات سے پرہیز سماج کو مجموعی طور پر وہ مالی نقصانات پہر حاک برداشت کرنے تھے جو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود آتش زدگی، غرقابی، صنعتی حادثات، سوار یوں کو پیش آنے والے حادثات اور غیر طبعی سے پہلے موت کے نتیجے میں واقع ہوتے سوال صرف یہ تھا کہ ان نقصانات کا بار تمام تر صورت میں افراد پر ڈالا جائے جو عملاً ان حادثات کا شکار ہوں یا ان کو برداشت کرنے میں وہ تمام لوگ شریک ہوں جن کے ساتھ ایسے حادثات پیش آسکتے تھے اور پیش آسکتے ہیں۔ دوسری راہ اختیار کرنے کے حق میں متعدد اخلاقی اور اقتصادی فریڈ کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ وسیع پیمانے پر پریمیم جمع کرنے کے حادثات کا شکار ہونے والوں کے نقصان کی تلافی کر دینے کے جن فریڈ پر روشنی ڈالی جا چکی ہے ان کے ماسوا یہاں ہمارا مرکز توجہ اس کا وہ پہلو ہے جو سماجی عدل اور سماج میں دولت کی تقسیم سے متعلق ہے۔ حادثات کا شکار نہ ہونے والوں سے حادثات کا شکار ہونے والوں کی طرف جو دولت منتقل ہوتی ہے اس کے نتیجے میں دولت کی کوئی نئی تقسیم نہیں عمل میں آتی بلکہ تقریباً وہ تقسیم بحال کی جاتی ہے جو حادثات رونما ہونے سے پہلے پائی جاتی تھی جن افراد کی دولت کا ایک حصہ ان کی کسی نالاغی یا حادثے کا شکار ہو گیا تھا ان کی یہ کمی پوری کسی اور کی جاتی

سے انشورنس کے نتیجے میں کسی بھی فرد کو بڑی استحفاظ مزید دولت حاصل نہیں ہوتی بلکہ جو دولت اس کے کسی استحقاق کی بنا پر ملتی ہو مگر حادثہ کے نتیجہ میں ضائع ہوگئی تھی وہی واپس مل جاتی ہے۔

تقاریر اور انشورنس کی نوعیت ان کے محرکات، ان کے وہ اثرات جو اقتصادی اثرات منگمر میں اور سماج میں دولت کی تقسیم پر پڑتے ہیں نیز دونوں کے نفسیاتی پس منظر اور اثرات کا جامع موازنہ اس سلسلہ کے ازالہ کے لیے کافی ہونا چاہیے کہ دونوں یکساں ہیں یا انشورنس تقاریر کو مستلزم ہے، بیان کے بعض پہلو ایک دوسرے کے متاثر ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں اعمال کے درمیان نہ کرنی انشورنس ہے نہ معاہدہ اور اس لیے سماج اور انسان کا کردار کے اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں۔

انشورنس اور سود انشورنس کرانے والے جو پریمیم ادا کرتے ہیں ان سے انشورنس کمپنیوں کے پاس ایک کثیر سرمایہ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ سرمایہ کسی متین وقت پر اس رقم سے زیادہ

بڑھتا ہے جو انشورنس کرانے والوں کو نقصانات کی تلافی کے لیے کسی ادا کرتی ہے۔ اس کے حاصل سبب تین ہیں، ایک سبب برابر نئے افراد کا انشورنس کرتے رہنا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ انشورنس کا پریمیم اختیاراً اس کم سے کم رقم سے زیادہ رکھا جاتا ہے جو انشورنس کرانے والے افراد کے چورسے گروہ کو پہنچنے والے نقصانات کی تلافی کے لیے درکار ہوتی ہے۔ ایک تیسرا سبب یہ بھی ہے کہ پریمیم کرانے والے ایک معلوم مدت میں حساب کے مطابق ہر سرمایہ پر آتی رہتی ہیں جبکہ ادا کی جانے والی رقموں کے بارے میں اذات کی زیادہ پابندی نہیں ہوتی۔ انشورنس کمپنیاں اپنا فاضل سرمایہ اس طرح مشغول رکھنا چاہتی ہیں کہ نقصان کا اندیشہ کم سے کم ہو اور اصل سرمایہ کے تحفظ کے ساتھ اس میں اضافہ ہوتا رہے۔ مروجہ نظام میں اس کی عملی شکل سودی تسکات کی خریداری ہے۔ انشورنس کمپنیاں عام تجارتی حصص کی خریداری میں کم ہی حصہ ڈالتی ہیں۔

چونکہ پریمیم سے حاصل ہونے والے سرمائے میں اس طرح اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لیے انشورنس کرانے والوں کے لیے واجب الادا پریمیم کا حساب لگانے میں بھی اس اضافہ کی رعایت ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ پریمیم کی مقدار اس سے کم رکھی جاتی ہے جو پریمیم کے ذریعے حاصل ہونے والے سرمائے کو مشغول کر کے اس میں اضافہ نہ کرنے بلکہ بیکار رج رکھنے کی صورت میں کم ہوتی ہے۔ اس طرح پریمیم کا حساب لگانے پر بھی سود اور اس کی موجودگی کو دخل نہ پڑتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر پریمیم سے حاصل ہونے والے سرمائے کو مشغول کر کے اس میں اضافہ کرنے کی کوئی ایسی صورت ممکن ہو جو سود سے پاک ہو تو انشورنس کا نظام سود سے پاک کیا جاسکتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک خود طریقہ انشورنس کا تعلق ہے اسے اس طرح بھی اختیار کیا جاسکتا ہے کہ پریمیم سے حاصل ہونے والے سرمائے کو صرف جمع رکھا جائے، مشغول نہ کیا جائے مگر اس طرح انشورنس کرانے والوں کو زیادہ مفاد میں پریمیم ادا کرنا ہوگا اور انشورنس کی لاگت بڑھ جائے گی۔ سرمائے کی ایک کثیر مقدار کو بیکار جمع رکھنا قومی وسائل کے ضیاع کا ہم معنی ہوگا۔ مختلف افرادی اور اجتماعی مصالح کا نقصان ہے کہ اس سرمایہ کو کمزور سرمایہ کاری کے لیے استعمال کیا جائے تاکہ قومی دولت میں اضافہ ہو اور انشورنس کی لاگت بھی کم کی جاسکے۔ اس لیے انشورنس پریمیم سے

سے حاصل ہونے والے فاضل سرمائے کو مشغول کر کے اس میں اضافہ کرنا چاہیے۔

اصل سوال یہ ہے کہ غیر سودی نظام میں انشورنس کے سرمایہ کا نفع اور استعمال کس طرح عمل میں آنے کے متعلقہ فائدہ حاصل کیے جاسکیں۔ اس سوال کے جواب پر غور کرتے وقت اس اہم حقیقت کو سامنے رکھنا چاہیے کہ یہ سوال جس صورت میں انشورنس کے نجی کاروباری اداروں کے لیے پیدا ہوتا ہے اس صورت میں ریاست کے ذریعہ تمام انشورنس میں نہیں پیدا ہوتا۔ ریاست کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اس سرمایہ کو ایسے کاموں میں استعمال کرے جن کی پیدا آوری یقینی ہے اور سرمائے کے ڈوبنے یا اس میں نقصان اٹھانے کا سوال نہیں پیدا ہوتا جیسا کہ آئندہ واضح کیا جائے گا، ہماری تجویز یہ ہے کہ اسلامی نظام میں معیشت کے ایک وسیع دائرہ میں انشورنس کی تنظیم پوری طرح ریاست کے اہتموں میں ہو۔ اس دائرہ کی حد تک اس سوال کا جواب آسانی کے ساتھ ممکن ہے۔

جس چھٹے سے دائرہ میں نجی کاروبار کے طور پر انشورنس کی اجازت دی جائے گی اس کی حد تک فاضل سرمائے کے نفع بخش استعمال کی نسبتاً محفوظ راہیں ایک غیر سودی معیشت میں بھی میسر سکیں گی۔

غیر سودی معیشت میں انشورنس کے نجی کاروباری اداروں کے لیے یہ ممکن ہو گا کہ وہ اپنا فاضل سرمایہ حکومتی حصص شرکت یا اونچی ساکھ کے نجی کاروباری اداروں کے حصص خریدنے میں صرف کریں۔ بنکوں کے مضاربت کھاتہ میں رقم جمع کرنا بھی ان کے نفع اور استعمال کی ایک محفوظ شکل ہوگی کیونکہ ان کھاتوں سے وابستہ اندیشہ نقصان کو عملاً ختم کر دیا جائے گا۔ تجربے کی روشنی میں ان مختلف راہوں میں سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والی اوسط شرح نفع کا ایک قابل اعتماد اندازہ لگانا ممکن ہو گا جسے پریمیم کا حساب لگانے میں استعمال کیا جاسکے۔ یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ بازار میں سود کی شرح ایک متعین اور معلوم مقدار ہوتی ہے جب کہ غیر سودی نظام میں نفع کی شرح کے ایک محتاط اندازے کو مذکورہ حساب کی بنیاد بنانا ہو گا لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ بازار میں سود کی شرح بھی بدلتی رہتی ہے اور انشورنس کمپنیاں پریمیم کا حساب لگانے میں سود کی موجودہ شرح میں ممکن تبدیلیوں کے پیش نظر اس کے ایک محتاط اندازے کو بنیاد بناتی ہیں کیونکہ پریمیم کی مقدار بازار میں شرح سود کی ہر تبدیلی کے ساتھ تبدیل نہیں کی جاسکتی۔

انشورنس کے سرمایہ کے نفع اور استعمال سے عملاً اس سے زیادہ نفع ہو سکتا ہے جس کو پریمیم کا حساب لگانے کی بنیاد بنایا گیا ہو۔ اس فاضل نفع سے ایک ایسا ریزرو فنڈ قائم کیا جاسکتا ہے جو سرمائے کے استعمال میں نقصان کے نظری اندیشہ سے تحفظ کا کام کر سکے جس سال عملاً نقصان سے دوچار ہونا پڑے، اس سال نقصان کی تلافی اس ریزرو فنڈ سے کی جاسکتی ہے تاکہ نقصان کے نتیجہ میں انشورنس کرائے والوں سے پریمیم کی مقدار بڑھانے کا مطالبہ نہ کرنا پڑے۔ اس طرح کے احتیاطی ریزرو موجودہ نظام میں بھی ضروری ہوتے ہیں۔ اس ریزرو کے ذریعہ عرصہ طویل میں پریمیم کی مقدار کو واقعی شرح نفع کے مطابق رکھنے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

چونکہ انشورنس کا تعلق سود سے صرف ضمنی طور پر سرمایہ کے نفع اور استعمال میں قائم ہوتا ہے اس لیے یہ تعلق ایک ایسی معیشت میں خود بخود ختم ہو جائے گا جس کی تنظیم سود کے بغیر کی گئی ہو، جہاں سرمایہ کے نفع اور استعمال کی غیر سودی راہیں

۱۔ اب ہمارے ملک میں پاکستان میں تمام انشورنس کمپنیوں کو قومی حق میں لے لیا گیا ہے اور مجوزہ نظام اس میں جاری کر دینا

marfat.com

آسان ہے۔ سعیدی

جہننا میں

میسر ہوں۔ مگر اس وقت میرا نہ بھی ظاہر کیا جاتی ہے کہ خود معاہدہ انشورنس ربا کو مستلزم ہے کیونکہ پریم ادا کرنے والے کو اس سے زیادہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا جاتا ہے جتنی وہ حادثہ کے وقوع کے وقت تک بلا قسط جین کر چکا ہو۔ اس رقم کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ ہر اضافہ ربا ہے۔ یہ ایک بے بنیاد مفروضہ ہے۔ شرطیت میں ہر اضافہ کو علی الاطلاق ربا نہیں قرار دیا گیا ہے۔ پریم کے طور پر ادا کی جانے والی رقم قرض نہیں ہے کہ اس کے بالمقابل زیادہ رقم کی ادائیگی کو اصل پر اضافہ کے ساتھ واپسی قرض قرار دے کر ربا کا حکم لگایا جاسکے۔ اپنی حقیقی روح کے اعتبار سے پریم کی نوعیت نہ تھا تو ایچندہ کہ ہے جو ایک مفید اجتماعی خدمت کی فراہمی کے لیے دیا جا رہا ہو۔ تعاونی انشورنس Mutual Assurance اور ریاست کے زیر اہتمام انشورنس میں اس کی یہ نوعیت بالکل واضح ہے۔ مگر ہم انشورنس کی نجی کاروباری تنظیم کو سامنے رکھ کر بھی خود کریں تو بھی پریم کو قرض نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اسے ایک ایسی خدمت کی قیمت سمجھا جاسکتا ہے جن کی انجام دہی اس کی ضرورت پڑنے پر موقوف ہے۔

برخلاف عام سودی قرض کے انشورنس میں ملنے والی رقم کا انحصار نہ تو مدت کے طول پر ہوتا ہے نہ اس کی مقدار اس مجموعی رقم پر منحصر ہوتی ہے جو پریم ادا کرنے والے نے حادثہ واقع ہونے کے وقت تک مجموعی طور پر ادا کی ہے۔ اس رقم کا انحصار اصلاً مستقلہ حادثہ کے نتیجے میں واقع ہونے والے مالی نقصان پر ہوتا ہے۔ انشورنس کی بعض شکلوں مثلاً آتش زدگی وغیرہ میں یہ رقم پہلے سے متین نہیں ہوتی بلکہ نقصان واقع ہوجانے پر نقصان کے مطابق متعین کی جاتی ہے۔ یعنی دوسری اشخاص میں اس کی پیشگی تقسیم کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ نقصان واقع ہونے پر اس کی مالیت بھی پہلے سے معلوم ہوتی ہے مثلاً بحری جہاز کا ڈوب جانا۔

زندگی کے نیچے میں ایک مشکل سوال یہ سامنے آتا ہے کہ کسی خاص عمر میں کسی آدمی کی موت سے (اس کے اہل خانہ کو) مالی طور پر کتنا نقصان واقع ہوگا اس کا اندازہ کس طرح لگایا جائے۔ مل دلاک کے سلسلے میں مالیت کی تقسیم معروضی یا فزوں کے مطابق آسانی سے ممکن ہے۔ مگر جان کے سلسلے میں تقسیم کے معروضی پیمانے صرف جزئی طور پر ہی میسر ہیں۔ ایسی صورت میں ایک حد کے اندر رہتے ہوئے اس بات کا فیصلہ متعلق زندگی افراد کی مصواب دید پر چھوڑنا ضروری تھا کہ وہ اس نقصان کا کیا اندازہ قائم کرتے ہیں اور اس کے پیش نظر کس رقم کی پالیسی خریدنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں اس قدر یا فزوں کی حالت میں بچت کرنے کی صلاحیت اور اس پر آمادگی بھی اہمیت رکھتی ہے اور اس سوال کو بھی اس پر چھوڑا جاسکتا تھا، ان تمام باتوں پر نظر ثانی ممکن ہے، لیکن ان کی موجودگی میں صرف یہ بات کہ بیمہ زندگی کرانے والے کو اپنی ادا کردہ رقم سے زیادہ رقم مل سکتی ہے۔ اس میں ہر رقم کو مورد قرار دینے کی بنیاد نہیں بن سکتی۔ اگر انشورنس کی خالص شکل یعنی تعاونی معاہدہ کو منظر کو سامنے رکھ کر لیا جائے تو انشورنس کرانے والے افراد پریم کے حلقہ پر مجموعی طور پر جو رقم ادا کرتے ہیں انہی رقم افراد کے اس گروہ کو مجموعی طور پر واپس دی جاتی ہے۔ کم از کم زیادہ۔ کیونکہ پریم کا حساب اتانوں اعداد و شمار اور قانون اسطی روشنی میں، اس اصول پر مبنی ہے کہ وہ پورے گروہ کے نقصان کی تلافی کر سکے۔ اگرچہ کسی ایک فرد نے جو رقم ادا کی ہے اس میں اور اس فرد کو جو رقم ملتی ہے اس میں فرق ہوگا لیکن تمام افراد پر مشتمل مجموعہ کے لیے دونوں فرقوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس وضاحت میں ہم نے تعلیم انشورنس پر آنے والے انتظامی اخراجات اور انشورنس کے سرمائے کے نفع اور استعمال سے ہونے والے اخراجات دونوں کو نظر انداز کر دیا ہے تاکہ

مسئلہ کی اصل نوعیت کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ عملاً مذکورہ بالا اخراجات کے پیش نظر انشورنس کرانے والوں کی ادا کردہ رقم ان کو مجموعی طور پر دی جائے والی رقم سے زیادہ ہوں گی۔ مگر دوسری طرف سرمایہ کے نفع اور استعمال سے ہونے والے اضافہ کے پیش نظر ان کو دی جانے والی رقم ان سے لی جانے والی رقم سے زیادہ ہوگی۔ عملاً اس اضافے کا پیشگی حساب کر کے اس نسبت سے انشورنس کرانے والوں سے اپریٹیم کے طور پر نسبتاً کم رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ مسئلہ کی اس نوعیت پر غور کرنے سے واضح ہے کہ انشورنس کا معاملہ ربا سے یکسر مختلف ہے۔ سودی قرض میں قرض لینے والے کو انفرادی طور پر لی ہوئی رقم سے زیادہ رقم واپس دینی ہوتی ہے اور یہی صورت حال ان تمام افراد کے مجموعہ کے لیے بھی قائم رہتی ہے جو سودی قرض لیتے ہیں۔ انشورنس میں انشورنس کرانے والے افراد کو مجموعی طور پر اتنی ہی رقم واپس ملتی ہے جتنی انھوں نے ادا کی ہوتی ہے، اگرچہ انفرادی سطح پر صورت حال مختلف ہوتی ہے۔

انشورنس کے سلسلے میں دوسری خرابیوں کا احتمال | یہ دیکھ لینے کے بعد کہ انشورنس اصلاً قمار اور ربا سے پاک ہے اور انشورنس کا نظام اس

طور پر چلایا جاسکتا ہے کہ اس کی تفصیلات ان خرابیوں سے ناآلودہ ہوں ہمیں اس بات کا بھی اطمینان حاصل کرنا ہے کہ یہ طریقہ ان دوسری خرابیوں سے بھی پاک ہے جن سے شریعت عام معاملات زندگی، بالخصوص بین دین کے معاملات کو پاک دیکھنا چاہتی ہے قمار اور ربا کے علاوہ دوسری خرابیاں یہ ہیں:

(۱) اکراہ۔

(۲) اضطراب سے بے جا فائدہ اٹھانا۔

(۳) غش و غبن

(۴) غرنا حش اور جہل مفضی الی النزاع

(۵) ضرر۔

کتاب اللہ یا سنت نبویؐ نے جن معاملات کو ممنوع قرار دیا ہے ان میں یہی خرابیاں پائی جاتی ہیں اور یہی ان کے ممنوع ہونے کا سبب ہیں۔ فقہ اسلامی میں معاملات کے جائز یا عدم جواز کا حکم اسی بنیاد پر لگایا گیا ہے کہ وہ ان خرابیوں سے پاک ہیں یا ان سے آلودہ ہیں۔ جو معاملات ان خرابیوں سے پاک ہوں وہ مباح ہیں اگر وہ معتبر انسانی مصالح کے خادم ہوں تو پسندیدہ اور مطلوب بھی ہیں۔ انشورنس کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان تمام خرابیوں سے پاک ہے اور ساتھ ہی اہم انفرادی اور اجتماعی مصالح کا خادم بھی ہے۔

پہلی تین خرابیوں سے عام حالات میں انشورنس کا پاک ہونا کسی بحث کا محتاج نہیں معلوم ہوتا اگر کسی مخصوص معاہدہ میں ان میں سے کوئی خرابی پائی جائے تو قانون کی مداخلت سے اس کی اصلاح ممکن ہوگی اور اصلاح کے بعد بھی انشورنس کا طریقہ اختیار کیا جاسکے گا۔ انشورنس کے نجی کاروباری ادارے مگر معقول مقدار سے زیادہ پرہیز و صل کریں تو اسے فہین قرار دیا جاسکتا ہے، انشورنس کرانے والا فرد اپنی عمر، صحت، مالی حیثیت یا جن اٹاک کا انشورنس کرے یا جاری ہو ان کی ملکیت کے بارے میں www.marfat.com میں آئے گا، دیکھو۔

اسی طرح پانچویں خرابی، یعنی غرر سے بھی انشورنس کا طریقہ پاک ہے۔ انشورنس کے معاملے سے کسی قسم کے فریق کو کوئی غرر نہیں پہنچتا نہ اس طریقہ کو اختیار کرنے سے کوئی اجتماعی مفاد محصو ہوتا ہے، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے شریعت کا منشاء یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر معاملہ میں فریقین متعلقہ امور سے بری طرح آگاہ ہو کر ماہدہ کریں تاکہ وہ اپنے نفع نقصان یا حقوق و ذرائع کے بارے میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں اور آئندہ آگاہی ہونے پر ہلکتے نہ دکھتے ہوں اور ایک دوسرے کے خلاف غم و غصہ نہ پیدا ہو۔ غرر مد فروخت کے معاملات میں قیمت یا خریدی جانے والی چیز اور دوسرے متعلق امور کے بارے میں جب ایسا عدم علم پایا جائے جو آئندہ مجبوظے کی بنیاد بن سکتا ہو تو معاملہ کرنے سے روکا گیا ہے۔

غرر سے مراد دعوہ کر کے جس کی بنیاد عدم تعین ہے۔ سنت میں ممنوع بیع غرر کی چند مثالیں یہ ہیں یا لایاب میں غریب چھپیاں ہوں، ان کی ایک سنتین قیمت کے عوض فروخت، معاملہ دشمنی کے بچہ جننے سے پہلے اس بچہ کی فروخت درخت پر بور آنے پر ان جھولوں کی فروخت جو ابھی تیار نہیں ہوئے ہیں۔ جب فروخت کی جانے والی چیز وصف اور مقدار سے معلوم اور متعین نہ ہو تو معاملہ بد بیع میں غرر کا عنصر داخل سمجھا جائے گا۔ خدمات کی فروخت اور لین دین کے دوسرے معاملات میں بھی جب فریقین کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں اس نوع کے عدم تعین یا عدم علم کا نشانہ ہوں تو معاملہ غرر پر مبنی ہوگا۔

سنت میں غرر کی بنا پر ممنوع معاملات کے درمیان ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ مفسد کا حصول غرر سے بچتے ہوئے بھی ممکن ہو۔ مثلاً مذکورہ بالا مثالوں میں یہ ممکن ہے کہ ادا کی جانے والی قیمت کی مفاد چھپیلوں کی اس مفاد پر مفسد ہو جو تالاب سے نکلیں۔ یا اونٹنی کے بچہ جننے کے بعد اس کو خریدیا جائے، یا درختوں کے چھل تیار ہونے پر ان کی فروخت عمل میں آئے۔ ہمارے علم کی حد تک سنت میں غرر کی بنیاد بر کسی ایسے معاملے سے نہیں روکا گیا ہے جو کسی ضرورت کی تکمیل یا مصلحت کے حصول کے لیے ناگزیر ہو، مگر اسے غرر، یعنی عدم علم اور عدم تعین سے پاک کرنا کسی طرح ممکن نہ ہو، فقہاء نے عام طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ تمدنی ضرورت کے جن معاملات کو عدم علم سے پوری طرح پاک نہ کیا جاسکتا ہو، ان کی اجازت ہے اور ان کی ضرورت کے پیش نظر مجبوظے غرر کو گوارا کیا جائے گا۔ البتہ اگر غرر زیادہ سے تو معاملے سے روک دیا جائے گا ظاہر ہے کہ اس مجبوظے اور بہت کی تعین میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا مثالوں میں سے پہلے اور تیسرے معاملہ کا عدم جواز مختلف قیہ ہے اور مفاد و فقہاء مختلف غرر کو قابل درگزر سمجھتے ہیں کیونکہ اس کا ازالہ زحمت طلب ہے۔

جہاں تک انشورنس کرنے والے ادارے کا تعلق ہے وہ معلوم اور متعین ہوتی ہیں جو اسے انشورنس کرانے والے افراد کے مجموعے سے ملیں گی اور انھیں ادا کرنی ہوگی۔ یہ علم اور تعین قافرن اور سوا، اور اس امر پر مبنی ہے کہ ہر بیمہ کا حساب اسی بنیاد پر لگایا جاتا ہے کہ پورے گروہ کو بحیثیت مجموعی کتنی ادائیگی کرنی، قانون اور سوا کی روشنی میں، لازم آئے گی۔ ان حسابات میں غلطی کی گنجائش کم ہے اور جو غلطی رہ جائے اس کی تلافی تادیبی اور یا سستی انشورنس کی صورتوں میں یا سانی ممکن ہے۔ انشورنس کرنے والے کسی ایک فرد کے اعتبار سے البتہ یہ بات معلوم اور متعین نہیں ہے کہ اسے کوئی رقم ملے گی یا نہیں، یا کتنی رقم ملے گی اور یہ بیمہ کی صورت میں اسے مجموعی طور پر کتنی رقم ادا کرنی پڑے گی اس عدم علم اور عدم تعین کا سبب یہ ہے

کہ جس حادثے اور اس سے مالی نقصان کے پیش نظر انشورنس کر لیا جاتا ہے اس کا وقوع کسی ایک فرد کے ساتھ معلوم و متعین نہیں ہے۔ یہ عدم علم اور عدم تعین کہ کسی فرد کو کوئی متعین حادثہ پیش آئے گا یا نہیں، انسانی زندگی سے دور کرنے ممکن نہیں ہے۔ انسان اس عدم علم اور عدم تعین کے سلسلے میں معذور ہے۔ یہی صورت حال انشورنس کا طریقہ اختیار کرنے کی دائمی بنی ہے۔ انفرادی سطح پر اس عدم علم اور عدم تعین کو اگر غرر قرار دیا جائے تو بھی اس کی بنیاد پر انشورنس کے طریقے کو ممنوع قرار دینا مناسب نہ ہوگا، کیونکہ اسے ممنوع قرار دینے کی صورت میں متعلقہ ضرورت کی تکمیل اور مصالح کا تحفظ کسی صورت ممکن نہ رہ جائے گا۔ مزید برآں یہ معاملہ اپنی مخصوص نوعیت رکھتا ہے۔ اس کی اجتماعی نوعیت کو نظر انداز کر کے صرف انفرادی سطح پر موجود غرر کی بنا پر اسے ممنوع نہیں قرار دینا چاہیے۔

انشورنس ایک نیا معاملہ ہے اس کی نوعیت لین دین کے دوسرے معاملات سے بالکل مختلف ہے۔ اس معاملہ میں عدم علم اور عدم تعین جہاں اور جس قدر پایا جاتا ہے اس کی نوعیت سادہ خرید و فروخت میں پائے جاسکتے والے اس عدم علم یا عدم تعین سے مختلف ہے جس کی مثالیں سنت میں ممنوع بیع غرر کے معاملات میں ملتی ہیں یہ معاملہ اجتماعی سطح پر معلوم و متعین اور انفرادی سطح پر غیر معلوم و غیر متعین ہے۔

انشورنس میں جس نوع کا عدم علم اور عدم تعین پایا جاتا ہے وہ آگے چل کر فریقین کے درمیان جھگڑے کی بنیاد نہیں بناتا کیونکہ انشورنس کرانے والا اس عدم علم اور عدم تعین سے پوری آگاہی کے ساتھ انشورنس کرتا ہے۔ اسے اس بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہوتی۔ وہ جانتا ہے کہ وہ ایک حادثے کے اندیشے کی بنا پر انشورنس کر رہا ہے اور میں ممکن ہے کہ وہ حادثہ واقع نہ ہو۔ آگے چل کر اگر اسے وہ حادثہ پیش نہیں آتا جس کے اندیشے سے انشورنس کر لیا گیا تھا تو یہ بات اس میں نہ انشورنس کرنے والوں کے خلاف غم و غصہ پیدا کر سکتی ہے، نہ یہ احساس کہ اس کے ساتھ دھوکہ کیا گیا یا اس کی لاعلمی سے بے جا فائدہ اٹھایا گیا۔

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے، انشورنس کرنے والا فرد جو پریمیم ادا کرتا ہے اسے متعلقہ حادثے کے مالی نقصان سے تحفظ کی قیمت قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ تحفظ ایک معلوم اور متعین امر ہے جو اسے معاہدہ انشورنس کے تحت ہر صورت حاصل ہوتا ہے خواہ متعلقہ حادثہ پیش آئے یا نہ آئے۔ قطع نظر اس سے کہ کس فرد کو یہ تحفظ نقصان کی تلافی میں ملنے والی رقم سے حاصل ہوتا ہے اور کس فرد کو اس طور پر کہ اسے مرے سے نقصان ہی نہیں ہوتا، اور کس فرد کو پریمیم کی کتنی قسمیں ملنی ادا کرنا پڑتی ہیں، اگر اس تحفظ کو مرکز توجہ بنایا جائے تو اس معاملے میں انفرادی سطح پر بھی غرر کا وجود مشتبہ ہے۔ معاہدے کے دونوں فریقوں کے حقوق و ذرائع بالکل معلوم اور متعین ہیں، البتہ ان کی مالی تعبیریں ایسے حادثے پر منحصر ہیں جو عدم علم اور عدم تعین کا شکار ہیں۔

جیسا کہ بعض معاصر اسلامی مفکرین نے اشارہ کیا ہے سنت میں غرر کی بنا پر بعض معاملات سے اسی صورت میں روکا گیا ہے جب غرر بہت زیادہ ہو۔ نیز اس میں بیع غرر کی ممانعت آئی ہے نہ کہ مجرد غرر کی خواہ وہ زندگی کے کسی

۱۔ مصطفیٰ احمد الرزاق، عقدا نائین (السکرہ) و معروف الشریعہ الاسلامیہ ص ۲۵، مطبوعہ جامعہ دمشق، ۱۹۶۲ء نیز ملاحظہ ہو مکتبہ

محمد ابوبی: نظام التامین فی دینی احکام

جلد فاس

معاہ میں پایا جائے بلکہ اگر ماٹھ لیا جائے تو سند دوسرے دن کی میں شریعت نے ایسے فیصلوں اور عبادت کو رد رکھا ہے جو کلام متعلقہ باتوں کے پورے علم پر مبنی نہیں ہوتے یا مبنی نہیں ہو سکتے، شہادت عقد نکاح اجارہ، انتخاب امیر مملکت کے ذریعہ ازاعات کا فیصلہ پارٹا وغیرہ۔

بیمہ کے متعلق علامہ ابن عابدین حنفی شامی کی رائے

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ دارالاسلام میں اگر کوئی کارفرما (پاسپورٹ لے کر) آئے تو اس کے ساتھ بھی سود اور قمار کا معاملہ جائز نہیں ہے، اس جواب سے بیمہ کا سود بھی خارج ہو گیا، جس کے متعلق ہمارے زمانہ میں بہ کثرت سوالات کیے جاتے ہیں کیونکہ اب لوگوں میں یہ معمول بن گیا ہے کہ تاجر جب کسی حربی سے کوئی جہاز کرائے پر لیتے ہیں تو اس کو کرایہ دینے کے علاوہ، دارالحرب میں بسنے والے کسی باشندہ کو ایک مہینہ رقم اس شرط پر دیتے ہیں کہ اگر جہاز ڈوب گیا یا جل گیا یا اس کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا یا کسی اور ناگہانی آفت کا شکار ہو گیا تو یہ شخص اس رقم کے بدلہ میں اس نقصان کا ضامن ہوگا، اس رقم کو "سوکروہ" "بیمہ رقم" کہا جاتا ہے، اس حربی (انٹرنیشنل کمپنی کا مالک) کا ایک ذیل (ایجنٹ) سلطان اسلام کی اجازت سے ہمارے ملک کے ساحلی شہروں میں مستامن بن کر (پاسپورٹ کے ساتھ) رہتا ہے جو تاجروں سے بیمہ کی رقم وصول کرتا ہے اور اگر سمندر میں تاجر کا مال ضائع ہو جائے تو وہ تاجروں کو اس کا پورا پورا معاوضہ ادا کر دیتا ہے۔

علامہ شامی اس مسئلہ میں اپنی تحقیق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس مسئلہ میں مجھ پر جو چیز منکشف ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ تاجروں کے لیے اس مستامن ذیل سے اپنے نقصان کا بدل لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اس چیز کا التزام ہے جو اس پر لازم نہیں ہے، اگر یہ اعتراف کیا جائے کہ امانت رکھنے والا اگر امانت رکھنے کی اجرت لے تو امانت ضائع ہو جانے کی صورت میں اس پر امانت کا معاوضہ لازم ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بیمہ کر امانت پر تیس نہیں کیا جاسکتا، یہ مال بیمہ کرنے والے کی تحویل میں نہیں تھا، بلکہ جہاز والوں کی تحویل میں تھا، اللہ اگر بالفرض جہاز بھی بیمہ کمپنی کا عزت بھی مالی نقصان کا معاوضہ لینا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس صورت میں بیمہ کمپنی اجیر مشترک معصوم ہوگی جس نے مال پہنچانے اور مال کی حفاظت کرنے دونوں کی اجرت لی ہے، اور فرقانی وغیرہ ناگہانی آفت سے مال تلف ہونے کی صورت میں امانت دار اور اجیر مشترک دونوں ضامن نہیں ہوتے، اگر یہ اعتراف کیا جائے کہ باب الکفار میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے یہ کہا کہ اس راستہ پر سفر کرو اس راستہ میں کوئی خطرہ نہیں ہے، اس شخص نے اس راستہ پر سفر کیا اور اس راستہ میں اس کا مال لوٹ گیا تو وہ ضامن نہیں ہوگا، لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ یہ راستہ بے خطر ہے اور اگر تمہارا مال لوٹ گیا تو اس کا میں ضامن ہوں گا تو اس صورت میں اس کو ضمان قرار دیا جائے گا، علامہ محسبی صاحب درمختار نے ان دونوں صورتوں میں اس طرح فرق کیا ہے کہ دوسری صورت میں اس نے ضمانت کا التزام کر لیا ہے اور پہلی صورت میں اس نے ضمانت نہیں دی اور جامع الفصولین میں یہ فرق اس طرح بیان کیا ہے کہ دھوکا کھانے والا، دھوکا دینے والے سے اس وقت ضمان لے گا جب اس کو کسی عقد معاوضہ کے

۱۔ سید محمد صادق الحسینی الروحانی، المسائل المستندة - جلد ۱، ص ۷۲، دار الفکر قم ایران، ۱۳۸۴ھ

۲۔ ڈاکٹر محمد نجابت اللہ مدنی، انٹرنیشنل اسلامی میسج میں ص ۳۴۰، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز، لٹریچر لاجور، اکتوبر ۱۹۸۲ء

ضمن میں دھوکا دیا جائے یا دھوکا دینے والا، دھوکا کھانے والے شخص کے حق میں سوامی کی ضمانت دے (جیسا کہ زیر بحث صورت میں ہے) عقد میں دھوکے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی چکی والے کے پاس گندم لہرانے کے لیے لایا چکی والے نے اس شخص سے کہا کہ اس برتن میں ڈال دو، اتفاق سے اس برتن میں سوراخ تھا جس سے چکی والا واقف تھا، اور اس کے باوجود اس نے اس برتن میں گندم ڈالتے کے لیے کہا جس کی وجہ سے سب گندم ضائع ہو گئی تو اب چکی کا مالک اس نقصان کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے عقد اجارہ میں دھوکا دیا ہے، جب کہ اس عقد کا تقاضا یہ تھا کہ اس مال کی حفاظت کی جائے (علامہ شامی کہتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ یہ اس وقت ہے جب دھوکا دینے والا اس نقصان سے واقف ہو اور دھوکا کھانے والا اس نقصان سے واقف نہ ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیمہ کمپنیوں کا مقصد ناجرول کو دھوکا دینا نہیں ہوتا اور نہ ان کو جہاز کے ڈوبنے یا اس میں آگ لگنے کا علم ہوتا ہے، بلکہ خطرہ تو اس کا بیمہ کمپنی اور ناجرول دونوں کو علم ہوتا ہے کیونکہ تاجر اسی وقت بیمہ کراتے ہیں جب ان کو خطرہ ہو اور نقصان کی تلافی کی امید ہو لہذا بیمہ کے مسئلہ کو اس مسئلہ پر بھی قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ شامی نے بیمہ کی جس صورت پر بحث کی ہے اب وہ صورت حلال نہیں ہے، جس صورت سے علامہ شامی نے بحث کی ہے اس میں قرار ہونا بالکل نمایاں ہے کیونکہ بحری جہاز کا ہر مسافر بیمہ کمپنی کو ایک خاص رقم ادا کرتا ہے کہ اگر ایک یا چند مسافروں کا نقصان ہو گیا تو بیمہ کمپنی اس کی تلافی کر دے گی اور اگر نقصان نہیں ہوا تو بیمہ کمپنی ان تمام رقموں کی مالک ہو جائے گی اور چونکہ اس عقد میں جان نہیں کو نفع یا نقصان لازم ہے اور یہ کھلا ہوا قرار ہے اسی لیے علامہ شامی نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

علامہ مصری سے سوال کیا گیا کہ:

بیمہ زندگی کے متعلق علماء مصر کا نظریہ | ایک شخص نے کسی بیمہ کمپنی سے اپنی زندگی میں یہ عقد کیا کہ اگر وہ (اقساط پوری کرنے سے پہلے) مرتے تو اپنی رقم اس کی اولاد کو ہی ملے تو اب اس کے مرنے کے بعد بیمہ کی اس رقم کو اس کی اولاد میں تقسیم کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب | صحیح ہے، ہاں متوفی نے جس قدر اقساط جمع کرا دی تھیں وہ اقساط اس کی جائز ملکیت ہیں وہ تمام اقساط بیمہ کمپنی سے واپس لے کر اس کے وارثوں میں تقسیم کر دی جائیں، اور جمع شدہ اقساط سے جو زائد رقم بیمہ کمپنی اپنی خوشی سے محض تبرعاً اور احساناً دیتی ہے اور ورثاء بھی اس کو قبول کرنے پر راضی ہوں تو شریعت میں بطور احسان اور تبرع کے کسی عطیہ لینے کی ممانعت نہیں ہے اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ بیمہ کمپنی جمع شدہ اقساط سے زائد جو رقم دیتی ہے اس کو تبرع اور احسان کے طور پر لینا جائز ہے اور اپنا حق سمجھ کر وصول کرنا ناجائز ہے، جیسا کہ آج کل بیمہ کی رقم کو عیالیت کے ذریعہ جبراً وصول کیا جاتا ہے، اس جواب کی روشنی میں یہ طریقہ کار ناجائز نہیں ہے۔

آتش زنی اور دیگر ناگہانی آفات سے تحفظ کی خاطر بیمہ کرانے کے متعلق علماء مصر کا نظریہ

علامہ مصری سے سوال کیا گیا کہ:

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۶ھ

۲۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ، ۱۳۲۶ھ

جلد خامس

بسن کہنیاں آتش زنی سے محفوظ کے لیے بیکر کرتی ہیں، ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ مثلاً کسی دکان کے مالک سے سالانہ ایک سین قسط وصول کرتی ہیں، اور اس کے بدلہ میں وہ یہ ضمانت فراہم کرتی ہیں کہ اگر دکان میں آگ لگ گئی تو زمین قدر نقصان ہوگا وہ اس کا معاوضہ ادا کریں گی بہت سے لوگ اپنی زمینوں کا بھی ان کی پیشوں میں بیکر کرتے ہیں، یہ بتلے کہ اگر آپ اس قسم کا بیکر احکام شریعہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور یہ بتائیں کہ کسی وقت کا منقولہ اوقات ملو کہ بیکر کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

سوال مذکور میں بیکر پیشوں کا جو طریقہ کار بیان کیا گیا ہے وہ شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق نہیں ہے اور کسی شخص کے لیے اس قسم کا بیکر کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ شخص کسی وقت کا منقولہ بیکر نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا قاعدہ یہ ہے کہ ضمانت صرف دو شکلوں میں ہوتی ہے۔ (۱) کوئی شخص کسی مقروض کے قرض کی ضمانت ہوگا اگر اس نے قرض ادا نہیں کیا تو وہ اس رقم کو ادا کرے گا اس کو ضمان بطریق اگھالت کہتے ہیں (جہ) کوئی شخص نقدی یا تجارتی کر کے کسی شخص کی کوئی چیز تلف ادا نہ کرے تو وہ اس بات کا ضمان ہوگا کہ وہ اس شخص کو اس چیز کے بدلہ میں اس جیسی چیز یا اس کی قیمت فراہم کرے اس کو ضمان بطریق التمدی والا تلافی کہتے ہیں بیکر پیشوں آتش زنی کے بعد جو رقم ادا کرتی ہے وہ ضمان اگھالت کے تحت بائیں نہیں آتی، کیونکہ اگھالت میں بشرط ہے کہ مکفل بہ (جس چیز یا جس رقم کی ضمانت دی گئی ہے) میں (قرض یا واجب الادا حق حلقہ مہربانہ) صحیح ہو جو بیکر ادا کرنے یا سزا کر دینے کے ساتھ نہ ہو، یا کوئی ایسی چیز جو بیکر سے مکفل بہ (طالب حق) کے سپرد کرنا مکمل ہونے (مقروض یا جس پر کسی کا حق ادا کرنا لازم ہو) پر واجب ہو، (مثلاً کسی شخص سے ماریہ کوئی چیز لی تو اس کو واپس کرنا مستحب ہے اور واجب ہے، یا جس علم میں بائیں سے بیٹلگی قیمت لے کر کوئی چیز فروخت کر دی تو اس پر بیع کا ادا کرنا واجب ہے) اگر وہ چیز تلف ہوگئی تو مکمل ہونے کا ضمان ہوگا کہ اس چیز کی مالیت مکمل کر لے گا اگر اس کی مالیت نہیں ہے تو اس کی قیمت ادا کرے یا کوئی چیز بیع فاسد کے ساتھ فروخت کی گئی یا بدل صلح یا فلق مدین بدل ملک، بدائع الصنائع اور دیگر فقہ کی معتبر کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے، اس قاعدہ کے مطابق عقد کفالت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے، (۱) کفیل: یعنی جس شخص پر کسی کی طرف سے کسی چیز کی ضمانت واجب ہو، (۲) مکفول لہ: یعنی جس شخص کے سپرد وہ مال کیا جائے جس کی ضمانت لگی ہو، (۳) مکفول لہ عنہ، جس شخص پر اصلہ ضمانت شدہ مال کو سپرد کرنا واجب ہے، ... (۴) مکفول بہ: یہ وہ مال ہے جس کو طالب حق کے سپرد کرنا واجب ہے۔ ان چار اُمور کے بغیر عقد کفالت معتبر نہیں ہوتا، اور بیکر کہنیاں جو آتش زنی سے محفوظ کی خاطر دکان وغیرہ کا بیکر کرتی ہیں اس میں یہ اُمور نہیں پائے جاتے اس لیے ان میں عقد کفالت متحقق نہیں ہوگا کیونکہ بیکر کرنا والا جس مال کو بیکر کفیل کی ضمانت میں دیتا ہے وہ اس کی قیمت سے خارج نہیں ہوا لہذا کسی شخص پر یہ واجب نہیں کہ وہ اس مال کو اس کے سپرد کرے اور نہ ہی کوئی چیز بنفسی کی ضمانت میں داخل ہوتی جیسا کہ مال کفیل کی ضمانت میں نہیں ہے کیونکہ بیکر کرنا ہمارے مال کو بیکر کفیل پر کوئی حق نہیں ہے اور نہ کسی چیز کی ادائیگی کفیل کے ذمہ ہے لہذا کسی بیکر کرنا سے کسی چیز کی ضمانت نہیں ہوتی اور نیز کسی ضمانت کے عقد کفالت کیس طرح معتبر ہو سکتا ہے۔

اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ بیکر کفیل جو ادا بیگی کرتی ہے وہ ضمان نقدی یا ضمان اگھالت کے تحت بھی داخل نہیں ہے، کیونکہ جس مال کی انشورنس کی گئی ہے اس مال پر کفیل والوں نے کوئی نقدی کی ہے نہ اس کو تلف کیا ہے لہذا اس مال کو کسی معمولی سا ضرر بھی نہیں پہنچایا جاوے گا وہ مال قصداً و قدر سے ضائع ہو جاتا ہے یا کسی اور تیسرے شخص

کی تعدی اور تجاوز کے نتیجے میں تلف ہو جاتا ہے، پھر بیمہ کمپنی کو اس مال کا ضامن کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اور کمپنی جو اس نقصان کے بدلہ میں پر بیمہ وصول کرتی ہے اس کے جواز کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔

بیمہ کمپنی جس عقد کے تحت بیمہ کی رقم ادا کرتی ہے اس کو عقد مضاربت بھی نہیں قرار دیا جاسکتا، کیونکہ عقد مضاربت میں یہ لازم ہے کہ رب المال کی جانب سے مال ہو اور مضارب کی جانب سے عمل ہو اور نفع پہلے سے طے شدہ شرائط کے مطابق تقسیم کیا جائے، اور بیمہ کمپنی والے بیمہ کی رقم کے عوض جو پر بیمہ وصول کرتے ہیں وہ اپنے لیے وصول کرتے ہیں اور اس رقم کو اپنے مصارف میں خرچ کرتے ہیں، اس میں بیمہ کرنے والوں کا کچھ حصہ نہیں ہوتا۔

ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ جس عقد کے تحت بیمہ کمپنی پالیسی خریدنے والوں کو بیمہ کی رقم ادا کرتی ہے وہ عقد فاسد ہے اور احکام شریعت کے مطابق نہیں ہے، اس لیے نہ من، دکان یا کسی بھی چیز کا بیمہ کرانا جائز نہیں ہے خواہ وہ چیز وقف ہو یا نہ ہو، اور کسی مسلمان کو بیمہ نہیں کرانا چاہیے کیونکہ بیمہ کا عمل خطر (Risk) پر مبنی ہے اور جس چیز کا بیمہ کرنا باگیا ہے کبھی اس کو ضرر اور نقصان لاحق ہوتا ہے اور کبھی لاحق نہیں ہوتا سو یہ عمل معنی فاسد ہے اس لیے بھی بیمہ کرنا شریعتاً جائز نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ لے

مصری علماء نے جن دلائل سے بیمہ کا غیر شرعی اور ناجائز ہونا بیان کیا ہے ان کی تہذیب اور ممانعت میں کوئی شک نہیں ہے اور جن نکات پر بحث کی ہے وہ قابل تحسین ہیں تاہم اس بحث میں انہوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ اگر بیمہ کمپنی والے بیمہ کی رقم کو بیمہ کرانے والے کا حق قرار دیں تو اس کو ضمان قرار دیں بلکہ محض تبرع اور احسان کے طور پر رقم بیمہ کرانے والے کو ادا کر دیں تو پھر اس میں کیا حرج ہے بلکہ ان کے پہلے فتویٰ کی روشنی میں یہ جائز قرار پاتا ہے اب اس پر یہ سوال ہو گا کہ تبرع اور احسان کرنا واجب تو نہیں ہے بیمہ کمپنی چاہے تو نقصان کا معاوضہ ادا کرے اور چاہے نہ کرے حالانکہ بیمہ کی رقم کی ادائیگی کا وجوب اس نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر بیمہ کمپنی نقصان کی ادائیگی کا ذمہ نہ لے تو پھر کوئی شخص بیمہ نہیں کرانے گا اس نکتہ پر ہم ان شاء اللہ اس بحث کے آخری حصہ میں گفتگو کریں گے۔

بیمہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

د مختار سب کے سب نعمانی المذہب ہیں ان کا اعلان ہے کہ جو شخص تیس برس کی عمر سے پینتالیس سال کی عمر تک یعنی کامل پندرہ سال تک ہر سال چھ ہزار روپیہ آٹھ آنے کمپنی کو دیا کرے تو پندرہ برس کی مدت گزارنے کے بعد اس کو کمپنی ایک ہزار روپیہ کی معاوضہ ہونے کے بعد مدت معینہ ختم ہونے سے پہلے مثلاً دو مہینے یا دو سال یا چار سال کے بعد شخص مر گیا تو پھر کمپنی اس کے وارثوں کو پورے ایک ہزار روپیہ دے گی۔ رقم معینہ مذکورہ سالانہ کی تعداد کامل پندرہ سال کی عمر تک ہوتی ہے سو پینتالیس روپیہ آٹھ آنے ہر سال سے اس مدت میں پورے چھ ہزار روپیہ کمپنی سے مذکورہ شرط کے ساتھ یہ معاوضہ ملتا ہے یا نہیں۔

الجواب

بین المستین الی السبعین اور بحال حیات ظاہر ہے کہ ایک سو پینتالیس روپیہ آٹھ آنے کا نقصان ہے کافر کے ساتھ ایسا معاوضہ میں میں غالب پہلوا ہے نقصان کا ہونا جائز نہیں کیما انص علیہ فی

فقہ القدیدہ والشرعہ فی العلم

سوال: انشورنش کے مسئلے میں مجھے تردد لاحق ہے اور صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آسکا کہ آیا بیکرانا اسلامی فقط نظر سے ہائز ہے یا ناجائز

اگر نیچے کا موجودہ کا دوبارہ ناجائز ہوتو پھر اسے ہائز بنانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کیا جاسکتی ہیں۔ اگر موجودہ حالات میں ہم اسے ترک کر دیں تو اس کے نتیجے میں معاشرے کے افراد بہت سے فائدے سے محروم ہو جائیں گے۔ دنیا بھر میں یہ کا دوبارہ جاری ہے ہر قوم میں پیمانے پر انشورنش کا تعلیم کر چکی ہے اور اس سے مستفید ہو رہی ہے۔ بیکر ہمارے دل ابھی تک اس بارے میں تاثر اور تذبذب پایا جاتا ہے۔ آپ اگر اس معاملے میں صحیح صورت میں رہنا کی فرمائش کریں تو ممنون ہوں گا۔

جواب: انشورنش کے بارے میں شرع اسلامی کی روش سے تین اسلامی اعتراضات ہیں جن کی بنا پر اسے ہائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

اول یہ کہ انشورنش کپنیاں جو رسبہ پریم (Premium) کی شکل میں وصول کرتی ہیں اس کے بہت بڑے حصے کو کوئی کاموں میں لگا کر فائدہ حاصل کرتی ہیں اور اس ناجائز کا دوبارہ میں وہ لوگ آپ سے آپ حصہ دار بن جاتے ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں اپنے آپ کو یا اپنی کسی چیز کو ان کے پاس انشور کراتے ہیں۔

دوم یہ کہ صورت یا حادثات یا نقصان کی صورت میں جو رقم دینے کی ذمہ داری کپنیاں اپنے ذمہ لیتے ہیں اس کے اندر تار کا اصول پایا جاتا ہے۔

سوم یہ کہ ایک آدمی کے ہر جانے کی صورت میں جو رقم ادا کی جاتی ہے، اسلامی شریعت کی روش سے اس کی حیثیت مرنے والے کے ترکے کی ہے جسے شرعی وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ اگر ہر قدر ترکے کی حیثیت میں تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ اس شخص یا ان اشخاص کو مل جاتی ہے جن کے لیے پالیسی ہو لڈرنے وصیبت کی۔ اور حالانکہ وارث کے حق میں شرعاً وصیبت ہی نہیں کی جاسکتی۔

دوایہ سوال کہ انشورنش کے کا دوبارہ کو اسلامی اصول پر کس طرح چلایا جاسکتا ہے تو اس کا جواب اتنا آسان نہیں جتنا یہ سوال آسان ہے اس کے لیے یہ ضرورت ہے کہ ماہرین کی ایک مجلس جو اسلامی اصول کو بھی جانتی ہو اور انشورنش کے معاملات کو بھی سمجھتی ہو، اس پر اسے منسلک ہائزوں اور اور انشورنش کے کا دوبارہ میں ایسی اصلاحات تجویز کرے جن سے کاروبار بھی چل سکتا ہو اور شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی بھی نہ ہو۔ جب تک یہ نہیں ہوتا، ہمیں کم از کم یہ تسلیم ترکہ ناجائز ہے کہ ہم ایک غلط کام کر رہے ہیں۔ غلطی کا احساس بھی اگر ہم میں باقی نہ رہے تو پھر اصلاح کی کوشش کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔

بیشک موجودہ زمانے میں انشورنش کی بڑھی اہمیت ہے اور ساری دنیا میں اس کا چلن ہے مگر نہ اس ذمہ داری سے اسے کوئی حرام چیز حلال ہو سکتی ہے اور نہ کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ سب حلال ہے یا اسے اس بنا پر حلال ہونا چاہیے کہ دنیا میں اس کا چلن ہو گیا ہے۔ ایک مسلمان قوم ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم ہائز و ناجائز میں فرق کریں اور اپنے معاملات کو جائز طریقوں سے چلانے پر اصرار کریں۔ (ترجمان القرآن، ص ۱۹۳)۔

۱۔ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۵۱۔ ۵۰، مطبوعہ مدنیہ پبلشنگ کمپنی کراچی
 ۲۔ سید ابوالاعلیٰ درودوی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل رسائل، ج ۳ ص ۳۱۳۔ ۳۱۴، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور

شیخ روح اللہ خمینی لکھتے ہیں:

بیمہ کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ

(۲۸۵۸) بیمہ ایک قرار واداء عقد ہے جو بیمہ کرنے والے اور
موسسہ یا بیمہ کی کمپنی یا مسؤل بیمہ کے درمیان ہوا کرتا ہے اور یہ عقد بالائے تمام عقود کی طرح ایجاب و قبول کا محتاج ہے
اور موجب و قابل عقد کے شرائط جو باقی عقود میں معتبر ہیں وہ اس میں بھی معتبر ہیں اور یہ عقد ہر زبان میں ہو سکتا ہے۔
(۲۸۵۹) بیمہ میں علاوہ ان شرائط کے جو باقی عقود میں ہیں کہ وہ شخص بالغ، عاقل، مختار و غیرہ ہو، چند اور شرائط بھی معتبر ہیں۔
۱۔ مورد محل بیمہ کا تعین کہ وہ فلاں شخص یا فلاں تجارت خانہ یا فلاں کشتی ہو یا ہوائی جہاز ہے۔
۲۔ عقد کرنے والے جا نہیں کا تعین کہ وہ اشخاص ہیں یا ادارے یا کمپنیاں یا حکومت ہے۔
۳۔ رقم کا تعین جو کہ اس کو ادا کرنی ہے۔

۴۔ قسطوں کا تعین کہ جو دینی ہیں اور ان کے وقت کا تعین۔

۵۔ وقت بیمہ کا تعین کہ فلاں مہینے یا سال سے چند مہینوں یا سالوں تک۔

۶۔ وہ خطر سے کہ جو نقصان کا سبب بنتے ہیں ان کا تعین مثلاً اجل جانا، غرق ہونا، چوری ہو جانا یا مر جانا یا مریض ہونا

اور یہ تمام آفتیں جو نقصان کا باعث بنتی ہیں انہیں قرار واداء میں داخل کیا جاسکتا ہے۔

(۲۸۶۰) یہ ضروری نہیں کہ قرار واداء بیمہ میں میزان نقصان کو مقرر کیا جائے پس اگر یہ قرار واداء ہو کہ جتنا نقصان ہو اس کا جبران
کریں گے تو صحیح ہے۔

(۲۸۶۱) عقد بیمہ کی کمپنی ایک صورت میں ہے۔ ایک یہ ہے کہ بیمہ کرنے والا کہے کہ میرے ذمے اتنی رقم ہے کہ فلاں وقت
تک ہر ماہ اتنی رقم ادا کروں گا اور اس کے مقابلے میں جو نقصان میرے کارخانے کو جلنے یا چوری ہونے کا وجہ سے
پہنچے تم اس کا جبران کرو گے اور یہ مقابل قبول کرے یا نہ مقابل کہے کہ تمہارے ادارے کو جو نقصان پہنچے گا جلنے
یا چوری ہونے سے تو وہ میرے ذمے ہے اور اس کے مقابلے میں اتنی رقم تجھے ادا کرنی ہوگی اور تمام شرائط جو گذشتہ
مسئلہ میں بیان ہو چکے ہیں وہ معلوم اور ان کے مطابق قرار واداء ہونی چاہیے۔

(۲۸۶۲) ظاہر آجیے کہ تمام قسمیں ان شرائط کے ساتھ جو ذکر ہو چکی ہیں صحیح ہیں چاہے زندگی کا بیمہ ہو یا تجارتی کارخانوں
کا یا مکانات کشتیوں اور ہوائی جہازوں کا یا حکومت اور اداروں میں کام کرنے والوں کا یا ایک بستی یا شہر کا بیمہ ہو۔ بیمہ
ایک مستقل عہد ہے اور اسے دوسرے بعض عقود کے عنوان سے مثلاً صلح میں بھی اجراء کیا جاسکتا ہے۔

شیخ البراقام موسوی طرٹی لکھتے ہیں:

(۲۸۶۹)۔ اگر حکومت یا کسی بیمہ کمپنی اور پالیسی ہولڈنگ کے درمیان یہ طے ہو جائے کہ وہ ہر ماہ یا ہر سال ایک خاص
رقم دیتا رہے گا تاکہ اسے اگر کوئی نقصان پہنچے اور حکومت یا کمپنی اس کا تدارک کرے تو یہ بیمہ یا انشورنس کہلاتا ہے۔
کبھی بیمہ زندگی کا ہوتا ہے۔ کبھی مال کا، کبھی آگ لگنے کا، کبھی ہوائی جہاز کا، کبھی کشتی وغیرہ کا۔ بیمہ کی دوسری اقسام
بھی ہیں جن کا وہی حکم ہے جو اس کی مذکورہ اقسام کا ہے لہذا ان کا ذکر ضروری نہیں۔

۱۔ شیخ روح اللہ خمینی متوفی ۱۴۰۹ھ، ترمذیہ السائل، ص ۲۵۱۔ ۲۔ مطبوعہ سائنات تبلیغ اسلامی، تہران، ۱۳۸۲ھ

جلد نامی

(۲۸۸۰) اس معاملے کے مندرجہ ذیل اجراء ہیں :

(۱) - کہنی کی پیشکش (۲۰) پالیسی ہولڈر کا قبول کرنا۔ (۳) وہ چیز جس کا بیمہ کیا گیا ہو یعنی زندگی وغیرہ۔ (۴) اقساط و چاہی ہو لڈر سے سال یا ہر ماہ ادا کرنا ہے گا۔

(۲۸۸۱) یہ ضروری ہے کہ جس چیز کا بیمہ کیا گیا ہو وہ یقین ہو اور یہ بھی بیان کیا جانا چاہیے کہ حکومت یا بیمہ کہنی کس قسم کے نقصان کا تدارک کرنے کی ذمہ داری اٹھائے گی مثلاً غرق ہونا، آگ لگنا، چوری ہو جانا، سرینس ہو جانا، مرنے جانا وغیرہ اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ قسط کی کیا مقدار ہوگی۔ ساتھ ہی اجراء اور انتہا کے لحاظ سے بیمے کی مدت بھی یقین ہونی چاہئے۔

(۲۸۸۲) بیمہ کی تمام اقسام کو مشروط بخشش قرار دیا جاسکتا ہے یعنی پالیسی ہولڈر بیمہ کہنی کو اس شرط پر اقساط کی صورت میں ایک سینتین رقم بخشش (بریمیم) کے طور پر ادا کرے گا کہ معاملہ کے ضمن میں مذکور نقصانات اگر پیش آئیں تو کہنی ان کا تدارک کرے گی۔ اس صورت میں کہنی پر واجب ہے کہ اس شرط پر عمل کرے۔ یہی بیمہ کہنی کا تمام ذمہ داری پر مشروط ہے۔ (۲۸۸۳) اگر حکومت یا بیمہ کہنی شرط پر عمل نہ کرے تو پالیسی ہولڈر کو حق حاصل ہوگا کہ معاملے کو ختم کر کے اقساط واپس لے لے۔

(۲۸۸۴) اگر پالیسی ہولڈر اقساط پانہدی سے ادا نہ کرے تو بیمہ کہنی کے لیے واجب نہیں ہے کہ وہ حادثے کی صورت میں اسے ہرجا نہ ادا کرے اور نہ ہی پالیسی ہولڈر اپنی اقساط واپس لے سکتا ہے۔

(۲۸۸۵) عقد بیمہ کی صحت کے لیے کوئی خاص مدت معتبر نہیں ہے بلکہ بیمہ کہنی اور پالیسی ہولڈر جتنی مدت پر متفق ہو جائیں، درست ہے۔

(۲۸۸۶) اگر کہنی کے حصے دار اس شرط پر کہنی میں سرمایہ لگائیں کہ اگر ان میں سے کسی کو خاص نقصان پہنچا تو کہنی اس کا تدارک کرے گی تو کہنی پر لازم ہے کہ اس شرط پر عمل کرے۔ لہ

بیمہ کے متعلق مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر
مصنف کے نزدیک بیمہ کی ایکم انسانی معاشرہ کے لیے مفید اور لائق عمل ہے اگر بیمہ کے نظام کو شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق نافذ کیا جائے تو اس کی انا دیت اور استعانت میں کوئی شبہ نہیں ہے بلکہ یہ عمل اسلامی اخوت اور برسات کے قریب تر ہے، لیکن بیمہ کا موجودہ نظام اور طریق کار مندرجہ ذیل سے اسلامی احکام کے خلاف ہے اس لیے احکام شریعت کے مطابق اس نظام کی نظیر اور اصلاح کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں پہلے ہم بیمہ کے موجودہ نظام کی مہمیاں بیان کریں گے پھر اس نظام کی نظیر اور اصلاح کے اصول اور احکام بیان کریں گے فنقول وبالله التوفیق وبه الاستعانة بیلدق۔

بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد ۱۱۔ بیمہ کہنی اپنے جمع شدہ سرمایہ کو گردش میں رکھنے کے لیے دوسرے صنعت اور تجارتی اداروں کو سود پر قرض فراہم کرتی ہے اور سود حرام قطعی ہے۔
(۲) - بیمہ کرانے والے کو اگر قرض لینا ہو تو بیمہ کہنی اس کو بھی سود پر قرض دیتی ہے۔

۱۲۔ شیخ ابراہیم الحارثی، ترمیج المسائل ص ۳۳۸-۳۳۹، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان، کراچی

(۳)۔ بیمہ کرانے والا اگر دو یا تین قسطیں دینے کے بعد باقی اقساط ادا نہ کرے تو اس کی رقم اس کو واپس نہیں دی جاتی اور یہ ظلم اور ناجائز عمل ہے۔

(۴)۔ بیمہ کمپنی مدت پوری ہونے کے بعد بیمہ کرانے والے کو اس کی اصل رقم مع سود کے لٹاؤ ہے، اور سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

(۵)۔ مدت پوری ہونے سے پہلے اگر کوئی شخص طبعی موت مر جائے یا کسی حادثہ میں ہلاک ہو جائے تو اس کو پہلی صورت میں پوری مدت کی رقم اور دوسری صورت میں دگنی رقم دی جاتی ہے اب اس کو اس کی مع شدہ اقساط سے زائد رقم جو دی جاتی ہے اس کو اگر شرط لازم قرار دیا جائے (جیسا کہ عملاً اسی طرح ہے) تو یہ عقد صحیح نہیں ہے اور اگر اس کو تبرع اور احسان قرار دیا جائے تو یہ واقع کے خلاف ہے۔

(۶)۔ زندگی کا بیمہ کرانے والا اپنے کسی وارث کے نام بیمہ کی رقم نامزد کر دیتا ہے اور وہ رقم مرنے کے بعد اس وارث کو ملتی ہے اور یہ نامزدگی وصیت ہے اور اسلام میں وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ورثہ کے حصص مقرر کر دیے ہیں، اور امام دارقطنی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں لا وصیۃ لوارث لعمہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

کیا بیمہ قمار کو مستلزم ہے؟

اکثر علماء نے بیمہ کے ہم جواز کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ بیمہ میں قمار کا دخل ہے، لیکن ہمارے نزدیک بیمہ میں قمار کا دخل نہیں ہے، قمار کی تعریف یہ ہے کہ جس کھیل یا عقد میں دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کو نفع اور دوسرے کو نقصان لازم ہو، ابتدا میں یہ نفع اور نقصان معلوم ہو لیکن کھیل یا عقد کے اتمام پر نفع اور نقصان معلوم اور متعین ہو جائے اور بیمہ کا طریقہ کاریہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی مقررہ پالیسی کا مثلاً سالانہ پریم ادا کرتا ہے اور مدت پوری ہونے کے بعد اس کو اپنی جمع کردہ اقساط کی مجموعی رقم مل جاتی ہے، یہ اس کو ابتدا میں معلوم ہوتا ہے اس میں کوئی نقصان ہے اور نہ خطبہ بیمہ کمپنی ہر بیمہ کرانے والے سے ہر قسط پر ایک متعین رقم بطور چندہ وصول کرتی ہے اور اس چندہ کو ایک امدادی فنڈ میں جمع کر دیا جاتا ہے اس فنڈ سے اس شخص کی مدد کی جاتی ہے جو اقساط کی مدت پوری ہونے سے پہلے فوت ہو جائے اور اس کے نامزد کردہ کو پالیسی کی پوری رقم سے دی جاتی ہے یا جس شخص کی مثلاً دکان کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہو گئی تو اس کو بیمہ کی رقم اس فنڈ سے دی جاتی ہے، اب جب بیمہ کرانے والے نے اس فنڈ میں چندہ داخل کر دیا اور مدت پوری ہونے کے بعد اس کو اس کی دی ہوئی مجموعی رقم چندہ وضع کرنے کے بعد ملی تو اس کو بیمہ کرانے والے کا نقصان نہیں کہا جائے گا اور نہ اس رقم سے بیمہ کمپنی کو کوئی فائدہ حاصل ہوا کیونکہ یہ رقم امدادی فنڈ میں داخل کر دی جاتی ہے، اسی طرح اگر کسی ناگہانی حادثہ کے شکار ہونے والے کو بیمہ کمپنی کوئی رقم ادا کرتی ہے تو اس سے بیمہ کمپنی کو کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ کمپنی اپنی جیب سے وہ رقم ادا نہیں کرتی بلکہ امدادی فنڈ سے ادا کرتی ہے اس لیے اس عمل پر قمار اور جوئے کی تعریف صادق نہیں آتی۔

بیمہ کے موجودہ نظام کے لیے قابل عمل اصلاحی ترمیم | یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ بیمہ کے

اس کے ہم ہم یہ ہاتھ لیتے ہیں کہ ان فراہمیوں کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے۔
 (۱)۔ پہلی فراہمی ہم نے بیکر کی تھی کہ بیمہ کمپنی اپنے سرمایہ کو گردش میں رکھنے کے لیے صنعت اور تجارتی اداروں کو سود پر قرضہ فراہم کرتی ہے، اس کا حل یہ ہے کہ بیمہ کمپنی شرکت اور مضاربت کے اصول پر اپنا سرمایہ لگائے، منغالات سیدھی ہیں ہم نے بلا سود میٹھت کے عنوان سے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے، اس کے علاوہ مختلف کاروباری اداروں کے حصص بھی خریدے جاسکتے ہیں، اور بڑی بڑی عمارتیں بنا کر ان کو کرائے پر دیا جاسکتا ہے۔

(۲)۔ بیمہ کرائے والے کو سود پر قرض نہ دیا جائے۔

(۳)۔ جو شخص دو یا تین سطہیں جمع کرے کہ باقی اقساط جمع نہ کرے اس کی رقم واپس کر دی جائے، البتہ اس سے دفتری اخراجات و منہ کر لیے جائیں۔

(۴)۔ بیمہ کرائے والوں کو بیمہ کمپنی حصہ دار قرار دے اور ان کے سرمایہ کو حصص قرار دے اور ان کے حصص کا حق قدر اوسط منافع بنتا ہے وہ ان کو دے دیا جائے البتہ کمپنی اپنا کمیشن مقرر کر کے اس کو وضع کر سکتی ہے۔

(۵)۔ بیمہ کمپنیوں کو حکومت اپنی تحویل میں سے لے اور یہ جبری قانون بنا دے کہ بیمہ پالیسی پر اتنے فی صد ادا دی نہ کہ رقم کاٹی جائے گی اور اس میں شدہ فنڈ سے ان بیمہ کرائے والوں کی مدد کی جائے گی جو کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہو جائیں یا کسی پالیسی کی مدت پوری کرنے سے پہلے فوت ہو جائیں، لوگوں کی فلاح اور بہبود کے لیے حکومت ایسا قانون بنا سکتی ہے، کیونکہ امداد فنڈ میں چندہ دینا ہر چند کہ مستحب ہے اور فی نفسہ واجب نہیں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ امام اگر کسی مباح کام کا بھی حکم دے تو وہ واجب ہو جاتا ہے۔

علاوہ شامی لکھتے ہیں:

مسلمانوں کی فلاح کے لیے حکومت کسی امر مباح کو واجب کر سکتی ہے

جب امام (اسلامی حکومت کا سربراہ) ایام منومہ کے علاوہ کسی دن میں روزہ رکھنے کا حکم دے تو اس دن روزہ رکھنا واجب ہے، کیونکہ جو باب العید میں بیان کر چکے ہیں کہ غیر مصیبت میں امام کی اطاعت واجب ہے۔

۱۱۵۱ مرال امام بالصیام فی غیر الایام المنہیۃ
 وجب لسا قدر متاہ فی باب العید من ان
 طاعت الامام فیما لیس بمعصیۃ واجبت۔ لہ

اور باب العید میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

نماز کے امام پر سربراہ مملکت کی اطاعت کرنا واجب ہے اُس پر لازم ہے کہ وہ سربراہ مملکت کی رائے کے متقابل میں اپنے امام مجتہد کی رائے کو ترک کر دے، کیونکہ نبی صلی اللہ

فخجبت علیہ متابعہ و توراہ رایہ برای
 الامام لنعولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انما جعل
 الامام لیؤتہمہ فلا تختلفوا علیہ فمالہم

لہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی سنو ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۹۲، مطبوعہ مطبعہ شامیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

یظہر خطوہ بیقین کان اتباعہ واجباً ۱۰

علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کسی شخص کو امام (سربراہ مملکت) اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے سو تم اس کی رائے سے اختلاف نہ کرو، لہذا جب تک سربراہ مملکت کی رائے کا یقینی طور پر غلط ہونا ظاہر نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی اتباع کرنا واجب ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر الرضیانی لکھتے ہیں:

واما النواصب فان امرید بہا ما یکون بحق ککوی النہر المشترك واجرا الحارث و المؤظف لتجهیز الجیش و فداء الاسامی وغیرہا جائزات الکفالتہ بہا علی الاتفاق ۱۱

حائز اور صحیح کاموں کے لیے حکومت کا ہنگامی ٹیکس وصول کرنا بالاتفاق صحیح ہے مثلاً کسی مشترک نہر کو کھودنا مقصود ہو، یا پولیس کو تنخواہیں دینا ہوں، یا لشکر تیار کرنے کے لیے فوج کو تنخواہیں دینا ہوں، یا مسلمان قیدیوں کو چھڑانا ہو، وغیرہ، ان ٹیکسوں کی ادائیگی میں ایک شخص کا دوسرے کی طرف سے ضامن بننا بالاتفاق صحیح ہے۔

علامہ باریقی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

والضمان فیہ جائز بالاتفاق لوجوب ادائتہ علی کل مسلم او جبہ الامام علیہ لوجوب طاعتہ فیما یجب النظر للمسلمین ۱۲

ان ٹیکسوں کی ادائیگی کی ضمانت دینا بالاتفاق جائز ہے، کیونکہ جن ٹیکسوں کا ادا کرنا امام (اسلامی حاکم) نے واجب قرار دیا ہو اس کا ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، کیونکہ مسلمانوں کی خیر خواہی میں حکمران کی اطاعت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

ام علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

لانہا واجبة علی کل مسلم موسر یا یجاب طاعتہ ولی الامر فیما فیہ مصلحتہ للمسلمین ۱۳

کیونکہ ان ناگہانی ٹیکسوں کا ہر خوشحال مسلمان پر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ جن کاموں میں مسلمانوں کی مصلحت ہو ان میں حکمران کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

علامہ ابو الحسن الرضیانی نے حکومت کے ٹیکس تین قسم کے بیان کیے ہیں، ایک وہ ٹیکس ہیں جو معمول کے مطابق ہوں، جن کو حکومت ہر ماہ یا ہر تین ماہ کے بعد وصول کرتی ہے اس کو "قسمة" کہتے ہیں دوسرے "نواصب" ہیں جو

۱۰۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۷۸۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۱۱۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر الرضیانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ افریقین ص ۱۲۵، مطبوعہ شرکتہ علیہ لبنان

۱۲۔ علامہ محمد بن محمد باریقی متوفی ۷۸۶ھ، حنایہ علی دانش فتح القدر ج ۶ ص ۳۳۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر

۱۳۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۶ ص ۳۳۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر

حکومت کسی جائزہ مقصد کے لیے ہنگامی بنیاد پر وصول کرتی ہے، ان دونوں ٹیکسوں کو ادا کرنا واجب ہے اور ایک وہ ٹیکس ہیں جن کو حکومت ظلماً وصول کرتی ہے ان کو مجایات کہتے ہیں مثلاً حکومت کسی مزدور کا اجرت پر ٹیکس عائد کر دے، ان کی ادائیگی کی ضمانت میں فقہاء کا اختلاف ہے، فخر الاسلام امام بزدوی نے ان کی ادائیگی کی کفالت کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔ صلہ بہ حال فقہاء احناف کی ان عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر حکومت مسلمانوں کی غیر خواہی کے لیے کوئی ٹیکس لگائے تو اس کا ادا کرنا واجب ہے اور اس کا خاص ہونا بالاتفاق صحیح ہے، بلکہ ظالمتیاس اگر حکومت یہ قانون بنائے کہ ہر بیہ دار پر اپنی پالیسی کے تناصب سے اتنے ہی صدرت بطور چندہ امدادی فنڈ میں جمع کرنا واجب ہے اور اس فنڈ سے ان بیہ داروں کی امداد کرنا واجب ہے جس کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہو گئے ہوں تو یہ قانون مشرکت اسلام کی روشنی میں جائز اور صحیح ہو گا اور اب نقصان زدہ بیہ دار کا بیمہ کی رقم حاصل کرنا تبرع اور احسان نہیں ہو گا بلکہ یہ اس کا قانونی حق ہو گا جس کو وہ عدالت کے ذریعہ بھی حاصل کر سکے گا۔

(۶)۔ زندگی کا بیمہ کرنے والا بیمہ کی رقم کی ملکیت کے لیے کسی شخص کو نامزد نہ کرے، بلکہ عدالت کے کسی بیج یا درجہ اول سے مجسٹریٹ کر بیمہ کی رقم کی وصولیابی اور کے در شمار میں تقسیم کے لیے نامزد کرے، اور جب بیمہ کی رقم تمام وارثوں میں تقسیم کی جائے گی تو وہ بہت سے جرائم اور خطرات کو ہر جائیں گے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس شخص کو بیمہ کی رقم کی ملکیت کے لیے نامزد کیا جاتا ہے وہی شخص بالآخر بیمہ کرنے والے کو ہلاک کر دیتا ہے تاکہ اس کے مرنے کے بعد وہ رقم اس کو مل جائے۔

بازمی تعاون اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی ہدایات سے بیمہ پر استدلال | ناگہانی نقصان اٹھانے

ماتے تاجروں کی مدد کی جاتی ہے، اور ایک بیمہ دار کے نقصان کے بارے میں نامزد کرنا اس طرح پیلا دیا جاتا ہے کہ اس برادری کا ہر فرد ایک شخصیت ہی قرار دیا جائے کہ تمام شرکاء کے لیے مالی تحفظ فراہم کرتا ہے، یہ مقصد قرآن اور سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وتعاونوا علی البر والیتقوا ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (مائدہ ۲)

ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ثم من یوق شتم نفسه فاولئک ہم المغفلون ۰

(حشر ۹)

الام بنامی رسالت کرتے ہیں۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله

یہی اور صلاحی میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور کفر میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اور جو کچھ بھی ان کو دیا جائے وہ اپنے دلوں میں اس کی کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود سخت ضرورت ہو، اور جو لگتا اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی مترقی ۵۹۳ھ، دہلیہ اخیر میں ۱۲۵ مطبوعہ مشرکتہ علیہ عثمان

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں پر ان کے نفوس سے زیادہ میرا حق ہے، سو جو شخص مال چھوڑ کر مرے گا وہ مال اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا اور جو شخص نادار یتیم بچے اللہ نقصان چھوڑ کر مرا تو اس کا ولی میں ہوں اس کے لیے مجھے بلایا جائے۔

اس حدیث میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ یتیم بچوں کی کفالت اور مرنے والے کے نقصان کی تلافی کرنا اسلامی ریاست کا ذمہ داری ہے اور کاروباری اداروں اور زندگی کا بیمہ اس نقصان کی تلافی اور کفالت کی ایک عملی صورت ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں پر اس کے نفوس سے زیادہ میرا حق ہے، سو جو شخص قرض چھوڑ کر مرا تو اس کو ادا کرنے کے لیے اس کے پاس مال نہیں تھا تو اس قرض کو ادا کرنا ہم پر لازم ہے اور جو شخص مال چھوڑ کر مرا تو اس کے وارثوں کا ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا اولی بالمؤمنین من انفسہم فمن مات وعلیہ دین ولوی ترک وفاقاً فعلینا قضاءً ومن ترک ما لا فلورثتہ ینہ

شیخ عبدالحئی کنانی لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد اور بیہقی میں عبداللہ ہوزنی سے روایت ہے کہ میری حلیب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا: اے بلال! یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا کیفیت تھی؟ حضرت بلال نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز نہ تھی، اللہ بھلائی سے لے کر وفات تک آپ کے تمام اخراجات کی میں ہی نگرانی کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مسلمان کو برہنہ دیکھتے تو آپ مجھے حکم دیتے اللہ میں جا کر کسی شخص سے قرض لیتا پھر اس رقم سے کپڑے خرید کر اس کو پہناتا اور کھانا خرید کر اس کو کھلاتا اور ابن منذر نے اپنا سفر کے ساتھ حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ

وفی سنن ابی داؤد والبیہقی عن عبد اللہ ہوزنی قال لقیۃ بلالاً بحلب فقلت یا بلال حدیثی کیف کانت نفقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما کان لہ شیء وکنت انا الذی الی ذلک منہ منذ بعثہ اللہ حتی توفی وکان علیہ السلام اذا اتاہ الانسان مسلماً یراہ عامراً یا مرفیاً فانطلق فاستقرض فاشتري لہ البرودۃ فاکسوه واطعمہ وروی ابن منذر فی الاشراف فی کتاب النفقات بسندہ عن مسروق عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انفق بلال اولاً تخش

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۹-۹۹۸، مطبوعہ دار المعرفۃ، کراچی، ۱۳۸۱ھ

marfat.com

جلد فاس

من ذی العرش اقلاداً ۱۷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا اسے بلال
خرچ کو اور عرش والے پر بھروسہ کر کے تنگی سے نہ ڈرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
تہائی مال کی وصیت کرو، تہائی مال بہت ہے، اگر
تم نے اپنے وشاد کو خوشحال چھوڑا تو یہ اس سے بہتر ہے
کہ تم ان کو تنگ دست چھوڑو اور وہ لوگوں کے آگے اٹھ
پھیلاتے رہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
قال الثلث والثلث كثير انك ان تدع
ورثتك اغنياء نصير من ان تدعهم عالت
يتكفون الناس في ايديهم۔ ۱۷

مذکورہ حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دوسرے تنگ دست اور غفلتگاہی اعمال مسلمانوں کی غیر گہری رکھنا یا
کا بھی ذمہ داری ہے اور عام مسلمانوں کا بھی فریضہ ہے اور ایک مسلمان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے پس ماندگان کو خوشحال
چھوڑنے کی تدبیر کرے اور بیکہ تمام صورتوں میں جو مال و باجی کے اصول پر مبنی ہیں ان کی اصل اور اساس یہی عادتیں ہیں۔

قتل خطا کی وصیت سے بیمہ کے جو اثر پر استدلال
اصولیت اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں وصیت کے احکام بیان کریں گے جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ بیمہ کا نظریہ
وصیت کے حکم سے انتہائی ناش ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اور جس شخص نے کسی مسلمان غفلت سے قتل کر دیا، تو اس پر ایک
مسلمان گونہ (غلام یا باندی) کا آزاد کرنا لازم ہے اور وصیت کا ادا
کرنا لازم ہے جو اس کے عذر کو دیکھ جائے گی، الا یہ کہ وہ معاف
کر دین پھر اگر وہ قاتل اس قوم سے ہے جو تہاری دشمن ہے اور وہ مسلمان برتو
اس پر ایک مسلمان گونہ کا آزاد کرنا لازم ہے اور وہ قاتل اس قوم سے ہے جس کے ساتھ تہارا
معادہ ہے تو اس کے وارثوں کو وصیت ادا کی جائے اور
ایک مسلمان گونہ کو آزاد کیا جائے اور جس شخص کو غلام
یا باندی بنائے تو اس پر بطور تہرہ مسلسل درواہ کے سونے سے
لازم ہیں اور اللہ بہت جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

ومن قتل مؤمناً خطأ فتحريره رقبة مؤمنة
و وصيته مسلمة الى اهله الا ان يصدقوا فان
كان من قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحريره
م رقبة مؤمنة وان كان من قوم بينكم و
بينهم ميتاق فدية مسلمة الى اهله و
تحريره رقبة مؤمنة فمن لم يجد فصيام
شهرين متتابعين توبة من الله وكان
الله عليماً حكيماً۔

(نساء: ۹۲)

ترجمہ: جب تک کہ اس آیت میں قتل خطا پر وصیت لازم کی ہے اور وصیت کی مقدار کا بیان اس حدیث میں ہے:

وصیت کی مقدار امام محمد اپنی سنہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ شیخ عبدالحق عینی الترمذی (تقریب الادویہ) (تقریب الحکومتہ النہدیہ) ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، الطبعة الثانیہ، ۱۳۸۱ھ

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال
 علی اهل الورق من الدیة عشرة آلاف درهم
 وعلی اهل الذهب الف دینار وعلی اهل البقر
 مائتا بقرة وعلی اهل الابل مائة من الابل
 وعلی اهل الغنم الفاشاة وعلی اهل الحلال
 ما تباحلة قال محمد وبعثنا کلہ ناخذ
 وكان ابو حنیفة یاخذ من ذلك بالابل
 والدرهم والدنانیر

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا چاہری مالوں
 پر دس ہزار درہم (۳۰۶۱۸ کلوگرام چاندی) دیتا ہے، اور
 سونے والوں پر ایک ہزار دینار (۲۳۷۲ کلوگرام سونا) دیتا
 ہے اور گائے والوں پر دو سو گائیں دیتا ہے اور اونٹ
 والوں پر سو اونٹ دیتا ہے اور بکریوں والوں پر دو ہزار
 بکریاں دیتا ہے اور مٹے (ایک قسم کی دو چادریں)
 والوں پر دو سو مٹے دیتا ہے، امام محمد کہتے ہیں ہمارے
 نزدیک ان تمام اجناس سے دیتا ہو سکتا ہے اور امام ابو حنیفہ
 ان میں سے صرف اونٹ، درہم اور دینار کا دیتا ہے اعتبار
 کرتے ہیں۔

اس حدیث میں دیت کی مقدار بیان کی گئی ہے اور دوسری احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیت قاتل کی عاقبتی
 عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ داروں) پر لازم ہوتی ہے،
عاقلہ کا مصداق | امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة بن شعبة قال : قال رسول الله
 صلى الله عليه وسلم المرأة يعقلها عصبتهما
 ويورثها بنوها

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی دیت
 اس کے عصبات ادا کریں گے اور اس کی اولاد اس کی وارث
 ہوگی۔

حافظ ابی حنیفہ طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابی الملیح عن ابیہ قصى رسول الله
 صلى الله عليه وسلم ان ميراث المرأة لزوجها
 وولدها وان العقل على عصبته القائله

ابو الملیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عورت کی میراث
 اس کے خاوندوں اور اس کی اولاد کو ملے گی اور قاتل کرنے والی
 عورت کی دیت اس کے عصبات پر لازم ہے۔

اور بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کی ادائیگی کے امر کو پورے قبیلہ
 اور گروہ پر پھیلایا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۲۰، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی، ۱۳۷۷ھ

۲۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

۳۔ حافظ ابی حنیفہ طبرانی متوفی ۳۲۰ھ، المعجم الاوسط ص ۱۱۱، مطبوعہ مکتب دار الفکر، ۱۳۷۲ھ

پر شیعہ کی جو بدمذہبی ہیں سے اس کے پیٹ سے مردہ بچر نکلا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے والی عورت کے در شمار سے فرمایا اس بچہ کی دیت ادا کرو اور الحدیث (علامہ شریف لکھتے ہیں) اس حدیث میں یہ وہیل ہے کہ دیت قاتل کی عاقبت پر واجب ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ قاتل کو قتل کرنے کی جرات اور ہمت اس وقت کرتا ہے جب اس کو یہ اعتماد ہو کہ اس کی پشت پر اس کے مددگار اور حمایتی موجود ہیں اور اس مدد اور حمایت کے کئی اسباب ہوتے ہیں ایک سبب یہ ہے کہ قاتل اہل دیوان کے گروہ کا ایک فرد ہوتا ہے، دوسرا سبب یہ ہے کہ قاتل ایک قبیلہ کا فرد ہوتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ وہ ایک محلہ کا فرد ہوتا ہے چوتھا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے ہم پیشہ لوگوں کا ایک فرد ہوتا ہے، اور قاتل کو یہ اعتماد ہوتا ہے کہ اس کی پشت پر اس کے اہل دیوان یا اس کا قبیلہ یا اس کا محلہ یا اس کے ہم پیشہ برادری کے لوگ موجود ہیں جو اس کی حمایت اور مدد کریں گے، اسی وجہ سے مال کی ادائیگی ان پر لازم کی گئی ہے تاکہ وہ اپنی برادری کے کسی احمق شخص کو اس حماقت سے باز رکھیں اور اگر وہ کسی کو قتل کرنے کا پرم ہو گا تو بنانے تو اس کو روکیں، تاکہ قتل شیعہ مد اور قتل خطا کا ارتکاب نہ ہو سکے، کیونکہ قتل ایسا عظیم جرم ہے پر وہابی سے یا بغیر ارادہ کے بہت کم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں انسان لا پر وہابی اسی وقت برتے گا جب اسے اپنی پشت پر کسی قوت کی مدد کا بھروسہ ہو، اور لا پر وہابی کے نتیجے میں ہی قتل خطا کا تختہ ہوتا ہے، اور دیت ایک بہت بڑی مالی مقدار ہے اگر یہ تمام مقدار قاتل پر واجب کر دی جائے تو قاتل برباد ہو جائے گا۔ اس وجہ سے شریعت نے قاتل کی عاقبت پر دیت واجب کی ہے تاکہ قاتل کو بربادی کے غم سے بچایا جاسکے جس طرح صلہ رحمی کی وجہ سے رشتہ داروں پر ضرورہ کے وقت نفقہ واجب کیا ہے، اسی وجہ سے ان پر قلیل مقدار میں قسط وار دیت واجب کی ہے تاکہ سہولت آسانی اور سہولت کے ساتھ وہ قسط ادا کر سکے، نیز بعض اس بات سے ڈرے گا کہ اگر اس نے کسی شخص کو قتل کر دیا تو اسے بھی اپنے رشتہ داروں کی مدد کی ضرورت ہوگی اس لیے اگر آج وہ کسی کی دیت ادا کرے گا تو قاتل کوئی اس کی دیت ادا کرے گا، اس لیے بعض قاتل کو بربادی کے نقصان سے بچانے کے لیے مدد کرے گا اور مستحق کا خون رائیگاں چلے جانے سے بچ جائے گا، اس سے یہ بھی معلوم کیا کہ عاقبت پر دیت قرضانہ صلہ رحمی، اہل و عیال، اور مصیبت میں ایک دوسرے کے کام لےنے کی بنا پر ہے اس کا مطلب نہیں کہ ایک شخص کی غلطی کی سزا دوسرے شخص کو دی جائے۔

بیمیکہ مسئلہ میں حرف آخر | دیت کے مسئلہ میں ہم نے جن نکات کو قرآن مجید، احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات کا روشنی میں بیان کیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) - قتل خطا میں دیت لازم آتی ہے۔

(۲) - دیت کی مقدار سواوٹ، ایک ہزار دینار (۳۴۴ م کلو سونا) یا دس ہزار درہم (۳۰۲۶۱۸ کلو چاندی) ہے۔

(۳) - دیت کو تین سال میں قسط وار ادا کرنا قاتل کی عاقبت پر لازم ہے۔

(۴) - عاقبت سے مراد قاتل کے حمایتی اور مددگار ہیں، یہ اس کے اہل قبیلہ، اہل محلہ اور اہل صنعت و حرفت ہوسکتے ہیں۔

(۵) - قاتل کی عاقبت پر دیت کا وجوب صلہ رحمی، اہل و عیال، اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کے کام آنے کی

۵۔ حسن الانار محمد بن احمد غزالی متوفی ۴۸۳ھ، البسوط ۲۶۵ ص ۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

بنیاد پر ہے تاکہ قائل کو بر باد ہونے کے غم سے بچایا جاسکے۔

بالکل یہی صورت حال بیمہ میں بھی درپیش ہے، ایک بیمہ کمپنی کے تمام بیمہ دار بنیاد پر قائم ہیں اور جب کوئی بیمہ دار کسی حادثہ کا شکار ہو جائے مثلاً اس کا جہاز ڈوب جائے یا اس کی دکان جل جائے یا کسی گاڑی کے ٹیچے اگر کام کاج کے قابل نہ رہے تو اس کو بر باد ہونے کے غم سے بچانے کے لیے تمام بیمہ داروں کو مل کر امداد باہمی اور مصیبت میں کسی کے کام آنے کے جذبہ سے اس کے نقصان کی تلافی کرنی چاہیے اسی جذبہ سے ہر بیمہ دار کو امداد ہی فائدہ مند ہے چند ہی کراہی چاہیے تاکہ بوقت ضرورت اس غم سے کسی بیمہ دار کے ناگہانی نقصان کی تلافی کی جاسکے۔

ہم نے بیمہ کے جواز پر جو دلائل دیے ہیں وہ بیمہ کی اصولی بحث سے متعلق ہیں باقی رہا بیمہ کمپنیوں کا موجودہ نظام سو وہ متعدد وجوہ سے ناجائز اور فاسد ہے جیسا کہ ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کی اصلاح کے لیے تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ اللہ العالمین میں نے بیمہ کے متعلق یہ جو کچھ لکھا ہے اگر یہ حق و حواب ہے تو یہ آپ کی تائید و توثیق سے ہے اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے ہے اور اگر یہ غلط اور فاسد ہے تو یہ میرے مطالعہ کا نقص اور میری فہم کی کوتاہی ہے آپ اور آپ کا رسول اس سے بری ہیں۔ رب العالمین! مجھے اس کتاب کو مکمل کرنے کی ہمت اور توفیق دے، مجھے دین پر استقامت عطا فرما، اور اس کتاب کو قبول فرما، اور اس کو قبولیت عامہ اور بقا دعوام عطا فرما، اللہ العالمین ہمارا ایمان پر خاتمہ کراہد آخرت میں اپنی رحمت اور بخشش اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے نواز۔ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعیین والمشفقین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریئہ واولیاء امتہ وعلماہ ملتہ اجمعین۔

بَابُ الْخَيْلِ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں
برکت مرکوز ہونا

۴۶۳۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَوَّاتٌ
عَلَى مَالِكٍ عَنْ تَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا
الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں
میں قیامت تک کے لیے برکت مرکوز ہوگی۔

۴۶۳۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمَيْحٍ عَنِ
اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا هَيْثُ بْنُ مُسَيْبٍ وَعَبِيدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَحَدَّثَنَا
ابْنُ مُسَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَزْمٍ وَحَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ
سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثْمَةَ عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ بْنِ حَرْثٍ وَحَدَّثَنَا
هُرُونَ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْبِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَرْثٍ وَحَدَّثَنَا

marfat.com

جلد ہفتم

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ قَافِعِ بْنِ تَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِغْلٍ حَدِيثِ
مَالِكٍ عَنْ تَافِعٍ

۴۳۲ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهَنَّمِيُّ
وَصَلَّى بْنُ حَاتِمِ بْنِ وَرْدَانَ جَمِيعًا عَنْ يَزِيدَ قَالَ
الْمُهَاجِرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ نَهْيَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ
بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سُرَيْعَةَ ابْنِ
عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُومِي
نَاصِيَةَ فَرَسٍ بِأُصْبُعِهِ وَهُوَ يَقُولُ الْخَيْلُ
مَعْقُودَةٌ بِتَوَاصِيهَا الْخَيْلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ

۴۳۳ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي
شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ
يُونُسَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَثَلَاثَةٌ

۴۳۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُمَيْزٍ
حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ذَكْرِيَاءُ عَنْ عَامِرِ بْنِ عُرْوَةَ
الْبَارِقِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ فِي تَوَاصِيهَا الْخَيْلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ

۴۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ
الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْلُ مَعْقُودَةٌ بِتَوَاصِي
الْخَيْلِ قَالَ فَقِيلَ لِمَا يَا رَسُولَ اللَّهِ يَمُودُ ذَلِكَ
قَالَ الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

۴۳۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا
جَرِيرٌ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ إِسْحَاقَ وَهَذَا الْإِسْنَادُ وَهَذَا كَمَا قَالَ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں سے
گھوڑے کی پیشانی کے بال لے رہے تھے، اور فرماتے
تھے کہ خیر اور برکت قیامت تک کے لیے گھوڑے
کی پیشانی میں مرکوز ہے، یعنی اجر اور غنیمت۔

المسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

حضرت عروہ باری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر مرکوز ہے،
کی پیشانی میں مرکوز ہے، یعنی اجر اور غنیمت۔

حضرت عروہ باری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر مرکوز ہے،
آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ اس کا کیا مطلب ہے، آپ
نے فرمایا قیامت تک اجر اور غنیمت

المسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

امام مسلم نے حضرت مردہ ہارقی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت
 علیہ وسلم سے ایک اور روایت کی سند بیان کی۔

عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلْفُ بْنُ
 هِشَامٍ وَابْنُ بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي
 الْأَحْوَصِ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ
 أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ جَمِيعًا عَنْ شَيْبِ بْنِ
 عُرْقَدَةَ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْأَجْرَ وَالْمَغْنَمَ وَفِي حَدِيثِ
 سُفْيَانَ سَمِعَ عُرْوَةَ الْبَارِقِيَّ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں
 احمد اور غنیمت کا ذکر نہیں ہے۔

۳۷۳۸ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ حَدَّثَنَا
 أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا
 مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ عَنِ الْعِزَّازِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ
 الْجَعْدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا
 وَلَمْ يَذْكُرِ الْأَجْرَ وَالْمَغْنَمَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برکت گھونڈوں کا
 پیشانی میں ہے۔

۳۷۳۹ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ حَدَّثَنَا
 أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا
 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي
 التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرَكَتُ فِي نَوَاصِي
 الْخَيْلِ.

امام مسلم نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث
 حدیث کی مثل مروی ہے۔

۳۷۴۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا
 عَالِدُ بْنُ رِيعِي ابْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
 ابْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا
 شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ سَمِعَ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ف: ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دین سے قتال اور جہاد کرنے کے لیے گھونڈوں کو رکھنا مستحب ہے۔
 ان کی فضیلت اور ان کی خیر اور ان کے ذریعہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، یعنی اہل ایمان میں سے ہے کہ کبھی گھونڈوں
 خوبست بھی ہوتی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اور قیامت تک جاری رہے گا، یعنی اہل ایمان میں سے ہے کہ کبھی گھونڈوں

کی امن اقسام میں ایک گھوڑا اجر ہوتا ہے، دوسرا ستر ہے اور تیسرا گناہ اور چوتھا اس کی تعریف ہے کہ جو گھوڑا جہاد کے لیے برفہم ہوتا ہے اور چھاپنے آدم اور دنیاوی کاموں کے لیے ہر وہ ستر ہوتا ہے اور جو گھوڑا یا اونٹ اور نام و نمود کے لیے ہر وہ گناہ کا باعث ہے۔

یہ بھی ہر گناہ کے لیے بیان گھوڑے سے مراد مطلقاً جہاد کی ساری ہر وہ گھوڑا ہو یا کرنی اور چیز، اس صورت میں فوجی ٹرک، فوجی جیپ، اوی جیٹا سے اور فوجی بھری جاز وغیرہ بھی نیاست تک کے لیے غیر اہل بکرت کامل قرار پائیں گے۔

گھوڑے کی بڑی قسمیں کون سی ہیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشکل گھوڑے کو ناپسند کرتے تھے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ صِفَاتِ الْخَيْلِ

۴۴۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَتَمِيمُ بْنُ حَبِيبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَكَأَلُ بْنُ جَبْرِ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَخْزَرِيُّ حَدَّثَنَا وَكَيْعُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ بِشَكْلِ مِنَ الْخَيْلِ.

عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ جس گھوڑے کا دانٹا پاؤں اور پائیاں اتنے سفید ہو یا دانٹا ہاتھ اور پائیاں پاؤں سفید ہو وہ گھوڑا اشکل ہوتا ہے۔

۴۴۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ بْنُ سَلِيمٍ حَدَّثَنَا فِي سَفِينِ الرَّزَاقِيِّ بِشَرْحِهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ جَمْعًا عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْأَسَدِ يَشْكُوهُ وَتَرَادَفَ فِي حَدِيثِهِ كَهَيْئَةِ الرَّزَاقِيِّ وَالشَّيْخِ أَنَّ يَكُونُ الْفَرَسُ فِي سِرِّهِ جِلْدُهُ لَيْسَ فِي بِيَامِمْ وَفِي يَدَيْهِ الْيَسْرَى أَوْ فِي سِدْرِهِ الْيَسْرَى وَفِي جِلْدِهِ الْيَسْرَى.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکل مروی ہے۔

۴۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا وَهَبُ بْنُ جَبْرِ جَمْعًا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ السَّجَوِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَيْثُ وَكَيْعُ بْنُ قَبْرِ وَآيَةَ وَهَبُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ وَكَيْعُ بْنُ التَّخَمِيِّ.

فتاویٰ کاظمی میں نے بیان کیا ہے کہ اشکل گھوڑا وہی ہوتا جس کا دم میں دو کوسے، ابن درید نے کہا ہے کہ جس گھوڑے کا ایک ہاتھ اور ایک پیر سفید ہو وہ اشکل ہوتا ہے، ابو جعید نے کہا ہے کہ جس گھوڑے کے تین پیروں میں سفیدی ہو اور ایک عام ہو، یا ایک پیر میں سفیدی ہو اور تین عام ہوں، مطرز نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ جس

کے دو ہاتھ سفید ہوں، اور ایک قول ہے کہ جس کے دو پیر سفید ہوں وہ اشکل ہوتا ہے۔ علامہ خطابی نے کہا کہ اشکل گھوڑے کو ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پیروں میں دودھنے کی زیادہ قوت نہیں ہوتی، اور اس ناپسندیدگی سے شرعی کلامت مراد نہیں ہے۔

اللہ کی راہ میں نکلنے اور جہاد کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں نکلے اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہر جاتا ہے، جو شخص صرف میرے راستے میں جہاد کے لیے اور صرف مجھ پر ایمان اللہ میرے رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے نکلتا ہو تو میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اگر وہ شہید ہو گیا تو اس کو جنت میں داخل کروں گا، یا اس کو اجر اور غنیمت کے ساتھ اس کے گھر لوٹاؤں گا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اللہ کی راہ میں جو زخم لگے گا قیامت کے دن وہ اسی حالت میں اٹھے گا جس حالت میں وہ زخم لگا تھا، اس کا رنگ خون کی طرح ہو گا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر مسلمانوں پر دشمن نہ ہوتا تو میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لشکر کا ساتھ کبھی نہ چھوڑتا، لیکن میرے پاس اتنی وسعت نہیں ہے کہ میں سب مسلمانوں کو سواریاں ہتیا کر سکوں، اور نہ مسلمانوں کے پاس اتنی گناہش ہے، اور مسلمانوں کا میرے پیچھے نہ جانا ان کے لیے دشوار ہوگا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے مجھے یہ ہند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں پھر جہاد کروں اور پھر قتل کیا جاؤں اور پھر جہاد کروں اور پھر قتل کیا جاؤں۔

امام مسلم نے اس حدیث کا ایک اور نسخہ ذکر کیا ہے۔

بَابُ فِضْلِ الْجِهَادِ وَالْخُرُوجِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

۴۶۴۴ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبِنِ الْقَعْقَاعِيِّ عَنْ أَبِي ذُرَّعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَضَمَّنَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يَخْرُجُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَإِيمَانًا تَائِبًا وَتَضَدُّ يَتَأَيَّرُ سِلْبِي فَمَوْعَلِي ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أُرْجِعَهُ إِلَى مَسْكِنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ تَائِدًا مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ كَلِمَةٍ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ حِينَ كَلِمَةٌ كَوْنُهُ كَوْنُ دَمٍ وَرِيحُهُ مِسْكٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ كَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدَتْ خِلَافَ سِرِّيَّةٍ تَقْرُؤِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَبَدًا وَ لَكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَخْبِلُهُمْ وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ كَوْلِدَتْ أَرِي أَنْزُؤِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَقْتُلُ ثُمَّ أَعْرُؤُ فَأَقْتُلُ ثُمَّ أَعْرُؤُ فَأَقْتُلُ -

۴۶۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ

أَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ عَنْ

جلد خامس

بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ -

۴۴۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْقِيَمَةُ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكْفُلُ اللَّهُ لِمَنْ جَاهَدَ
فِي سَبِيلِهِ لَا يَخْرُجُهُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا جِهَادًا فِي
سَبِيلِهِ وَتَضِيدُ بَيْتَ كَلِمَتِهِ يَا مَنْ يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ
أَوْ يُخْرِجُهُ إِلَى مَسْكِنِهِ الَّذِي خَوَّجَ مِنْهُ مَعَ مَا
نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرے
وہاں حاکمہ اس کا گھر سے نکلنا صرف اللہ کی راہ میں جہاد
اور اس کے دین کی تصدیق کی خاطر ہو تو اللہ اس کے لیے
اس بات کا ضمان ہو جاتا ہے کہ اگر وہ شہید ہو گیا تو اس
کو جنت میں داخل کرے گا یا اگر اور غنیمت کے ساتھ اس
کو اس کے مسکن میں واپس کر دے گا جہاں سے وہ روانہ
ہوا تھا۔

۴۴۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنُ بْنُ الْقَاسِمِ وَرُحَيْمِيُّ
بْنُ حَزْرِبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي
الزُّبَيْرِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُكَلِّمُ أَحَدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكَلِّمُ فِي سَبِيلِهِ إِلَّا جَاءَ بَيِّنَةٌ
الْقِيَامَةِ وَجُحُودًا يَتَّعَبُ التَّوَنُ كَوْنٌ كَوْمٌ وَ
الزُّبَيْرِيُّ رَأْيِي مِنْكَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے
اور اللہ کو غریب علم ہے کہ اس کی راہ میں کون زخمی ہو رہا ہے
وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا زخم بہ
رہا ہو گا اس کا رنگ خون کی طرح ہو گا اور اس کی خوشبو بھک
کی طرح ہو گی۔

۴۴۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَائِدَةَ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عَمْرُو عَنْ هَتَامِ بْنِ مَسْعُودٍ
قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلِمَةٍ
يُكَلِّمُ الْمُسْلِمَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ تَكُونُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ كَمِثْلِهَا إِذَا طَعَنْتَ نَدَجْرًا وَمَا الْكُونُ
كَوْنٌ كَوْمٌ وَالتَّوَنُ عَرَبِي الْمُسْكِنُ وَقَالَ رَسُولُ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي نَفْسٌ مُحْتَمِدَةٌ
فِي يَدِهِ لَوْلَا أَنْ أَسْقَى عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مَا قَعَدْتُ
تَحْتَهُ تَسْبِيحًا تَغْدُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكِنْ لَا أَحْدُ
سَعَةً فَأَحْبَبْتُهُ وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً فَيَتَّبِعُونِي
وَلَا يَطْلُبُونَ أَنفُسَهُمْ أَن يَقُولُوا بَعْدِي -

ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث روایت کیں،
ان میں سے ایک حدیث یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: مسلمان کو اللہ کے راستہ میں جو زخم بھی لگے گا قیامت
کے دن وہ زخم اسی حال پر ہو گا جیسا کہ زخم لگنے کے وقت
تھا، اس سے خون آں رہا ہو گا اس کا رنگ خون کی طرح ہو گا
اور خوشبو بھک کی طرح ہو گی، اس ذات کی قسم جس کے نقشہ و
قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان سے اگر سوارانہ
پر دشواری ہو تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنے والے کسی لشکر
سے پیچھے نہ رہتا، لیکن میرے پاس اتنی وسعت نہیں ہے
کہ میں سب مسلمانوں کو سواروں پر سوار کر سکوں اور نہ سب
مسلمانوں کے پاس سواریاں ہیں کہ وہ میرے ساتھ جا
سکیں اور وہ میرے پیچھے رہ جائے۔ پر بھی خوش نہیں ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اگر مسلمانوں پر دشواری ہوتی تو میں کسی لشکر کے پیچھے نہ رہتا (یعنی ہر لشکر کے ساتھ جاتا) اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر دشواری ہوتی تو مجھے یہ پسند تھا کہ میں کسی لشکر کے پیچھے نہ رہتا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں نکلتا ہے اللہ اس کے لیے ضمان ہے (اس کے بعد یہاں تک فرمایا) جو لشکر اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے نکلے میں اس سے پیچھے نہ رہتا۔

اس باب کی حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو جنت کی ضمانت دے

اللہ تعالیٰ پر جنت عطا کرنے کے وجوب کا عمل

دی ہے اور جس چیز کو دینے کی ضمانت دے دی جائے اس کا دینا واجب ہو جاتا ہے، اس لیے اب اللہ تعالیٰ پر ان کو جنت کا دینا واجب ہو گیا، اسی طرح قرآن مجید میں ہے: "ان اللہ اشتوی من المؤمنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة (توبہ، ۱۱۱)" اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا اور خریدنے والے پر تم کو ادا کرنا واجب ہوتا ہے، لہذا اس آیت کا بھی یہ تقاضا ہے کہ مومنوں کو جنت دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، لیکن یہ وجوب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی بنا پر ہے، بندوں کے عمل اور ان کے استحقاق کی بنا پر نہیں ہے اور ال صفت اور معتزلہ کے وہ مخالف ہیں جو فرقہ سے یہ منکر ہیں کہ بندے کے ایمان اور اعمال صالحہ

۴۴۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُليمانُ عَنْ أَبِي التَّيْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِ خِلَافِهِمْ وَبِهَذَا الْإِسْنَادِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيَى بِمِثْلِ حَيْثُ أَبِي مُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -

۴۵۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّهْمَانُ بْنُ رَافِعٍ (الثَّقَفِيُّ) وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا شَامِرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَلَا أَتَخَلَّفَ خِلْفَ سَيِّئَةٍ تَحْوِجُ حَيْثُ هُمْ -

۴۵۱ - حَدَّثَنَا مُرْهَبُ بْنُ حَزْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سَهِيلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَضَمَّنَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ إِلَى قَوْلِهِ مَا تَخَلَّفْتُ خِلَافَ سَيِّئَةٍ تَعْرُذُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى -

اللہ تعالیٰ پر جنت عطا کرنے کے وجوب کا عمل

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر اس کو جنت میں داخل کرنا واجب ہے، اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ بندے کے عمل کا کوئی وزن اور استحقاق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے چونکہ جنت کا وعدہ کر لیا ہے اس لیے جنت واجب ہوگئی کیونکہ کرم جب کسی کو کچھ دینے کا وعدہ کر لے تو وہ اس کے خلاف نہیں کرتا۔

جنت کی بشارت میں شہداء کو عام مسلمانوں سے امتیاز | اس حدیث میں ہے کہ راہ خاص میں چہا کر نے اور سے مراد اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمت

دے دکھا ہے، اس پر یہ سوال ہے کہ عام جنوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے پھر شہداء کو اس میں کیا تمیز ہے، واقعی میا مٹی نے اس کے برابر دبیے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ راہ خدا میں لڑنے والے کو اللہ تعالیٰ مرتے ہی جنت میں داخل کر دے گا جیسا کہ شہداء کے متعلق ارشاد ہے: جب کہ دوسرے مسلمان قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے، دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے اور ان سے کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا اور شہادت کی وجہ سے ان کے گناہوں کو مٹا دیا جائے گا۔

نیکی یا بدی پر مرنے والوں کا حشر | اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ شہید قیامت کے دن اسی حال میں طرح خون جگر ہوگا، شہید کو اسی حال میں اٹھانا اس کی عزت افزائی کے لیے ہوگا تاکہ قیامت کے دن سب لوگ شہداء کریں۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ ایک شخص ایام حج میں احرام باندھے ہوئے اونٹنی سے لگ کر فوت ہو گیا، آپ نے فرمایا: یہ قیامت کے دن اسی طرح ظہیم کہتے ہوئے اٹھے گا (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۸۲) ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں جہنم کی طرح موت ہونے یا عبادت کرنے سے موت آئے تو اس میں بھی اور عبادت کے حال میں قیامت کے دن اٹھنا ہے، اے اللہ ہمیں بھی حسن خاتمہ عطا فرما اور یہی اور عبادت کے حال میں ہماری مدد و نصرت فرما، باقی رہا یہ کہ جو شخص کسی برائی کا ارتکاب کرتے ہوئے فوت ہوا تو کیا اس کا حشر اس برائی کے ساتھ ہوگا یا یہ چیز عین حق ہے؟ ہر حال اللہ تعالیٰ کرم ہے اور امید ہے کہ وہ ستر فرمائے گا، پھر متد تمان کا طریقہ ہے کہ وہ بھی کا جو دس گنا بڑھا دیتا ہے سات سو گنا کر دیتا ہے پھر اس کو بھی دو گنا کر دیتا ہے یعنی اوقات سے حساب اجر بھی دیتا ہے، لیکن برائی کی سزا میں کوئی اضافہ نہیں کرتا، اور بسا اوقات سات فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اب کریم نہ سورا، حشر نظر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ سنی پر مرنے والوں کا اکسا نیکی میں حشر فرمائے گا اور برائی پر مرنے والوں سے دیکر فرمائے گا۔

موت کی تمنا کی ممانعت کے باوجود شہادت کی تمنا کیوں جائز ہے؟ | اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ ہند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں اور پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں اور پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود موت کی تمنا کیوں کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا کھانا ہے لیکن اللہ کے دین کی سر بندگی کے

صَلَاةٍ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى -
 ۴۵۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
 أَبُو عَوَانَةَ سَمِعَ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
 حَرْبُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
 أَبُو مَعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ سَهِيلِ بْنِ يَهْدَى الْإِسْتَنْدَابِ -
 نَحْوَهُ -

۴۵۶ - حَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَوَانِيُّ
 حَدَّثَنَا أَبُو قَتَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ عَنْ
 عَمْرِو بْنِ سَلَامٍ أَنَّ سَمِعَةَ أَبَا سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي
 التَّعْمَانِيُّ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مَنِيْرٍ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِكُلِّ مِمَّا أَبَا بِي أَنْ لَا
 أَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْإِسْلَامِ إِلَّا أَنْ أَسْفَى الْحَاجِرَ
 وَقَالَ آخَرُ مِمَّا أَبَا بِي أَنْ لَا أَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْإِسْلَامِ
 إِلَّا أَنْ أَعْمَرَ الْمَسِيحَ الْحَرَامَ وَقَالَ آخَرُ الْجِهَادُ فِي
 سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِمَّا قُلْتُمْ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ
 وَقَالَ لَا تَرَوْا قَوْمًا أَصَوْنَاكُمْ عِنْدَ مَنِيْرٍ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ
 وَلَكِنْ إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ دَخَلْتَ فَاسْتَقْبَلْتَهُ
 فَيَسْمَا أَحْتَكِفْتُمْ فِيهِمَا فَانْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِرِ وَعَمَارَةَ الْمَلْجِيهِ
 الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 الْأَيَّامَةَ إِلَى آخِرِهَا -

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کی ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس تھا، ایک
 شخص نے کہا، اسلام لانے کے بعد اگر میں صرف حجاج
 کو پانی پلاؤں اور کوئی عمل نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں
 ہے، دوسرے شخص نے کہا، اگر اسلام لانے کے بعد
 میں صرف مسجد حرام کو آباد کروں اور اس کے سوا اور کوئی عمل
 نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، تیسرے نے کہا
 اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اتنا سہی کبھی ہوئی عبادتوں سے افضل ہے
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس آواز اوجھ نہ کرو، اس
 دن جمعہ تھا، میں جمعہ کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں مسلم میں تھا، اختلافات،
 غمناکی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
 سوال کیا، نبی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، کیا تم
 حجاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اس شخص
 کے عمل کے برابر قرار دیتے ہو، جہاں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت
 پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا؟ -

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس بیٹھا تھا،
 اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۵۷ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
 عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ
 حَسَّانَ حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ خَبْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا
 سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّعْمَانِيُّ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ

مَنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَيْثُ
أَجَى تَوْبَةً -

اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہنے کی وجوہات

اس باب کی ہمارے میں شہادت کی بہت عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے کہ شہادت کا اجر و ثواب دیکھ کر شہید کے سوا اور کوئی شخص دوبارہ دنیا میں واپس جانے کی تمنا نہیں کرے گا۔

اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہنے کی علماء کرام نے متعدد وجوہ بیان کی ہیں، نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ ان کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زندہ ہوتے ہیں اور ان کی ارواح اسی وقت جنت میں شاہد حاضر ہوجاتی ہیں، اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کی ارواح قیامت کے دن جنت میں شاہد ہوں گی، ابن الانباری نے کہا ان کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان کے حق میں جنت کی شہادت دیتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کے بدن سے روح نکلتے ہی ان کی روح اس عزت اور اجر و ثواب پر شاہد (حاضر) ہوجاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے، ایک قول یہ ہے موت کے وقت ان کے پاس ملائکہ شاہد (حاضر) ہونے ہیں اور ان کی روح کو لے جاتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کا ظاہر حال ان کے ایمان اور خاتمہ بالتحیر پر شہادت دیتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن یہی لوگ سابقہ امتوں کے سامنے یہ گواہی دیں گے کہ ان کے انبیاء علیہم السلام نے انکو تبلیغ کر دی تھی، لیکن یہ دھت شہاد کے ساتھ خاص ہیں۔

صبح یا شام کو راہ خدا میں نکلنے کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح یا شام اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

۴۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْتَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا -

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کے وقت بندے کا خدا کی راہ میں نکلنا دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہے۔

۴۵۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ مَرَّ عَنِ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالْغَدْوَةُ وَالرَّوْحَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا -

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح یا شام کو اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

۴۶۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِبٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكَيْعَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ مَرَّ عَنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ عَنِ

ع - علامہ یحییٰ بن خرز بن خرز لنادی متوفی ۱۷۱ھ و ۱۷۲ھ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَدُوٌّ وَكَأَنَّ أَوْ
مَرُوحَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ
مَا فِيهَا -

۴۷۱۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا زَيْنُ
بْنُ مَعَادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ ذَكْوَانَ
بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ مَرَجَا لَأَقْبُنَ
أَهْلِيَّ وَسَائِقَ الْحَدِيثِ وَقَالَ فِيهِ وَكَرُوحَةً
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ عَدُوٌّ وَكَأَنَّ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا
فِيهَا -

۴۷۱۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْتَعْبَقُ
بْنُ إِسْرَائِيلَ وَرُحَيْمِيُّ بْنُ حَرْبٍ وَرَوَاهُ الْفَيْلُاقِيُّ فِي بَيْكُرٍ
وَاسْتَعْبَقُ قَالَ اسْتَعْبَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَخْوَانِ
حَدَّثَنَا الْمُفَرِّجِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدٍ عَنْ سَعِيدِ
بْنِ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنِي شُرَيْحِيُّ بْنُ شَرِيكٍ
الْمَعَاظِرِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبَلِيِّ قَالَ
سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَدُوٌّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مَرُوحَةٌ
خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَعَرَبَتْ -

۴۷۱۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ
هَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ وَخَيْرَةُ
بْنُ شَرِيكٍ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدَّثَنِي شُرَيْحِيُّ
بْنُ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبَلِيِّ أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَعَدَّ اللَّهُ تَعَالَى لِلْمُجَاهِدِ

فِي الْجَنَّةِ مِنَ الدَّرَجَاتِ

۴۷۱۴ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت میں ایسے لوگ
نہ ہوتے۔۔۔ اس کے بعد فرمایا اللہ کی راہ میں شہید کرنا
یا شام کرنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں جو مجاہد کر
نکلے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا
ہے یا غروب ہوتا ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد شہد
سابق حدیث ہے۔

۴۷۱۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا

جنت میں مجاہد کے درجات کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ حَدَّثَنِي أَبُو هَارِيَةَ الْخَوْلَانِيُّ
عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبَلِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْحَدْرَمِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَا أَبَا سَعِيدٍ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ
دِينًا وَيُسَلِّمُ نَبِيًّا دَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَعَجِبَ
لَهَا أَبُو سَعِيدٍ فَقَالَ أَعِدُّهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ
فَفَعَلَ ثُمَّ قَالَ وَأُخْرَى يُرْفَعُ بِهَا الْعَبْدُ مِائَتَةَ
دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مِنْ قَالَ وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ابوسید! جو
شخص اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو گیا اور اسلام کے دین
اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا،
اس کے لیے جنت واجب ہو گئی، حضرت ابوسید کہہ رہے تھے
اچھی لگتی تر کہنے لگے یا رسول اللہ! اس بات کو دوبارہ فرمائیے
آپ نے دوبارہ اسی طرح فرمایا پھر فرمایا: ایک بات اور بھی ہے
جس کی وجہ سے بندے کے سو درجات بلند ہوتے ہیں اللہ
پر دو درجوں میں زمین اور آسمان جتنا فاصلہ ہے، میں نے
عرض کیا، یا رسول اللہ وہ درجہ کس چیز سے ملتا ہے؟ آپ
نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ۔

ف: تاضی عیاض نے کہا یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور درجات سے مراد منازل ہیں جو بعضی، بعض سے بلند
ہیں اور جنت کی ایسی ہی صفت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جنتی اپنے بالا خانوں سے چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح
نظر آئیں گے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ بلندی سے یہاں یہ مراد ہو کہ ان کو اتنی کثیر اور عظیم نعمتیں ملیں گی جن کا کوئی انسان تصور
کر سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے اور ان کو عزت و کرامت کی اس قدر انواع و اقسام حاصل ہوں گی جن کی بہت زیادہ فضیلت ہوگا
یاد رہے کہ ان کی فضیلت کا ہر درجہ اتنا بڑا ہوگا جتنا زمین اور آسمان میں فاصلہ ہے۔

بَابُ مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَفَرَتْ

جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے اس کے

خَطَايَاهُ إِلَّا الدِّينُ

قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

۲۷۶۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا
لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّكَ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَامَ
فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالْإِيمَانَ بِاللَّهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ تَكَفَّرَ عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعْمَانُ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُخْتَلِبٌ مُعْتَدِلٌ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں کھڑے ہو کر یہ ذکر کیا کہ
اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا تمام اعمال میں
افضل ہے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ!
یہ بتلائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا اس
سے میرے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس سے فرمایا: ہاں اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کیے
جاؤ اور ان حایک تم صبر کر کے مارے ہو یعنی جہاد کے مقابلہ کرنے
والے ہو، ثواب کی نسبت نہ کہنے والے ہو، پھر یہی صحیح
ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جلد خامس

نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا میں نے کہا تھا کہ اگر میں اللہ
کے راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا اس سے میرے گناہوں کی معافی
ہو جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں وہاں
حالیہ تم میرے کرنے والے ہو اور تو اب کی نیت رکھنے والے
ہو گے، بڑے حکم کرنے والے ہو اور بیٹھ پھرنے والے
نہ ہو، تو قریش کے سوا تمہارے باقی گناہ معاف کر دیے
جائیں گے، پھر کوا (حضرت) جبرائیل علیہ السلام نے مجھے یہ
اجی بنا لیا ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر
کہا مجھے یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کے راہ میں قتل کیا جاؤں
..... اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کچھ کمی اور زیادتی
کے ساتھ یہ روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں حالیہ آپ منہ پر تھے اس
نے کہا مجھے یہ بتائیے کہ اگر میں اپنی تلوار سے مارا جاؤں
پھر حسب سابق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حاص رضی اللہ عنہما بیان
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش
کے سوا شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ
قُلْتُمْ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
اتَّكَفَرْنَا عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَنْتُمْ صَابِرُونَ مُحْتَسِبُونَ
مُقْتَلُونَ غَيْرَ مُدْبِرِينَ إِلَّا الَّذِينَ هَانُوا جَبْرِيئِيلَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي ذَلِكَ -

۴۶۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَوَهْبُ
بْنُ الْمَثُوقِ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هُرَيْرٍ أَنَّ أَحْبَبَنَا
يَعْحَى (يَعْقُوبُ ابْنَ شَيْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي مَعْبُدٍ
الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
يَمَعْنَى حَدِيثِ اللَّيْثِ -

۴۶۶۷ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ
سَمِعَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ أَحَدَهُمَا
عَلَى صَاحِبِهِ أَنْ رَجَلًا أَقْبَلَ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْبَيْتِ فَقَالَ
أَرَأَيْتَ إِنْ ضُرِبْتَ بِسَيْفٍ يَمَعْنَى حَدِيثِ الْمُعْتَبِرِيِّ -

۴۶۶۸ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى بَيْنَ
صَالِحِ الْمَصْرِيِّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَبِرِيُّ (يَعْقُوبُ ابْنُ قُضَائِمَةَ)
عَنْ عِيَّاشِ بْنِ رُوْحَانَ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُحَبَّبِيِّ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ

كُلِّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ -

۲۶۶۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَيْزُرٍ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقَرَّبِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقُتَيْبِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبَلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ -

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا قرص کے سوا تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

ف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے گناہوں کی معافی سے قرص کو جو مستثنیٰ کیا ہے اس میں یہ تشبیہ ہے کہ جہاد، شہادت اور دوسرے نیک اعمال صرف حفرق اللہ کا کفارہ ہو سکتے ہیں، بندوں کے حقوق کا کفارہ نہیں ہو سکتے۔

بَابٌ فِي بَيَانِ أَنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَأَنْبِعُمُ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْتَقُونَ

۲۶۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ رَوَى (اللفظ له) حَدَّثَنَا سَبَّاطٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْوَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْنَا عَبْدَ اللَّهِ عَنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْتَقُونَ قَالَ أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ أَرَوُا أَحْمَقُ فِي جَوْفِ طَيْرٍ حَضَرَ لَهَا قَنَا وَبِلٍ مَعْلَقَةٌ بِالْعَرْشِ نَسْرُومٍ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَا دِيلٍ فَاطْلَعِ إِلَيْهِمْ رَأْيُهُمْ أَظْلَاعَةٌ فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُونَ شَيْئًا قَالُوا أَيْ شَيْءٍ نَشْتَهُ وَنَحْنُ نَسْرُومٍ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَعَلَّ ذَلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكَوا مِنْ أَنْ يُسَأَلُوا قَالَ يَا رَبِّ كَرِهْنَا أَنْ تَرَوْا أَمْواتًا

شہداء کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں اور شہداء زندہ ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہم نے بھی اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا، آپ نے فرمایا ان کی رو میں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں ان کے لیے عرش میں تندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہ وہیں جنت میں جہاں چاہیں چرتی پھرتی ہیں پھر ان تندیلیں کی طرف لٹ آتی ہیں، ان کا رب ان کی طرف مطلع ہو کر فرماتا ہے: کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ کہتے ہیں: ہم کو کس چیز کی خواہش ہو سکتی ہے! ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں چرتے پھرتے ہیں، ان سے تین بار اللہ تعالیٰ یہ عیاں فرماتا ہے، پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کو سوال کے بغیر نہیں چھوڑا جا رہا تو وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے۔

جلفا میں

حَقَّقْتُ نَفْسِي فِي سَبِيلِكَ مَرَّةً أُخْرَى فَلَمَّا رَأَى
 أَن لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ شَرِكُوا

یہ دیکھے گا کہ ان کو کوئی حاجت نہیں ہے تو پھر ان کو چھوڑ دیا
 جائے گا۔

ارواحِ شہداء کے سبز پرندوں میں متشل ہونے کی تحقیق

اس باب کی حدیث میں ہے: شہداء کو
 ارواح میں سبز پرندوں کے پوتوں میں جتی
 ہیں، علامہ نووی کہتے ہیں سبز پرندوں میں رہتی ہیں، موٹا یہی ہے مومن کی روح پرندے میں ہوتی ہے، ایک اور حدیث
 میں حضرت قتادہ سے روایت ہے: شہید کا روح سفید پرندے کی صورت میں ہوتی ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے
 کہ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ روح پرندہ ہوتی ہے یا پرندے کی صورت میں ہوتی ہے، اکثر روایات سے یہ ثابت
 ہے خصوصاً جب کہ روایات میں یہ بھی ہے کہ روح میں عرش کے نیچے تندیوں میں آکر ٹھہرتی ہیں، قاضی عیاض نے
 کہا ہے کہ بعض علماء نے اس امر کو مستبعد قرار دیا ہے اور بعض دوسرے نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ اس میں کوئی
 چیز لائق انکار ہے، اور دونوں حدیثوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ جس روایت میں پرندے یا پرندے کے بیٹ
 کا ذکر ہے وہ از روئے معنی کے زیادہ صحیح ہے اور اس امر میں قیاس اور عقل کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ تمام امر
 جائز ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ مومن یا شہید کی روح کو تندیوں میں یا پرندوں کے بیٹوں میں کرنا چاہتا ہے تو کر دیتا ہے
 اور یہ کوئی بعید از قیاس نہیں ہے خصوصاً ان لوگوں کے نزدیک جو اسرار کو اجسام مانتے ہیں، قاضی عیاض یہ کہتے
 ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ جب جسم سے روح نکلتی ہے تو وہ جسم کے ایک جز میں باقی رہتی ہے اور اس جز کو درد یا
 غذاب ہوتا ہے اور وہی جز لذت اور ثواب حاصل کرتا ہے اور وہی جز یہ ہوتا ہے کہ اے رب مجھے دنیا میں فاقس
 بھیج دے اور وہی جز جنت کے درختوں میں چرتا ہے، اور یہ کوئی محال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جز کو بڑھانا
 دے یا پرندے کے بیٹ، میں رکھے یا عرش کے نیچے تندیوں میں رکھے یا جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کو رکھے۔

سبز پرندوں میں ارواحِ شہداء کے منتقل ہونے پر تناسخ کے اشکال کا جواب

بعض علما نے
 میں تناسخ پر استدلال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اے انسان کی روح مرے کے بعد خوب صورت جسموں میں منتقل ہو جاتی
 ہے اور برے لوگوں کی روح مرے کے بعد بُری صورتوں میں منتقل ہو جاتی ہے اور یہی ثواب اور عقاب ہے اور
 یہ رنگ جنت اور دوزخ اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے وہ اس کو آواگون سے تعبیر کرتے
 ہیں، لیکن ان حدیثوں سے ان کے موقف پر استدلال نہیں ہو سکتا، کیونکہ تناسخ اور آواگون کا حاصل یہ ہے کہ مرنے
 کے بعد روح کسی اور جسم میں آ جاتی ہے اور وہ اس جسم کی حیات کا سبب ہوتی ہے اور جسم میں ایسے ہی نہایت کر
 جاتی ہے جیسے پہلے جسم میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ اس کے برخلاف جن احادیث میں ہے کہ شہداء کی ارواح میں پرندوں
 میں ہوتی ہیں ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ان پرندوں میں سرایت کر جاتی ہیں اور ان پرندوں کی حیات ان روحوں

کے سبب سے ہوتی ہے بلکہ وہ روحیں ان پرندوں میں بمنزلہ سوار اور مسافر ہیں اور وہ پرندے بمنزلہ ساری ہیں اور ان پرندوں کی اپنی الگ روح ہوتی ہے جس سے ان کی حیات ہوتی ہے جیسے لوگ ہوائی جہاز میں اڑتے ہیں، اسی طرح ارواح شہداء پرندوں میں اڑتی ہیں اور جن احادیث میں یہ ہے کہ اللہ ان روحوں کو پرندوں کی شکل میں منتقل کر دیتا ہے یعنی وہ روح بمنزلہ پرندہ بن جاتی ہے ان پر کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ تناسخ تب ہوتا جب روح الگ ہوتی اور پرندے کا جسم الگ ہوتا اور وہ روح اس جسم میں سرایت کر جاتی اور اس روح سے اس جسم کی حیات ہوتی اور یہاں اس طرح نہیں ہے بلکہ ہنفس اس روح کو بمنزلہ پرندہ بنا دیا جاتا ہے لہذا یہ تناسخ نہیں ہے تامل ہے۔

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ امر وہہ میں ان کے زمانہ تعلیم میں ان کا ایک ہندو مناظر پنڈت رام چند سے مناظرہ ہوا اس نے کہا قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو بندہ اور خنزیر بنا دیا اور یہ تناسخ ہے حضرت نے فرمایا تناسخ تب ہوتا کہ وہ بنی اسرائیل مرنے اور مرنے کے بعد ان کی ارواح کو بندروں اور خنزیروں میں منتقل کیا جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ ان بنی اسرائیل کی اسی حالت حیات میں شکل تبدیل کر دی اور ان کی ہڈی بندر اور خنزیر کی صورت سے بدل دی ہو، سو یہ تناسخ نہیں ہے یعنی ان کی صورتیں مسخ کر دیں، وہ کہنے لگا، میں آئندہ سال آکر پھر اسی جگہ مناظرہ کروں گا، حضرت نے فرمایا موت اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اگر تم درمیان سال میں مر گئے تو کس صورت اور کس جگہ میں آکر مناظرہ کرو گے؟ وہ آپ کی اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا اور اپنی گھڑی آند کر انعام میں دے گیا، اس واقعہ کو اس سے زیادہ تفصیل سے ہم نے مقالات سعیدی میں بیان کیا ہے۔

روح کی ماہیت میں فقہاء اسلام کے نظریات | اس باب کی حدیث میں شہداء کی ارواح کا ذکر ہے، علامہ نووی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ علماء کا روح کی ماہیت میں بہت زیادہ اختلاف ہے جس کو ضبط اور عصر کے ساتھ بیان کرنا مشکل ہے، بہر حال اس سلسلہ میں چند اقوال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) علامہ اور متکلمین نے یہ کہا ہے کہ روح کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں اور اس کا بیان کرنا صحیح نہیں ہے ان کا استدلال اس آیت سے ہے قل الروح من امر ربی۔ "آپ کہیے کہ روح آپ کے رب کے امر سے ہے" فلاسف نے اس میں بہت فلو کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ روح نہیں ہے۔

(۲) جمہور اطباء نے کہا ہے کہ روح ایک لطیف بخار (سٹیم) ہے جو بدن میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

(۳) ہمارے اکثر شیوخ نے کہا ہے کہ روح حیوۃ ہے۔

(۴) بعض علماء نے کہا کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو اس جسم عنصری کے مشابہ ہے اس کی حیات سے یہ جسم زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاری ہے کہ جب یہ جسم لطیف اس جسم عنصری سے نکل جاتا ہے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۵) بعض علماء نے کہا کہ روح ایک جسم ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ روح نکل گئی، اس کو قبض کر لیا و حلقوم تک پہنچ گئی اور یہ جسم کی صفات ہیں معانی کی نہیں۔

۶۔ ہمارے بعض متقدمین ائمہ نے کہا کہ روح ایک جسم عنصری ہے جو اس جسم عنصری میں داخل ہے۔

- (۷) بعض علماء نے کہا روح خون ہے۔ یہ قاضی میاضی کے بیان کردہ اقوال ہیں۔
- (۸) علامہ نووی شافعی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن میں سرایت کیے ہوئے ہے اور اس کے الگ ہونے سے انسان مر جاتا ہے۔
- قاضی میاضی نے کہا ہے کہ روح اندر نفس میں بھی اختلاف ہے بعض علماء نے کہا یہ دو لفظ ہیں اور ان کا معنی ایک ہے، بعض نے کہا نفس آنے جانے والے سانس کو کہتے ہیں، بعض نے کہا نفس حیات کو کہتے ہیں بعض نے کہا نفس خون کو کہتے ہیں۔ لہ
- علامہ ہدالدین عینی تصحیحی نے روح کی بحث میں حسب ذیل اقوال بیان کیے ہیں:
- (۱) علامہ مازری مانگی کہتے ہیں کہ روح کے مباحث بہت دقیق ہیں اور اس میں بجز تکتا نہیں لکھی گئی ہیں اس سلسلہ میں امام اشعری کا مشہور قول یہ ہے کہ روح وہ سانس ہے جو آہ اور جار ہے۔
- (۲) قاضی ابوبکر نے کہا ہے کہ روح سانس اور حیات کے درمیان ایک امر مشترک ہے۔
- (۳) ایک قول یہ ہے کہ روح اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ میں ایک امر مشترک ہے۔
- (۴) ایک قول یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے پیدا کیا اور اللہ سبحانہ کی یہ مادہ جاری ہے کہ وہ اس جسم لطیف کے بیرون منضوی میں حیات جاری نہیں کرتا، اور یہ روح اس عالم میں جی جوتی ہے اور سبز پتندوں کے پوٹوں میں بھی جوتی ہے۔
- (۵) اس میں بھی اختلاف ہے کہ روح اور نفس ایک چیز ہیں یا الگ الگ حقیقتیں ہیں اور یہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ متفاوہ ہیں کیونکہ نفس انسانی وہ حقیقت ہے جس کو ہر شخص "میں" سے تعبیر کرتا ہے، اکثر فلاسفہ نے نفس اور روح میں فرق نہیں کیا انھوں نے کہا نفس وہ لطیف بخار ہے جو حیات ہے جس اور حرکت اور وہ کا حال ہے اور یہ جو ہر ہے اس کو وہ روح حیوانی کہتے ہیں اور یہ قلب یعنی نفس ناطقہ اور بدن کے درمیان واسطہ ہے۔
- (۶) امام غزالی نے کہا کہ نفس مجرد ہے یعنی جسم اور جسمانیات سے نہیں ہے اور روح وہ جو ہر ہے جو ہر نفس قائم ہے نیز متعجب ہے، جسم میں داخل ہے نہ جسم سے خارج ہے، متصل ہے نہ منفصل ہے۔
- (۷) ایک قول یہ ہے کہ روح عرض ہے، کیونکہ اگر وہ جو ہر ہو تو تمام جہاں مساوی ہیں پھر لام آئے گا کہ اس جو ہر کے لیے بھی ایک روح ہو۔
- (۸) ایک قول یہ ہے کہ وہ جو ہر فرد ہے (یعنی جزلاً بتجزی) وہ جسم حیوانی کی حیات کے غلات ہے اور صفات معنویہ کا حامل ہے۔
- (۹) ایک قول یہ ہے کہ وہ جسم کی صورت لطیفہ کے مطابق ایک صورت لطیف ہے اس کو دو آنکھیں ہیں دو کان ہیں، دو آنکھ ہیں، دو پیر ہیں اور جسم کے ہر عضو کے مقابلہ میں اس کا ایک عضو ہے۔

لہ۔ علامہ بیہقی بن شرف فراوی متوفی ۷۶۷ھ شرح کلم ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(۱۰) جمہور متکلمین اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جس کا بدن میں اس طرح حلول ہے جس طرح پانی کا بھول میں حلول ہوتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو مبہم رکھا ہے اور اس کو کسی پر ظاہر نہیں فرمایا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی روح کا علم نہیں ہے (علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب اور سید خلق ہیں اور آپ کا منصب اس بات سے بہت بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، آپ کو روح کا علم کیسے نہیں ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان فرمایا ہے وعلیک مالک تکون تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً۔ آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم دے دیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔ لے

قاضی عیاض اور دوسرے علماء نے روح کی تشریف میں جو اقوال نقل کیے ہیں۔ علامہ دشتستانی مالکی ان پر علامہ خطاب کا تبصرہ نقل کرتے ہیں:

یہ تمام اقوال ہیں اور لوگوں کے ملتے جلتے گمان ہیں، جن کو لوگوں نے بغیر کسی بصیرت کے بیان کیا ہے، درحقیقت روح کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قل الروح من امری سبحان اللہ اور تحقیق یہ ہے کہ روح ایک امر ہے جس کو جسم میں پھونک دیا جاتا ہے اور اس کو جسم سے قبض کر لیا جاتا ہے، اور یہ روح مومن بھی ہوتی ہے اور کافر بھی ہوتی ہے، عالم بھی ہوتی ہے اور جاہل بھی ہوتی ہے، خوش بھی ہوتی ہے اور غمگین بھی ہوتی ہے اس کو لذت بھی حاصل ہوتی ہے اور ایک اذیت بھی ہوتی ہے، اور یہ تو واضح ہے کہ یہ عرض نہیں ہے کیونکہ ان مسائل کا عرض کے ساتھ قیام محال ہے، اس لیے ضروری ہے کہ یہ ایک ایسا امر ہو جو قائم بنفسہ ہو اور ان احوال اور صفات کا محل اور قابل ہو، پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ جو امر متخیزہ سے ہے یا غیر متخیزہ سے، لیکن عام تجویز چونکہ اللہ تعالیٰ کا خاصا ہے اس لیے صحیح یہاں ہے کہ یہ جو امر متخیزہ سے ہے نیز اہل تحقیق کا اس پر اتفاق ہے کہ روح حادث ہے کیونکہ ارواح متغیر ہوتی ہیں اور ہر متغیر حادث ہوتا ہے اور قدیم صرف اللہ عزوجل کی ذات اور صفات ہیں۔ لے

علامہ سید اوسی حنفی روح کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ خفاجی نے یہ کہا ہے کہ روح کی کو ممکن ہے برخلات اللہ عزوجل کی کنہ کے، اور کشف میں ہے کہ روح کو جاننے کی سبیل یہ ہے کہ دل کی آنکھوں میں اللہ عزوجل کے کلام کا سرمہ لگا کر اس ناواقفیت کے پرے ہٹا دیے جائیں جو جن کے دلوں کی آنکھوں میں یہ سرمہ ہے ان کے لیے روح کلی اور واضح ہے، اور جہاں سے محروم ہیں ان کے لیے روح مخفی ہے، لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا گیا اور آپ کو روح کا علم نہیں تھا، اس کی تاویل یہ ہے کہ نبی

۱۔ علامہ بدایین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، مدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن حنفیہ دشتستانی متوفی ۸۰۸ھ، احوال اہل السنۃ ج ۵ ص ۲۳۰، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، ۱۳۲۸ھ

سکتا ہے کہ حضرت عبد اللہ کے نزدیک روح کا علم متفق ہو ورنہ ہر وہ چیز جس کا علم ممکن ہے ہی صل اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حصول کے بعد ہوا ہے جیسا کہ امام احمد اور حنفی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک رات کہ میں اٹھا اور جو نماز میرے مندر میں تھی وہ میں نے پڑھی پھر مجھے ناز میں نیندا گئی اور جب (میرے پاس) چلے گئے اور بھلی برگیں تھیں نے اپنے رب عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا، میرے رب نے فرمایا ملا! اعلیٰ کسی چیز میں بحث کر رہے ہیں، میں نے کہا سے میرے رب! میں نہیں جانتا! پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست اقدس میرے شانوں کے درمیان رکھا تھی کہ میں نے اس کی پوسوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ تجلی فی کلاشی دھرقت۔ پھر ہر چیز مجھ پر مشکفت ہو گئی اور میں نے اس کو جان لیا۔ ۱۷

حیات شہداء کے حیات حقیقی ہونے پر امام لازمی کے دلائل | اس باب کی حدیث میں حیات شہداء قرآن مجید کی آیت کو بیان کیا گیا ہے:

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو ہرگز مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وہ اللہ کے دیے ہوئے فضل پر خوش ہیں اور ان کے ہمد میں آنے والے لوگ جراحی ان سے نہیں ملنے ان کے متعلق اس بشاشت سے خوش ہوتے ہیں کہ ان پر ابھی کوئی خوف ہوگا نہ وہ علیین ہوں گے۔

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون
فوحين بما اتاهم الله من فضله و
يستبشرون بان الذين لم يلاحقوا بهم من
خلفهم لا خوف عليهم ولا هم
يبحزون - (آل عمران: ۱۷۰-۱۶۹)

امام لازمی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ شہداء زندہ ہیں، معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حیات مجازی ہے یعنی وہ آخرت میں زندہ ہوں گے لیکن ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت لاہذا میں قتل ہوئے والے زندہ تھے، دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے اغرقوا فادخلوا ناراً "قوم نوح غرق کی گئی اور فوراً آگ میں داخل کر دی گئی" نیز قرآن مجید میں ہے النار یحرقون علیہا عند وادعشیا "آل نوح کو صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے" یہی اللہ تعالیٰ کا نیکو کرنے کے بہ قیامت سے پہلے زندہ کر کے ان کو عذاب دیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل عذاب اور عذاب پر لاج ہے، اور جب وہ اہل عذاب کو قیامت سے پہلے زندہ کر کے عذاب دیتا ہے تو قیامت سے پہلے اہل عذاب کو زندہ کرنا اس کے فضل اور رحمت کے زیادہ لائق ہے تبصری دلیل یہ ہے کہ اگر اس آیت سے یہ مراد ہو کہ شہداء قیامت میں زندہ ہوں گے تو پھر یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ ان کو مردہ گمان نہ کر و کیونکہ قیامت کی زندگی سے بارے میں تو کسی مسلمان کو کوئی نزور نہیں تھا نیز قیامت کی حیات میں شہداء کی کیا تخصیص سے وہ تو سب مسلمانوں کو حاصل ہوگی! اچھی دلیل یہ ہے کہ اس آیت

۱۷۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین سیہ محمود آکوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

حیات شہداء کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے نظریات

ہے، اور متفقین نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے اور جسم اور روح کے ساتھ ہے لیکن ہم اس زندگی میں اس کا اور آگے نہیں کر سکتے، ان کا استدلال اس آیت سے ہے **عندنا جھجھجہ یومنا قوت**۔ مہین ان کے رب کے یہاں رزق دیا جاتا ہے، نیز صحت روحانی حیات میں شہداء کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ یہ حیات تو عام مسلمانوں کی جگہ کفار کو بھی مارنے کے بعد حاصل ہوتی ہے پھر ان کا دوسروں سے کیا امتیاز ہوگا؟ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات صحت روحانی ہوتی ہے اور ان کو رزق دیا جاتا اس کے منافی نہیں ہے، کیونکہ حسن سے مروی ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کی رُوحوں کو رزق ہمیشہ کیا جاتا ہے جس سے ان کو فرحت اور تسرت حاصل ہوتی ہے، جس طرح آل فرعون پر رجم و شام آگ پیش کی جاتی ہے جس سے ان کو تکلیف اور آذیت ہوتی ہے، سو رزق سے ماورے فرحت اور مسرت ہے، اور شہداء کو اپنی مسلمان رُوحوں سے صحت حیات میں اختیار نہیں ہے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب حاصل ہے اور جو ان کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں خصوصی عزت اور وجاہت حاصل ہوگی اس سے ان کا باقی مسلمانوں سے امتیاز ہوگا۔

مخفی ہے شہداء کی حیات کا مطلق انکار کیسے اور اس آیت کا مطلب بیان کیا ہے کہ شہداء کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا اور ان کو ابھی جمادی بدھ نے گی اور بعض متزلزل نے یہ کہا ہے کہ حیات سے مراد یہ ہے کہ ان کا ذکر زندہ رہے گا اور دنیا میں ان کی تزیین ہوتی رہے گی اور اسم سے متقول ہے کہ حیات سے مراد ولایت اور موت سے مراد اگر اسی ہے لیکن یہ کہہ کر شہداء گمراہ ہیں بلکہ وہ ہدایت پر ہیں، لیکن یہ تمام اقوال نہایت ضعیف ہیں بلکہ باطل ہیں اور شہداء کی حیات جسمانی کا قول ہی صحیح ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مجاہد، حسن، عمرو بن عبید، واصل بن عطاء، جہانی اور عسکریٰ کی ایک جماعت کا یہی عقار ہے۔

جو علماء شہداء کی جسمانی حیات کے قائل ہیں ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان کا وہی جسم زندہ ہوتا ہے جس کو قتل کیا گیا تھا یا وہ کسی اور جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں، جو علماء اس کے قائل ہیں کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس کو قتل کیا گیا تھا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس قتل شدہ جسم میں ایسی حیات پیدا کر دے جس کو دہرے سے ان کو احساس اور ادراک حاصل ہو جائے اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اجسام زمین میں مدفون ہیں اور کوئی تعریف نہیں کر رہے اور ان میں زندہ جہوں کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ **انتہاء بعیر تک** (یعنی قبر میں وصت کروں جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تم وہاں کی طرح سو جاؤ، حالانکہ ہم اس کا مشاہدہ نہیں کرتے کیونکہ بزرگ کے احمد اور واقعات ہمارے فریضوں اور ادراک و شعور سے بہت دور ہیں۔

جسمانی حیات کے بعض قائلین نے کہا کہ شہداء کی حیات ایک اور جسم کے ساتھ ہوتی ہے جو پرندوں کی صورت پر ہوتا ہے اور ان کی روح اس جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، ان کا دلیل اس حدیث سے ہے، امام عوارزلی، حیدرآباد، کعب بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی رُوحیں ہندوؤں کی صورت میں جنت کی تختیوں پر مسلط رہتی ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اعداد میں مشہدہ کے لیے جو سبز پزندوں کا ذکر ہے وہ بر بناؤ تشبیہ ہو یعنی یہ احسام برزخیہ اس قدر صفت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں کہ ان کو سبز پزندوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اور صورت کا عمومی صفت جو جیسا کہ اس حدیث میں ہے خلق آدم علی صورۃ الرحمن " آدم صورت رحمان پر پیدا کیا گیا ہے " یعنی رحمان کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے، اور حضرت ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جو آدم کی روح کے سبز پزندوں کے پوروں میں رہنے کو تشبیہ قرار دیا وہ اس کے ظاہری معنی کے اعتبار سے قاصر ہے جو بیان کیا ہے کہ سبز پزندوں سے مراد ان کے تیزی سے اڑنے کی صفت سے اس بنا پر یہ اشکال لازم نہیں آئے گا کہ ایک جسم کے ساتھ دو درو میں متعلق ہو گئیں ایک پزندہ کی روح اور ایک شہید کی روح، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شہید کی روح منقسم پزندہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے، کیونکہ ارواح انتہائی لطیف ہوتی ہے اور ان میں کسی جسم کی صورت اختیار کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل نے حضرت وحیہ کلبیہ کی شکل اختیار کر لی تھی، رہا یہ کہنا کہ دنیاوی جسم جو جو سیدہ ہو جاتا ہے جس کے اجزاء بکھر جاتے ہیں اور جس کی ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے، شہید کا وہی جسم زندہ رہتا ہے تو ہر چند کہ اس جسم کا زندہ لکنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے لیکن اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور اس میں شہید کی کوئی فضیلت اور عظمت ہے، بلکہ اس کی وجہ سے ضعیف الایمان مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اتنے سال پہلے شہید ہوا تھا اور اس کے جسم کے زخم اب بھی تروتازہ ہیں اور اس کے زخم سے پٹی پٹائی تو اسی طرح خون بہ رہا تھا تو یہ محض قصہ کہانیاں اور افتانات ہیں۔

شہدہ کی حیات جسمانی میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر کے باوجود ہمیں علامہ آلوسی عظیم علم و فضل

کی اس رائے سے اختلاف ہے کیونکہ یہ امر تسلسل اور تواتر سے منقول ہے کہ کسی وجہ سے بعض شہدہ کی قبریں ایک بڑے عرصہ کے بعد کھلی گئیں اور ان کے اجسام اسی طرح تروتازہ پائے گئے اور ان کے زخموں سے اسی طرح خون برس رہا تھا،
 علامہ قاری لکھتے ہیں:

عن مالک عن عبد الرحمن بن عبد اللہ
 بن صعصعۃ انه بلغه ان عمر بن الجوح
 وعبد اللہ بن عمرو والنصاریین کما نکانا قد
 حفرو السیل قبرہما وكان قبرہما مایلی
 السیل وكانتا فی قبر واحد وھما منمن
 استشهد یوم احد فحفرو عنھما لیغیرا
 من مکانھما فوجد الھدیغیرا کانما ماتا

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انھیں عبد الرحمن بن
 عبد اللہ بن صعصعہ سے یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرو بن الجوح
 انصاری اور حضرت عبد اللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ
 عنہما ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا،
 یہ دونوں جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں
 مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی
 جاسکے، جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر

۱۔ علامہ ابن القفل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۰۰ھ راجع المعانی ج ۳ ص ۲۲۔ ۲۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

بالامس وكان احدها قد جرح —
 — وینہ علی جرحہ فدفن وهو
 كذا لك فاميطت يد عن جرحه ثم ارسلت
 فرجعت كما كانت وكان بين احد وبين
 الحضر عنهما ست واما بعون سنة ١٤
 امام مالک کی یہ روایت بہ کی روایت پر راجح ہے۔

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال دفن مع ابي
 رجل يوم احد فلم تطب نفسي حتى اخرجته
 ودفنته على حرة وعن جابر قال فاستخرجته
 بعد ستة اشهر ما اذا هو كيوم وضعته هنية
 غيوانه ١٤

ایک اور سند سے امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال دفن ابي مع رجل فكان
 في نفسي من ذلك حاجة فاخرجته بعد
 ستة اشهر فما انكرت منه شيئا الا
 شعيرات كن في لحيته مما يلي الارض ١٤

ہیں، اس لئے کہ یہ گنا تھا جیسے کہ لیت ہرے ہوں،
 ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ
 اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر
 تھا جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی
 طرح زخم پر آگیا، غزوہ امد اور اس قبر کو کھودنے کے بعد ان چالیس سال کا دور تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے
 ہیں کہ غزوہ احد کے دن میرے والد کے ساتھ ایک
 شخص کو دفن کیا گیا، میں اس سے خوش نہیں ہوا، حتیٰ کہ
 میں نے اپنے والد کو اس قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا
 حضرت جابر کہتے ہیں میں نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد نکالا
 تھا اور ان کے کان کے سوا ان کا پورا جسم اسی طرح ترڑا
 تھا جیسے ابھی دفن کیا ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے
 والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا، اس سے میرے
 دل میں کچھ بات تھی پھر میں نے چھ ماہ کے بعد اپنے
 والد کے جسم کو نکالا تو ان کا ڈاڑھی کے چند بالوں کے
 سوا جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے، باقی پورا جسم
 اسی طرح تازہ تھا۔

خیال رہے کہ حضرت جابر کے والد، حضرت عبد اللہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔

ان قوی آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ بسا اوقات شہداء کے یہ دنیاوی اجسام باقی رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان اجسام کو زندہ
 رکھتا ہے اور گلے سرفے سے محفوظ رکھتا ہے اور مرد زمانہ کے باوجود یہ اجسام اسی طرح تازہ رہتے ہیں اور ان
 کے زخم اسی طرح خون آلود رہتے ہیں البتہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں جو مسلمان قتل کیے جاتے

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۷۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ طمان، ۱۳۹۰ھ

۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ متوفی ۲۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۸-۵۷، مطبوعہ نشر السنۃ طمان

ہی کچھ مر کے بعد ان کے اجسام ہولی جاتے ہیں اور پھٹ جاتے ہیں اور ان سے بڑھ کر کہتے تھے ہے، ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی حیات جسمانی اس دنیاوی جسم کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیاوی جسم کے بدلہ ان کو کوئی اور جسم دے دیا ہے جو ان کے دنیاوی جسم کی شکل ہے۔

شہداء کی حیات جسمانی کے سلسلہ میں تمام احادیث اور آثار کو سامنے رکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کے درجات اور ارتبہ اعتبار سے شہداء کی حیات جسمانی کے متعدد اعتبار ہوتے ہیں، صحابہ کرام اور دوسرے مغربین اور صحابین اگر شہید ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اسی جسم کے ساتھ زندہ رکھتا ہے، اور بعض شہداء کو جسم مثالی عطا فرماتا ہے کیونکہ جو مسلمان اللہ کی راہ میں ایک چیز خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی دس مثلیں عطا فرماتا ہے تو اس لیے ہو سکتا ہے کہ جب شہداء اللہ کی راہ میں اپنے جسم کو خرچ کریں اور وہ جسم قتل کے بعد بوسیدہ اور مٹی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس طرحی کئی اجسام مثالی عطا فرمادے، اور بعض شہداء کی روحوں کو اللہ تعالیٰ سبز ہیزندوں کی صورت میں مثل فرمادیتا ہے جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی صراحت ہے اور بعض شہداء کی رو میں سبز ہیزندوں کے پوتوں میں اثراتی پھرتی ہیں، جنت کی کابا ریوں میں پھرتی ہیں اور عرش کے نیچے تفریوں میں گھٹی رہتی ہیں اور اس سلسلہ میں بجز امت احادیث ہیں۔ والحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین۔

سردوں پر پیرہ دینے اور جہاد کی فضیلت

بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالرِّبَاطِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر یہ سوال کیا کہ لوگوں میں سے کون سا شخص افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے، اس نے پوچھا اس کے بعد پھر کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جو پیرہ دہن میں افضل ہے جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو وہ لوگوں کو اپنے خیر سے محظوظ رکھے اور اپنے رب عزوجل کی عبادت کرے۔

۴۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مَرْجَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْرَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلَاءِ بْنِ يَزِيدَ النَّخَعِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْأَخْفِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمْيُّ النَّاسِ أَحْضَلُ فَكَانَ رَجُلًا يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ قَالَ فَمَنْ قَالَ قَالَ مُؤْمِنٌ فِي شَيْبٍ مِنَ النَّعَابِ سَعِيدُ اللَّهِ مَا بَدَا وَيَدُ حِمِّ النَّاسِ مِنْ شَيْبِهِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا وہ مؤمن جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے اس

۴۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَبِيبٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ عَلَاءِ بْنِ يَزِيدَ النَّخَعِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْأَخْفِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

نے پھاڑا کہہ کر نکلے گا، آپ نے فرمایا پھر وہ شخص ہے جو
پھاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں تنہا بیٹھ کر اللہ کو یاد
کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے
درجل فی شعب ثور، جل - نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی بہترین زندگی
کا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص گھوڑے کی نگام پکڑ کر اللہ کی
راہ میں نکل جائے وہ اس کی پشت پر اڑا جا رہا ہو جس طرف
دشمن کی آہٹ یا خون محسوس کرے اسی طرف گھوڑے
کارخ کر دے اور قتل یا موت کی تلاش میں نکل جائے،
یا اس آدمی کی زندگی بہتر ہے جو چند بکریاں لے کر پھاڑ
کی کسی چوٹی یا کسی داوی میں نکل جائے وہاں نماز پڑھے
زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے حتیٰ کہ
اسی حال میں اس کو موت آئے اور بھلائی کے سوا وہ
لوگوں کے کسی معاملہ میں نہ پڑے۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس
میں من ہذا الشعب کا لفظ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی حسب سالی ہے اور
اس میں فی شعب من الغناب کے الفاظ ہیں۔

مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ ثُمَّ مَنْ
قَالَ ثُمَّ رَجُلٌ مُّغْتَرِلٌ فِي شَعْبٍ مِنَ الشَّعَابِ
يَعْبُدُ رَبَّهُ وَيَدْعُرُ النَّاسَ مِنْ شِرِّهِ ۝

۴۶۳ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَبْدٍ الرَّحْمَنُ
الدَّائِرِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فَقَالَ وَرَجُلٌ فِي
شَعْبٍ وَ لَمْ يَقُلْ ثُمَّ رَجُلٌ ۝

۴۶۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَارِيْمٍ عَنْ أَبِيهِمْ عَنْ
بَعْجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مِنْ خَيْرِ مَعَايِشِ النَّاسِ
لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
يَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَرَعَةً طَارَ
عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَطْلَأَةً أَوْ رَجُلٌ فِي
عُنَيْمَةٍ فِي رَأْسِ شَعْفَةٍ مِنْ هَذِهِ الشَّعْفِ أَوْ بَطْنِ
وَادٍ مِنْ هَذِهِ الْأَوْدِيَةِ يُقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُعْطِي الزَّكَاةَ
وَيُعْبُدُ رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ
إِلَّا فِي خَيْرٍ ۝

۴۶۵ - وَحَدَّثَنَا هُثَيْبُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ
عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي حَارِيْمٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَائِرِيُّ (كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَارِيْمٍ
بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ عَنْ بَعْجَةَ بِنِ عَبْدِ اللَّهِ
بِئْسَ بَدْرًا وَقَالَ فِي شَعْبَةٍ مِنْ هَذِهِ الشَّعَابِ خِلَافَ
رِوَايَةِ يَحْيَى ۝

۴۶۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
وَالْحُسَيْنُ بْنُ حَرْبٍ قَا بُو كُرَيْبٍ قَا لَوْ أَحَدٌ تَنَا وَكَيْفَ
عَنْ سَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ بَعْجَةَ بِنِ عَبْدِ اللَّهِ
الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي حَارِيْمٍ ۝

marfat.com

فی تعقیب بین العقاب۔

شہر میں رہ کر اجتماعی اور تمدنی زندگی گزارنا افضل ہے یا پہاڑ کے دامنوں گھاٹیوں اور
وادیوں میں خلوت گزینی افضل ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اس باب کی احادیث میں شہروں کی اجتماعی اور تمدنی زندگی پر جنگوں اور پہاڑوں کے
دامنوں اور گھاٹیوں میں زندگی گزارنے کی فضیلت کا بیان ہے، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف مشہور ہے، امام شافعی
اور جہر قطبہ کا مسلک یہ ہے کہ اجتماعی اور تمدنی زندگی خلوت گزینی سے افضل ہے۔ بشرطیکہ شہروں کی اجتماعی زندگی
یہ فتویٰ سے سلامت رہنے کی امید ہو، ان احادیث کی بنا پر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ خلوت گزینی افضل ہے،
جہر علماء ان احادیث کو جنگ اور فتوں کے زمانہ پر محمول کرتے ہیں (جیسا کہ زبیر کے دور میں واقعہ حرہ کا فقہ
تھا، مسلم بن عقبہ مدینہ میں ہر شخص کے سر پر تلوار لے کر گھڑا ہوا جاتا کہ میرے ہاتھ پر زبیر کی بیعت کرو کہ تم زبیر
کے ظلم پر غم نہ کرو، وہ قتل کروے یا بیع ڈاڑھے اور شخص یہ بیعت نہ کرنا اس کو قتل کر دینا، اس وقت بہت
سے صحابہ اور اخیات تابعین پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے۔ سیدی فضلہ) انبیاء علیہم السلام، جہر صحابہ اور فقہاء تابعین
علماء اور بزرگوں سے مل جل کر رہتے تھے اور تمدنی زندگی کے فائدہ حاصل کرتے تھے، جتنا پانچ وقت کی نماز
کا جماعت سے پڑھنا، جمعہ اور عید ادا کرنا، نماز جنازہ پڑھنا، مریضوں کی عیادت کرنا، ذکر و تکرار کے حلقے قائم کرنا،
علم پڑھنا اور پڑھانا، دینی کتب کی تصانیف اور اشاعت کرنا، مظلوموں کے حقوق کے لیے وادری کا انتظام کرنا،
حدود و تعزیرات کا نظام، زکوٰۃ کا نظام اور حج اور عرو کا بندوبست، اسلام کے یہ تمام احکام شہر میں اجتماعی اور تمدنی
زندگی کا تقاضا کرتے ہیں اور بغیر کسی ناگزیر وجہ کے اسلام میں خلوت گزینی کی اجازت نہیں ہے۔ لہ

بَابُ بَيَانِ الرَّجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدَهُمَا قَاتِلٌ وَأُخْرَىٰ مَقْتُولٌ كَيْفَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں
کی طرف دیکھ کر مشتاسب ہے، کیونکہ ایک آدمی دوسرے
کو قتل کرنے کا اور یہ دونوں جنت میں داخل ہو جائیں
گے، صحابہ کلم نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟
آپ نے فرمایا ایک شخص دو دغا میں شریک یا جائے گا، جہر شافعی

۴۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ النَّبَخِيُّ
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَدْنَانَ الْقَيْطَانِيُّ عَنِ
أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا
الْآخَرَ يَوْمَئِذٍ هُمَا يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ فَتَقَالُ لِكُلِّ
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَقْتُلُ هَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

لہ۔ علامہ بیہقی بن حضرت نووی متوفی ۶۷۲ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ دار محمد اہم المطابع کراچی، ۱۳۰۶ھ

عَرَّ وَجَلَّ فَيُسْتَشْهِدُ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْقَاتِلِ
فَيُسَيِّلُهُ فَيُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَمْرًا وَجَمَلًا
فَيُسْتَشْهِدُ

اس کے قاتل کو توبہ کی توفیق دے گا، وہ اسلام قبول کر
کے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرے گا اور شہید ہو جائے گا،
جیسا کہ حضرت حمزہ اور وحشی رضی اللہ عنہما۔
ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول
ہے۔

۲۶۶۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدُهَيْبُ

بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ .

۲۶۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا

عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مَنِيَةَ

قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْحَبُ اللَّهُ

لِرَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ كِلَاهُمَا يَدْخُلُ

الْجَنَّةَ قَالُوا كَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَقْتُلُ هَذَا

فَيَلْبِسُ الْجَنَّةَ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْآخَرَ فَيَهْدِيهِ

إِلَى الْإِسْلَامِ ثُمَّ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُسْتَشْهِدُ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ دو شخصوں
کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے ان میں سے ایک شخص دوسرے
کو قتل کرے گا اور وہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے
صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کس طرح ہو گا؟ آپ
نے فرمایا یہ شخص قتل کیا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہو گا
پھر اللہ تعالیٰ اس دوسرے شخص کو اسلام کی ہدایت فرمائے گا
وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا اور شہید کر دیا جائے گا۔

۱۱ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ہنسنے سے مراد انسانوں کی متعارف ہنسی نہیں ہے کیونکہ اس ہنسی کا محل اجسام
ہوتے ہیں اور وہ چیزیں ہوتی ہیں جن میں تیز راہ پاسکے، یہاں ہنسی سے مراد ہے، ان دونوں کے فعل پر اللہ تعالیٰ
کا راضی ہونا، ان کو ثواب عطا کرنا، ان کی تعریف و تحسین کرنا اور اللہ کے رسولوں کی ان سے محبت کے ساتھ ساتھ
کرنا، نیز یہ بھی ہو سکتا ہے اللہ کی ہنسی سے مراد یہاں پرفرشوں کی ہنسی ہو۔ کیونکہ بعض اوقات فرشتوں کے افعال
کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی جاتی ہے۔

بَابُ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا ثُمَّ سَدَّدَ

کافر کو قتل کرنے کے بعد نیک عمل پر قائم

رہنا۔

۲۶۸۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَ

عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (رِيعُونُ

ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ وَعَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا

يُجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر اور اس
کو قتل کرنے والا مسلمان جہنم میں کبھی ملے گا نہیں دیں گے۔

۲۶۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بَيَانٌ كَرِهْتُمْ فِيهِ

حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاذٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو
الْقَيْسِيِّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَبَدِ عَرَفِي
فَأَحْمِدُنِي فَقَالَ مَا عِنْدِي فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ
اللَّهُ أَنَا أَذْكَهُ عَلَى مَنْ يَحْمِلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ
أَجْرٍ فَأَعْلَمَهُ -

کہ عرض کیا، یا رسول اللہ میرا جانہ جانے ہو گیا، آپ مجھے
جانہ پر سوار کر دیجئے، آپ نے فرمایا میرے پاس کون
سواہی نہیں ہے، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں
آپ کو ایسا شخص بتانا ہوں جو اس کو سوار کر دے گا، آپ نے
فرمایا جو شخص کسی نیکی کا راستہ بتائے گا، اس کو جی نیکی کرنے
دائے کا اجر ملے گا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں۔

۴۷۸۵ - وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ اخْبَرَنَا
عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ - وَحَدَّثَنِي يَشْرُبُنُّ خَالِدٌ اخْبَرَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ
بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اخْبَرَنَا سَفِيَانُ
كُلَّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْاِسْتِثْنَاءِ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے اگر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا
میرا جہاد کرنے کا ارادہ ہے اور میرے پاس جہاد کا سہارا
نہیں ہے، آپ نے فرمایا: فلاں شخص کے پاس جہاد اس
نے جہاد کا سامان تیار کیا تھا لیکن وہ بیمار ہو گیا، وہ آدمی
اس شخص کے پاس گیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نعمت کر سلام کہا ہے اور فرمایا ہے تم مجھ کو وہ سلام مجھے
دو جو تم نے پہلے کیا ہے اور اس میں سے کون چیز ہے پاس رکھو۔
انھوں نے کہا ہے لال! اس کو وہ چیز ہے جو میں نے تیار کیا ہے
اور اس سے کچھت رکھو بخدا! انھوں نے اس میں سے کون چیز
اپنے پاس رکھی تو اس میں بکھ جیسا ہوگا۔

۴۷۸۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا قَائِمٌ عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ رَوَى
اللَّفْظَ لَهُ - حَدَّثَنَا بَهْرٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ
حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ قَتِيْبًا مِّنْ
اِسْلَمَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ الْغَزَا وَكَيْفَ
مَعِيَ مَا أَتَجَهَّرُ قَالَ أَتَيْتَ قُلْدًا قَاتًا قَدْ كَانَ
تَجَهَّرَ فَمِرَضَ قَاتًا فَقَالَ إِنْ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ أَعْطِنِي
الَّذِي تَجَهَّرْتَ بِهِ فَقَالَ يَا قُلْدَانُ أَعْطِنِي الَّذِي
تَجَهَّرْتَ بِهِ وَلَا تَحْبِسْنِي عَنْهُ شَيْئًا قَوْلًا لَّهِ لَا
تَحْبِسْنِي مِنْهُ شَيْئًا فَيَبْهَأَ لَكَ لِيكَ فَيُرِي -

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمھیں
اللہ کے راستہ میں کسی قاتلی کو سلام نہ کیا کرتا اس لئے
جہاد کیا اور میں تمھیں نے قاتلی کے گھر کو اچھو نہ کرے بلکہ تو

۴۷۸۷ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو
الطَّاهِرِ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ وَقَالَ
سَعِيدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو
بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بَكْرِ بْنِ الْأَكْثَمِ عَنْ بُنَيٍّ بْنِ
سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ

Marfat.com

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ جَعَلَ
عَائِزِيًّا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَهُ فِي
أَهْلِهِ يَحْتَسِبْ فَقَدْ غَزَا -

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس
شخص نے کسی مجاہد کے لیے سامان مہیا کیا اور جس نے
مجاہد کے گھر کو دیکر مجال رکھی اس نے بھی جہاد کیا۔

۴۷۸۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الرَّزَّازِيُّ فِي حَدِيثِنَا
يُزَيْدُ بْنُ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ رُفَيْعَ بْنَ حَدَّادَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنَ بْنِ الْمُعَلِّمِ
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ تَرِيذِ بْنِ
تَمَّالَةَ الْجَمْعِيِّ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ جَعَلَ عَائِزِيًّا فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ
عَائِزِيًّا فِي أَهْلِهِ فَقَدْ غَزَا -

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزویان دیر ہڈیل
کی ایک شاخ ہے، ایک طرف ایک لشکر روانہ کیا اور فرمایا
ہر (گھر کے) دو دروں میں سے ایک در نکلے اور وہاں
دو دروں کو ملے گا۔

۴۷۸۹ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا
إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيْبَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى الْمُهَرَّبِيِّ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا إِلَى بَنِي لُحَيَّانَ مِنْ هُدَيْلٍ
فَقَالَ لِيُنْبِئُكَ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا وَالْآخَرُ
بَيْنَهُمَا -

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، اس
کے بعد حسب سابق ہے۔

۴۷۹۰ - وَحَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ اسْحَقَ بْنِ مَنْصُورٍ لَقِينَا
عَبْدَ الصَّمَدِ رِيفِيَّ ابْنَ عَبْدِ الْأَوْسَاءِ قَالَ مِمَّغْتِ
أَبِي يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ يَحْيَى حَدَّثَنَا
أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى الْمُهَرَّبِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا
بِهَمَّانَ -

اہم مسلم نے اس حدیث کا ایک اور سند ذکر کر کے۔

۴۷۹۱ - وَحَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ اسْحَقَ بْنِ مَنْصُورٍ لَقِينَا
عَبْدَ الصَّمَدِ رِيفِيَّ ابْنَ عَبْدِ الْأَوْسَاءِ قَالَ مِمَّغْتِ
أَبِي يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ يَحْيَى حَدَّثَنَا
أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى الْمُهَرَّبِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا
بِهَمَّانَ -

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزویان کی طرف ایک
لشکر روانہ کیا اور فرمایا ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی

۴۷۹۲ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا
عَبْدَ اللَّهِ بْنِ رَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَنْ وَبْنِ الْحَارِثِ
عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ

مَوْلَى الْمَهْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى بَنِي لُحْيَانَ لِيُخْرِجَهُمْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ أَيُّكُمْ خَلَفَ النَّخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ يَخْبِيهِ كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ النَّخَارِجِ.

جائے لہ فرمایا تم میں سے جو شخص بھی دہاؤں میں جاے گا اسے اہل دہاؤں کا دیکھ بھال کیے اور اس کے گھر اور اس کے مال کا نگہبانی کیے بیٹھے گا، اس کو جہاد کے لیے جانے والے شخص کا آدھا اجر ملے گا۔

مجاہدین کی عورتوں کی عزت اور ان میں نجاست کا گناہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھروں میں بیٹھنے والوں پر مجاہدین کی عورتوں کی عزت ان کی ماؤں کی عزت کی طرح ہے اور گھروں میں بیٹھنے والوں میں سے جو شخص مجاہدین کے گھر بار کی دیکھ بھال رکھے اور پھر اس میں نجاست کرے تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کے عمل میں سے جو چاہے گا اسے لے گا اب تمہارا کیا خیال ہے؟

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد حسب سابق ہے۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے مجاہد سے کہا جائے گا کہ تم اس کی نیکیوں میں سے جو چاہو لے لو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اب تمہارا کیا خیال ہے؟

معدوروں سے فرضیت جہاد کا ناقص ہونا

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے

بَابُ حُرْمَةِ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ وَإِثْمُ مَنْ خَانَ فِيهِنَّ

۴۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بِنِ مَرْثَدٍ عَسَنَ سَلِمَانَ بْنِ بَرِيدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ فَيَخُونُهُ فِيهِمْ إِلَّا وَقِفَلَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهِ مَا شَاءَ كَمَا ظَنَنْتُمْ.

۴۹۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْثَدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِدْمَرَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَلْقَمَةَ بِنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بَرِيدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَبِيعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ.

۴۹۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَعْنَبِ عَنْ عَلْقَمَةَ بِنِ مَرْثَدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فَقَالَ أَخَذَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ مَا شِئْتِ فَالْتَقَتِ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَمَا ظَنَنْتُمْ.

بَابُ سُقُوطِ فَرِيضِ الْجِهَادِ عَنِ الْمَعْدُورِينَ

۴۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّوْفَلِيِّ حَدَّثَنَا

(ترجمہ) کہ گھر بیٹھے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مسلمان برابر نہیں ہیں کی تفسیر میں حضرت برادر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک شانہ کی ہڈی لے کر آئیں اور اس پر یہ آیت لکھ دیں، اس موقع پر حضرت ابن ام مکتوم نے اپنی نابینائی کی شکایت کی، تب اس آیت کے بعد غیر اولی الضرہا، "ماسوا منذروں کے" یہ الفاظ نازل ہوئے، ایک اور سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں اس کی مثل مروی ہے، حضرت زید بن ثابت سے ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے

بِقَابِ (وَاللَّفْظُ لَابْنِ الْمُتَّقِي) قَالَ أَحَدُنَا مِمَّا مَعَهُ
 نَحْنُ جَعَلْنَا حَدَّثَنَا عَنْ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ أَنَّ سَمِعَ
 الْمَوَءَاءَ يَقُولُ فِي هَذِهِ الْأَيَّةِ لَا تَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ
 مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَمَرَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا أَنْ يَكْتُبَ
 يَكْتُبُ يَكْتُبُهَا فَشَكَاَ الْبُرَّاءُ ابْنَ الْأَعْمَى
 فَتَرَكْتُ لَا تَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 غَيْرَ أُولِي الضَّرَبِ قَالَ ثَعْبَةَ وَأَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ
 ابْنِ أَبِي هَيْمٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فِي
 هَذِهِ الْأَيَّةِ لَا تَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ
 الْمُؤْمِنِينَ يَخْلُفُ حَدِيثَ الْبُرَّاءِ وَقَالَ ابْنُ
 بَقَّارٍ فِي رِوَايَتِهِ سَعْدُ بْنُ ابْنِ أَبِي هَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ
 عَنْ رَجُلٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ -

حضرت برادر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "گھر بیٹھے والے مسلمان جہاد کرنے والے مسلمانوں کے برابر نہیں ہیں" تو حضرت ابن ام مکتوم نے آپ سے گفتگو کی، تب غیر اولی الضرہا، "ماسوا منذروں کے" یہ الفاظ نازل ہوئے۔

۴۶۹۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بَشِيرٍ
 عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو سُهَيْبٍ قَالَ قَالَ لَنَا
 تَرَكْتُ لَا تَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ كَلِمَةً
 ابْنِ الْأَعْمَى فَتَرَكْتُ غَيْرَ أُولِي الضَّرَبِ -

ف: اس باب کی احادیث میں یہ ثبوت ہے کہ جہاد فرض کفار ہے اور اس میں ان لوگوں کا مدد ہے جو کہتے ہیں کہ جہاد رسالت میں جہاد فرض میں تھا اور اب فرض کفار ہے، حقیقت یہ ہے کہ جہاد جب سے مشروع ہوا ہے فرض کفار ہے۔

شہید کے لیے جنت کا ثبوت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو میرا کہاں ٹھکانا ہوگا؟ فرمایا جنت میں، اس شخص کے ہاتھیں جو کھجوریں تھیں اس نے ان کو پھینکا اور پھر لڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا اور سید کی روایت میں یہ ہے کہ اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ احد میں یہ سوال کیا تھا۔

بَابُ ثُبُوتِ الْجَنَّةِ لِلشَّهِيدِ
 ۴۶۹۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو وَالْأَشْعَثِيُّ وَ
 سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ (وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ) أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ
 سَعِيدَانِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ
 ابْنِ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ قُتِلْتُ قَالَ فِي الْجَنَّةِ وَ
 قَالَ نَفْسِي تَسَامِيَةٌ كُنْتُ فِي يَدِهِ نَفْسٌ قَالَ كَيْفَ قُتِلْتُ
 وَفِي حَوَائِثِ سُوَيْدٍ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ -

۴۶۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي النَّبَيْتِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنَابِلٍ الْمُصَنِّبِيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى (يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ) عَنْ زَكَرِيَّا عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي النَّبَيْتِ قَبِيلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَقَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمِلَ هَذَا يَسِيرًا وَأُجِدَ كَثِيرًا -

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک قبیلہ بنو نبیت سے ایک شخص میں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بلاشبہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر میدان میں آگے بڑھ کر اس نے لڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ قتل کر دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے عمل کم کیا اور اس کو اجر زیادہ دیا گیا۔

۴۸۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ وَهَارُونَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَالْفَاظِلُ بْنُ مَتْقَارِبَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ الْمُغِيرَةِ) عَنْ قَابِطِ بْنِ أَبِي مَالِكٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُسَيْبَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عَيْرُ أَبِي سُفْيَانَ فَجَاءَ وَقَافِي الْبَيْتِ أَحَدًا غَيْرِي وَغَيْرِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا أَدْرِي مَا اسْتَعْنَى بَعْضُ نِسَائِهِ فَسَأَلَ فَحَدَّثَهُ الْحَدِيثُ قَالَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمَ فَقَالَ إِنَّا لَنَأْتِلِبُهُ فَمَنْ كَانَ ظَهْرُهُ حَاضِرًا فَلْيَرْكَبْ مَعَنَا فَجَعَلَ رِجَالٌ يَسْتَأْذِنُونَهُ فِي ظَهْرِهِمْ فِي عَلْوِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَوْلَا مَنْ كَانَ ظَهْرُهُ حَاضِرًا أَفَأَنْطَلِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ حَتَّى سَبَقُوا الْبَشِيرِ كَيْنَ إِلَى بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِكُونَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْدِرُ مِنْ أَحَدٍ مِنْكُمْ إِلَى شَيْءٍ حَتَّى أَكُونَ أَنَا دُونَكَ فَسَأَلَ الْمُشْرِكُونَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان کی خبر لانے کے لیے بسیرہ کو جاسوس بنا کر بھیجا، جس وقت وہ واپس آیا تو گھر میں میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں تھا، (راوی کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت انس نے آپ کی اطلاع میں سے کسی کا استئذان کیا تھا، حضرت انس کہتے ہیں کہ اس جاسوس نے آکر اپنی رپورٹ ہمیں کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا: ہمیں ایک چیز کی طلب ہے جو جس کے پاس ساری ہے وہ ہمارے ساتھ سوار ہو کر چلے کچھ لوگوں نے دینے کی چڑھائی سے اپنی سواریاں لانے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا: نہیں صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جن کی سواریاں یہاں موجود ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے، اصحاب چل پڑے اور مشرکین سے پہلے بدر پہنچ گئے، اور مشرکین بھی آ پہنچے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میں نہ کہوں تم میں سے کوئی مشرک نہ ہو، پر پہنچی قدمی نہ کرے، جب مشرکین تشریف لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جنہد کی طلب ہے

فَوَدَّوْا اِلَىٰ حَبَّةٍ عَرَضَتْهَا السَّمَوَاتُ وَالْاَرْضُ مَنْ قَالَ
 يَقُولُ عَمْرُو بْنُ الْاَحْكَامِ الْاَكْبَادِيُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
 حَبَّةٌ عَرَضَتْهَا السَّمَوَاتُ وَالْاَرْضُ مَنْ قَالَ تَعَمَّرَ
 قَالَ بَعْرُ بَعْرٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَا بَعْرٌ عَلَيْكَ عَلَىٰ قَوْلِكَ تَبْعُ بَعْرٌ قَالَ لَا وَاللّٰهِ
 يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَلَا جَاءَكَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ
 قَا تَاكَ مِنْ اَهْلِهَا فَاتَّخَذَ تَمْرًا مِنْ اَبْنِ قَرِيْبِهِ فَجَعَلَ
 يَأْكُلُ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ لِيَنْ اَنَا حَبِيْبٌ حَتّٰى اُحْكِلَ
 تَمْرًا قِيًّا هٰذَا وَانْتَهَا الْكَلِمَةُ طَوِيْلَةٌ قَالَ قَرِيْبِي
 يَمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى
 قُتِلَ .

بن حوام انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! جنت کا عرض آسمان
 اور زمین ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس کا لکڑی کی
 کھوپڑی کی طرح ہے، اس نے کہا: یا رسول اللہ! انہما میں سے
 یہ کھراس امید سے کہا ہے کہ میں جنت کا اہل ہو جاؤں!
 آپ نے فرمایا بلاشبہ تم اہل جنت میں سے ہو، حضرت
 عیسیٰ نے اپنے ترحش سے کچھ گھوڑیں نکال کر انہیں کھانا
 شروع کیا، پھر کہا اگر میں ان گھوڑوں کو ختم کرنے تک
 زندہ رہا تو زمانگی بڑی لمبی ہو جاوے گی، دوسری جنت ملنے
 میں دوسرے ہو جائے گی، پھر اس نے ان گھوڑوں کو پھینکا
 اور ڈالیا میں گھس گیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔

ف: سبحان اللہ! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ کون جنتی ہے اور کون
 نہیں ہے۔

۴۸۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ
 وَكُثَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَالثَّقَفِيُّ لِيَحْيَى (قَالَ
 قُتِيْبَةُ حَدَّثَنَا قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ
 سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْفِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ
 عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي وَهُوَ
 يَحْضُرُ الْعَدُوَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
 اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتِ ظِلِّ الشَّوْبِ
 فَعَامَ رَجُلٌ رَدَفَ الصَّيْفَةَ فَقَالَ يَا اَبَا مُوسَى اَهْمَتْ
 سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ
 هٰذَا قَالَ تَعَمَّرَ قَالَ فَرَجَعْنَا اِلَى اَصْحَابِنَا فَقَالَ
 اَقْرَأْ هٰذِكُمْ السَّلَامَ ثُمَّ كَسَّرَ جَفْنَ سَيْفِهِمْ فَاَلْقَاهُ
 ثُمَّ مَشَى بِسَيْفِهِمْ اِلَى الْعَدُوِّ فَصَرَبَ بِهِ حَتّٰى
 قُتِلَ .

حضرت عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے
 ہیں کہ وہ دشمن کے سامنے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جنت کے دروازے شواہب
 کے سامنے تلے ہیں، یہ سن کر ایک خستہ حال شخص کھڑا
 ہو کر کہنے لگا: اے ابو موسیٰ! کیا تم نے رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی ہے، انہوں نے کہا
 ہاں، یہ سن کر وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہنے
 لگا میں تو کہ اسلام علیکم کہتا ہوں، پھر اس نے اپنی تلوار کی
 نایم توڑ کر سپیک دی اور اپنی تلوار سے کرشموں میں
 گھس گیا حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا۔

۴۸۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا
 عَقَابُ حَدَّثَنَا سَعْدًا أَخْبَرَنَا قَابِطٌ عَنْ اَنَسِ
 بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَنَا مَنْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر
 ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ چند آدمی بیچ دیئے جو

وَسَلَّمَ فَقَالُوا أَنْ ابْعَثْ مَعَنَا بِجَالٍ يَعْلَمُونَ
 الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ سَبْعِينَ رَجُلًا
 مِنْ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرْآنُ آءُ فِيهِمْ خَالِي حَرَامٌ
 يُقْرَأُونَ الْقُرْآنَ وَيَتَدَارَسُونَ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُونَ
 وَكَانُوا بِاللَّيْلِ يَجِيئُونَ بِالْمَاءِ فَيَضَعُونَهُ فِي
 الْمَسْجِدِ وَيَحْتَطِبُونَ فَيَبِيعُونَهُ وَيَشْتَرُونَ بِهِ
 الطَّعَامَ لِأَهْلِ الصُّفَّةِ وَالْفُقَرَاءِ فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَعَرَضُوا لَهُمْ فَقَالُوا
 قَبْلَ أَنْ يَبْلُغُوا الْمَكَانَ فَقَالَ اللَّهُمَّ بَدِّعْنَا
 نَبِيَّنَا أَتَقَدَّرُ لِقِينَا لِقِينَا عَنْكَ وَرَضِيَتْ
 عَنَّا قَالَ وَأَفِي رَجُلٍ حَرَامًا خَالَ أَنَسٍ مِنْ
 خَلْفِهِ فَطَعَنَهُ بِرُمِحٍ حَتَّى انْقَدَا فَقَالَ
 حَرَامٌ فُرْتُ وَرَأَيْتُ الْكَعْبَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا ضَعَابَ إِذَا إِخْوَانَكُمْ
 قَدْ قَاتَلُوا وَإِقَهُمُ قَالُوا اللَّهُمَّ بَدِّعْنَا نَبِيَّنَا
 أَتَقَدَّرُ لِقِينَا لِقِينَا عَنْكَ وَرَضِيَتْ
 عَنَّا

ہم کو سزا کی اور سنت کی تعلیم دی، سو آپ نے ان کے ساتھ
 ستر انصاری بھیجے جن کو قرآن کہا جاتا تھا، ان میں میرے طرف
 حضرت حرام بھی تھے، انصاری کے یہ لوگ قرآن مجید پڑھتے تھے
 یہ لوگ رات قرآن مجید کے درس، تدبیر اور تعلیم میں گزارتے
 اور دن میں مسجد میں پانی لاکر کھتے اور جنگل سے کڑیاں
 لاکر فروخت کرتے اور اس کے عوض اصحاب صفہ اور
 فقراء کے لیے کھانا خریدتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 انہیں کفار کی طرف بھیجا اور کفار نے منزل مقصود تک
 پہنچنے سے پہلے ہی ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا،
 اس وقت انہوں نے کہا: اے اللہ! ہماری طرف سے
 ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم نے تجھ سے
 ملاقات کر لی ہے اور تم مجھ سے راضی ہو گئے ہیں اور
 تم ہم سے راضی ہو گیا ہے۔ اس سانحہ میں ایک شخص نے
 پیچھے سے آکر میرے ماموں کے اس طرح نیزہ مارا کہ وہ
 آر پار ہو گیا اور میرے ماموں نے کہا رب کعبہ کا قسم میں
 کامیاب ہو گیا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تمہارے بھائی قتل کر
 دیے گئے اور انہوں نے کہا: اے اللہ! ہمارے نبی
 کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم نے تجھ سے ملاقات
 کر لی سو تم مجھ سے راضی ہو گئے اور تم سے راضی
 ہو گیا۔

۴۸۰۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا
 بَهْرٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ نَابِيتِ
 قَالَ قَالَ أَنَسُ عَيْبَى الَّذِي سَمِعْتُ بِهِ لَمْ يَشْهَدْ
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا قَالَ
 فَسَقَى فَلَئِنْ قَالَ أَوَّلُ مَشْهَدٍ شَهِدَا رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثَيْبُ عَنْهُ
 وَإِنْ آمَنَ فِي اللَّهِ مَشْهَدًا فِيمَا بَعْدَ مَعَ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَرَاهُ اللَّهُ مَا كُنْتُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے
 وہ چچا جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے وہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں حاضر نہیں
 تھے، اور یہ غیر حاضر ہی ان پر بہت شاق گزری تھی،
 انہوں نے کہا یہ پہلا معرکہ تھا جس میں رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم تھے اور میں نہیں تھا، غیر اسی کے بعد
 اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ لڑنے کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھائے گی

قَالَ قَهَابٌ أَنْ يَقُولَ غَيْرَهَا قَالَ كَشَّهْدَ مَعَهُ رَسُولِي
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعْمَ أَحِبُّ قَالَ فَاسْتَعْبَل
 سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ فَقَالَ لَهُ أَلَسْتَ يَا أَبَا عَمْرٍ
 آيْتَنَ فَعَسَى لَكَ دَاهِلُ الرِّبْرِجَةِ الْجَنَّةُ أَجْدُهُ
 دُونَ أَحِبُّ قَالَ فَقَاتَلَهُمْ حَتَّى قَتِلَ فَتَالَ
 فَوَجِدَ فِي جَسَدِهِ بَعْضَهُ وَكَمَا نُونٌ مِنْ بَيْنِ
 ضَرْبَتَيْهِ وَطَعْنَتَيْهِ وَرَمِيَّةٍ قَالَ فَقَاتَلَتْ أُخْتُهُ
 عَمِّيَّةُ الرَّبِيعِ بِنْتُ النَّضْرِ فَمَا عَرَفَتْ أَحْيَى
 إِلَّا بَيْتَانِيهِ وَتَوَلَّكَ هَذِهِ الْآيَةُ يَا جَاهِلُ
 صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا وَاللَّهُ عَلَيْكَ قَمِيمٌ مَنْ قَطَعَهُ
 نَجَبَةٌ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا
 قَالَ فَكَانُوا يَرُونَ أَنَّهُمْ أَنْزَلَتْ فِيهِ وَرَفِ
 أَحْصَاهُ -

کہ میں کیا کرتا ہوں، وہ ان کلمات کے علاوہ کوئی اور بات
 کہنے سے ڈرے، پھر زوداً آمد میں وہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے، ان کے سامنے سے حق
 سعد بن معاذ آ رہے تھے، حضرت انس (میرے چچا) نے
 کہا اے ابو عمرو کہاں جا رہے ہو؟ مجھے تو آمد پہاڑ
 کی جانب سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، پھر وہ غبار
 کے غلات لڑائی میں گھس گئے حتیٰ کہ شہید ہو گئے، ان
 کی لاش پر نواروں، نیزوں اور تیروں کے آٹھ سے
 زیادہ زخم تھے، پھر میری بھوپھی حضرت ربیع بنت نضر
 نے کہا میں نے اپنے بھائی کی لاشیں کو مرف ان کی پورٹ
 سے پہچانا تھا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ)
 "مسلمانوں میں سے جن ایسے لوگ ہیں جنہوں نے
 اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا، ان میں سے
 کوئی (جہاد میں شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا اور
 ان میں سے کوئی (ہتھیار) منتظر ہے اور ان لوگوں نے
 اپنے وعدے میں) کوئی تردد بدل نہیں کیا" (احزاب:
 ۳۳: ۲۳) صحابہ کرام کا یہ خیال تھا کہ یہ آیت حضرت انس
 اور ان کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

فت: اس باب کی احادیث میں شہداء کے لیے جنت کا ثبوت ہے، کسب حلال کی اور علم دین کے طلب پر صدقہ کرنے
 کی فضیلت ہے، اصحاب معشر کا ذکر ہے، یہ وہ فقراء اور غربا تھے جو مسجد میں نبوی میں رہتے تھے اور ان کے لیے
 مسجد کے آخر میں ایک چبوترہ بنا دیا گیا تھا جو مسجد سے علیحدہ تھا اس میں ایک ساتیان ڈال دیا گیا تھا، یہ لوگ دین کا علم حاصل
 کرنے کے لیے اس چبوترہ میں رہتے تھے، یہ اسلام میں پہلا دنیا ملک تھا، باقی ستر تقاریبوں کی شہادت کی تفصیل
 اور تحقیق اور اس کے تمام مباحث ہم شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کر چکے ہیں، اس باب کی احادیث میں کفار کے خلاف
 ماموری کرنے کا بیان ثبوت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا بیان ہے کہ کون شخص شہید ہوگا اور کون جنتی
 ہوگا اور مسجد میں طلباء کے لیے کمانے پینے کے لیے حدیث لانے کا بیان ہے۔

بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِكَلِمَةِ اللَّهِ هِيَ
 الْعَلِيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 ۳۸۰۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى بِأَنَّ

جو شخص دین کی سر بلندی کے لیے جہاد
 کرے اسی کا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔
 حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

جلد خامس

(وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُنْثَرِي) قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ
 حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا
 وَائِلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّ رَجُلًا
 أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
 يَا رَسُولَ اللَّهِ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْتَمِ وَالرَّجُلُ
 يُقَاتِلُ لِيَدِّكَ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيَدِي مَكَانًا فَمَنْ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِيَتَكُونَ كَلِمَةً اللَّهُ أَعْلَى
 فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے
 آکر کہا، یا رسول اللہ! ایک شخص مالِ نعمت کی خاطر لڑتا ہے،
 ایک شخص نامِ اُدری کے لیے لڑتا ہے، اور ایک شخص
 اظہارِ شجاعت کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ
 کے لیے لڑنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے دین کی سر بلندی
 کے لیے جہاد کرے وہی درحقیقت اللہ کی راہ میں جہاد
 کرنے والا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک
 شخص شجاعت کے لیے لڑتا ہے، ایک شخص تعصب کی
 وجہ سے لڑتا ہے اور ایک شخص نمود و نمائش کے لیے
 لڑتا ہے، ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون
 ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
 اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے لڑے درحقیقت وہی
 اللہ کے لیے لڑنے والا ہے۔

۲۸۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ
 نُمَيْرٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ
 قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا
 أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَيْبَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى
 قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ
 الرَّجُلِ يُقَاتِلُ تَجَاعَةً وَيُقَاتِلُ حِمِيَّةً وَيُقَاتِلُ
 رِيَاءً أَتَى ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِيَتَكُونَ كَلِمَةً
 اللَّهُ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
 ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ایک شخص اظہارِ
 شجاعت کے لیے لڑتا ہے۔ اس کے بعد حسبِ سابق
 حدیث ہے۔

۲۸۰۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
 أَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ
 عَنْ شَيْبَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ
 اللَّهِ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ مِنَّا تَجَاعَةً فَذَكَرَ
 مِثْلَهُ -

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
 کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے
 کے لیے لڑتا ہے۔ اس کے بعد حسبِ سابق
 حدیث ہے۔

۲۸۰۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ
 أَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ
 عَنْ شَيْبَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ
 اللَّهِ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ مِنَّا تَجَاعَةً فَذَكَرَ
 مِثْلَهُ -

أَلَا تَعْرِفُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتَالِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ الرَّجُلُ يُفَاتِلُ عَضْبًا وَيُفَاتِلُ حِمِيَّةً قَالَ فَزَوَّجْنَا أَسْرًا لِلنَّبِيِّ وَمَا نَعَرْنَا أَسْرَةَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَاتِلًا فَفَاتِلًا مَنْ قَاتَلَ لَسَتْ كُونُ حِمِيَّةً اللَّهُ هُوَ الْعُلْيَا فَمَوُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

کلام میں جنگ کرنے کے متعلق سوال کیا اور کہا کہ ایک شخص تعصب کی وجہ سے جنگ کرتا ہے، اور ایک شخص تعصب کی طرف سر اٹھا کر دیکھا، آپ نے صرف اس لیے سر اٹھا کر دیکھا کہ وہ شخص کلمہ اٹھا، آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کے دین کی سربرداری کے لیے جنگ کرتا ہے وہی وہ حقیقت اللہ کی راہ میں جنگ کرتا ہے۔

بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِلرِّيَاءِ وَالشُّمُوعَةِ اسْتَحَقَّ النَّارَ

دکھاوے اور نام و نمود کی خاطر جہاد کرنے والا جہنمی ہے۔

۳۸۰۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْفَارِسِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يُونُسَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يسَارٍ قَالَ كَفَرَتْ فِي النَّاسِ مِنْ أَيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ لَنَا تَابِلٌ مِنْ أَهْلِ النَّجْدِ أَيُّهَا الشَّيْخُ حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْيَوْمِ عَلَيْهِمْ رَجُلٌ اسْتَشْهَدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَضَهُ نِعْمَةً فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتَشْهَدْتُ قَالَ كَذَبْتُ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتِ لِأَنِّي يَقَالَ جَرِيٌّ فَعَدَّ قِتِيلَ نِعْمَةٍ مِنْ رِبْهِ فَسَمِعْتُ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّجْمِ وَ رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَهَلَّمَهُ وَفَرَّ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَضَهُ نِعْمَةً فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَفَرَّاتُ فِيكَ الْقُرْآنَ قَالَ كَذَبْتُ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيَتَّانَ عَالِمٌ وَفَرَّاتُ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ

سليمان بن يسار کہتے ہیں کہ جب لوگ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس سے چھٹ گئے تو اہل شام میں سے نائل نامی ایک شخص نے کہا: اسے شیخ آپ مجھے وہ حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، آپ نے فرمایا: ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، قیامت کے دن سب سے پہلے جو شخص کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا، اس کو بلا یا جائے گا اور اسے اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچانے گا تو (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا، وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جو جہاد کر رہا ہے، بلکہ تو نے اس لیے کہا کیا تھا، تاکہ تو بہادر کہلائے، سو تجھے بہادری کہا گیا، پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، حتیٰ کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید پڑھا، اس کو بلا یا جائے گا اور اس کو اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچانے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو نے ان نعمتوں سے

دین میں سے جس مکن کا سب سے پہلے حساب ہو گا وہ نماز ہے، اور مظالم میں سے جس ظلم کا سب سے پہلے حساب کیا جائے گا وہ قتل ہے۔

کیا قیامت کے دن بھی جھوٹ بولنا ممکن ہے؟ | اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب مشائخ شہید یہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نہ میری جھوٹ بولا، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کذب مصیبت ہے اور قیامت کے دن کوئی دوسرا ڈالنے والا نہیں ہوگا اور اس دن کوئی مصیبت نہیں کرے گا، پھر اس شخص کا قول جھوٹ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ جھوٹ کا مصدر کبھی دانستہ ہوتا ہے اور کبھی غرت اور دہشت کی وجہ سے اور اس جھوٹ کا مصدر غرت اور دہشت کی وجہ سے ہوگا۔

کیا نیکی کرنے والا اپنی نیکی پر خوشی یا تعریف کی خواہش کر سکتا ہے؟ | اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم کا رخیہ ہو کر کوئی مدح کی گئی تو اس کا رخیہ کرنے والے کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اگر یہی معاملہ ہوتے پھر کوئی مسلمان جہنم میں جانے سے بچنے کے لیے کوئی نیک کام کرنے والے کی کوئی مذکورہ تعریف کرتا ہے، اور یہ انسان کی غرت سے کہ وہ اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے، اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جس نے کسی نیک کام کو نقص فرما دیا یا کسی کی وجہ سے کیا ہو اور اس کام سے اس کی غرض صرف شہرت کو حاصل کرنا ہو، لیکن جس شخص کی کسی کام سے غرض نماش اور نام و نود نہیں تھی بلکہ اس کی نیکی صرف اللہ کے لیے تھی، اور اس کے قصد اور ارادے کے بیروں لوگوں نے اس نیکی کی جو تعریف کی اور اس تعریف سے اس کو نظری خوشی حاصل ہوئی تو وہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حکم کی تعمیل کے قصد سے نیک کام کرنے میں لگا رہے اور اگر اس کے دل میں یہ غلط اور دوسرے پیدا ہوں کہ لوگ اس کے نیک کاموں کی تعریف کرنے ہیں اور اس سے اس کو خوشی ہوتی ہے اور لوگوں کی تعریف تو صیغ کی وجہ سے اس کے کام میں ذوق و شوق بڑھتا ہے تو اس دوسرے کی وجہ سے اس نیک کام کرنے کو ترک نہ کرے بلکہ اپنی نیت میں رضا الہی کی پھر سے تجدید کرے۔ جو شخص صحت رضائے الہی کے لیے کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ دنیا میں اس کی نیکی کی تعریف کرنے لگتے ہیں تو اس کی تعریف سے گھبراتا نہیں چاہیے یہ دراصل اس کی نیکیوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں صلہ ہے اور آخری جزا کی بشارت ہے امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:-

عن ابی ذر قال قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اريت الرجل يعمل العمل من الخير ويحمده الناس عليه قال تلك عاجل بشرى المؤمن له

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یہ بتلائیے کہ ایک شخص نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ مومن کی دنیا میں بشارت ہے۔

۱۷۔ امام مسلم بن حجاج قشیری حنفی ۲۲۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، ۱۳۷۵ھ

یعنی لوگوں کی یہ تعریف دنیا میں اس کے لیے آخرت کی خیر کی بشارت ہے اور یہ دنیاوی بشارت اس بات کا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے اور اس سے محبت کرتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دی ہے اور وہ اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں، اس معنی کی تصدیق قرآن مجید کا اس آیت میں ہے:

ان الذین امنوا و عملوا الصالحات سیجعل
لہم الرحمن وداۓ۔ (موریم، ۹۶)

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمن ان کے لیے (اپنے بندوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔

اس آیت کی تفسیر اور تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے: "میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو" پھر جبرئیل اس سے محبت کرتا ہے، پھر جبرئیل آسمان میں ندا کر کے کہتا ہے: "اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت کرو، پھر آسمان وادے اس شخص سے محبت کرتے ہیں پھر زمین والوں (کے دلوں) میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبداً دعا جبرائیل علیہ السلام فقال انی احب فلاناً فاحبه قال فیحبہ جبرائیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلاناً فاحبوہ فیحبہ اهل السماء قال ثم یوضع له القبول فی الارض الحدیث یہ

اس لیے جس شخص کے نیک کاموں کی اہل زمین تعریف کرتے ہیں تو یہ اس کا دلیل ہے کہ آسمان کے فرشتے، حضرت جبرائیل علیہ السلام اور اللہ عزوجل سب اس سے محبت کرتے ہیں، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "انتم شہداء اللہ فی الارض فی تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔"

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک آدمی نیک کام کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے اور جب اس نیکی کی (لوگوں کو) اطلاع ہو جاتی ہے تو اس کو اچھا لگتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دو اجر ملیں گے، ایک اجر انعام کا اور ایک اجر اظہار کا۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ الرجل یعمل الخیر فیسر لا فاذا اطلع علیہ اعجبہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ اجران اجر السر و اجر العلانیتہ

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار المسماح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۸۳، مطبوعہ دار المسماح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ امام ابو یوسف محمد بن یوسف ترمذی متوفی ۲۵۵ھ، مطبوعہ دار المسماح المطابع کراچی

نیز آن کو مجید میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الآخرین۔ (اسے اللہ) میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر کر
(الشعرا: ۷۱، ۸۳)

جمیل ہمدی رکھ!

اہم راز ہی شافی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس سے کیا غرض تھی کہ ان کی شہادہ اور مدح کی جائے تو اس کے دو
جواب ہیں۔ (۱) جب ایک انسان کی بہت سے لوگ تعریف کریں تو ان کی تعریفیں اس کے کمال کی زیادتی کا سبب بن
جاتی ہیں (۲) جو شخص اپنے فضائل کی وجہ سے لوگوں میں ممدوح ہو تو اس کی مدح اور شہرت لوگوں کے دلوں میں ان فضائل کے
حصول کا سبب اور محرک بن جاتی ہے۔ لہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اہم ناک نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ خواہش ہو کہ اس کی نیکی کی تعریف کی جائے
تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ اس نیکی کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کرتا ہو۔ لہ

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص اس نیت سے اپنی نیکی کی شہرت چاہے کہ اس وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس نیکی کی عظمت
برآوردہ بھی اس نیک کام کو کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے جس شخص نے کسی نیک کام کی
ابتداء کی تو اس سے اس نیکی کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو لوگ اس نیکی کو کرتے رہیں گے ان کی نیکیوں کا اجر بھی اس کو
ملے گا۔ لیکن یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہر کام میں کام کرنے والے کی نیت اور قصد کا اعتبار ہوتا ہے۔ لہ

جس نمازی کو غنیمت ملی اور جس کو غنیمت نہیں

ملی، دونوں کے فرق کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لشکر اللہ کی
راہ میں جہاد کے لیے جاتا ہے اور مال غنیمت حاصل
کر لیتا ہے، اسے اجر آخرت کا دو تہائی حصہ مل
جاتا ہے اور اس کا مرتب ایک تہائی حصہ اجر رہ جاتا ہے
اور اگر ان کو مال غنیمت نہ ملے تو ان کا محمل اجر ہوتا ہے۔

بِأَنَّ بَيَانَ قُدْرَتِهِ نَوَابِ مِنْ غَزَا

فَعَنَّمْ وَمَنْ لَمْ يَعْنَمْ

۳۸۱۰۔ حَلَّ لَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ حَدَّثَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا
حَبِيبُ بْنُ شَرِيحٍ عَنْ أَبِي هَافِيٍّ عَنْ أَبِي عَبْدِ
الرَّحْمَنِ الْحُبَابِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ
غَزَا يَتَغَرَّوْنَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَصِيبُونَ الْغَنِيمَةَ

لہ۔ امام فخر الدین محمد بن فیاض الدین عمرانی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
لہ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۸۵ھ، تفسیر الجمالی لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو کراچی،
۱۳۸۴ھ
لہ۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آؤرک متوفی ۸۳۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۹۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

الَا تَعَجَّلُوا ثَلَاثًا أَجْرَهُمْ مِنَ الْأَخِرَةِ وَيَبْقَى
لَهُمَا ثَلَاثٌ وَإِنْ لَمْ يُصِيبُوا غَنِيمَةً سَمَّ
لَهُمْ أَجْرُهُمْ

۲۸۱۱. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ التَّمِيمِيُّ
حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْزُومٍ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ
حَدَّثَنَا أَبُو هَانِئٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الْحَبَلِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ غَائِرِيَةٍ أَوْ سَرِيَةٍ
تَغْرُؤُهَا فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ إِلَّا كَانُوا قَدْ
تَعَجَّلُوا ثَلَاثًا أَجْرَهُمْ وَمَا مِنْ غَائِرِيَةٍ أَوْ
سَرِيَةٍ تُنْحِقُ وَتُصَابُ إِلَّا تَمَّ أَجْرُهُمْ

بَابٌ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا الْأَعْمَالُ
بِالنِّيَّةِ وَإِنَّهُ يَدْخُلُ فِيهَا الْغَرَاوُ وَغَيْرُهَا
مِنَ الْأَعْمَالِ

۲۸۱۲. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ
حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ
الْحَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ بِمَا نَوَى
فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ
إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا
يَصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا
هَاجَرَ إِلَيْهِ

۲۸۱۳. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنُ الْمُهَاجِرِ
أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ وَحْدَانَ ابْنِ أَبِي الرَّبِيعِ الْعَتَكِيِّ
حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ تَرِيمٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
الْمُنْتَنِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الْقَافِي) عَنْ
وَحْدَانَ ابْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس غزوہ یا لشکر کے
لوگ جہاد کریں اور مال غنیمت حاصل کر کے سلامتی سے واپس
آئیں تو وہ دنیا میں ہی اپنے اجر کا دو تہائی حصہ حاصل کر
لیتے ہیں، اور جس غزوہ یا لشکر کے لوگ غالی تو ہیں اور
نقصان اٹھائیں ان کو آخرت میں پورا اجر ملے گا۔

اعمال کا مدار نیت پر ہے، ان اعمال میں
جہاد بھی شامل ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا مدار
نیت پر ہے، ہر شخص کے عمل پر اس کی نیت کا پھل
قاس ہے، سو جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول
کا طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف
ہی معتبر ہے، اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے
کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو
تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف معتبر ہوگی جس کی طرف
اس نے ہجرت کی ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چھ سندیں ذکر کی
ہیں۔ بعض اسباب سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ حدیث روایت کی۔

marfat.com

الْأَخْبَرُ سَلِيمَانَ بْنِ مَعْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
 حَبِيبٍ أَنَّهُ بَيْنَ كُنُوزِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ يَعْقُوبَ ابْنَ غِيَاثٍ
 وَبِزِيدِ بْنِ هَارُونَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
 الْعَلَاءِ الْعَمَدِيُّ فِي حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ح وَ
 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَمْرٍو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كَلَّمَهُ
 عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ بِإِسْتِثْنَاءِ مَا لَيْكَ وَ مَعْنَى
 حَدِيثِهِ وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ سَمِعْتُ عَمْرُو بْنَ
 الْحَطَّابِ عَلَى الْهَيْبَةِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

حدیث "انما الاعمال بالنیات" کی اہمیت اور عظمت | علامہ نووی لکھتے ہیں:

اور عظمت پر اجماع اور اتفاق ہے، اور اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں، فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ثلاثہ اسلام ہے، امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں فقہ کے سب ابواب ہیں، بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ربیع اسلام ہے، عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ نے کہا ہے کہ جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے وہ اس حدیث سے اپنی کتاب کی ابتدا کرے تاکہ اس کی نیت صحیح ہو، علامہ حطایی نے اس قول کو مطلقاً اللہ سے نقل کیا ہے، امام بخاری اور دیگر ائمہ نے اسی وجہ سے اس حدیث سے اپنی اپنی تصانیف کی ابتدا کر لی ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات مقامات پر ذکر کیا ہے، حافظ حدیث نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے دوسرے زیادہ راوی ہیں اور ان میں اکثر بیت اللہ حدیث کی ہے البتہ ضرورت میں اس کے مرتب ایک راوی ہیں اور وہ حضرت عمرؓ ہیں اور ان سے صرف مطلقہ نے روایت کیا، اسی بنا پر اس حدیث کو متواتر نہیں قرار دیا گیا، ہر چند کہ یہ علوم اللہ خواص میں مشہور ہے۔ لے

آیا نیت کرنا عمل کی صحت کے لیے ضروری ہے یا عمل کی فضیلت کے لیے؟ | علامہ نووی

ہیں:- نیت کا معنی قصد اور ارادہ ہے کسی کام کو معین کرنا، اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اعمال کے تحقق اور ثبوت کا مدار نیت پر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا ضرعاً مستحب ہونا نیت پر موقوف ہے، اور کسی فعل سے پہلے اس کی نیت نہ ہو تو وہ ضرعاً مستحب نہیں ہوگا، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دھوا، غسل، تیمم، نماز، روزہ، حج، اشکاف اور تمام عبادات نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی، باقی نجاست کا نازل ہونا ہمارے نزدیک نیت پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ وہ باب ترک سے ہے اور ترک میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس پر فقہاء شافعیہ کا اجماع ہے، طلاق، مناکح اور تہنات میں بھی نیت کا دخل ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے طلاق دی تو اس میں نیت کا دخل ہے اور طلاق صحیح ہی نیت کا دخل نہیں ہے، اگر کسی شخص نے

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ۲۵ ص ۱۴۱، مطبوعہ دارالحدیث، ص ۱۳۷۵ھ

طلاق صریح دی پھر کہا اس سے میری نیت کچھ اور تھی تو اس کا قیل قبول نہیں کیا جائے گا۔ ۱۷
علامہ دمشقانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان طلاق کا نذہ ہے جو طہارت اور بعض دیگر عبادات کو بغیر نیت کے جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ بات اپنے مقام پر با دلائل بیان کی جا چکی ہے کہ جس شخص نے وضو کیے یا وضو نہ کھانے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے وضو کیا در ان عابکہ اس فعل سے رفع حدث (طہارت حاصل کرنا) اس کا مقصد نہیں تھا، تو اس کی عبادات کے لیے یہ وضو کافی نہیں ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ قسم، طلاق اور عتاق وغیرہ کے الفاظ بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوتے، علماء کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے، ہمارے نزدیک حقوق العباد میں طلاق اور عتاق کے الفاظ میں ظاہری معنی کا اعتبار ہوگا اور اگر کوئی شخص صریح طلاق اور عتاق کے الفاظ بول کر یہ کہے یہی مراد اس سے طلاق دینا یا آزاد کرنا نہیں تھی، تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے صریح الفاظ سے جو معنی ظاہر ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ۱۸
علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے وضو اور غسل میں نیت کے وجوب پر استدلال کیا ہے، وہ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے، اور اس میں الف لام استفراق کا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام عبادات میں نیت مطلوب ہے، اسی طرح طلاق اور عتاق میں بھی نیت ضروری ہے۔
اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری نہیں ہے، ایک روایت میں امام مالک کا بھی یہی قول ہے، فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اعمال کا کمال ہونا یا ان کا ثواب زیات پر موقوف ہے، کیونکہ نیت نہ ہونے سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا ہے: ولکل امرأ ما نسوتی۔ ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے۔ اور اسے ثواب ہی مراد ہے، نیز اگر اس سے مراد صحت کی گئی یعنی بغیر نیت کے عمل صحیح نہیں ہوتا تو لامحالہ بعض عبادات میں تخصیص کرنی پڑے گی، کیونکہ قرعہ کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ تمام کام بغیر نیت کے صحیح ہوتے ہیں، لہذا وضو اور غسل بھی بغیر نیت کے صحیح ہونے چاہئیں۔
تخصیص یہ ہے کہ یہ بات تو مطلقاً باطل ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ ہر عمل کا شرعاً صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اعمال بغیر نیت کے شرعاً صحیح ہوتے ہیں، جیسا کہ بیع، شراہ، اجارہ، نکاح، طلاق وغیرہ، اس لیے لامحالہ اس حدیث کو کمال اور ثواب پر موقوف کرنا ہوگا، یعنی ہر عمل کا کمال اور ثواب نیت پر موقوف ہے۔ ۱۹

۱۷۔ علامہ بیہقی بن خروف نوری متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ نوری محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، کمال اکمال المسلم ج ۵ ص ۲۵۶، مطبوعہ طراکتب الطیبیہ بیروت

۱۹۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدتہ متون ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطوائف المدنیہ بیروت

اگر تہیت کیے بغیر عبادات سبجالائے تو ان عبادات پر ثواب ہوگا یا نہیں؟ | ابن مسعود

ہے کہ جو اعمال عبادات سے خارج ہیں اگر ان میں بھی عبادات کی نیت کر لی جائے تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے، مثلاً کوئی شخص کھانے پینے سے عبادت میں تقویت حاصل کرنے کی نیت کرے، اور سونے میں یہ نیت کرے کہ اس کی تصاویر نالی ہو جائے اور اس کو مزید عبادت کے لیے توانائی حاصل ہو، اور جماعت میں یہ نیت کرے تاکہ وہ گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے بچا رہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "تم میں سے ہر شخص کی شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے۔" بسن علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جو افعال عبادت محض ہیں جب کوئی شخص ان کو عادت کرے اور ان میں عبادت کی نیت نہ کرے تو ہر چیز کہ وہ افعال شرعاً صحیح ہیں لیکن ان پر ثواب نہیں ملتا، یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو ہر جائز اور صحیح کام پر اجر ملتا ہے خواہ وہ اس کام میں عبادت کی نیت کرے یا نہ کرے، امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مباحثتک اھلک صدقۃ فقال ابو ذر ایو جرا احدنا فی قہوتہ قال انا نیت لو وضعته فی غیر حل اکان علیک و غیرہ قال نعم قال افتحتسبون بالشیر و لا تحتسبون بالخیر۔ لہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے، حضرت ابو ذر نے پوچھا اگر ہم جنس شہوت سے یہ کام کریں کیا پھر بھی یہ صدقہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر تم حرام طریقہ سے یہ کام کرتے تو نیک گناہ کے مستحق ہوتے، انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تو کیا تمہارا صرف شر پر حساب ہوگا اور خیر پر تہ لہ حساب نہیں ہوگا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الزکوٰۃ میں اور امام ابو داؤد نے کتاب النطووع اور کتاب الادب میں بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان کو ہر جائز اور صحیح کام پر اجر ملتا ہے خواہ وہ اس کام میں عبادت کی نیت کرے یا نہ کرے، کیونکہ مسلمان کا ناجائز اور حرام کام کو ترک کر کے جائز اور صحیح کام کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے حرام کام سے بچ کر حلال اور جائز کام کر رہا ہے اور یہ اس کے صدق نیت اور اخلاص کی علامت ہے، ان اگر وہ اس کام میں اطاعت اللہ عبادت کی نیت کرے گا تو اس کو اضافی اجر ملے گا۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے: "جو شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت کا اجر و ثواب ملے گا، اور جو شخص دنیا کی کسی چیز یا کسی عورت کی خاطر ہجرت کرے گا تو اس کو دنیا میں

لہ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۸-۱۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی جبروت، ۱۳۹۸ھ

اپنا حصہ مل گیا اور آخرت میں اس کا اس ہجرت کی وجہ سے کوئی اجر نہیں ہو گا۔

اس حدیث میں دنیا کے ساتھ عورت کا ذکر دو وجہ سے کیا گیا ہے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک شخص نے ام قیس نامی ایک عورت سے شادی کرنے کے لیے ہجرت کی تھی اس وجہ سے اس شخص کو مہاجر ام قیس کہا جاتا تھا، دوسری وجہ عورت کے فتنہ پر خصوصی تنبیہ کرنا ہے تاکہ لوگ عورتوں کے فتنوں سے محفوظ رہیں، ہجرت پر مفصل بحث ہم اس کتاب میں باب "لا ہجرت بعد الفتن" کے تحت بیان کر چکے ہیں، ہجرت کے مباحث کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

اگر ایک عمل میں متعدد اعمال کی نیات کر لی جائیں تو اس ایک عمل سے ان تمام اعمال کا ثواب مل جاتا ہے۔

اس حدیث میں ہے انما لامرأ ما نوى "مرد کو وہی پھل ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے" اس حدیث کی تشریح میں فقہاء اسلام نے یہ بیان کیا ہے کہ مسلمان اگر ایک کام میں متعدد چیزوں کی نیت کرے تو اس کو ان متعدد چیزوں کا اجر اور ثواب مل جاتا ہے مثلاً مسلمان مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا ہے یہ ایک عمل ہے وہ اس میں یہ نیت کرے کہ (۱) اٹھنے راستہ میں جو مسلمان ملے گا اس کو سلام کروں گا (۲) اگر کسی نے سلام کیا تو اس کے سلام کا جواب دوں گا، (۳) اگر کوئی ضرورت مند شخص نظر آیا تو اس کی مدد کروں گا (۴) کسی نابینا کو سڑک پار کروا دوں گا (۵) کسی سائل کو حسب استطاعت خیرات دوں گا (۶) اگر کسی شخص کو بلا کام کرتے دیکھوں گا تو اس کو منع کروں گا (۷) حسب توفیق نیکی کا حکم دوں گا (۸) اگر راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی تو اٹھا کر ایک طرف رکھ دوں گا (۹) راستہ میں اگر عورتیں نظر آئیں تو نیچے نظر کر کے گزروں گا، (۱۰) کسی مسلمان سے بات کرنی پڑی تو شائستگی اور ملائمت سے بات کروں گا (۱۱) کسی مسلمان کو چھیک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو اس کو برحکم اللہ کہوں گا (۱۲) اگر راستہ میں کوئی جنازہ ملا تو اس کی تعظیم کے لیے سواری سے اتر جاؤں گا یا کھڑا ہوں گا (۱۳) اگر کوئی بیمار ملا تو اس کی عیادت کروں گا (۱۴) اگر گھوڑوں سے میوزک کی آواز آئی تو وہاں سے جلدی گزر جاؤں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کانوں میں انگلیاں دے کر گزروں گا (۱۵) مسجد میں جانے کے لیے طویل مسافت کی راہ اختیار کروں گا تاکہ زیادہ چلنے کی وجہ سے زیادہ اجر و ثواب ملے (۱۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پیر رکھوں گا، (۱۷) داخل ہوتے وقت بے دعا پڑھوں گا "اللهم افتح لی ابواب رحمتک" (۱۸) مسجد میں جتنی دیر ٹھہریں گا اعتکاف کی نیت سے ٹھہروں گا، (۱۹) ایک روایت میں ہے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور جو شخص مسجد میں آتا ہے وہ اللہ کی زیارت کرنے اور اس سے ملاقات کے لیے آتا ہے، اور اپنے جہانوں کی ضیافت کرنا اللہ تعالیٰ کے ذکر کم پور ہے سو وہ یہ نیت کرے کہ وہ اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ضیافت حاصل کرے گا (۲۰) جو شخص نماز باجماعت کے انتظار میں جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے اس کا شمار نماز میں ہوتا ہے سو وہ یہ نیت کرے کہ میں مسجد میں جا کر جماعت کے انتظار میں بیٹھوں گا، (۲۱) جب تک کوئی مسلمان مسجد میں باوجود رہتا ہے فرشتے اس کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، سو وہ فرشتوں کی دعا کے حصول کی نیت کرے (۲۲) قرآن مجید میں ہے: "یا ایہا الذین امنوا اصبروا و صابروا و مراہطوا" (۲۳) "ایہا ایمان والو! صبر کرو اور صبر کرو اور محنت کرو"۔

اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرو، میں مشرکین نے ورا بطوا کی تفسیر (انتظار ناز سے) کی ہے کیونکہ ناز کا انتظار کرنا بھی طوطیان سے مدافعت جنگ اور اسلام کی حفاظت ہے۔ (۲۳) ایک حدیث میں ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، غلطیوں کے مٹنے، گناہوں کے ممانعت اور درجات بلند ہونے کا موجب ہے، (۲۴) ایک حدیث میں ہے فذلک الرباط فض الذی الرباط مدناز کا انتظار کرنا ہی سرمد اسلام کی حفاظت کرنا ہے، (۲۵) یہ نیت کرے کہ جتنی درجہ مسجد میں پیشا ہوں گا تمام عمر غنا شریعہ اور حواس اور مشاعرے گناہوں سے بچا رہوں گا شہادہ کوئی بری چیز دیکھوں گا نہ کوئی بری بات سونوں گا، (۲۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ علیہ وسلم پر صلوات سلام عرض کروں گا، (۲۷) خلوت میں بیٹھ کر یا وضو میں مشغول رہوں گا، (۲۸) قرآن مجید کی تلاوت کروں گا، (۲۹) اگر مسجد میں وعظ ہو رہا ہو تو وعظ سونوں گا، (۳۰) حدیث میں ہے جو شخص وضو کر کے مسجد میں جائے اور نماز ادا کرے اس کو حج اور عہدہ کا ثواب مل جاتا ہے، اس کی نیت کرے، (۳۱) سنت الوضو پڑھنے کی نیت کرے، (۳۲) تحیۃ المسجد پڑھنے کی نیت کرے، (۳۳) علمی افتادہ اور استفادہ کی نیت کرے، (۳۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نیت کرے، (۳۵) مسلمان بھائیوں کی زیارت اور حسب استطاعت ان کی مدد کی نیت کرے، (۳۶) مسجد میں موجود مسلمانوں کو سلام کرنے اور دعا دینے کی نیت کرے۔ (۳۷) مسجد میں بیٹھ کر اُممہ آفرت میں غمزدگی اور توبہ واستغفار کرنے کی نیت کرے۔ (۳۸) جماعت کے ساتھ ناز پڑھنے کی نیت کرے، (۳۹) مسجد سے جاتے وقت پہلے یا یا یا بیڑ باہر نکالے، (۴۰) مسجد سے جاتے وقت یہ دعا کرے "اللہم افی اسئلك من فضلک"

اسی طرح خوشبو لگانا ایک عمل ہے اس میں یہ نیت کرے کہ (۱) آپ خوشبو پسند کرتے تھے اس لیے خوشبو لگاتا ہوں۔ (۲) خوشبو لگانے سے مسجد کی تعظیم کا اظہار ہو۔ (۳) مسجد میں بیٹھنے والوں کو اس کے جسم سے بری بو نہ آئے، (۴) اگر اس کے جسم سے بری بو آئی تو نازیوں کو تکلیف ہوگی اور ممکن ہے کہ وہ اس کی غیبت کرے کہ گناہ میں پڑ جائیں (۵) نازیوں اور فرشتوں کو خوشبو سے راحت ہو، (۶) خوشبو سے دماغ کو راحت پہنچتی ہے اور وکر دیکھیں تو توحیت حاصل ہوتی ہے، اور اس کے علاوہ بھی خوشبو کی اچھی وجوہات نکالیں کر کے ان کی نیت کرے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ طَلْبِ الشَّهَادَةِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

۴۸۱۳ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَنَحْنُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا أُعْطِيَهَا وَكَوَلَّمَهُ نُصِبُهُ

۴۸۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَدَّثَنَا ابْنُ يَحْيَى (وَاللَّفْظُ لِوَحْدَةِ مَلِكَةٍ) قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا وَقَالَ حَوْلَهُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا

شہادت فی سبیل اللہ طلب کرنے کا استحباب
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صدق دل سے شہادت کا طالب ہو، اس کو شہادت کا اجر عظیم سے دیا جاتا ہے خواہ وہ شہید نہ ہو۔

سہل بن سفین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صدق دل سے شہادت کا سوال کرے اس کو اللہ تعالیٰ شہادہ کے مرتبیر

پہنچا دیتا ہے، خواہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو، ابوالظاہر نے اپنی روایت میں صدق کا ذکر نہیں کیا۔

أَبُو شَرِيحٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حَنِيْفٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الشَّهَادَةَ لَا يَصِدُقُ بَلَّغَهُ اللَّهُ مَنَائِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ وَكُنَّ يَدُكَ كَمَا أَبُو الظَّاهِرِ فِي حَدِيثِهِ بِصِدْقٍ

اس سوال کا جواب کہ شہادت کی دعا تو کافر کے ہاتھوں مسلمان کے مرنے کی دعا ہے۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے شہادت کے حصول کی دعا کا ثبوت ہے، اب سے تقریباً پندرہ سال پہلے کی بات ہے میں لاہور میں لال کھروہ کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتا تھا، وہاں ایک بزرگ نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ شہادت کا مفہوم یہ ہے کہ کافر مسلمان پر غلبہ پا کر اس کو قتل کر دے تو شہادت کی دعا کرنے کا یہ مطلب ہوا کہ ہم کافر کے ہاتھوں مسلمانوں کے مرنے اور کفر کے غلبہ کی دعا کرتے ہیں، میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب اعلام کلمۃ اللہ اور اسلام کی سر بلندی کے لیے مسلم افواج کافروں سے جنگ کریں گی تو یہ تو عاۃً محال ہے کہ کسی ایک مسلمان کے ہی مرے بغیر مسلمان کافروں کو شکست دے دیں اس لیے اس جنگ میں لامحالہ کچھ مسلمان بھی راہ حق میں قتل کیے جائیں گے اور مسلمانوں کو اجتماعی اور آخری فتح حاصل کرنے کے لیے چند افراد کی لازماً قربانی دینا ہوگی اور جو لوگ اس قربانی کے لیے تیار ہو کر میدان جہاد میں اتریں گے اور فداء الہی سے راہ حق میں مارے جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ان کا بہت بڑا مرتبہ اور نہایت عظیم اجر اور انعام رکھا ہے، اس لیے شہادت کی دعا کا حاصل یہ ہے کہ اعلام کلمۃ اللہ اور اسلام کی سر بلندی کے لیے اگر جان کا نذرانہ دینا پڑے تو اسے خدا اس راہ میں میری جان کا نذرانہ قبول فرماتا اور مسلمانوں کی اجتماعی فتح اور غلبہ اسلام کے لیے جس انفرادی قربانی کی ضرورت ہے اس انفرادی قربانی کے لیے مجھے چن لینا اور آخرت میں مجھے شہادت کا عظیم عطا فرمانا، شہادت قبیح لذاتہ اور حسن لغیرہ ہے جسے وضو کرنا فی ذاتہ پان منافع گنا ہے لیکن چونکہ یہ عمل نیاز کا وسیلہ ہے اس لیے حسن لغیرہ ہے اسی طرح شہادت میں فی نفسہ مسلمان کا کافر کے ہاتھوں مرنے اور یہ قبیح لذاتہ ہے لیکن چونکہ یہ انفرادی قربانی مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور غلبہ اسلام کا ذریعہ ہے اس لیے یہ حسن لغیرہ ہے اور ہم جو شہادت کی دعا کرتے ہیں تو وہ اس کے حسن لغیرہ کے اعتبار سے کرتے ہیں یا آخرت میں جو شہادت کا عظیم اجر ہے اس پر نظر رکھتے ہوئے شہادت کی دعا کرتے ہیں، اور پھر جان تو بہر حال جانی ہے اور اگر یہ جان راہ حق میں جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی! اللہ العالمین، میں وہ جرات مند ہوں اور جو صد عطا فرما جو شہادت کا بنیادی عنصر ہے اور راہ حق میں شہادت عطا فرما! آمین یا علی بن ابی طالب العظیمین جہاد

حبیبت سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وانوار اجمل الف الف صلوات وفضیلت و تسلیمات

marfat.com

جلد ہفتم

Marfat.com

بَابُ ذَمِّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِوْا لَمْ
تَحَدَّثْ نَفْسُهُ بِالْعَزْرِ

اس شخص کی مذمت کا بیان جو جہاد یا اس کی تنہا
کیے بغیر مر گیا

۴۸۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
بْنِ سَهْمٍ الْأَنْطَاقِيُّ أَحْبَبَنَا عَمَّنَا اللَّهُ بِنُ
الْمُبَارَكِ عَنْ وَهْبِ بْنِ الْمَكِّيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ
مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنَّبِيِّ عَنْ سَيْبِ بْنِ أَبِي
صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ
يَعْرِوْا لَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى
شَعْبَتِهِ مِنْ نِعَاقٍ قَالَ ابْنُ سَهْلٍ قَالَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ فَتَرَى أَنَّ ذَلِكَ
كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مر گیا اور اس کا ایک
نے جہاد کیا تھا نہ جہاد کی تنہا کی تھی اس کی موت نفاق کے ایک
شعبہ پر ہوگی، عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ ہمارے خیال
میں یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ
خاص تھا۔

جہاد یا اس تنہا کیے بغیر مرنے والے کا حکم
دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص جہاد اور اس کی تنہا کیے
بغیر گیا وہ ان منافقوں کے مشابہ ہے جو یہاں کے جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں، اس حدیث سے یہ بھی معلوم
ہوتا ہے کہ جس شخص نے کسی فعل کی نیت کی اور اس فعل کو کرنے سے پہلے مر گیا تو اس شخص کی ایسی مذمت نہیں ہوگی جیسی
اس شخص کی جوئی ہے جو اس فعل کی نیت کیے بغیر مر گیا ہو۔

نیت کے باوجود فعل کیے بغیر مرنے والے کا حکم
افتہاء شافعیہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ایک شخص
اول وقت میں ناز پر قادر تھا، پھر اس نے اس نیت
سے ناز کو توڑ کر دیا کہ وہ اس ناز کو دھیان یا اکثر وقت میں پڑھے گا، یا وہ اس سال حج کرنے پر قادر تھا اور اس
اگلے سال تک حج کو توڑ کر دیا اور وہ ناز پڑھنے یا حج کرنے سے پہلے فوت ہو گیا، آیا وہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں اور
زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ حج کو توڑ کرنے کا وجہ سے گنہگار ہوگا اور ناز توڑ کرنے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا، کیونکہ
ناز کی مدت قریب اور کم ہے اس لیے اس میں تاخیر تفسیر نہیں ہوگی، اس کے برخلاف حج میں تاخیر کی مدت زیادہ ہے،
اس لیے اس میں تاخیر کرنا تفسیر میں شمار ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ دونوں کی تاخیر میں گنہگار ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ دونوں
کی تاخیر میں گنہگار نہیں ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ حج کی تاخیر کرنے میں بڑھا تھا شخص گنہگار ہوگا اور جان شخص گنہگار نہیں
ہوگا، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (ماشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

امام مالک اور عہد فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اگر اس کا گمان یہ ہو کہ وہ نماز کے آخر وقت تک زندہ نہیں رہے گا اور پھر نماز میں پڑھی تو گنہگار ہوگا اور اگر اس کو نماز کے آخر وقت تک مرنے کا گمان نہ ہو اور اس نے نماز میں تاخیر کی اور قضاء مر گیا تو گنہگار نہیں ہوگا اور اگر نماز میں ایک سال کی تاخیر کی اور قضاء مر گیا تو گنہگار ہوگا، امام ابوحنیفہ کا بھی یہی نظر یہ ہے۔ (اکمال اکمال المسلم ج ۵ ص ۲۵۹)

جو شخص بیماری یا کسی اور عذر کی وجہ سے جہاں

نہ کر سکے اس کے ثواب کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، آپ نے فرمایا مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ تم جس جگہ سے گزرتے ہو یا جس وادی میں گزرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے مرض کی وجہ سے ساتھ نہیں جاسکے۔ امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے وہ تمہارے ساتھ ثواب میں شریک ہوتے ہیں۔

يَأْتِ ثَوَابٍ مِّنْ حَبْسِهِ عَنِ الْغَزْوِ

وَمَرِيضٍ أَوْ عَذْرًا آخَرَ

۲۸۱۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ تَحَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُوَيْبَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَقَالَ إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لِرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَاذْيَا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ حَبْسَهُمُ الْمَرِيضِينَ . ۱۸۱۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ سَمِعَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ سَمِعَ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ كَلَّمَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكَيْعٍ إِلَّا شَرِكُواكُمْ فِي الْأَجْرِ .

عبادات کے چھوٹ جانے پر حزن و ملال کا مرتبہ اور مقام | اس حدیث میں نیک کام میں نیت کرنے

نے جہاد کرنے یا کسی اور عبادت کی نیت کی پھر اس کو ایسا مذر لاحق ہو گیا جس کے سبب سے وہ اس عبادت کو نہیں کر سکا تو اس کو اپنی نیت کی وجہ سے اس عبادت کا اجر مل جائے گا اور اس شخص کو اس جہاد میں شریک ہونے کا یا اس عبادت کے نہ کرنے کا جس قدر زیادہ افسوس ہوگا اور جتنی زیادہ اس جہاد میں شرکت کی یا اس عبادت کی تمنا کرے گا اس کا اجر و ثواب اس قدر زیادہ ہوگا عبادت کے کرنے کا شوق اور اس کی تمنا کرنا اور کسی عبادت کے چھوٹ جانے پر رنج و ملال کرنا یہی وہ وصف ہے جو انسان میں ہے اور فرشتوں میں نہیں ہے یہی انسان کا ماہر الاقربانہ ہے اور اسی وصف سے شرف انسانیت ہے۔ اسے اللہ ہمیں اپنی راہ میں جہاد کرنے اور دیگر عبادت کا فوق و شوق اور محبت عطا فرمائے اور کسی اطاعت کے نہ جانے یا کسی عذر کی وجہ سے عبادت کے چھوٹ جانے پر تاسف اور حزن و ملال عطا فرمائے تو ہم زندگی میں اپنے نقصانات پر افسوس ہاتھ دھرتے ہیں، لیکن کسی عبادت کے چھوٹ جانے پر افسوس ہاتھ نہ دھرتے۔

۱۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ)۔ علامہ بیہقی بن شرف نے تصانیف میں ۶۶۶ ج ۲ ص ۱۰۱ میں لکھا ہے کہ صحیح مسلم ج ۵ ص ۲۵۹

کچھ اور مقام ہے اس واقعہ کی امام، ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں جب مناسک حج کے دوران آپ کو حنین گیا اور اس وجہ سے آپ نماز کو کبھی کا طواف نہ کر سکیں تو بے اختیار دوسری عینیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تسلیاں دے رہے تھے!

بَابُ فَضْلِ الْغَزْوِ فِي الْبَحْرِ

۹۲۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ اسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أُمَّ حُرَّامٍ بِنْتِ مَخْلَانَ فَنُطْعِمُهُمْ وَكَانَتْ أُمَّ حُرَّامٍ تَحْتِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَا فَأَطْعَمْتُهُ ثُمَّ جَلَسَتْ تَدْنِي مَرَامَهُ فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ قُلْتُ مَا يَضْحَكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَأْسٌ مِنْ أُمَّيِّ عُرْضَوَاعٍ عَلَى غَزَاةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُرْكَبُونَ نَجَبَ هَذَا الْبَحْرِ مَلُوكًا عَلَى الْأَسْوَدِ أَوْ مِثْلِ الْمَلُوكِ عَلَى الْأَسْوَدِ رِيضُكَ أَيُّهَا قَالَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَدًا عَالِمًا ثُمَّ وَصَّ بِرَأْسِهِ قَدًا مَرْتَمًا اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ قُلْتُ مَا يَضْحَكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَأْسٌ مِنْ أُمَّيِّ عُرْضَوَاعٍ عَلَى غَزَاةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُولَى قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَدًا عَالِمًا مِنْ الْأَوَّلِينَ قَرَأْتُ أُمَّ حُرَّامٍ بِنْتِ مَلْعَانَ الْبَحْرِيَّةَ مِنْ مَعَاوِيَةَ فَصَرَّحَتْ عَنْ ذَاتِهَا جَائِزًا حَوَّجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَكَكَتْ -

سمندر پار کر کے جہاد کرنے کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حور بنت لیمان (یہ حضرت کی رضاعی خالہ تھیں اور آپ کی محرم تھیں) کے پاس تشریف لے جاتے، اور وہ آپ کو طعام پیش کرتی تھیں، حضرت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے انھوں نے آپ کو کھانا پیش کیا اور پھر آپ کے سر میں جو میں دھینچے لگیں (ایک کاسہ جوڑوں سے پاک تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، حضرت ام حور کہتی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس چیز کے باعث تبسم فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے خواب (میں) میری امت کے کچھ مجاہدین دکھائے گئے جو اللہ کی راہ میں سنہریں بادشاہوں کے تختوں کی شکل سواری پر سوار ہو کر مبارک تھے، حضرت ام حور کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان مجاہدین میں شامل کر دے، آپ نے ان کے لیے دعا کی اور پھر اپنا سر رکھ کر سو گئے، پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس چیز کے باعث ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے خواب (میں) اپنی امت کے کچھ لوگ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے جس طرح پہلے فرمایا تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے، آپ نے فرمایا تم پہلے گروہ میں سے ہو، پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت

ام حرام بنت ملحان سمندر کے جہاد میں ہوا جو میں نے حبیب سمندر سے نکلیں تو سواری سے گر ہو کر ہلاک ہو گئیں۔

حضرت انس بن مالک کی خالہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور قبیلوہ فرمایا پھر آپ ہنسنے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فلہ ہوں! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے (خواب میں) میری امت کا ایک گروہ دکھایا گیا جو بادشاہوں کے تختوں کی مثل پر سمندر میں سواری کر رہا تھا، میں نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کر دے! آپ نے فرمایا تم بھی انھی میں سے ہو، حضرت ام حرام کہتی ہیں کہ آپ پھر سو گئے اور دوبارہ ہنسنے ہوئے بیدار ہوئے اور میں نے پھر آپ سے سوال کیا اور آپ نے پہلے کی طرح جواب دیا، میں نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے! آپ نے فرمایا تم پہلے گروہ میں سے ہو، پھر اس کے بعد حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا، انھوں نے سمندر کے راستہ جہاد کیا اور حضرت ام حرام کو اپنے ساتھ لے گئے، جب وہ واپس لوٹیں تو ان کے پاس ایک نچر لایا گیا، اس پر سوار ہوئیں مگر نچر نے ان کو گرا دیا جس سے ان کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سو گئے پھر آپ مسکرتے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے (خواب میں) میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو اس بزرگ سمندر پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔

۲۸۲۰ - حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُمِّ حَرَامٍ وَهِيَ خَالَةُ أَنَسٍ قَالَتْ أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عِنْدَنَا قَا سْتَيْقِظُ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا بَنِي أُمَّتٍ وَأُمِّي قَالَ أُرَيْتُ قَوْمًا مِّنْ أُمَّتِي يَرُكِبُونَ ظَهْرَ الْبَحْرِ كَالْمَلُوكِ عَلَى الْأَسْرَةِ فَقُلْتُ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ فَإِنَّكَ مِنْهُمْ قَالَتْ لِمَ نَامَ قَا سْتَيْقِظُ أَيْضًا وَهُوَ يَضْحَكُ فَمَا لُنْتُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَقُلْتُ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ قَالَ فَتَرَوْجَهَا عِبَادَةَ بَنِ الصَّامِتِ بَعْدُ فَعَزَا فِي الْبَحْرِ فَحَمَلَهَا مَعَهُ قَلْنَا أَنْ جَاءَتْ قَرِيبَتْ لَهَا بَغْلَةٌ فَرَكِبَتْهَا فَصَرَعَتْهَا فَأَذَقَتْ عُنُقَهَا۔

۲۸۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ بْنُ رُمَيْحٍ بَيْنَ الْمُهَاجِرِ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ لَا أُخْبِرُنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامِ بِنْتِ مِلْحَانَ أَنَّهَا قَالَتْ نَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي ثُمَّ اسْتَيْقِظَ يَبْسُمُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَضْحَكَكَ قَالَ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي عُرِمُوا۔

يُؤَكِّدُونَ ظَهَرَ هَذَا الْبَحْرُ الْأَخْضَرُ ثُمَّ ذَكَرَ لَحْوُ
حَدِيثِ حَتَّابِ بْنِ رَبِيعٍ -

۴۸۲۰ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي وَبٍ وَقُتَيْبَةُ
وَأَبْنُ جُرَيْجٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (رَوَاهُ ابْنُ
جَعْفَرٍ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ مَعْمَرَ
أَسَسُ بْنُ مَالِكٍ يَقُولُ أَقْبَرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ مَلْحَانَ تَحَالَتَ أَكْبَرُ
فَوْضَنَهُ رَأْسُهُ عِنْدَهَا وَسَاقُ الْحَدِيثِ بِمَعْنَى
حَدِيثِ الشُّعْبِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى
بْنِ حَبْتَانَ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خالہ بنت مہمان کے
پاس تشریف لے گئے، اور ان کے پاس سر رکھ کر سو
گئے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

حضرت ام حرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رشتہ تھا؟

اس باب کی حدیث نمبر ۴۸۱۹ میں ہے:
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
ام حرام بنت مہمان کے پاس مایا کرتے تھے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علامہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم تھیں، لیکن اس کی کیفیت میں اختلاف ہے، علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالوں میں سے ایک رضاعی خالہ تھیں اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آپ کے والد
یا دادا کی طرف سے خالہ تھیں کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ بنو نجار سے تھیں۔ لہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبر میں دینا
علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ
نے یہ غیب کی خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی امت باقی رہے گی، اور ان کو کورٹ اور اقتدار حاصل ہوگا، اور وہ سمندر سے
راستہ جا کر رہیں گے، اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اس وقت تک زندہ رہیں گی اور وہ مجاہدین کے پیچھے گروہ میں شامل
ہوں گی اور الحمد للہ آپ کی دہی ہوتی خبروں میں سے ہر چیز اسی طرح واقع ہوئی جس طرح آپ نے خبر دی تھی۔

سمندری سفر کے حکم میں مذاہرب فقہاء
علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ام حرام نے سمندری سفر کب
کیا تھا، صحیح مسلم کی اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ انھوں نے
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سمندری سفر کیا اور سواری سے گر کر فوت ہو گئیں، تاہم عیاضی نے یہ کہا ہے کہ
اکثر محدثین نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے امام خلافت میں ہوا، اور اس موقع پر حضرت ام حرام
اپنے خاندان کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوئیں اور اس سے گر کر ہلاک ہوئیں اور اسی جگہ دفن کر دی گئیں، اس بنا پر
حدیث میں جو حضرت معاویہ کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت معاویہ کے ایام جہاد ہیں نہ کہ حضرت معاویہ کے

لہ۔ علامہ بیہقی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطالعین کراچی، ۱۳۷۵ھ

یام خلافت مراد ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی ظہور پذیر ہوا، اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے، اس حدیث سے مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سمندری سفر کا حرام ثابت ہوتا ہے، جمہور فقہاء کا یہی قول ہے، امام مالک نے عورتوں کے سمندری سفر سے منع کیا ہے کیونکہ اس سفر میں مردوں کے لیے اپنی ننگا ہی نیچی رکھنا اور عورتوں کا اپنی زینت کو چھپانا بہت دشوار ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب اور عمر بن عبدالعزیز سے یہ روایت ہے کہ وہ سمندری سفر سے منع کرتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ تجارت اور طلب دنیا کے لیے بحری سفر سے منع کرتے تھے عبادات کے لیے بحری سفر سے منع نہیں کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے حج، عمرے اور جہاد کے سوا بحری سفر سے منع فرمایا ہے، لیکن امام ابو داؤد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی مجہول ہیں۔

اللہ کے راستہ میں مرنا یا قتل کیا جانا دونوں شہادت ہیں | بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا اور اللہ کی راہ میں

موت کا آجانا، اجر و ثواب میں دونوں مساوی ہیں کیونکہ حضرت ام حرام فوت ہوئی تھیں اور قتل نہیں کی گئی تھیں، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کے متعلق یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ شہداء ہیں بلکہ یہ فرمایا تھا کہ یہ مجاہد ہیں، البتہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو شخص اللہ کے راستہ میں مر گیا وہ بھی شہید ہے، اور یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مَهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ
شَرِيحاً كَمَا الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ - (نساء: ۱۰۰)

جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلتا ہے اور پھر اس کو موت آتی ہے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔

پہلی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام کے گھر گئے تو اس وقت وہ عزت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں اور دوسری روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے بعد میں حضرت عبادہ سے نکاح کیا، اس لیے پہلی روایت کو دوسری روایت پر محمول کیا جائے گا باہمی طور کہ راوی نے بعد میں ہونے والے نکاح کی پہلے خبر سے دی ہے۔

نیکو راستہ میں پہنچنے کی فضیلت

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات سرحد پر پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ فرمایا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا۔

بَابُ فَضْلِ الرَّبَاطِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

۴۸۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بَهْرَامِ النَّدَائِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا كَيْسُ بْنُ رَيْعَانَ (ابن سعید) عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ شَرِّ بْنِ حَبِيبٍ بْنِ السَّمِطِ عَنْ

اس کا رزق جاری کیا جائے گا اور اس کو قبر کے فتوں سے محفوظ جائے گا۔

سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا بَاطِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ هَشْرَةٍ وَ قِيَامِهِ وَإِنْ مَاتَ جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ وَأَجْرِي عَلَيْهِ بِرَأْفَةٍ وَأَمْرٌ الْفُتَانِ.

حضرت سلمان خیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی ایک روایت کی ہے۔

۴۸۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَرِيحٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي حَبِيبٍ وَابْنِ عُقْبَةَ عَنْ هُرَيْرِ بْنِ أَبِي عَاصِمٍ عَنْ سَلْمَانَ الْخَيْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَعْنِي حَدِيثُ الْكَلْبِيِّ عَنْ أَبِي قُبَيْبٍ.

ف: اس حدیث میں اسلام کی سرحدوں پر پسرہ دینے والوں کی ظاہر فضیلت ہے، کیونکہ ان کی موت کے بعد بھی ان کا عمل جاری رہتا ہے، اس فضیلت میں ان کا کوئی اور شریک نہیں ہے اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری روایات میں اس حدیث سے سرحد پر پھر دینے والے کے سوا ہر شخص کا عمل موت کے بعد قطع ہو جاتا ہے، اور سرحدی محافظ کا عمل قیامت تک برقرار رہتا ہے۔

شہیدوں کا بیان

بَابُ بَيَانِ الشَّهَادَةِ

۴۸۲۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي سَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الظَّلِيقِ فَأَعْرَفَهُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَعَقَّرَ لَهَا قَعَالَ الشَّهَدَاءِ أَمْ تَعَسَّكَ الْأَمْطُومُونَ وَالْمَبْطُونُ وَالْعَرُوقُ وَمَصَابِحُ الْهُدَى وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَنَّا وَحَدَّثَنَا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کہیں جا رہا تھا اس نے راستہ میں ایک خاردار شاخ دیکھی تو اس کو راستہ سے ایک طرف ہٹا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کر لیا اور اس کو بخش دیا، پھر آپ نے فرمایا: پانچ شخص شہید ہیں، (۱) ظالموں کی بیاری میں مرنے والا، (۲) پیٹ کی بیاری میں مرنے والا، (۳) ڈوبنے والا، (۴) کسی چیز کے پیچھے دب کر مرنے والا، (۵) اور جو شخص اللہ عزوجل کی راہ میں شہید ہو۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم شہید کسی کو سمجھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو شخص اللہ عزوجل

۴۸۲۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ هُرَيْرِ بْنِ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعْدُونَ

کی راہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، آپ نے فرمایا
پھر تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے، صحابہ نے
عرض کیا، یا رسول اللہ! پھر وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص
اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، اور جو شخص
اللہ کی راہ میں مر جائے وہ شہید ہے، جو شخص طاعون میں
مرے وہ شہید ہے، جو شخص پیٹ کی بیماری میں مرے
وہ شہید ہے، ابن مقسم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ
تہارے باپ نے یہ بھی کہا تھا کہ جو ڈوب جائے وہ
شہید ہے۔

عبید اللہ بن مقسم نے کہا کہ میں تیرے بھائی پر گواہی
دیتا ہوں اور اس حدیث میں بیزیا وہ ہے کہ جو غرق ہو جائے
وہ شہید ہے۔

الشَّهِيدَ فِيكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ قَتِلَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ قَالَ إِنَّ شَهِدَاءَ
أُمَّتِي إِذَا لَقِيْلُوا قَالُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ مَنْ قَتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ
مَاتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ مَاتَ
فِي الطَّاعُونِ فَهُوَ شَهِيدٌ وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ
فَهُوَ شَهِيدٌ قَالَ ابْنُ مِقْسَمٍ أَشْهَدُ عَلَى أَبِيكَ
فِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنَّكَ قَالَ وَالْغَرِيقُ شَهِيدٌ.

۴۸۲۷۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانَ
الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ سَهْلٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ
مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِ قَالَ سَهْلٌ قَالَ
عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مِقْسَمٍ أَشْهَدُ عَلَى أَخِيكَ أَنَّكَ
تَرَادَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَمَنْ غَرِقَ فَهُوَ
شَهِيدٌ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے اس میں
ہے کہ جو شخص غرق ہو جائے وہ شہید ہے۔

۴۸۲۸۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا
بَهْرٌ حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا سَهْلٌ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ
بْنُ مِقْسَمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَتَرَادَ فِيهِ وَالْغَرِيقُ
شَهِيدٌ.

حفصہ بنت سیرین کہتی ہیں کہ مجھ سے حضرت انس
بن مالک نے پوچھا کہ یحییٰ بن ابی عمرہ کس سبب سے
فوت ہوئے تھے؟ میں نے کہا طاعون سے، انہوں
نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون
ہر مسلمان کی شہادت ہے۔

۴۸۲۹۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرِيُّ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ رَيْغِي (بْنُ زِيَادٍ) حَدَّثَنَا
عَاصِمٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سَيْرِينَ قَالَتْ قَالَ
لِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ بِمَوْتِ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرَةَ
قَالَتْ قُلْتُ يَا لَطَاعُونَ قَالَتْ فَقَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُونَ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی

۴۸۳۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ بْنُ شَيْخَانَ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ فِي هَذَا

جلد خامس

بیضیہ -

علامہ سیوطی کے تتبع سے حکمی شہداء کی تعداد کا بیان | علامہ شامی لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی نے کتاب التبتیث میں حکمی شہداء کی تعداد کو تیس تک

پہنچایا ہے انہوں نے کہا: (۱) جو شخص پیٹ کی بیماری (خواہ اسہال ہو یا استفہام) میں فوت ہو جائے (۲) ڈوب جلتے (۳) کسی چیز کے نیچے دب جائے (۴) لڑیہ ہو جائے (۵) عورت درد زہ میں مر جائے (۶) پھیپھڑوں کی بیماری ہو (۷) سفر ہو (۸) مرگے ہو (۹) بخار ہو (۱۰) اہل کی حفاظت کر رہا ہو (۱۱) مال کی حفاظت کر رہا ہو (۱۲) جان کی حفاظت کر رہا ہو (۱۳) منگولم ہو لیکن ظلم مارا جائے (۱۴) کسی سے عشق ہو اور اس کو مٹنے رکھے اور حرام سے بچے (۱۵) جس شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پینٹا گھسنے سے اچھو ہو اور اس سے مر جائے (۱۶) دندنے سے چاڑھ کھایا ہو (۱۷) بادشاہ نے ظلماً قید کیا ہو (۱۸) یا زبردستی بٹویا ہو۔ (۱۹) بادشاہ کے خوف سے روٹوٹھی میں مر گیا ہو، (۲۰) سانپ بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو (۲۱) علم بشری کی طلب میں مر (۲۲) ثواب کی نیت سے افان دیتا ہو (۲۳) سچا تاجر (۲۴) جو شخص اپنے اہل، اولاد اور دیگر ماتحت لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم جاری کرتا ہو اور ان کو حلال کمانی کھلاتا ہو (۲۵) جہاز میں منگی اور قتل سے مر جائے (۲۶) جو عورت سوگن یا کسی دوسری عورت سے غیرت پر مہر کر کے مرے (۲۷) جو شخص ہر روز پچیس بار یہ دعا مانگے اللہ ہمارے فی العود و فیما بعد العود و فیما بعد العود (۲۸) جو شخص ناز چاشت پڑھے، ہر ماہ تین روزے رکھے اور سفر حضر میں بھی روزہ کو ترک نہ کرے (۲۹) جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی پر مضبوطی سے قائم رہے۔ (۳۰) جو شخص اپنے مرض موت میں چالیس بار کہے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

بعض ماگی علی اور علامہ شامی کے تتبع سے حکمی شہداء کی تعداد کا بیان | بعض ماگی علی نے اس

تعداد پر چند شہداء کا مزید اضافہ کیا ہے، (۱) جو شخص بل کر مر جائے (۲) جو شخص گھوڑا تیار کر کے جہاد کا منظر رہے (۳) جو شخص ہر شب سورہ یسین پڑھے (۴) جو شخص سواری سے گر کر مر جائے (۵) جو رات کو با وضو سوئے اور اس کو با وضو موت آئے (۶) جو شخص تمام زندگی لوگوں کی خاطر ملازمت کرتا رہے (۷) جو شخص ہر روز سو بار درود شریف پڑھے (۸) جو شخص صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کی دعا کیا کرے (۹) جو شخص عز ویت کے وقت مسلمانوں کے کسی شہر میں غلہ پہنچانے کا انتظام کرے (۱۰) جو شخص جمعہ کے دن وفات پائے (۱۱) جو شخص صبح کو تین بار پڑھے: اعوذ باللہ السمیع العلیہ من الشیطان الرجیم سورہ ہشر کی آخری تین آیتیں پڑھے اور اسی دن وفات پائے، ان کے علاوہ بھی علامہ شامی نے دوسرے ذکر کیا ہیں، (۱) جو طاعون کی جگہ پر مہر کر کے پھیرا رہے، (۲) عورت نفاس میں مر جائے بلکہ خلاص رہے کہ علامہ سیوطی نے حکمی شہداء کی تعداد میں بیان کی، لیکن ماگی علی نے ان پر مزید لکھا کہ اضافہ کیا اور علامہ شامی نے بھی ان کے علاوہ دوسریں بیان کی ہیں اور بیکر اینٹا لیس اقسام ہو گئیں، لیکن علامہ شامی نے ان میں سے صرف دو تین قسموں کے ثبوت میں امارت پیش کی ہیں اور باقی تمام اقسام کے متعلق امارت پیش نہیں کی ہیں اور فرمایا

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن مابین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۸۵۳-۸۵۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۶ھ

کہ ہم نے اقتصار کی وجہ سے دلائل کو حذف کر دیا ہے۔

ہم نے اس سلسلہ میں احادیث اور آثار سے جمع کر کے حکمی شہداء کی تعداد پینتالیس^{۴۵} تک پہنچا دی ہے اور ان تمام اقسام کو ہم نے جن احادیث اور آثار سے تلاش کیا ہے ان کو اب ہم باحوالہ پیش کر رہے ہیں، فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانتہ یدلیق۔

مصنف کے مجمع سے حکمی شہداء کی تعداد کا احادیث اور آثار کے حوالوں سے بیان

ایک حدیث میں پانچ شہداء کا بیان ہے؛ طاعون میں مرنے والا، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا، ڈوبنے والا، دہرے میں مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔
اہم مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشہداء خمسۃ المطعون والمبطون، والغرق وصاحب الہدم والشہید فی سبیل اللہ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ شہداء پانچ ہیں، طاعون زدہ، پیٹ کی بیماری والا، ڈوبنے والا، دہرے میں مرنے والا اور شہید فی سبیل اللہ۔

اس حدیث میں پانچ شخصوں پر شہید کا اطلاق کیا گیا ہے اور سنن ابوداؤد کی روایت میں تین اور شخصوں کا اضافہ ہے اور آٹھ شخصوں پر شہید کا اطلاق کیا گیا ہے، وہ روایت یہ ہے:
اہم ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عتیق ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وما تعدون الشہادۃ، قالوا القتل فی سبیل اللہ تعالیٰ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشہادۃ سبع سوی القتل فی سبیل اللہ المطعون شہید، والغرق شہید، وصاحب ذات الجنب شہید، والمبطون شہید، و صاحب الحریق شہید، والذی یموت تحت الہدم شہید، والمرأۃ تموت بجماع شہید۔
حضرت جابر بن عتیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا، تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ عزوجل کی راہ میں قتل ہونے کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قتل فی سبیل اللہ کے سوا شہاد کی سات قسمیں اور ہیں، طاعون میں مرنے والا شہید ہے، غرق ہونے والا شہید ہے، منہ پر سے مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے، دہرے میں مرنے والا شہید ہے، کسی چیز کے نیچے دہرے میں مرنے والا شہید ہے اور اگر (عالمہ) عدت درونہ میں جنماد ہو کر مر جائے تو شہید ہے۔

۴۵۔ امام مسلم بن حجاج قشیری سنن ۲/۶۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۲، مطبوعہ نوریہ مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۶۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۲، مطبوعہ مطبع مجتہد پاکستان لاہور، ۱۳۷۵ھ

ان کلمہ شہدوں کے علاوہ امام بخاری نے ایک اور قسم بیان کی ہے:

عن عبد اللہ بن عمر وقال سمعت رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم يقول من قتل دون ماله
فهو شهيد رله
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل
کیا گیا وہ شہید ہے۔

اس مفہوم کی حدیث امام مسلم نے بھی حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔
امام ترمذی نے مال کے علاوہ جان کی حفاظت، بیوی بچوں کی حفاظت اور دین کی حفاظت میں قتل کیے جانے
والے شخص کے متعلق بھی حدیث روایت کی ہے، اس طرح بارہ قسمیں ہو گئیں۔
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن زید قال سمعت رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم يقول من قتل دون ماله
فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد
ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل
دون اهله فهو شهيد - ثلثہ
حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے "جو شخص مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا
وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے
قتل کیا گیا وہ شہید ہے، جو دین کی حفاظت کرتے
ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے بیوی اور
بچوں کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔

امام احمد نے ایک روایت بیان کی ہے اس میں سواری سے گرنے والے کو بھی حضور نے شہید فرمایا ہے۔
اس طرح تیرہ اقسام ہو گئیں۔
امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی
الله عليه وسلم يقول ما تعدون النشيد قالوا
الذي يقاتل في سبيل الله حتى يقتل قال
ان الشهيد وامتي اذا لقبل القتل في سبيل
الله شهيد، والطعين في سبيل الله شهيد
والغريق في سبيل الله شهيد، والخار
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
تم لو کہ کسی شخص کو شہید شمار کرتے ہو، چھابہ نے عرض
کیا جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے حتیٰ کہ قتل ہو جائے
آپ نے فرمایا پھر تم میری امت میں شہید بہت کم ہوں گے
اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا شہید ہے، طاعون میں
مرنے والا شہید ہے جو شخص اللہ کی راہ میں غرق ہوا وہ

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری مترجم ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۳۷، مطبوعہ نوریہ محمد صالح المنجد کراچی، ۱۳۸۱ھ
۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری مترجم ۲۶۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نوریہ محمد صالح المنجد کراچی، ۱۳۷۵ھ
۳۔ امام ابوسعید محمد بن عیسیٰ ترمذی مترجم ۲۷۹، جامع ترمذی ص ۲۲۳، مطبوعہ نوریہ محمد صالح المنجد کراچی، ۱۳۷۵ھ

عن دابتہ فی سبیل اللہ شہید والمجنوب فی سبیل اللہ شہید۔ ۱۷

شہید ہے، جو شخص اللہ کی راہ میں سولہ سے گزر کر مراد شہید ہے اور جو شخص اللہ کی راہ میں نونہ سے مراد شہید ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ کے راستہ میں مر گیا وہ شہید ہے، اللہ کے راستہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص علم دین پڑھتے ہوئے یا پڑھاتے ہوئے مر گیا یا ناز کو جاتے ہوئے راستہ میں مر گیا، یا حج کو جاتے ہوئے یا واپس کتبہ کی تصنیف و تالیف کے دوران مر گیا یا اللہ کی رضا جوئی میں کسی بھی نیک کام کو جاتے ہوئے یا نیک کام کرتے ہوئے مر گیا تو وہ شہید ہے، اس طرح چودہ اقسام ہو گئیں اور یہ چودہ دعویٰ قسم متحدہ اقسام کو متضمن ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن نوفل قال: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المیت فی سبیل اللہ شہید۔ ۱۸

حضرت عبد اللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اللہ کی راہ میں مرنے والا شہید ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات فی سبیل اللہ فهو شہید۔ ۱۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے راستہ میں مر جائے وہ شہید ہے۔

ایک روایت میں پیڑ سے گر کر مرنے والے اور جس کو درندے کا لپس اس کو بھی شہید فرمایا ہے، اس طرح سورہ اقسام ہو گئیں۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود قال ان من یتردی من ساروس الجبال و تاكله السباع، ویغرق فی البحر یشہد عند اللہ۔ ۲۰

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص پیڑ کی چوٹیوں سے گر کر مر جائے اور جس کو درندے کا لپس اس کو بھی شہید فرمایا ہے۔

کے نزدیک شہید ہیں۔

ایک روایت میں حالت نفاس میں مرنے والی حدیث کو بھی شہید فرمایا ہے اس طرح سترہ اقسام ہو گئیں۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

- ۱۷۔ امام احمد بن حنبل متولی ۲۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
- ۱۸۔ امام عبدالرزاق بن ہمام سنن متولی ۲۱۱، المصنف ج ۵ ص ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ
- ۱۹۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متولی ۲۷۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار الفکر للطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۰۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متولی ۲۱۱، المصنف ج ۵ ص ۲۶۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کس شخص کو شہید بنا کر ستم کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، آپ نے فرمایا پھر تو میری امت کے شہید ہو جاؤ گے، اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا شہادت ہے، دو دنیا شہادت ہے، طاعون شہادت ہے اور حالت غفاس میں مرنا شہادت ہے۔
ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لیے رزق حلال کی طلب میں مر جائے یا اپنے اہل کے لیے رزق حلال کی طلب میں مر جائے تو وہ شہید ہے اور ان دو کو ملا کر انہیں اقسام ہر گیش۔

علیہ وسلم ما تعدون الشہید فیکم؟ قالوا من قتل فی سبیل اللہ، قال ان شہداء امتی لقتیل اذا القتل فی سبیل اللہ شہادۃ، والغرق شہادۃ والطاعون شہادۃ و النفساء شہادۃ۔
ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لیے رزق حلال کی طلب میں مر جائے یا اپنے اہل کے لیے رزق حلال کی طلب میں مر جائے تو وہ شہید ہے اور ان دو کو ملا کر انہیں اقسام ہر گیش۔

حضرت ایوب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ٹیکہ کی چوٹی سے تریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا صحابہ نے کہا یہ شخص کتنا طاقتور ہے، کاش اس کی طاقت اللہ کے راستے میں خرچ ہوتی اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا صرف وہی شخص اللہ کے راستے میں ہے جو تلک کر دیا جائے؟ پھر فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے، البتہ جو شخص مال کی کثرت کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستے میں ہے۔

عن ایوب قال، اشرف علی النبو صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ رجل من قریش من اس تہ، فقالوا ما اجد هذا الرجل الوکان جلدۃ فی سبیل اللہ، فقال النبو صلی اللہ علیہ وسلم، اویس فی سبیل اللہ الا من قتل؟ ثم قال من خرج فی الارض یطلب حلالاً لیکف بہ اہلہ فهو فی سبیل اللہ، ومن خرج لیکف بہ نفسہ فهو فی سبیل اللہ، ومن خرج یطلب النکاح فهو فی سبیل الشیطان۔

ایک روایت میں ہے جو شخص بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر فوت ہو وہ شہید ہے، اس کے ساتھ میں اقسام ہر گیش۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ طاعون، پیٹ کی بیماری، غفاس میں عورت کا مرنے، دو دنیا اور مسلمان کو جس مصیبت کا واقعہ ہو جس سے موت آئے وہ شہادت ہے۔

الم ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:
عن مسروق قال: الطاعون والبطن والنفساء والغرق وما أصیب بہ مسلم فهو شہادۃ۔

۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام منہجی معونی ۲۱۱ ص ۵، المصنف ج ۵ ص ۲۴۱۔ ۲۴۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ۔

۲۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ یسعی معونی ۲۲۵ ص ۵، المصنف ج ۵ ص ۲۴۱۔ ۲۴۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۳۰۶ھ۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے صدق دل کے ساتھ شہادت کی دعا کرے تو اس کو بھی شہادت کا مرتبہ ملتا ہے اور یہ اکیسویں قسم ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال، من سأل اللہ القتل فی سبیل اللہ صادقاً ثم مات اعطاه اللہ اجر شہید۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن سهل بن حنیف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال، من سأل اللہ الشہادۃ صادقاً من قلبہ بلغہ اللہ منازل الشہداء و ان مات علی فراشہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے صدق دل سے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کا سوال کیا اور پھر فرمایا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کو طلب کیا، اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے درجات پر پہنچائے گا غلام وہ شخص بستر پر فوت ہو۔

صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۸۱۵ میں بھی یہی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ پھیپھڑوں کی بیماری (مثلاً تپ دق) اور سفر میں مرنے والا بھی شہید ہے، ان دو کو ملا کر تیس قسمیں ہو گئیں۔

حافظ البیہقی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الملک بن ہارون بن عنترة عن ابيه عن جده قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قتل فی سبیل اللہ فهو شہید والمتردی شہید، والنفساء شہید والغرق شہید نراد الحلوانی والسل شہید والحریق شہید والغریب شہید۔

عبد الملک بن ہارون اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، پہاڑ سے گڑ گرنے والا شہید ہے، نفاس میں مرنے والی عورت شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، طوفان نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھیپھڑوں کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، اور سفر میں مرنے والا شہید ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص دن میں پچیس بار یہ دعا کرے اللہ باریک دیکھ کر فیما بعد الموت پھر فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا، اس کے ساتھ چوبیس قسمیں ہو گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعا اللہ فی سبیل اللہ فمات بظلمۃ من ظلمۃ مات شہیداً۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ دار البیروت للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ۔

۲۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، مسند دارمی ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ طحان۔

۳۔ حافظ زبیر بن علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۴۵۸ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۳۰۲ھ۔

الحال الجدة۔ ۱۰

کو اپنی نافرمانی سے گھٹ کر جنت میں لے جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص پڑوسی کی مخالفت کرتا ہوا مر جائے وہ شہید ہے، یہ بیعتیوں کی قسم ہے۔ امام علی رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس من قتل دون اہله ظلماً فهو شهید، ومن قتل دون ما له ظلماً فهو شهید، ومن قتل دون جاره ظلماً فهو شهید، ومن قتل في ذات الله فهو شهيد۔ ۱۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے اہل کی مخالفت کرتے ہوئے قتل ہوا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے مال کی مخالفت کرتا ہوا قتل ہوا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے پڑوسی کی مخالفت کرتے ہوئے قتل ہوا گیا وہ شہید ہے، اور جو شخص اللہ کی ذات کی وجہ سے قتل ہوا گیا وہ شہید ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ جو شخص چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے، جو شخص کے اوپر پتھر گرے اور وہ مر جائے وہ شہید ہے، جو عورت اپنے خاندان پر رکھی عورت کی وجہ سے غیرت کرتی ہو اس کو شہید کا اجر ملے گا اور خیراتی کا حکم دیتا ہو اور خیراتی سے روکنا ہو وہ بھی شہید ہے، اور جو اپنے بھائی کی مخالفت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے اور یہ چالیس قسمیں ہو گئیں۔ امام علی رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

عن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغريق شهيد، والحريق شهيد، والغريب شهيد، والمعد، وغ شهيد، والمبطون شهيد، ومن يقع عليه البيت فهو شهيد، ومن يقع من فوق البيت فتندق رجلاه او عنقه فيموت فهو شهيد۔ ومن تقع عليه الصخرة فهو شهيد والغیری علی نزوحها كالمجاهد فی سبیل اللہ فلها اجر شهيد، — ومن قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون نفسه فهو شهيد، ومن قتل دون اخیه فهو شهيد، ومن قتل دون جاره فهو شهيد والامو بالمعروف والنأھی عن المنکر شهيد۔ ۱۲

حضرت علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غرق ہونے والا شہید ہے، چلنے والا شہید ہے، ساز شہید ہے، سائب سے ڈسا جانے والا شہید ہے، بیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے، جس کے اوپر پتھر گر جائے وہ شہید ہے، جو شخص چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے، جس پر پتھر گرے اور وہ مر جائے وہ شہید ہے، جو عورت اپنے خاندان پر غیرت کرتی ہو وہ مجاہدنی سبیل اللہ کی طرح ہے اور اس کے لیے شہید کا اجر ہے، جو شخص اپنے مال کی مخالفت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے بھائی کی مخالفت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے پڑوسی کی مخالفت میں مارا جائے وہ شہید ہے

۱۰۔ امام علی رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ جو شخص پڑوسی کی مخالفت کرتا ہوا مر جائے وہ شہید ہے، یہ بیعتیوں کی قسم ہے۔ امام علی رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں: ۱۱۔ امام علی رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں: ۱۲۔ امام علی رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

جو شخص نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے وہ شہید ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ کی راہ میں ہو اور اس کو سواری گرا دے وہ شہید ہے (اس میں شریک کے ہر قسم کے حادثات شامل ہیں اور اللہ کی راہ میں ہونا اس سے عام ہے کہ وہ جہاد کے لیے بلے یا زنی کمانے کے لیے یا کسی عبادت کے لیے یا کسی بھی نیک کام کے لیے) یا اس کو حشرات الارض میں سے کوئی ڈس لے یا اس کو کسی بھی طرح موت آجانے وہ شہید ہے یہ تینا لیس اقسام ہو گئیں۔
امام ابو داؤد وروایت کرتے ہیں:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کے راستہ میں نکلا پھر گیا یا قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے یا جس شخص کو گھوڑے یا اونٹ نے گرا دیا یا جس شخص کو حشرات الارض میں سے کسی نے ڈس لیا یا جو شخص (اس کی راہ میں) بستر پر مر گیا یا جس طرح بھی اللہ نے چاہا اس کو موت آگئی تو وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔

عن ابی مالک الاشعری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من فصل فی سبیل اللہ عن وجل فمات او قتل فهو شہید او وقصہ فرس او بعیر او ولد غتہ هامۃ او مات علی فراشہ و بای حتف شاء اللہ فانہ شہید وان لہ الجنة ۱۰

ایک حدیث میں ہے جو شخص طاعون کی جگہ سے نہ بھاگے اس کو شہید کا اجر ملے گا، اور یہ چوالیسویں قسم ہے۔
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا طاعون ایک غلاب ہے جسے اللہ تعالیٰ جس قوم پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے، اور مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے طاعون کو رحمت بنا دیا، سو جو مسلمان کسی ایسے شہر میں ہو جس میں طاعون پھیلا ہو اور وہ اسی شہر میں ٹھہرا رہے اور صبر اور ثواب کی نیت کر کے اس شہر سے نہ نکلے اور اس پر یقین رکھے کہ جو چیز اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے وہ ہو کر رہے گی تو اس کو شہید کا اجر ملے گا۔

عن عائشۃ انہا سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فقال کانت عذابا یبعثہ اللہ علی من یشاء فجعلہ اللہ رحمۃ للمؤمنین ما من عبد یکون فی بلد تو یکون فیہ ویمکت فیہ لایخرج من البلدۃ صابرا محتسبا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شہید۔ ۱۱

۱۰۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مؤلفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۳۸، مطبوعہ مطبعۃ مجتہدین پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۱۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری ۲۵۵ھ سنن البخاری ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ مطبعۃ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

جلد ۱۰

ایک اور صحیفہ میں ہے جو شخص کو بھی بیاری میں فوت ہوا، وہ بھی ہے اور اب شہداء کی بیستائیس قسمیں برگیں۔
امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات مر یضاً مات شہیداً ووقی قنطرة العبر وندی وریح علیہ یرزقہ من الجنة۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیاری میں مراد شہید ہو کر اس کو قبر کے فترے سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو صبح و شام جنت سے رزق دیا جائے گا۔

میں نے بعض ملاحی میں پڑھا تھا کہ ملازم سیوطی نے بھی شہداء کی تعداد میں ایک رسالہ لکھا ہے اور اس سلسلہ میں احادیث اور آثار سے تیسری بھی شہداء کا بیان کیا ہے، مجھے وہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا، تاہم میں نے تو کلام علی اللہ کتب احادیث میں ایسی احادیث کو تلاش کیا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص عمل پر شہادت کی بشارت دی ہو، اور ان میں جو وہد کے مصداق الحمد للہ مجھے ایسی صحیح احادیث ملی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیستائیس مختلف عملوں پر شہادت کی بشارت دی ہے، اس سے پہلے میرے علم میں ایسی کوئی تصنیف نہیں ہے جس میں احادیث کے حوالوں سے بھی شہداء کی تعداد کو بیان کیا گیا ہو، دعائیات میں ملازم سیوطی کی نظر بہت وسیع ہے لیکن انہوں نے بھی قول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالوں سے تیس شہداء کا بیان کیا ہے اور میں ان کے سامنے طفل مکتب اور بالکل تہی دامن ہوں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے احادیث کے حوالوں سے بیستائیس شہداء کا بیان کرنے کی توفیق دی، ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

ہر مومن کا ل شہید ہے

بھی شہداء کی تعداد کے سلسلہ میں تتبع اور جانچ کر کے ہونے چاہئے کہ یہ منکشف ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر مومن کا ل شہید ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عندنا، ہم لہم اجر ہم وغیرہ۔ (الحمدید، ۱۹)

جو لوگ اللہ اور اس رسول پر ایمان لائے، وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں اور ان کے رب کے پاس ان کا اجر اور ان کا ثواب ہے۔

فقہ تالیف میں سے حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ ہر مومن شہید ہے۔
امام عبدالرزاق مطابقت کرتے ہیں:

عن مجاہد کل مؤمن شہید، ثم تلا والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہر مومن شہید ہے، چنانچہ نے یہ آیت تلاوت کی (ترجمہ) جو لوگ اللہ اور اس رسول پر ایمان لائے، وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار فکرا دار تجارت کتب کراچی،
۲۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صحابی متوفی ۲۱۱ھ، المعنی ج ۵ ص ۲۶۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

علامہ اگوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ لوگ اپنے رب عزوجل کے نزدیک یعنی اس کے علم اور اس کے حکم میں صدیق اور شہید ہیں، اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے درجات اور مقامات کی بلند پوئی میں صدیقین اور شہداء کے درجہ میں ہیں، یعنی علامہ نے کہا ہے کہ یہاں شہداء سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ لوگ دوسری امتوں اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق گواہی دیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **وَكُنَّا لَكُمْ جُعَلًا كَرَامَةً وَسَطًا لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ** لیکن پہلی تفسیر کی تائید میں بکثرت احادیث اور آثار مروی ہیں، اس لیے وہی تفسیر راجح ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کے مومن شہداء ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ** **سَلَّمَ** اولئك هم الصادقون والشهداء آء عندنا بہم۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی لوگ اللہ کے نزدیک صدیق اور شہداء ہیں۔ اور ابن ابی خاتم نے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت ابو ہریرہ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا: تم میں سے ہر شخص صدیق اور شہید ہے، کہا گیا اسے ابو ہریرہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، حضرت ابو ہریرہ نے کہا قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ** **سَلَّمَ** (الایۃ) اور امام عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ہر مومن شہید ہے اور اس پر انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا، عبد بن حمید نے عمرو بن میمون سے اس کی مثل روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے عمرو بن مرہ جہنی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ اگر میں یہ گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول برحق ہیں اور پانچ نمازیں پڑھوں، زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور رمضان میں قیام کروں تو پھر میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا صدیقین اور شہداء میں سے۔

علامہ اگوسی فرماتے ہیں: مناسب یہ ہے کہ اس آیت میں مومن سے مراد وہ شخص ہو جس کا ایمان کامل اور قابل شمار ہو اور یہ وہی شخص ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی قابل ذکر عبادت کرتا ہو اور وہ یہ بات بہت بعید ہے کہ جو شخص نفسانی تقاضوں اور شہوات میں ڈوبا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو وہ قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کے درجہ میں ہو اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے لوگوں سے کہا یہ بتاؤ کہ جو شخص لوگوں کی عزت و ناموس کی پروردہ دی کرتا ہو تم اس کی مذمت کیوں نہیں کرتے، لوگوں نے کہا ہم اس کی بدذباتی سے ڈرتے ہیں، حضرت عمر نے فرمایا پھر تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو قیامت کے دن ان امتوں کے خلاف گواہی دیں گے جنہوں نے اپنے انبیاء کی کذب کی تھی اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **اللَّعَانُونَ لَا يَكُونُونَ شُهَدَاءَ** " لعنت کرنے والے گواہی نہیں دیں گے " اور امام ابن مرددہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی جان اور اپنے دین پر فتنہ کے خوف سے اپنے دین کو بچانے کے لیے ایک ملاقہ سے دوسرے ملاقہ کی طرف بھاگا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو صدیق نہ لیا جاتا ہے اور جب وہ مرجائے تو اللہ تعالیٰ شہید کی طرح اس کی روح کو قہقہے کرتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ** **سَلَّمَ** اولئك هم الصادقون والشهداء پھر آپ نے فرمایا وہ شخص ان میں داخل ہے، پھر آپ نے فرمایا جو لوگ اپنے دین کو بچانے کے لیے ایک ملاقہ سے دوسرے ملاقہ کی طرف بھاگتے ہیں وہ قیامت کے دن جنس میں

حضرت مسی بن مریم (علیہ السلام) کے حصہ میں ہوں گے، علامہ آؤسی لکھتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ وہ شخص ان صدیقین اللہ شہدائین داخل ہے، اس سے یہ مراد ہو کہ وہ ان میں سب سے پہلے داخل ہوگا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجہ سے مراد اس عیسا درجہ ہے۔

شعاک سے ایک یہ روایت بھی منقول ہے کہ یہ آیت اتلاؤ اسلام میں سہقت کرنے والے اکثر صحابہ کے حق میں نازل ہوا ہے، یہ: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، اور حضرت سدر بنی اللہ عظیم، لیکن اہل علم پر بھی نہیں ہے مگر وہ ان خصوصیت کے مقابلہ میں انصاف کے عزم کا اظہار کیا جاتا ہے۔

بعض مفسرین نے کہا اولئک ہوا الصدیقون۔ تک ایک جملہ پورا ہو گیا اور والشہداء عند ما بہم لعمد اجہمہم وذنوہم۔ سے نیا جملہ شروع ہے پھر اس تقدیر پر یہ بھی اختلاف ہے کہ شہداء سے مراد شہداء ہی سبیل اللہ ہیں یا انبیاء مراد ہیں جو قیامت کے دن شہادت دیں گے، علامہ ابوالیمان اؤسی نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے، (علامہ آؤسی فرماتے ہیں) جو شخص انصاف سے کام لے گا اس کو اس پر یقین ہوگا کہ ہم نے اس کو شہادت اور آثار کی روشنی میں جو پہلی تفسیر بیان کی ہے وہی صحیح تفسیر ہے۔

شہداء کی تعداد کے بیان کے سلسلہ میں میں نے کافی محنت کی ہے اور اس سلسلہ میں بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور مجھے بھی درجہ شہادت پر فائز فرمائے، آمین یا رب العالمین بحرمۃ نبیک محمد خاتم النبیین سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلىٰ الوصحابہ وازواجہم وذراریہم اجمعین۔

شہید کی وجہ تسمیہ | علامہ نووی لکھتے ہیں: تفسیر شعیب نے کہا ہے کہ اللہ کی راہ میں جانے والے کو شہید کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کی ارواح صرف قیامت کے دن جنت میں شاہد اور موجود ہوں گی، اور ان الانبیاء نے کہا کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے حق میں جنت کی شہادت دیتے ہیں سو یہاں پر شہید مشہور و بلند بالجنۃ کے معنی میں ہے، ایک قول یہ ہے اس کو اس لیے شہید کہتے ہیں کہ اس کی روح جسم سے نکلنے ہی اس امر و فرشتہ پر شاہد اور موجود ہوجاتی ہے جو اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے ایک قول یہ ہے کہ شہادت کے وقت رحمت کے فرشتے اس کے پاس شاہد اور موجود ہوتے ہیں اور وہ اس کی روح لے جاتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کو شہید ہونا اس کے ایمان اور خاتمہ بالآخر کی شہادت دینا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کے شہید ہونے پر اس کا خون اور اس کے زخم شاہد اور گواہ ہوتے ہیں، ازہر ہی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ قیامت کے دن دوسری امتوں پر شہادت اور گواہی دے گا لیکن یہ چیز صرف شہید کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

تحقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاء و شافعیہ کا مسلک | علامہ فرزدی شافعی لکھتے

۱۔ علامہ البرافض شہاب الدین سید محمود آؤسی، ابتداوی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۴، ص ۱۸۲، ۱۸۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
 ۲۔ علامہ سبکی بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ دار مسند اصح المطابع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہیں، شہید کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جو شخص کفار کے خلاف جنگ میں کسی بھی سبب سے قتل کیا جائے، یہ شخص شہید الدنیا والآخرۃ ہے۔ آخری شہاد کا ثمرہ اجر و ثواب اور عزت و کرامت ہے اور دنیاوی شہادت کا ثمرہ یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(۲) جو شخص پیٹھ کی بیماری یا طاعون میں مر جائے یا دب کر مر جائے یا اپنے مال وغیرہ کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے یا اور کسی ایسی وجہ سے مارا جائے جس کو احادیث میں شہید فرمایا گیا ہے، یہ صرف آخری ثواب کے اعتبار سے شہید ہے دنیاوی احکام کے اعتبار سے شہید نہیں ہے، اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور آخرت میں اس کا اجر و ثواب پہلی قسم کے شہید سے کم ہوگا۔

(۳) جس شخص نے مال غنیمت میں خیانت کی یا اور کوئی ایسا کام کیا جس کی بناء پر احادیث میں اس کو شہید کہنے سے منع فرمایا ہے ایسا شخص جب کفار کے خلاف جنگ میں قتل کیا جائے تو یہ صرف دنیاوی احکام کے اعتبار سے شہید ہے یعنی اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور آخری احکام کے اعتبار سے شہید نہیں اور اس کو شہاد کا کامل ثواب نہیں ملے گا۔

حقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاء مالکیہ کا مسلک

امام مالک اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کو غسل دیا گیا، کفن پنا یا گیا اور وہ اللہ کی رحمت سے شہید تھے۔ امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ اہل علم سے ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائیں، ان کو غسل دیا جائے گا اور ان میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور جن کپڑوں میں وہ قتل کیے گئے ہیں ان میں ان کو دفن کر دیا جائے گا، امام مالک فرماتے ہیں جو مسلمان میدان کارزار میں قتل کر دیا جائے اور موت تک اس کا پتہ نہ چلے اس کے بارے میں یہی سنت ہے، لیکن جس شخص کو میدان جنگ سے اٹھا کر لایا گیا اور جب تک اللہ نے چاہا وہ زندہ رہا تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

شہادت ایک ایسی فضیلت ہے جس کی بناء پر غسل میت کی فرضیت، اس کو نئے کفن پہنانے کا حکم اور اس کی نماز جنازہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا لیکن اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ علامہ باجی فرماتے ہیں یہ حکم اس مقتول کے بارے میں ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا ہو، لیکن جس شخص نے اپنے گھر کے اندر کسی دشمن سے مدافعت میں جنگ کا اور وہ

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نوری متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ دارالحدیث لاہور، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ مطبوعہ دارالحدیث لاہور، ۱۳۷۵ھ

جلد خاص

قتل کر دیا گیا تو ابن قاسم یہ کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اور ابن دہب اور اشہب یہ کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یہ اختلاف اس وقت ہے جب اس نے اپنی راضت میں جنگ کی ہر ادا کر اس نے صلوات نہیں کی اور دشمن نے بیہزار اجماع کے اس کو قتل کر دیا، مثلاً اجماع کے دشمن اگر اس پر ٹوٹ پڑے یا اس کو سستے میں قتل کر دیا یا قید کرنے کے بعد قتل کر دیا تو اشہب کہتے ہیں کہ اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور دشمن اور امین کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا ان کو جنگ میں نہیں بلکہ غفلت میں قتل کیا گیا تھا اور اس قتل میں ان کی طرف سے کوئی مداخلت نہیں تھی اور ان کو غسل بھی دیا گیا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی گئی اور یہ عمل تمام صحابہ کے سامنے ہمارا اس پر اجماع ہو گیا۔ علامہ ابوالوہید نے امام سنن اور مصنف کی طرف سے جو دلیل پیش کی ہے وہ ان کے قول کے باطل پر مبنی ہے۔ سید فیضی فرماتے ہیں:

حقیقی اور علی شہید کے غسل نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاء جنیدیہ کا مسلک علامہ ابن قدامہ

لکھتے ہیں:

شہید جب میدان جہاد میں قتل کیا گیا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، غسل کے مسائل میں امام اہل علم کا اتفاق ہے، ابوہریرہ، حسن بصری اور سعید بن جبیر کا قول یہ ہے کہ شہید کو غسل دیا جائے گا کیونکہ حرمت موت کے وقت منجی ہوتا ہے، امام شہید کو غسل نہ دینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اصحاب کی اقتدا کرنا زیادہ لائق ہے۔ شہید کی نماز جنازہ کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، امام مالک، امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے اور امام احمد دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، اس قول کو عمال نے اختیار کیا ہے اور ابی ثریب اور امام ابو حنیفہ کا قول ہے امام احمد کے اس قول کی تشریح یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ مستحب ہے واجب نہیں ہے، ایک جگہ امام احمد نے کہا اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھی تو کوئی حرج نہیں۔ اور ایک جگہ کہا کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنا اچھا ہے اور اگر نہیں پڑھی تو بھی ٹھیک ہے، ان دونوں روایتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام احمد کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ مستحب ہے واجب نہیں ہے، استحباب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم آمد کی طرف تشریف لے گئے اور شہداء اور اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے، پھر عمر بکرت آئے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ شہداء اور ان کے خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے، آپ نے ان کو غسل دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی، اور حضرت عقبہ کی حدیث شہداء اور ان کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ نے ان کو سال بعد ان کی قبروں پر نماز پڑھی تھی حالانکہ ان کی قبروں

علامہ ابوالوہید سیامی بن عبد الملک باہمی ائمہ میں متروک فی ۲۹۲، المنتقى ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع السعادة مصر، ۱۳۲۲ھ

جب کسی شہید (مسلمان شخص) کو میدان جنگ میں قتل کر دیا جائے تو ہمارے نزدیک اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اس کی نافرمانی نہ پڑھی جائے گی، حسین بصری یہ کہتے ہیں کہ شہید کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نافرمانی نہ پڑھی جائے گی، ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اہل بیت کے متعلق فرمایا: "اہل بیت ان کے خون کے ساتھ کپڑوں میں پیٹ دلو اور ان کو غسل مت دو کیونکہ جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی رگوں سے خون بہ رہا ہو گا اس کا رنگ خون کی طرح ہو گا اور خوشبو مشک کی طرح ہو گی۔"

امام شافعی رحمہ اللہ نے (اسی طرح امام مالک کا مذہب ہے اور امام احمد کا ایک قول ہے) کہا ہے کہ شہید کی نافرمانی نہ پڑھی جائے گی کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اہل بیت سے کسی کی نافرمانی نہ پڑھی، نیز شہداء شہادت کی بنا پر گناہوں سے پاک ہو گئے اور نافرمانی نہ پڑھی گئی۔ یہ دعویٰ اور شفاعت ہے اور وہ امام احمد اور شفاعت سے اس طرح مستثنیٰ ہیں جس طرح غسل سے مستثنیٰ ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے شہداء کو زندہ قرار دیا ہے اور نافرمانی نہ پڑھی جاتی ہے زندہ کی نہیں پڑھی جاتی۔

(علامہ سمری فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اہل بیت کی نافرمانی نہ پڑھی، حتیٰ کہ نفاق ہے کہ آپ نے سیدنا عمرہ رضی اللہ عنہ کی سزا میں نافرمانی نہ پڑھی، اور اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت عمرہ کا جہاد آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا، آپ کے سامنے ایک ایک کر کے شہید کرایا جاتا اور آپ اس کی نافرمانی نہ پڑھتے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے حضرت عمرہ کی سزا میں نافرمانی نہ پڑھی ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جہاد ہے کہ شہداء اہل بیت سے کسی کی نافرمانی نہ پڑھی گئی سو یہ ضعیف روایت ہے، اور اس کی بھی تاویل یہ ہے کہ حضرت

جابر اس دن بہت مشغول تھے کیونکہ ان کے والد ان کے حالی اور ان کے ماموں سب شہید ہو گئے تھے اس لیے وہ مدینہ واپس چلے گئے تھے کہ ان لاشوں کو مدینہ لے جانے کا بند بیکریں، سو جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اہل بیت کی نافرمانی نہ پڑھی وہ اس وقت حاضر تھے، اس وجہ سے انھوں نے نماز نہ پڑھنے کی روایت کی اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ پڑھنے کا مشاہدہ کیا تو انھوں نے یہ حدیث روایت کی کہ آپ نے شہداء اہل بیت کی نافرمانی نہ پڑھی اور واقعہ یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کے متعلق نفعی اور اثبات کی روایات متعارض ہوں تو اثبات کو ترجیح دی جاتی ہے۔

سیدی غفران (اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اہل بیت کی نافرمانی نہ پڑھی، پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی سے یہ سنا: "بسیرت لاشیں گری ہیں ان کو اسی جگہ دفن کیا جائے" پھر حضرت جابر برآں آئے اور اپنے والد، بھائی اور ماموں کو امد میں دفن کر دیا، نیز نافرمانی نہ پڑھی کے اعزاز اور اکرام کے لیے وضع کی گئی ہے اسی وجہ سے یہ مسلمانوں کے لیے خاص ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرنے والے قاتلین کی نافرمانی نہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور اسباب کلامت کے ساتھ متصف ہونے کے شہید زیادہ لائق ہے اور بندے کے

گناہ ہر چند کہ شہادت سے غسل جاتے ہیں لیکن وہ کسی وجہ میں بھی دعا سے مستثنیٰ نہیں ہوتا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ پڑھی گئی اور بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجہ شہاد کے وجہ سے بہت زیادہ ہے، باقی راہ شہید کا زندہ ہونا سورہ احکام آخرت میں زندہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بل احیاء عندنا بسبحہ"۔ "بکہ دعا ہے رب کے پاس زندہ ہیں" اور احکام دنیا میں شہید عمرہ ہوتا ہے، اس کی میراث تقسیم کی جاتی ہے اور

عدت وقات پوری کرنے کے بعد اس کی عدت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے اور ناز جنازہ کی فرضیت و نیازی احکام کے اعتبار سے ہے اور اس اعتبار سے شہید مردہ سے اس لیے اس کی ناز جنازہ پڑھی جائے گی۔

شہید کو اسی کے کپڑوں میں دفن کیا جائے گا (یعنی الگ سے کفن نہیں پینا یا جانے گا) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو ان کے خون اور شہدوں میں لپیٹ دو، اور جو شخص میدان جہاد سے زندہ اٹھا کر لایا گیا پھر لوگوں کے ہاتھوں میں یا گھر آ کر مر گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا کیونکہ اب وہ مرتے سے (یعنی ایسا زخمی ہے جس میں رتق حیات باقی ہے) اور جو شخص میدان جنگ سے اٹھا کر مردہ لایا گیا وہاں مالیکہ اس کے ہم پد قتل کیے جانے کا کوئی اثر نہیں ہے اس کو بھی غسل دیا جائے گا۔

جس شخص کو ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اس کو بھی غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے مال سے مدافعت کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنے مال کے پاس مارا گیا وہ شہید ہے" اس لیے اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

جس شخص کو شہر میں کسی ہتھیار سے ظلماً قتل کر دیا گیا (جیسا کہ ہمارے ناز میں تخریب کار موٹر سائیکل سوار مل جلتے مسلمانوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیتے ہیں) ہمارے نزدیک اس کو بھی غسل نہیں دیا جائے گا، امام شافعی کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے گا، ان کے نزدیک قتل عمد دیت کا موجب ہے اور جب اس کی جان کے بدلہ میں مال ادا کرنا واجب ہے تو اس کو غسل دیا جائے گا ہمارے نزدیک قتل عمد مال کو واجب نہیں کرتا اور یہ شخص ظلماً قتل کیا گیا ہے اور اس کا کوئی مال عوض واجب نہیں ہے (مالی عوض یعنی دیت قتل خطا میں واجب ہے) لہذا یہ شہید ہے اور قصاص بدل معنی نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی سزا ہے اور ہمارا اعتماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے، حضرت عثمان کو شہر میں قتل کیا گیا تھا (یعنی میدان جہاد میں نہیں قتل کیا گیا تھا) اور آپ شہید تھے اور آپ کو غسل نہیں دیا گیا تھا اور اگر کسی شخص کو شہر میں کسی ہتھیار کے بغیر قتل کیا گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا کیونکہ یہ قتل عطا ہے اور اس میں دیت واجب ہے، امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو پتھر یا بڑی لاشی سے مار کر قتل کیا گیا تو صاحبین کے نزدیک وہ ہتھیار سے قتل کرنے کے برابر ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس صورت میں غسل دیا جائے گا، اس کا منہا یہ ہے کہ پتھر اور لاشی سے قتل کرنے میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا وجوب قصاص میں اختلاف ہے، صاحبین کے نزدیک اس صورت میں قصاص ہے اور امام اعظم کے نزدیک اس میں دیت ہے۔

اگر کسی شخص کو قصاص میں قتل کیا گیا یا رجم کیا گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا کیونکہ روایت ہے کہ جب حضرت بلزہ کو رجم کیا گیا تو ان کے چار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ماعز کو کتے کی طرح قتل کر دیا گیا اب آپ اس کے متعلق مجھے کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو ماعز نے اتنی عظیم توبہ کی ہے کہ اگر اس کو تمام زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو کافی ہو جائے گی، جاؤ اس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور اس کی ناز جنازہ پڑھو، نیز اس لیے کہ شہید اللہ کی رضا جہنم کے لیے اپنی جان خرچ کرتا ہے اور یہ بات حد اور قصاص میں قتل کیے جانے والے ہیں انہیں پانا جاتی، کیونکہ اس کو دوسروں کے حق کی بناء پر قتل کیا جاتا ہے۔

جس مسلمان کو دوسروں نے ہمارے ہاتھوں سے مارا یا زخمی کیا ہے اور اس کو مر گیا یا دبا یا چھوڑ دیا ہے

اگر مر گیا یا ڈوب گیا تو مر چنڈ کر یہ لوگ حکماً شہید ہیں لیکن ان کو دوسرے مردوں کی طرح غسل دیا جائے گا کیونکہ یہ امور احکام دینا میں شرفاً معتبر نہیں ہیں، اس طرح مرنے والے اور طبعی موت سے مرنے والے برابر ہیں، اسی طرح جو شخص حملہ میں مبتلا پایا گیا اور اس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس کو کسی نے قتل کیا ہے، اسے غسل دیا جائے گا کیونکہ وہ اپنی جان کے عوض مال بدل کا مستحق ہے اور قنات اور اس کی دیت اہل عہدہ پر واجب ہے۔ لہ

معصیت کے دوران اسباب شہادت سے مرنے اور معصیت کے سبب سے مرنے کا فرق اور مصنف کی بحث و نظر

علامہ ابن ماجہ میں شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ اجموری نے "عارفتہ" میں لکھا ہے جو شخص ڈاکو ٹالنے گیا اور پانی میں ڈوب گیا وہ شہید ہے اور اس پر اس معصیت کا گناہ ہوگا، اور ہر وہ شخص جو کسی معصیت کے سبب سے مر جائے وہ شہید نہیں ہوگا (مثلاً ایک شخص نے مسافروں پر ڈاکو ڈالا، مسافروں نے متاثر کیا اور غلطیوں ڈاکو مارا گیا تو وہ شہید نہیں ہے۔ سیدی خضر نے) اور اگر معصیت کے دوران کوئی شخص شہادت کے سبب سے مر جائے تو پھر وہ شہید ہے مثلاً کوئی شخص کسی کا گھوڑا غضب کر کے جہاد کے لیے گیا اور مارا گیا، یا کچھ لوگ کسی معصیت کا ارتکاب کر رہے تھے کہ اچانک چھت گری اور وہ لوگ مر گئے تو وہ شہید ہوں گے، اور اپنی معصیت کی وجہ سے یہ لوگ مذاب کے مستحق ہوں گے، پھر علامہ اجموری نے اس مسئلہ میں بحث کی ہے کہ اگر کسی شخص کو شراب پیتے ہوئے اچھو ہو گیا اور وہ اس اچھٹ سے مر گیا تو پھر وہ شہید ہے یا نہیں، بعض مشائخ نے کہا کہ وہ شہید ہے کیونکہ وہ معصیت کے دوران مر رہے معصیت کے سبب سے نہیں ماریں علامہ اجموری نے کہا وہ مطلقاً اچھو گئے سے نہیں ماریں بلکہ خالص شراب کے اچھو گئے سے مر رہے اس لیے شہید نہیں ہوگا اسی طرح اس مسئلہ میں بھی بحث کی ہے کہ ایک عورت کے اہل زنا سے بچھو پیا اور وہ ولادت میں مر گئی، کیا وہ شہید ہو گی یا نہیں؟ علامہ رملی نے کہا اس کی موت کا سبب ولادت ہے اس لیے شہید ہوگی اور علامہ اجموری نے کہا کہ اس ولادت کا سبب زنا ہے اور سبب کا سبب بھی سبب ہوتا ہے اس لیے وہ عورت معصیت کے سبب سے مر رہی ہے، علامہ رملی شامی نے اس مسئلہ کو اس پر قیاس کیا ہے کہ کوئی شخص کسی کی معصیت کے لیے سمندر میں سڑ کر مرے اور ڈوب جائے یا کوئی عورت اپنے خاوند کی نافرمانی کر کے کسی سفر میں جائے لہذا ہاں، جو نائے تو اس کو شہید قرار دیا جاتا ہے علامہ شامی نے علامہ رملی کے جواب میں یہ کہا ہے کہ سمندر میں ڈوبنے سے یا سفر میں مرنے سے اس وقت شہید ہوگا جب وہ سفر معصیت کے لیے نہ ہو۔ لہ

علامہ شامی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ پھر معصیت کے دوران مرنے اور معصیت کے سبب سے مرنے

۱۔ شمس الامت محمد بن احمد رخصی مترقی ۴۸۳ھ، المبروطج ص ۵۲-۴۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ علامہ سید محمد ابن ابن ماجہ میں شامی مترقی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۵۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

میں کوئی فرق نہیں ہوگا، اس لیے یا تو اس قاعدہ کا انکار کیا جائے ورنہ اس قاعدہ کے اعتبار سے یہ لازم ہے کہ جو شخص شراب کا اچھو گئے سے مراد یا زنا سے ولادت میں مورث مرگئی یا سفر معصیت میں کوئی شخص ڈوب گیا یا مر گیا تو یہ سب بھی شہید قرار پائیں گے اور ان پر ان کی معصیت کا وبال ہوگا، معصیت کے سبب سے مرنے کی ایک مثال ہم نے ڈاکہ کی دی ہے دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے نسلی یا لسانی تعصب کی بنا پر لڑ رہا تھا اور لڑائی میں مارا گیا تو یہ معصیت کے سبب سے مراد اس لیے شہید نہیں ہوگا جو لوگ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے مارے جائیں تو یہ لوگ معصیت کے سبب سے مرے ہیں اس لیے شہید نہیں ہوں گے یا جو مسلمان کافروں کی فوج میں بھرتی ہو کر مسلمان ملک کے خلاف جنگ کریں اور مارے جائیں تو یہ معصیت کے سبب سے مرے ہیں، شہید نہیں ہوں گے، اسی طرح اگر کوئی شخص خودکشی کی نیت سے سمندر میں چھلانگ لگائے اور ڈوب کر مر جائے یا کوئی شخص خودکشی کی نیت سے اپنے آپ کو آگ میں جلا لے، یا پاڑ کی چوٹی سے یا چھت سے گرا دے تو یہ سب لوگ معصیت کے سبب سے مرے ہیں اس لیے شہید نہیں ہوں گے، دراصل معصیت کے سبب سے مرنے اور معصیت کے دوران مرنے میں بہت باریک فرق ہے، علامہ شامی بہت باریک بین اور نکتہ رسن فقیہ ہیں اس کے باوجود وہ اس جگہ یہ فرق نہیں کر سکے حالانکہ اس بحث کے شروع میں خود انہوں نے علامہ اجموری سے یہ نقل کیا ہے کہ جو شخص ڈاکہ ڈالنے گیا اور پانی میں ڈوب گیا تو وہ شہید ہے۔ اگر سفر میں شہادت کے لیے یہ قید ضروری ہو کہ وہ سفر معصیت کا نہ ہو تو پھر یہ ڈاکہ کیسے شہید ہوگا؟

اس جگہ تحقیق طلب بات یہ ہے کہ سبب سے کیا مراد ہے؟ سبب عام اور اغلب یا جو چیز فی الجملہ سبب ہو (یعنی اس پر کبھی کبھی اثر مرتب ہوتا ہو) اگر سبب سے مراد عام اور اغلب ہے تو شراب کے اچھو گئے سے مرنے والے کو شہادت سے نکالنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات لازم یا اکثری نہیں ہے کہ انسان کو جب بھی شراب پینے میں اچھو لگے تو وہ مر جائے لہذا اس موت کو معصیت کا سبب قرار دینا صحیح نہیں ہوگا، اسی طرح جس عورت کے ان زنا سے بچہ پیدا ہو اور وہ عورت ولادت میں مرگئی تو ولادت کا وجہ سے مرنے کو موت کا سبب قرار دینا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات لازم اور اکثری نہیں ہے کہ جب بھی عورت کے ان ولادت ہو تو وہ عورت مر جائے، لہذا ولادت سے زانیہ کی موت کو معصیت کا سبب قرار دینا صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی موت کو شہادت سے خارج کرنا صحیح ہے اسی طرح جو عورت خاوند کی نافرمانی کر کے سفر کرے اور اس سفر میں مر جائے یا کوئی شخص سفر معصیت میں دیا میں ڈوب جائے تو یہ سفر بھی موت کا سبب عام یا سبب اغلب نہیں ہے لہذا ان کو بھی شہادت سے نکالنا صحیح نہیں ہوگا اور اگر سبب سے فی الجملہ سبب مراد ہے (یعنی جس کی طرف فعل کی نسبت صحیح ہو اور کبھی کبھار اس پر فعل مرتب ہوتا ہو خواہ اکثر نہ ہوتا ہو) تو جس شخص نے کسی کا گھڑا غضب کر کے جھاڑ دیا اور مارا گیا تو یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ اس غضب شدہ گھڑے کا وجہ سے مارا گیا اس لیے اس کی موت کو شہادت نہیں کہنا چاہیے، اسی طرح جو شخص ڈاکہ ڈالنے گیا اور ڈوب کر مر گیا تو کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ ڈاکہ ڈالنے نہ جاتا تو نہ ڈوبتا لہذا اس کی موت کو بھی شہادت نہیں کہنا چاہیے علامہ شامی اور علامہ اجموری ان دونوں نے یہ کہہ لیا ہے کہ یہ معصیت میں موت ہے معصیت کے سبب سے موت نہیں ہے، اور اس موت کو شہادت سے

شہید حضرت اور شہید کی اقسام انسان کے احکام کو میں نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور مجھے درج شہادت پہنچانے فرمائے۔ اس کتاب کو لوگوں کے لیے نافع کر دے اور اس کو قبولیت مار عطا فرمائے و انحدو عوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خاندان النبیین افضل المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وامنوا واجدہ واولیاء وعلماہ ملتہ اجمعین۔

تیر اندازی کی فضیلت

بَابُ فَضْلِ الرَّفِيِّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمبر پدہ یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: واحد والحمد ما استطعتہ من قوۃ ما کفازکے غلات زیادہ سے زیادہ قوت حاصل کرو، سنو قوت تیر اندازی ہے، سنو قوت تیر اندازی ہے، سنو قوت تیر اندازی ہے۔

۴۸۳۱ - حَدَّثَنَا هُرُؤُ بْنُ مَعْرُوفٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَيْبٍ ثُمَامَةَ بْنِ شَيْبَةَ أَنَّ سَمِعَةَ عَقِبَةَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمَيْمَنِ يَقُولُ وَاعْبُدُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّفِيَّةَ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّفِيَّةَ الْوَقْوَةُ الرَّفِيَّةُ -

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے عنقریب تم کو فتوحات حاصل ہوں گی اور تمہارے لیے اللہ کافی ہے، سنو تم میں سے کوئی شخص تیر اندازی کی مشق سے غافل نہ ہو۔

۴۸۳۲ - وَحَدَّثَنَا هُرُؤُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَيْبٍ عَنْ عَقِبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتَقْفَتُمْ عَلَيْكُمْ أَرْصُونَ وَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ فَلَا يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَلْمُوهُ بِأَسْفِهِمِ -

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کرتے ہیں۔

۴۸۳۳ - وَحَدَّثَنَا كَلْدَانُ بْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْدَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ مَضَرَ عَنْ عَمْرُو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَيْبٍ عَنِ الثَّمَمَةِ ابْنِ قَالَ سَمِعْتُ عَقِبَةَ بْنَ عَامِرٍ عَنِ الْبُقَيْرِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

عبد الرحمن بن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا آپ بڑے سے ہونے کے باوجود ان دونوں کے درمیان آتے جانتے ہیں یہ چیز آپ پر درکار ہوگی! حضرت عقبہ بن عامر نے کہا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نہ سنی، مرنے تو میں یہ مشقت نہ اٹھاتا، عمارت کہتے ہیں میں نے ابن شماسہ

۴۸۳۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَمْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ أَنَّ عَقِبَةَ بْنَ النَّجْدِيِّ قَالَ لِعَقِبَةَ بْنِ عَامِرٍ تَخْتَلِفُ بَيْنَ هَذَيْنِ الْقَوْمَيْنِ وَأَنْتَ كَيْفَ يَوْ يَشُقُّ عَلَيْكَ قَالَ عَقِبَةُ لَوْ لَمْ يَكَلِّمْهُمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَعَا حَائِبًا قَالَ الْحَارِثُ فَقُلْتُ لِابْنِ شُمَّاسَةَ
وَمَا ذَاكَ قَالَ إِنَّهُ قَالَ مَنْ عَيْلَةُ الرَّحْمِيِّ ثُمَّ تَرَكَهُ
فَلَيْسَ مِنَّا أَوْ قَدْ عَطَى.

سے پوچھا: وہ کیا حدیث ہے؟ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا
جو شخص تیرا اندازہ کیجئے کہ بعد اس کو ترک کر دے وہ ہم
میں سے نہیں ہے یا فرمایا اس نے نافرمانی کی۔

ف: ان احادیث میں تیرا اندازہ کیجئے اور اس میں مشق اور مہارت حاصل کرنے کی ترغیب اور نفعی صفت ہے، اور تیرا اندازہ
کیجئے کہ بعد اس کے بھلانے پر وہ میرے سو پر مکر وہ تحریمی ہے، اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے اس کا مطلب
وہ ہمارے طریقہ کاملہ پر نہیں ہے تیرا اندازہ سے مراد ہر اس اسلمہ اور ہتھیاروں کی مشق ہے جن کا اس دور میں رواج ہو اس لیے اس
دور کے مسلمانوں پر جدید فوجی تکنیک کر سیکھنا اور اس کی مشق کرنا ضروری ہے جس طرح پہلے تیرا اندازہ کا سیکھنا ضروری تھا۔

بَابُ قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ
ظَاهِرَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ
لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: میری
امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا
اسے کسی کی مخالفت سے نقصان نہیں ہوگا۔

حضرت ثریان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ
حق پر قائم رہے گا، جو شخص ان کو رسوا کرنا چاہے گا وہ ان
کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اسی حال پر رہیں گے حتیٰ کہ
قیامت آجائے گی۔

۴۸۳۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الزَّبْيَعِ
الْعَتَكِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَتَمًا
(وَهُوَ ابْنُ تَمِيمٍ) عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ
أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ ظَاهِرَةٌ مِنْ أُمَّتِي
ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ
حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ وَكَيْسٌ فِي
حَدِيثِ قُتَيْبَةَ وَهُمْ كَذَلِكَ.

حضرت منیرہ بن شہر بنی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے
"میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ لوگوں پر غالب رہے گا
گا حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور ان کا ایک گروہ غالب رہے گا۔"

۴۸۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
وَكَيْعٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ وَعَبْدُ
بِلَالٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي عَالِيَةَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ
أَبِي عَمْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا مَرْوَانَ (يَعْنِي
الْفَرَّازِي) عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ قَيْسٍ عَنِ الْمُهَاجِرِ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
لَنْ يَزَالَ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى
يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ.

۴۸۳۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ وَعَبْدُ بِلَالٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي عَالِيَةَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ
أَبِي عَمْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا مَرْوَانَ (يَعْنِي الْفَرَّازِي) عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ قَيْسٍ عَنِ الْمُهَاجِرِ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَنْ يَزَالَ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا..... اس کے بعد حسب سابق ہے۔

أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ
الْمُهَلَّبِيَّةَ ابْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ يَكُونُ مَعِيَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَرْوَانَ
سَوَاءً.

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا
اور مسلمانوں کو ایک جماعت اس دین کی خاطر قیامت تک جگ
کرتی رہے گی۔

۴۸۳۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَحَدَّثَنَا
بُنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا
شُعْبَةُ عَنْ يَمَالِكِ بْنِ سُوَيْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَنْ
يُخْرَجَ هَذَا الدِّينَ قَائِمًا يَمَاتُ عَلَيْكَ عَصَابَةٌ
مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ نبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر جگ
کرتا رہے گا وہ ہمیشہ دو گن پر غالب رہیں گے حتیٰ کہ
قیامت آجائے گی۔

۴۸۳۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَزِيدَ وَ
جَابِرُ بْنُ الصَّامِرِ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ مُسَدَّدٍ
قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ
سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ
مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

عمر بن ابی لہٰی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی
اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا
ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا جو شخص ان کو سزا
کرنا چاہے گا یا ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کو نقصان
نہیں پہنچا سکے گا وہ ہمیشہ دو گن پر غالب رہیں گے
حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔

۴۸۴۰ - حَدَّثَنَا مُسْوَدُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ حَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ حَمَزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ
جَابِرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ هَافِيَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ
مُعَاوِيَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ
مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ قَوْلُ خَدَائِمِهِمْ
أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ
عَلَى النَّاسِ.

یزید بن اہم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ
بن سفیان رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ایک حدیث بیان کرتے
ہوئے سنا جو میں نے کسی اندسے منبر پر نہیں سنی، کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس شخص

۴۸۴۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَرْزُوقٍ أَخْبَرَنَا
كُنَيْزُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ وَهَّابٍ أَبُو بَرْزَانَ
حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصْبَغِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ
بْنَ أَبِي سَفْيَانَ ذَكَرَ حَيْثُ نَزَلَ الْأَمْرُ

کے ساتھ غیر کا الفاظ کرتا ہے اس کو دین کی کبریاں دیتا ہے، مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ حق کا خاطر جمع کرتا رہے گا اور اپنے مخالفین پر قیامت تک غالب رہے گا۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَسْمَعَهُ رَوَى قَبْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِنْبَرٍ حَدِيثًا خَيْرٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الْإِيمَانِ وَلَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَاهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ -

۳۸۴۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهَبٍ حَدَّثَنَا عَيْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ حَدَّثَنَا عَنْهُ وَبْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ تَسْمَةَ الْمَهْرِيُّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مُسْلِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَهِنْدَةَ عِنْدَ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ الْخَلْقِ هُمْ شَرُّ قَوْمٍ هَلِ الْجَاهِلِيَّةُ لَا يَدْعُونَ اللَّهَ بِشَيْءٍ إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِمْ فَبَيَّنَّا لَهُمْ عَلَى ذَلِكَ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ غَامِرٍ فَقَالَ لَهُ مُسْلِمَةُ يَا عُقْبَةُ سَمِعْتُ مَا يَقُولُ عَبْدُ اللَّهِ فَقَالَ عُقْبَةُ هُوَ أَعْلَمُ وَأَمَّا أَنَا فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ أُمَّتِي يَقَاتِلُونَ عَلَى أَمْرِ اللَّهِ ظَاهِرِينَ لِعَدُوِّهِمْ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَجَلٌ ثُمَّ بَعَثَ اللَّهُ رِبْعًا كَرِيحٍ الْمِسْكِ مَسْهَامُشَ الْحَرِيرِ فَلَا تَتْرُكُ نَفْسًا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا كَبَضَتْهُ ثُمَّ يَبْسُطُ بِشَارِ النَّاسِ عَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ -

۳۸۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُفَيْمٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ أَهْلُ الْغَرْبِ ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ -

عبدالرحمن بن شماس مہری بیان کرتے ہیں کہ میں مسلم بن علقمہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کی مجلس میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص بیٹھے تھے، حضرت عبداللہ نے کہا قیامت میں بدترین مخلوق پر قائم ہوگی جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے بھی بدتر ہوگی، وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کی بھی دعا کریں گے اللہ تعالیٰ اس کو رزق کر دے گا، اسی اثنا گفتگو میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی آگئے مسلمہ نے کہا اے عقبہ بن عبداللہ کیا بیان کر رہے ہیں، حضرت عقبہ نے کہا وہ نبیوں جانتے ہیں لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم کی خاطر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا اور دشمنوں کی مخالفت ان کو ضرر نہیں دے گی، وہ ہمیشہ اسی حال پر رہیں گے حتیٰ کہ قیامت آجائے گی، حضرت عبداللہ نے کہا ہاں، اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہولناکی کا جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی اور چھوڑنے میں ریشم کی طرح ہوگی اور جس شخص کے دل میں رانی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ ہوا اس ایمان کو قبض کرے گی، پھر بدترین لوگ رہ جائیں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ہمیشہ حق پر قائم رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

marfat.com

قیامت تک حتی پر قائم رہنے والا کون سا گروہ ہے؟ اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: مسلمانوں کا ایک گروہ

بیشتر حتی پر قائم رہے گا اور حتی کی خاطر جنگ کرتا رہے گا، امام بخاری نے کہا اس سے اہل علم کا گروہ مراد ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا اگر اس سے محدثین کا گروہ مراد نہیں ہے تو پھر میں نہیں جانتا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں، تاہم صحیحین نے کہا اس سے اہل سنت و جماعت اور محدثین مراد ہیں۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: مسلمانوں کے اس گروہ کی کئی اقسام ہیں، ان میں جہاد مجاہدین، فقہاء میں محدثین ہیں، زیادہ ہیں کئی کاظم دینے والے اور بڑائی سے روکنے والے ہیں، اسی طرح کئی اور خیر کے اور متعدد دشمنوں کے لوگ ہیں، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ تمام اقسام کسی ایک جگہ جمع ہوں بلکہ یہ تمام دو سے زمین کے مختلف حصوں میں رہیں گی، کہیں محدث ہوں گے، کہیں فقہیہ ہوں گے کہیں قرآن کے قاری ہوں گے کہیں واعظ ہوں گے اور کہیں اولیاء ہوں گے، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر یہ وصفت آج تک قائم ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجماع محبت سے اور محبت اجماع پر اس حدیث سے استدلال کرنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالہ وہی ہر امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، ضعیف ہے علم فقہ کی فیصلت | حدیث نمبر ۴۸۴۱ ہے: "جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی فتنہ (تحریر) عطا فرمادیتا ہے اس میں علوم دین کے ماہرین اور فقہاء کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں خیر کا ارادہ کر لیا ہے۔"

فقہ کا نسوی معنی ہے فہم، اور عرف میں فقہ احکام شرعیہ فریہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو فروع کے دلائل تفسیر سے حاصل کیا گیا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ نے نازک قلمی حکم دیا کیونکہ فریہ واقیموا الصلوٰۃ اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے قلمی حکم دیا ہر وہ فرض ہے مومنوں پر اگر نافرمانی ہے اللہ اللہ عزوجل کا قول واقیموا الصلوٰۃ دلیل تفصیلی ہے جس سے فرضیت نازک کا حکم حاصل کیا گیا ہے جس دہری نے کہا جو شخص دنیا میں ناپا اور آخرت کی طرف راغب دین کی بصیرت رکھتا ہو اور دائمی عبادت کرتا ہو وہ فقہیہ ہے، امام ابو منیب نے فرمایا فقہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان یہ جان لے کہ کیا چیز اس کے لیے فائدہ مند ہے اور کیا چیز نقصان دہ ہے۔

اس حدیث میں علم فقہ کی فیصلت ہے کیونکہ فقہ کی وجہ سے انسان میں نعل کا خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ عبادت الہی کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں کو حلال اور حرام کے مسائل بتاتا ہے، لوگ اس کی وجہ سے حلال کام کرتے ہیں اور حرام سے بچتے ہیں۔

بَابُ مَرَاعَاةِ مَصْلِحَةِ الدَّوَاۓ فِي
السَّفَرِ فِي جَانُورِوَلِیٰ كِی رِعَايَةِ كِرْنَا اَوْر اٰخِرِی
شَبَّ كُوْرَا سْتَهٗ مِیْل اٰتْرِنَهٗ كِی مَمَانَعَتِ

۱۔ علامہ سید بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۳، مطبوعہ دارالحدیث، کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۸۴۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيٍّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الشَّنَةِ فَأَسْرِ عَوَالِيهَا السَّيْرَ وَإِذَا عَرَّ سَتْرَ بِاللَّيْلِ فَأَجْتَنِبُوا الظَّرِيقَ فَإِنَّهَا مَأْوَى الْمَوَاقِرِ بِاللَّيْلِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ہریالی میں سفر کرو تو زمین سے اونٹوں کو ان کا حصہ دو اور جب تم خشک سالی (یا قحط) کے موسم میں سفر کرو تو زمین سے جلدی گدرو، اور جب تم اخیر شب میں آترو تو راستہ سے ہٹنا کیونکہ رات کو وہ جگہ حشرات الارض کا مکان ہے۔

۲۸۴۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ رِيعِي ابْنُ مُحَمَّدٍ (عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيٍّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الشَّنَةِ فَبَادِرُوا بِهَا نَفْسَهَا وَإِذَا عَرَّ سَتْرَ فَأَجْتَنِبُوا الظَّرِيقَ فَإِنَّهَا مَطْرُقُ الدَّوَابِّ وَمَأْوَى الْمَوَاقِرِ بِاللَّيْلِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم ہریالی (یعنی جب زمین میں ہر طرف سبزہ آگیا ہوا ہو) میں سفر کرو تو زمین سے اونٹوں کو ان کا حصہ دو، اور جب تم خشک سالی میں سفر کرو تو تیز چلو تاکہ اونٹ کمزور نہ ہو جائیں) اور جب تم اخیر شب میں قیام کرو تو راستہ میں ٹھہرنے سے احتراز کرنا کیونکہ رات کے وقت وہ جگہ جانوروں اور حشرات الارض کی آماجگاہ ہوتی ہے۔

نوٹ: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کرنے کے اور سفر میں قیام کرنے کے آداب بتائے ہیں، کیونکہ حشرات الارض زہریلے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں اور رات کو دندنے بھی پھرتے ہیں اس لیے آپ نے رات کے وقت جنگل کے راستہ میں قیام کرنے سے منع فرمایا۔

بَابُ ۶ السَّفَرِ قِطْعَةً مِنَ الْعَذَابِ وَاسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمَسَافِرِ إِلَى أَهْلِهِ بَعْدَ قَضَاءِ شَأْنِهِ ۲۸۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَدَامًا عَيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ وَأَبُو مُصْعَبٍ الرَّاهِرِيُّ وَمَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُرَاجِمٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَتَالُوَا حَدَّثَنَا مَالِكٌ وَسُرَّو حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقَيْمِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ سُؤْيُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمُنُّ أَحَدُكُمْ كَوْمَةً وَطَعَامَةً وَكَمْرًا أَوْ كَمْرًا

سفر عذاب کا ٹکڑا ہے اور فراغت کے بعد جلد گھر لوٹے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے وہ تم کو سونے اور کھانے پینے سے روک دیتا ہے، اور جب تم ہی سے کسی شخص کو کام پڑھو یا کچھ دینے کو آئے ہو تو جلد گھر لوٹو۔

أَحَدُكُمْ نَهْمَتُهُ مِنْ وَجْهِهِ فَلْيَعْرِجْ إِلَىٰ أَهْلِهِ
قَالَ نَعَمْ۔

رات کے وقت گھر واپس لوٹنے کی کراہت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے گھر نہیں آتے تھے، آپ صبح یا شام کو تشریف لاتے تھے۔

ایک اور سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس روایت کی مثل مروی ہے البتہ اس میں لا یطرق کی جگہ لا یدخل ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم شہر میں جانے لگے آپ نے فرمایا کچھ توقف کرو حتیٰ کہ ہم رات کے وقت یعنی عشاء کے وقت جائیں تاکہ جس عورت کے بال بکھرے ہوئے ہیں وہ اپنے بال درست کر لے اور جس عورت کا شوہر غائب تھا وہ اپنے شوہر سے زیر نانوٹ صاف کر لے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو گھر واپس آئے تو رات کو (اچانک) جا کر گھر کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے (بلکہ آہنی دیر توقف کرے) کہ جس عورت کا شوہر غائب تھا وہ اپنے شوہر سے زیر نانوٹ صاف کر لے اور جس کے بال پراگندہ ہوں وہ اپنے بال ٹھیک کر لے۔

بَابُ كِرَاهَةِ الظُّرُوقِ وَهُوَ الدُّخُولُ لَيْلًا

۲۸۴۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هُرُونَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا وَكَانَ يَأْتِيهِمْ عُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً۔

۲۸۴۸۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِثِلُهُمْ عَائِدَاتُ مَا قَالَ كَانَ لَا يَدْخُلُ۔

۲۸۴۹۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِحٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ أَحْمَرَ نَسَبًا وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى (وَالْفُطَيْلِيُّ) حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ذَهَبْنَا لِدُخُلٍ فَقَالَ أَهْمِلُوا حَتَّىٰ تَدْخُلَ لَيْلًا أَوْ عِشَاءً وَكَيْ تَمْتَسِحَ الشَّعْبَةُ وَتَسْتَجِدَّ الْمُغِيبَةُ۔

۲۸۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ حَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ أَحَدُكُمْ لَيْلًا فَلَا يَأْتِيَنَّ أَهْلَهُ طَرُوقًا حَتَّىٰ تَسْتَجِدَّ الْمُغِيبَةَ وَتَمْتَسِحَ الشَّعْبَةُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب کسی انسان کی گھر سے غیر ماضی طویل ہو جائے تو وہ (راچانک) رات کو اپنے گھر نہ جائے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ انسان رات کو (راچانک) گھر جا نیچے اور گھر کے حالات کا تجسس کرے اور گھر والوں کی کمزوریوں پر مطلع ہو۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث ہے اس میں راوی نے یہ کہا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ گھر کے حالات کا تجسس کرے اور گھر والوں کی کمزوریوں پر مطلع ہو، یہ الفاظ حدیث میں ہیں یا نہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (راچانک) رات کو گھر آنے کی کراہت نقل کرتے ہیں، اور اس حدیث میں یہ محکم نہیں ہے، گھر کے حالات کا تجسس کرے اور گھر والوں کی کمزوریوں پر مطلع ہو۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ان تمام روایات کا خلاصہ یہ سفر سے رات کو گھر واپس آنے کی ممانعت کا محمل ہے کہ جو شخص کسی لیے سفر پر جائے وہ رات کو

راچانک گھر واپس نہ آئے، لیکن جو شخص کسی قریب کا جگہ گیا ہو اور اس کی بیوی کو رات میں اس کے واپس آنے کی توقع ہو اس کے رات کو گھر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۲۸۵۲ میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ جب کسی انسان کی غیر ماضی طویل ہو جائے تو وہ (راچانک) رات کو اپنے گھر نہ جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اس کی غیر ماضی طویل نہ ہو تو پھر رات کو گھر واپس آئے اور اگر وہ کسی بڑے سے قافلہ یا بٹھے سے

۲۸۵۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ -

۲۸۵۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ رَيْبِيُّ ابْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَالَ الرَّجُلُ الْغَيْبَةَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ طُرُوقًا -

۲۸۵۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ -

۲۸۵۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا يَتَخَوَّنُهُمْ أَوْ يَلْتَمِسُ عَثْرَاتِهِمْ -

۲۸۵۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ سُفْيَانُ لَا أَذِيرُ فِي هَذَا فِي الْحَدِيثِ أَمْ لَا يَعْنِي أَنْ يَتَخَوَّنَهُمْ أَوْ يَلْتَمِسُ عَثْرَاتِهِمْ -

۲۸۵۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ أَجْمَعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَحَارِبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَاهِي الطَّرُوقَ وَلَمْ يَذْكُرْ يَتَخَوَّنُهُمْ وَيَلْتَمِسُ عَثْرَاتِهِمْ -

ٹھکر کے ساتھ گیا ہو امدان کے آنے اور پہنچنے کی شہرت ہو جائے اور اس کی بیوی اور اس کے گھر والوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ اب آنے والے ہیں تو پھر اگر وہ رات کو آئے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اب وہ علت نہیں رہی جس کی بنا پر رات کو آنے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ اس مانعیت سے مقصد یہ تھا کہ گھر والے اس کے استقبال کے لیے زمین طور پر تیار ہوں اور جب اس کے آنے کی پہلے خبر مل جائے گی تو یہ مقصد حاصل ہو گیا، اور اس کی تائید حدیث نمبر ۴۸۴۹ سے ہوتی ہے جس میں مدینہ پہنچنے کے بعد آپ نے صحابہ کو اپنے گھروں میں جانے سے منع کیا اور فرمایا کہ شام تک توقف کرو حتیٰ کہ جس کے بالی بکھرے ہوئے ہوں وہ اپنے بال سوار لے اور جس عورت نے اپنے زینات ہاون کو صاف کرنا ہو وہ ان ہاون کو صاف کر لے اور اس روایت میں یہ فرقی کیا گیا ہے کہ صحابہ دن کے اوائل میں گھروں کو جانا چاہتے تھے لیکن آپ نے یہ حکم دیا کہ وہ شام ہونے تک صبر اور انتظار کریں۔ لہ

ہمارے زمانہ میں جب کہ ابلاغ اور مواصلات کے ذرائع بہت وسیع ہو گئے ہیں تو لوگوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنے میں بہت سہولت ہو گئی ہے، وہ بلڈ و اسٹیشن چلی فون کر کے اپنے آنے کی خبر دے سکتے ہیں تاہم یہ خط کے ذریعہ اطلاع دے سکتے ہیں، کسی آنے جانے والے شخص کے ہاتھ پر پیغام بھجوا سکتے ہیں بہر حال کسی لمبے سفر سے رات کو گھر لوٹنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے اگر اپنے آنے کی پیشگی اطلاع دی ہو تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور اگر گھر قریب ہو اور گھر والوں کو توفیق ہو کہ وہ رات کو کسی وقت واپس آجائے گا تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔



اختتامی کلمات

شرح صحیح مسلم کی جلد خامس، میں نے ۱۹ رمضان ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۹۸۹ء کو شروع کی تھی اور الحمد للہ علیٰ احسانہ آج ۲۰ رمضان ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۹۰ء کو یہ جلد اختتام کو پہنچ گئی، دارالعلوم ندوۃ العلماء کراچی میں آنے کے بعد جب سے شرح صحیح مسلم کے کام کی نشاۃ ثانیہ ہوئی ہے، جلد ثانی سے اب تک یہی معمول رہا ہے کہ ہر جلد رمضان المبارک کی کسی مبارک شب میں ختم ہوتی اور اگلی جلد شروع کرنے کی سعادت بھی رمضان المبارک ہی میں حاصل ہوتی، چونکہ مجھے ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کا مارنہ ہے اس لیے وہیام میں ایام فترت بھی آنے ہیں جب تکلیف بڑھ جانے کی وجہ سے کام منقطع ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرماتا ہے اور میری خواہش کے مطابق رمضان المبارک ہی میں وہ جلد ختم ہو جاتی ہے، کوشش کروں گا کہ اس کے بعد دو جلدوں میں شرح صحیح مسلم مکمل ہو جائے، اس کے بعد ان شمارہ جلدوں کو دوبارہ دیکھنے کا پروگرام ہے، بہت سے احباب کی خواہش ہے کہ شرح صحیح مسلم کے بعد قرآن مجید

لے۔ علامہ سید محمد بن شرف قادری مدنی ۶۷۹ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۵-۱۴۴، مطبوعہ نذر محمد اصحح المطابع کراچی، الطبعة الاولى، ۱۳۷۵ھ

کی تفسیر پر بھی کام شروع کروں، میں نے اس کا رخیر کی نیت کر لی ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے یہ کام میرے لیے مقدر کر دیا ہے تو پھر ان شاء اللہ یہ کام ہو جائے گا، اور اگر کسی وجہ سے یہ کام نہ ہو سکا تو اللہ تعالیٰ مجھے حسن نیت کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اس جلد میں میں نے ویسے تو تمام مباحث ہی میں بہت محنت اور جانفشانی سے کام لیا ہے، لیکن خاص طور پر پردہ، فحک اور عورت کی شہادت پر بہت محنت اور غور و خوض سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے، اور جس طرح مجھے یہ پانچ جلدیں لکھنے کی توفیق دی ہے، اسی طرح شرح صحیح مسلم کی باقی ماندہ جلدیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائے، بار اللہ مجھے اس شرح میں وہی توفیق لکھنے کی توفیق دے جو حق و صواب ہوں، اور میری تحریر میں اثر آفرینی کرے، اور اس کتاب کو تا دیر باقی رکھے اور اس کے فیض کو زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک پہنچا دے، الہ العالمین اس کتاب کو اپنی اور اپنے رسول کی بارگاہ میں مقبول فرما اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنا دے، الہ العالمین میری مغفرت فرما، میرے والدین، میرے اساتذہ اور مشائخ اور میرے احباب اور متعلقین کی مغفرت فرما۔ اس کتاب کے تازمین، معاونین، اس کے ناشر، کاتب اور مصحح کی مغفرت فرما، الہ العالمین دارین کی خیر، سعادت اور فلاح کو ہم سب کا مقدر بنا دے، ہمیں دنیا اور آخرت کی ہر تکلیف اور پریشانی سے محفوظ اور مامون رکھے، ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ریارت اور آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما، رب العالمین تمام مسلمانان عالم پر دنیا اور آخرت میں رحم فرما، و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی محمد سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین قائد الخیر المحجلین اول الشافعیین و المشفعین و علی الطیبین الطاہرین و علی اصحابہ الکاملین الراشدین و علی ائمة واجہ الامہات المؤمنین و علی اولیاء امتہ و علماء ملتہ من المفسرین والمحدثین والفقہاء والمجتہدین اجمعین۔



ماخذ و مراجع

کتاب الہیہ

- ۱۔ قرآن مجید
- ۲۔ تورات
- ۳۔ انجیل

کتاب احادیث

- ۴۔ صحیح بخاری، مطبوعہ فرم محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
- ۵۔ صحیح مسلم، مطبوعہ فرم محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ، امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ
- ۶۔ جامع ترمذی، مطبوعہ فرم محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو نعیم محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ
- ۷۔ سنن ابی داؤد، مطبوعہ مطبع مجتہبی، پاکستان لاہور ۱۳۰۵ھ، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
- ۸۔ سنن نسائی، مطبوعہ فرم محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عبد الرحمن احمد بن شیبہ نسائی متوفی ۳۰۳ھ
- ۹۔ سنن ابن ماجہ، مطبوعہ فرم محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ
- ۱۰۔ صحیح ابن خزمیہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسماعیل بن خزمیہ متوفی ۳۱۱ھ
- ۱۱۔ موطا امام مالک، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان، لاہور، امام مالک بن انس اصبہی، متوفی ۱۷۹ھ
- ۱۲۔ مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ
- ۱۳۔ موطا امام محمد، مطبوعہ فرم محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
- ۱۴۔ کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
- ۱۵۔ کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبۃ اثربہ ساکنگول، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ
- ۱۶۔ مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبد الرزاق بن ہمام صنفانی متوفی ۲۱۱ھ
- ۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۲ھ، امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ
- ۱۸۔ مسند احمد بن حنبل، مکتبہ اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

- ۲۲۔ اجماع الاحكام القرآن، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوالفضل محمد بن احمد گنگوہی قرظی متوفی ۶۶۸ھ
- ۲۳۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، علامہ عثمان محمد خازن شافعی، متوفی ۷۲۵ھ
- ۲۴۔ حاشیہ القاضی، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری صنفی، متوفی ۱۰۶۶ھ
- ۲۵۔ تفسیر الرسود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوالسود محمد بن محمد حمادی سکینی، متوفی ۹۸۲ھ
- ۵۰۔ روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کرش، علامہ اسماعیل حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ
- ۵۱۔ تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپازٹ کرش، قاضی شاد اللہ پانی پتی، متوفی ۱۳۲۵ھ
- ۵۲۔ تفسیر حریزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ
- ۵۳۔ روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود کوسی ہندوستانی صنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ
- ۵۴۔ فتح التفسیر، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، شیخ محمد بن علی شاکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ
- ۵۵۔ جامع البیان، مطبوعہ شرکت مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البانی مصر، الطبعة الثالثة ۱۳۷۳ھ، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ
- ۵۶۔ التبیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، ۳۸۵ھ
- ۵۷۔ روض البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، علامہ محمد امین بن محمد قناری کلبی شافعی
- ۵۸۔ البحر فی تفسیر القرآن، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کرش، علامہ علیم شیخ طنطاوی حمیری
- ۵۹۔ تفسیر المنار، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۳ھ
- ۶۰۔ تفسیر الراعی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۴ھ، علامہ احمد مصطفیٰ مراعی
- ۶۱۔ تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ مصطفیٰ البانی و اولادہ مصر، علامہ نظام الدین حسن بن محمد مدنی نیشاپوری، متوفی ۶۲۸ھ
- ۶۲۔ تفسیر الجلالین، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
- ۶۳۔ افکار القزلبی، مطبوعہ دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی، متوفی ۶۸۵ھ
- ۶۴۔ الفتوحات الاہلبیہ، مطبوعہ مطبعۃ البہیہ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلمان بن فرعون تاجل، متوفی ۱۲۰۲ھ
- ۶۵۔ الدر المنثور، مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر، ۱۳۱۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
- ۶۶۔ تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ ادارہ ندیس بیروت، ۱۳۸۵ھ، حافظ ابوالفضل امام الدین ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ
- ۶۷۔ فتح البیان، مطبوعہ مکتبہ امیر بیروت، ۱۳۰۱ھ، نواب مسدق بن حسن خان بھڑالی متوفی ۱۳۰۰ھ
- ۶۸۔ خزائن العرفان، ۳۱ ج کتب لاہور، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۱۷ھ
- ۶۹۔ بیان القرآن، مطبوعہ تاج کتب لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۲۰۱ھ
- ۷۰۔ حاشیہ القرآن، مطبوعہ تاج کتب لاہور، شیخ محمود الحسن بونہدی متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شہیر احمد خان متوفی ۱۳۶۶ھ
- ۷۱۔ حارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دہلوی، متوفی ۱۳۱۶ھ
- ۷۲۔ مدارک الترمذی، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ
- ۷۳۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابوالیمان محمد بن یوسف اندلسی قرظی متوفی ۷۵۳ھ
- ۷۴۔ فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری

- ۷۵ - احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ السعوتی باین العربی، متوفی ۵۴۳ ھ
 ۷۶ - زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۰ ھ
 ۷۷ - تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ ھ
 ۷۸ - نور العرفان، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ کجرات، مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ ھ
 ۷۹ - ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، حبش پیر محمد کرم شاہ الازہری،
 ۸۰ - مفہوم القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور، غلام احمد پریوین

علوم قرآن

- ۸۱ - البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زکشی، متوفی ۷۹۲ ھ
 ۸۲ - الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکبڑمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ ھ

کتب شرح حدیث

- ۸۳ - تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۲۱۰ ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ
 ۸۴ - عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباقۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ، علامہ بدر الدین ابوعبد محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ
 ۸۵ - فتح الباری، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ، علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ
 ۸۶ - ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ ممیزہ مصر، ۱۳۰۶ ھ، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ ھ
 ۸۷ - قبض الباری، مطبوعہ مطبعہ حجازی مصر، ۱۳۵۷ ھ، شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ ھ
 ۸۸ - فیوض الباری، مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ ھ، علامہ محمود احمد رضوی، لاہور
 ۸۹ - تفہیم البخاری، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ، فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد
 ۹۰ - شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ، علامہ یحییٰ بن شرف النووی، متوفی ۶۷۶ ھ
 ۹۱ - اکمال اکمال المتعم، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابوعبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ ھ
 ۹۲ - مکمل اکمال المتعم، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی ۸۹۵ ھ
 ۹۳ - المراج الوراج، مطبوعہ مطبع صدیقی جوہال، ۱۳۰۲ ھ، ذاب صدیق حسن خان جوہالی، متوفی ۱۳۰۷ ھ
 ۹۴ - فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ ھ
 ۹۵ - تکملہ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۴۰۷ ھ، شیخ محمد تقی عثمانی کراچی
 ۹۶ - تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنۃ عمان، شیخ عبدالرحمن مبارکپوری، متوفی ۱۳۳۵ ھ
 ۹۷ - بذل الجہود، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری، متوفی ۱۳۷۶ ھ
 ۹۸ - عون المعبود، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، متوفی ۱۳۲۹ ھ
 ۹۹ - تمہید، مطبوعہ مکتبہ القندسیہ، لاہور، علامہ ابوالحسن علی بن ابی عمیر، متوفی ۲۹۳ ھ

- ۱-۰۰ - مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ عمان، ۱۳۹۰ھ، مؤلف علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۳ھ
- ۱-۰۱ - اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبعہ تیج کار، کھنڈر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
- ۱-۰۲ - منتقى، مطبوعہ مطبعہ السعادة مصر، ۱۳۳۲ھ، سلاطہ البراویسیہ سلیمان بن خلف باجی ناگکی الہی، متوفی ۳۶۴ھ
- ۱-۰۳ - شرح الموطأ، مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر، علامہ عبدباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ
- ۱-۰۴ - فیض القدير، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ، مسلامہ عبد الرؤف مناوی
- ۱-۰۵ - شرح منہاجنامہ اعظم، مطبوعہ مطبعہ محمدی لاہور، مؤلف علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۳ھ
- ۱-۰۶ - اشتقاق المعنی، مطبوعہ نشر السنۃ عمان، شیخ محمد حسن الحق عظیم آبادی، متوفی ۱۳۲۹ھ
- ۱-۰۷ - التلخیص المجدد، مطبوعہ فریح محمد اصبح المطابع، کراچی، مولانا سید ابوالحسن محمد کھنڈری، متوفی ۱۳۳۲ھ
- ۱-۰۸ - تقریرات ترمذی، مطبوعہ فریح محمد کارخانہ سنہارت کتب، کراچی، شیخ محمود الحسن دیر بندی، ۱۳۳۹ھ

اسماء و رجال

- ۱-۰۹ - تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۲۶۳ھ
- ۱۱۰ - تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی، ۸۵۲ھ
- ۱۱۱ - سان المیزان، مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
- ۱۱۲ - خلاصۃ تدریب تہذیب الکمال، مطبوعہ مکتبہ تہذیبیہ ساکنگل، شیخ صفی الدین احمد بن عبدالحق خیرجری
- ۱۱۳ - الاکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ اصبح المطابع، دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ
- ۱۱۴ - کتاب اشقاق، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان قیمی، متوفی ۳۵۴ھ
- ۱۱۵ - کتاب المخرج والمنہج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۱ھ، حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ
- ۱۱۶ - میزان الاقدام، مطبوعہ مطبعہ محمدی، کھنڈر، حافظ شمس الدین زہبی، متوفی ۷۵۲ھ
- ۱۱۷ - اقتداء العسیف، مطبوعہ مکتبہ السامحی، مصر، ۱۳۷۵ھ، البراویسیہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ
- ۱۱۸ - موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی دہلی، علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۳ھ
- ۱۱۹ - اصل التناجید، مطبوعہ مکتبہ اثر فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ البراویسیہ عبدالرحمن بن علی الجوزی، متوفی ۵۶۷ھ
- ۱۲۰ - کشف الاحوال فی نقد الرجال، مطبوعہ مطبعہ طلوی، ۱۳۰۳ھ، شیخ عبدالوہاب بن مویز محمد حضرت مدرسی،

لغت

- ۱۲۱ - المفردات، مطبوعہ المکتبۃ المنعمیۃ ایران، ۱۳۴۲ھ، علامہ حسین بن محمد رواق صفہانی متوفی، ۵۰۲ھ
- ۱۲۲ - نہایہ مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر البغدادی، متوفی ۶۰۶ھ
- ۱۲۳ - تہذیب الاسبام والصفات، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف تروی، متوفی ۶۷۶ھ
- ۱۲۴ - قاموس، مطبوعہ مطبعہ خشی ناکشور کھنڈر، علامہ محمد الدین فیروز آبادی -

- ۱۲۵۔ سان العرب، مطبوعہ، نشر ادب الحروف، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، علامہ جمال الدین محمد بن کرم ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ
- ۱۲۶۔ تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعة الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ
- ۱۲۷۔ المنجد، مطبوعہ المطبعة الفاثولیکہ، بیروت، ۱۹۲۷ء، لوئیس معلوف الیسوی
- ۱۲۸۔ المنجد مترجم، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوی
- ۱۲۹۔ مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مطبع مفتی نوکسور لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنئی، متوفی ۹۸۶ھ
- ۱۳۰۔ لغات الحدیث، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۳۸ھ
- ۱۳۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف برنائیکا، ۱۹۵۰ء
- ۱۳۲۔ دائرة المعارف، القرن العشرين، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۹۷۱ء، علامہ محمد فرید و جدی
- ۱۳۳۔ الصحاح، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۴۰۲ھ، علامہ اسماعیل بن حماد الجوسری، متوفی ۳۹۸ھ
- ۱۳۴۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ شرکت دارالقبلة للثقافت الاسلامیۃ جدہ، علامہ سید سابق
- ۱۳۵۔ معجم البلدان، مطبوعہ داراجاد التراث العربی بیروت، ۱۳۹۹ھ، شیخ شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی روی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ
- ۱۳۶۔ منہجی الادب، مطبوعہ مطبوعہ اسلامیہ لاہور، ۱۳۲۲ھ، عبدالرحیم بن عبدالکرم صغری پوری
- ۱۳۷۔ معجم متن اللغة، مطبوعہ دارمکتبۃ الحیاة، بیروت، ۱۹۸۵ء، شیخ احمد رضا، متوفی ۱۹۲۸ء
- ۱۳۸۔ لاروس، مطبوعہ مکتبۃ لاروس بالیس (پیرس)، ڈاکٹر نجیل الحبر
- ۱۳۹۔ کتاب العین، مطبوعہ دارالهجرت، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، امام ابو عبد الرحمن الخلیل بن احمد فرابندی، متوفی ۴۵۰ھ
- ۱۴۰۔ اقرب الموارد، مطبوعہ منشورات مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ، علامہ سید عمری شرتقی لبنانی

فضائل و سیرت

- ۱۴۱۔ شفا، مطبوعہ عبدالنزاب اکیدمی طاق، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۴۲۲ھ
- ۱۴۲۔ نسیم الریاض، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ احمد شہاب الدین ختاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ
- ۱۴۳۔ شرح الشفا، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علی بن سلطان محمد اتقاری حنفی، متوفی ۱۰۱۳ھ
- ۱۴۴۔ سعادت الدارین، مطبوعہ مطبوعہ بیروت، بیروت، ۱۳۱۶ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
- ۱۴۵۔ مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ بکھر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
- ۱۴۶۔ اوفاد باحوال المصطفیٰ، مطبوعہ مکتبۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبدالرحمن ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ
- ۱۴۷۔ زاد المعاد، مطبوعہ مطبع المصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر متوفی ۷۵۱ھ
- المردت بابن قسیم جوزی، ما

۱۴۸۔ الموابب اللذیہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ

۱۴۹۔ شرح الموابب اللذیہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۱۱۲۲ھ

جلد خامس

- ۱۵۰۔ الہدایہ والنہایہ، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۳۹۳ھ، حافظ علامہ الدین البرادفہ ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ
- ۱۵۱۔ انسان الیوم، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۸۴ھ علامہ علی بن برہان الدین علی، متوفی ۱۰۲۴ھ
- ۱۵۲۔ ازالۃ الخفاء، مطبوعہ اسماعیل الکیفی لاہور، ۱۳۹۶ھ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۹ھ
- ۱۵۳۔ عجمت الشریعہ العالمین، مطبوعہ مکتبہ ترویجہ رضویہ لاہور، علامہ یوسف بن اسماعیل بنہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ
- ۱۵۴۔ نضر الطیب، مطبوعہ تاج کتبئہ لیسٹڈ، کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ
- ۱۵۵۔ دلائل النبیوت، مطبوعہ دارالانفاس، ام الرضویہ احمد بن عبداللہ اصغیان، متوفی ۴۳۰ھ
- ۱۵۶۔ مطالع المسرات، مطبوعہ مکتبہ ترویجہ رضویہ لاہور، علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی بن یوسف قاسمی
- ۱۵۷۔ السیرۃ النبویہ، مطبوعہ داراجیاد التراث العربی بیروت، حافظ علامہ البرادفہ اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ
- ۱۵۸۔ الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دارعادہ بیروت، ۱۳۸۸ھ ام محمد بن سعد، متوفی ۲۴۰ھ
- ۱۵۹۔ استیعاب، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ متوفی ۴۶۳ھ
- ۱۶۰۔ اصابع، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن محمد مستغانی، متوفی ۸۵۲ھ
- ۱۶۱۔ اسد الغابہ، مطبوعہ دارالعلم بیروت، علامہ ابراہیم بن ابی اناسم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
- ۱۶۲۔ تاریخ یقوتی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۸۷ھ
- ۱۶۳۔ تاریخ الخلفیہ، مطبوعہ مؤسسۃ شہاب بیروت ۱۳۸۳ھ، علامہ حسین بن محمد دیار بکری
- ۱۶۴۔ الرضی الاذنی، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ طمان، علامہ ابراہیم عبد الرحمن بن عبداللہ اسماعیل، متوفی ۵۸۱ھ
- ۱۶۵۔ مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ المطبوعۃ العربیہ، ۱۳۹۹ھ، شیخ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ نجدی، ۱۱۲۲ھ
- ۱۶۶۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، مطبوعہ مجلس العملی قاہرہ، ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی عالمی، متوفی ۹۴۲ھ
- ۱۶۷۔ المدخل، مطبوعہ مصر، علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور ابن الحاج، متوفی ۷۳۱ھ
- ۱۶۸۔ الکامل فی تاریخ، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابراہیم بن علی، ابی اللہ الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
- ۱۶۹۔ تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دارالعلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ
- ۱۷۰۔ تاریخ ابن خلدون، مطبوعہ مؤسسۃ الاطالی للطبوعات، بیروت، ۱۳۹۰ھ، علامہ عبدالرحمن ابن خلدون، متوفی ۸۰۸ھ
- ۱۷۱۔ تاریخ الخلفاء، مطبوعہ فرہد اصح المطابع کراچی، علامہ حلال الدین سید علی، متوفی ۹۱۱ھ
- ۱۷۲۔ مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاطالی، بیروت، علامہ عبداللہ بن اسد بن علی یافعی، متوفی ۷۹۸ھ
- ۱۷۳۔ وفاء الوفاہ، مطبوعہ داراجیاد التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد مہرودی، متوفی ۹۱۱ھ
- ۱۷۴۔ الجہد المنظم، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، ۹۷۲ھ
- ۱۷۵۔ الجہاد البہار، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۷۹ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل بنہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ
- ۱۷۶۔ کتاب الاوقار، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، علامہ یحییٰ بن شہدوت نوری، متوفی ۷۷۶ھ
- ۱۷۷۔ العاصم المسلول، مطبوعہ نشر المستشرقین، شیخ ابراہیم بن علی بن تیبیرجانی، متوفی ۷۲۸ھ
- ۱۷۸۔ ریح الارصاد القدسیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، علامہ عبداللہ بن شہزاد، متوفی ۹۷۳ھ

- ۲۳۵۔ پیار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ
- ۲۳۶۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمن مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
- ۲۳۷۔ شرح النقایہ، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سید اینڈ کمپنی، ملا علی بن سلطان محمد تقاری، متوفی ۱۰۱۳ھ
- ۲۳۸۔ حاشیہ ابی السعود، علی لاسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ
- ۲۳۹۔ فتاویٰ مسعودی، مطبوعہ سرحد پبلیکیشنز کراچی، ۱۲۰۷ھ، شاہ محمد مسعود دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
- ۲۴۰۔ جامع الفتاویٰ، مطبوعہ مطبع اسلامی پریس شاہ جہاں پور، ۱۳۲۲ھ، مولانا ریاست علی خاں
- ۲۴۱۔ فتاویٰ عزیز بی، مطبوعہ مطبع مجتہائی، دہلی، ۱۳۱۱ھ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۲۹ھ
- ۲۴۲۔ امداد الفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
- ۲۴۳۔ کتاب الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت
- ۲۴۴۔ غمز عیون البصائر، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، سید احمد بن محمد حنفی حموی
- ۲۴۵۔ انسانی اعصاب کی پیوندکاری، مطبوعہ مجلس مسائل تحقیق حاضرہ، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
- ۲۴۶۔ برادریٹ نٹ فنڈ پریسٹو اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، " " " "
- ۲۴۷۔ اوزان شرعیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
- ۲۴۸۔ رسائل و مسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
- ۲۴۹۔ ۵۔ اسے ذیل پارک (اُردو مجالس سید مودودی) مطبوعہ ابدی پبلیکیشنز، ۱۹۷۵ء، سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
- ۲۵۰۔ برجندی علی شہد حوقایہ، مطبوعہ مطبع غنئی نرگشور کھنڈ، ۱۳۲۲ھ، علامہ عبدالعلی برجندی
- ۲۵۱۔ حقوق الزوجین، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
- ۲۵۲۔ مقالات کوثری، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سید اینڈ کمپنی، کراچی، علامہ زاہد اکوثری، متوفی ۱۳۷۱ھ
- ۲۵۳۔ کنز الدقائق، مطبوعہ محمد سید اینڈ سنز، کراچی، علامہ ابوالبرکات عبدالعزیز احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱ھ

کتاب فقہ شافعی

- ۲۵۴۔ کتاب الام، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
- ۲۵۵۔ المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شیخ ابوالسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ
- ۲۵۶۔ شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف فردی، متوفی ۶۷۶ھ
- ۲۵۷۔ مکملہ شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ
- ۲۵۸۔ فتح المعریز شرح الوجیز، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ ابوالقاسم محمد رافعی، متوفی ۶۲۳ھ
- ۲۵۹۔ منہج المحتاج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت، علامہ محمد الخطیب من قرن العاشر
- ۲۶۰۔ اجابۃ علم الدین، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
- ۲۶۱۔ الحاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ قدیریہ رضویہ، ۱۱ھ

- ۳۱۰۔ بحار الانوار، مطبوعہ المطبوعۃ الاسلامیہ، طہران، ۱۳۹۲ھ، ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ
- ۳۱۱۔ تفسیر تفسیر، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۴۳ھ، جسے ازولیندگان،
- ۳۱۲۔ فہرک، مطبوعہ کتاب خانہ چہل ستون، جامعہ طہران، ۱۳۹۸ھ، فقیر سید محمد حسن قزوینی
- ۳۱۳۔ شرح پنج الملافہ، مطبوعہ مکتبہ المصطفیٰ، طہران، ۱۳۸۷ھ، شیخ کمال الدین بیہق بن علی بن میثم الجہرانی، متوفی ۶۷۹ھ

کتاب عقائد و کلام

- ۳۱۴۔ شرح عقائد نفسی، مطبوعہ نور عماد مطابع، کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر نقاش زانی، متوفی ۷۶۱ھ
- ۳۱۵۔ شرح مرقاۃ، مطبوعہ مطبعہ نئی ترکشور کھنجر، میر سید شریف علی بن محمد حیدر جانی، متوفی ۸۱۲ھ
- ۳۱۶۔ شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البانی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
- ۳۱۷۔ حاشیہ الخیالی، مطبوعہ عبدالحمیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن خلیفہ، متوفی ۸۷۰ھ
- ۳۱۸۔ المنتظمین الضعفاء، مطبوعہ مکتبہ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
- ۳۱۹۔ البراقیت والجماسر، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البانی و اولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شترانی، متوفی ۹۷۳ھ
- ۳۲۰۔ نیراس، مطبوعہ مکتبہ نقادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبدالعزیز پیر آبادی
- ۳۲۱۔ حاشیہ عبدالحمیم سیالکوٹی مع مجموعہ حواشی الجلیہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبدالحمیم سیالکوٹی، متوفی ۱۰۶۷ھ
- ۳۲۲۔ شرح المقادیر، مطبوعہ دارالعمارت الشافعیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر نقاش زانی، متوفی ۷۹۱ھ
- ۳۲۳۔ الاکلام السلطانیہ، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البانی و اولادہ مصر، ۱۳۹۳ھ، علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حمید الماروروی، متوفی ۴۵۰ھ
- ۳۲۴۔ سائر مطبوعہ مطبوعۃ السادۃ مصر، علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۷۱ھ
- ۳۲۵۔ سارہ، مطبوعہ مطبوعۃ السادۃ مصر، علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف القدسی الشافعی، متوفی ۹۰۶ھ
- ۳۲۶۔ کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار پبلشنگ کمپنی کراچی، صدر الامام مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

کتاب اصول حدیث

- ۳۲۷۔ الکافی فی علم الروایہ، مطبوعہ مکتبہ علیہ دینیہ منورہ، حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ
- ۳۲۸۔ لفظ الحدیث، مطبوعہ مطبوعہ شریکہ مصطفیٰ البانی علی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ عبدالرشید بن حسین خاٹر
- ۳۲۹۔ شرح شرح تخریج الملک، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
- ۳۳۰۔ امان النظر، مطبوعہ اکادمی شاہ ولی اللہ، حیدرآباد سندھ، قاضی عبدالکرم سندھی
- ۳۳۱۔ تدریب الراوی، مطبوعہ مکتبہ علیہ دینیہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ ملا ابوالدین سید علی، متوفی ۹۱۱ھ

کتاب اصول فقہ

- ۳۳۲۔ مستغنی، مطبوعہ مطبوعہ امیرت کبری بلاق مصر، ۱۲۹۳ھ، امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ

- ۳۲۳۔ فاتح الرحمت، مطبوعہ مطبعہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر ۱۲۹۲ھ، بحر العلوم عبدالحی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ
 ۳۲۴۔ الرسالة، مطبوعہ مطبعہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۲ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
 ۳۲۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبوعہ مطبعہ محمد علی واولادہ مصر ۱۳۲۴ھ، علامہ سید الدین علی بن علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ
 ۳۲۶۔ اصول بزودی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزودی متوفی ۲۸۲ھ
 ۳۲۷۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد بن علی شکرانی متوفی ۱۲۵۰ھ

متفرقات

- ۳۳۸۔ کتاب التشریفات، مطبوعہ المطبعة الخیر یہ مصر، ۱۳۰۶ھ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ
 ۳۳۹۔ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ، متوفی ۹۸۵ھ
 ۳۴۰۔ فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن جریر، متوفی ۹۲۷ھ
 ۳۴۱۔ سبحة العکر، مولانا عبدالحی کھنوی، متوفی ۱۳۰۶ھ
 ۳۴۲۔ اکبریت الاحمر، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شرانی، متوفی ۹۷۳ھ
 ۳۴۳۔ الاعتصام، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابوالسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، متوفی ۷۹۰ھ
 ۳۴۴۔ برادر التوادد، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۲ء، شیخ اشرف علی قاری، متوفی ۱۳۶۴ھ
 ۳۴۵۔ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبعہ بلالی، ڈھوڈ، شیخ غلیل احمد ابیٹھوی، متوفی ۱۳۲۶ھ
 ۳۴۶۔ اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۸ء، شاہ محمد جعفر پھولاری
 ۳۴۷۔ المہند علی المتقد، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند، شیخ غلیل احمد ابیٹھوی، متوفی ۱۳۲۶ھ
 ۳۴۸۔ دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
 ۳۴۹۔ مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ ہبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۷۰ء، حضرت مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ
 ۳۵۰۔ حیوۃ الیوان اکبری، مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر ۱۳۰۵ھ، علامہ محمد بن موسیٰ الد میری متوفی ۸۰۸ھ
 ۳۵۱۔ عجائب المخلوقات، مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر ۱۳۰۵ھ، علامہ ذکریا بن محمد بن محمود
 ۳۵۲۔ الماخذ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۲۰ھ
 ۳۵۳۔ تکبیل الایمان، مطبوعہ فخر الطابع کھنوی، ۱۹۱۲ء، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
 ۳۵۴۔ منہاج السنۃ، مطبوعہ مطبعہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر، شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ حلاتی، متوفی ۷۲۸ھ
 ۳۵۵۔ تقویت الایمان، مطبوعہ مطبعہ علمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۲۶ھ
 ۳۵۶۔ تحقیق الفتویٰ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، علامہ فضل حق خیر آبادی، متوفی ۱۸۶۱ء
 ۳۵۷۔ ماخوذت بالسنۃ، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
 ۳۵۸۔ شام امدادیہ، مطبوعہ مکتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ، حاجی امداد اللہ ہاجر مکتی، متوفی ۱۳۱۷ھ
 ۳۵۹۔ امداد المشتاق، مکتبہ اسلامیہ لاہور، شیخ غلیل احمد ابیٹھوی، متوفی ۱۳۲۶ھ

- ۳۶۰۔ قبیلہ صفت مسند، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مبارکپوری، متوفی ۱۳۱۷ھ
- ۳۶۱۔ المورد الروی فی المراد النبوی، مطبوعہ المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد قادری، ۱۰۱۳ھ
- ۳۶۲۔ ایجد العلوم، مطبوعہ مکتبۃ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ، نواب صدیق حسن خان مجیدپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
- ۳۶۳۔ اللہ اکامتہ، مطبوعہ دار الجلیل بیروت، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر مستطانی، متوفی ۸۵۲ھ
- ۳۶۴۔ روزنامہ جنگ کراچی، بیر خلیل الرحمن (مدیر اعلیٰ)
- ۳۶۵۔ جہرۃ انساب العرب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، ابو محمد علی بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۲ھ
- ۳۶۶۔ التلخیص الجیر، حافظ ابن حجر مستطانی، متوفی ۸۵۲ھ
- ۳۶۷۔ ماہنامہ حیات مجرم، لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ لاہوری
- ۳۶۸۔ الملیحۃ الناجزۃ، مطبوعہ دار الاضواء کراچی، ۱۹۸۷ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ
- ۳۶۹۔ احسن العقائد فی مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۷ھ، مفتی رشید احمد
- ۳۷۰۔ ابریز من کلام سیدی عبدالعزیز، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البانی و اولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ، سعیدی احمد بن عبدالبارک
- ۳۷۱۔ تذکرہ اناس، مطبوعہ کتب خانہ ادارہ دہلی ہند، ۱۳۹۵ء، شیخ محمد قاسم نافروزی، متوفی ۱۲۹۷ھ
- ۳۷۲۔ ازادۃ الیوب بسبب الغیب، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ، الام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
- ۳۷۳۔ مرآۃ مستقیم، مطبوعہ مکتبۃ سلفیہ، لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
- ۳۷۴۔ میری داستان حیات، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برقی۔
- ۳۷۵۔ رمزا بیان، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ڈاکٹر غلام حبیب اللہ برقی۔
- ۳۷۶۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ
- ۳۷۷۔ ارتبیب الاداریہ و نظام الحکومت النبویہ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، علامہ عبد الحمزہ اکتسانی
- ۳۷۸۔ انٹرنیشنل اسلامی میڈیشن میں، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لنڈین لاہور، ۱۹۸۲ء، ڈاکٹر محمد نعمت اللہ صدیقی
- ۳۷۹۔ شرح جامی، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، مولانا عبدالرحمن جامی
- ۳۸۰۔ اعانتہ الطالبین، مطبوعہ دار اُلمیاء الفرائد العربیہ بیروت، علامہ سید ابی بکر المعروف باسید البکری
- ۳۸۱۔ مختصر الحافی، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر نقشبانی، متوفی ۷۹۲ھ
- ۳۸۲۔ آردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۳۹۷ھ
- ۳۸۳۔ مقالات کاظمی، مطبوعہ مکتبۃ فرید ریسا میڈیال، ۱۳۹۷ھ، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ
- ۳۸۴۔ وایۃ النحو، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، علامہ البرامیان اندلسی، متوفی ۷۵۴ھ
- ۳۸۵۔ المرأة فی فکر الاسلامی، مطبوعہ مطابع جامعۃ الموصول بغداد، ۱۹۸۶ء، علامہ جمال محمد فتوحی رسول الباجوری
- ۳۸۶۔ اعلام المرتبین، مطبوعہ حارثہ حرک لیٹان، علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجردیہ متوفی ۵۱۰ھ
- ۳۸۷۔ اصناف سادۃ الثقیین، مطبوعہ مطبعہ مجرم مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد بن محمد نقضہ حسین زبیری تھنی، متوفی ۱۲۰۵ھ

شرح صحیح مسلم

از شحات قلم

علامہ غلام رسول سعیدی

شرح صحیح مسلم کی خصوصیات

- ۱۔ احادیث کا آسان اور با محاورہ اردو ترجمہ۔
- ۲۔ متقدمین کی شرح کی روشنی میں ہر باب کی احادیث کا مختصر اور واضح تشریح۔
- ۳۔ علم اصول حدیث کی روشنی میں احادیث پر فنی گفتگو۔
- ۴۔ ائمہ اربعہ کی اقبات کتب سے ان کے مذاہب کا مع دلائل بیان۔
- ۵۔ فقہ حنفی کی ترجیح کا بیان۔
- ۶۔ منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات اور حجیت حدیث پر دلائل کا انبار۔
- ۷۔ اعتقالاتی مسائل پر ہندو علمی گفتگو۔
- ۸۔ مسائل حاضرہ مثلاً فوٹو گراف، ریڈیو، ٹی۔ وی، وڈیو، ریل اور ہوائی جہاز میں ناز، پرسٹ مارٹم، ایرو پیچنگ ادویہ، انتقال خون، اعضا کی پیوند کاری، استقامت، ضبط تولید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، رویت بال کمپی کے افغان، پاکستان اور دیگر بید ماگ میں اخلاق رویت، بول کے اثر سے مختلف احکام، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، میسادی قرضوں کی ادائیگی پر زکوٰۃ، قطبین میں روزے اور ناسک کے حکام، شیلیٹن پر نکاح، بیہ اسلاموں کی حیثیت، ایک مجلس میں تین لواطیں، عدالتی طلاق، سود اور عدد و تعزیرات، انعامی بانڈز، جنگ نوٹ، انزولنگ کی پیچیدگیوں، مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے بہت سے مسائل پر محققانہ بحث۔
- ۹۔ مصنف نے ہر مسئلہ میں معروضی بحث کی ہے۔ قرآن مجید، احادیث آثار، اقوال تابعین، جمہور فقہاء اسلام اور فقہاء احناف کے اشارات کی روشنی میں ہر مسئلہ کو دکھا ہے، کسی کی بندھی فکر کے تابع ہو کر نہیں لکھا۔
- ۱۰۔ اس شرح میں غناسیگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے کسی کے خلاف مبتذل لہجہ اختیار نہیں کیا گیا۔

ملنے کا پتہ: فرماتے ہیں www.marfat.com بازار لاہور

علامہ غلام رسول سعیدی کی تصانیف

حیات اُستاد العلماء	۱
فاضل بریلوی کا فقہی مقام	۲
توضیح البیان	۳
ذکر بالجہر	۴
ضیائے کثر اللایمان	۵
تذکرۃ المحرمین	۶
مقالات سعیدی	۷
مقام ولایت و نبوت	۸
معاشرے کے ناسور	۹
لفظ خدا کی تحقیق	۱۰
نظام مصطفیٰ کی شرعی حیثیت ضرورت اور اہمیت	۱۱
شرح صحیح مسلم	۱۲

شرح صحیح مسلم

تصنیف علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء کراچی
اس صدی کی بہترین شرح جس میں عصر حاضر کے
جدید مسائل کا مختصر حل پیش کیا گیا ہے۔
● یہ شرح قارئین کو دوسری شرحوں
بے نیاز کرے گی۔



- جلد اول - روپے ○ جلد چہارم -
- جلد دوم - روپے ○ جلد پنجم -
- جلد سوم - روپے ○ جلد ششم - زیر کتابت

سنن نسائی مترجم

جلد ۳

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل بن علی بن بکر نسائی
ترجمہ مولانا دوست محمد شاہ مولانا مظہر عبد الستار قادری

۴۴

روپے

سنن ابن ماجہ مترجم

جلد ۲

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربیع القزوی
مترجم مولانا عبد الحکیم خان اختر شاہ جہان پوری

۴۴

روپے

سنن ابو داؤد شریف مترجم

جلد ۳

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بختانی مدظلہ
مترجم مولانا عبد الحکیم خان اختر شاہ جہان پوری

۴۴

روپے

جامع ترمذی مترجم مع شمائل ترمذی

جلد ۲

محدث حبیب امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی مدظلہ
مترجم مولانا علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی

۴۴

روپے

بخاری شریف مترجم

جلدیں ۳

امام الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری مدظلہ
مترجم مولانا عبد الحکیم خان اختر شاہ جہان پوری

ہدیہ

روپے

○ دیگر مبلوغات کے فہرست کے لیے جوائے لغاوارسال فرمائیں

۳۱۲۱۴۳

۳۸ اردو بازار لاہور فون

۲۲۲۸۹۹

فریڈ پک سٹال

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم
 اُسے لے لاؤ جس سے منکر کریں اس بازار ہوا (قرآن مجید)

عربی اردو

قیمت جلد اول
 قیمت جلد دوم
 قیمت جلد سوم
 قیمت جلد چہارم

شرح مشکوٰۃ

شرح مشکوٰۃ

تصنیف مینف

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی ریسید

اردو ترجمہ عرواشی

علامہ محمد عبدالکحیم شرف قادری نقشبندی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
 ناشر

فریدیک سٹال، ۳۸-اردو بازار، لاہور (پاکستان)

marfat.com

Marfat.com

وَمِنْ خَيْرِ أَلْفِ بَيْتِيكَ رَيْبُكَ وَالْمَوْعِظَةُ الْوَالِدِيَّةُ
ترجمہ: رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور بہترین نصیحت کے ذریعے

غذیۃ الطائین (اردو)

از محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی

تقدیم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور



فرید نیکوٹال اردو بازار لاہور
marfat.com